

وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا
الْحَمْدُ لِلَّهِ

کہ کتاب خائق انتساب۔ وفائن جواہر مناقب مخفی و خزان اسرار محمد خفی و جلی
مُسْتَهْتَبِ بِه

کوکبِ بی فی فضائلِ علیؑ

ترجمہ مناقب مرتضوی

مصنّفہ حضرت الفاضل الامعی والمعارف اللوذعی سید محمد صالح الحکشفی
الترمذی السنی الحنفی ابن العارف بالله میر عبد اللہ متکلمین قلم
اسکنہما اللہ تعالیٰ فی جنات الامرار

اضفا مقدمہ و تتمہ خاتمہ از جناب سلطان المتکلمین و سید المحققین علامہ
سید محمد سبطین صاحب قبلہ سرسوی اعلیٰ اللہ مقامہ

متوجہ
جناب الحاج مولانا مولوی سید شریف حسین صاحب بنواری ہوم منفقو

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ لاہور

مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ۔

مفتاح الجنان اردو

مترجمہ :- جناب شیخ الجامعہ مولانا مولوی اختر عباس صاحب قبلہ

یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں ایران میں طبع ہو چکی ہے اور لاکھوں زائرین اس سے زیارات بجالاتے چکے ہیں۔ ایران میں ہر شیعہ کے گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس کتاب کی اتنی بڑی اہمیت کو بد نظر رکھتے ہوئے مولانا موصوف نے اسے اردو میں ترجمہ کر کے مزہب شیعہ کے لئے ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔

نوٹ :- کتاب مفتاح الجنان اردو ہر سائز میں خریدتے وقت

امامیہ کتب خانہ لاہور کی مطبوعہ خریدیں کیونکہ یہ ایڈیشن ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

آفسٹ چمپائی - عمدہ کاغذ - سائز ۱۰ x ۱۰" حجم ۶۰۰ صفحات ہدیہ عام سفید کاغذ مبلد ڈائیدار - ہدیہ آفسٹ پیپر ولایتی مبلد پلاسٹک کور

بڑا سائز یعنی ۹ x ۱۰" عام سفید کاغذ مبلد ڈائیدار -
 " " " آفسٹ پیپر ولایتی مبلد ڈائیدار ہدیہ مناسب -
 چھوٹا سائز یعنی ۵ x ۷" عام سفید کاغذ مبلد ڈائیدار ہدیہ -
 " " " " " " " " " " " "
 سفر میں ہمراہ لے جانے کے لئے بہترین تحفہ
 خرچہ ڈاک بذمہ خرید دیا ہوگا۔
 ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ - مغل حویلی -

اندرون موچی بڑو ازہ لاہور

فہرست مضامین کتاب کوکبِ درمی فی فضائلِ علیؑ

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|-----------------------------------------------------------------------|
| ۱۳۸ | يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ عَوَالِ تَفْسِيرِ بَارِك - مَا الْحَقُّ وَتَعْيِهَا أَذِنِ وَأَعِيهِ | ۲۷ | مقدمہ :- |
| ۱۳۹ | اِمْنٌ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَا كَانَ فَاسْقًا | ۱۱۹ | ویب چہ مصنف |
| ۱۳۹ | اس کی تفسیر میں حالات ولید بن عقبہ | ۱۴۱ | تقسیم ابواب |
| ۱۳۹ | يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ | ۱۴۲ | عدوبارہ کی ہیرت انگیز توجیہیں |
| ۱۳۹ | اليوم اكملت لكم دينكم | ۱۴۳ | بارہ امام مقرر کرنے کے باب میں احادیث |
| ۱۵۲ | اجعلتمو سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام | ۱۴۴ | باب اول |
| ۱۵۳ | اِنْفِجَاعُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا | ۱۴۵ | نصوص قرآنی جو حضرت امیر المؤمنینؑ کی شان میں نازل ہوئے |
| ۱۵۳ | يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ | ۱۴۵ | منقبت ۱ |
| ۱۵۳ | انها انت منذر و لكل قوم هاد | ۱۴۵ | حدیث ابن عباسؓ کہ امیر سر آیت مکرّم کے سردار ہیں |
| ۱۵۳ | و انى لغفار لمن تاب | ۱۴۵ | حدیث و باب آیہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا |
| ۱۵۵ | انها يريد الله ليذهب عنكم | ۱۴۵ | حدیث قرآن میں اصحاب پر عقاب فرمایا گیا ہے |
| ۱۵۵ | فمن حاجك فيه (آیہ مبارکہ) | ۱۴۵ | اور امیرؑ کو خیر و نیکی سے یاد کیا ہے۔ |
| ۱۵۶ | ان الله وملكته يصلون | ۱۴۵ | قرآن میں جو فضائل امیرؑ کی شان میں ہیں وہ کسی کی شان میں نہیں۔ |
| ۱۵۶ | سلام على اليا سين | ۱۴۵ | خطاب آیہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا |
| ۱۵۶ | وما كان الله ليعذبهم و انت فيهم | ۱۴۵ | روایت مجاہد و ابن عباسؓ کہ علیؑ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ |
| ۱۵۷ | ولسوف يعطيك ربك | ۱۴۵ | آیہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا |
| ۱۵۷ | ان الذين آمنوا وعملوا الصلحت | ۱۴۷ | آیہ وَمَنْ النَّاسِ مِنْ يَشْرِكِ |
| | | ۱۴۷ | آیہ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ |

| صفحة | فهرست مضامين | صفحة | فهرست مضامين |
|------|-------------------------------------|----------|--------------------------------------|
| ١٤٣ | لقد رضی الله عن المؤمنین اذ یأبعونک | ٢٥ | منقبت |
| ١٤٣ | یا ایها النبی حسبک ومن اتبعک | ٢٦ = ١٥٤ | ٢٤ وقفوهم انهم مسئولون |
| ١٤٣ | والذین آمنوا بالله ورسوله | ٢٧ = ١٥٨ | ٢٨ ان الذین آمنوا وعلما الصلحت |
| ١٤٣ | اولئک هم خیر البریة | ٢٨ = | اولئک هم خیر البریة |
| ١٤٣ | وکفی الله المؤمنین القتال | ٢٩ = ١٥٨ | ٢٩ ان المتقین فی جنات ونهر |
| ١٤٣ | واجعل فی لسان صدق | ٣٠ = ١٥٩ | ٣٠ والسابقون السابقون |
| ١٤٣ | یا ایها الذین آمنوا طیعوا الله | ٣١ = ١٥٩ | ٣١ ان الذین اویونون بالآخرۃ |
| | والرسل اذ ادعاکم | | عن الصراط لئلا تكون - |
| ١٤٥ | یا ایها الذین آمنوا طیعوا الله | ٣٢ = ١٥٩ | ٣٢ قل لو اسئلكم علیه اجرا |
| ١٤٥ | فلعلک تارک بعض ما یوحی الیک | ٣٣ = ١٦٠ | ٣٣ قل کفی بالله شهیداً... علم الکتاب |
| ١٤٤ | ولما ضرب ابن مریض مثلاً | ٣٤ = ١٦٠ | ٣٤ والنجم اذ هوی |
| ١٤٤ | ونزعنا ما فی صدورهم من غل | ٣٥ = ١٦٠ | ٣٥ فان الله هو مولاه وجبریل |
| ١٤٤ | طوبی لهم وحسن مآب | ٣٥ = | وصالح المؤمنین - |
| ١٤٤ | ونادى اصحاب الاعراب رجالاً | ٣٦ = ١٦١ | ٣٦ یوم لا یخزی الله النبی |
| ١٤٤ | ثم اورثنا الکتاب الذین | ٣٧ = ١٦١ | ٣٧ والذین جاءوا بالصدق |
| | اصطفینا من عبادنا | ٣٨ = ١٦١ | ٣٨ یوم تشق السماء بالغمام |
| ١٤٤ | حسبنا الله ونعم الوکیل فانقلبوا | ٣٩ = ١٦١ | ٣٩ ومن خلقنا امة یتهدون بالحق |
| | بنعمة من الله - | | ٣٩ جنت من اعناب وزرع صنوان |
| ١٤٤ | ان الذین سبقت لهم منا الحسنی | ٤٠ = ١٦٢ | ٤٠ ان الله یدخل الذین آمنوا |
| ١٤٨ | واذن مؤذنان لعنة الله | ٤١ = | من تحتها الانهر - |
| ١٤٨ | من جاء بالحسنة فله عشر امثالها | ٤٢ = ١٦٣ | ٤٢ فاما نذهبینک فانما یتقون |
| ١٤٨ | من جاء بالحسنة فله خیر منها | ٤٣ = ١٦٣ | ٤٣ وارکعوا مع الراکعین |
| ١٤٨ | والذین یرذون المؤمنین والمؤمنات | ٤٤ = ١٦٣ | ٤٤ فالیوم الذین آمنوا من الکفار |
| ١٤٨ | وشاقوا الرسول من بعد ما تبین لهم | ٤٥ = | یضحکون - |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|---------------------------------------|-----------|-------------------------------------------------|
| ۱۸۰ | منقبت ۳ حدیث: یا علی انت اول المسلمین | ۱۴۹ | ۲۵ واذان من الله ورسوله: الحج الاکبر |
| ۱۸۰ | منزلت | ۱۴۹ | ۲۶ ولتعرفنهم في لحن القول |
| ۱۸۰ | ولی کلی مؤمن بعدی | ۱۴۹ | ۲۷ احسب الناس ان يتركوا |
| ۱۸۱ | مولخات (بجائی بجائی بنانا) | ۱۴۹ | ۲۸ واولو الارحام بعضهم اولی |
| ۱۸۱ | حوض کوثر پر پہلے علی وارد ہوں گے۔ | ۱۵۰ | ۲۹ والعصوان الانسان |
| ۱۸۱ | انت متی وانا منک | ۱۵۰ | ۳۰ وتواصوا بالحق |
| ۱۸۱ | من اذی علی... علی کو ایذا پہنچے | ۱۵۰ | ۳۱ واما من اوقى كتابه بليبينه |
| ۱۸۱ | والا یہودی یا نصرانی مبعوث ہوگا | ۱۵۰ | ۳۲ ام حسبلذين اجترحو السيئات |
| ۱۸۱ | علی منی وانا منہ | ۱۵۰ | ۳۳ من المؤمنین رجال صدقوا |
| ۱۸۲ | میں مندر ہوں اور علی ہادی ہے۔ | ۱۵۱ | ۳۴ ما عاهدوا - |
| ۱۸۲ | علی وزیر نبی ہے۔ | ۱۵۱ | ۳۵ یوفون بالذکر |
| ۱۸۲ | علی نایدکنذہ نبی ہے عرش پر | ۱۵۲ | ۳۶ محمد رسول الله والذین معہ |
| ۱۸۲ | تحریر ہے۔ | | آیات و حدیث سے جناب امیر علیہ السلام |
| ۱۸۲ | علی قتل ہوا اللہ احدی کا مندر ہے۔ | | کاشان میں ثابت کا گئی ہیں۔ |
| ۱۸۳ | علی کی دوستی گناہوں کو کھا جاتی ہے۔ | ۱۵۴ | ۳۷ مرج البحرین يلتقین |
| ۱۸۳ | عسلم کے دس حصے کر کے نو | | |
| | علی کو دیئے گئے۔ | | |
| ۱۸۳ | انامدینة العلم وعلی بابها | ۱۵۴ | باب دوم |
| ۱۸۳ | انادارالحکمة وعلی بابها | | احادیث مشتمل بر مناقب امیر المؤمنین علیہ السلام |
| ۱۸۳ | علی کا حق اس اُمت پر ایسا ہے | | ۱۶۱ حدیثیں |
| ۱۸۳ | جیسے باپ کا حق بیٹے پر | ۱۵۸ | منقبت ۱ حدیث: کنت انا وعلی نورًا |
| ۱۸۳ | علی اعلم اُمت ہے | | بین یرى الله |
| ۱۸۳ | انامیزان العلم | ۱۴۹ | ۲ حدیث نور بالفاظ دیگر |
| ۱۸۴ | علی افضی امتی | ۱۴۹ | ۳ مکتوب علی باب الجنة |
| ۱۸۴ | من احب علیا فقد احببني | ۱۴۹ | ۴ ان علیا متی |
| | | ۱۴۹ | ۵ الصديق ثلاثة (صدیق تین ہیں) |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|--------------------------------------------------------------------------|-----------|------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۱۹۰ | ۲۵۰ منقبت حدیث علی کو حالت جنابت میں مسجد میں جانا جائز ہے۔ | ۱۸۵ | ۲۷۰ منقبت حدیث علیؑ میں تین صفات ہیں جو کسی میں نہیں |
| " | " | " | " ۲۸۰ " علیؑ میں تمام انبیاء کی صفات جمع ہیں |
| " | " ۲۷۱ " شیعہ علیؑ قیامت میں نہال اور عدوئے علیؑ بد حال ہوگا | " | " " اور وہ نوے صفات کا جامع ہے |
| " | " ۲۷۲ " علیؑ کے خیر البشر ہونے کا منکر کافر ہے۔ | ۱۸۶ | " ۲۹۰ " علیؑ مہندس فی ذات اللہ |
| " | " ۲۷۳ " علیؑ باب حط کی مانند ہے۔ | " | " ۳۰۰ " علیؑ کی شکایت نہ کرو |
| " | " ۲۷۴ " علیؑ کی مثال محمدؐ سے ایسی ہے جیسے بدن میں سر۔ | " | " ۳۱۰ " منافق علیؑ کو دوست نہیں رکھتا |
| ۱۹۱ | " ۲۷۵ " نبیؐ اور علیؑ ایک درخت سے ہیں۔ | ۱۸۷ | " ۳۲۰ " علیؑ کو گالی نہ دو |
| " | " ۲۷۶ " نبیؐ کی ذریت صلب علیؑ سے ہے۔ | " | " ۳۳۰ " علیؑ کو گالی دینا نبیؐ کو گالی دینا ہے۔ |
| " | " ۲۷۷ " اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفن نہ ہوتا۔ | " | " ۳۴۰ " علیؑ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔ |
| " | " ۲۷۸ " سابق عرش پر لکھا ہے۔ کہ علیؑ سے محمدؐ کی تائید کا گئی ہے۔ | " | " ۳۵۰ " علیؑ کا چہرہ جنت میں ستارہ صبح کی طرح چمکتا ہوگا |
| " | " ۲۷۹ " علیؑ نبیؐ کا وصی اور وارث ہے | " | " ۳۶۰ " علیؑ کا ذکر عبادت ہے |
| ۱۹۲ | " ۲۸۰ " علیؑ کی دوستی صحیفہ نومین کا سرنامہ ہے۔ | " | " ۳۷۰ " حضرت کا دیدار علیؑ کا تترافمانا |
| " | " ۲۸۱ " حق علیؑ کے ساتھ گردش کرتا ہے۔ | " | " ۳۸۰ " علیؑ کا مقام جنت ہے۔ |
| " | " ۲۸۲ " جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے۔ | ۱۸۸ | " ۳۹۰ " علیؑ کا خون نبیؐ کا خون ہے۔ علیؑ کا گوشت |
| " | " ۲۸۳ " علیؑ میں مثال عیسیٰ موجود ہے۔ | " | " ۴۰۰ " پیغمبرؐ کے نام اور کنیت جمع کرنا علیؑ اور ان کی اولاد کو جائز ہے۔ اور اُمت پر حرام ہے۔ |
| " | " ۲۸۴ " درخت کی مثال ہے کہ نبیؐ کو اصل علیؑ کو فرع قرار دیا ہے | " | " ۴۱۰ " جنت کے دروازے کا حلقہ علیؑ کی آواز دیتا ہے۔ |
| " | " ۲۸۵ " علیؑ کی دوستی نبیؐ کی دوستی ہے | " | " ۴۲۰ " پیدائش سے دراصل محمدؐ علیؑ کی پیدائش مقصود ہے۔ |
| ۱۹۳ | " ۲۸۶ " علیؑ کی دشمنی نبیؐ کی دشمنی | " | " ۴۳۰ " مطیع علیؑ جنتی ہے اور نافرمان علیؑ دوزخی۔ |
| " | " ۲۸۷ " علیؑ قسیم بہشت دوزخ ہے۔ | ۱۸۹ | " ۴۴۰ " علیؑ کی محبت مخلوق پر فرض کی گئی۔ |
| " | " ۲۸۸ " علیؑ کی پر دانگی کے بغیر کوئی شخص صراط سے نہیں گذر سکتا۔ | " | " |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|--------------------------------------------------------------------------------------|-----------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۱۹۷ | منقبت ۴۵ حدیث ثقلین (مفصل) | ۱۹۳ | منقبت ۴۳ حدیث نبی اور اہل بیت نبی کی طاعت مخلوق پر فرض ہے۔ اور اس ادخلق کے معنی |
| " | " ۴۶ " محبت علی و فاطمہ جملہ مخلوق پر فرض کی گئی۔ | " | " ۶۴ " علی کی دوستی کے ہوتے کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔ علی کی دشمنی کے ہوتے کوئی نیکی نفع رسا نہیں..... |
| " | " ۴۷ " جو کوئی میری زندگی جینا اور میری موت کرنا چاہے وہ علی و زینب علی کو درست رکھے | " | " ۶۵ " میرے بعد فتنہ برپا ہوگا۔ اس وقت علی کی اطاعت لازم ہے۔ |
| ۱۹۸ | " ۴۸ " فرشتگان مقرب کا علی کو درست رکھنا اور شیعوں پر ملک الموت کا ہر بانی | ۱۹۴ | " ۶۶ " علی باب علم نبی اور بیان کنندہ ہے امت کے لئے۔ |
| " | " ۴۹ " علی کو اصحاب پر متردد فضیلت حاصل ہے۔ | " | " ۶۷ " خاصف النعل علی تاویل قرآن پر جنگ کرے گا۔ |
| " | " ۵۰ " محبت اہلبیت کے بغیر کسی کا ایمان قبول نہیں۔ | " | " ۶۸ " اوصاف علی از روئے قرابت و حسب نسب |
| " | " ۵۱ " قیامت کے دن محبت محمد و آل محمد کے سوال ہونے سے پہلے کوئی قدم نہ اٹھا سکے گا۔ | " | " ۶۹ " دوزخی تقیف سے مخاطب ہو کر فضائل علی بیان فرمانا اور حضرت عمر کا متنا کرنا کہ یہ فضائل شاید میری نسبت ہوں |
| ۱۹۹ | " ۵۲ " بشارت مغفرت علی و زینب علی و شیعیان علی کے لئے۔ | ۱۹۵ | " ۷۰ " علی سابق الاسلام ہے۔ علی سب اصحاب سے زیادہ پیارا ہے۔ |
| " | " ۵۳ " انی تارک فیکم الثقلین... (مفصل) سفینہ۔ | " | " ۷۱ " علی یعسوب المسلمین ہے۔ مال یعسوب منافقین ہے۔ |
| " | " ۵۴ " لکل شیء اساس دین کی بنیاد محبت اہل بیت ہے۔ | ۱۹۶ | " ۷۲ " علی اسلام علم حلیم میں سب سے بڑھ کر ہے جناب فاطمہ سے خطاب کر کے فرمایا |
| " | " ۵۵ " حضرات اہل بیت سے لڑنا حضرت سے لڑنا ہے۔ | " | " ۷۳ " میرا بھائی، وزیر قرض ادا کرنے والا اور سب سے بہتر علی ہے۔ |
| " | " ۵۶ " درباب محبت اہل بیت۔ | " | " ۷۴ " دن تفضلوا بعدی حدیث ثقلین کا مضمون |
| ۲۰۰ | " ۵۷ " درباب انتخاب محمد و علی | ۱۹۷ | |
| " | " ۵۸ " علی اور اس کے شیعہ حوض کوثر سے سیراب اور دشمن..... | | |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|-----------------------------------------------------------------------|-----------|------------------------------------------------------------------------------------|
| ۲۰۳ | ۱۰۷ منقبت حدیث انصار میں سے علی کا دشمن وہ ہوگا جس کی اصل یہ ہووی ہو۔ | ۲۰۰ | ۹۰ منقبت حدیث محمد علی و حسن و حسین اور ان کی ذریت اور شیعوں کا جنت میں وارد ہونا۔ |
| ۲۰۳ | ۱۰۸ اطاعت علی اطاعت خدا ہے۔ | ۹۱ | ۹۱ معرفت آل محمد۔ |
| ۲۰۵ | ۱۰۹ اطاعت ائمہ اطاعت خدا ہے اور وہ وسیلہ ہیں۔ | ۹۲ | ۹۲ علی کو ابی المومنین سے موسوم کیا گیا۔ |
| ۲۰۵ | ۱۱۰ ہزار سال کی عبادت ہے جب علی بیکار ہے۔ | ۲۰۱ | ۹۳ علی امیر البرہۃ و قائل الکفرۃ ہے۔ |
| ۲۰۵ | ۱۱۱ ایک شیعوں پر جو مضر کے برابر گنہگاروں کا شفیق ہوگا۔ | ۲۰۱ | ۹۴ معراج میں فضائل علی..... (حدیث طویل) |
| ۲۰۴ | ۱۱۲ علی دروازہ جنت کا دوق الباب کہتے گا۔ | ۲۰۲ | ۹۵ معراج میں علی کے فضائل حضرت کا آنحضرت کے بائیں طرف ہونا۔ |
| ۲۰۴ | ۱۱۳ جس کا آخری کلام صلوات بر محمد و علی ہو دراصل بہشت ہوگا۔ | ۲۰۲ | ۹۶ معراج میں حضرت سے علی کی زبان میں گفتگو ہوئی۔ |
| ۲۰۴ | ۱۱۴ علی دائرہ ہدی کی محبت اور ان کے دشمنوں کی دشمنی باعث نجات ہے | ۲۰۲ | ۹۷ جبل المتین |
| ۲۰۴ | ۱۱۵ علی کا نام چار مقام پر حضرت کے نام کے ساتھ شامل لکھا ہے۔ | ۲۰۲ | ۹۸ علی کے چہرے کے نور سے ستر ہزار فرشتے پیدا کئے گئے۔ |
| ۲۰۴ | ۱۱۶ میں جس کا ولی ہوں علی بھی اس کا ولی ہے۔ میں جس کا امام ہوں..... | ۲۰۳ | ۹۹ علی کا مرتبہ روز قیامت اور صراط سے گذرنا اور بہشت و دوزخ کی تقسیم |
| ۲۰۴ | ۱۱۷ میرے بعد علی تمام امت سے اعلم ہے۔ | ۲۰۳ | ۱۰۰ خدا کا حضرت پیغمبر کو جملہ مخلوق سے انتخاب کرنا۔ |
| ۲۰۸ | ۱۱۸ میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ دونوں عدل میں برابر ہیں۔ | ۲۰۳ | ۱۰۱ علی خیر البشر |
| ۲۰۸ | ۱۱۹ اگر سب لوگ علی کے دوست ہوتے تو جہنم پیدائے کیا جاتا۔ | ۲۰۳ | ۱۰۲ محب علی مومن ہے دشمن علی کافر ہے۔ |
| ۲۰۸ | ۱۲۰ علی عمر دار دنیا و آخرت ہے۔ | ۲۰۳ | ۱۰۳ بغض علی کفر ہے..... |
| ۲۰۸ | ۱۲۱ علی کا تختی میں برکت اور گراہی نہیں ہے۔ | ۲۰۳ | ۱۰۴ علی وصی محمد ہے۔ جس طرح اور انبیاء کے وصی تھے۔ |
| | | | ۱۰۵ یا علی تو مجھے بری الذمہ کرے گا۔ |
| | | | ۱۰۶ اگر امت محمدی محبت علی پر جمع ہوتی تو خدا جہنم کو پیدا نہ کرتا۔ |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۲۱۱ | ۱۳۳۲ منقبت حدیث خدا علیؑ کو دوست رکھتا ہے۔ کہ ویسا نہ فرشتوں کو دوست رکھتا ہے۔ نہ رسولوں کو۔ | ۲۰۸ | ۱۲۲ منقبت حدیث سب مردوں سے افضل علیؑ اور سب عورتوں سے افضل فاطمہؑ ہے۔ |
| " | ۱۳۳۵ " علیؑ کا دوست انبیاء کا ہمراہی بہشت میں ہو گا اور دشمن علیؑ کی بودی نہرانی ہو گا۔ | ۲۰۹ | ۱۲۳ " علیؑ فضل جنت و کلید جنت ہے۔ |
| " | ۱۳۳۶ " سب مردوں سے بہتر علیؑ اور سب جوانوں سے افضل حسن و حسین اور | " | ۱۲۴ " علیؑ اور اس کے شیوخ قیامت کے دن نجات پائیں گے۔ |
| " | ۱۳۳۷ " علیؑ میرا بھائی۔ وزیر خلیفہ اور میرے بعد سب سے بہتر اور وعدہ وفا کرنے والا ہے۔ | " | ۱۲۵ " سید اولین و آخرین اور سید اوصیاء علیؑ ہے۔ |
| ۲۱۲ | ۱۳۳۸ " علیؑ پر خروج کرنے والا کافر ہے (منقول از عائشہؓ) | " | ۱۲۶ " علیؑ کا نام محمد کے نام کے ساتھ درج جنت پر لکھا ہے۔ |
| " | ۱۳۳۹ " لوح محفوظ میں علیؑ کو امیر المؤمنین لکھا ہے۔ | " | ۱۲۷ " بہترین عبادت گزار اگر اہل بیت کے بائیں شک رکھتا ہو تو دوزخ میں جائے گا۔ |
| " | ۱۳۴۰ " علیؑ قائد المسلمین اور جنت موزخ میں جانے کا باعث ہے۔ | " | ۱۲۸ " جس قوم میں امر معروف و نہی منکر کرنے والا اولاد علیؑ سے موجود نہ ہو۔ تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ |
| " | ۱۳۴۱ " حراط پر دو فرشتے کھڑے ہوں گے۔ جس کے پاس ولئے علیؑ کا پروانہ ہو گا گزر جائے گا۔ ورنہ سرنگوں جہنم میں ڈالا جائے گا۔ | ۲۱۰ | ۱۲۹ " ملائکہ علیؑ اور شیعیاں علیؑ کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں۔ |
| ۲۱۳ | ۱۳۴۲ " ایمان علیؑ ایمان اہل سلطنت زمین سے زیادہ وزنی ہے بسطو طلاق کثیرہ کا جواب دوا انگلیک سے دیا | " | ۱۳۰ " بہشت و دوزخ کی کنجیاں قیامت کو علیؑ کے حوالے ہوں گی۔ |
| " | ۱۳۴۳ " لوگ علیؑ کی وجہ سے مومن کہلائے مختار مرتضیٰ علیؑ بتول کے معنی۔ | " | ۱۳۱ " اسلام میں پہلا رزقہ علیؑ کی مخالفت ہے۔ |
| " | | " | ۱۳۲ " اے لوگو! علیؑ سے محبت کرو۔ اور اس سے جیا کرو۔ |
| " | | " | ۱۳۳ " مجھ کو انبیاء پر برگزیدہ کیا۔ اور مختار بنایا اور علیؑ کو سب اوصیاء پر ترجیح دی۔ اور اس کو میرا خلیفہ اور وزیر بنایا۔ |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۲۱۹ | ۱۵۴ منقبت حدیث میں سید الانبیاء ہوں اور علی سید الاممیا ہے۔ اور میرے اوصیاء بارہ ہیں اور | ۲۱۳ | ۱۳۳ منقبت حدیث جلسہ قیامت اور نبیوں کا نصب ہونا اور بہشت و دوزخ کی مختاری۔ |
| " | ۱۵۸ " سلمان کی زبانی ان اوصیاء کا نام اور علی کا سب سے افضل ہونا۔ | " | ۱۳۵ " خدائے علی کو دین کا مددگار بنا یا ہے اور آئیہ افن کان علی بینة کاشان نزول |
| ۲۲۰ | ۱۵۹ " یہ روایت عمر عقد موافقات کے وقت فضائل علی کی تفصیل۔ | " | ۱۳۶ " الناس کے معنی اور یہ آتی افضل۔ علم۔ اقرب علی ہے۔ |
| " | ۱۶۰ " یہ روایت سلمان حسن و حسین کے فضائل اور نو امام کا صلب حسین سے ہونا۔ | ۲۱۵ | ۱۳۷ " علی حجت خدا ہے۔ |
| " | ۱۶۱ " بیعت اولی کا ذکر اور اس میں علی و اولاد علی کے مکارم بیان فرمانا۔ | " | ۱۳۸ " نبی کی نبوت علی کی امارت روز است سب پر واجب کی گئی ہے۔ |
| ۲۲۱ | حدیق اکبر علی کو فرمانا۔ | " | ۱۳۹ " علی سید العرب ہے حدیق طویل اور انصار کو وصیت کرنا۔ |
| ۲۲۲ | باب سوم | ۲۱۶ | ۱۴۰ " میری دعا کی قبولیت سے اعمال قبول ہو گئے۔ |
| " | فضائل امیر المؤمنین از خطہ البیان وغیرہ | " | ۱۴۱ " علی کی خوشنودی و غضب باعث خوشنودی و غضب خدا ہے۔ |
| " | کلمات امیر المؤمنین کی تشریح تک ۶۵ اصناف | " | ۱۴۲ " ان اشیاء کی تفصیل جو نبی و علی کو عطا ہوئی ہیں اور کسی کو نہیں اور غضب خدا ہے بچنے اور قبولیت اعمال کا ذریعہ علی ہے۔ |
| " | ۱ منقبت غیب کی کنجیاں میرے پاس ہیں | " | ۱۴۳ " روز غدیر کے روزے کا ثواب۔ |
| " | ۲ " میں ہر چیز کا علم رکھتا ہوں۔ | ۲۱۷ | ۱۴۴ " روز غدیر کا حال حضرت عمر کی زبانی اور ان کو جبرئیل میں کا عہد شکنی سے بچنے کا حکم |
| " | ۳ " انا مدینة العلم | " | ۱۴۵ " محب علی کے لئے موت کے وقت حسرت قبر میں وحشت اور قیامت میں فرغانہ نہیں ہے |
| ۲۲۳ | ۴ " میں ہوں ذوالقرنین۔ | " | ۱۴۶ " نماز کے بعد وصیت فرمائی کہ میرے بعد علی تمہارا ولی اور حاکم ہے۔ |
| " | ۵ " جس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہوئے۔ وہ میں ہوں۔ | ۲۱۹ | |
| " | ۶ " سلیمان کی انگشتری میرے پاس ہے۔ | " | |
| " | ۷ " میں روز قیامت حساب کا کفیل ہوں۔ | " | |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|------------------------------------------------------------------|-----------|-----------------------------------------------------------------|
| ۲۲۷ | منقبت ۳۲ میں ہوں مومنوں کو قبروں سے نکالنے والا | ۲۲۳ | ۵۷ منقبت میں لوح محفوظ ہوں۔ |
| " | " ۳۳ " " کر میرے پاس انبیاء کی ہزار کتابیں موجود ہیں۔ | " | ۹ " " میں مقرب القلوب والا بصیر ہوں۔ |
| " | " ۳۴ " " دنیا میں ہزار لغت میں گفتگو کر نیوالا | " | ۱۰ " " صراط اور موقف کی تشریح۔ |
| " | " ۳۵ " " نوح کا مصاحب اور اس کو نجات دینے والا۔ | ۲۲۴ | ۱۱ " " علم کتاب میرے پاس ہے۔ |
| " | " ۳۶ " " جس نے ساتوں آسمانوں کو قائم کیا ہے۔ | " | ۱۲ " " میں ہوں آدم اول اور نوح اول۔۔۔۔ |
| " | " ۳۷ " " جس کے ذریعے ابراہیم خلیلؑ خدا پر ایمان لایا۔۔۔ | " | ۱۳ " " میں ہوں سبب بنانے والا |
| " | " ۳۸ " " عصائے موسیٰؑ۔ | " | ۱۴ " " میں ہوں بادل پیدا کرنے والا |
| " | " ۳۹ " " عالم ملکوت میں نظر کرنے والا | " | ۱۵ " " درختوں کو سبز کرنے والا |
| " | " ۴۰ " " جو خلق کا شمار کرتا ہوں۔ | " | ۱۶ " " چشمے جاری کرنے والا |
| ۲۲۸ | " ۴۱ " " جس کے پاس قول تبدیل نہیں ہوتا | " | ۱۷ " " زمینوں کو بچھانے والا |
| " | " ۴۲ " " زمین میں ولی خدا ہوں۔ | ۲۲۵ | ۱۸ " " میرے پاس فصل الخطاب ہے۔ میں ہوں بہشت دوزخ کا بانٹنے والا |
| " | " ۴۳ " " جس نے ساتوں آسمانوں کو دعوت دی۔ | " | ۱۹ " " میں ہوں وحی خدا کا ترجمان۔ |
| " | " ۴۴ " " جس نے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث کیا ہے۔ | " | ۲۰ " " حجت خدا۔۔۔۔ |
| " | " ۴۵ " " جس نے سوچ اور چاہنے کو بلا یا ہے | " | ۲۱ " " علم خدا کا خزانچہ۔ |
| " | " ۴۶ " " جس نے عوالم کو پیدا کیا۔ | " | ۲۲ " " واہی الارض |
| " | " ۴۷ " " زمینوں کا بچھانے والا۔ اور تمام ممالک کے حالات کا واقف۔ | " | ۲۳ " " راجحہ اور رادفہ |
| " | " ۴۸ " " ام خدا و روح خدا۔ | " | ۲۴ " " صیحة یوم الخروج |
| " | " ۴۹ " " جس کے ثمنوں کیلئے قرآن میں فرمایا۔ الفیاقی جہنم | " | ۲۵ " " آواز علی بن ابی طالب۔ |
| " | | ۲۲۶ | ۲۶ " " جس کی حجت پہلے پیدا کی گئی۔ |
| " | | " | ۲۷ " " ساعت۔ |
| " | | " | ۲۸ " " کتاب لاریب فیہ |
| " | | " | ۲۹ " " اسماء حسنیٰ |
| " | | " | ۳۰ " " نور (کوہ طور) |
| " | | " | ۳۱ " " ہادوم مقصور۔ |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|--------------------------------------------------------------------------------|-----------|-------------------------------------------------------------------------|
| ۲۳۲ | منہجیت میں ہوں بڈیوں کو گوشت کا لباس دینے والا۔ | ۲۲۹ | منہجیت میں ہوں جس نے پہاڑوں کو نلگر کیا ہے اور زمینوں کو بچھایا ہے.... |
| " | " ۶۸ " " حالِ عرش..... عالم تاویل..... | " | " ۵۱ " " کافوں کا مقدر کرنے والا۔ اور بارش برسانے والا۔ |
| " | " " راسخ فی العلم..... | " | " ۵۲ " " سورج کو روشن کرنے والا۔ |
| " | " " ۶۹ " " وجہ اللہ.... جبت و طاغوت کا صاحب اور خالق..... | " | " ۵۳ " " قیامت کو قائم کرنے والا۔ |
| " | " " ۷۰ " " باب اللہ | " | " ۵۴ " " آن آن اور ساعت ساعت کا علم ہے... اور زمین اور دلوں کا مال..... |
| " | " " ۷۱ " " جس کے خادم ہبرئیل دیکھا گیا... اور دو بار شمس میرے لئے ہوا۔ | " | " ۵۵ " " مومنوں کی نماز۔ زکوٰۃ۔ حج اور جہاد |
| ۲۳۳ | " " ۷۲ " " صاحب طور..... | " | " ۵۶ " " ناقور..... |
| " | " " ۷۳ " " اولین و آخرین کا اٹھانے والا۔ اور اشقیاء کو تلوار سے قتل کرنے والا۔ | " | " ۵۷ " " صاحب کو اکب..... |
| " | " " ۷۴ " " جس کو اللہ نے دین پر غائب کیا۔ | " | " ۵۸ " " صاحب ارم..... |
| " | " " ۷۵ " " باب اللہ..... | " | " ۵۹ " " جس نے سابق کے جباروں کو ذوالفقار سے ہلاک کیا۔ |
| " | " " ۷۶ " " جس کے نور کو جباروں نے بجھانا چاہا۔ | " | " ۶۰ " " جس نے نوح کوشتی میں سوار کیا..... |
| ۲۳۴ | " " ۷۷ " " ملکوت میں کھڑا ہونے والا..... | " | " ۶۱ " " ملکوت کی پیدائش کا باعث۔ |
| " | " " ۷۸ " " عالم صامت | " | " ۶۲ " " باری اور آقا میں صورت بنانے والا۔ |
| " | " " ۷۹ " " صاحب قرن اولے۔ میں ہوں جس نے موسیٰ سے کلام کیا... | " | " ۶۳ " " جو انصوں کو اچھا کرتا..... |
| " | " " ۸۰ " " آیات اللہ۔ امین اللہ..... | " | " ۶۴ " " وہ بعبوضہ جس کی مثال قرآن میں دی گئی ہے.... |
| " | " " ۸۱ " " اس امت کا ذوالقرنین..... | " | " ۶۵ " " کہ خدائے ظلمت و تاریکی میں میری اتہاس قبول کی.... |
| ۲۳۵ | " " ۸۲ " " ناقور چھونکنے والا۔ | " | " ۶۶ " " کہ خدائے ظلمت کی حالت میں خلقت کو میری طاعت کی طرف دعوت دی |
| " | " " ۸۳ " " اسم اعظم کھینچا | " | |
| " | " " ۸۴ " " جس نے عیسیٰ کی زبان طفولیت میں کلام کیا۔ | " | |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|-----------------------------------------------------------------------------------|-----------|---------------------------------------------------|
| ۲۳۱ | فوات پر غسل کرنا۔ کرتہ کا بہ جانا۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے پیراہن ہدیہ میں آنا۔ | ۲۳۵ | قصیدہ مولوی معنوی رومی۔ |
| " | جنت چار شخصوں کی مشتاق ہے۔ | " | منقبت ۸۵ |
| " | اس کی تفصیل از صیب السیر | ۲۳۶ | " " چیزوں کا ظاہر کرنے والا۔ |
| ۲۳۲ | علی کا ولایت برائے نبی صلعم میں آکر آئندہ اور آنحضرت کے درمیان بیٹھنا۔ | " | " " اعمال بندگان کو دیکھنے والا۔۔۔ |
| " | اور عائشہؓ کا اعتراض۔ | " | " " مصباح ہدایت ۔۔۔۔۔ |
| " | رسول خدا سے حالت غضب میں علی کے سوا اور کوئی کلام کی جرأت نہ رکھتا تھا۔ | " | " " آسمانوں اور زمین کا خزینہ دار۔۔۔ |
| ۲۳۳ | محاصرہ طائف میں آنحضرت کا علی سے راز کہنا اور صحابہ کا اعتراض۔ | " | " " آیات اللہ اکبرے۔ |
| " | آنحضرت کا پانچ دفعہ پیکرہ فرماد اور اس کا وجہ۔ | " | " " جس نے دو قبلوں کی طرف منہ کیا۔۔۔ |
| " | عبداللہ بن عباس کا وقت نزاع محبت علی سے متوسل ہونا۔ | ۲۳۷ | " " جس نے کفار پر پٹی کی ٹٹھی ڈالی |
| " | حضرت علی کا سورج سے کلام کرنا۔ اور اس کا امیر المؤمنین کہہ کر جواب دینا۔ | " | " " ہزار آیتیں میری ولایت کے انکار سے مسخ ہوئیں۔ |
| ۲۳۴ | حضرت کا انس سے فرمانا کہ جو شخص پہلے میرے گھر میں وارد ہو گا وہ امیر المؤمنین ہے۔ | " | " " جو زمانے سے پہلے۔ اور زمانے سے خارج ہوں۔ |
| " | حدیث طیر۔ | " | " " فراعنہ سابق کی گردنیں توڑنے والا۔ |
| ۲۳۵ | آنحضرت کے علی مرتضیٰ کہنے کی وجہ۔ | " | " " ستر زبانوں میں کلام کرنے والا۔ |
| " | فضائل امیر برزوق نمبر گزار کی وجہ۔ | " | " " اعمال خلائق کو مشارق و مغارب میں دیکھنے والا۔ |
| " | رایت کا عطا ہونا۔ | ۲۳۸ | " " جس کے پاس بہتر اساتے اعظم الہی ہیں ۔۔۔۔۔ |
| ۲۳۶ | امیر المؤمنین کو اسد اللہ کے لقب سے ملقب ہونے کا وقت۔ | " | " " کعبۃ الحرام بیت العتیق بیت الحرام۔۔۔ |
| " | | " | " " محمد مصطفیٰ۔۔۔۔۔ علی مرتضیٰ۔ |
| " | | " | " " اشیاء وجودیہ کا ظاہر کرنے والا۔ |
| ۲۳۷ | | ۲۴۰ | " " عبداللہ۔ براور رسول اور صدیق اکبر۔ |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| | ۱۲۸ منقبت کرامت آنجناب - ہارون الرشید کے دربار میں ایک لمحون خارجی کا سخ ہو کر مارا۔ | ۲۴۶ | ۱۱۵ منقبت کینت البوزاب کی تشریح |
| ۲۶۷ | ۱۲۹ لوار حمد کی تشریح - اور آنجناب کو اس کا علم عطا ہونا۔ | ۲۴۷ | ۱۱۶ کرم اللہ وجہہ کی وجہ اور حضرت کا آنحضرت سے بطن ماور میں کلام کرنا۔ اور تعظیم بجالانا۔ |
| ۲۷۱ | ۱۳۰ کعبہ کو بتوں سے صاف کرنا اور نکات عجیبہ | " | ۱۱۷ آنحضرت کو جناب امیر کاشم ماور میں سلام کرنا۔ |
| ۲۷۳ | ۱۳۱ آنحضرت کا جناب امیر کو شب ہجرت اپنے بستر پر بلانا۔ اور اس کی تفصیل۔ | ۲۴۸ | ۱۱۸ کرم اللہ وجہہ کی تشریح۔ |
| ۲۷۷ | ۱۳۲ مواخاۃ کی تفصیل۔ | " | ۱۱۹ وقت پیدائش اور قبل ولادت اظہار کرامات و معجزات۔ |
| ۲۷۸ | ۱۳۳ سورہ برات کا قصہ۔ | " | ۱۲۰ تاریخ ولادت مشرق زاہدین کے قصہ پر مضمون اور حضرت کی ولادت کی کیفیت آنحضرت کا قبل ولادت نام رکھنا۔ اپنا لعاب دہن چسپانا وغیرہ |
| ۲۷۹ | ۱۳۴ علی کے سوا اور دروازوں کا بند ہونا۔ | ۲۴۹ | ۱۲۱ آنحضرت صلعم پر پہلے کون شخص ایمان لایا (نہایت مفصل بحث) |
| " | ۱۳۵ تین چیزیں علی کو عطا ہوئیں جو گرامی ترین اشیاء ہیں۔ | ۲۵۵ | ۱۲۲ قصہ دشت آرد و معراج میں ہرچی حضرت کو فیوضے دوستی علی قبول نہیں۔ روح نبی علی کو قبض کرنا ملک الموت سے متعلق نہیں۔ |
| ۲۸۰ | ۱۳۶ مباحلہ کی تفصیل۔ | " | ۱۲۳ تمام دروازے دکھ مطیع جناب امیر ہیں۔ |
| ۲۸۱ | ۱۳۷ خلافت کے لئے علی کی تخصیص کرنا۔ اور یہ فرمانا کہ تم ہرگز اس کو قبول نہ کرو گے۔ | ۲۵۶ | ۱۲۴ چین میں ایک درخت کے پھولوں پر لکھ طیب مع علی خلیفہ اللہ لکھا ہوا ہے۔ |
| ۲۸۲ | ۱۳۸ حدیث وفات کے وقت فرمانا۔ میرے حبیب کو بلاؤ۔ ابو بکر و عمر آئے۔ مگر بات نہ کی اور علی کے آنے پر آخر وقت تک گفتگو کی۔ | ۲۶۶ | ۱۲۵ جناب امیر کے لئے ایک رات غسل کی خاطر بہشت سے پانی آیا۔ |
| ۲۸۳ | ۱۳۹ رسول مردوں میں سب سے زیادہ علی کو دوست رکھتے تھے۔ | " | ۱۲۶ حضرت امیر کے حضور نیکے واسطے جبرائیل کا بہشت سے پانی لانا |
| " | ۱۴۰ آدم کی تو بہ کن کلمات پر قبول ہوئی؟ | ۲۶۷ | |
| ۲۸۴ | ۱۴۱ رسول کے نزدیک علی کی منزلت کیا تھی۔ | " | |
| " | ۱۴۲ جابر کی زبانی فصاح علی بنصف علی کا ہے۔ | " | |
| " | ۱۴۳ بہترین امت علی ہے۔ | ۲۶۸ | |
| " | ۱۴۴ عقیقہ فساد پر یا ہو گا اس میں علی کا ساتھ دینا | " | |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|------------------------------------------------------------------------------|
| ۲۹۶ | جنگ معاویہ کے دوران میں ایک نصرانی کا آنا اور انجیل میں فضائلِ علیؑ دکھانا اور صلح حدیبیہ و مصالحتِ صفین کا ذکر۔ | ۳۸۵ | جو شخص علیؑ کا حق دیکھ جائے وہ منافق ہے یا ولدِ لڑنا یا حیض کا لطف۔ |
| ۲۹۸ | بریدہ اسلمی کا آنحضرتؐ صلعم سے علیؑ کی شکایت کرنا۔ | " | علیؑ کا شمار عام اصحاب میں نہیں بلکہ وہ اہل بیت میں ہیں۔ |
| " | بارون الرشید کی زبانی حضرت امیر اور حسینؑ کے فضائل۔ (کہ وہ از روئے نسب جملہ مخلوقات سے بہتر ہیں۔) | " | علیؑ کا شمار اصحاب میں نہیں بلکہ وہ نفسِ رسولؐ ہیں اور مومنوں کے امیر ہیں۔ |
| ۲۹۹ | فتح مدائن میں حضرت عمرؓ کا حسینؑ کو دو منہار درہم و نیا اور اپنے بیٹے کو پانسا اور بیٹے کی شکایت پر ان کے فضائل جتلانا | " | وقت وفات اپنی زرہ گھوڑا ایلوار وغیرہ تمام مخصوص اشیاء علیؑ کے حوالہ فرمائیں۔ |
| ۳۰۰ | آیہ قیل ان کنتہم تخجون کا تفسیر میں فضائلِ علیؑ اور علموں کا ذکر۔ دو دیگر آیات و احادیث کا تذکرہ۔ آل علیؑ کی تشریح اور اعلیٰ کا ذکر اور محمدؐ علیؑ کا نام لینا وغیرہ | ۳۸۶ | خیر الناس علیؑ ہے۔ اور اس لفظ کی تشریح۔ |
| ۳۰۳ | انس بن مالک سے خواب آنحضرتؐ کا شہادت کے چھپانے پر شکایت فرمانا۔ | " | ابوبکرؓ کی زبانی حدیثِ علیؑ معنی و امانت۔ |
| " | مولف نے مختلف اقوالِ نظم و نثر اور حالاتِ تعلقہ تالیف کتاب و فضائلِ امیر اس میں جس کے اور اپنی بحث ایک شخص سنی سے۔ اور اس کا مولف کے قتل کا ارادہ کرنا وغیرہ طولِ طویل حصہ۔ اور اس ضمن میں حضرت ثلاثہ کے فضائل میں نظم بعد از ان نظم وحدتِ اولادِ رسولؐ کے مراتب اور ان کی محبت کو فرضِ دائمی ثابت کیا ہے۔ آخر میں قصیدہ سعدی در شانِ حیدر کرار علیہ السلام | " | فضائلِ علیؑ حضرت ابوبکرؓ کی زبانی۔ |
| " | | ۳۸۷ | عمرؓ بن خطاب۔ عائشہؓ۔ سعد۔ اور ابن عباس کی زبانی فضائل۔ |
| " | | " | جناب امیر کو دیکھ کر آنحضرتؐ کا رونما اور اس کی وجہ۔ |
| " | | ۳۸۸ | حضراتِ پنچتن کا آدھی نیکیاں محبوبانِ علیؑ کو بخشنا۔ |
| " | | " | علیؑ جامع صفاتِ انبیاء ہے۔ اور بارہ پیغمبروں کی مشابہت قرآن سے۔ |
| " | | ۲۹۲ | رسولؐ خدا نے وس عطیہ جناب امیر کو عطا فرمائے ہیں۔ |
| " | | ۲۹۳ | نبی کی نبوت اور علیؑ کی ولایت آسمان و زمین پر پیش کی گئی۔ |
| " | | " | انواعِ پیغمبر کا اختیار علیؑ کو دیا گیا۔ کچھ واقفین کا |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۳۲۵ | اور تورتیت وانجیل و قرآن کے مطابق فتوے دیئے اور سند بچھانے کے معنی۔ | | باب چہارم |
| ۳۲۶ | منقبت ^۱ ایک جوان کا ایک عورت اجنبی سے نکاح کرنا اور ان کا باہمی تنازع اور عجیب غریب انکشاف | | جناب سیدہ فاطمہ زہرا سے جناب امیر کے نکاح کا بیان۔ منگنی اور نکاح کی کیفیت اور جہیز و عروسی کا حال۔ اور دونوں کو حضرت کی وصیت و لیمبر کی کیفیت۔ اور تیسع جناب فاطمہ اور مہر جناب فاطمہ شفاعت امت عاصی روز قیامت منقبت جناب امیر زمین کا گفتگو کرنا اور حالات کی اطلاع دینا۔ |
| ۳۲۷ | جنگ نہروان کے متعلق جو کچھ فرمایا من و وہی ظہور میں آیا۔ | ۳۱۳ | |
| ۳۲۸ | کیلین زیاد حسب ارشاد امیر حجاج ملعون کے حکم سے شہید ہوئے۔ | ۳۱۳ | |
| " | قبر کی شہادت حسب ارشاد امیر المومنین حجاج کے حکم سے۔ | ۳۲۲ | |
| " | براد عازب کو فرمایا تھا کہ تو حسین کی اعداد ذکر سکے گا۔ | | باب پنجم |
| " | حضرت کا کربا میں وارد ہونا اور مقتل حسینی کی طرف اشارہ فرمانا۔ | ۳۲۲ | امیر المومنین کے علم و کشف کے بیان میں ۶۶ فضیلتیں۔ |
| ۳۲۹ | لشکر کو دکھانا۔ آپ کی فرمائش کے مطابق درست نکلنا۔ | " | منقبت ^۱ الف لام الحمد و حائے حمد کے معنی میں رات پوری کرنا اور تفسیر حمد سے ستر اونٹ لانے کا ارشاد فرمانا۔ اور سورہ حمد کے ثواب |
| " | اٹھائے راہ میں پتھر کے نیچے سے پتھر ظاہر ہونا۔ راہب کا آکر مسلمان ہونا۔ | ۳۲۳ | ۲۔ حمد علوم قرآنی پر حاوی ہونا اور حمد علوم ظاہری و باطنی کا آپ پر منتہی ہونا۔ |
| ۳۳۰ | قیصر روم کے شرط کا جواب تحریر فرمانا۔ | " | ۳۔ علم کے ہزار باب رسول خدا سے حاصل کرنا۔ |
| " | معاویہ کا دریافت کرنا کہ پہلے کون مر گیا ہیں یا آپ بنظم ملا سعید الدین تقی زانی۔ | ۳۲۳ | ۴۔ علم کے دس جزویں سے نو حضرت امیر کو عطا ہوئے یا چھ میں سے پانچ۔ |
| ۳۳۱ | ایک خطبہ میں بنیاد کے قتل عام کا تذکرہ۔ | " | ۵۔ جناب دعویٰ سلونی من دون العرش اور اس پر وعلب میانی کا اعتراض اور نتیجہ رویت خدا کے سنے |
| ۳۳۲ | ابو مسلم صاحب حدیث کے خروج کی خبر دینا اور نبی امیہ کو تباہ کرنا۔ | " | ۶۔ دعویٰ سلونی قبل ان تلفقدونی |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۳۳۱ | حضرت عمرؓ کا ایک دیوانی عورت کے لئے رجم کرنے کیلئے حکم دینا۔ اور حضرت کا سنخ فرمانا | ۳۳۲ | ۱۹ منقبت فرشتوں کا مبارکباد کیلئے رسول خدا کی خدمت میں آنا اور جناب امیر کا ان کی تعداد سے واقف ہونا۔ |
| ۳۳۱ | ایک شخص کا شراب پینا۔ اور حضرت عمرؓ کا اس پر مدعا جاری کرنے کا حکم دینا۔ اور اس حکم کو ایک آیت سے روکنا۔ جناب امیرؓ کا فرمانا کہ وہ اس آیت کا مستحق نہیں ہے تب اس شخص کا توبہ کرنا۔ | ۳۳۳ | ۲۰ = ایک برقع پوش عرب کا آنا اور تعزیت دینا اور ائیر کا اس کے تمام حالات بیان فرمانا۔ اور اس کے بیس سوالات کے جوابات دینا اور اس کا انتقال کرنا۔ |
| ۳۳۲ | حضرت عثمانؓ کا ایک عورت کو جس نے نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ جنما تھا۔ زنا کے الزام میں سنگسار کرانا۔ اور جناب امیرؓ کا اس کی بریت قرآن سے ثابت کرنا۔ اور عثمانؓ کا بچنا مانا۔ | ۳۳۴ | ۲۱ = ایک تورت خون یہودی کا آنحضرت کی تعریف تورت میں پڑھنا۔ اور اس کو کاٹ دینا۔ اور پھر چند مقامات پر زیادہ ہونا۔ آخروینہ میں آنا۔ اور علامات پیغمبرؐ پوچھنا۔ اور جناب امیرؓ کا علامات کو بیان کرنا۔ اور اس کی یہودی کا رونا۔ اور خرخر مہارک سونگھنا اور کلمہ شہادت پڑھ کر انتقال کرنا۔ |
| ۳۳۲ | حضرت کا معاویہ کے نام صنعت بیع میں خط لکھنا۔ اور بیت المال کے مال سے ایک مسجد بنانے پر اس کو طاعت کرنا۔ | ۳۳۵ | ۲۲ = قیصر روم کا خط۔ اور اس میں اھدنا الصراط المستقیمہ کی نسبت اعتراض اور ایک سورہ کی بابت سوال کرنا۔ جس میں سات حرف تہجی نہیں ہیں۔ اور سات آیات ہیں سب کے جوابات حضرت نے تحریر فرمائے۔ |
| ۳۳۳ | رشید ہجری کی شہادت کی خبر دینا اور اسی طرح وقوع میں آنا۔ | ۳۳۸ | ۲۳ = قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ قرآن کے ظاہر اور باطن کا علم حضرت کو حاصل ہے۔ |
| ۳۳۴ | جنگ نہروان کو جلتے ہوئے ایک راجب کا حضرت کو سننے کرنا۔ اور اس سے حضرت کے سوال و جواب..... | ۳۳۹ | ۲۴ = دس خواجه کا حضرت سے علم بہتر ہے۔ کہ مال جدا جدا سوال کرنا۔ اور جدا جدا جواب سننا |
| ۳۳۵ | کعب الاحبار کا عمرؓ سے پوچھنا کہ حضرت صلعم کا آخری لفظ کیا تھا؟ | ۳۴۰ | ۲۵ = فرشتوں کا برائے تعلیم دین آنحضرت کے پاس آنا اور آنجناب کا ان کی تعداد سے واقف ہونا |
| ۳۳۵ | تاقوس کی آواز کا مطلب امیر المؤمنینؓ کی زبانی.... اور اس پر راجب کا مسلمان ہونا۔ | | |
| ۳۳۵ | ایک اعرابی کا حضرت پر جھوٹا دعویٰ کرنا۔ اور | | |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۳۴۳ | ۶۰ منقبت ابوبکر کا جناب امیر سے ملک شام کی تخییر کا بابت راٹے لینا اور فتوحات کثیرہ کا وقوع۔ | ۳۴۳ | ۵۱ منقبت خالد بن غزفہ کی بابت پیشینگی کوئی۔ کہ وہ مخالفین میں داخل ہوگا۔ |
| " | ۶۱ " مسجد کوفہ کے فضائل۔ | " | ۵۲ " ایک شخص کا حاضر خدمت ہو کر عرض کرنا کہ بصرے کا مال مجھے دیکھئے۔ حضرت نے اس کی عیاری کو ظاہر فرمایا۔ |
| ۳۴۴ | ۶۲ " حضرت کا کر بلا میں وارد ہونا۔ اور روزنا اور خواب دیکھنا اور واقعات آئندہ کا بیان فرمانا اور ہر نون کی بینگنیاں اٹھانا سو گھنٹا..... | ۳۴۳ | ۵۳ " اوس قرنی کا حاضر خدمت ہو کر بیعت کرنا اور شہید ہونا۔ |
| ۳۴۶ | ۶۳ " ملک خراسان اور دیگر مختلف شہروں کے متعلق واقعات کا انکسار۔ | " | ۵۴ " ایک دیر میں تشریف لے جانا۔ اور دیرانی کا مسلمان ہونا۔ اور تورت و انجیل میں حضرت کے اسماء ظاہر کرنا اور مختلف ملکوں میں حضرت کے نام ناقوس کی آوازوں کی نقل۔ |
| ۳۴۸ | ۶۴ " طلحہ وزیر کا حضرت سے مکہ جانے کے لئے اجازت لینے آنا اور حضرت کا اصلی ارادے سے واقف ہونا اور ان کے حق میں بددعا کرنا اور قبول ہونا۔ | ۳۴۶ | ۵۵ " جنگ جمل کی راہ میں بعض کرامات کا اظہار۔ اور جنگ جمل میں فرشتوں کا نزول۔ |
| " | ۶۵ " مسلم کا قرآن لے کر طلحہ وزیر کی طرف جانا۔ اور حسب ارشاد امیر مہمدی سے قتل ہونا۔ | ۳۴۷ | ۵۶ " جنگ جمل طلحہ وزیر کا خط حضرت کو بھیجنا اور اس میں ایک دشمن کا دوست ہونا۔ |
| ۳۵۰ | ۶۶ " بدعت جنگ جمل خطبہ فرمانا اور اس میں آئندہ کے واقعات کا بیان فرمانا۔ | ۳۴۸ | ۵۷ " قصہ زین عابدہ عجیب غریب واقعات کا اظہار اور حضرت کی کرامات۔ |
| " | باب ششم | | ۵۸ " چند عورتوں کا ایک لڑکی کو لانا اس کا ازالہ بکارت زنا سے ہوا ہے۔ اور دو قاضیوں کا قصہ اور طریقہ فیصلہ دینا ایلی عجیب غریب واقعہ |
| " | جناب کے خوارق عادات اور ظہور کرامات کا بیان ۶۲ معجزے | ۳۴۹ | ۵۹ " ایک شخص کا حاضر خدمت ہو کر عرض کرنا۔ کہ رسولؐ سے سوال کرنے تھے نہ کر سکا۔ آپ نے اس کے جوابات دیئے۔ |
| " | ۱ منقبت سوار ہوتے وقت قرآن کا ختم کرنا۔ | ۳۵۱ | ۶۰ " حجر اسود کے متعلق حضرت عمرؓ کا ارشاد اور جناب امیر کا حجر اسود کی توصیف فرمانا۔ |
| " | ۲ " آپ کی دعائے آفتاب کا بعد غروب دوبارہ واپس آنا۔ | " | " |
| ۳۸۲ | ۳ " فرات کی طغیانی کا آپ کے آسائے سے کم ہو جانا۔ | " | " |
| ۳۸۳ | ۴ " بصرہ فرمانا کہ میں ہوں عبداللہ... ایک شخص کا اس دعویٰ کو کرنا۔ اور دیوانہ ہونا۔ | ۳۵۲ | " |
| " | ۵ " اہل کوفہ کے بددعا اور سیاحت حج بن یوسف کی پیدائش | " | " |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۳۰۴ | انتشار کی حالت میں حضرت عمر کا دعائے اور مفید ہونا آخر کار قدم مبارک امیر المؤمنین کی برکت سے زلزلے کا ساکن ہونا۔ | ۳۹۷ | ابو مصصام کا اگر آنحضرت سے سوال کرنا اور آنحضرت کا اس کو اسی ناز کا تسک لکھ کر دینا اور بعد وفات آنحضرت جناب امیر کا اس سے کو پورا کرنا |
| ۳۰۵ | ۳۳۷ اور عبد اللہ انصاری کی وقت پر اس کی بیوہ کا نکاح اور یہ تیسرے سال کے مال کو بیجا ہذا تیسرے سال کا دو مہینے مقدمہ دائر کرنا اور اس تیسرے سال کا بیوہ ہونا اور جناب امیر کی وساطت میں قید سے چھوٹنا اور ترک پانا۔ | ۳۹۹ | ۳۳۸ جناب امیر کا ایک قبر پر جا کر اپنے ایک رشتہ دار کو زندہ کرنا۔ |
| ۳۰۷ | ۳۳۸ حضرت امیر کا بارہ اعجاز عوامی میں جا کر مسلمان کی تہنیت و تکفین کرنا۔ | ۴۰۰ | ۳۳۹ ایک یہودی سردار کے مال کا رستے میں گم ہونا۔ اور جناب امیر کے حکم سے جنوں کا وبال اٹھا کرنا۔ اور زینب الملک کے حوالے کرنا اور اس کا مسلمان ہونا۔ |
| ۳۰۸ | ۳۳۹ اصحاب عقیدہ کا قہقہہ اور جناب رسول و جناب امیر کا ان کے شر سے محفوظ رہنا۔ | ۴۰۱ | ۳۴۰ مسلمان کو باعجاز صفا و مروہ کی سیر کرنا۔ |
| ۳۰۹ | ۳۴۰ ام فروہ کا محبت اہلبیت میں مارا جانا اور حضرت امیر کی دعا سے زندہ ہونا۔ | ۴۰۲ | ۳۴۱ کھوپڑی کا حضرت سے سلام ہونا اور مجروح کی تعمیر سید ابوبکر کا بذریعہ جناب امیر سے چھوڑا جانا اور محافظوں کا قتل۔ |
| ۳۱۰ | ۳۴۱ دو لڑکیوں کا آٹھ گھنٹے طواف میں حضرت کی مدد کرنا اور حضرت کی امداد اور تیسرے نوازی کا اظہار کرنا | " | ۳۴۲ حضرت کا امیر کے درخت کے نیچے ناز چھنا اور درخت کا رکوع و سجود اور دوڑنے میں حضرت کا سامنا کرنا۔ |
| ۳۱۱ | ۳۴۲ راہ صفین میں لشکر کا زانو فرسٹ ہونا اور ایک قافلہ کا غیب سے نمودار ہو کر تمام سامان مہیا کرنا۔ | ۴۰۳ | ۳۴۳ اعجاز حضرت سے درخت کا ہر پتہ اچھا ہونا۔ |
| ۳۱۲ | ۳۴۳ ایک خارجی اور ایک مومن کا مقدمہ اور حضرت کا فیصلہ اور اس خارجی کی ناراضی اور اس کا نسخ ہونا اور پھر از روئے رحم و عافیت ہونا اور بیعت اصلی پر آنا اور بعد ازاں نصف بخیر سے اپنا مقابلہ کرنا اور معاویہ کے باب میں سکوت کی اہمیت۔ | " | ۳۴۴ اثر ہائے کلان کا مسجد کو زمین داخل ہونا اور حضرت سے باتیں کرنا۔ اور فیصلہ شرعی دریافت کرنا اور واہ مسجد کا باب لشعان کے نام سے بیوم ہونا |
| " | ۳۴۴ بروایت دیگر بعینہ مجزہ بالا کی نظیر۔ | " | ۳۴۵ قبرستان میں شہداء اور حضرت کے قدم ہائے مبارک پر کھنا۔ |
| " | ۳۴۵ الرضی باللہ خلیفہ عباسی کی بانی حضرت کا ایک مجزہ۔ | ۴۰۴ | ۳۴۶ ایک شہر کا جس کا ہاتھ زخمی تھا۔ مرقہ مطہر پر آنا اور ہاتھ مس کر کے شفا یاب ہونا |
| " | ۳۴۶ | " | ۳۴۷ ایک شخص کا منبر مدینہ پر عملی کو سب کرنا اور اذہا ہو کر منبر سے اترنا۔ |
| " | ۳۴۷ | " | ۳۴۸ قبرستان مدینہ میں زلزلے کا رونما ہونا۔ اور |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین | |
|-----------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۲۲۳ | کے نام بہانا اور راہ پوچھنا اور حججہ کا نصیر کو قبائش کرنا اور نصیر کا کافر ہونا۔ | ۲۱۳ | ایک مخالف کے لئے لیکن الیہ نہیں کا اثر دیا جتنا | |
| ۲۲۲ | ابر پر سوار ہو کر دنیا کی سیر کرنا اور ماتم شہ اور حسین کو عجائبات دکھانا۔ یا جو جہ ماجور اور دیگر مقامات میں سے گزرنا۔ | ۲۱۴ | مرہ بن قیس کا واقعہ جس کو حضرت نے بدوفات دوا لکھلیوں سے قتل کیا۔ | |
| ۲۲۴ | حضرت عمر کا ثابت نامی زاہد کو قافلہ کے سپرد کرنا جس میں ایک عورت کا اس کو زنا کی تہمت لگانا اور جناب امیر کے طفیل اس الزام سے بری ہونا۔ | ۲۱۵ | قبرستان میں بہشت و دوزخ کا نمودار صحابہ کو آنکھوں سے دکھانا۔ | |
| ۲۲۸ | باب مہتمم | | ۲۱۶ | قبرستان کو زمین خط کھینچنا اور دینار و نسا خاہم ہونا اور فرما کر یہ صاحب الزمان کا مال ہے |
| ۲۲۹ | جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے زہد و ورع کے بیان میں | ۲۱۷ | ایک خارجی کا مداح علی کو دعوت کے بہانے سے ایذا دینا اور خارجی کو کما حقہ سزا ملنا | |
| " | منقبت سب سے بہتر پیشہ دل کا استغنی ہونا ہے۔ | ۲۱۸ | مدینہ میں ایک بارہ اولی کا پیشہ ٹھہر جانا اور لوگوں کا اس کو متہم کرنا اور باپ اور بھائیوں کا اس کے قتل کا ارادہ کرنا اور حضرت کا باعجاز کو فر سے مدینہ میں آکر اس کو بری فرمانا۔ | |
| " | ظلم اور جناب بیٹیکے دلی خیالات کا ذوق اور حضرت کا استغنا اور نظم و درباب ترک دنیا | ۲۱۹ | ایک یہودی کا معراج کا منظر ہونا اور وریا پر نہانے کی حالت میں رطکی بننا اور بچے جھننا اور مسلمان ہونا۔ | |
| ۲۳۰ | حضرت کے خرقہ چودہ روزہ اور لباس کھنڈ پر ابن عباس کا تحییر اور حضرت کا علم اہل بیت سے واقف ہونا اور دنیا کی مذمت فرمانا۔ | ۲۲۰ | ایک لڑکا کا فاضل امیر کا انکار کرنا اور مسخ ہو کر جنگل میں سالوں بچھنا جس کو عورت کا التجا حضرت کی دعا سے صورت اصلی پر آنا۔ | |
| ۲۳۱ | حضرت عقیل کا تنگی معاش کی شکایت کرنا اور حضرت کا جواب اور معاویہ کے پاس جانا اور اس کا سلوک..... | ۲۲۱ | رستے میں لشکر کا پیاسا ہونا اور ایک پستہ کو کھدوانا اور پتھر کا ٹکٹنا اور نیچے سے سیڑھی نمودار ہونا اور حوض پر ساقی کو شکر کا موجود ہونا | |
| ۲۳۲ | تین دن بھی پیٹ بھر نہ کھایا اور کشرسان کی طرف فرخت فرماتے۔ اور جو کی روٹی کھاتے | ۲۲۲ | فرات کے کنارے پر نصیر کا حججہ سے کلام کرنا اور اس کی حیرانی اور حضرت کا اس کے باپ دادا | |
| " | فالودہ پیش کیا گیا اور نہ کھایا۔ | | | |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۲۳۳ | باغ فرقت کرکے اس کو چار ہزار روپے دینا باقی فقر میں تقسیم کرنا۔ اور جناب فاطمہ کا میرک کی شکایت کرنا۔ پھر راہ میں اعرابی سے ناقد خریدنا۔ دوسرے کے ہاتھ بیچنا۔ | ۲۳۲ | گرتے خریدے۔ اور پہلے قبیلہ کو پہنایا۔ اور لبس آستینوں کو کاٹ ڈالا۔ |
| ۲۳۰ | مین سے ایک جوان کا حضرت کے سر کی طلب میں آنا اور آپ کا سرینے پر تیار ہونا۔ اور اس جوان کا مطیع فرمان ہونا۔ پھر حضرت کا اس کو اس کے مطلوب پر پہنچانا۔ | ۲۳۳ | ایام بیض کے روزوں کا حکم امیر المؤمنین کی بدولت شائع ہوا۔ |
| ۲۳۲ | رعد جنگی بہادر ملک مغرب کا طولی قصہ حضرت کا دہاں تشریف لے جانا اور بادشاہ کا مسلمان ہونا | ۲۳۳ | آنحضرت کے بعد جناب امیر سے بڑھ کر کوئی زاہد نہیں ہوا۔ |
| ۲۳۵ | حضرت کا ایک ایرانی قرضدار کا قرض ادا کرنا اور احمد کوئی کو حجت میں گھر عطا فرمانا۔ | ۲۳۳ | تواضع امیر اور بازاروں میں پیدا دیا چلنا۔ |
| ۲۳۴ | روٹی کے سائل کو اونٹوں کی قطار عطا فرمانا۔ | ۲۳۳ | عیالدار کی کا سامان معاش خود گھر لے جانا۔ |
| ۲۳۶ | بیت المال میں سے تین لاکھ عید کے دن مسکینوں پر تقسیم کرنا۔ اور بوہریہ کا حضرت سے روٹی میں روغن لگانے کی درخواست اور آپ کا جواب | ۲۳۳ | حضرت امیر نے علیہا السلام کی خاص خدمت کرتے جناب امیر کا مسجد میں آدھو سے افطار کرنا اور ایک اجنبی شخص کا اس حالت پر رحم کھانا اور دستر خوان سے کھانا لانے کا عزم کرنا |
| ۲۳۸ | باب نہم | ۲۳۳ | جناب کا ارشاد کہ حکام اسلام۔ ادنی رعیت کا سا لباس اور رویہ رکھیں۔ |
| | شجاعت امیر المؤمنین کا بیان | ۲۳۳ | پیرا میں خرید کر اس کی آستینیں اور دامن کی درازی پھاڑا لٹا۔ |
| ۲۳۹ | غزوہ اور سر سے کے معنی اور ان کی تعداد۔ بد میں حضرت امیر کی شجاعت اور واقعات بد کسی قدر تفصیل سے۔ عالمکہ بنت عبد المطلب کا خواب اور ابو جہل کا تمسخر اڑانا۔ | ۲۳۳ | نماز کے وقت آپ کا نہایت مضطرب اور بیچین ہونا۔ |
| ۲۵۴ | جنگ اعدا اور اسکے سوانح اور حضرت امیر کے کار ہائے نمایاں۔ | ۲۳۳ | آپ کی عبادت اور استغراق و محویت اور جنگ احد میں تیرا لگنا اور نماز کے وقت اس آسانی سے لگنا جناب امیر کا افطار کے وقت روٹی کو نہ توڑ سکتا۔ |
| | | | باب ہشتم |
| | | | امیر المؤمنین کی سخاوت اور اس کے متعلقات کا بیان |
| | | | اعرابی کا کعبہ میں تین روزہ دعا کرنا حضرت کا |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| | روزانہ مقابلے، عمار یاسر کی شہادت، معاویہ لاکر، اویس قرنی کی شہادت، معاویہ کا خط اور حضرت کا جواب دندان شکن، لیلۃ الہیہ کا معرکہ اور سخت غور زریزی معاویہ اور عمرؓ کا پانچ مشورہ | ۴۴۳ | غزوہ بنی نضیر اور حضرت کی شجاعت۔ |
| ۴۹۱ | کر کے نیزوں پر توڑاؤ کو بلند کرنا، لشکر میں اختلاف آخر حکمیں کا تقرب اور ان کا خلاف عہد، فیصلہ ناسخ کرنا اور اس پر خوارج وغیرہ گروہوں کا پیدا ہونا۔ | ۴۴۴ | غزوہ بنی مطلق۔ |
| | منقبت ۱۲ | ۴۴۵ | خندق (احزاب) اور حضرت کا عمرو بن عبدود کو قتل کرنا۔ |
| ۵۱۳ | خوارج کے حالات، اور شیر خدا کی تلواریں سے اکثر خوارج کا قتل مقام نہروان میں۔ | ۴۴۹ | بنی قریظہ۔ |
| ۵۱۹ | جنگ جمل میں جب تک فرشتوں کا نزول نہیں ہوا جناب میرے جنگ شروع نہیں کی۔ | ۴۵۱ | بنی سعد پر چڑھائی۔ |
| | ۱۵ | | جنگ خیبر اور علاقہ فدک کا فاطمہؓ کو عطا ہونا۔ |
| | ۱۶ | | جنگ حنین اور مسلمانوں کی کارگزاری، آخر کار فتح پانچ ماہ محاصرہ طائف، حضرت کا جناب راز کوئی میں طول دینا، اور حضرت عمرؓ کا اعتراض اور آپؐ کا جواب اور مال غنیمت میں ملکہ کے دو مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ پیشہ پڑھانے کی شکایت اور حضرت کی تقریر۔ |
| | ۱۷ | ۴۸۱ | بنی پرچھائی، نذر حاتم کا میز میں آنا اور حضرت کا احترام کرنا۔ |
| | ۱۸ | | حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا باری باری ملکر جنگ طائف اور مدینہ پر جانا اور مدینہ کی حضرت کا نام تشریف لانا، آخر کا جناب میرے فریقے میں ہم کا سر ہونا اور سورہ العادیا کا نزول اور حضرت کا آنجناب کے فضائل میں طلب اللسان ہونا |
| ۵۲۱ | خالد کا جناب امیر برحکم کرنا، اور حضرت کا گزرتا ہوا کو اس کے گلے کا ہار بنانا۔ | ۴۸۲ | ہم زمین کو سر کرنا، قید کا مسلمان ہونا، اور وہاں حجۃ الوداع میں حضرت کے ہمراہ شریک ہونا، اور غدیر خم میں آکر ولایت فرمانا، جنگ جمل، صفین اور جنگ خیبر وان کا مختصر ذکر۔ |
| | ۱۹ | | ۱۲ |
| ۵۲۲ | جناب امیر کا تیرہ شہر کے قتل کیلئے جانا اور تین روز غائب رہنا، جناب فاطمہؓ کا اضطراب بخیر کیا سر اور دوڑ کر گزارنے کے شخصیت کی خدمت میں لانا۔ | ۴۸۳ | جنگ صفین سے پہلے باہمی خط و کتابت اور تیاریاں اور معاویہ کا پانی بند کرنا اور حضرت کا دریا کو فتح کر کے لشکر مخالف کو پانی کی اجازت دینا، اور |
| | ۲۰ | | ۱۳ |
| | ۲۱ | | ۱۴ |
| ۵۲۳ | جناب امیر کا کوئیں پر پانی لینے جانا، اور جنوں سے مقابلہ کرنا۔ | | |
| | ۲۲ | | |
| | ۲۳ | | |
| | ۲۴ | | |
| | ۲۵ | | |
| | ۲۶ | | |
| | ۲۷ | | |
| | ۲۸ | | |
| | ۲۹ | | |
| | ۳۰ | | |
| | ۳۱ | | |
| | ۳۲ | | |
| | ۳۳ | | |
| | ۳۴ | | |
| | ۳۵ | | |
| | ۳۶ | | |
| | ۳۷ | | |
| | ۳۸ | | |
| | ۳۹ | | |
| | ۴۰ | | |
| | ۴۱ | | |
| | ۴۲ | | |
| | ۴۳ | | |
| | ۴۴ | | |
| | ۴۵ | | |
| | ۴۶ | | |
| | ۴۷ | | |
| | ۴۸ | | |
| | ۴۹ | | |
| | ۵۰ | | |
| | ۵۱ | | |
| | ۵۲ | | |
| | ۵۳ | | |
| | ۵۴ | | |
| | ۵۵ | | |
| | ۵۶ | | |
| | ۵۷ | | |
| | ۵۸ | | |
| | ۵۹ | | |
| | ۶۰ | | |
| | ۶۱ | | |
| | ۶۲ | | |
| | ۶۳ | | |
| | ۶۴ | | |
| | ۶۵ | | |
| | ۶۶ | | |
| | ۶۷ | | |
| | ۶۸ | | |
| | ۶۹ | | |
| | ۷۰ | | |
| | ۷۱ | | |
| | ۷۲ | | |
| | ۷۳ | | |
| | ۷۴ | | |
| | ۷۵ | | |
| | ۷۶ | | |
| | ۷۷ | | |
| | ۷۸ | | |
| | ۷۹ | | |
| | ۸۰ | | |
| | ۸۱ | | |
| | ۸۲ | | |
| | ۸۳ | | |
| | ۸۴ | | |
| | ۸۵ | | |
| | ۸۶ | | |
| | ۸۷ | | |
| | ۸۸ | | |
| | ۸۹ | | |
| | ۹۰ | | |
| | ۹۱ | | |
| | ۹۲ | | |
| | ۹۳ | | |
| | ۹۴ | | |
| | ۹۵ | | |
| | ۹۶ | | |
| | ۹۷ | | |
| | ۹۸ | | |
| | ۹۹ | | |
| | ۱۰۰ | | |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|-----------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|----------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۵۳۰ | ۵ منقبت دو منافقوں کا حضرت کے پاس آنا اور مزاحما سوال کرنا۔ | ۵۲۵ | ۲۲۲ منقبت جنوں کی جماعت میں قرآن کی تعلیم دینے جانا۔ اور طلحہ کا ان کے ہمراہ ہونا۔ |
| " | ۶ " ایک یہودی کا اعتراضاً آئینہ سے اختلاف اقت کا سوال کرنا۔ اور حضرت کا جواب۔ | " | ۲۲۳ " مالک اشتر کو حضرت امیر کا بیچارہ زور دکھانا اور اس کے ولی خیال کو دور کرنا۔ |
| ۵۳۱ | ۷ " جناب کا یہ فرمانا کہ میں نے نہ کسی سے ٹپکی کی ہے۔ نہ ہندی۔ | ۵۲۶ | ۲۲۴ " جناب امیر کا گیند سے کوزنح کرنا۔ اور اصحاب رسول کا حضرت سے اس کے حلال ہونے کی بابت سوال کرنا۔ |
| " | ۸ " آنحضرت کے حضور میں میل کے گدھے کو مار ڈالنے کا مقدمہ۔ اصحاب سے مشورہ اور جناب امیر کا فیصلہ۔ | " | ۲۲۵ " جبرئیل کا بہشت سے ذوالفقار کا لانا۔ اور اس کے متحق کا نشان بتانا کہ وہ ابلیس کی بیٹی کو قتل کرے۔ اور جناب امیر کا اس کو ذبح کرنا۔ اور ذوالفقار حاصل کرنا۔ |
| ۵۳۲ | ۹ " ایک عورت کا اپنے بیٹے کا انکار کرنا۔ اور اور حضرت امیر کا حق من فیصلہ کرنا۔ | باب دہم | |
| ۵۳۳ | ۱۰ " ایک شخص کا حضرت عمر کے دربار میں اپنے چینوں کا انکار کرنا۔ اور حضرت عمر کا اس کے لئے حکم قتل دینا۔ اور جناب امیر کا اس کو اپنے قول میں پکا ثابت کر کے قتل سے بچانا۔ | ۵۲۷ | ۲۲۶ امیر المؤمنین کی فرست گئیات کے بیان میں منقبت دو بیانیوں کا دعویٰ۔ اور ایک کا دوسرے کو جھٹلانا کہ تو میرے باپ کا بیٹا نہیں۔ |
| " | ۱۱ " ایک غلام کا آقا زادہ بننے کا دعویٰ کرنا اور آقا زاوے کو اپنا غلام بنانا۔ اور حضرت امیر کا واقعی فیصلہ | ۵۲۸ | " ۲۲۷ " ایک شخص جو اپنی عورت سے دُبر میں جماع کرتا تھا۔ اپنی عورت کو زنا کا الزام دینا۔ اور حضرت کا فیصلہ۔ |
| ۵۳۵ | ۱۲ " ایک امیر کا تے وقت اپنے تین غلاموں کے حق میں وصیت کرنا اور ان کا باہمی نزاع۔ اور جناب امیر کا عجیب و غریب اور قابل عبرت فیصلہ فرمانا۔ | ۵۲۹ | " ۲۲۸ " آنحضرت کا مع اصحاب خرماکھانا اور گھٹلیاں جناب امیر کے آگے جمع کرنا۔ اور مزاح کرنا اور جواب۔ |
| ۵۳۶ | ۱۳ " ایک شخص کا ابو بکر کے عہد میں شراب پینا۔ اور اس کے لئے حکم کا تجویز کرنا اور جناب امیر کا اس کو رہا کرنا۔ | ۵۳۰ | " ۲۲۹ " شیخین کا جناب امیر سے مزاح کرنا۔ اور حضرت کا جواب۔ |

| صفحہ نمبر | فہرست مضامین | صفحہ نمبر | فہرست مضامین |
|------------------|---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------------------|------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| | اور طلحہ بن خویلد اور اسود بن کعب اور ایک عورت تیرہ کا دعویٰ ہے بنو ن کرنا۔ سید کا خط حضرت کے نام اور آنحضرت کا جواب بعد ازاں اس امر بن زید کی ماتحتی میں لشکر کی تیاری کا ورثہ عین بن عثمان اور کلاب اصحاب کو اس لشکر میں ساتھ جانے اور اس کی ماتحتی منظور کرنے پر مامور فرمانا۔ بعد ازاں حضرت ثلاثہ کے لئے قرار خلافت کے مختلف حالات اور حضرت امیر کی ہر وقت میں کارگزاری آخر میں خلافت ظاہری پر مقرر ہونے کے متعلق مختصر واقعات۔ | ۵۳۷ = | ۱۳ منقبت ایک تہ جس کے دو دو طرف تھے۔ اس کی میراث کا فیصلہ ۱۵ ایک صفحے کا ذکر جو پہلے عورت تھا۔ اور پتے جنے پھر مردی کے آثار نمودار ہوئے اور نکاح کا خواست کار ہوا۔ ۱۶ دو عورتوں کا ایک لڑکی پر دعویٰ کرنا۔ اور آنجناب کا فیصلہ فرمانا۔ ۱۷ پانچ اور تین روٹی والے دو شخصوں کا فیصلہ اور آٹھ ورم کی تقسیم..... |
| ۵۵۷ تا ۵۵۸ | باب دوازدهم | ۵۳۹ | باب یازدهم |
| | حضرت کی وفات حسرت آیات کا بیان جناب امیر کی وفات کے اسباب اور روایات کا اختلاف حضرت کی شہادت اور دفن روضہ پر نور کا پوشیدہ رہنا اور ہارون رشید کے شکار کرتے وقت ظاہر ہونا اور اپنی طہم کا انجام اور نظم حدیث کو اپنی طہم نے معاویہ کے اثنائے سے حضرت کا شہید کیا۔ نیز امام حسن کو جو عہد بنت اشعث نے معاویہ کے کہنے سے زہم دیا نیز معاویہ نے عائشہ کو پیشین گرا کر قتل کیا معاویہ کی وفات اور زید کیلئے وصیت اور روحانیوں کرنا۔ اور ایک ماوراکذکر جو ان طہم کو ملنے کے لئے کہے کہ ہر دو کھا کرے کرنا اور پھر کھا جاتا ہے۔ خلافت کتاب بتاریخ ابتدا و انتہا کے کتاب التماس لفظ باب جناب عرض مرقم | ۵۴۰ تا ۵۵۷ | جناب امیر کی ظاہری اور باطنی خلافت کا بیان آیہ ولایت کی شان نزول کے حوالہ جات اور کتب معتبرہ کے نام حضرت کا حج و داع کو تشریف لے جانا۔ اور جناب ناظر اور اہمات المؤمنین کو ہمراہ لے جانا۔ اور جناب امیر کابین سے آکر وہاں پر شریک حج ہونا۔ اور مناسک حج کی مجمل تفصیل۔ اور نماز ظہر و عصر کو عرفات میں۔ اور نماز مغرب و عشا کو مقام مزدلفہ میں ایک اذان اور دو اقامت سے اٹھا کر کے ادا فرمانا اور قربانی کرنا وغیرہ۔ بعد ازاں واپسی کے وقت مقام غدیر خم آیہ بلغ ما انزل الیک میں آیہ مذکور کے حکم کی تعمیل کا حکم نازل ہونا اور حضرت کا اس کی تعمیل فرمانا۔ اور مدینہ میں واپس ہو کر حضرت کا بیمار ہونا۔ اور اسی عالم مرض میں تین مردوں میں سید کذاب |
| ۵۷۹ تا ۵۹۷ | ضمیمہ خاتمہ | | |
| | از جناب المناجید محمد مصطفیٰ صاب سوسوی سر پرست البرہان در باب عقیدہ شیعیان علی باصحاب نبی از صفحہ ۵۷۹ تا ۵۹۷ | | |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ ”کو کب درسی“

صاحبانِ عقل و بصیرت اور حاملانِ علم و ایمان پر یہ حقیقت واضح ہے کہ اول
دین معرفتِ خدا ہے۔ اور اس کے بعد معرفتِ رسول اللہ اور بعد

تمہیں

خاتم النبیین سلسلہ امامت قیامت تک قائم اور ہر دور حیات میں معرفتِ امام وقت واجب اور
فرض عین کیونکہ قیام و بقار دین و ایمان اس سے وابستہ ہے اور اس پر بندے کا حشر و نشر
موقوف۔ قال سبحانہ تعالیٰ۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُمَّةٍ بِرَاسِئِہِمَا وَہُمْ
اس کے امام اور پیشوائے دین کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔ اور جہاں وہ پیشوا جائے گا۔ وہیں
اس کے پیرو۔ ”وَجَاءَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّعَہَا سَائِقٌ وَ شَہِیْدٌ۔ اور ہر ایک نفس قیامت
میں اس طرح بارگاہِ اعلم العالمین میں حاضر ہوگا کہ اس کے ساتھ اس کا ہنکانے والا اور اس کا گواہ
ساتھ ہوگا، اور معرفتِ خدا معرفتِ اوصافِ باری تعالیٰ ہے۔ معرفتِ ذاتِ من حیث ہو ذات
کسی کے لئے ممکن نہیں۔

اور اوصافِ باری تعالیٰ غیر محدود ”لَا تَقِفُ عِنْدَ حِدٍ“ کسی مقام پر بھی جا کر فہمی نہیں
ہو سکتے۔ ساک و عارف کے لئے روز بروز اس معرفتِ اوصافِ اسماء اور افعالِ باری تعالیٰ میں
زیادتی ممکن ہے۔ اور اس لئے ہم میں سے بڑے سے بڑا عالم اور عارف کامل بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ بس
جو کچھ ضرورت تھی۔ میں سب معلوم کر چکا۔ یا جہاں تک حد تھی میں پہنچ گیا۔ مقامِ معرفت ختم ہو گیا۔ اور
اسی لئے اکمل العارفین و اعراف السالکین واعلم العالمین حضرت خاتم النبیین و سید المرسلین بھی اس
مقام پر فرما دیتے ہیں کہ۔ مَا عَدَرَ فَنَّاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ“ و مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ
پروردگارا جو تیری معرفت کا حق ہے ہم اس حد تک نہیں پہنچ سکتے اور جو تیری عبادت کا حق ہے
اس کو پورا ادا نہیں کر سکتے۔ ہم نے جو پہچانا اپنی حد امکان تک پہچانا۔ اور تیرا مقام اس سے بلند
ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر روز ان خاصانِ خدا کے علم و معارفِ دین میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ جو

روز پیدائش سے علم مآکان اور مآیکون کے عالم اور کل کائنات پر احاطہ علمی رکھتے ہیں۔ کیونکہ کُلَّ یَوْمٍ مِّمَّهِمْ فِی سَّكٰنٍ "عالم تدبیر و تصرف میں ہر روز قدرت کی ایک نئی شان ہے۔ اور ہر آن کسی ایک صفت کا ظہور و یمحو اللہ ما یشاء و یثبیت و ینقض و ینقض و ینقض و ینقض" کچھ محو ہوتا ہے۔ کچھ مثبت ہوتا ہے۔ کچھ بنتا ہے اور کچھ بگڑتا ہے۔ مولانا مجلسی رحمہ اللہ اس اشکال کو دفع کرتے ہوئے کہ ان افراد کا کمال جو عمل مشیت۔ حامل علم کئی اور مورد وحی الہام اور عالم علم مآکان و مآیکون ہیں اور روز اول سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے علم میں اضافہ کے کیا معنی؟" فرماتے ہیں:-

چوتھی صورت جواب یہ ہے اور یہی میرے نزدیک سب سے قوی وجہ ہے کہ یہ ائمہ قبل خلقت جسمانی نشاء اولیٰ میں (اور بعد حصول خلقت جسمانی نشاء اولیٰ میں) اور بعد وفات نشاء آخرت میں معارف ربانیہ غیر متنہاہیہ میں اعلیٰ ترین مدارج کمال پر عروج فرماتے رہتے ہیں۔ کیونکہ معرفت اور قرب باری تعالیٰ کی کوئی غایت و انتہا نہیں ہے۔ اور یہ بات بہت سی اعاذیث سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ بزرگوار ابتداء امت میں جو کچھ قدرت سے حاصل کرتے ہیں اسی مرتبہ پر نہیں ٹھہرے رہتے بلکہ ان کو بسبب مزید قرب و اطاعات و عبادات باری تعالیٰ معرفت حق میں زوائد علم و حکم اور مزید ترقیات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔

اور یہ ترقیات معرفت ان کو کس طرح حاصل نہ ہوں۔ حالانکہ دوسری مخلوق کو باوجود ان کے نقص قابلیت و استعداد ترقیات معرفت حاصل ہوتی ہیں تو یہ بزرگوار تو اس کے زیادہ مستحق اور سزاوار ہیں۔

اور شاید باوجود معصوم ہونے اور گناہ نہ کرنے کے ہر روز ستر مرتبہ استغفار اور توبہ کرنے کی ایک یہی وجہ وجہ ہے اس لئے کہ جس وقت بھی وہ ایک درجہ سے

الرابع ما هو اقوی عندی وانہر علیہم السلام فی النشائین سابقاً علی حیوۃ البدنی و لاحقاً بعد وفاتہم یرجون فی المعارف الربانیۃ الغیر المتناہیۃ علی مدارج الکمال اذ لا غایۃ لعرفانہ تعالیٰ و قربہ و ینظہر ذالک من کثیر من الاخبار ظاہر انہم اذا تعلموا فی سبب و امامتہم علمتہم لا یقفون فی تلک المرتبۃ و یحصل لہم بسبب زواینہم العلم و مزید القرب و الطاعات و المحکم و الترقیات فی معرفۃ الرب تعالیٰ کیف لا یحصل لم و یحصل لساؤل الخلق معرفتہم قابلیتہم و استعدادہم فہم علیہم السلام اولیٰ بزلک و احزى و لعل هذا احد وجہ استغفارہم و توبتہم حی کل یوم سبعین مرۃ و اکثر اذ عندہم و وجہہم کل درجۃ رفیعۃ من درجات الضرفان یرون انہم کائنات فی المرتبۃ السابقۃ فی النقصان فستغفرون منها و یتوبون الیہ و سابع بحاد ص ۳۵

دوسرے بلند درجہ عرفان پر فائز ہوتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مرتبہ سابق میں ناقص تھے۔ اور اس لئے اس سے

توبہ واستغفار کرتے ہیں۔

پس معارف الہیہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ ابدالاً یاد تک اس میں اضافہ ممکن ہے اور یہی علت ان حضرات پر درود پڑھنے کی ہے اور محققین علماء کرام نے صلوات کو معنی وصل سے قرار دیا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جب ہم کہتے ہیں۔ **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ** تو دعا یہ ہوتا ہے پروردگار اپنے قرب اور اپنے وصل کو ان کے لئے اور زیادہ فرما۔

جس وقت ان عرفاء کاملین کے لئے بھی معارف الہیہ کی انتہا نہیں تو ان کے غیر عام مخلوقات کے لئے اس کی انتہا کیونکر ممکن ہے۔ عارف کو چاہیے کسی مقام پر ٹھہرنے جائے۔ بلکہ ہمیشہ اس میں ازبواد کے خیال سے بوسیۃ دعا و طاعات و عبادات و ریاضات سعی کرے۔ ہر روز اضافہ ہوگا۔ اور ہر وقت نئے سے نیا باب معرفت کھلے گا۔ اور قلب روشن اور سینہ وسیع ہوتا جائیگا۔ اور یہی حقیقت علم ہے۔

کیونکہ علم حقیقی یہ نہیں ہے جو کتابوں کے پڑھنے عاشریوں کے رٹنے اور علماء کے مقالات اور کتب کے الفاظ حفظ کر لینے سے حاصل ہوتا ہے یہ تو تقلید ہے اور بس علم تو وہ ہے جو مومن کے قلب پر روز بروز ساعت بساعت مناب اللہ فیضان ہو جس سے حقان اشیاء اور معارف حقہ اس پر منکشف ہو جائیں کہ جس سے نفس کو اطمینان کئی حاصل ہو جائے اور اس سے سینہ کھل جائے (شرح صدر ہو جائے) اور ایضاً دل روشن ہو جائے۔ فطوبی للعارفين۔

فَإِنَّ الْعِلْمَ لَيْسَ مَا يَحْصُلُ بِالسَّمْعِ وَرِثَاةِ
الْكِتَابِ وَحِفْظِهَا فَإِنَّ ذَلِكَ تَقْلِيدٌ وَإِنَّمَا
الْعِلْمُ مَا يَفِضُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
عَلَى قَلْبِ الْمُؤْمِنِ يَوْمًا فَيَوْمًا وَسَاعَةً فَسَاعَةً
فَيَكْشِفُ بِهِ مِنَ الْحَقَائِقِ مَا تَطْمَئِنُّ بِهِ
النَّفْسُ وَيَنْشَرِحُ لَهُ الصِّدْرُ وَيَتَنَوَّرُ
بِهِ الْقَلْبُ۔

پس سب سے مقدم مسئلہ معارفِ اسلامیہ ہے کہ یہی مدارِ دین ہے۔ اور صحتِ عمل اسی پر موقوف۔ اگر معرفت صحیحہ حاصل نہیں اور اعتقاد درست نہیں ہے تو عملِ اکارت ہے۔ "عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ تَصَلِّي تَارًا حَامِيَةً" غائبیت سے نفوس میں جو عمل کرتے ہیں۔ اور اس میں تکلیف اٹھاتے اور رنج بہتے ہیں اور وہ عمل ان کے لئے آتشِ جہنم بنتے جاتے ہیں۔ وَهَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا؟ آلا یہ کیا ہم نہیں ان کی خبر دیں جو باوجود اعمالِ صالحہ خسار سے میں ہیں۔ اور ان کی سعی عمل اس دنیا میں اکارت ہو گئی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے آیات کا انکار کرتے تھے اور روز قیامت میں ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں۔ وَتَدْمِنُوا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَبَجَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا (زوقان) ہم ان کے اعمال کی طرف توجہ ہوئے اور ان کو خاک کر کے اڑا دیا۔ وَخَسِرَ الَّذِينَ هَابُوا وَخَسِرَ الَّذِينَ هَابُوا وَخَسِرَ الَّذِينَ هَابُوا۔

معرفتِ خدا کے بعد درجہ معرفتِ رسول ہے۔ اور یہ بھی اسی طرح اہم۔ اول تو صحیح معرفتِ خدا بغیر واسطہ

ممکن ہی نہیں۔ اور اگر بغرض محال ممکن بھی ہو جائے تو تا حصول معرفت رسول بے فائدہ ہے۔ کہ نبوت لازم میں توحید ہے۔ اس سے بڑا ہو ہی نہیں سکتی۔ اور معرفت رسول بھی معرفت صفات ہے۔ اور صفات رسول عام انسان وغیر انسان بلکہ گل کائنات سے ممتاز اور جدا۔ کہ رسول انسان کامل ہے اور انسان کامل جمیع صفات جمالیہ جلالیہ الہیہ کا مظہر کامل ہوتا ہے۔ اور اس لئے اس کے رسول کی حقیقی اور کامل معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے معارف رسالت بھی ہمارے لئے غیر متناہی ہیں۔ اگرچہ اپنے مقام پر درجہ علم الہی میں متناہی ہی کیوں نہ ہوں۔ عارف کو اس منزل میں بھی کسی جگہ توقف ممکن نہیں ہے۔ ہر وقت اور ہر گھڑی زیادتی اور اضافہ کا امکان ہے۔ اور جس طرح نبوت لازم توحید ہے۔ اسی طرح امامت لازم نبوت بلکہ غایت نبوت ہے۔ کیونکہ نبوت جب ختم ہو گئی تو قیام ہدایت و خلق و تربیت نوع و بقا عالم اسی سے وابستہ اگر اس کی معرفت حاصل نہ کی جائے تو غرض نبوت مفقود۔ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ امامت کا منکر دراصل منکر رسالت ختمی ہے۔ اور اس واسطے فرمایا ہے۔ **وَمَنْ مَاتَ وَكَلَّمَ يَعْرِفُ** امام زمانہ مَاتَ مَسِيئَةً جَاهِلِيَّةً مَيْتَةً كَفْرًا وَشُرَكَاءَ (کتاب الشہاب دینایح) جو شخص بغیر معرفت امام مر جائے وہ جاہلیت کی موت۔ مشرک کافر۔ یا منافق مرتا ہے۔ اور امام جو نائب و خلیفہ رسول ہے۔ بلاشبہ مظہر کامل رسالت ہے۔ اور جب مظہر کامل رسالت ختمی ہے تو مثل رسول مظہر کامل خداوند عالم اور جب اوصاف رسالت ہمارے لئے غیر متناہی ہیں تو اوصاف امامت بلاشبہ ہمارے لئے غیر متناہی ہیں۔ **وَلَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَفْذَكَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَ لَوْ حِثَّتْ بِمِثْلِهِ مَسَدًا (کھف)** اگر کلمات الہی کی تفسیر و تشریح و تفصیل کے لئے تمام سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی سمندر ختم ہو جائیں۔ مگر کلمات الہیہ کی تفسیر ختم نہ ہوگی۔ اگرچہ اتنے ہی سمندر اور پیدا کر دیئے جائیں۔ کلمات فعلیہ ہوں یعنی کائنات یا کلمات لفظیہ ہوں یعنی کتاب **لَا رَيْبَ فِيهِ** ان کے لئے حد ممکن نہیں۔ پھر ان کلمات اللہ کیلئے (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کیونکہ حد مقرر کی جا سکتی۔ بالفاظ دیگر اگر تفسیر قرآن کی حد ممکن نہیں تو حقیقی عالم و عامل و حامل قرآن تفسیر کیونکہ ممکن ہے۔ جب اس مظلوف کا اعاطہ عقل کو ممکن نہیں تو ظرف عادی کا اعاطہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ پس تینوں درجات معارف (معارف توحید۔ معارف نبوت و معارف امامت) ایک دوسرے سے مربوط اور متلازم ہیں۔ معرفت امامت کو معرفت نبوی اور معرفت نبوی کو معرفت خالق لازم ہے اور بالعکس جو خدا کو پہچان لے گا وہ خلیفہ نبی کو پہچان لے گا اور جو نبی کو پہچان لے گا وہ امام کو پہچان لے گا۔ ایک دُعا میں اس کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ **اللَّهُمَّ عَرَفْنِي نَفْسِكَ فَان لِمَ تَعْرِفْنِي نَفْسِكَ لِمَا عَرَفْتُ شَيْئًا** بارِ اہلہا تو مجھے اپنی معرفت عطا فرما اور اگر تو مجھے اپنی معرفت سے محروم رکھے گا تو تیرے نبی کو نہ پہچان سکوں گا۔ خداوند! تو مجھے اپنے نبی کی معرفت عطا کر اگر میں نے تیرے نبی کو نہ پہچانا تو امام اور تیری حجت کو نہ پہچان سکوں گا۔ پروردگار! تو مجھے اپنی حجت اور امام وقت کی معرفت عطا کر کیونکہ اگر میں تیری

اس حجت کو نہ پہچان سکا تو دین سے بے دین ہو جاؤں گا اور گمراہ مردوں گا۔ نبی و امام خلیفہ خدا مظهر الہی میں جب مستخلف و مظهر کی معرفت حاصل نہ ہو تو خلیفہ اور مظهر کی کیونکر حاصل ہو جائے گی۔ بنا بریں تینوں درجات کی حقیقی معرفت خود انہی پر ختم اور منحصر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی واسطے ارشاد رسالت ہے۔ یا علی ما عرف اللہ الا انا وانت وما عرفنی الا اللہ وانت ما عرفک الا اللہ وانا خدا کی کامل معرفت نبی اور امام کو حاصل ہے اور نبی کی کامل معرفت خدا اور حجت خدا ولی الادیب اور امام الاتقیاء کو اور امام کی معرفت حقیقی خدا اور رسول کو۔ باقی معرفت جزئیہ موافق ترتیب قرب و اخلاص دوسرے مومنین کو حاصل ہوتی اور ہو سکتی ہے۔ جتنا جس کو ان سے قرب حاصل ہے۔ اتنا ہی درجہ معرفت معارف سرگاہ پر فائز اور درجات مومنین اس میں بے شمار ہیں۔ کیونکہ ایمان کے ستر درجے ہیں۔ اَوْلٰٓئِکَ قَوْلُ لَوْلٰٓئِکَ اَللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَوَّلُ دَرَجَةٍ مِّنْ اَقْرَابِ اللّٰهِ وَ لَازِمٌ نَّبُوْتِہٖ۔ اور آخر درجہ ولایت سے متصل بلکہ درجہ عین ولایت و "مقام اہل البیت" پر منتهی ہوتا ہے۔ اور بعد ازاں قرب قابِ قوسین تک پہنچتا اور قرب امامِ محبت سے حاصل ہوتا ہے۔ اور محبت امام محبت رسول اور محبت رسول محبت خدا ہے۔ جس میں جنسی محبت ہوگی اسی قدر اس میں معرفت زیادہ ہوتی جائے گی۔ یعنی محبت و قرب لازم و ملزوم ہیں۔ محبت زیادہ ہوگی تو قرب زیادہ اور قرب زیادہ تو محبت زیادہ اور محبت زیادہ تو خدمت زیادہ۔ عارفین نے صراطِ مستقیم کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے یہ معنی ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس راہ پر ثابت قدم رکھ۔ جو ہم کو محبتِ الہی تک پہنچا دے۔ جو حبیبِ حقیقی تک لے جانے والی راہ ہے اور ہلاکت سے بچانے والی۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنی خواہشات پر چل کر ہلاک ہو جائیں یا ہم اپنی رائے ناقصہ پر عامل ہو کر تباہ ہوں (اپنی رائے قیاس اور اپنی خواہش طبع پر چلنا اور عمل کرنا ہی اصل گمراہی اور شرک حقیقی ہے۔ اَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهَوَاۗءَ فُرْقَانَ و جاشیہؑ کیا تم نے دیکھا اس کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ جو دل چاہتا ہے وہ کرتا ہے تو گویا وہ اپنی خواہش طبع کی پرستش کرتا ہے اور شرک ہے۔

ونعم ما قال شیخ العارفین ملو رضاً حمد انی رحمۃ اللہ علیہ :-

ان المحبة هي صراط الله الذي جعله الله سبحانه وسيلة للقرب المعنوي وهو مقام الوجود المنبسط والعقل الاول الذي يستعطف عنه العقول الجزئية والذي عيه به الرحمن واكتسب به الجنان واليه اشار بقوله القدسي كنت كنزا مخفيا

محبت ہی وہ صراطِ الہی ہے جس کو خدا نے قرب معنوی کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ اور وہی اصل مقام وجود منبسط ہے (جو مقام خلق وجود وار ہے) اور وہی وہ خلقِ اول ہے جس سے تمام عقول جزئیہ فیض پاتی ہیں اور اسی کے ذریعہ خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کے وسیلہ سے جنت حاصل ہوتی

فاجبت ان اعرف وخلقك المخلوق لکی اعرف
وهذه المحبة اكمل مقدمات المخلصين
واجمل درجات الموقنين واطيب لحظات
المتقين واحص حقائق الراجين واتفق خصائص
الخالقين وهي ظل الله المحمود من سبيل
الرب الودود وتشعب عنه الرحمة الزسعة
الرحمانية والرحمية واليه الاشارة بقوله
في دعاء كميل برحمتك التي وسعت كل شيء
فَكُلٌّ مَنْ سَلَكَ سَبِيلَ مَحَبَّةِ هَدَى إِلَى الْمُنْهَاجِ
الْقَوِيْمِ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ الخ

ہے (رسول اللہ فرماتے ہیں عقل وہ ہے جس سے خدا
کی معرفت و عبادت حاصل ہو اور نجات آخرت
اور دخول بہشت) اور اسی کی طرف اس حدیث
قدسی میں اشارہ ہے کہ میں ایک نوزاد مخفی تھا۔
پس مجھے محبوب معلوم ہوا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پس
میں نے خلق کو پیدا کیا (عقل اول) تاکہ میری معرفت
حاصل ہو۔ اور یہی محبت اکل مقامات عارفین و
اجل درجات موقنین و اطیب لحظات متیقن خاص تھا
راجین و اتقن خصائص خالقین ہے۔ یہی ظل محدود
سبیل رب و دود ہے۔ اور اسی سے رحمت واسعہ

الہیہ رحمانیہ و رحیمیہ متفرع ہوتی ہے جس کی طرف امام
نے دعائے کبیل میں قول خدائے تعالیٰ سے اشارہ فرمایا ہے۔ تیری اس رحمت کا واسطہ جو ہر شے پر محیط ہے
پس جو راہ محبت پر گامزن ہو وہی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پانے والا ہے۔

اور یہ محبت دراصل متابعت شریعت محمدیہ سے پہچانی جاتی ہے۔ جس کی طرف زبان قدرت یہ
اشارہ فرماتی ہے۔

اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اور
میرے قدم بقدم چلو۔ خدایم کو محبوب بنائے گا۔
یہ محبت وہ فیض قدسی ہے۔ جس سے آفتاب
معرفت طلوع کرتا ہے۔ جس میں بندوں کو نول نہیں
پس جس نے خدا کو پہچان لیا۔ اس نے صراطِ مستقیم
حاصل کر لی۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ
اللّٰهُ (عز و جل) وهذه المحبة من فضله القدس الذي
تطلع عنه المعرفة التامّة للعباد فيها
صنع فمن عرف الله عز وجل هدى الى
الصراط المستقيم -

اور یہ معرفت و ہدایت عقلِ سلیم سے حاصل ہوتی ہے تو عقلِ سلیم صراطِ مستقیم اور حجتِ خدا ہوئی اور
یہ حدیث امام میں مروی ہے۔

خدا کی طرف سے اس کے بندوں پر دو حجتیں ہیں ایک
حجت ظاہرہ دوسری حجت باطنہ۔ حجت ظاہرہ انبیاء
و صل اور بند رسول ائمہ ہیں۔ اور حجت باطنہ عقلمیں
ہیں۔ ما حاصل یہ کہ اگر ہدایت بواسطہ عقل حاصل ہوتی

لله على الناس حجتين حجة ظاهرة وحجة
باطنة. اما الظاهرة فهي الانبياء والرسل
والائمة. واما الباطنة فهي العقول ومن
سدك العقل نجي ومن تخلف عنه هلك

ہے تو یہ عین عقل ہیں اور اگر رُوح یا قلب سے حاصل ہوتی ہے تو رُوح عالم اور قلب عالم ہیں اور اگر بوساطہ قرآن حاصل ہو سکتی ہے تو یہ حامل قرآن اور ثنائی نقلین ہیں اور علم انہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ قرآن انہی کے علم کا نام ہے۔

پس جو اس راہ عقل پر چلے نجات پائے گا۔ اور جو اس سے تخلف کریگا۔ ہلاک ہوگا۔ اور بلاشبہ یہ عقل یہی نفوسِ قدسیہ ہیں۔ بلکہ عقل اول اور اصل وجود پس جو ان سے تسک کرے گا اور ان کی راہ پر چلے گا۔ نجات پائے گا اور جو ان سے جدا ہوگا ہلاک ہوگا۔

بہاری عقولِ جزئیہ انہی سے فیض پاتی ہیں اور اسی سے مستور ہوتی ہیں۔ اور بغیر ان کے فیضان کے بیکار محض ہیں۔ "اعرفوا اللہ باللہ" اللہ کو اللہ ہی کے وسیلہ سے پہچانو وہی معرفت عطا کرے گا اور ان کو انہی کے بیان اور فیضان سے پہچانو۔

بہر حال ان کی معرفت جزئیہ بھی دراصل انہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور بقدر درجہ محبت ایمانی اور درجاتِ محبت مختلف اور ہر مومن اس خصوصیت میں ایک درجہ خاص رکھتا ہے۔ اور اس کے موافق مقام معرفت پر فائز۔ اسی بنا پر اعتقاد و فضائل و مناقب اولیاء اللہ میں اختلاف واقع ہوتا ہے۔ جو مقام درجہ محبت اعلیٰ پر پہنچا ہوا ہے۔ وہ جس مقام معرفت کو دیکھتا ہے ادنیٰ والا نہیں دیکھتا اور اس کو اس میں اس لئے ناقص اور مقصّر سمجھتا ہے اور ادنیٰ درجہ محبت و معرفت والا اس کو عالی خیال کرتا ہے کیونکہ وہ اس مقام کے ادراک سے قاصر ہے۔ ایک طفلِ نوزید نہیں جانتا کہ کیفیاتِ شیب (بڑھاپا) کیا ہیں۔ بڑے بڑے کا ملین بھی اس مقام میں ٹھوکر کھاتے ہیں اور اسی طرف اشارہ ہے حدیث رسالت میں "لو علم ابو ذر ما فی قلب سلمان لقتلہ" دونوں صحابی بزرگ عارفین و عابدین و زاہدین کا ملین میں داخل لیکن جس مرتبہ محبت و معرفت کو مسلمان پہنچے ہوئے ہیں اور اعتقاد و ولایت میں کمال رکھتے ہیں۔ ابو ذر اس مقام کو نہیں پہنچے اور حضرت فرماتے ہیں اگر ابو ذر مسلمان کے اعتقاد کو معلوم کر لے تو اس کو قتل کر ڈالے۔ کیونکہ تابِ ضبط و قبول نہیں رکھتا۔ ناممکن ہے کہ اس اسرارِ علوم و معارف کا متحمل ہو سکے، اور اس بنا پر حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ ان بین جنبتی علوٰنا کالبحار الزواخر لو اھبت حملتہ؟ میرے سینے میں دریائے علم ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ کاش میں ان کا متحمل کوئی پاتا تو ان کو میان کرتا۔ ہزار ہا علوم و اسرار معارف اپنے سینے میں لئے ہوئے دنیا سے روپوش ہو گئے۔ جابر بن یزید جعفی جو حضرت صادقین کے اصحابِ خاص سے تھے۔ ان کا بھی یہی حال تھا کہ بغیض تعلیم و صحبت امام وہ ان امر کے حامل تھے کہ کسی

کو ان کے بیان کا اہل نہ پاتے تھے۔ اور حکم امام ان احادیث اسرار کو جب سینہ تنگ ہوتا تھا تو جنگل میں جا کر گڑھے میں منڈ ڈال کر بیان کر دیا کرتے تھے۔ حدیثی جعفر بن محمد عن امیہ - الخ - جب اصحاب امام کے علوم معارف کا متحمل کوئی نہیں تھا تو پھر خود ان حضرات کے اسرار معارف کا متحمل کون ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے جن پر خاص فضل الہی ہو۔ اور وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔ یعنی ملائکہ مقررین۔ ابنیاد مرسلین اور وہ مؤمنین کا ملیں۔ جن کے دلوں کا خدا نے امتحان کر لیا ہے اور وہ اس میں کامیاب ہیں۔ چنانچہ امام کا ارشاد ہے۔

امرنا صعب مستصعب لا یتحملہ
ملک مقرب و نبی مرسل و لا مومن امتحن
اللہ قلبہ لا ایمان -

ہمارا امر نہایت سخت اور دشوار ہے اس کو نہ
ملک مقرب برداشت کر سکتا ہے اور نہ نبی مرسل اور
نہ مومن متحن۔ یہ ایک مرتبہ معرفت باطنیہ ہے جس
سے کل عالم امکان قام اور عاجز ہے۔

مرتبہ دوم اس سے پست تر ہے جس کی نسبت زبان رسالت یوں ارشاد فرماتی ہے۔

ان حدیث ال محمد عظیم صعب
مستصعب لا یتحملہا الا ملک مقرب او نبی
مرسل او عبد مومن امتحن اللہ قلبہ الا ایمان
خما ورد من حدیث ال محمد فلا تفت
لہ قلوبکم و عرفتموہ فاقبلوہ - وما اشہأ
زت لہ قلوبکم وانکرتموہ فرددوہ الی اللہ
والی الرسول والی العالم من ال محمد
وانما الہا لکان یحدث احدکم
بالحدیث او بشی لا یتحملہ -

بیشک حدیث فضائل آل محمد نہایت عظیم سخت
اور دشوار ہے۔ اس کا یا کوئی ملک مقرب متحمل
ہو سکتا ہے۔ یا نبی مرسل یا وہ بندہ مومن جس کے
دل کا خدا نے ایمان سے امتحان کر لیا ہو اور وہ
کامیاب ہو۔ پس جو کوئی حدیث فضائل آل محمد
تم پر وارد ہو اور تمہارے دل اس کے لئے نرم
ہو جائیں اور تسلیم کریں اور اس کو پہچان لو رک انہی
کی ہے، تو اس کو قبول کرو۔ اور جس سے تمہارے دل
اچٹیں اور تم اس کو پہچانو تو اس کو خدا رسول و آل محمد

فیقول ما كان هذا والله ما كان هذا والذنكار لفضائلهم هو الكفض والا وہ ہی شخص ہے کہ جب تم میں سے کوئی ان کے فضائل کی حدیث بیان کرے یا کوئی ایسی شے جس کو وہ سُننے والا برداشت نہیں کر سکتا تو کہے کہ بخدا یوں نہیں ہے۔ یوں نہیں ہے۔ یہ غلط ہے۔ اس میں غلو ہے اور ان بزرگوں کے فضائل ہی کا انکار کرنا کفر کہلاتا ہے۔ معاذ اللہ عن ذلك۔ اور یہ حضرات خود فرماتے ہیں۔

ان امرنا صعب مستصعب لا يتحمله الا ملك مقرب او نبی مرسل او مؤمن متحن الله قلبه للايمان

ہمارا امر نہایت مشکل ہے۔ اس کا یا ملک مقرب متحمل ہو سکتا ہے۔ یا نبی مرسل یا مؤمن متحن۔

(سجاریہ ۲۶۶۵ و ۲۶۶۶)

تیسرے مرتبہ کی طرف یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

احاد يثنا صعب مستصعب لا يتحملها الا حصون حصينة او حلوم رزينة او صدورا مينة۔

ہماری احادیث نہایت مشکل اور دشوار ہیں جن کے متحمل یا مستحکم قلعے ہو سکتے ہیں یا بھاری بھکم عقلمیں یا کامل الایمان مومنین کے بیٹے۔ یہ سب مراتب سے گویا پست درجہ ہے۔

یعنی حقیقت یہ ہے کہ معارف سہ گانہ کی حدود قائم ہیں (حد توحید۔ حد نبوت و حد امامت) ان حدود سے افراط و تفریط خطرناک جو کنارہ عدم معرفت سے ادھر یا ادھر ہوا وہ ہلاک ہوا اگر مرحد امامت کو حد رسالت ختمی سے ملا دیا اور بڑھا دیا تو ہلاک اور اگر حد نبوت کو مرحد توحید سے ملا دیا تو ہلاک اور اگر ان کی حد سے ذرا گرا دیا تو ہلاک۔ ان کی فضیلت کا انکار کفر ہے۔ ولذا قال علی علیہ السلام هَلَاكَ فِي آثْنَانِ عَدْوٌ وَقَالَ وَمُحِبٌّ عَالٍ۔

میرے باب میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے دشمن میری عداوت کی وجہ سے اور دوست تلو اور حد سے

تجاوز کرنے سے۔ یہ عدم معرفت ہی بال سے باریک تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ ذرا استقامت میں کمی آئی اور بھر ظلمات میں غرق ہوا۔ اسی واسطے ان بزرگوں نے اس خطرہ سے آگاہ کیا ہے اور فرمایا ہے

زم غلو و تقصیر | قال رسول الله لا ترفعوني فوق حقي فان الله اتخذني عبدا قبل ان يتخذني نبيا۔

حضرت فرماتے ہیں۔ مجھ کو میرے حقیقی درجہ سے زیادہ بلند نہ کرو۔ (یعنی مجھ کو خدا نہ بناؤ) کیونکہ خدا نے مجھ کو پہلے اپنا بندہ قرار دیا ہے اور پھر نبی بنایا ہے

یہی تعلیم الہی ہے اور یہی بنیاد اعتقاد اسلام۔

”شہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان
محمد اعمدہ و رسولہ“

قال امیر المؤمنین علی بن ابی طالب
اللہم افی برئ من الفلوة کبراة عیسی بن
مریم من النصارى اللہم اخذ لہما ابدا و
لا تنصر منہم احدا۔

وعن الصادق علیہ السلام احذروا علی
شبا بکم الفلوة لا یفسد وہم فان الفلوة
شر خلق اللہ یصغرون عظمی اللہ رید عون
الربوبیة لعباد اللہ واللہ ان الفلوة
لشر من الیہود و النصارى و المجوس
و الذین اشرکوا ثم قال لیتا یرجع
العالی فلا تقبلہ و بنا یلحق المقصوم
فنعیلہ فقیل لہ کیف ذلک یا ابن
رسول اللہ قال لان العالی قد اعتاد
تروک الصلوة و الزکوٰۃ و الصیام و الحج
فلا یقید رعی تروک عادیتہ و علی الرجوع
علی طاعة اللہ عزوجل ابدا و ان
المقصور اذا عرف عمل و اطاع۔

جائے۔ تو وہ عمل کر سکتا۔ اور طاعت خدا بجا لا سکتا ہے۔

وعن الهروی قال قلت للرضا علی السلام
یا ابن رسول اللہ ما شی یحکیکہ عنکم
الناس قال و ما هو قلت یقولون انکم
تذعون ان الناس لکم عبید فقال

میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ اور فرستادہ رسول
ہے حضرت علی فرماتے ہیں بار الہا میں غالیوں سے
اس طرح بیزار ہوں۔ جس طرح عیسیٰ نصرانیوں سے
بیزار تھے۔ خداوندان کو ہمیشہ ذلیل و خوار رکھ۔ اور
ان میں سے کبھی کسی کی مدد و نصرت نہ فرما۔

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اپنے نوجوانوں کو
غالیوں سے بچاؤ کہ ان کا ایمان خراب نہ کرے کیونکہ ان میں
حد سے بڑھانے والے غالی بدترین مخلوق ہیں کہ
وہ عظمت الہی کی تحقیر کرتے ہیں اور خدا کے بندوں
کے لئے خدا کی کاؤغا۔ خدا کی قسم غالی یہود و نصاریٰ
مجوس اور مشرکین سے بدتر ہیں۔ پھر فرمایا غالی ہماری
طرف رجوع کرتا ہے اور پھر ہم اس کو قبول نہیں کرتے
اور ہم سے مقصّر ملحق ہوتا ہے تو ہم اس کو قبول کر لیتے
ہیں۔ عرض کیا گیا۔ مولا! یہ کونکر۔ فرمایا۔ غالی ترک
صوم و صلوة حج و زکوٰۃ کے عادی ہو گئے ہیں رکوعی
عمل و عبادت نہیں کرتے پس وہ اپنی اپنی عادت
کے ترک پر قادر نہیں رہے۔ اور کبھی طلعت خدا کی
طرف رجوع نہیں کرتے۔ اور مقصر جب عارف ہو

اور ابروصلت ہر وی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت
رضا سے سوال کیا۔ یا ابن رسول اللہ یہ لوگ آپ کی طرف سے
کیا بیان کرتے ہیں۔ فرمایا کیا کہتے ہیں؟ عرض کیا وہ
کہتے ہیں کہ آپ لوگ دعویٰ دیکھتے ہیں آپ خدا

اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة انت شاهد بانى لما قل ذلك قط ولا سمعت احدا من ابائى عليهم السلام قال قطبوانت العالم بما لنا من المظالم عند هذه الرمة وان هذه منها اس امت پر ہمارے کیا مظلمے ہیں۔ اور یہ الزام بھی انہیں مظالم میں سے ایک ہے۔

ایضا عنہ۔ من قال بالتشبيه والمجبر فهو كافر مشرك ونحن منهم براء في الدنيا والاخرة يا بن خالد انما وضع الاخبار عنا في التشبيه والمجبر الغلاة الذين صغروا عظمة الله تعالى فمن اجهم فقد ابغضنا ومن والاهم فقد عادانا ومن عاداهم فقد اولانا۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا کو کسی سے تشبیہ دے یا جبر کا قائل ہو وہ کافر اور مشرک ہے اور ہم دنیا و آخرت میں اس سے بری اور بیزار ہیں اے فرزند خالد (راوی) تشبیہ اور جبر کی روایتیں ہماری طرف سے غالیوں نے گھڑی ہیں جنہوں نے خدا کی عظمت کو گھٹا دیا ہے۔ پس جو شخص ان غالیوں کو دوست رکھے وہ ہمارا دشمن ہے اور جو ان کو دشمن رکھے وہ ہمارا دوست ہے۔

اس حقیقت کے واضح ہوجانے کے بعد کہ افراط و تفریط غلو اور تقصیر دونوں خطرناک منزلیں ہیں اور دونوں برابر مہلک مجال بحث یہ ہے کہ حد غلو و تقصیر کیا ہے اور یہی نہایت اہم و

حد غلو

مزال اقدام مقام ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شے کو اس کی حد سے بڑھانا اور دوسری حد سے ملانا یا یہ کہنا کہ حد سے بڑھا دیا یا گھٹا دیا۔ اسی وقت درست ہوگا۔ جبکہ ایسا کرنے یا کہنے والا۔ ہر دو حدود کا عارف کامل ہو اگر ہم کہیں کہ زید نے رسول اللہ کو تعریف میں خدا سے بڑھا دیا یا ملا دیا۔ اور خالی ہو گیا تو یہ ہم اسی وقت کہہ سکتے ہیں جبکہ ہم نے حدود الوہیت کا احاطہ کر لیا ہو اور حد نبوت سے گذر گئے ہوں۔ اور جب ہم افراد ممکنہ کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ حدود الہی کا احاطہ کر سکیں۔ بلکہ یہ بھی ممکن نہیں کہ حدود نبوت کی آخری اور انتہائی منزل جو مقام قاب قوسین سے بالا "أَوْ أَدْنَى" کا مرتبہ ہے۔ اور اک اور دریافت کر سکیں ہم قاب قوسین کی معرفت سے بھی قاصر نظر آتے ہیں۔ پھر مقام اودنی تک کہاں پہنچ سکتے ہیں تو پھر یہاں تو حیدر (تحمید و تسبیح) اور بیانی فضل رسول میں از روئے معنی و حقیقت کیونکر خود اپنی یا کسی کی بابت کہہ سکتے ہیں کہ حد سے بڑھا دیا یا گھٹا دیا۔ ہم جانتے ہی نہیں۔ کہ حدود کیا ہیں اور جبکہ تصریح معلم الہی موجود ہے کہ خدا کو میرے اور میرے وصی ولی اللہ کے سوا کسی نے پہچانا ہی نہیں اور مجھ کو خدا اور اس کے اس

ولی کے سوا کسی نے نہیں پہچانا اور اس ولی الا ولیا اور سر اللہ کو خدا اور میرے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔ اس لئے معنوی حیثیت سے لفظ غلو کا استعمال ہمارے لئے لغو و بھل ہے۔ اور حقیقی معنی میں قصداً بھی غلو ہمارے لئے محال ہے اور حقیقتاً ان کی شان میں ہمارا غلو بھی قاصر ہے۔ لاریب فیہ۔

گویند غالبیم بنتائے تو یا علی

حال ایک من زحق ثنائے تو قاصر م

پس صرف اجمالاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان حضرات (رسول یا امام) کو خدا کہہ دیا جائے۔ بس یہی غلو ہے ذکر فضائل و مناقب اور بیان اوصاف و معاملہ میں ہمارے لئے کسی طرح غلو ممکن نہیں ہے۔ اور جب یہ مسلم ہے اور ہم بیان کر چکے کہ دراصل ان کی حقیقی معرفت انہی کو حاصل ہے تو ہم بس وہی کہیں جو انہوں نے کہا ہے۔ توحید (تجید و تسبیح) وہی ہے جو خود اس نے فرمائی یا انہوں نے اس کی طرف سے بیان کی۔ بل التوحید الحق هو اللہ۔ والقائم بہ رسول اللہ۔ والحافظ لہ نحن و

التابع فیہ شیعتنا۔ توحید حق ذات باری ہی ہے اور قائم بالتوحید ذات محمدی اور محافظ توحید الہی ائمہ معصومین خلفاء رسول اور سچے تابع توحیدان کے سچے پیرو اور ان کے قدم بقدم چلنے والے شیعہ اور اسی طرح ان کی صفات حقیقیہ جن پر اعتقاد واجب ہے وہی ہیں جو انہوں نے خود بیان فرمائی ہیں ہماری طاقت ہی کب ہے کہ ہم خود ان کی صحیح اور حقیقی توصیف کر سکیں۔ پس جو کچھ کہا ہے جو کچھ بیان فرمایا ہے ما بالایمان ہے۔ اور اس کی تصدیق واجب۔ مگر حیرت اور سخت حیرت ہے۔ کہ حضرات غلو نوا

توانہی کے اقوال کو اور انہی کے بیان توحید اور توصیف فضائل نبوت و امامت کو غلو کہتے ہیں۔ اور اپنے دعوے کی سند میں انہی اقوال کو پیش کرتے ہیں۔ "لن چیز بواجبی است" البتہ بعض محتاط حضرات اس ذہنی اور ایمانی ضعف اور غلطی کا احساس کرتے ہوئے یہ فرمادیتے ہیں۔ کہ یہ الفاظ غالیوں نے بڑھا دیئے ہیں۔ امام کا کلام نہیں ہے۔ لیکن اس کی دلیل کیا ہے۔ محض یہی کہ یہ الفاظ غلو معلوم

ہوتے ہیں اور ان کو ان کے قلوب برداشت نہیں کر سکتے اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ غالیوں نے بڑھا دیئے ہیں۔ یہ عین دعوے ہے دلیل نہیں۔ بعض حضرات ایک لطیفہ تراشتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ یہ فضائل ہیں۔ اعتقادات نہیں ہیں۔ اسی کا نام سخافت عقلی ہے۔ فضائل قابل ایمان و اعتقاد نہیں تو پھر معارف نبوت و امامت اور کیا ہیں؟ انکار فضائل ہی تو کفر ہے۔ اگر فضائل کو بیان کرتے اور سنستے

اور بڑھتے ہو اور ان پر اعتقاد و ایمان نہیں رکھتے تو پھر مسلمان کیوں کر رہے۔ دراصل ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اور وہی حضرات مسلمان فارسی اور ابوذر غفاری والا معاملہ ہے۔ ایک کا ایمان بلند ہے وہ اعلیٰ فضائل کو برواشت کر لیتا ہے اور ان کی تصدیق کرتا ہے۔ دوسرے کا مرتبہ ایمانی پست ہے وہ ان اعلیٰ فضائل کو برواشت نہیں کر سکتا۔ اور فی الحقیقت وہ معذور بھی ہے۔ لیکن انکار کفر ہے جابر بن یزید جعفی جن کو ستر یا کم سے کم پچاس ہزار احادیث رسول (بتصدیق بخاری و مسلم) یاد تھیں ان اسرار احادیث فضائل نبوت و امامت کے حامل تھے کہ ان کا سننے والا کسی کو نہ پاتے تھے اور جب دل تنگ ہوتا تھا تو جنگل میں جا کر کسی گڑھے میں منہ رکھ کر ان کو بیان کر دیتے تھے۔ اور اسی طرح دیگر صاحبان اسرار اصحاب ائمہ اطہار۔

اس مقام پر ان کا حکم قرآن کی آیات تشہا بہات کا حکم ہے۔ اگر ان کی حقیقت اور تاویل سمجھ میں نہیں آتی۔ تو ان کا انکار نہ کرو۔ اور راسخون فی العلم کی طرح کہو۔ "امننا کل من عند ربنا" ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ خواہ ہم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں بس یہی حال ان فضائل اسرار وجودیہ اور ہیماکل توحید کا ہے جو ان سے سنو اس کو تسلیم کرو۔ اور جو سمجھ میں نہ آئے اس کا علم انہی کے سپرد کرو۔ انکار کرو گے۔ اور اپنی نا فہمی اور عدم تحمل سے غلو کہہ دو گے۔ تو مرتکب فعل کفر ہو گے۔ اعاذ باللہ منہ۔ بڑی جرأت ہے کہ اپنی نا فہمی کو یا اپنے ضعف ایمانی اور عدم تحمل۔ معارف کو چھپانے کے لئے کہ معصومین کی تحقیر کر دی جاتی ہے۔ اور ان کے کلام کو غلط کہہ کر ان کی تکذیب بلکہ معاذ اللہ تکفیر کی جاتی ہے یا علما سابقون کی کہ ان کو ان کے ان فضائل کے نقل اور اعتقاد میں کاذب یا کافر کہا جاتا ہے۔ غالی دراصل وہی ہیں جو صاف وجود خالق کے منکر ہیں۔ اور انہی حضرات کو خدا کہتے ہیں۔ اور جملہ عبادات کے منکر اور تارک ہیں۔ وہ صرف ان کی تصدیق کو نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اور خدا کے علیحدہ قائل نہیں ہیں۔ جو اس کی عبادت کریں یہ خود معصوم کے کلام سے واضح ہے۔ خدا کے وجود کا قائل اس کو خالق کل ماننے والا۔ اور ان کو اس کا بندہ مخلوق کہنے والا۔ خواہ کیسے ہی فضائل بئینہ کا قائل ہو کبھی غالی نہیں کہلا سکتا۔ ان کو اس کا بندہ اور اس کو مبعود برحق مان کر ان کے بیان فضائل و مناقب سے خواہ وہ کسی حد تک ہوں کسی طرح کافر غالی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی حق ہے۔ اور یہی ان بزرگوں کی تعلیم ہے۔ مگر ضعیف الاعتقاد ملانا افراد اپنی رائے اور اجتہاد کو قول معصوم بلکہ قول خدا پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اس لئے ان کی ہزار ہا احادیث اور خطبات کو رد کر دیتے ہیں۔ اور یہ بڑی جرأت فی الدین ہے۔

قال امیر المؤمنین نزولنا عن الربوبیة۔ ہم کو خدائی سے نیچے رکھو۔ خطوط بشری کو ہم سے

و ادفعوا عنا حظوظا بشریة فان عنہا
مبعدون و عما یجوز علیکم منزہون
و قولوا فی حقنا ما استطعتم فان البحر
لویزف و سرا الغیب لا یعرف و کلمة
لا یوصف -

دفع کرو کہ ہم تمہاری طرح کے حظوظ بشریت سے
دور ہیں۔ اور جو کچھ تم پر گزرتا ہے۔ ہم اس سے پاک
و منزہ ہیں۔ اور پھر سوائے حق میں جو تمہارا دل چاہے
کہو تم ہرگز ہمارے منتہائے کمال اور فضائل کی
معرفت کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ سمندر خشک نہیں

ہو سکتا اور سرغیب پہچانا نہیں جاسکتا۔ اور کلمۃ اللہ کی توصیف نہیں ہو سکتی۔ **وَلَوْ كَانَ الْبَحْرُ
مِدَادًا لَّكَلِمَاتِ رَبِّي**۔ الخ (کہتے ہیں)

علماء کرام خواہ کسی پایہ کے ہوں مگر مرتبہ معارف ایمانی میں سب یکساں نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے
ہیں اور اس لئے اس مقام پر ان میں اختلاف لازمی ہے۔ پھر علوم خود مختلف ہیں۔ علم کلام کی شان اور ہے۔
اور فقہ کی اور علیٰ ہذا القیاس شیخ مفید جیسا عالم کمال اپنی سمجھ میں نہ آنے کے باعث عالم فرد اور عالم
الست و احادیث طشت وغیرہ بے شمار روایات کا انکار کر دیتا ہے۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ اس پر انتہائی
تعجب و حیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ محض ایک استبعاد عقلی کی بنا پر اتنی احادیث و روایات
کا انکار کر دینا معصوم کے مقابلہ میں بڑی جرأت ہے۔ **و لکل وجهة ہو مولى لها۔**

ایک فقیہ مقام معارف میں یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ نبی اور امام کے لئے سہو و نسیان کا قائل نہ ہونا غلو ہے
جبکہ ایک حکیم مشکلم عارف یہ کہتا ہے کہ جو شخص نبی اور امام کے لئے سہو و نسیان کا قائل ہو وہ منکر نبوت ہے
کہ اصل ماہ الامتیا ز نبی و غیر نبی و امام و غیر امام کا انکار کر رہا ہے اور نبی اور امام کو ان کے اصل
مرتبہ سے گرا رہا ہے۔ **و بینہما یون بعید۔**

حاضر کی مثالوں سے غائب پر قیاس کرو۔ اور ماضی سے مستقبل کا اندازہ لگاؤ۔ تمہیں خود علماء کے کلام
میں یہی بحث نظر آئے گی۔ ایک شخص ایک عالم کے کلام کو مشکل سمجھتا ہے۔ اور نا فہمی سے اس کو مہمل
کہہ دیتا ہے۔ دوسرا اس کو سمجھتا ہے اور اس لئے حق اور درست جانتا ہے۔ ایک دنیا تھی اور اب بھی
اس کا وجود ہے جو کہتی تھی اور کہتی ہے کہ غالب کا کلام مہمل ہے۔ اس کے اکثر اشعار کے کوئی معنی نہیں
اور آج ایک عالم اس کو سب شعر اسے بہتر کہہ رہا ہے اور ایک شعر کو بھی مہمل نہیں جانتا۔ اور یہی ہماری
اپنی تحقیق اور عقیدہ ہے کہ کوئی شعر غالب کا مہمل نہیں ہے۔ جو مہمل کہتے ہیں ان کی عقل و فہم مہمل ہے
جب انسانی کلام کا یہ حال ہے کہ اس کو بھی ایک شخص اپنی عقل و فہم و ادراک و اعتقاد کے مطابق صحیح
اور دوسرا غلط سمجھتا ہے تو پھر خدا کے کلام کا کیا کہنا بیشک جو بھی کو سمجھتے ہیں وہ تصدیق کرتے ہیں اور

جو نہیں سمجھتے انکار کر دیتے ہیں۔ جو ایمان رکھتے ہیں وہ اگر نہ بھی سمجھ سکیں اس کی تصدیق کرتے ہیں اور جو ایمان نہیں رکھتے وہ شک کرتے اور رد کر دیتے ہیں۔ یہی ان بزرگوں کے کلام کا حال ہے۔ جو فوق کلام مخلوق اور تحت کلام خالق ہے۔ نہ اس میں غلو ہے اور نہ تقصیر ہے۔ غلو اپنے ایمان کا ہے اور تقصیر اپنی عقل و فہم کی ہے۔

چونکہ ہم محمد صالح کشفی کی کتاب فضائل علوی شائع کر رہے ہیں اور انہوں نے بھی مثل دیگر علمائے عارفین سنی و شیعہ ان فضائل میں بعض خطبات بیانہ علوی کو ذکر کیا ہے۔ امکان ہے کہ ایسی عقلیں اس سے انکار کریں۔ اس لئے یہ تمہید پیش کی ہے اور تحقیق و تفصیل کے لئے ان کے فضائل پر چند اصولی مقدمات قائم کر کے بعض دیگر خطبات جناب امیر کو پیش کریں گے کہ شیخ موصوف کی تائید اور تصدیق ہو جائے کہ یہ عارف حق علی جو کچھ کہہ رہا اور لکھ رہا ہے۔ حق ہے۔ غلو یا تقصیر کو اس سے کوئی نسبت نہیں ہے

چوبش نوی سخن اہل دل گو کہ خطاست سخن شناس نہ دلہرا خطا اینجااست

ہزار نکتہ باریک تر ز مواہبنااست

وطوبی للعارفین۔

ولایت الاولیاء

طبقات ایمانی و سیر و سلوک انسانی | کمال انسانیت در اصل کمال ایمانی ہے۔ اور ان اس کمال کے اعتبار سے بے شمار مراتب رکھتا ہے۔ کوئی مرتبہ اول میں اور کوئی دوم میں اور کوئی سات درجہ پر فائز تو کوئی ستر پر اور قول حضرت رسالت مآب اس کثرت مراتب و درجات کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔ الایمان سبعون درجۃ اولھا قول لوالہ الا اللہ و آخرھا اطاعتہ الاذی عن الطریق۔ پہلا درجہ ایمانی جس کو اول مرتبہ اسلام کہا جاتا ہے۔ وہ صرف زبان سے اقرار شہادتیں ہے اور آخری درجہ راہ کو صاف کرنا اور دوسروں کے لئے ہادی بننا۔ راہ الہی کی تمام اذیتیں دفع کر دینا۔ اور دنیا میں ہر ایک کے لئے موجب امن و راحت ہو جانا۔ بلکہ مجسم امن و راحت ہونا۔ "والمسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ" مسلمان کی نشانی یہ ہے۔ کہ

اس کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو اذیت نہ پہنچے۔ کوئی فعل خلاف صادر نہ ہو (اس کی تفسیر مفصل اپنے مقام پر آئے گی)

عرفانے ان مراتب کو اس طرح تقسیم کیا ہے۔ اول اسلام۔ دوم۔ ایمان۔ سوم۔ عبادت چہارم۔ معرفت۔ پنجم۔ تقویٰ۔ ششم۔ زہد۔ ہفتم۔ ولایت (مکتسبہ) اس کے بعد درجہ نبوت ہے۔ جو خالص وہی و عطیہ الہی ہے۔ انسانی ریاضت اور کسب و اکتساب کو اس میں مدخلیت نہیں ہے۔ اور نبوت کا دوسرا درجہ بالارسالت ہے اور رسالت کا دوسرا درجہ تہ و الواعزمی اور آخر درجہ تہ و الواعزمی اور رسالت۔

یعنی انسانی ترقی روحانی و ایمانی کے درجات و ولایت پر ختم ہوتے ہیں اور ولایت کے بعد درجہ نبوت ہے۔ اور نبوت گویا آخر درجہ ترقی انسانی ہے۔ اور ختم نبوت آخر درجہ نبوت۔ اس لئے جو نبی ہو گا وہ تمام درجات انسانیت پر وہی طور پر فائز ہو گا۔ کیونکہ درجہ اعلیٰ درجہ ادنیٰ کو شامل ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر نبی ولی ہو۔ لیکن ہر ولی نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نبوت ختم ہو گئی اور ولایت باقی ہے۔ اور بعد ختم ولایت مطلقہ وہیہ ولایت اکتسابیہ جزئیہ باقی ہے اور اس لئے لفظ ولی کا اطلاق بعد رسول اللہ و بعد خاتم الانبیا بھی اس مومن پر ہو سکتا ہے۔ جس کے نفس کا میں تصرف فی العالم کی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مستجاب الدعوات کے درجے پر فائز۔ آلائیَاتُ اَوْ لِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (یونس)

فان النبوة وضع الوداب الناسوتیہ و الولاية كشف الحقائق الالهية فان ظهر من النبي تبیین الحقائق فهو ما هو ولی فان كل نبی ولی ربط لولایة لا الولاية المطلقة فهمی مختص بالخاصة و اوصیائه ولا عكس فان كرامة لها وجهان وجه الی الحق و وجه الی الخلق فوالیة من وجه الی الحق و نبوته من وجه الی الخلق و قبل النبوة وضع الحجاب الولاية رفع الحجاب النبوة علی قسمین نبوة التعریف و نبوة التشريع فالولی هی الونبیا عن معرفة الذات و الانصاف

نبوت وضع آداب و قوانین شریعت ہے اور ولایت کا فریضہ کشف حقائق الہیہ پس اگر نبی سے حقائق اللہ بیان ہوں تو وہ اس کے ولی ہونے کی حیثیت سے ہیں۔ کیونکہ ہر نبی ولی ضرور ہوتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو۔ خصوصاً بعد ختم نبوت، نبی مثل اس آئینہ کے ہے جس کے دور رخ ہوتے ہیں۔ ایک رخ خالق کی طرف اور دوسرا خلق کی طرف پس تعلق بالخلق کی رو سے ولی اور تعلق بالخلق کی رو سے نبی اور اس لئے بعض نے کہا ہے کہ نبوت وضع حجاب ہے اور ولایت کشف حجاب ہے یہاں پردہ رکھا جاتا ہے اور واپس اٹھا دیا جاتا ہے اور نبوت کی دو قسمیں ہیں ایک نبوت تعریفی

بالاسماء وللثانية جميع ذلك ومع تبليغ الاحكام
والنوايب بالخلق والقيام بالسياسة
والولاية قيام العبد بالحق عند فناء نفسه
وذلك يتولى الحق زيادة من يبلغه
غاية القرب والتمكين -

اور یہ جس وقت ہوتا ہے حق سبحانہ اس کو قدرت عطا فرماتا ہے۔ اور منتہائے قرب اور تمکین و تصرف کو پہنچا دیتا ہے۔ پھر وہ باذن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان مراتب ہنفا کے تشریح اہل بصیرت یوں کرتے ہیں کہ جو بندہ شہادتین کا اقرار کر لے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور احکام ارہ اس پر جاری یعنی اس کے سلام کا جواب واجب ہو جاتا ہے۔ اس کا ذبیحہ حلال۔ اور اس کے ساتھ مناکحت جائز اور اس کی جان و مال محفوظ ولا تقوؤا المؤمن الكف ائیکم السلام کست مؤمنا نساء جو تم کو بطریق اسلامی سلام کرے اس کو یہ مست کہو کہ تو ایمان برداری میں داخل نہیں ہے۔ مگر گو کہ کافر کہنا اپنے اسلامی کو بدنام کرنا ہے۔

جب اقرار شہادتین کے بعد دل کی آنکھیں نور معرفت و یقین سے کھلنے لگتی ہیں تو گویا صفت ایمان کا ظہور ہوتا ہے اور جوں جوں یہ نور بڑھتا ہے۔ اسی قدر وجہ ایمان زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس کی آخری حد سرحد توحید سے متصل۔ ولا یعلمها الا هو۔

معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

ما من قلب الا وله عينان فاذا اراد الله بعبد
خيرا فتح عينين اللتين هما للقلب يشاهد
بهما الملكوت -

سے عالم ملکوت کا مشاہدہ کرے۔ اور بواطن اشیاء اور حقائق کائنات اس پر روشن ہوں۔

اور جس کو خدا چاہتا ہے کہ اپنی راہ دکھائے اور اپنی طرف
بلائے تو اس کا سینہ نور معرفت سے کھول دیتا ہے
اور توفیق شامل حال کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے۔
کہ ہدایت نہ فرمائے تو اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے۔ اور
بند رکھتا ہے گویا کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور حصول ایمان نامکن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خدا ان لوگوں پر

وَمَنْ يُرِدِ اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ
لِلدِّينِ سَلَامٍ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ
صَتِقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ
يَجْعَلُ اللهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

یہ پلیدی ڈالتا ہے جو اس کی تصدیق نہیں کرتے اور ایمان نہیں۔

جو شہادتیں قبول کر لیتے ہیں۔ ان کو یہ ہدایت توفیقی باضافہ نور حاصل ہو جاتی ہے۔ اور وہ منازل

ایمان طے کر لیتے ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ

جس کے دل میں خدا یہ نور توفیق عنایت نہ فرمائے

نُورٍ (آیہ نور)

التَّوْفِيقِ إِلَّا بِاللَّهِ. وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ نُورًا. جو اسکی راہ پر آجاتے ہیں۔ اس پر ایمان

لے آتے ہیں۔ ان کی راہ نمائی فرماتا ہے۔ اور نور ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں اور ہماری

وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (علکبوت)

طرف آنے کی سعی تو ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھلا دیتے

ہیں اور بے شک خدا ایسے نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔ اور اس کی توفیق خیران کے شامل حال۔ دیوت کی ذی

فضل فضلہ۔ جس میں جس کی قابلیت ہے وہی دیتا ہے (ولایولی الا ما تولاہ طبعاً و ارادۃ)

ہماری آنکھ جو عالم جسمانی کو دیکھتی ہے۔ یہ نور رکھتی ہے۔ لیکن رویت کے لئے اس کو ایک نور راہ نمائی

ضرورت ہے۔ مثلاً چاند اور سورج روشنی یا آگ کی روشنی بغیر ان کی راہ نمائی کے آنکھ اس عالم ملک کو

دیکھنے سے عاجز ہے اسی طرح دل کی آنکھ بھی عالم ملکوت اور باطن کو دیکھنے سے بغیر رہنمائی نور عاجز ہے مثلاً

شمس و قمر روحانی (نبی و ولی)، انہی کے نور سے چشم بصیرت روشنی لیتی ہے۔ اور یہی وہ نور جو خواہیدہ مومن کے

دل کا آنکھیں روشن کرتا ہے۔ فالشمس والقمر هاديان للو بصار۔ والنبی ولولی هاديان للبصار۔

چاند اور سورج آنکھوں کے راہ نمائیں اور نبی و ولی (شمس و قمر روحانی) دلوں کے راہ نمائیں۔ وَالشَّمْسُ

وَضُحَاهَا وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا۔ قسم ہے آفتاب رسالت اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے

ماہتاب امامت کی جو آفتاب رسالت کے غروب ہوتے ہی اس کے پیچھے آتا ہے۔ اور عالم ملکوت

کو روشن کرتا ہے۔

شمس کند چوں غروب اوہ نماید طلوع بسعد نبی مرتضیٰ ما ز غلامان او

نور ایمان موجب عبادت ہوتا ہے۔ عبادت موجب معرفت ہوتی ہے۔ اور مومن عبادت گزار عارف

بن جاتا ہے اور عبادت و معرفت کی تعمیل تقویٰ ہے۔ عمل بالواجبات والاستیجابات والبعادات اور ترک

مجرمات و مکروہات و مشتبہات اور "وَالْتَقُوا اللَّهَ وَيَعْلَمُكُمْ اللَّهُ تَوْفِيقِي مود تعلیم باطنی ہو جاتا ہے اور

پھر ترک ماسوی اللہ پر فائز ہو کر زاہد فی الدنیا۔ ان درجات ششگانہ (اسلام۔ ایمان۔ عبادت۔ معرفت)

تفویضی۔ زہد کی سیر ہر آن موجب قرب مجسود ہوتی ہے۔ اور قرب موجب انصاف باوصاف جس طرح لوہا آگ سے جس قدر نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر اس میں اوصاف آتش زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ نورانیت اور سوزندگی وہی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور چشم بصری اس کو آگ ہی سمجھتی ہے۔ اور چشم بصیرت اس کو متصف باوصاف آتشی و منجذب ہو کر بخواص باری دیکھتی ہے عین آتش نہیں دیکھتی اور فی الجملہ مظہر صفات باری و مستجاب الدعوات ہو کر تصرف علم و قدرت عالم امکان میں اس سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ مرتبہ ولایت ہے۔ اور ولی حسب درجہ ولایت مواہ عالم میں تصرف رکھتا ہے اور کرامات پیمائیاں اس سے ظاہر ہو کر موجب امتیاز خاص و اکرام ربانی ہوتی ہیں۔ احادیث قدسیر میں اس حقیقت کی طرف لطیف اشارات ہیں کہ کیونکہ بندہ ان مراتب کو طے کر کے متخلق باخلاق و متادب باآداب الہی ہوتا ہے۔ اور العبودیۃ جوہرۃ کنہها الربوبیۃ کا حقیقت اہل بصیرت پر واضح کر دیتا ہے۔

ان العبد اذا اجاع بطنه وحفظ لسانه
علمته الحكمة فان كان كافراً تكون حکمتہ
عليه وبالاولاد ان كان مومناً تكون حکمتہ
نوراً وبرهاناً وشفاءً ورحمةً فيعلم ما لم
يكن يعلم ويصبر ما لم يكن يبصر فاول ما
ابصره عيوب نفسه حتى يشغل عن
عيوب غيره۔ والبصره دقائق العلم حتى
لا يدخل عليه الشيطان۔

میں اس کو اس کے نفس کے عیوب دکھا دیتا ہوں تاکہ وہ دوسروں کی عیب جوئی سے مشغول رہے اور میں اس کو حقائق عالم و دقائق علوم دکھا دیتا ہوں کہ اس کے قلب میں شیطان دخل نہ پاسکے۔

ریاضت اور تزکیہ نفس بہر نفس میں حکمت پیدا کر دیتا ہے۔ اگرچہ نفس کافر جو۔ اور مومن کے لئے وہ نور و شفا از جمیع امراض بن جاتی ہے۔ حقائق علم منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور جو نہیں جانتا تھا وہ جان جاتا ہے اور جو نہیں کر سکتا تھا وہ کر سکتا ہے۔ جو نہیں دیکھتا تھا وہ دیکھ سکتا ہے۔

ولم يزل العبد يتقرب الى النوافل حتى يكون
سمعه الذي يسمع بي وبصره الذي يبصر
بي ولسانه الذي ينطق بي ویده التي
برابر عبادات و عبادات سے تقرب حاصل کرتا
رہتا ہے یہاں تک کہ آخر میں وہ میرے اوصاف کا آئینہ
بن جاتا ہے۔ میں اس کا کان ہو جاتا ہوں اور وہ میرے

یبطش بی ورجلہ الذی یشی بی۔ ذریبہ سُننا ہے۔ میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔

کہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ میں ہی اس کی زبان بن جاتا ہوں کہ میرے ذریبہ بولتا ہے۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ اس سے حملہ اور تصرف کرتا ہے۔ اور میں ہی اس کا پیر بن جاتا ہوں کہ مجھ سے چلتا ہے۔ اور ایک آن میں جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔

ولو ربیب فیہ من اخلص للہ اربعین صبا حآجرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ۔ جو ایک چلہ اخلاص عبادت و اطاعت میں گزار دے حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ اور یہی درجہ ولایت ہے۔

والعائل تکفیہ الاشارة۔

عارفین نے نورایمان کی ترقیات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اول ما ید وافی قلب العارف ممن یرید اللہ سعادتہ نور ثم یصیر ذلک النور ضیاء ثم یصیر شعاعاً ثم یصیر نجوماً ثم یصیر قمرًا ثم یصیر شمساً۔ جس مومن عارف کی خداوند عالم ہدایت و سعادت چاہتا ہے تو اول جو شے اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ گویا نور سے تعبیر کی جاتی ہے۔ پھر زیادتی ہوتی ہے اور وہ نور ضیاء بن جاتا ہے۔ اور

یہ ضیاء شعاع ہو کر چلتی ہے۔ اور شعاع۔ نجوم درخشندہ ہو جاتے ہیں (کہ دوسرے بھی اس سے ضیاء حاصل کرنے لگتے ہیں) پھر یہ نور ترقی کر کے قمر منیر ہو جاتا ہے۔ اور پھر آفتاب و درخشاں قلب عالم کو روشنی دینے لگتا ہے۔

فاذا اظہر النور فی القلب بردت الدنیائی قلبہ بہا فیہا فاذا اصا و ضیاء ترکھا وفاوقھا فاذا صار شعاعاً انقطع منها وزھد فیہا فاذا صار نجوماً فارق الدنیا ولذاتھا و محبوباتھا فاذا صار قمرًا زھد فی الاخرة و ما فیہا فاذا صار شمساً لویری الدنیا و ما فیہا ولا الاخرة و ما فیہا ولا یعرف الاوریه فیکون جسدہ نوراً و قلبہ نوراً و کلومہ نوراً۔

لذات دنیا اور محبوبات دنیا سب سے جدا ہو جاتا ہے اور جب وہ قمر بن جائے تو نعمات آخرت سے بھی بے پروا

ہو جاتا ہے۔ اور رضوان الہی کا مطالب ہوتا ہے۔ اور جب مقام شمسیت پر پہنچ جاتا ہے تو دنیا و آخرت نہیں دیکھتا اور اپنے رب کے سوا کچھ نہیں جانتا پہچانتا۔ اس کا دل بھی نورانی ہو جاتا ہے اور جسم بھی نورانی بن جاتا ہے اور اس کا کلام بھی نورانی ہو جاتا ہے۔

أما المحرمون من هذه الأنوار فهم الذين
إشارة إليهم بقوله. الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي
غَطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي (سورة كهف ۱۱)
لیکن جو لوگ ان انوار سے محروم ہیں وہ وہی اشخاص
ہیں جن کی طرف خدائے پاک اپنے اس قول میں اشارہ
فرماتا ہے۔ یعنی وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں ہمارے
ذکر سے پردے میں رہیں اور نور توفیق حاصل نہ کر سکیں۔

قال ان في جسد آدم لمضغة ان صلحت
صلح بها الجسد كله وان فسدت
فسد بها الجسد كله الا و هي
القلب -
بیشک جسم نبی آدم میں ایک مضغہ گوشت ہے
اگر وہ اصلاح پا جائے تو سارا بدن درست ہو جاتا
ہے۔ اور اگر وہ خراب اور فاسد ہو جائے تو سارا
بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ اور وہ انسان کا دل ہے

اگر دل کی اصلاح ہو گئی۔ صلاح و فلاح و دین حاصل اور اگر دل کی اصلاح نہ ہوئی تو خسار دنیا و آخرت۔
ان درجات ہفتگانہ میں تناقص تفاضل ہے۔ یعنی جوں جوں مرتبہ بڑھتا جاتا ہے۔ عدد گھٹتا جاتا
ہے۔ اول درجہ اسلام ہے۔ اور مسلمانوں کے تعداد زیادہ اس سے اوپر ایمان ہے۔ اور مومن ان سے
بہت کم۔ وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ (احزاب)۔ مومنین صادقین اور
کم پھر عبادت ہے۔ مومنین میں سے عابدین اور کم۔ پھر معرفت ہے۔ اور عارفین عابدین کیسا اور
متقی ان سے کم اور متقیوں میں سے زہدین بہت نھوڑے۔ مثلاً قرون اول اور ثانی یعنی اصحاب و
تابعین میں سے آٹھ زاہد مشہور ہوئے ہیں۔ جن میں اول درجہ حضرت ابوذر غفاری کا ہے، پھر ان
زاہدین میں سے اولیاء بہت کم۔ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورِ۔ الْاِنَّ اَوْكِيَاءَ اللّٰهِ لَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (يونس)

ان درجات کسبہ کے بعد درجہ ولایت نبوت ہے۔ جو مہمبتی ہے۔ نبی ولی پیدا ہوتا ہے اور وہ
ولایت بتائید و نصرت روح قدس نبوتی ہے۔ ہماری ارواح کو میسر نہیں۔ وَاَيُّدُهُمْ يَرْوُحٌ مِّنْهُ وَ
اَيُّدُهُمْ يَرْوُحٌ الْفَدُوسِ۔ اللہ نے ان سب انبیاء کی روح قدس سے تائید فرمائی ہے۔ وَكَذٰلِكَ
لَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اٰمِرِنَا۔ اسی طرح اے محمد ہم نے تجھ کو روح امری عطا کی۔ فرق یہ
ہے کہ وہ ارواح جزئی ہیں اور یہ کلی جس طرح حیوان میں روح انسانی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ درجہ انسانیت

اپنی سعی سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کوئی عام انسان درجہ نبوت حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ روحِ قدس نہیں رکھتا اور صاحبِ روحِ قدس تمام اعتبارات سے کامل ہوتا ہے۔ جو کچھ انسان آخر درجہ علم و معرفت حاصل کر سکتا ہے اور عبادت اور ریاضت سے جس درجہ کمال روحانی تک پہنچ سکتا ہے۔ صاحبِ روحِ قدس خلقتاً پہنچا ہوا پیدا ہوتا ہے۔

عارفین نے کہا ہے قربِ الہی حاصل ہونے کے دو طریق ہیں۔ سلوکِ محبوبیت و سلوکِ محبت۔ سلوکِ محبوبیت یہ ہے کہ سالک راہِ خدا بغیر سپردِ سلوکِ روحانی و عبادت و طاعت و ریاضت و زہد و تقویٰ اور بغیر ہدایتِ تعلیمِ ہادی و مبشر و معلم محض عنایتِ ازلیہ و ہدایتِ تحقیقیہ سے خلا تک پہنچا ہوا ہو۔ اس درجہ و مقام پر اس کی خلقتِ مقامِ جب سے واقع ہوئی ہو اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ **الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ هُمُ الْأُولِيَاءُ الْمُقَرَّبُونَ الَّذِينَ شَرَبُوا مِن شَرَابِ الْمَحَبَّةِ وَالشُّوقِ بِكَاسِ الْعَشْقِ وَالْعَنَايَةِ وَالرَّادَةِ الذَّاتِيَّةِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ الْعَالَمَ وَمَا فِيهِ وَإِلَيْهِ أَشَارَ بِقَوْلِهِ. وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا.** یہ وہ لوگ ہیں جن پر ہمارا احسان ان کی عبادت و طاعت سے مقدم و سابق ہے۔ یہ سالکین کے لئے واسطہ و وسیلہ خلق کئے گئے ہیں اس لئے خود محتاجِ واسطہ ہدایت نہیں ہیں۔ اور سلوکِ محبت یہ ہے کہ انسان معلمِ ہادی کی راہ نمائی سے دولتِ اسلام و ایمان سے فیضیاب ہو کر بذریعہ عبادت و ریاضت قربِ الہی حاصل کرے۔ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ **وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا.** جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں۔ ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھلانے میں یہی انبیاءِ مرسلین و غیر مرسلین و اولیاءِ کاملین ہادیین و مہدیین ہیں اور ان کے درجات میں بھی حسبِ درجہ روحِ قدس تفاضل ہے۔ **وَتِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ لِّيُتَّبَعَ آيَاتِنَا** انبیاءِ محض سے انبیاءِ مرسلین افضل ہیں اور مرسلین سے اولوالعزم اور اولوالعزم سے خاتم النبیین اور اسی طرح ان میں تناقص مع التفاضل ہے یعنی جتنا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے۔ تعدد کم ہوتی جاتی ہے مثلاً کل انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور ان میں سے مرسلین تین سو تیرہ اور ان میں سے اولوالعزم پانچ اور ان میں سے خاتم النبیین ایک۔

انہی درجاتِ انبیاء کے طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورِ انور نے ارشاد فرمایا ہے۔

الرَّوِيَاءُ صَادِقَةٌ جِزْءٌ مِنْ أَرْبَعِينَ سَجَا خَوَابِ نُبُوتِ كَيْ جَالِيْسِ جِزْءُوْنَ مِنْ سِي جِزْءُ مِنَ النُّبُوَّةِ

ایک جزو ہے۔

اور پھر ارشاد فرماتے ہیں سچا خوابِ نبوت کے چھیالیس (یا پینتالیس)۔ دونوں طرح مروی ہے۔) جزوؤں

میں سے ایک جزو ہے۔ نیز فرماتے ہیں: پتیا خواب نبوت کے ساتھ جزؤں میں سے ایک جزو ہے۔ اور پھر ارشاد ہے: پتیا خواب نبوت کے ستر جزؤں میں سے ایک جزو ہے۔ یہ اختلاف اختلاف درجہ نبوت کے لحاظ سے ہے۔ جو نبی محض ہے۔ وہ چالیس درجہ طری و انحاء علوم باطنی پر حاوی ہوتا ہے۔ مرسل چھیالیس درجہ پر۔ اولو العزم ساتھ درجہ پر اور خاتم النبیین ستر درجے پر اور یہ مقام غیر متناہی ہے۔ یہاں مقصود کثرت درجات و مراتب و علوم مقام ہے۔ نہ تعداد معین۔ کیونکہ لفظ ستر اسی معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اس کے درجات کا احاطہ محال ہے۔

اور تمام اولیاء مومنین و انبیاء مرسلین و غیر مرسلین کے عرفان نے درجے قرار دیئے ہیں۔ اور ہر درجہ میں وہ ہی تاقصیح تفاضل ہے۔ جتنا درجہ ولات بڑھتا ہے۔ عدد گھٹتا ہے۔ مثلاً کل اولیاء کا طلیں میں سے اول نقباء ہیں اور وہ تین سو ہیں۔ پھر ان سے بالا تجباء ہیں وہ ستر ہیں۔ پھر ان سے بالا ابدال ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ اور ان سے بالا اوتاد و عمود عام، اور وہ چار ہیں اور ان سب سے بالا عنوث ہے۔ اور وہ ایک ہے۔ اور وہی قطب عالم ہوتا ہے۔ اور یہ دراصل اس دور زمانہ کا رسول ہی ہوتا ہے۔ اور خاتم المرسلین سب عنوثوں کا عنوث اور سب قطبوں کا قطب قطب الاقطاب ہے۔ اور اسی پر مدار عالم امکان۔ آسمان اس کے سہارے حرکت کرتا ہے اور زمین اس کے سہارے قائم ہے۔ اور جو کچھ عالم میں ظاہر اور صادر ہوتا ہے وہ سب اسی کے وسیلہ اور اسی کے تحت حکم صادر ہوتا ہے۔

اے کائنات را بوجود تو افتخار!

اے بیش زانریش و کم زافریدگار

ہر نبی ولی ہے اور ولایت باطن نبوت و نبوت ظاہر ولایت۔ لیکن نبوت ختم ہو جانے والی ہے، اور ولایت باقی رہنے والی۔ کیونکہ صفت باری تعالیٰ ہے۔ اللہ ہُوَ الْوَلِيُّ۔ اللہ ہی ولی ہے۔ " وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ " وہ اللہ ہی ولی حمید ہے۔ اور رسالت و نبوت صفات باری میں داخل نہیں اور اس لفظ کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا۔ پس نبوت ختم ہے۔ اور ولایت ہمیشہ ہمیشہ باقی ما كَانَ مُحَمَّدًا اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّۦنَ۔ (احزاب اور حضرت نے ارشاد فرمایا لَا تَبِیْ بَعْدِیْ جِی میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔ نبوت حضرت پر ختم ہو گئی اور ولایت مطلقہ باقی اور بعد نبی اس کے نور کا جزو اور اس کی روح قدس کامل اور اس کے علم کا وارث علی ابن ابی طالب ولی الاولیاء اور اس کے بعد اس کے اجزاء نور یا اس کی عمرت و ذریت کے لئے امام مہدی صاحب العصر والزمان

رَأْتِكُمْ لِيَكْتُبُ اللَّهُ وِرْثَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْعَوْنِ

اور وہ جناب اس زمانے کے قطب اور غوث ہیں اور انہی پر مدارِ عالم ہے عَجَّلَ اللَّهُ حُرُوجَهُ اس صوفیائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ قطبِ زمان ہندی علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ علی اکبر بن اسماعیل نے اپنی کتاب مکاشفات یعنی نجات الانس ملا جامی کے حاشیہ پر آپ کے وجود اور قطبیت کا ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ کہ اس سے قبل ان کے والد بزرگوار امام حسن عسکری قطبِ زمان تھے۔ اور اسی طرح احمد بن سمانی نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور محی الدین عربی بھی اس کے قائل ہیں اور قطبِ عالم بمنزلہ قلبِ انسانی ہوتا ہے کہ تمام اعضاء و جوارح ارادہ قلبی کے ماتحت ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام اجزاء عالم کائنات تحت ارادہ قطب کام کرتے ہیں۔ وعلیہ المبدأ۔

والولی هو المتولی الامور العالم والمتصرف فیہ۔ ولی کے معنی مدبر امور عالم اور تصرف فی العالم ہیں۔ "ید بر الامر من السماء الی الارض" آسمان سے زمین تک تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔ "وہو ولی الحمید"۔ پس علی ولی مثل نبی منظر تام۔ "ولی الحمید العلی العظیم" ولی مطلق ہے۔ اور کل اولیاء و متولیان و متصرفان امور عالم اس کے تحت امر ہیں۔ اور جو کچھ تدبیر و تصرف ولی حمید سے صادر ہوتا ہے۔ وہ اس دست ولی سے ظاہر ہوتا ہے۔ خواہ خلق ہو یا رزق ہو یا علم ہو یا حکمت ہو یا حیات یا موت ہو اور یہ غلو نہیں عین حقیقت ایمانی ہے اور اس حقیقت سے انکار کا نام کفر ہے۔ "والانکار بفضائلہم کفر"

تمثیل مدبریت الامور
 الامور فی العالم
 الا للہ۔ ان رکبکم
 اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذینہ ذلکم اللہ رکبکم فا عبدوه ا فلا تذکروا۔ (یونس)

خدا کے سوا اس عالم میں اور کوئی موثر نہیں ہے شک تمہارا پروردگار وہ خدا ہے جس نے چند دن میں زمین و آسمان بنائے۔ پھر وہ عرش تدبیر پرستوی وغالب ہو کر تمام امور کی تدبیر کرتا ہے بغیر اس کے اذن کے کوئی اس کا شریک نہیں یہی اللہ تمہارا رب ہے پس اس کی عبادت کرو۔ کیا تم اس میں تفکر و تذکر نہیں کرتے۔ وہ مدبر حقیقی تمام امور کو موافق تقدیر و قضاء۔ کارکنان قضاء و قدر جن کو اس نے انہی تدابیر کے لئے خلق کیا ہے۔ خلق ہو یا موت ہو۔ رزق ہو یا شفاء یا حفظ اشخاص و انواع ہو۔ ذرہ ذرہ پر ایک تدبیر امر ملک مقرر و موکل ہے۔ "ولا یعلم جنود ربک الا هو" اس لشکر الہی کی تعداد اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور

ان کے بیشتر درجات ہیں۔

قال المحقق الداما وفي القسبات
الحق ما عليه الحكماء الالهيون من شوكاء
الصناعة والمهارة المحصلون من علماء الا
سلام ان الملائكة شعوب وضروب وقبائل
وطبقات روحانية وهولونية وقد سانية
وجسمانية وعلوية وسفلية وسماوية و
ارضية فالاعلى الطبقة الذين طعامهم
التسبيح وشرابهم التقديس الروحانيون
الكروبيون عن الجواهر العقلية بطبقات
انواعها وانوارها. ومنهم روح القدس
النازل بانوار الوحي والناخ في ارواح اولي
القوة القدسية باذن الله تعالى. والنفوس
الناطقة المقارنة السماوية ثم النفوس
المنطبعة السماوية والقولبي لدراسة
الفعالة والصور الطبيعية النوعية الطبايع
الجوهرية واسباب الانواع للمركبات
العنصرية وان لكل جرم سماوي ولكل درجة
فلكية وكذلك طبيعية اسطسيه ملكا روحانيا
متوليا للتدبير وقتا بما بالامر ويقول القرآن
الحكيم وما يعلم جنود ربك الا هو و في
الحديث عنه اطت السماء وحق بها ان
تاظ ما فيها موضع قدم الا فيه ملك ساجدا
اورا كع (شرح دعا صباح)

حق بات وہ جو حکماء الہی اور علماء عارفین اسلام نے
کہی ہے کہ ملائکہ کی بہت صنفیں اور قسمیں ہیں اور
قبائل و طبقات ہیں مثلاً ملائکہ روحانیہ۔ ملائکہ حیوانیہ
قدسانیہ جسمانیہ۔ علویہ۔ سفلیہ۔ ارضیہ۔ سماویہ (وغیرہ)
اور ان کا اعلیٰ طبقہ وہ ہے جن کا کھانا۔ پینا تسبیح و
تقدیس ہے۔ یعنی جواہر عقیدہ ملائکہ روحانی کرو سین مع
اپنی اصناف و انواع و انوار۔ اور انہی میں سے
روح القدس ہے جو انوار وحی لے کر نازل ہوتا ہے باذن
خدا صاحبان قوت قدسیہ کے دلوں میں لقاؤ الہام کرتا ہے۔
پھر نفوس متفارغہ سماویہ ہیں اور ان کے بعد نفوس منطبعہ
سماویہ۔ اور قوائے مدرکہ فعالہ۔ صورتوں عید
طبائع جوہریہ۔ ارباب انواع۔ مرکبات
عنصریہ وغیرہ۔

اور ہر ایک جرم سماوی اور ہر ایک درجہ فکلی
اور اسی طرح تمام طبائع مادیہ عنصریہ کے لئے ایک
ایک ملک روحانی ہے۔ جو انکا ولی متصرف اور
ان کی تدبیر پر مسلک ہے اور ان کے امر حیات کو
انجام دینے والا اور قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ کہ
اس خدا کی فوج کی تعداد کو اس کے سوا کوئی نہیں
جاننا۔ اور حدیث نبوی میں (بطور تمثیل) مردی ہے کہ
آسمان چڑھتا ہے اور وہ اس کا سزاوار ہے کہ
چڑھتا ہے اس لئے کہ اس میں ایک پیر دھرنے

کی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدے یا رکوع میں موجود ہو۔

اعلم ان المبادی الفعالة - اما لواعلاقة لها مع الاجسام ولو علاقة التدبير وهي الانوار القاهرة فاما مترتبة وهي الطبقة الطولية من القراهر الاعلى واما متكافئة وهي الطبقة الارضية من القراهر الادنين وكلهم مهيمون في مشاهدة جماله عبر عنهم القران الكريم بالصافات صفاً والسابقات سبفاً واما لها علاقة مع الاجسام فكل منها اما مبدء افعال مختلفة واما مبدء فعل واحد ثم على كل واحد من التقديرين - اما مع الشعور واما عديم الشعور فمبادى الافعال المختلفة بلا شعور هي النفوس النباتية ومع الشعور الكلى والجزئى هي النفوس الناطقة الحيوانية الحساسة المتحركة ومبادى الفعل الواحد الذى على وتيرة واحدة مع الشعور هي النفوس السماوية ومبادى الفعل الواحد بلا شعور ان لم يقوم المحل فهمى المبادى ارضية فان قومت فان فى البسيط هي الطبايع وفى المركب هي صور النوعية فجمع تلك المبادى ملائكة سماوية وملائكة ارضية ولكن باعتبارات جهاتها النورية وباعتبار انهامتدليات بالحق وبعبارة اخرى حيث انها فى الدهم

يا درکننا چاہیے کہ مبادی فعالہ (قوائے مؤثرہ و مدبرہ فی العالم) یا تو وہ ہیں جن کو اجسام اوی سے کوئی علاقہ نہیں (مجرد ہیں) اور وہ انوارِ قاہرہ و عقولِ قادسہ ہیں۔ ان میں سے یا تو مرتبہ ہیں وہ جو اہر غایات کا طبقہ طویلہ ہے۔ اور ان میں سے متکافئہ ہیں وہ جو اہر ادنائے ارضیہ کا طبقہ ہے۔ اور یہ سب کے سب مشاہدہٴ جمال ربانی میں مستغرق قرآن کریم ان ملائکہ کو صافات و سابقات سے تعبیر کرتا ہے۔ لیکن وہ مبادی مؤثرہ جو اجسام سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے بھی کئی طبقے اور درجے ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو مبدء افعال مختلفہ ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جن سے ایک ہی فعل صادر ہوتا ہے۔ اور بعض دونوں طبقوں سے یا تو وہ ہیں جو شعور رکھتے ہیں یا وہ ہیں جو شعور نہیں رکھتے۔ پس جو مبادی افعال مختلفہ بلا شعور ہیں۔ وہ نفوس نباتیہ کہلاتے ہیں اور جو کلى یا جزئى شعور رکھتے ہیں وہ نفوس ناطقہ حیوانیہ صاحب حس و حرکت ہیں اور وہ جن سے ایک ہی فعل ہمیشہ ایک ہی طریق پر صادر ہوتا ہے۔ وہ نفوس سماویہ ہیں اور مبادی فعل واحد بلا شعور تو اگر وہ قائم بالحل نہیں ہیں تو وہ مبادی ارضیہ ہیں اور جو قائم بالحل ہیں تو وہ بساط میں طبائع ہیں اور مرکبات میں صور نوعیہ پس یہ تمام مبادی تدبیر و تعرف ملائکہ سماویہ و ملائکہ ارضیہ ہیں لیکن بالذات نہیں۔ بلکہ اپنی نورانیت اور تعلق و ربط ربانی کی جہت سے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ

لافی الزمان عبر عنها القرآن المجید با
 المدبرات امراً فالانبیاء والولہیون
 لما كانوا خادمی القضاء الالہی كما ان
 الطیب والطبیعی خادم الطبعیہ و
 کل المبادی جنود الحق تعالیٰ وعالمہ واید
 یہ انفعال مرتبۃ بہ لایسندون ال
 فعال الی النفس والطبعیۃ والصورة والد
 ہر وغیرہا مما یسندون الغافلون عن
 اللہ الساہون عنہ -

سب کو اسی ذاتِ حق سے مرتب و یکھتے ہیں۔ اس لئے ان افعال کو جو عالم امکان میں بحیثیت تدبیر و
 تصرف ان سے صادر ہوتے ہیں۔ ان نفوس و طبائع کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ بلکہ ذاتِ حق کی طرف
 منسوب کرتے ہیں کہ یہ سب کام اس کے تحت حکم و تحت قدرت کر رہے ہیں۔ اگرچہ بالباشرت یہ
 افعال انہی سے صادر ہوتے ہیں جس طرح معرفتِ حق سے محروم غافلین ان افعال کو ان کی طرف منسوب
 کرتے اور ان کو گویا بالذات مؤثر جانتے ہیں۔ ولا مؤثر فی العالم الا اللہ۔

الحاصل جملہ تدبیر عالم باذن اللہ ان ہی مدبرات امور و صفات و سابقات و ناشطات و نازعات ملائکہ
 متولی ان امور سے صادر ہوتے ہیں اور بحیثیت مباشرت ظاہری ان سے منسوب ہوتے ہیں۔ اور بوجہ
 مقہور قدرت اور مامور من اللہ ہونے کے دراصل یہی افعال خدا کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

اور ان تمام والی ان امور کے سلسلہ طویلہ میں مسلسل تفاضل ہے یعنی اول مباشر فعل ایک ادنیٰ و رجب
 کا ملک ہے۔ پھر اس سے بالا۔ پھر اس سے بالا۔ تا انیکہ یہ سلسلہ ملائکہ سے گذر کر منتهی ہوتا ہے۔ وہی مطلق
 پر کہ امر مطلق ہے۔ سب ملائکہ مدبرات و صفات و سابقات و غیر ہا اس کے تحت امر یہ امور انجام دیتے
 ہیں۔ اس کو اپنے مشاہدات میں بلاشبہ یوں سمجھو کہ ایک پٹواری ہے۔ ایک قانون گو۔ ایک تحصیلدار پھر
 ڈپٹی کلکٹر۔ پھر کلکٹر (ڈپٹی کمشنر) پھر کمشنر۔ پھر گورنر۔ پھر وائسرائے۔ پھر سیکرٹری آف سٹیٹ۔ پھر
 وزیر اعظم۔ اور ان کے اوپر بادشاہ۔ بادشاہ کسی امر کے اجرا کا حکم نافذ فرماتا ہے۔ اور یہ کارکنان اس کو بالترتیب
 ادا کرتے ہیں۔ بادشاہ سے وزیر اعظم لیتا ہے۔ اور اس سے سیکرٹری اس سے وائسرائے گورنر (والی ملک)
 اس سے کمشنر اس سے کلکٹر اس سے ڈپٹی کلکٹر اور اس سے تحصیلدار۔ پھر قانون گو۔ پھر پٹواری

اس کو انجام دیتا ہے۔ کہ گاؤں کی زمین کی پیمائش کر کے نقشے بنا کر مالیات لگا دیتا ہے۔ اور زمینداروں سے اس کے موافق وصول کیا جاتا ہے۔ یہ فعل اگرچہ پٹواری سے ظاہر ہوا ہے۔ لیکن قانونگو جو اس سے بالا ہے اس کی تصدیق کر دیتا ہے۔ وہ اس کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے اور گویا یہ اس نے کیا ہے اور اسی طرح وزیراعظم تک اور پھر یہ فعل بادشاہی کہلاتا ہے۔ کہا جاتا ہے بادشاہ زمیندار سے لگان لیتا ہے بادشاہ نے مجرم کو سزائے موت دی۔ غرض فعل متولی امور اور حاکم اور بادشاہ سب کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اور صحیح ہے۔ خدائے پاک قرآن پاک میں فرعون کے ذکر میں خبر دیتا ہے کہ اس نے ایک محل بنایا۔ کہ اس پر چڑھ کر خدا سے جنگ کرے۔ وہ کہتا ہے۔ **يَا هَامَانَ ابْنِ لِي صَوِّرْ لِي عِلِّيَّ اَبْلَعُ الْاَسْبَابَ اَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ (مُون)** (فرعون کہتا ہے) اے ہامان مجھ کو ایک اعلیٰ محل بنا دے۔ ممکن ہے کہ میں اسباب سموات تک راہ پاؤں اور چڑھ جاؤں۔ ہامان سے کہا گیا کہ تو مکان بنا دے۔ ہامان خود نہیں بنائے گا۔ بلکہ وہ اپنے محکمہ تعمیرات کے افسر اعلیٰ کو حکم دے گا وہ انجینئر کو حکم دے گا۔ وہ اور سیدھ کو کہے گا۔ وہ کسی ٹھیکیدار کو بلائے گا۔ ٹھیکیدار راج مزدور بلا کر مکان بنوائے گا۔ اور معمار مزدوروں کی شرکت و معاونت سے مکان بنائے گا۔ پس بنانے کا معیار لیکن منسوب ہو گا سب کی طرف۔ اگر یہ کہا جائے کہ سمار نے یہ مکان بنایا ہے درست ہے۔ اگر کہا جائے۔ فلاں ٹھیکیدار نے یہ مکان بنایا ہے۔ تو بھی درست ہے اگر کہا جائے کہ انجینئر نے بنایا ہے۔ درست اگر کہا جائے۔ وزیر فرعون ہامان نے بنایا درست اور پھر کہا جائے گا۔ کہ فرعون نے ایک ایسا محل بنایا تھا۔ جس پر چڑھ کر وہ خدا سے لڑنا چاہتا تھا۔ یہ حقیقت ہے۔ ہم روزمرہ یہی استعمال کرتے ہیں۔ مکان معمار بناتا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں۔ گورنر صاحب نے گورنمنٹ ہاؤس خوب بنایا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ نے دہلی میں گورنمنٹ ہاؤس وائس ریکل لاج بنایا ہے۔

پس جو فعل اس سلسلہ تدبیر عالم میں ان مدبرات امور سے بحکم خدا صادر ہوتے ہیں۔ وہ اصل میں خدا کی طرف منسوب ہیں پھر اولیاء الامور کی طرف منسوب۔ مثلاً بندے کو مارنا خدا کا کام ہے۔ اسی کا نام "الْقَابِضُ" ہے۔ اور اس لئے فرماتا ہے۔ **اللَّهُ يَتَوَفَّى الْاَوْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَكُنْ فِي مَكَمِّهَا۔ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرَىٰ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى الْاٰیة** (زمرہ ۵) خدا نفسوں کو قبض کرتا ہے (جانوں کو لیتا ہے) ان کے مرنے کے وقت۔ اور جو نہیں مرے ان کو سوتے وقت پس جس پر (سوتے میں) موت کی قضا جاری ہو جاتی ہے ان کو روک رکھتا ہے۔ اور باقی کو اجل میں کے لئے پھر چھوڑ دیتا ہے۔ پس یہ صحیح ہے کہ بے شک قابض الارواح اور ہر ذی حیات کو مارنے والا خدا ہے اور مارتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ بذات خود جا کر بدن میں گھس کر روح نکال لاتا ہے۔ بلکہ

ملک الموت بلکہ قضا جاری ہو کر حکم ولی الامر کو پہنچاتا ہے۔ ولی الامر ملک الموت کے سپرد کرتا ہے۔ جو اس کار خاص پر موکل ہے اور اس لئے خدا فرماتا ہے۔ **يَتَوَقَّكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ** (سورۃ بقرہ) لے انسانوں! تمہاری روجوں کو وہ ملک الموت قبض کرتا ہے۔ جو تم پر موکل کیا گیا ہے۔ پھر ملک الموت ہر نفس پر خود نہیں جاتا۔ بلکہ **لِلْمَلَكِ الْمَوْتِ اَعْوَانٌ وَاَنْصَاةٌ**۔ ملک الموت کے ماتحت بہت سے فرشتے اس کے اعوان و انصار مقرر ہیں۔ وہ ان کو حکم دیتا ہے۔ اور وہ اس کے حکم کے مطابق روجوں کو قبض کرتے ہیں (ملک الموت کسی خاص روح کے استقبال کے لئے خود جاسکتا ہے (جیسے روح اعظم و اقدس نبوی) پس روجوں کو یہ فرشتے قبض کرتے ہیں جو لاکھوں کی تعداد میں ملک الموت کے ماتحت ہیں اور اس لئے یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ فرشتوں نے اس کو مارا یا فرشتوں نے اس کی روح قبض کی۔ کیونکہ یہ فعل بالمراتب ان سے صادر ہوا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ملک الموت نے روح قبض کی۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ولی الامر نے روح قبض کی کہ اس کے تحت ولایت قبض ہوئی۔ اور یہ عین حقیقت ہے کہ خدا نے روح قبض کی کہ اس کی قدرت اس کے علم و مشیت وار وہ و قضا سے ہوئی اور اسی میں اس فرمان ولی الامر کا راز ہے جو وہ فرماتا ہے۔

يَا حَارِثَ هَمْدَانَ مِنْ يَمِينِي

مَوْمِنًا كَانَ اَوْ مَنَافِقًا قَبْلًا

اے حارث ہمدان جو شخص بھی مرنے سے وہ ولی الامر کو ضرور اس وقت دیکھتا ہے۔ خواہ وہ مومن ہو۔ یا کافر ہو یا منافق ہو۔ کیونکہ ملک الموت اس کے تحت حکم قبض کرتا ہے۔ اور فرشتہ موت اس کے سامنے اس حکم کا اجرا کرتا ہے۔ جب تک ولی الامر موجود نہ ہو وہ روح قبض نہیں کر سکتا۔ اسی پر قیاس کرو فعل خلق کو بیشک خالق خدا ہے۔ "وَكَلَّمَ مَنِ خَالِقِ غَيْرِ اللَّهِ" کیا خدا کے سوا کوئی اور بھی خالق عالم ہے؟ ہرگز نہیں۔ **لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ** "خلق اور امر سب اسی کے لئے ہے لیکن اس کے معنی نہیں کہ بدست خود مٹی لے کر کہا رہا کی طرح پتلا بناتا ہے۔ اور خود بیٹھ کر شکم میں تصور بناتا ہے۔ **وَهُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ** (عمران ۱) وہی خالق عالم ہے۔ جو روجوں میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے، کیونکہ اس کا حکم منظر الخالق کو ملتا ہے اور اس سے لاکھوں مبادی امور و مدارات امور۔ ابدی عمالہ و فقارہ تحت حکم ولی الامر کام کرتے ہیں۔ تب ایک صورت بشری درست ہوتی ہے۔ **يَا أَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّبَ بِرَبِّكَ الْكُرَيْمِ الَّذِي اَنْفَخَ فِي اَنْفِ اِنْسَانٍ تَجِدُ كُوْسًا نَسِئًا** اس خالق برحق کی بابت

خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ وَرَفِيَ أَرْبَى
 صُورَةً مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ. (انظار)
 بنایا۔ اعتدال پر لایا اور جس صورت میں چاہا ترکیب
 دے دیا۔ وَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ صحیح ہے کہ خدا نے خلق کیا کہ اس کی قدرت
 اس کے علم۔ اس کی مشیت۔ اس کے ارادے۔ اس کی حقانیت خلق ہو۔ اور صحیح ہے کہ ولی الامر
 نے خلق کیا کہ اس کے تحت ولایت خلق ہوا اور صحیح ہے کہ اس فرشتے نے یہ صورت انسانی بنائی
 جو ارحام میں صورتیں بنانے پر موکل ہے۔

خود امام کی زبانی سُنئے کیا فرماتے ہیں۔ ایک سائل نے
کلام امام سے اس کی تشریح

جگہ خدا فرماتا ہے۔ اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ ذَرًا ذَرًّا. خدا رُوحوں کو قبض کرتا ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔
 يَتَوَفَّاكُم مَّلَآئِكُ الْمَوْتِ سِجَّدًا. ملک الموت رُوحیں قبض کرتا ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے۔ تَتَوَفَّوهُمُ
 الْمَلَائِكَةُ (مخلّیٰ)۔ فرشتے ان کی رُوحیں قبض کرتے ہیں۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ تَوَفَّيْتُمُوهُمُ رَسُولًا وَإِنَّمَا يَهْتَمُّ
 قاصدوں و سفیروں نے ان کی رُوح قبض کی۔ ایک جگہ فعل قبض رُوح خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ دوسری
 جگہ ملک الموت کی طرف۔ تیسری جگہ فرشتوں کے نام سے اور چوتھی جگہ رسولوں (قاصدوں) کی
 طرف نسبت دی گئی سائل غیر مسلم ہے اور کہتا ہے کہ یہ امر قرآن میں تناقض و تنافی ثابت کرتا ہے
 ایک جگہ کچھ ہے اور دوسری جگہ کچھ یا تو یہ صحیح ہے کہ اللہ رُوحوں کو قبض کرتا ہے یا یہ صحیح ہے کہ ملک الموت
 کرتا ہے یا اور فرشتے کرتے ہیں۔ ہر ایک کی طرف نسبت کیسی؟ معصوم اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَجَلٌ وَعَظَمٌ مِنْ
 يَتَوَلَّى ذَٰلِكَ بِنَفْسِهِ وَفَعَلَ رَسُلَهُ
 مَلَآئِكَتَهُ فَعَلَهُ لَوْ نَهَمُ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ
 فَاصْطَفَى مِنَ الْمَلَآئِكَةِ رَسُلًا وَمَرْسَلًا
 وَسَفْرَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ خَلْقِهِ وَهُمْ الَّذِينَ
 قَالَ فِيهِمُ اللَّهُ لِيُصْطَفَى مِنَ الْمَلَآئِكَةِ رَسُلًا
 وَمِنْ النَّاسِ. فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الطَّاعَةِ
 تَوَلَّى قَبْضَ رُوحِهِ مَلَآئِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَنْ
 كَانَ مِنْ أَهْلِ الْعَصِيَّةِ تَوَلَّى قَبْضَ رُوحِهِ
 خدائے پاک اس سے بزرگ و برتر پاک و منزه ہے کہ
 ان امور میں خود تصرف فرمائے اور خود انجام دے
 اس کے قاصدوں و سفیروں اور اس کے فرشتوں کا
 فعل و راصل اسی کا فعل ہے کیونکہ وہ سب اس کے علم
 پر عمل کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق
 کے درمیان فرشتوں میں سے رسول و سفیر چن
 لئے ہیں اور انہی کی شان میں اس نے فرمایا ہے۔
 اللَّهُ انْتَابَ كَرِيمًا هُوَ أَهْلٌ مِنْ رُسُلِهِ
 میں سے اور انسانوں میں سے پس جو بندہ مومن ہو اسکی

ملائكة النعمة ولملك الموت اعوان
 من الملائكة الرحمة والنقمة يصدر
 عنهم فعل القبض وفعلهم فعله وكل
 ما يا تونه منسوب اليه فاذا كان فعلا
 فعل ملك الموت ففعل ملك الموت
 فعل الله لانه يتوفى النفس على يد
 من يشاء ويعطى ويمنع ويثيب ويعاقب
 على يد من يشاء وان فعل امناؤه فعله
 كما قال وَمَا لَشَاءُ دُونَ اِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللهُ

روح ملائکہ رحمت قبض کرتے ہیں اور جو گنہگار ہو۔
 اس کی روح ملائکہ عذاب کرتے ہیں اور ملک الموت
 کے بہت سے فرشتے ملائکہ رحمت و ملائکہ نعمت
 مددگار و معاون ہیں۔ فعل قبض روح ان کے صادر
 ہوتا ہے اور ان کا فعل ملک الموت کا فعل ہے جس
 کے وہ ماتحت ہیں اور اس لئے جو کچھ وہ کرتے ہیں
 وہ سب ملک الموت کا کیا ہوا کہلاتا ہے اور اسی
 کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

پس جوان قابض ارواح فرشتوں کا فعل
 ملک الموت کا فعل کہلایا تو ملک الموت کا فعل خدا کا فعل ہوا۔ کیوں کہ وہی روحوں کو قبض کرتا ہے جس کے ہاتھ
 وہ چاہتا ہے۔ اور وہ رزق دیتا اور روکتا ہے اور جزا و سزا دیتا ہے جس کے ہاتھ پر چاہتا ہے۔ اور امناء
 اللہ کا فعل اسی کا فعل ہے اور انہی کے لئے وہ کہتا ہے کہ وہ نہیں چاہتے جب تک خدا نہ چاہے (انصافی والا محتاج)
 الفقیہہ میں ہے کہ یہی سوال صادق آل محمد سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے لئے
 بہت سے معاون و مددگار مقرر کئے ہیں جو اس کے تحت حکم روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ جس طرح کہ پولیس
 افسر کے ماتحت بہت سے سپاہی ہوتے ہیں۔ جہاں چاہتا ہے وہ ان کو بھیج دیتا ہے پس وہ مفرار روحمیں
 قبض کرتے ہیں۔ ان سے ملک الموت لیتا ہے۔ اور اس سے خدا قبض کرتا ہے۔ پس تمام ارواح کو قبض کرنے والا
 خدا ہے۔ اور سب آیات اپنے مقام پر صحیح المعنی ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ فرشتے قبض کرتے ہیں۔ یہ بھی صحیح
 ہے کہ ملک الموت کا یہ فریضہ ہے۔ اور یہ بھی صحیح کہ خدا قبض ارواح کرتا ہے۔ وَهُوَ الْمُجِيبُ وَالْمُجِيبَاتُ
 وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ۔ (انعام ۶۰)

کتاب التوحید میں ہے کہ علی سے یہ سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

ان الله تعالى يدبر الامر وكيف يشاء و
 يوكل من خلقه من يشاء اما ملك الموت
 فان الله يوكله بخاصة من يشاء و
 يوكل رسوله من الملائكة خاصة ممن
 يشاء من خلقه والملائكة الذين

اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے۔ تدبیر امور عالم کرتا ہے
 اور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے اس امر اور
 کام پر موکل کر دیتا ہے۔ لیکن ملک الموت پس اس کو
 خاص بندوں کی روح قبض کرنے پر موکل فرماتا ہے
 اور اپنے سفیر فرشتے دیگر مخصوص بندوں پر

سماهم اللہ عزذکرہ یوکلہم بخاصة من یشاء
 من خلقہ تبارک و تعالیٰ یدبر الامور
 کیف یشاء و لیس کل العلم لیستطیع
 صاحب العلم ان یشیرہ لکل الناس
 ان منہم القوی و منہم الضعیف و لان
 منہم ما یطیق حملہ و منہم من لا یطیق
 الہ من سہل اللہ لہ حملہ من خاصۃ
 اولیائہ و انہا یکفیک ان تعلم ان اللہ
 المحی و الممیت و انہ یتوفی الونفس
 علی ید من یشاء من خلقہ و من
 الملائکة و غیرہم -

ہے اپنی مخلوق کی روحیں قبض کر لیتا ہے۔ فرشتے کے ہاتھ سے یا اور کے ہاتھ سے امتار اللہ قبض کریں یا ملائکہ اللہ خاص یا ملک الموت سب کچھ اسی کا فعل ہے اور اسی کا قبض کرنا کہلاتا ہے اور بیشک وہ قابض الارواح اور مدبر کل ہے۔

اور ملائکہ اور بعض انسان اس کے سفراء و رسل مظہر تدبیر اور موکلین ہیں۔ ان تمام ملائکہ مدبرات سے بالاتر اولو الامر ہیں جو مظہر کل ہیں اور جن کے یہ مدبرات ماتحت ہیں اور ان کا فعل ان کا فعل کہلاتا ہے ملک الموت روح قبض کرتا ہے اور ولی الامر کے امر سے کرتا ہے اور ولی الامر کہتا ہے۔ میں مارتا ہوں میں جلاتا ہوں اور پیدا کرتا ہوں۔ یہ سب حکم خدا کے ماتحت تصرف کرتے ہیں۔ اور یہ صحیح ہے کہ ان کا فعل خدا کا فعل ہے۔ یہ عین حقیقت ہے۔ نہ شرک نہ غلو۔

حضرت امیر اس میں صاف فرماتے ہیں۔ کہ ذات خداوند اس سے بزرگ و برتر ہے کہ وہ خود بنفس نفیس ان تمام کو بالباہر شرت انجام دے۔ اس کے کام کرنے والے کام کرتے ہیں اور اسی کا کہلاتا ہے اغلب ہے کہ غلو نواز لہ۔ حضرت علی پر شرک اور غلو کا فتوے لگا دیں جس طرح کہ مولوی بنی بخش صاحب پر معرفتہ بالنورانیۃ کے سلسلہ میں اس قسم کے فقرہ پر یہ فتویٰ لگا دیا گیا یا یہ شبہ کیا گیا۔ ولقد کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ۔ جہاں تک اپنے علم اور ادراک کی رسائی نہ ہو وہاں توقف لازم۔ ورنہ شک اور انکار کی صورت میں ہلاکت ابدی۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔

قوت تصرف ملک الموت

قُلْ يَتَوَقَّعُكُمْ مَلَكَ الْمَوْتِ (سجود) حضرت صادق اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب فرماتے ہیں کہ جب

مجھے آسمانوں کی سیر کرانی تو میں نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ دیکھا جس کے ہاتھ میں نور کی تختی تھی وہ اس پر متوجہ تھا اور دائیں بائیں نہ دیکھتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے۔ جبرئیل نے کہا یہ ملک الموت روحیں قبض کرنے میں مشغول ہے۔ میں نے کہا۔ نزدیک چلو۔ جب ہم اس کے نزدیک پہنچے تو کہا۔ اے ملک الموت کیا جو مرتا ہے یا مرنے والا ہے۔ سب کی روحیں تو ہی قبض کرتا ہے۔ کہا۔ ہاں۔ میں نے کہا۔ تو خود ان پر حاضر ہوتا ہے۔ کہا ہاں۔

نہیں ہے یہ ساری دنیا میرے سامنے جو میرے لئے مسخر کی گئی ہے اور جس پر مجھ کو قدرت دی گئی ہے۔ مگر ایسی جیسے کہ ایک آدمی کی تھیلی پر درہم رکھا ہو اور وہ اس کو جس طرح چاہے الٹ پلٹ کرے۔ اور ہر ایک گھر میں میں روزانہ پانچ مرتبہ پھیرا لگاتا ہوں۔ اور جس وقت مردے والے اپنے مردے پر روتے ہیں تو میں کہتا ہوں مت روؤ کہ میں بار بار آؤں گا۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ موت بڑی مصیبت ہے۔ جبرئیل نے عرض کیا واقفاً

ما الدنیا کلھا عندی فیما سخرھا اللہ عزوجل لی ومکنتی منھا الا کالد رہم فی کف الرجل یقلبه کیف یشاء وما من دار فی الدنیا الا وانا ادخلھا فی کل یوم خمس مراتٍ واقول اذا اهل المیت علی میتہم لو تبکوا علیہ فان لی علیکم عودۃ وعودۃ حتی لا یبقی منکم احد۔ فقال رسول اللہ کفی بالموت طاقتہ وقال جبرئیل وما بعد الموت اہم و اعظم من الموت۔

لیکن جو موت کے بعد ہونے والا ہے۔ اس سے بھی سخت اور عظیم ہے۔

ملک الموت ایک مدبر امور الہی ہے۔ اور مظہر اسم القابض جیسا کہ آئندہ مفصل آئے گا، اور اس کی قوت روحانی نورانی اتنی عظیم ہے کہ کل دنیا اس کے سامنے ایک درہم کی مانند ہے۔ اور اس کا ہر ذرہ اس کی نظر کے سامنے۔ ہر گھر اس کے پیش نظر سب پر احاطہ علمی نورانی رکھتا ہے۔ ایک مقام پر رہ کر سب پر حاضر و موجود ہے۔ تو مخلوق اول جس کے نور کا ایک قطرہ یہ ملک الموت ہے اور اس کے ماتحت اس کی قوت روحانی کس حد تک ہوگی۔ نہیں کل کائنات اس کی نظر علمی روحانی میں ایک پیسے کی مانند ہے۔ یقلبھا کیف یشاء۔ اور مشارق و مغارب عالم اس کے سامنے شے واحد۔ وہ آن واحد میں بارہ ہزار عوالم طے کر سکتا ہے۔ اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا ہے۔

ملک الموت اس کے خادموں میں سے ایک خادم اور اس کی رعیت میں سے ایک فرد ہے۔ کل کائنات کی قوتیں اس کے ماتحت ہیں۔ وَبَيِّنَاتٍ مَّا كُنْتُمْ كَلِّفْتُمْ شَيْئًا. وَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

یہ سب کچھ حقیقت ہے۔ اور اس لئے صحیح ہے۔ کہ ولی الامر کے انا الاول وانا الآخر وانا الظاهر وانا الباطن وانا المحیی وانا الممیت وانا الموت الممیت۔ میں ہی اول ہوں کہ ولی مطلق اول مخلوق وصادر اول ہوتا ہے۔ میں ہی آخر ہوں کہ وجہ اللہ ہے جو بعد فناہ اشیا باقی ہے۔ میں ہی باطن میں تصرف رکھنے والا ہوں کہ دور سردی و دہری و عالم روحانی و نفسانی میں تصرف کرتا رہا ہوں اور اسی طرح اب عالم ظاہری میں کر رہا ہوں۔ نَصَرْتُ الرَّؤُفِيَاءَ سِرًّا وَنَصَرْتُ مُحَمَّدًا جَهْرًا۔ کل انبیاء کی آدم سے لے کر تا عیسیٰ باطنی طور پر نصرت کی اور محمد کی ظاہری طور پر کی میں ہی مارنے اور جلانے والا متولی امور موت و حیات ہوں۔ بلکہ میں ہی مارنے والی موت ہوں ملک الموت کو مارنے والا بھی میں ہوں۔ کیونکہ اس کے لئے بھی سب کے آخر میں موت ہے صحیح ہے اگر یہ ولی مطلق جس کو ولایت کلیہ مطلقہ و ہبیبہ محبوبہ کے ساتھ کمال طاعت و عبادت سے ولایت کسبہ مجیبہ بھی حاصل ہے کہ زمین کو میں نے بچھایا۔ آسمانوں کو میں نے اٹھایا۔ پہاڑ میں نے جمائے۔ دریا میں نے بہائے۔ ہوائیں میں نے چلائیں۔ نوح کا طوفان میں نے بھجا۔ لوط کی بستیوں کو میں نے برباد کیا۔ اور قوم عاد و ثمود پر میں نے عذاب نازل کیا۔ یہ غلو نہیں حقیقت ہے۔ کیا ایک ملک یہ کہہ سکتا ہے اور ولی برحق منظر کل نہیں کہہ سکتا۔ جو ان باتوں کو غلو کہتا ہے۔ وہ حقیقت سے نا آشنا جاہل ہے

ہرگز نہ شناسدہ راز است وگر نہ!

ایں باہمہ راز است کہ معلوم عوام است

لیکن راز قدرت کو سر اللہ ہی جانتے ہیں اور۔ اسرار اللہ المودعة فی الہیاء کل البشریة ہیں۔ پس جو یہ کہیں اسی پر ایمان لاؤ

محم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا

یاں ورنہ جو حجاب ہے پر وہ ہے ساز کا

یہی مقام خلافت الہیہ مطلقہ کلیہ ہے۔ خلیفہ خدا قائم مقام خدا ہے اور وہ اس کی بعض صفات کا منظر اور خلیفہ مطلق صادر اول انسان کامل منظر جامع جمع صفات کاملیہ ہوتا ہے۔ اور اس لئے ہر امر الہی لازمی ہے۔ کہ اس سے ظاہر اور اس کے تحت ولایت صادر ہو۔ اس لئے دنیا و مافیہا اس کے

ہاتھ میں ہے۔ وہی یہ اللہ ہے۔ جو کچھ خدا کرتا ہے۔ اسی ہاتھ سے کرتا ہے۔ خلقت عالم اسی ہاتھ سے ہے۔ اور خمیر طین آدم اسی ہاتھ سے ہے۔

"وَحَمْرُ طِينِ أَدَمَ بِيْدِي أَرْبَعِينَ صَبْحًا" وَيَا اِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ مَتَى لِمَنْ لَقِيَ الشَّيْطَانَ تَحْرُجُ كُفْرًا مَنَعَكَ كَيْفَ تَأْتِي تَارَةً لَيْسَ لَكَ يَدٌ وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً

دو نوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ یعنی قوت قابضہ و باسطہ اور وہ نبی و ولی ہے۔ اور بحیثیت ظہور۔
دستِ ولی۔ وَبِيْدِي مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ مُّشْتَرِكٍ اِسْمُهُ اِسْمِي كَيْفَ تَأْتِي تَارَةً لَيْسَ لَكَ يَدٌ وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً

ہے۔ وَلَيْذَا قَالَ الصّادِقُ اِنَّ مَثَالَ اهلِ البَيْتِ لَمِنْ الدُّنْيَا عِنْدَهُ بِمِثْلِ هَذَا اَوْ اَسْرَافِ اَرْبَعِيْنَ عَشْرَةَ اَهْمُ اَهْلِ بَيْتِي مِنْ سَائِرِ النَّاسِ وَهُوَ فِي رُؤْيَا اَنْ كَيْفَ تَأْتِي تَارَةً لَيْسَ لَكَ يَدٌ وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً

عقدہ بیادہ عشرہ ہم اہل بیت میں سے وہ ہیں کہ دنیا ان کی مٹھی میں ہے۔ اور اس پر احاطہ کلی رکھتے ہیں۔ وَلَئِنَّمَا نَحْنُ اَنْفُسٌ كَانَتْ تَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً وَتَدْبُرُ السُّورَةَ وَتَنْزِلُ السُّورَةَ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ يَدًا ثَابِتَةً

جس طرح چاہیں کھولیں اور تصرف کریں اور الٹ پلٹ کر دیں (زمزم۔ شوریٰ) وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ (اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ انعام ۷)

وَصَدَقَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ قَالَ :-

انا وجد الله انا جنب الله انا يد الله
انا عين الله انا القرآن الناطق وانا البرهان
الصديق وانا اللوح المحفوظ انا القلم العلى
انا القلم ذلك الكتب انا كطليح ص
انا طه انا حاء الحواميم وانا طاء
الطوا سين انا المدوح في هل اتى
وانا النقطة تحت الباء

میں وجہ اللہ ہوں۔ میری طرف متوجہ ہونا خدا کی طرف رُخ کرنا ہے۔
میں ہی جنب اللہ ہوں۔ مجھ تک پہنچنا خدا کے پہلو میں بٹھانا ہے۔ اور منہ تائے قرب پر پہنچانا ہے میں یہ اللہ دست خدا ہوں۔ جو کچھ وہ کرتا ہے مجھ سے کرتا ہے۔ جو کچھ اس سے صادر ہوتا ہے۔ میرے ہاتھ سے ہوتا ہے اور میں کرتا ہوں اس کا کہنا ہے میں

عین اللہ ہوں۔ اس کی آنکھ سے عالم کو دیکھتا ہوں اور دنیا میرے لئے ایسی ہے۔ جیسے کہ آنکھ میں تل۔ میں قرآن ناطق اور برہان صادق ہوں۔ میرا وجود حق اور دلیل وجود حق ہے۔ میں حامل امر الہی لوح محفوظ ہوں۔ میں ہی قلمِ اعلیٰ ہوں۔ جو کچھ صفحات عالم امکان پر قدرت نے رقم کیا ہے وہ مجھ سے رقم کیا ہے۔ (وَأَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ) میں الم۔ ذالک الکتاب ہوں۔ کتاب فعلی اور کتاب قولی دونوں میرا وجود حقیقی ہیں۔ میں ہی کہیں ہوں۔ اور میں ہی ط میں ہی مداحوامیم ہوں اور میں ہی راس طوا سین۔ میں مدوحِ ہل اتی ہوں اور میں نقطہ تحت باہ ہوں۔ جس میں کل

کتاب جمع ہے۔

وقال الکمل - وبالباء ظهو الوجود
وبالنقطة تميز العابد والمعبود
بعض اسرار الولاية -

عن المقداد بن الاسود الصحابي
ان عليا يوم الاحزاب قد كان واقفا
على شفير الخندق وقد قتل عمرو او
تقطعت بقتله الاحزاب وافتروا سبعة
عشر فرقة واني لارى كل فرقة في اعقابها
عليا يحصد هم بسيفه وهو عليه السلام في
موضعه لم يتبع احد منهم لانه كان من كريمة
اخلاقه لا يتبع منهزما (المجلى)

باء سے وجود ظاہر ہوا (محمد) اور نقطہ (علی) سے عبد و
معبود میں امتیاز قائم ہوا۔ (و التوحيد اسقاط الاضافات)

مقداد بن الاسود سے روایت ہے کہ جنگ احزاب
کے دن علیؑ خندق کے کنارے پر کھڑے ہوئے تھے
اور عمر بن عبدود کو قتل کر چکے تھے اور اس کے
قتل ہونے سے لشکر کفار سترہ فرقوں میں منقسم ہو گیا
تھا۔ اور میں دیکھتا تھا کہ ان سترہ جماعتوں میں سے
ہر ایک فرقہ کے پیچھے علیؑ تلوار لئے ہوئے تھے اور
ان کو گھاس کی طرح کاٹ رہے تھے حالانکہ وہ
جناب اپنے مقام پر کھڑے تھے۔ اور بھاگنے

والوں کا پیچھا نہیں کر رہے تھے۔ کیونکہ آپؑ کی عادت تھی کہ بھاگتے کے پیچھے نہ جاتے تھے۔

جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ بصرہ میں (جنگ جمل) امیر المؤمنینؑ
کے ہمراہ حاضر تھا اور ستر ہزار افراد اس عورت (حضرت عائشہ) کی محبت میں جمع تھے۔ پس میں نے وہاں
کسی بھاگتے ہوئے کو نہیں دیکھا۔ مگر یہ کہ وہ کہتا تھا مجھ کو علیؑ نے بھگا لیا ہے اور جس مجروح کو بھی میں دیکھتا
تھا وہ کہتا تھا مجھ کو علیؑ نے زخمی کیا ہے۔ اور جس مقتول کو دیکھا وہ کہتا تھا مجھ کو علیؑ نے قتل کیا ہے میں
میں نہ جانا تو وہاں علیؑ کی آواز سننا اور میرہ میں جانا تو علیؑ کی آواز سننا۔ اور میں طلحہ کے پاس
سے گذرا۔ جبکہ وہ دم توڑ رہا تھا۔ اور اس کے سینے میں ایک تیر لگا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا تیر سے یہ تیر
کس نے مارا تو اس نے کہا علیؑ نے میں نے کہا او حزب بلقیس اور جنذا بلقیس علیؑ نے کسی کے تیر
نہیں مارا۔ ان کے ہاتھ میں تو سوائے تلوار اور کچھ ہے ہی نہیں تو اس نے مجھ سے کہا۔ اے جابر کیا
تو اس کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ کس طرح وہ ہوا میں اوپر جاتا ہے۔ اور پھر زمین پر اتر آتا ہے۔ اور کبھی
مشرق کی طرف سے آتا ہے اور کبھی مغرب کی طرف سے اور اس نے تمام مشارق و مغارب کو اپنے
سامنے ایک کر دیا ہے۔ پس جس سوار کے پاس سے گذرتا ہے اس کے تلوار کی نوک چھو دیتا ہے اور
جس کو دیکھتا ہے اس کو مار دیتا ہے یا چوٹ لگا دیتا ہے۔ یا منہ کے بل گرا دیتا ہے یا کہہ دیتا ہے کہ

مرجا اے دشمن خدا تو وہ مر جاتا ہے (وہو الموت الممیت) پس اس کے سامنے سے کوئی بچ کر نہیں جاتا۔ تو میں نے اس کے اس قول سے تعجب کیا۔

الہجلی۔ مؤرخین و محدثین نے روایت کیا ہے کہ ایک روز ایک شخص نماز صبح کے وقت خدمت رسول اللہ میں حاضر ہوا۔ نہایت ہونک صورت۔ عظیم الخلق۔ بلند آواز جیسے کہ بجلی کی آواز اور اس کی آنکھیں مثل شعلہ آتش روشن۔ اہل مسجد اس کی صورت دیکھ کر ڈر گئے کہ اسی اثنا میں کہ وہ رسول اللہ سے باتیں کر رہا تھا۔ علی آگئے اس کو دیکھتے ہی اس شخص کے ہوش جاتے رہے اور وہ حواس باختہ ہو گیا۔ اور خوف کے مارے پھینکے رگا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ تمہیں کوئی خوف نہیں ڈر و مت۔ تیرا اس آنے والے سے کیا تعلق ہے؟ اور کس بات سے ڈر گیا؟ اس نے کہا۔ میں سلیمان بیغیر کے زمانے میں سرکش شیاطین میں سے تھا۔ پس ایک روز میں اپنے اصحاب نارودہ کے ساتھ نکلا۔ اور ہم بیس سرکش شیطان تھے۔ اور میں ان کا سردار تھا۔ ہم ”استراق السمع“ آسمانی خبریں اڑانے کے لئے چلے جب ہم فضا میں بلند ہوئے۔ اور آسمان سے نزدیک تو میں نے اس شخص (علی ولی اللہ) کو دیکھا۔ کہ یہ ہمارے اوپر چھپٹا۔ اور اس کے ہاتھ میں آگ کا انگارا تھا (یا آگ کا شعلہ تھا) جب یہ بزرگ ہمارے مقابل آیا تو میں نے سمندر میں سر چھپانا چاہا۔ مگر قبل اس کے کہ میں سمندر تک پہنچوں۔ وہ میرے سامنے آ گیا۔ اور میرے وہ انگارا مارا اور میں قعر سمندر میں جا پڑا۔ پھر اس نے اپنی ران کا زخم دکھایا جو مثل ایک نالی یا خندق کے تھا۔ رسول اللہ مسکائے اور فرمایا۔

قَدْ وَجَّهَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِحَرَا
سَةِ أَهْلِ الْأَرْضِ وَبِحَرَا سَةِ
أَهْلِ السَّمَاءِ۔

علی تمام اہل زمین و اہل آسمان کی حفاظت و
حراست پر موزوں بنا یا گیا ہے۔ ہر شے اس
ولی اللہ کے زیر حمایت ہے۔

پھر حضرت علیؑ نزدیک آ کر رسول اللہ کے سامنے بیٹھ گئے اور یہ شخص بوجہ خوف آپ کو ترچی نظر سے دیکھتا تھا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ ڈر و مت تجھے کوئی خوف نہیں۔ اپنی حاجت بیان کر۔ اس نے اپنی حاجت بیان کی۔ اور رسول اللہ نے اس کو پورا کیا اور وہ چلا گیا۔

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حسینؑ، محمد حنیفہؑ، محمد بن ابی بکرؑ، عمار یا سرؑ اور مقداد بن الاسود الکندیؑ حضرت امیر المؤمنینؑ سر اللہ فی العالمین کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت حسنؑ

نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا۔ خدا نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا تھا۔ آپ کو بھی ایسی بادشاہت عطا فرمائی ہے۔ فرمایا۔ ہاں اس سے بڑھ کر کیا کچھ دیکھنا چاہتے ہو۔

وضو کیا۔ دو رکعت نماز ادا کی اور پھر دعا فرمائی اور ایک بدلی کی طرف اشارہ کیا۔ تو وہ نیچے اتر آئی۔ اور اس سے آواز آتی تھی۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ وَ صِيْبِهِ وَ خَلِيْفَتِهِ مِنْ سَلْبِكَ فَقَدْ هَلَكْتَ مِنْ گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اس کا رسول برحق ہے اور تو نے علیؑ اس کا وصی اور خلیفہ ہے۔ جو تیرے باپ کے پاس ہے۔ اور محمد اس کا رسول برحق ہے اور تو نے علیؑ اس کا وصی اور خلیفہ ہے۔ جو تیرے باپ کے پاس ہے۔

میں شک کرے وہ تباہ اور ہلاک ہو گیا۔ پھر آپ نے ایک دوسری بدلی کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ بھی یہی کلمہ پڑھتی ہوئی اتر آئی۔ ایک پر آپ تشریف فرما ہوئے۔ اور باقی پر دوسرے حضرات کو بٹھایا۔ اور ان کو اڑانے کا حکم دیا۔ امام حسنؑ نے سوال کیا۔ حضرت سلیمانؑ تو انکشتہ ہی سے حکومت فرماتے تھے۔ آپ کے پاس کیا ہے۔ جس سے یہ صرف فرماتے ہیں۔ اور ہر چیز آپ کی اطاعت کرتی ہے۔ فقال

اَنَا عَيْنُ اللهِ فِي اَرْضِهِ وَلِسَانُهُ النَّاطِقُ فِي خَلْقِهِ اَنَا نُورُ اللهِ الَّذِي لَا يَظْنِي اَنَا بَابُ اللهِ مِنْهُ يُؤْتِي وَ حَجَّتْهُ عَلٰى عِبَادِهِ ۛ

میں زمین میں خدا کی آنکھ ہوں اور اس کی مخلوق میں اس کی بولتی ہوئی زبان ہوں۔ وہ نور خدا ہوں۔ جو بھجتا نہیں۔ میں باب اللہ ہوں کہ میرے ہم ذریعہ خدا تک پہنچا جاتا ہے اور اس کے بندوں پر اس کی رحمت ہوں پھر آپ نے اپنی جیب سے انکشتہ ہی نکالی جو خاتم سلیمان تھی اور اس پر محمدؐ علیؑ کلمہ تھا۔ صحابہ نے دیکھ کر تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تعجب کرتے ہو۔ میں آج تمہیں وہ دکھاؤں گا۔ جو تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا۔ ہمیں آج سید یا جوج و ما جوج دکھلائیے۔ آپ ایک بلند پہاڑ کے نزدیک پہنچے۔ تو وہاں ایک سوکھا درخت دیکھا۔ حضرت حسنؑ نے عرض کیا۔ بابا یہ درخت کیوں سوکھ گیا۔ فرمایا۔ اسی سے پوچھو۔ سوال کیا تو جواب نہ ملا۔ تب حضرت نے فرمایا اے درخت کیب فرزند رسول کو کوئی جواب نہیں دیتا؟ آواز آئی۔ لبیک یا وصی رسول اللہ و خلیفۃ تہا سے پدر بزرگوار ہر صبح آکر میرے نیچے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور ایک بدلی آتی تھی جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور اس پر ایک کرسی رکھی ہوتی تھی۔ اس پر سوار ہو کر چلے جاتے تھے۔ آج چالیس دن ہو گئے ہیں کہ تشریف نہیں لائے۔ اس وجہ سے میں خشک ہوں۔ پس امام اترے اور اس کے نیچے دو رکعت نماز ادا کی اور وہ اسی وقت پھر سر سبز ہو گیا۔ پھر ہوا ہم کو لے چلی ناگاہ ہم نے ایک فرشتہ دیکھا۔ جس کا ایک ہاتھ مشرق میں تھا۔ اور دوسرا مغرب میں۔ جب اس

نے علی کو دیکھا تو کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِاِلْهٰدٰى وَدِيْنٍ الْحَقِّ لِيُطَهِّرَهٗ عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَاَلُوْكَرِهٖ الْمُنْشِرُ كُوْنٌ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ وَصِيْهٖ وَخَلِيْفَتُهٗ حَقًّا وَصِدْقًا۔ میں نے عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین! یہ کون ہے۔ فرمایا۔ یہ فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ظلمت لیل و نود نہار پر موکل فرمایا ہے۔ اور روز قیامت تک اسی طرح رہے گا۔ تحقیق کہ خدائے تعالیٰ نے تدبیر و سیاست دنیا کو مجھ سے متعلق کیا ہے۔ اور اعمال عباد ہر روز مجھ پر پیش ہوتے ہیں۔ اور پھر بارگاہ الہی میں پیش ہوتے ہیں۔ پھر ہم چل دیئے۔ ہم نے سیدیا جوج و ماجوج دیکھی کہ اس سے دھواں نکلتا تھا۔ اور حضرت نے فرمایا اے حسن! ان لوگوں پر حجت اور صاحب الامر میں ہی ہوں۔ پھر ہم چلے تو کوہ شیر دیکھا۔ اور ایک فرشتہ نے اس فرشتہ کو دیکھتے ہی کہا۔ اَلْسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَصِيَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَخَلِيْفَتُهٗ۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ آپ سے سوال کروں۔ آپ نے بعد جواب سلام فرمایا۔ تو کہے گا۔ یا میں ہی بتا دوں کہ تو کیا چاہتا ہے۔ عرض کیا آپ ہی کہئے۔ فرمایا تو چاہتا ہے کہ مجھ سے اجازت لے کر حضرت خضر سے ملنے جائے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا جا۔ وہ فرشتہ گیا۔ اور بخوٹڑی دیر میں مل کر آگیا۔ سلمان نے متعجب ہو کر عرض کیا یا امیر المؤمنین! یہ فرشتہ بلا آپ کی اجازت کے حضرت خضر کی ملاقات کو نہیں جاسکا فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمانوں کو بلاستون ظاہری بلند فرمایا ہے۔ ان تمام ملائکہ میں سے کوئی بھی میری اجازت کے بغیر ایک دم کے لئے اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اور یہی حال میرے فرزند حسن و حسین اور اس کے نو فرزندوں کا ہے۔ جن کا نواں قائم آل محمد ہے۔ ہم نے عرض کیا اس فرشتے کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ترائیل۔ پھر ہم نے عرض کیا۔ آپ کس طرح ہر شب یہاں آتے ہیں۔ فرمایا۔ جس طرح تم کو لایا ہوں۔ قسم ہے خلاق عالم کی۔ کہ میں ملکوت سموات و ارضیں کا مالک و ویدیدہ ملکوت کل شمی ۱۶۔ ابن برخیا وزیر سلیمان کو ایک اسم اعظم حاصل تھا۔ چشم زدن میں تحت بلقیس اٹھا نکلیا۔ اور خدا نے زمین کو ان کے لئے منحرف کر دیا۔ اور واللہ ہمارے پاس بہتر اسم اعظم الہی ہیں۔ اور ایک اس نے اپنی ذات اقدس کے لئے مختص۔ کہا ہے۔ وَاِحْوَالٌ وَّلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ وَاِكْمَلْ

حدیث ہماری کتاب کشف الاسرار فی معرفۃ النبی وآلہ الاطہار میں ملاحظہ کرو۔

یہی راز ہے کہ تمام ملائکہ شب قدر میں اپنے آقا و ولی الامر کے سالانہ سلام کو اور اپنے فرائض سالانہ معلوم کرنے اور انجام دینے کو ولی الامر کے پاس نازل ہوتے ہیں۔ تَنْزِلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا يٰٓاٰذِنُ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلَوْتُمْ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ وَقَفْنَا اللّٰهَ مَعْرِفَتَهُم بِالنُّوْرِ اٰنِيَّةً

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا ۖ حِزَابٌ

والامانة هي ولاية الله في ارضه وخلافة الله في بلاده لان القائم بها قائم مقام الله والامانة صفة الامين واذا كانت السموات والارض قد عجزت عن حمل الصفة ان يقوم بها لعظمتها في ملكوت الله فكيف يطيق جبرئيل وحده حمل الامين الموصوف الذي ظهرت فيه الاثار الالهية والقوى الربانية -

یہ امانت زمین میں ولایت خدا اور اس کی مملکت میں اس کی خلافت ہے کیونکہ خلیفہ خدا قائم مقام خدا ہے۔ اور امانت امین کی صفت ہے۔ اور جس وقت کہ زمین و آسمان اس کی عظمت و ملکوت الہی کی وجہ سے اس کے اٹھانے سے عاجز ہوں تو تنہا جبرئیل کیوں کر امین اللہ (حزب کو) اٹھا سکتا ہے جو اس صفت امانت سے مصف ہے۔ اور جس میں آٹھ الہیہ اور قوائے ربانیہ ظاہر ہیں اور اسی کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔ ماقلعت باب خیدر بقدرۃ جسمانیہ وقوة غذائیة بل بقوة ربانیة۔ میں نے باب خیر قدرت جسمانی اور قوت غذائی سے نہیں اکھاڑا۔ بلکہ قوت ربانی سے اکھاڑا ہے۔

روايات ثقات سے مروی ہے کہ جس وقت علیؑ نے یوم خیبر مہرب کو دو ٹکڑے کر دیا تو جب سبیل منستے اور تعجب کرتے ہوئے حاضر خدمت رسالت ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس ہنسی کا کیا سبب ہے، عرض کیا یا رسول اللہ میری ہنسی کا سبب تو یہ ہے کہ یہ ملائکہ علیؑ کے حملوں سے تعجب کر رہے ہیں اور لافحی إِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفٌ إِلَّا دُو الْفَيْقَارِ۔ کے نعرے لگا رہے ہیں۔ اور میری حیرانی اور تعجب کا باعث یہ ہے کہ جب قدرت نے مجھے حکم دیا تھا کہ قوم لوط کے ساتوں شہروں کو برباد کر دوں تو میں نے قدرت خدا اور رمز خدا سے ساتوں شہروں کو ساتوں طبقہ زمین سے اکھاڑ کر ساتوں آسمان تک بلند کر لیا اور صبح تک ایک بازو پر اٹھائے رہا۔ یہاں تک کہ اہل آسمان نے ان کے مرغلوں کی آوازیں اور ان کے بچوں کے رونے کی صدائیں سُن لیں۔ پھر میں نے سب کو اُلٹ دیا۔ اور تباہ کر دیا۔ اور آج جس وقت علیؑ نے تکبیر ہاشمی بلند کی اور ضرب حیدری لگائی جو قوائے الہیہ سے موید تھی اور مہرب اور اس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کر دیا۔ تو مجھے حکم ہوا کہ میں علیؑ کی تلوار کی باقی چوٹ کو روک لوں ایسا نہ ہو کہ زمین اور گافز میں دو ٹکڑے ہو جائے اور زمین مع اہل زمین متخلف تو علیؑ کی بقیہ چوٹ میرے ہاتھ پر لوط کے ساتوں شہروں سے زیادہ بھاری تھی۔ حالانکہ اسرافیلؑ و میکائیلؑ علیؑ کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے، لاریب صدق علیہ حدیث قال۔ امرنا صعب مستصعب لا يعرف كنهه الاثلثة

ملك مقرب او نبی مرسل او مومن امتحن الله قلبه للايمان .
 ہا علی بشر کیف بشر ربہ فیہ تجلی و ظہر
 علی بشر تو ہے مگر کیسا بشر؟ کہ مظہر کامل پر دروگارا عالمین ہے
 اسد اللہ و وجود آمد در پس پردہ ہر چہ بود آمد!

اسماء اللہ الحسنیٰ و مظاہرہا و معانیہا

اسماء اللہ - ذات پاک خداوندی جامعہ جمیع صفات کمالیہ ہے۔ اور جس قدر جس ذات کے اوصاف ہوں گے اسی قدر اس کے نام زیادہ۔ اوصاف خداوندی لا توقف عند حد یعنی لامتناہی اور غیر محدود ہیں اس لئے اس کے اعتبار سے اس کے اسماء بھی غیر محدود اور لامتناہی ہوں گے۔ کچھ اس نے ظاہر فرمائے اور مخلوق کو تعلیم دیئے ہیں۔ اور بعض سر غیب کنون میں اپنے لئے مخصوص رکھے ہیں جن کو کوئی بھی نہیں جانتا۔ حضرت ختمی مرتبت اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں:-

اسئلک بكل اسم هولک سمیۃ
 بہ نفسک و استاثرت بہ فی علم الغیب
 عندک و بكل اسم هولک انزلتہ فی
 کتابک و اثبتہ فی قلوب الصافین
 الحافین حول عرشک الخ -

پر دروگارا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے ہر ایک نام کے واسطے سے جو تیرے لئے ہے اور جس سے تو نے اپنی ذات کو مستی کیا ہے۔ اور علم غیب میں اس کو اپنی ذات کے لئے مخصوص رکھا ہے اور ہر اس اسم کے وسیلہ سے جو تیرا ہے جس کو تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے اور اپنے مقرب حاملان عرش کے دلوں میں نقش کرویا ہے۔

پس بعض اسماء اللہ وہ ہیں جن سے اس نے اپنی ذات اقدس کو مستی کیا ہے۔ اور علم غیب میں مخصوص رکھا ہے۔

نیز ارشاد فرماتے ہیں -

و بالاسم الذی سمی بہ نفسہ ولم
 یکتب لہ احد من خلقہ -

اور اس نام کے وسیلہ سے جس سے تو نے اپنے نفس کو مستی کیا ہے اور کسی مخلوق کے لئے اس کو نہیں لکھا ہے

پس بہت سے اسماء اللہ ایسے ہیں جو ظاہر ہوئے اور دکھے گئے۔ اور بعض وہ ہیں جو کسی پر ظاہر نہیں کئے گئے اور کسی کو نہیں دیئے گئے۔ اور کہیں درج نہیں۔ اور یہی غیب ہوتی ہے۔

یا من ہو یا من لا یعلم ما ہو ولا کیف ہو ولا ین ہو ولا حدیث ہو ولا ہو و فیات ہو

ہے۔ سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے۔ کیسی ہے۔ کہاں ہے۔ کس جگہ ہے۔ کیونکر ہے۔

وَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ. قُلْ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ. کہہ دو کہ ہوا اللہ ہے جو یکیتا ہے۔ اپنی ذات میں صفات میں اور افعال میں وَهُوَ هُوَ وَلَا عَیْرَہ. وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. جو اسماء ظاہر ہوئے مختص المعنی نہیں ہیں بلکہ اکثر یا کم مشترک المعنی ہیں یعنی دوسرے پر بھی من حیث اللفظ صادق آسکتے ہیں۔ مثلاً یہ اسماء الہیہ ہیں۔

یا رحیم یا کریم یا حکیم یا حلیم یا علیم یا قدیم یا عظیم یا عزیز
یا مومن یا جبار یا قہار یا ستار یا غفار یا متکبر یا منصور یا مفید یا مدبر
یا شدید یا بعید یا قریب یا ودود یا محمود یا مجیب یا رقیب یا حبیب یا بدیع
یا رفیع یا منیع یا سمیع یا بصیر یا علی یا عالم یا فاضل یا واصل یا حنان
یا متان یا دیان یا منیل یا نبیل یا دلیل یا جلیل یا جمیل یا وکیل یا کفیل
یا مقیل یا ہادی یا بادی یا اول یا آخر یا ظاہر یا باطن یا قائم یا دائم
یا حاکم یا قاضی یا عادل یا ظاہر یا مطہر یا قادر یا مقتدر یا کبیر۔

یہ اسماء اللہ ہیں ضرور لیکن ان اسماء کا اطلاق مخلوق پر جائز ہے جس فرد مخلوق میں جو صفت پائی
جائے گی۔ اس کے اعتبار سے اس نام سے پکارا سکتے ہیں۔ ایک شخص میں علم ہے۔ ایک میں علم ہے۔ ایک میں حکمت ہے۔ تو ایک میں کرم ہے۔ ایک میں عظمت ہے۔ ایک شے قدامت رکھتی ہے۔
ایک میں رحم ہے۔ پس اس کے اعتبار سے ان کو عالم۔ علیم۔ حکیم۔ کریم۔ رحیم۔ عظیم۔ یا قدیم کہہ سکتے
ہیں۔ یہ غلو نہیں کہ اللہ کے نام سے اس کو پکارا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی مخلوق میں یہ سارے اوصاف
جمع ہوں۔ اس کو ان سارے اسماء سے بھی پکارا جا سکتا ہے۔

ایمان رکھنے والے کو مومن۔ عزت والے کو عزیز۔ جبر کرنے والے کو جبار۔ تدبیر کرنے والے کو
مدبر۔ تصویر کھینچنے والے کو مصور۔ ہر بان کو ودود۔ پسندیدہ کو محمود۔ دور والے کو بعید۔ نزدیک والے
کو قریب۔ جواب دینے والے کو مجیب اور رقابت والے کو رقیب یکدیگر۔ بلند مرتبہ کو عالی و علی و
رفیع۔ سنسنے والے کو سمیع۔ دیکھنے والے کو بصیر اور ہر انسان اس صفت سے منصف ہے۔ خلقہ
فَجَعَلْنَاكَ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ وکالت کرنے والے کو وکیل کہیں گے اور کفالت کرنے والے کو کفیل
راستہ بتانے والے کو ہادی و دلیل۔ اول کو اول اور آخر کو آخر ظاہر کرتا ہے اور باطن کو باطن بولیں گے۔
منصف کو عادل کہیں گے۔ فیصلہ کرنے والے کو قاضی و حاکم بولیں گے۔ پاک کو ظاہر کہیں گے۔ اور پاک کرنے
والے کو مطہر و قس علی فالک۔ اسی طرح اس کو مدرک کہتے ہیں۔ ہر ایک عقل انسانی مدرک ہے۔ اس کو مدرک

کہتے ہیں۔ بہت سی ادویہ مہلک ہیں۔ "وَسَمِ الْقَادِمِ هَلْكَ" ایسا کہنے سے سنبھلیا خدا نہیں بن گیا۔ وہ منتقم ہے۔ ہر انتقام لینے والا منتقم ہے۔ وہ باعث ہے۔ بہت سی اشیاء باعث ہیں۔ وہ وارث ہے۔ لاکھوں بندے ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ اور کہلاتے ہیں۔ وہ خدا نہیں ہو جاتے وہ طالب ہے۔ دنیا میں لاکھوں طالب ہیں۔ بلکہ ہر ذی حیات طالب ہے۔ وہ مطلوب ہے۔ ہزار ہا بندے مطلوب ہیں۔ اور ہر شخص کا کوئی نہ کوئی مطلوب ہے۔ وہ غالب ہے۔ دنیا میں بہت سے افراد غالب ہوتے ہیں اور کہلاتے ہیں۔ وہ تو اب ہے۔ بہت سے خدا کے نیک بندے تو اب ہو جاتے ہیں۔ وہ آؤ اب ہے۔ اس کے بہت سے بندے بھی آؤ اب ہوتے ہیں۔ نَعْمَ الْعَبْدَانِہ آؤ اب - وہ وہاب ہے۔ بہت سے بندے اس صفت سے متصف اور اس نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ وہ شاخ ہے۔ بہت پہاڑ شاخ ہیں۔ وہ علی ہے۔ اس کا ولی بھی علی ہے۔ وہ قدیم ہے۔ بہت سی اشیاء قدامت سے متصف ہیں۔ "حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْوَةِ الْقَدِيمَةِ" سچ ماہ کی سوکھی کھجور کی شاخ کلام الہی میں قدیم کہلاتی ہے۔ اگر اس کے نور اول کو قدیم کہہ دیا جائے۔ السلام علی لاصل القديم والفرع الکریم۔ تو کیا غضب ہو گیا۔ کیونکہ غلو بن گیا۔ و بشوناہ بغلام علیہ۔ زبان قدرت حضرت اسحق پیغمبر کو علیہم کہتی ہے۔ اگر اس کے علم کا منظر مطلق لکھ دے۔ و انا بكل شیء علیہ۔ میں ہر شے کا جاننے والا ہوں تو غلو نہیں خدا شافی ہے۔ دوا بھی شافی ہوتی ہے۔

ماللعلیل سوی این قرۃ کافی بعد الوله و مالہ ما کافی

وہ محی ہے۔ ہر انسان اور ہر ذی حیات کو محی کہتے ہیں۔ اللہ محی صبح ہے۔ تو زید محی بھی صبح ہے کسی کا نام رحیم ہو سکتا ہے۔ تو اس کا اور رحیم یا رحیم کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ اور مالغ سے کسی رحیم کو رحمن بھی کہہ سکتے ہیں۔ یا نام رکھ کر پکار سکتے ہیں۔ اہل عرف و نحو نے لفظ رحمن کا اطلاق جو خدا کے لئے مخصوص قرار دیا ہے۔ وہ حقیقتہً بلحاظ معنی ہے نہ بلحاظ اطلاق لفظ معنی رحمانیت حقیقتہً کسی مخلوق میں نہیں پائے جاسکتے۔ اور یہ حقیقت تمام اسماء الہی کے لئے ہے نہ صرف رحمن کے لئے۔ ہرگز کسی کو اطلاق لفظ سے رحمن کہنا غلو نہیں یا شرک نہیں۔ اس طرح خالق کا اطلاق بھی مخلوق پر ہوا ہے۔ وَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ اس کی بہن دلیل ہے۔ اگر لفظ خالق بھی ذات خداوندی سے مخصوص ہوتا تو احسن الخالقین کا اطلاق بے معنی ہوتا۔ اور حضرت عیسیٰ نے فرماتے اِنِّي اَخْلَقْتُ لَكُمْ مِنَ الطَّيْنِ (العران) میں خلق کرنا ہوں۔ تمہارے لئے مٹی کا پرندہ۔ ہاں جس معنی میں ذات خداوندی خالق ہے۔ خالق بالذات اس میں کوئی مخلوق نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح مجھی و ممیت بھی۔ حضرت عیسیٰ یہ بھی فرماتے ہیں۔ اَحْيِي الْمَوْتِي؛ میں تمہارے لئے مردوں کو

زندہ کر دیتا ہوں۔ پس جو نام اس کی ذات سے مخصوص حقیقی ہو سکتا ہے۔ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ هُوَ۔ اور محض صفت وجوب و قدوسیت اس سے مخصوص ہیں۔ اور یہ دو صفتیں اپنے لئے منقص فرمائی ہیں۔ وجوب ممکن کے لئے محال اور ہر مخلوق ممکن ہے اور ہر ممکن ناقص اور نقص ضد قدوسیت مطلقہ اس لئے کوئی ممکن قدوس محض نہیں ہو سکتا۔ نہو اللہ الواحب لقدوس۔ اور کسی مخلوق کو اس لفظ سے پکارنا شرک و غلو ہے۔ اور غالی دراصل یہی کرتے تھے اور علی کو صانِ هُوَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ کہتے تھے اور اس لئے کافر و مشرک کہلاتے ہیں (ملاحظہ ہو باب غلو۔ حضرت رضاؑ سے سائل سوال کرتا ہے۔ لوگ علی کو کہتے ہیں۔ هو اللہ رب العالمین، قال امیر المؤمنین۔ لا تتجاوزوا بنا العبودیۃ ثم قولوا ماشئتمو لن تبغوا وایاکم والغلو کغلو النصارى۔ ہم کو ہماری عبودیت سے نہ بڑھاؤ اور پھر ہماری شان میں جو چاہو کہو ہرگز حد کو نہ پہنچ سکو گے۔ اور عیسائیوں کی طرح غلو نہ کرو۔ کہ انہوں نے عیسیٰ کو خدا بنا لیا (ہیں خدانہ بناؤ) ورنہ تمام اسماء حسنیٰ کے ان پر اطلاق سے غلو لازم نہیں آتا۔

لیکن یہ محض اطلاق لفظ کے اعتبار سے ہے حقیقت معنی کے لئے ان تمام اسماء حسنیٰ میں سے کوئی معنی مشترک نہیں ہیں۔ لفظ علم مشترک ہے لیکن معنی علم مشترک نہیں۔ زید عالم صحیح ہے اور اللہ عالم صحیح لیکن علم زید اور علم خدا کی حقیقت ایک نہیں ہے۔ علم خدا عین ذات ہے اور حقیقت علم۔ اور علم زید بعض تصورات و مدارکات و اصول معلومات ہیں۔ اس لئے ذات باری علیحدہ ہے کسی مخلوق سے اشتراک نہیں کھتی مثلاً وہ حی ہے اور زید حی بھی صحیح ہے۔ لیکن جن معنی میں وہ حی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے زید حی نہیں۔ وہ حی ہے اور حیات عین ذات خداوندی ہے۔ اور زید ذی حیات ہے ذات علیحدہ ہے اور صفت حیات علیحدہ اور وہ ذاتی نہیں ہے اور اس لئے وہ باقی ہے اور یہ فانی۔ زید کی حیات اس حی قیوم کی دی ہوئی ہے۔ بلکہ حقیقت حیات وہ ہے اور یہاں صرف اضافی صفت حیات ہے۔ پس اگر زید کو اس معنی میں کہا جائے جس معنی میں خدا کو کہا جاتا ہے یعنی حی بالذات و بذاتہ واجب الوجود قیوم مطلق تو یہ عین کفر و شرک ہے۔ ہم بھی مسیح و بصیر میں اور خدا بھی مسیح و بصیر لیکن اس کی سماعت و بصارت اور ہے۔ ہماری اور وہ مسیح و بصیر بالذات اور صفت سماعت و بصارت عین ذات اور یہاں غیر ذات اور عطیہ غیر اور ناقص محض۔ پس اگر کسی مخلوق کو اس معنی میں مسیح کہا جائے جس میں خدا کو کہا جاتا ہے تو یہ بھی شرک اور غلو ہے اور یہی حال ہر ایک صفت الہی کا ہے۔ معنی کے لحاظ سے کوئی صفت بھی مخلوق سے مشترک یا مشابہ نہیں۔ وَ لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ۔ تَبَّ عَلَیْکُمْ اَیُّهَا الَّذِیْنَ سَلَمُوا بَلْکُمْ اسما باری تعالیٰ کے اطلاق میں غلو اور عدم غلو کا لحاظ معنی کے لحاظ سے ہوگا۔ یہ اسماء من حیث اللفظ صادق آسکتے ہیں اور بولے جاسکتے ہیں۔ لیکن ان کے حقیقی معنی کے لحاظ سے کوئی لفظ بھی غیر اللہ پر نہیں بولا جاسکتا۔ پس اگر کلام امام میں اپنے اوصاف

کے ذکر میں یہ اسماء اور یہ اوصاف مذکور ہوتے ہیں تو وہ اپنے معانی کے لحاظ سے صحیح ہیں اور ان معنی میں ہرگز ہرگز یہ معصومین ان الفاظ کو استعمال نہیں فرماتے جو ذاتِ پاک خداوند عالم سے مخصوص ہیں۔ ان کی نسبت یہ شبہ کرنا اپنی حماقت کا اعلان ہے۔ جو لفظ وہ اپنے اوصاف میں اس مقام پر استعمال فرماتے ہیں وہ صحیح عمل اور موردِ رکھتا ہے۔ ہرگز اس سے غلو لازم نہیں آتا۔ مثلاً اگر معصوم فرمائیے۔ انا الاول وانا الاخر۔ تو صحیح ہے۔ اس کے یہ معنی کیوں لئے جائیں کہ اس سے واجب الوجود و مبدئ کل ازلی قدیم بالذات مراد ہے۔ بلکہ وہ اول اس لئے کہ معلول اول ہے۔ اور مخلوق اول ہے۔ اور پھر کائنات کی علت اوتی (جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کریں گے) اور اسی طرح وہ آخر ہے کہ وہ وجہ التدرج جو سب کے بعد باقی ہے۔ اور فنا و ہلاک و صعق سے مستثنیٰ ہے۔ اگر عقل اس کی متحمل نہیں ہو سکتی اور ایمان اس کو قبول نہیں کرتا تو یوں سمجھ لے کہ اول اس لئے کہ سابق الایمان ہے۔ اور آخر اس لئے کہ سب سے آخر میں رسولؐ سے جدا ہوا ہے یعنی اول من امن برسول و اخذ من فارق عنہ۔ سب سے اول ملا اور سب سے آخر میں جدا ہوا اسے فکر ہر کس بقدر محبت اوست۔ اسی پر قیاس کرو۔ تمام ان الفاظ و اوصاف کو جو خطبات البیان میں ان حضرات سے صادر ہوئے۔ وہ ہرگز فدا فی صفات پر وال نہیں۔ بلکہ مظہر خدا کی صفات کے حامل ہیں۔ چشم بصیرت اس کو دکھیتی ہے۔ اور پشیرہ چشم اس نور سے محروم ہیں۔ اس میں آفتاب رسالت و ماہتاب امامت کا کوئی گناہ نہیں۔

پس تشبیہ اسماء الہیہ سے معانی کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ الفاظ کے۔ انسان ایک ہے اللہ بھی ایک ہے۔ لفظ دونوں جگہ صادق ہے۔ قال المعصوم التشبیہ فی المعانی و اما فی الاسماء فھی واحدا وھی دلالة علی المسمی۔ انسان کے واحد ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایک جسم ہے بہت سے اجزا سے مرکب ہے۔ اور اللہ واحد ہے بحقیقت و وحدانیت سے بسیط بحت ہے۔ اور وہ ذات میں صفات میں افعال میں ذہن اور غارح میں واحد ہے۔

لا یجد ولو یتصور۔

مظاہر الاسماء

ہر ایک اسم اسماء الہیہ میں سے ایک مظہر رکھتا ہے۔ جس سے اس صفت اسم کا ظہور ہوتا ہے۔ اور کائنات مرتبہ ظہور صفات ہے اور اس لئے تمام اشیاء کائنات مظاہر اسماء الہیہ ہیں۔ کوئی عالم یا علیم مظہر علم ہے اور کریم مظہر کرم اور حمی مظہر حیات۔ اور مرید مظہر ارادہ۔ مدرک مظہر علم و ادراک و علی ہذا القیاس۔ اور چونکہ اصول کمالات چار ہیں۔ حیات۔ قدرت۔ علم اور ارادہ۔ اور چاروں راجع ہو جاتی ہیں کمال وجود کی طرف۔ اور اس لئے

ہر موجود میں ان صفات وجودیہ کا ظہور ہے۔ اور اس طرح ہر ایک مخلوق منظر وجود باری اور ہر ایک اپنے صانع کے وجود اور کمال وجود کی دلیل۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے معصوم فرماتے ہیں۔

”یا من فی الارض آیاتہ ویامن فی کل شیءٍ دلائلہ“ اے وہ ذات پاک کہ جس کی نشانیاں اور آیات سے صفحہ زمین پر ہے اور اے وہ ذات ہر موجود میں جس کے وجود و کمال وجود کی دلیلیں موجود ہیں۔

فکانت حیوۃ کل شیءٍ وعلمہ و ارادۃ و
 قدرتہ وغیرہا من صفاتہ الّتی ہی عین
 وجودہ بحسبہ دلائل علی صفات
 مبدئہ (شرح جوشن)

ہر ایک شے کی حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت وغیرہا صفات جو عین وجود ہیں۔ بحسب وجود و صفات باری کی دلیلیں ہیں۔ پس اس کا علم اس کے علم کا اور اس کی قدرت اس کی قدرت کا اور اس کا ارادہ اس کے ارادے

کا اور اس کی محبت اس کے عشق و محبت کا ظہور ہے۔ ”وکل شیءٍ دلائلہ۔ ولکل اسمٍ منظرہ“

پس جو اسم اس سب سے ظاہر ہو چکے ہیں۔ وہ سب مظاہر رکھتے ہیں۔ سوائے ایک وحدت حقیقیہ کہ اس کا منظر نہیں ہے اور کسی مخلوق و ممکن کے لئے وحدت حقیقی ممکن نہیں۔ یہی صفت خاصہ ہے جو اس نے اپنی ذات کے لئے مخصوص رکھی۔ ”وہو اللہ الواحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفو احد“۔ واحد حقیقی وہی ہے اور ممکن میں وحدت حقیقی محال ہے۔ وکل ممکن زوج ترکیبی۔ ہر ایک ممکن بحیثیت ممکن زوج ترکیبی ہے۔ دوئی رکھتا ہے وحدت کہاں اور اسی لئے علم و مشاہدہ وحدت حقیقی سے بھی محروم و لیس کیثلیہ شئیء۔ اور کسی مخلوق کے لئے دعوائے وحدت حقیقی ہی شرک و غلو ہے۔ ”وہو الواحد القہار“۔

بہر کیف جملہ اسماء الہی مظاہر رکھتے ہیں۔ الخالق اور الوازق الہی القیوم۔ القابض الباسط سب کے مظاہر ہیں۔ اولان مظاہر میں مراتب و درجات یہ منتہی ہوتے ہیں۔ مظاہر عالیہ پر جن سے فوق اور کوئی منظر نہیں۔ اور مظاہر عالیہ جو مظاہر الخالق ہیں۔ مخلوق اول و معلول اول ہیں یعنی النبی والولی پس وہ مظاہر حی ہیں مظاہر علیم ہیں۔ مظاہر مرید ہیں۔ مظاہر قدیر ہیں۔ مظاہر خالق ہیں۔ مظاہر رازق ہیں۔ مظاہر قابض ہیں۔ مظاہر باسط ہیں اور جملہ اسماء الہیہ و صفات کمالیہ جمالیہ جلالیہ کا ظہور اول انہی سے ہوا ہے اور اسی لئے وہ کبھی کبھی مقام انہا حقیقت میں فرمادیتے ہیں کہ دنیا ہم نے بنائی۔ زمین ہم نے بچھائی۔ آسمان ہم نے بلند کئے۔ ثوابت و تیار ہم نے روشن کئے۔ دریا ہم نے بنائے۔ اور افلاک ہم نے چلائے۔ یہ خالق کے مظاہر مطلق ہیں۔ اور کل کائنات ان کی مظاہر شیخ المحققین مرزا ہادی سبزواری قدس سرہ

ان کی حقیقت کو ان کی زبان میں ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

| | |
|------------------------------------|---------------------------------|
| اخرتوں پر تو مشکوٰۃ دل انورِ ما | دل ما منظر کل کل ہمگی منظرہ ما |
| نہ ہمیں اہل زمین راہم باب الہیم | نہ فلک دروورانند بد در سہر ما |
| بر مایہ خرد طفل و بیہستان است | فلسفی مقبتسی از دل دانشور ما |
| بازوئے بازی نیریم نہ چون نیر پیر خ | دو جہان بیفیدہ م غیبت بزی پر ما |
| ہا علی بشر کیف بشر | ربہ فیہ تجلی و ظہر |

ولی مطلق منظرہ کامل تجلیات الہیہ ہے و هو ملکی لذات الہی الصفات ذات اس کی ملکوتی ہے اور صفات اس کی الہی ہیں۔ بشر ملکی و جسد سماوی و اضر الہی و روح قدسی و مقام علی و نور جلی و سید خفی مہمین اللہ علی الخلاق و امینہ علی الحقائق، تمام خلائق پر من جانب اللہ محافظ و نگران ہے۔ اور تمام حقائق پر اس کا امین۔ فہو شعاع جلال الیکبریا و شرف الوض و السماء۔ (الصراط السوی فی احوال المہدی)

اسم بحیثیت اسم غیر مسمی ہے۔ اسم اور ہے اور مسمی اسم اور ہشام بن حکم سے حضرت صادقؑ معانی اسم اللہ کے جواب میں فرماتے ہیں۔

معانی اسماء اللہ

اے ہشام اللہ "الہ" سے مشتق ہے۔ اور الہ مادہ کو چاہتا ہے۔ اور اسم غیر مسمی ہے۔ پس جو مسمی اور معنی کو چھوڑ کر اسم کی عبادت کرے وہ کافر ہے اس نے کسی کی عبادت نہیں کی اور جو اسم اور معنی دونوں کے مجموعے کو پوجے وہ مشرک ہے۔ دو کی عبادت کرتا ہے اور جو مسمی اور معنی الہ کی عبادت کرے اور اسم کی نہ کرے تو یہ صحیح توحید ہے اور اللہ کے ۹۹ نام ہیں اور اگر اسم اور مسمی ایک ہوں تو پھر ۹۹ ہی مجموعہ ہو جائینگے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ ایک حقیقت مسمی و معنی ہے۔ جس پر یہ اسما و دلالت کرتے ہیں اور اس کا پتہ

یا ہشام اللہ مشتق من الہ والہ یقتضی ما لوہا و الاسم غیر المسمی فن عبد الاسم دون المسمی فقد کفر ولم یعبدا شیئا ومن عبد الاسم والمعنی فقد اشرك و عبد اثنين ومن عبد المعنی دون الاسم فذلک التوحید واللہ تسعة وتسعون اسما فلوکان الاسم هو المسمی لکان لكل اسم منها الہ ولكن اللہ معنی یدل علیہ بہدہ الاسماء وکلہا غیرہ (الکافی)

دیتے ہیں اور یہ تمام اسما غیر مسمی ہیں پس اسم اللہ اور ہے اور معنی اسم اللہ اور۔ یہ لفظ ہے اور وہ معنی پس الحی القيوم الخالق الرازق، اسما ہیں اور ان کے معانی علیحدہ۔ پھر یہ معانی ایک حقائق

غیبر رکھتے ہیں۔ الخالق یا الرازق صرف الفاظ اور ان کے معانی و تفسیر علمیہ ہی نہیں بلکہ سب حقائق وجود عینیہ ہیں۔ الخالق ایک وجود حقیقی عینی ہے۔ الرازق ایک وجود عینی ہے۔ و علیٰ ہذا القیاس اور یہ حقائق عینیہ اسماء الحسنیٰ ہیں اور وہ ارشاد فرماتے ہیں نحن اسماء اللہ الحسنیٰ خدا کے حقیقی اسماء حسنیٰ ہم ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا۔ (اعراف) اور خدا کے بہت سے اسماء حسنیٰ ہیں۔ انہی ناموں سے اس کو پکارو اور انہی سے دعا کرو۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں۔ واللہ نحن اسماء اللہ الحسنیٰ خدا کی قسم ہم ہی خدا کے اسماء حسنیٰ ہیں۔ اور ہماری معرفت بغیر کسی بندے کا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔

تفسیر البرہان - (والجبار) یہ حقیقت معانی اسماء اللہ ان کے وجودات عین حقیقت میں اور ہماری کائنات کی خلقت اور کل تدبیر و تصرف انہی اسماء سے ہے۔ طاہدی تہذیب واری قدس سرہ "یا من لہ الاسماء الحسنیٰ" کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

پھر ممکن ہے کہ اسماء اللہ الحسنیٰ سے مراد اس اسم شریف میں ائمہ اطہار ہوں جیسا کہ ان کی روایات میں وارد ہو ہے۔ کہ ہم اسماء حسنیٰ ہیں۔ کوئی عمل ہماری معرفت بغیر مقبول نہیں ہوتا۔ اور امیر المؤمنین اپنے کلام میں فرماتے ہیں میں اسمائے حسنائے الہیہ ہوں کیونکہ اسم سر سے مشتق ہے اور سر کے معنی علامت ہیں اور یہ قدرت وجود باری کی علامت غلطی اور اس کی آیت کبریٰ ہیں۔ اور اسی لئے نبی نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ کو دیکھ لیا اس نے خدا کو دیکھ لیا۔ کہ جو جمع صفات کا مظہر اتم و معنی کلی ہے اور اس لئے بھی کہ خدا کے اسماء و صفات کا مقام معنی یہی ہیں۔ اور حق معرفت خدا بھی انہی کو حاصل ہے۔ اور اس کے اسماء سے متحقق اور اس کے اخلاق سے متخلق اور اس کے اوصاف سے متصف ہونا بھی انہی کا حق ہے۔ پس وہ ہی اس کی رحمت صفیت کا

ثُمَّ اِنَّهُ يُمَكِّنُ اَنْ يُّرَادَ بِالْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰی فِي هَذَا الْاِسْمِ الشَّرِيفِ الْاَلْمُنْمَةُ الْاَوْطَهَارُ كَمَا وَرَدَ عَنْهُمْ نَحْنُ اَسْمَاءُ اللّٰهِ الْحُسْنٰی لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَمَلًا اِلَّا بِمَعْرِفَتِنَا وَفِي كَلِمٍ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ - اَنَا اَسْمَاءُ الْحُسْنٰی لَانِ الْاِسْمُ مِنَ السَّمَةِ وَهِيَ الْعَلَامَةُ وَ لَوْ شِئْنَا وَ اَنْهُمْ عَلَامَةُ الْعَظْمٰی وَ اَيَاتُهُ الْكُبْرٰی كَمَا قَالَ النَّبِيُّ مِنْ رَأٰنِي فَقَدْ رَأٰى الْحَقَّ وَ لَانِ مَقَامِ الْاَسْمَاءِ وَ الصِّفَاتِ مَقَامَهُمْ وَ حَقِّ مَعْرِفَتِهِ حَاصِلٌ لَهُمْ وَ التَّحَقُّقُ بِاَسْمَائِهِ وَ التَّخَلُّقُ بِاَخْلَاقِهِ حَقَّهُمْ فَهَمُ الْمُرْجُومُونَ بِرَحْمَتِهِ الصِّفْتِيَّةِ وَ الْمُسْتَفِيضُونَ بِفَيْضِهِ الْاَوْقَدَسُ كَمَا اَنْهُمْ مَرْجُومُونَ بِرَحْمَتِهِ الْفَعْلِيَّةِ وَ الْفَيْضُ الْمَقْدَسُ وَ اَمَامَةُ مَعْرِفَةِ كُنْهِ الْمَسْنُوِي الْمَرْتَبَةِ الْاِحْدِيَّةِ فَهِيَ مَهْمَا

استناثر اللہ لنفسه۔
 کامل میں اور فیض اقدس سے قبض پانے والے اور
 وہی اس کی رحمت فعلیہ کا محل و مقام ہیں اور اس کے فیض مقدس کا مورد یکن اس کی کنہ ذات کی معرفت
 جو مقام مسمیٰ ہے اور جو مرتبہ احدیت کہلاتا ہے وہ اس نے اپنے لئے مخصوص رکھی ہے وہ مقام ظہور نہیں
 صفات کی معرفت ممکن ہے (ذات کی) اور یہ معانی صفات و اسماء ہیں۔ اور تمام کائنات کی حقیقت
 اسماء اللہ سے ہے۔ اور تمام تدابیر و تصرفات اسماء اللہ کے ماتحت ہے۔

جناب ختمی مگر تبت ارشاد فرماتے ہیں :-

اللہم انی اسئلك باسئلك الذی
 اذا ذكرت به ترعزعت منه
 السموات والنشقت منه الارضون
 وتقطعت منه السحاب وتصدعت
 منه الجبال۔ الخ۔

اے خدا میں تجھ سے تیرے اسم کے واسطے سے سوال
 کرتا ہوں کہ جب اس کا ذکر کیا جائے تو اس کی عظمت و ہیبت
 سے آسمان کا پھٹنے لگے۔ زمینیں شش ہو جائیں۔ بادل ٹکڑے
 ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں چل نکلیں۔ سمندر خشک ہو
 جائیں۔ جو میں مضطرب ہوں۔ دل کا پھٹنے لگیں۔ قدم ڈمک گا

جائیں۔ کان بہرے ہو جائیں۔ آنکھیں پتھر جائیں۔ آوازیں پست ہو جائیں۔ گردنیں جھک جائیں۔ رو میں قبروں
 سے اٹھ کھڑی ہوں۔ فرشتے سجدے میں گر پڑیں اور تسبیح کرنے لگیں۔ ان کے جوڑ بند کا پھٹنے لگیں
 عرش اعظم متزلزل ہو جائے اور تمام مخلوق سرطاعت بھگا دے۔

وباسئلك الذی وضع علی الجنة فازلقت و
 علی الجحیم فسعرت و علی النار فتوقدت
 و علی السماء فاستقلت و قامت بلا عمد
 و اوسند۔ و علی النجوم فتزینت و
 علی الشمس فاشرقت و علی القمر فانار
 و اضاء و علی الارض فاستقرت۔

اور تیرے اس نام سے (سوال کرتا ہوں) کہ جب
 جنت پر رکھا گیا تو وہ سج گئی۔ دوزخ پر رکھا گیا تو
 وہ بیچڑک اٹھی اور آگ روشن ہو گئی۔ اور آسمان پر رکھا
 گیا تو وہ مستقل ہو گئے اور بلا ستون اور سہارے کے
 قائم ہو گئے۔ اور ستاروں پر رکھا گیا تو وہ مزین ہو گئے
 آفتاب پر رکھا گیا تو چمک اٹھا چاند نورانی ہو گیا۔

زمین نے قرار پکڑا۔ اور تیرے اس اسم سے جس سے تو نے اپنے نفس کو موسوم کیا ہے۔ اور جس سے فرشت
 قدرت پر مستولی ہوا ہے۔ اور کسی علم پر متمکن اور جس سے فرشتوں زمین۔ آسمان۔ جنت و نار
 سب کچھ پیدا کیا ہے۔ اور اس نام سے جو پردہ ہائے عظمت و جلال و مجد و کرامت پرکتوب ہے اور اس نام
 سے جو سوادق عرش پر نور۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے لکھا ہوا ہے۔ اس اسم سے سوال کرتا
 ہوں جس سے زمین آسمان اور مریاے قائم ہوئے سمندر و جزیر ہوئے عرش و کسی نے قرار پکڑا۔ اور نیز ان

اسماء مقدسہ کے واسطے اور وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ جو ملکوت زمین و آسمان کو محیط ہیں اور ان سے جو تونے اپنے علم غیب میں محفوظ و کمون رکھے ہیں۔ اور اس نام سے جو آگ پر رکھا گیا تو وہ ابراہیم کے لئے سرد ہو گئی۔ اس نام سے جو ملک الموت کی ہتھیلی پر لکھا ہوا ہے۔ جب روحیں اس کو دیکھتی ہیں تو اس کی طرف اڑتی ہیں۔ اس نام سے جو برگ زیتون پر لکھا گیا۔ اور آگ میں ڈالا گیا تو نہ جلا۔ اور وہ اسم جو ملائکہ مقربین کی پیشانی پر نقش ہے۔ وہ نام جس سے بادل گرجتے ہیں۔ وہ اسماء جن سے تومرے زندہ کرتا ہے۔ وہ اسم جس سے تمام مخلوقات کی سرشتوں کو بنایا ہے۔ اور وہ نام جو تونے آدم کو جنت عدن میں پڑھائے اور سکھائے ہم پر رحم فرما اور ہماری دعاؤں کو قبول کر۔

تمام کائنات مظاہر اسم اللہ اور تحت اسماء اللہ اور جملہ تصرفات و تدبیر انہی اسماء اللہ سے ہیں۔ اور معانی ان اسماء اللہ کے محمد و آل محمد میں۔ پس ساری کائنات ان ہی کا ظہور ہے۔ اور ان ہی اسماء سے ہر شے نے اپنے وجود میں قرار لیا ہے۔ یہی نام فرشتوں کی پیشانی پر ہیں۔ یہی نام ملک الموت کی ہتھیلی پر ہیں۔ یہی آدم کی پیشانی میں اور یہی سلیمان کا انگوٹھی میں۔ و یا سبائك المنقوشات علی خاتم سلیمان بن داؤد التي ملك بها الجن والانس والشیاطین واذل بها ابلیس و جنودہ۔ یہی اسماء ہیں جن کا ظہور کوہ طور پر موسیٰ کے لئے ہوا اور انہی کا نور چمکار فخر موسیٰ صعباً۔

و باسمك العظيم الاعظم الاعز الاجل الوكرم ومجدك الذي تجلית به لموسى كلمك في طور سيناء ولا براهيم خليك من قبل في مسجد الخيف ولا اسحاق في بئر شيع وليعقوب في بيت ايل۔ پس اگر یہ فرمائیں کہ زمین و آسمان ان کے دم قدم سے قائم ہیں۔ اور ساری مخلوق ان کا ظہور ہے۔ یہی حقیقت آدم اور نوح و ابراہیم ہیں۔ یہی ملکوت جن و آسمان ہیں۔ یہی ہوائیں چلاتے ہیں۔ یہی بادل برساتے ہیں۔ یہی دریا بہاتے ہیں۔ یہ مرد سے جلاتے۔ یہ پتلے بناتے ہیں تو اس معنی سے سب صحیح ہے۔ وَهُمْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ اَو كَسِبُوهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرٍ يُعْمَلُونَ۔ یہ شرک نہیں یہ غلو نہیں عین دین ہے۔

یہی اسماء اللہ ہیں اور یہی کلمات اللہ ہیں۔ وَبِكَلِمَاتِكَ الٰذی خلقْتَ بها السموات والارض وَبِكَلِمَاتِهِ الٰذی صنعْتَ بها العجائب۔ اور تیرے اس کلمہ کے واسطے جس سے تونے زمین و آسمان کو خلق کیا اور تیری اس حکمت کا جس سے تونے عجائبات بنائے۔ وَبِكَلِمَاتِكَ الٰذی اَمَات۔ اور یہی حضرات کلمات التامات ہیں۔ بلکہ یہی کلمات اللہ العلیا اور اس کی مثل اعلیٰ ہیں۔ اور درست فرماتے ہیں:-

نحن الاولون ونحن الاخرون ونحن
 السابقون ونحن المبعوثون ونحن الشافعون
 ونحن كلمة الله ونحن خاصة الله -
 وَيَشَانُ الْكَلِمَةَ الثَّامَةَ وَيَكَلِّمَاتِكَ
 الَّتِي تَفَضَّلْتَ بِهَا عَلَى اَهْلِ السَّمَوَاتِ
 وَالْاَرْضِ وَاَهْلِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
 وَبِنُورِكَ الَّذِي خَرَجَ مِنْ فَرْعِهِ طُوسُ
 سَيْنَاءَ وَبِكَلِمَتِكَ كَلِمَةَ الصَّدَقِ
 الَّتِي سَبَقَتْ لَابْنِ اٰدَمَ وَدَرِيَّتَهُ
 بِالرَّحْمَةِ وَاَسْأَلُكَ بِكَلِمَتِكَ الَّتِي غَلَبَتْ
 بِهَا كُلَّ شَيْءٍ وَبِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي
 تَجَلَّيْتَ بِهِ لِلْجَبَلِ فَجَعَلْتَهُ
 دَكًّا وَخَرَجَ مُوسَى صَحَقًا
 (دعائے سات)

ہم ہی اول ہیں۔ ہم ہی آخر ہیں۔ ہم ہی سابق ہیں ہم
 ہی تسبیح گزار اور ہم شفاعت کرنے والے ہیں اور
 ہم کلمہ خدائی اور ہم خاصہ الہی ہیں (بجاء)،
 پروردگار اپنے کلمہ تامہ کی شان کے وسیلہ اور اپنے
 ان کلمات کے وسیلہ سے جن سے تو نے تمام اہل
 زمین و آسمان اور دنیا و آخرت پر احسان فرمایا ہے۔
 اور نور وجہ کے واسطے سے جس کے خوف سے
 طور سینا گر پڑا۔ اور اس کلمہ صدق کے وسیلہ
 سے جو ہمارے باپ آدم کو اور اس کی ذریت
 کو تعلیم ہوا اور میں سوال کرتا ہوں۔ اس کلمہ
 کے ذریعہ جس سے تو تمام کائنات پر غالب آیا۔
 اور اس نور کے ذریعہ جس سے تو نے کوہ طور پر تجلی
 دکھائی۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور موسیٰ
 غش کھا کر گر پڑے۔

حضرت علی بن الحسین فرماتے ہیں خدا کی قسم وہ نور جو کوہ طور پر چمکا تھا۔ ہمارے جد کے نور کے اسی
 حصہ نور سے ایک حصہ تھا جس کی کوہ طور اور موسیٰ تاب نہ لاسکے۔ یہی کلمات اللہ میں جو ساری کائنات
 پر غلبہ نامہ رکھتے ہیں۔ اور قدرت الہی کے ذریعہ تدبیر و تصرف کرتے ہیں۔ صلوة اللہ علیہم اجمعین
 یہ غلو نہیں عین اعتقاد و ایمان ہے۔

حضرت علی امیر المؤمنین خود فرماتے ہیں۔ اَنَا كَلِمَةُ اللَّهِ الَّتِي يَجْمَعُ بِهَا الْمَفْتَرِقُ وَيُفْرِقُ
 بِهَا الْمَجْتَمِعُ وَاَنَا اسْمَاءُ اللَّهِ الْحَسَنِيَّ وَامِثَالُهُ الْعَلِيَّ وَآيَاتُهُ الْكُبْرَىٰ فِي هَذِهِ
 كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ - جس سے ہر مفترق کو جمع اور ہر مجتمع کو مفترق کیا جاتا ہے۔ اجزاء عالم مفترق مجھ سے القیام
 و ترکیب پاتے ہیں۔ اور اجزاء مرکب مجھ سے تحلیل و تفریق پاتے ہیں اور اس کے اسماء حسنیٰ اور امثال
 علیا اور اس کی آیات کبریٰ ہوں (تفصیل آئندہ آتی ہے)

وما اية لله اكبر منهم وهم اية من دونهم كل اية
 اسم اعظم اور اس کی حقیقت سے بحث کسی دوسرے موقع کے لئے ترک کرتے ہیں (وہو سر من الاسرار)

سلسلہ علل و اسباب

تمام کائنات سلسلہ اسباب و علل میں منسلک ہے۔ اور زبانِ قدرت کہتی ہے۔ اور زبانِ رسالت اس کی ترجمانی کرتی ہے۔ اَبی اللہ ان یجری الاشیاء الا بالاسباب؟ قدرتِ بِنیر واسطہ اسباب و وسائلِ عالم وجود میں کسی شے کا اجر او تقاضا منظور ہی نہیں کرتی ہے۔ اصنافِ کائنات میں ہر سا فل معلول اور ہر عالی علت یا سبب نظر آتا ہے۔ اور آج کا معلول ہزار ہا علل و اسباب کے ماتحت علتِ العلل و سببِ الاسباب۔ یعنی رب العالمین پر منتہی ہوتا ہے۔ اور یہ امر عقلاً و نقلاً حکمتِ یونانی اور حکمتِ سبحانی میں مستم ہے۔ کہ معلولِ اول اور مخلوقِ اول جملہ موجودات مابعد کی علتِ ثانوی ہوتا ہے (کتبِ فلسفہ ملاحظہ ہوں) اور حکمتِ اسلام میں میسلم ہے کہ معلولِ اول اور مخلوقِ اول نور محمد و آلِ محمد ہے۔ پس لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ معلولِ کل موجودات کی علتِ ثانویہ ہے۔ تمام موجوداتِ علل و معلولات اور اسباب و سببات کا سلسلہ اسی علتِ ثانویہ اور معلولِ اول پر منتہی ہوتا ہے۔ اور اس کی علت اس سے بالا خالقِ کائنات علتِ العلل اور سببِ الاسباب اور رب الارباب ہے۔ اور جب نور محمد و آلِ محمد علتِ ثانویہ کائنات ہو تو وجود و خلق و رزق و کل افعالِ علتِ العلل کی نسبت ثانوی انہی کی طرف ہوگی اور ہے۔ پس دو علتِ العلل کی طرف سے کل موجودات کے گویا خالقِ رازق و معلم و مربی و محافظ ہوئے اور کل دیگر علل و اسباب ان کے ماتحت اور اسی لئے وہ فرماتے ہیں اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

نحن صنّاع ربنا و الخلق بعدا ہم اول مصنوع الہی ہیں۔ اور بعد میں عالم صنّاعنا۔ خلق ہماری صنعت ہے۔

ہم ہی اس کے اذن و امر و قدرت و حیات سے سب کچھ کرتے دھرتے ہیں۔

ایضاً یہ بھی حکمتِ اسلامیہ میں حقیقتِ سلمہ ہے کہ کائنات کی علتِ غائی یہی انوارِ قدسیہ میں اور "لَوْلَا لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ" اسلامی سلمہ ہے۔ قرآن پاک یہ بتلاتا ہے۔ خَلَقْتُ لَكُمْ مَنَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَغَیْرَهُمَا۔ ابراہیمؑ کہ ساری کائنات انسان کے لئے خلق کی گئی ہے۔ اور انسان اس کے لئے اور عام انسانوں کی خلقت کی علتِ غائی وجودِ محمد و آلِ محمد ہے۔ چنانچہ حضرت آدم جب عرش پر نام محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو سوال کرتے ہیں پروردگار

یہ محمد کون ہے؟ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تیری اولاد میں سے نبی اترنا زمان ہے۔ اے آدم اگر اس کو خلق نہ کرتا تو تجھے خلق نہ کرتا۔ پس اصل غایت خلقت آدم وجود خاتم ہے۔ اور جب یہ غایت خلقت ہوگئے تو تمام موجودات کے لئے ہر فیض الہی نعمت وجود وغیرہ وجود انہی کے طفیل سے ہوا۔ اور اس لئے یہ جائز ہوا کہ وہ ہر فیض الہی کی نسبت اپنی طرف کریں کہ ہم نے نہیں وجود دیا۔ ہم نے نہیں روزی دی۔ ہمیں نے نہیں علم و ادراک دیا۔ اسی طرف اشارہ ہے (زیارت جامعہ)

امام علیہ السلام فرماتے ہیں :-

بِكُمْ فَتَمَّ اللَّهُ وَبِكُمْ تَخَلَّتْ وَبِكُمْ يَنْزَلُ
الْعَذِيَّتْ وَبِكُمْ يَسْئَلُ أَتْمَاءُ أَنْ يَفْعَ عَلَى
الْوَرِضِ الْوَابِ ذَنْبَهُ وَبِكُمْ يُنْفِذُ الْهَمَّ وَ
بِكُمْ يَكْشِفُ الضُّمُورَ

اے محمد و آل محمد تمہیں سے اللہ نے عالم ایجاد
کی افتتاح و ابتدا کی ہے اور تمہیں پر ختم کرے گا۔
تمہارے ہی سبب بارش برساتا ہے۔ اور تمہیں سے
آسمان کو گرنے سے سنبھالے ہوئے ہے۔ تمہارے ہی

وسیلہ سے غم و ہم عباد کو دور کرتا ہے اور تکالیف کو رفع فرماتا ہے۔ تمہیں کو اس نے اپنے علم سے چین
لیا ہے۔ اور تمہیں کو اپنے اسرار غیب الغیوب کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اور تم ہی عالم ایجاد میں خدا
کی دیکھنے والی آنکھ اور کار گزار ہاتھ اور ساری مخلوق میں اس کی ترجمان زبان ہو۔

پس خلق کی علت فاعلی ثانوی بھی یہی ہیں۔ اور اس لئے یہ فقرہ بھی درست ہے۔ کہ وہ فرمائیں۔
”نَحْنُ صَنَّا عُمْ رَبَّنَا وَالْخَلْقَ بَعْدَ
صَنَّا عُمْ لَنَا“
ہم اس کی مصنوع خاص ہیں۔ اور عالم خلق اس
کے بعد ہمارے لئے بنایا گیا ہے۔

وَنَعْمَ مَا قَالَتْ نَقِيبُ الْمَالِكِ

علت غائی آمدان موجب فاعلی کہ شد
نقص طبائع و ہر رامایہ کا ملی کہ شد

صادر اولی شد آں موجد ثانوی کہ شد
ضعف وجود عقل را منشاء بر ولی کہ شد

گوئی اگر ولی حق گویمت آل ولی کہ شد
حضرت دالی ابولی باز ہماں علی علی

ان بیانات اور اصول میں غور کرنے سے جب یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے
کہ ان سے تدبیر عالم کا ظہور ہوتا ہے۔ اور علت ثانویہ معلول اول و منظر

نفی تفویض

کل ہونے کی رو سے بعد فائق عالم تمام احکام ان کے سپرد ہوتے ہیں۔ (انا المأب الذی یؤب
الیہ کل شیء بعد القضاء)۔ تو وہ فرما سکتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تمام تدبیر عالم خدا نے

ہماری سپرد کردی ہے۔ اور یہ تفویض اس معنی میں قطعاً صحیح ہے۔ ہرگز شرک و کفر و غلو نہیں۔ شرک جب لازم آئے۔ جب کہ وہ خود بالذات مدبر ہوں۔ اور خدا کو کوئی تعلق نہ ہو اور وہ معطل محض ہو اور یہ اس سے لازم نہیں آتا۔ بلکہ یہاں اس کے برعکس ہے۔ خدا ہی سب کچھ کرتا ہے۔ ہاں جو کچھ کرتا ہے ان کے ذریعہ کرتا ہے۔ ان سے اس کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ خود باختیار خود بذات خود و مشیت خود نہیں کرتے۔ اور نہ کر سکتے ہیں۔ سب کچھ وہ کرتا ہے ان سے کرتا ہے یا ان سے ظاہر کرتا ہے اور ان دونوں معنی میں یوں بید ہے۔ تفویض جو ممنوع ہے۔ وہ یہی ہے کہ خدا کو ایک فرقہ (ہر یہ کی طرح) معطل محض سمجھا جائے۔ اور ان کو کارکن مطلق۔ لیکن اس کا کوئی قائل نہیں اور نہ معصوم کے کسی فقرے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے اور نہ کوئی مومن ایسا اعتقاد رکھتا ہے کہ تدبیر عالم سب ان کی سپرد ہے۔ خدا بیکار و معطل ہے نہ کرتا ہے نہ کر سکتا ہے۔ جو چاہتے ہیں یہ کرتے ہیں۔ بہر حال جو تفویض ممنوع ہے۔ وہ وہی جہاں تعطیل قدرت لازم آئے۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ لیکن کل تدبیر عالم کا منظر کل سے ظہور پانا عین توحید ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ بارگاہ قدرت میں وسیلہ مطلقہ ہیں۔ غایت کل ہیں۔ مظهر مطلق ربوبیت ہیں۔ ولی الامر برحق ہیں۔ ہم جملہ امور کو ان کی طرف سپرد کرنے پر مامور ہیں کہ بغیر ان کے وسیلہ کے مقبول اور منظور اور انجام پذیر نہیں ہو سکتے۔ اور اسی لئے زیارت میں پڑھتے ہیں۔ و مفوض الیکم۔

مجلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ نبی اور انام میں غلو کے یہ معنی ہیں کہ ہم ان کی الوہیت کے قائل ہوں جو ربوبیت میں ان کو شریک گردانیں اور خلق اور رزق میں ان کو خدا کا شریک مانیں۔ کہ جس طرح خدا خلق کرتا ہے یہ بھی کرتے ہیں اور جس طرح خدا رزق دیتا ہے۔ یہ بھی اپنی مخلوق کو رزق دیتے ہیں، یا کہیں خدا نے ان کے اندر حلول کیا ہے۔ اور یہ خدا کے اوتار ہیں۔ یا انسانی صورت میں خدا ہیں جس طرح ہندو اپنے اوتاروں کے قائل ہیں، یا کہیں یہ خدا کی ذات سے متحد ہیں۔ یہ اور خدا ایک ہی ہیں جس طرح کہ عیسائی خدا۔ روح القدس اور عیسیٰ کو متحد لذات مانتے ہیں اور قیصوں کو ایک کہتے ہیں، یا یہ کہیں کہ وہ خود بالذات عالم الغیب ہیں بغیر خدا کے الہام اور وحی کے خود بخود سب کچھ جانتے ہیں۔ یا ان کے ظاہر میں کوہم مثل رسالت مآب نبی سمجھیں تو یہ بھی غلو ہے۔ یا ہم اس کے قائل ہوں کہ ان کی ارواح ایک ہی ہیں۔ تناسخ کے طور پر منتقل ہوتی رہتی ہیں اور مختلف اجسام میں حلول کرتی رہتی ہے یا یہ کہیں کہ دنیا میں بس ان کی معرفت کافی ہے۔ خدا کی عبادت و طاعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ گناہوں کے ترک کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ تمام باتیں کفر والی و شرک و غلو ہیں اور ان کا قائل دین اسلام سے خارج۔ اور ائمہ ان ہی اعتقادات سے بیزار تھے۔ اور ان کے قائلین کے کفر کا حکم دیتے تھے (اور غالی حقیقتاً ایسی باتوں کے قائل ہیں) اور اس قسم کی باتیں کسی سے سنو

یا ایسی روایتیں دیکھو تو سمجھو کہ یا تو ان کی تاویل کچھ اور ہے۔ یا وہ واقعی گھڑی ہوئی ہیں (جیسا کہ عبداللہ بن سبا لعنۃ اللہ علیہ اس کا قائل تھا۔ اور اسی طرح اس کے ہم خیال قائل رہے ہیں اور اب سرحد کرمان شاہ و نیز سرحد کابل پر فرقہ علی الہمی، غالی ہے۔ اور صاف ائمہ کی الومیت کے قائل ہے۔ حضرت صادق فرماتے ہیں۔ خدا لعنت کرے عبداللہ ابن سبا پر کہ اس نے امیر المؤمنین علیؑ کے لئے الومیت و ربوبیت کا دعویٰ کیا۔ خدا کی قسم امیر المؤمنین خدا کے فرمانبردار بندے تھے۔ براہمان کا جو ہم پر جھوٹ بولتے ہیں) لیکن بعض متکلمین اور محدثین غلو میں افراط کرنے والے ہیں اور ائمہ علیہم السلام کی معرفت نام نہ رکھنے اور ان کے عجائب ولایت و غرائب امامت کو سمجھنے سے قاصر رہنے کے باعث و اکثر معتبر وثقہ علماء اور اعلیٰ روایات کو جو معجزات ائمہ اور ان کے عجائب و غرائب حالات و شیعوں میں وارد ہوئی ہیں قدرح کرتے ہیں اور ان کو رد کرتے ہیں اور ان سے نفی سہو کو بھی غلو کہتے ہیں اور امام اور نبی کے لئے سہو و نسیان کے قائل ہیں۔ اور ان کے علم ماکان۔ و مایکون کی بھی نفی کرتے ہیں۔ حالانکہ اکثر اخبار صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ ۱۔

لا تقولوا فینا رباً و قولوا ما شئتم ولن یمین خدا نہ کہو اور پھر سائے حق میں جو چاہو کہو ہرگز تبلیغوا و امرنا صعب مستصعب اللہ۔ ہماری معرفت تک پہنچ سکو گے۔ تمہارا غلو بھی یہاں قائم رہے گا۔ اور ہمارا امر نہایت گران اور دشوار ہے۔ اس کو سوائے ملک مقرب یا نبی مرسل یا مومن مومن کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور وہ ہی فرماتے ہیں کہ اگر ابو ذرا اس کو معلوم کرتے جو سلمان کے دل میں ہے تو اس کو قتل کر دے (اس کا تحمل نہیں کر سکتا)۔ پھر ان کے ان فضائل میں غلو کے کیا معنی؟

لیکن تفویض۔ سواس کے کئی معنی ہیں۔ بعض معنی تفویض ان کے لئے مسلم ہیں اور بعض ان سے منافی ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ خدا نے دنیا کو ان کے سپرد کر دیا۔ یہی اپنے ارادے اپنی قدرت سے پیدا کرتے مارتے جلاتے اور رزق دیتے ہیں تو یہ ممنوع ہے (جیسا کہ ہم مفصل بیان کر آئے ہیں) لیکن اگر یہ کہیں کہ خدا سب کچھ خود کرتا ہے ان کے ارادے اور مشیت کے تقارن تو یہ درست ہے۔ یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام کمونات کی علت یہ ہیں سب کچھ ان کے لئے کرتا ہے۔ اس لئے گویا یہ کرتے ہیں۔

وانہ تعالیٰ جعلہم مطاعین فی الارضین
والسموات یطیعہم بأذن اللہ۔ کل شیئ
حتی الحجارات اذا شاء و امرأ
یرد اللہ مشیتہم و لکن لا یسأون
إلا ما یشاء اللہ۔

خدا نے ان کو زمین و آسمان میں مطاع مطلق بنا دیا ہے۔ ہر شے باذن اللہ ان کی اطاعت کرتی ہے۔ حتیٰ کہ حجرات بھی۔ اور جب کسی امر کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے لیکن یہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔

عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول و ہم بامرہ یعملون -

دوسرے تفویض دین اگر یہ اس کے معنی لئے جائیں کہ یہ اپنے ارادہ اور قدرت سے جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں۔ اور جس کو چاہتے ہیں حرام۔ تو یہ بھی ممنوع ہے (یقیناً ممنوع ہے) بلکہ اللہ نے بھی امام کو کمال بنا دیا ہے۔ تو وہ خلاف حق کوئی امر کرتے ہی نہیں اور اس کی مشیت کے خلاف چلتے ہی نہیں اس لئے امور شریعت ان کے سپرد کر دیئے ہیں کہ ان کو بیان کر دیں اور اجرا فرمائیں۔

تیسرے مخلوقات کے امور سیاست و تادیب و تعلیم اور ان کی تکمیل ان کے سپرد کر دی ہے یہ بھی حق ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي هُوَ مَخْشَىٰ ۚ وَسَيَحْكُمَ لَكُمْ فِي أُمُورِكُمْ ۚ وَهُوَ خَالِقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ مُّذَبِّحٌ ۚ اس کو تسلیم کرو۔ اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

چوتھے یہ کہ علوم و احکام کا بیان حسب مصلحت ان کو سپرد کر دیا ہے۔ جس کو چاہیں اور مصلحت سمجھیں بیان کریں جس کو چاہیں نہ کریں یا روک دیں یہ بھی درست ہے۔ انتہی۔

پانچویں۔ اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ چاہیں ظاہر روایت پر عمل کریں یا اپنے علم حقیقی پر جو بذریعہ وحی و الہام الہی حاصل ہے۔ یہ بھی حسب مصلحت ان کے لئے درست ہے۔ اور اس میں وہ مختار ہیں۔

چھٹے۔ یہ کہ یہ مالک دولت زمین و آسمان ہیں جس کو جو چاہیں بخشیں۔ جو چاہیں رکھیں خلیفہ خدا ہیں۔ ملک و دولت زمین و آسمان کے مالک ہیں (سابع بحار ص ۳۴۲ وما بعد)

اور اسی طرف ان روایات کا اشارہ ہے ابی اسحاق النجومی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے :-

ان الله ادب نبیہ علی صحبتہ فقال انک لعلی خلق عظیم ثم فوض الیہ الامر)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اپنی محبت پر تربیت فرمائی اور مکمل کر کے فرمایا بیشک تو خلق عظیم کا مالک ہے اور پھر ام تدبیر عالم اس کو سپرد کر دیا۔ اور فرمایا

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ - آلا یہ۔ جو کچھ رسول حکم سے اس کو قبول کرو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو

اور فرمایا جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور رسول اللہ نے یہ امور علی کے

سپرد کئے اور اس کو ان کا امین بنایا۔ پس تم مومنین نے اس کو تسلیم کر لیا۔ اور لوگوں نے انکار کیا پس خدا

کی قسم ہم تمہیں اس لئے دوست رکھتے ہیں کہ جب ہم کہتے ہیں تو تم کہتے ہو اور جب خاموش ہوتے ہیں تو تم خاموش

رہتے ہو۔ اور ہم تمہارے اور خدا کے درمیان واسطہ و وسیلہ ہیں اور ہمارے حکم کی مخالفت میں کسی کے لئے کوئی چیز

نہیں ہے (ہفتم بحار ص ۹)

جناب فاطمۃ الزہراء صلوات اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس وقت مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور قاب قوسین اور ادنیٰ کے مقام تک پہنچا تو میں نے دل کی آنکھ سے خدا کو دیکھا۔ اور جسمانی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ پس میں اذان اور اقامت کی آواز سنی۔ پھر ندا آئی۔ اے میرے فرشتو! اور اے ساکنان زمین و آسمان۔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْکَ لِیْ۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا اور گواہی دی۔ پھر ندا آئی اے میرے فرشتو! اے میری زمین و آسمان کے رہنے والو۔ اے میرے عرش کے حاملو۔ اِنِّیْ مُحَمَّدًا عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا اور گواہی دی۔ پھر ندا آئی۔ اِنِّیْ عَلِیٌّ وَوَلِیُّیْ وَوَلِیُّ الْمُوْمِنِیْنَ بَعْدَ رَسُوْلِیْ۔

(علی میرا ولی ہے۔ میرے رسول کا ولی ہے اور بعد رسول اللہ سب مومنوں کا ولی ہے۔ عباس بن صہیب کہتے ہیں کہ جعفر بن محمد نے کہا ہے وہ کہتے ہیں ابو جعفر نے کہا ہے کہ ابن عباس نے جب اس حدیث کو سنا تو کہا میں یہ مضمون کتاب اللہ میں پاتا ہوں۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاِمَانَةَ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ۔ اِحزاب ۷۱۔ ان کے پاس خدا نے وہم و دینار یا خزائن زمین و دیت نہیں کیا۔ اور امانت نہیں رکھا۔ لیکن اُس نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو خلقت آدم سے قبل وحی کی کہ میں تم میں ذریت محمدؐ کو خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تم ان سے کیا کرو گے جب وہ تمہیں پکاریں تو حکم مانو۔ جب پناہ مانگیں تو پناہ دو اور اے پہاڑو جب تمہیں پکاریں جواب دو۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی اطاعت کرو۔ وَ اَتٰیہُمْ مِّنْکَ عَظِیْمًا۔ کا یہی مطلب ہے۔ ملک عظیم ان کی اطاعت ہے کہ ہر شے ان کی زیر نگیں ہے۔ یہی ملک عظیم ہے کہ ان میں سے ائمہ بنائے۔ جن کی ہر شے اطاعت کرتی ہے۔ مَن اطاعہم فَقَدِ اطَاعَ اللّٰهَ وَمَن عَصَاهُمْ فَقَدِ عَصَى اللّٰهَ۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ وَقَالَ الْمَوْضِعُ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْوَلٰیۃُ ہِیَ الدِّیْنُ الْحَقُّ۔ ولایت ہی دین ہے (دلاریب فیہ) وہ ہی صراط مستقیم الہی ہے) (ہفتم بحار ص ۹)

وَعَنِ الصَّادِقِؑ۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو خلق فرمایا اور بہترین صورت میں خلق فرمایا ہمیں اپنے بندوں پر اپنی آنکھ اور اپنی مخلوق میں اپنی زبان اور اپنے بندوں پر اپنا دستِ رحمت و رافت اور وجہ اللہ جس سے اللہ حاصل ہوتا ہے اور اس کا دروازہ جو اس تک راہنمائی کرتا ہے اور اس کی زمین و آسمان میں اس کے امین و خزینہ دار ہماری وجہ سے درخت پھل دیتے ہیں اور ہمارے سبب سے

پکڑتے ہیں۔ ہم سے دریا جاری ہوتے ہیں۔ ہمیں سے بارش برتی ہے اور نباتات اُگتی ہے۔ ہماری ہی عبادت سے خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور اگر ہم نہ ہوتے تو کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا اور نہ کر سکتا۔ ولہذا مسجد منا احد الصنم۔ ہم میں سے کسی نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ بت پرست کبھی قابل امانت نہیں ہو سکتا۔ لا یحجب عنہم علم السماء والارض والجنة والنار و عرض علیہم ملکوت السموات والارض یعلمون علم ما کان وما یكون الی یوم القیامۃ۔ زمین و آسمان اور جنت و دوزخ کا علم ان سے پوشیدہ نہیں اور بواطن زمین و آسمان ان کے پیش نظر ہیں۔ اور وہ قیامت تک کی گذشتہ و آئندہ باتوں کو جانتے ہیں۔ اگر ہم کو اجازت ہو جائے کہ ہم لوگوں کو اپنا مرتبہ اور قدر جو عند اللہ ہے بیان کر دیں تو تم برداشت نہ کر سکو گے۔ عرض کیا (مفضل) عام مرتبہ علم تو معمولی بات ہے۔ ان الامام و کواداة اللہ عزوجل لا یشاء الا ما یشاء اللہ۔ امام و کراوادہ الہی و محل مشیت ایزدی ہے۔ ہر ارادہ باری اس سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ وہی کرتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تفویض ممنوع وہی ہے جہاں تعطیل ذات باری لازم آئے اور اس کا کوئی مومن قائل نہیں اور امام کے کسی لفظ سے ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ ورنہ امور عالم کا ظہور ان سے مسلم ہے۔ یہ نہ غلو ہے نہ تفویض ہے۔ (اعاذنا اللہ من ذلک)

یہ ایک قطرہ ہے اس بحر بیکران کا جو ان کے غرائب احوال و عجائب شیون اور صعاب امور کو محیط ہے۔ اس سے زیادہ کی نہ طاقت نہ فرصت۔ ان اشارات کے ماتحت۔ مومنین کرام خطبات بیانیہ جو ستید صالح کشفی نے نقل کئے ہیں اور جو روایات معرفتہ بالنورانیہ میں وارد ہوئے ہیں بظاہر فرمائیں۔ اور نور معرفت حقیقیہ سے قلوب صافیہ کو روشن کریں اور انہی اصول پر اپنے مرتبہ تحمل ایمان کے مطابق فقرات معصوم کی تاویل کریں اور محمل صحیح پر محمول۔ ان کے فضائل کو اپنی نافرمانی سے رد کرنا کفر ہے۔

ان ہی بیانات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ محمد و آل محمد فضائل میں مساوی ہیں۔

فرق عہدہ نبوت میں ہے کہ وہ حضور سرور کائنات سے مخصوص ہے اور آپ پر ختم اور اس لئے ائمہ طاہرین اس عہدے پر فائز نہیں ہوتے۔ مرتبہ صلوح نبوت حاصل ہے۔ اور اگر نبوت باقی ہوتی تو یہ سب نبی ہوتے۔ لیکن نبوت ختم ہو گئی محمد پر اس لئے کوئی نبی نہ ہوا۔ جو ان کو مثل حضرت نبی کہے۔ وہ بے شک غالی ہے۔

اس سے زیادہ تفصیل انشاء اللہ علیحدہ مذکور ہوگی۔

خطبہ رجیہ امیر المومنینؑ

الاولیٰ

ان لی الکرة بعد الکرة والرجعة
بعد الرجعة وانا صاحب
الرجعات والکرات۔ وصاحب الصلوات
والنقمت والدولت العجیبات۔ وانا قرن
من حدید۔ وانا عند الله وَاخو رسول
الله۔ وانا امین الله وخازنه وعیبتہ
سرة وحجابہ۔ ووجهہ وصراطہ ومیزانہ
وانا الحاشی الی الله۔ وانا کلمة الله
التي یجمع بها المتفرق ویفترق بها
المجتمع وانا اسماء الله الحسنى۔ وامثاله
العلیا وایاتہ الکریمی۔ وانا صاحب الجنة
والنار اسکن اهل الجنة واهل النار
النار۔ وافی تزویج اهل الجنة وافی عذاب
اهل النار وافی ایاب الخلق جمیعا وانا
للأب الذی یؤب الیه کل شیء بعد
القضاء۔ والی حساب الخلق جمیعا وانا
صاحب الحسنة۔ وانا المؤمن علی الابرار
عراف۔ وانا یارزالشمس وانا دابة
الارض۔ وانا قسیم النار وانا خازن
الجنان وصاحب الاعراف۔ وانا امیر
المومنین ویعسوب المتقین۔ وایة
السابقین ولسان الناطقین۔ وخاتم
الوصیین۔ ووارث النبیین وخليفة رب

بیشک میرے لئے دنیا میں بار بار آنا اور رجعت
کرنا ہے۔ میں رجعتوں والا اور باریوں والا حملوں
والا اور سزاؤں والا اور عجیب دولت اور دولتوں
والا ہوں۔ میں ہر ایک قلم کفر کو ڈھا دیئے والا آہنی
سینگ ہوں۔ میں بندۂ خدا اور برادر رسول اللہ
ہوں۔ میں خدا کا امین اس کا خزینہ دار اس کے
بھیدوں کا صندوق یا بقیچہ ہوں۔ میں حجاب اللہ
وجہ اللہ۔ صراط اللہ اور میزان حق و باطل ہوں میں
ہی مخلوق کو خدا کی طرف جمع کرنے والا ہوں میں
ہی وہ کلمۃ اللہ ہوں جس کے ذریعہ ہر چیز کھٹی
اور ہر ایک کھٹی جدا ہو جاتی ہے۔ اجزاء متفرقہ مجھ
سے ترکیب پاتے ہیں اور اجزاء مجتمع مجھ سے تحلیل پاتے
ہیں مظہر اسم یا جامع ویا مفرق میں ہی ہوں میں معنی
اسماء اللہ امثال علیا اور آیات کبریٰ ہوں اور میں
ہی جنت و دوزخ کا مالک ہوں۔ اہل جنت کو
جنت میں ساکن کروں گا اور اہل نار کو نار میں داخل
کروں گا۔ اور میں ہی اہل جنت کی ترویج کرونگا میرے
ہی ذمہ اہل نار کو عذاب کرنا ہے۔ اور میری ہی طرف
ساری مخلوق کی بازگشت ہوگی۔ اور میرے ذمہ
ساری خلق خدا کا حساب ہے۔ اور میری ہی طرف
ہر ایک امر بعد قضاء الہی رجوع کرتا ہے۔ میں ہی جنتوں
والا۔ میں ہی نیکیاں بخشنے والا ہوں اور میں امرات
میں پکارنے والا۔ میں ہی ایام رجعت میں آفتاب

ظاہر ہونے والا۔ اور میں ہی وابۃ الارض ہوں۔ میں قائم جنت و نار اور خازن بہشت ہوں۔ اور میں ہی وہ صاحب اعرف ہوں جو سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانتا ہوگا (وَ عَلَی الْأَعْرَافِ رِجَالًا یَعْرِفُونَ نَهُمْ یَسِیرٌ مِنْهُمْ) میں امیر المؤمنین۔ بحسب التیقین آیۃ السابقین۔ لسان الناطقین۔ خاتم الوصیین وارث النبیین اور خلیفہ رب العالمین اور اس کی صراطِ مستقیم اور اس کی میزانِ حق و باطل ہوں اور تمام زمین و آسمان و ما فیہا پر اس کی حجت۔ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی خلقت کے وقت احتجاج و اتناہم حجت کیا۔ اور میں ہی روز قیامت ان کا شاہد ہوں و جہاں تک کل نفس معہا سائق و شہید، اور میں علم بلا یا۔ علم منایا۔ علم قضایا و فضل الخطاب اور علم انساب کو جانتا ہوں۔ اور میں جملہ انبیاء کی آیات اور نشانات کا محافظ ہوں۔ اور میں ہی لاطھی اور نشان والا ہوں (جو ایامِ جمعہ میں قریب قیامت ہر کافر کی پیشانی پر نشان لگائے گا۔ ہذا کافر حقا الی یوم القیمة۔ اور ہر مومن کی پیشانی پر نشان لگائے گا۔ ہذا مومن حقا۔ میں ہوں جس کے لئے بادل۔ گرج۔ بجلی۔ تاریکیاں روشنیاں۔ ہوائیں۔ پہاڑ۔ سمندر۔ ستارے اور چاند سوز و سحر کر دینے گئے ہیں کہ رئیس کارکنانِ قضا و قدر و ولی الامر ہے۔ میں قوتِ خدا کا آہنی سینگ ہوں اور میں فاروقِ امت ہوں۔ مجھ ہی سے حق و باطل میں تمیز و تفریق ہوتی ہے میں ہی خلقِ خدا کو اس کی طرف ہنکانے اور چیلانے والا ہوں۔ اور میں ہی وہ ہوں جس نے ہر شے کو گن گن کر احصاء کیا ہے۔ وَ کُلُّ شَیْءٍ أَحْصَیْنَاهُ فِی إِمَامٍ مِّنْ بَنِیِّ آلِیْنَا اس علم کے ذریعہ جو اللہ نے مجھ کو ودیعت کیا ہے۔ اور اس رازِ قدرت کے ذریعہ جو اس نے محمد کو

العلمین۔ و صراطِ ربی المستقیم و قسطاسہ و الحجۃ علی اهل السموت و الارضین و ما فیہما و ما بینہما۔ و انا الذی احتج اللہ بہ علیکم فی ابتداء خلقکم و انا الشاہد یوم الدین۔ و انا الذی علمت علم المنایا و البلویا و القضا یا و فصل الخطاب و الانساب و استحضرت آیات النبیین المستخفین المستخفظین و انا صاحب العصا و المیم و انا الذی سخرت لی السحاب و الرعد و البرق و الظلم و الانوار و الریاح و الجبال و البحار و النجوم و الشمس و القمر و انا القرن الحدید و انا فاروق الامۃ و انا الحادی و انا الذی احصیت کل شیء عدداً ابعلم اللہ الذی اودعینہ و بسورۃ الذی اسوۃ الی محمد و اسوۃ النبی الی و انا الذی املخنی ربی اسہ و کلمتہ و حکمتہ و علمہ و فہمہ یا معشر الناس اسئلونی قبل ان تفقدونی اللہم افی اشہدک و استعذیک علیہم و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و الحمد للہ متبعین امروہ۔

کو پہنچایا۔ اور محمدؐ نے مجھے پہنچایا۔ اور میں ہی وہ ہوں جس کو خدا نے اپنا نام اپنا کلمہ اپنی حکمت۔ اپنا علم اور اپنی فہم عطا کی۔ معاشرہ اناس۔ پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ خداوند! میں تجھ کو ان پر گواہ بنا تا ہوں اور تجھ ہی سے ان پر مدد چاہتا ہوں۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ والحمد لله متبعین امیرہ کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ مگر اس خدا کے علی و عظیم کی طرف سے اور ہم اس کی حمد کرتے ہیں۔ اس کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے۔

یہ ولی مطلق مظہر العجائب والغرائب ہر دور اور ہر زمانے میں ظہور فرماتا رہا ہے۔ اور یہ مشکل کشائے خلق ہر دور میں ہر صاحب غرض کی مشکل میں کام آتا رہا ہے۔ اور ہر نبی کی امداد فرماتا رہا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ نصرت الانبیاء سر نصرت محمدؐ اجمہراً۔ میں نے تمام انبیاء کی پوشیدہ طور پر نصرت کی ہے۔ نوح کی کشتی کو بچایا ہے۔ ابراہیم کو سنبھالا۔ یوسف کو نکالا ہے۔ اور ہر میدان میں محمدؐ کی حکم کھلا۔ اس ولی خدا نے نصرت کی۔ اور ایام ظہور حق اور عالم رجعت میں آپ سردار شکر یانی کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ عصا و نشان کے ساتھ داۃ الارض کی صورت میں نمایاں ہوں گے۔ کرہ شمس پر ظہور فرمائیں گے۔ اور صیحو فرمائیں گے۔ پھر نصرت فرزند کے لئے آئیں گے۔ پھر رجعت میں بیس ہزار سال حکومت فرمائیں گے۔ اور اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ میں بار بار دنیا میں آنے والا۔ رجعت کرنے والا اور عجیب و ولتوں اور باریوں والا۔ اور دشمنوں کو عذاب کرنے اور سزا دینے والا ہوں۔ تمام اعدا اور خصوصاً اہل شام کو زمانہ رجعت میں سخت سزا دیں گے اور انتقام لیں گے۔ جس کی تفصیل دیگر خطبات میں آتی ہے اور ابواب رجعت میں یہ تمام امور مفصل مذکور ہیں اور تمام عجائبات و معجزات اس مظہر العجائب کے مشہور و معروف اور مسلمات دین سے ہیں۔

ہر شے اول علم باری میں ہوتی ہے۔ پھر مشیت میں۔ پھر مقام ارادہ میں۔ پھر تقدیر علمی میں۔ پھر قضاء علمی میں۔ پھر قضا فعلی میں اور پھر امضاء و اجراء ہوتا ہے اور پھر اس کی اجل مطلق اور معین و مسلمی مقرر۔ علمی مظہر کل ولی مطلق ہے۔ بعد اجراء قضا ہر شے آپ پر نازل ہوتی ہے۔ اور قبل قضا آپ کو کوئی علم اس کا نہیں ہوتا۔ اور آپ سے پھر کارکنان قضا و قدر پاتے ہیں۔ اس لئے ارشاد ہے کہ میں ہی وہ مرجع و مآب ہوں کہ ہر شے بعد اجراء حکم و قضا الہی میری طرف رجوع کرتی ہے اور یہ بھی عین دین و حقیقت ہے۔

قرآن پاک میں بھی یہ مضمون ہے "ثُمَّ اِنَّا اِلَيْنَا اِيَّا بَهُمْ ثُمَّ اِنَّا عَلَيْنَا حِسَابُهُمْ غَافِيَةً بِهَارِي اِي طرف ان سب کی بازگشت ہے۔ اور ہمارے ہی ذمہ ان سب کا حساب ہے۔ زیارت جامعہ

میں ہے۔ ایاب الخلق الیکم وحسبکم علیکم۔ خلق کی بازگشت آپ ہی کی طرف ہے۔ اور ان کا حساب آپ ہی کے ذمہ۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ میری طرف سب کی بازگشت ہوگی۔ اور سب کا حساب لوں گا۔ خلیفہ مطلق ہی اس کی طرف سے حساب و کتاب لے گا۔ اس کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہوگی۔ کہ ہر مخلوق سے ہم کلام ہو سکے یا دکھائی دے۔ یا کسی جگہ اور مکان میں آئے اور تخت لگائے۔ یہ سب اپنے ان خلفاء و اولیاء کے ذریعہ کرے گا۔ اور یہی وجہ اللہ جو بعد فنا ہر شے باقی ہیں سب خلق کو اس کی طرف جمع کریں گے۔ یہ تمام ولی برحق۔ خلیفہ خدا۔ مظہر کل مظہر العجایب کی صفات ہیں۔ نہ خالق کائنات کے اوصاف۔ کوئی بات اس میں غلو کی نہیں ہے۔ اور آخر میں ارشاد ہے کہ جو کچھ جانتا ہوں اس کی تعلیم سے اور محمدؐ کی تعلیم سے ہے اور جو کچھ کرتا ہوں اور کروں گا اس کی طاقت و قوت سے۔ ”و لا حول و لا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم“ ان فقرات کو جو غلط کہے اس کا دماغ نور عقل سے اور دل نور ایمان سے خالی ہے اس خطبہ کی شرح صاحبان سواد۔ باب الرجعت۔ بحار الانوار جلد ۱۳ سے مطالعہ فرمائیں۔ معارف ایمانیہ و حقائق نورانیہ انہی کا نام ہے اور انہی کا انکار کفر۔ اعاذنا اللہ من ذلك۔ اسی طرح دیگر خطبات کے فقرات کو مل فرمائیں اور معانی و موارد صحیحہ پر محمول۔ وما التوفیق الا باللہ۔ ومن يجعل اللہ له نوراً فما له من نور۔

الثانية

شیخ کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ الجیمی الشافعیؒ نقل کرتے ہیں کہ علماء طریقت اور مشائخ حقیقت کے نزدیک نقل صحیح اور کشف صریح سے ثابت ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالب منبر کو نہ پر کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ بیان فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا اور خلق کرنے والا ہے سطح زمین کو پھیلاتے اور اس کو بانے والا پہاڑوں کو قائم اور ان کو بلند کرنے والا ہے چشموں کو نکالنے اور ان کو بہانے والا۔ تند ہواؤں کو روکنے اور چلانے والا۔ آسمان نو زمینت دینے اور روشن کرنے والا۔ افلاک کا انتظام کرنے اور ان کو چلانے والا۔ کو اکب و سیارات کی

الدال للظلم للشیخ الامام کمال الدین ابوسالم محمد طلحہ الحلبي الشافعیؒ وقد ثبت عند علماء الطريقة و مشائخ الحقيقة بالنقل الصحيح و الكشف الصريح ان امير المؤمنين علي بن ابي طالب كرم الله وجهه قام على المنبر بالكوفة وهو يخطب فقال بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله بدیع السموات و الارض و فاطرها و واسطی المدحیات و وازرها و مطور الجبال و قافرها و مفجر العیون و نافرها۔ و مرسل الرياح و زاجوها۔ و ناهی القواصف و امرها و مزین

السماء و زاهرها۔ و مدبر الافلاك و مسيرها
 و مقسم المنازل و مقدرها و منشي
 السحاب و مستخرها و مولج الحنادس و منور
 و محدث الايام و مقررها۔ و مكور الهور
 و مكدرها و مورد الامور و مصدرها
 و ضامن الازراق و مدبرها۔ و محي
 الرفات و ناشرها۔ احمدہ على الوئہ و
 توافرها و اشكره على نعمائه و تواترها
 و اشهد ان لا اله الا الله و حده لا شريك
 له شهادة تودى الى السوامة ذاكرها
 و تو من العذاب ذاخرها و انتهد ان
 محمد الخاتم لما سبق من الرسل و فاخرها
 و رسوله الفاتح لما استقبل من الدعوت
 و ناشرها۔ ارسله الى امة قد شعر بعبادة
 الاوثان شاعرها۔ فابلاغ صلى الله عليه
 و اله وسلم في النصيحة و افرها و انار
 منار علوم الهداية و منابرها و مها
 بمعجز القران دعوت الشيطان و مكاثرها
 و ارغم معاطيس غواية العرب و كافرها
 حتى اصبحت دعوة الحق باول زائرها و
 شريعته المطهرة الى المعاد يفخرها
 صلى الله عليه و على اله الدوحة العلياء
 طيب عناصرها۔ ايها الناس سار المنل
 و حقق العمل و تسلمت الخصيان و
 حكمت النسوان و اختلفت الالهواء و عظمت

منزلوں قائم اور مقرر کرنے والا۔ بادلوں کو پیدا اور
 مسخر کرنے والا۔ تارکیوں کو داخل اور منور کرنے والا
 دنوں کو نوبتولانے اور مقرر کرنے والا۔ زمانوں کے
 دوروں کو معین کرنے والا اور چکر دینے والا
 جملہ امور کو صادر و وارد کرنے والا۔ رزق عباد
 کا ضامن اور ان کی تدبیر کرنے والا۔ بوسیدہ پھیلنے
 کو زندہ کرنے اور دوبارہ قبروں سے اٹھانے والا۔
 میں اس کی حمد بجا لاتا ہوں۔ اس کی نعمتوں پر اور
 ان کے پے در پے آنے پر اور شہادت دیتا
 ہوں کہ اس و وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود
 نہیں ہے۔ ایسی شہادت جو اس کے ذکر
 کرنے والے (مستحکم) کو سلامتی تک پہنچائے اور
 اس کے ذخیرہ کرنے والے کو عذاب سے بچائے
 اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد تمام مسلمین سابقین
 کے خاتم ہیں اور سب سے افضل ہیں اور اس کے
 وہ رسول ہیں جو تمام پہلی دعوتوں اور ہدایتوں کی
 ابتدا کرنے والے اور ان کو پھیلانے والے ہیں اور
 ان کی تکمیل و تمیم کرنے والے ہیں۔ اس کو خدا نے
 ایسی امت کی طرف بھیجا۔ جس کے بانیوں نے اس
 میں بت پرستی کی بنیاد ڈال دی تھی تو آنحضرت
 نے اس کی نصیحت میں تبلیغ کا پورا پورا حق ادا کیا اور
 ہدایت کے نشا نوں اور اس کے مناہج کو بلند
 کیا اور قرآن کے اعجاز سے شیطانی دعوت اور
 اس کی قوت و کثرت کو مٹا دیا اور عرب کے گمراہوں
 اور کافروں کی ناکوں کو گرگڑ دیا۔ یہاں تک کہ دعوت

البلوی واشتدت الشکوی واستقرت
 الدعوی وزلزات الارض وضيع الفرض
 وکتبت الامانة و بدت الخيانة و
 قام الادعیاء و نال الشقیاء و تقدمت
 السفهاء و قاخرت العلماء و ازور القرآن
 و احمر الدبران و کملت الفترة و سدست
 الهجرة و ظهرت الاخاطس فحسنت
 الملايس یملکون السرائر و یهتکون
 العرائر و یجینون کيسان و تخریون
 خراسان فیهدمون الحصون و
 ویظهرون المصبون و یفتحون
 العراق بدم یراق - فاه ۸ - ثماه ۸ -
 بعرض الافواه و زبول الشفاة ثم
 التفت یمینا و شبالا و تنفس الصعدا
 املاوا و تاوه خشوعا و تغیر خضوعا -
 فقام الیه سوید بن نوفل الهلالی فقال
 یا امیر المؤمنین انت حاضر بما ذکرک
 و عالم به فالتفت الیه بعین الغضب قال
 له ثقلت الثواکل و نزلت بک النوازل
 یا بن العجبان العجائب و المکذب الناکث
 سیقصو لک الطول و یغلبک الغول انا
 سرالو سرار انا شجرة النوار - انا
 دلیل السموت و انا رئیس المسجات
 انا خلیل جبرئیل انا صفی میکائیل انا
 قائد الاملاک انا سمندل الافلاک

حقا ابتدا دور ہی میں مکمل ہو گئی اور اس کی شریعت مطہرہ
 قیامت تک کے لئے قابل فخر - خدا اس پر اور اس
 کی آل شجرہ علیا اور عناصر پاکیزہ پر اپنی رحمت
 نازل فرمائے۔ اسے لوگوں میں جاری ہو گئی۔ عمل ثابت
 ہو گیا۔ خواجہ سر امصرف امور اور عورتیں حاکم بن گئیں۔
 خواہشات مختلف ہو گئیں۔ اور بلائیں عظیم اور
 شکایت شدید ہو گئی۔ دعویٰ ہر طرف سے عام ہو گیا
 اور زمین متزلزل۔ فریضہ خدائی ضائع ہو گیا اور
 امانت پوشیدہ کر لی گئی۔ اور خیانت ظاہر ہو گئی۔
 حرام زادے اٹھ کھڑے ہوئے اور بد بخت اور شقی لوگ
 اپنے مقصد پر فائز سفہاء اور بیوقوف آگے بڑھ گئے
 اور علمائے پیچھے رہ گئے۔ قرآن کو جھٹلایا جانے لگا۔
 اور ضلاف وضع فطری طرفین میں نہایا۔ زمانہ فترت
 کامل ہو چکا۔ اور دور ہجرت ختم۔ چینی ناک والے ظاہر
 ہو گئے اور لباس متغیر اور کوتاہ ہو گئے۔ یہ اسرائل پر
 قابض ہوں گے اور شریف زادوں کو بیہمت کریں گے
 کیسانی (یا غدار لوگ) آئیں گے اور خراسان کو خراب
 کریں گے۔ پس قلعوں کو ڈھاویں گے اور خزانوں کو باہر
 نکالیں گے۔ اور خونریزی کے ساتھ عراق کی فتح
 کریں گے۔ افسوس افسوس کھلے مونہوں اور سوسکھے
 ہونٹوں پر۔ پھر آپ نے دائیں بائیں نظر ڈالی
 رنج و ملال سے ایک لباس سانس لیا اور ایک آہ
 سر و بھری اور خوف سے رنگ رنج متغیر ہو گیا۔ تو
 سوید بن نوفل ہلالی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ یا امیر
 المؤمنین یہ جو کچھ واقعات آئندہ ذکر کئے کیا آپ

اناسیریا الضراح انا حفیظ الاولاد
 انا قطب الدیجور انا بیت المعوی
 انا مؤن السحاب انا نور الغیاب
 انا فلك الحجج وانا
 حجة الحجج انا مسد الخلاق
 انا محقق الحقائق انا مؤل
 التاویل وانا مفسر الونجیل۔
 انا خامس النساء انا تبیان
 النساء۔ انا الفة الیلوف انا رجال
 الاعراف انا سر ابراهیم انا شعبان
 الکلمیہ۔ انا ولی الالیاء انا ورثة
 الانبیاء۔ انا ادباء الزبور انا
 حجاب الغفور۔ انا صفوة
 الجلیل انا ایلیاء الازجیل۔
 انا شدید القوی انا حامل اللوا۔
 انا امام المحشر انا ساقی الکوثر۔
 انا قسیم الجنان انا ما عیر
 النیران انا یعسوب الدین
 انا امام المتقین انا وارث
 المحتار انا ظہیر الال
 ظہار۔ انا لبید الکفرة۔
 انا ابو الائمة البریة
 انا فاتح الباب۔ انا
 مفرق الاحزاب
 انا الجوهرة الثمنیة

ان پر حاضر و ناظر ہیں اور ان کا علم رکھتے ہیں، حضرت
 اس کی طرف متوجہ ہوئے اور چشم غضبناک سے
 اس کو دیکھا اور فرمایا رونے والیاں تجھے رئیس بلائیں
 تجھ پر نازل ہوں۔ اور نصیحت نامروں کی اولاد چھوٹے
 عہد شکن عنقریب تیری عمر ختم ہوگی۔ اور ہلاکت
 تجھ پر غالب (تو کیا کہتا ہے) میں غیبی رازوں کو
 جاننے والا ہوں اور انوار الہی کا شاداب درخت۔
 میں آسمانوں کا راہ نما ہوں اور تسبیح گزار فرشتوں کا
 رئیس و مصاحب میں خلیل جبرئیل ہوں اور حبیب صادق
 میکائیل۔ میں سارے فرشتوں کا سردار ہوں۔ اور
 افلاک کا شاہ باز۔ میں سر بر بیت معمور ہوں دیا
 بادشاہ بیت معمور اسرار علوم ہوں، اور میں لوح محفوظ
 و لوح محو و اثبات کا محافظ۔ میں قطب و محور ہوں۔
 اور میں ہی خود بیت معمور آسمان علوم میں باران سبحان
 رحمت ہوں۔ اور میں ہی تاریکیوں کو روشن کرنے
 والا نور تاباں۔ میں فلک حجت ہائے الہی ہوں۔
 اور میں جحمتوں کا باپ۔ اور سردار میں ساری کائنات
 کا مددگار و معاون ہوں اور جملہ حقائق کو ثابت
 کرنے والا ہوں۔ میں خامس آل عبا ہوں اور میں ہی
 تفصیل و بیان (سورہ نسا) میں ہی معنی الفت ایلاف
 اور مضمون سورہ ایلاف ہوں۔ میں ہی رجال اعراف سے
 مراد ہوں رُو عَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَ
 نَهُمْ لِسِينَتِهِمْ ^{واعرف} تیری شان میں ہے، میں
 ابراہیم خلیل اور اژدہائے کلیم (اعجاز ابراہیمی و موسیٰ
 کی حقیقت ہوں، میں سب لیل و ناکولی اور سب نبیوں کا وارث

انا باب المدينة انا مفسر
 البينات انا مبين المشكلات انا
 النون والقلم انا مصباح الظلم انا سوال
 متى انا ممدوح هل اتي - انا النبأ العظيم
 انا الصراط المستقيم - انا لؤلؤ الاصدان
 انا جبل قاف انا سراسر الحروف - انا نور
 الظروف انا الجبل الراسخ انا علم
 الشامخ انا مفتاح الغيوب انا مصباح
 القلوب - انا نور الالواح انا روح الاشباح
 انا فارس البسرا انا نصرة الانصار انا
 السيف المسلول - انا الشهيد المقتول
 انا جامع القرآن انا تبيان البيان انا
 شفيق الرسول انا بعل البتول - انا
 عمود الاسلام انا مكسر الاصنام انا صاحب
 الاذن - انا قاتل الجح انا صالح المؤمنين
 انا امام المفلحين - انا امام ارباب الفتوة
 انا كنز اسرار النبوة - انا مطلع على اخبار
 الاولين - انا المخبر عن الوقائع ال
 خرين - انا قطب الاقطاب - انا جيب
 الرحاب - انا مهدي الالوان انا
 عيسى الزمان انا والله وجه الله انا والله
 اسد الله - انا سيد العرب انا
 كاشف الكرب - انا الذي قيل في حقه
 اوفى الوعد لوسيف الالذ والفقار
 انا الذي قال في شأنه انت منى بمنزلة

ہوں۔ میں عالم زبور اور حجاب رب غفور ہوں۔ میں
 برگزیدہ رب جلیل اور معنی ایلیاء انجیل ہوں۔ میں
 شدید القوی ہوں اور میں عامل نواہ محمد۔ میں
 پیشوائے روز محشر اور ساقی حوض کوثر ہوں میں
 ہی قاسم جنت اور اعداء اللہ کے لئے جہنم کی
 آگ کو بچھڑکانے والا ہوں۔ میں یعسوب الدین و امام
 المتقین ہوں۔ وارث رسول مختار اور ب مددگاروں کا
 مددگار مشکل کشائے روزگار ہوں۔ میں کافروں کو
 ہلاک کرنے والا۔ اور نیک اماموں کا باپ ہوں۔ میں
 ہی باب کفر (مثل قلعہ خیبر) کو اکھاڑنے والا اور کفر کی
 فوجوں کو پریشان کرنے والا ہوں میں خزانہ قدرت کا
 قیمتی جوہر اور دروازہ شہ علم پیغمبر ہوں میں آیات بنیات
 کی تفسیر کرنے والا۔ اور مشکلات علوم کو بیان کرنے والا
 ہوں میں ہی محسن نون و القلم ہوں۔ میں تاریکیوں کی شمع
 نورانی ہوں میں سوال متی کا مصداق (متی نصر اللہ)
 اور میں ہی سورہ ہل اتی کا ممدوح ہوں (قدرت نے
 یہ قصیدہ میری ہی شان میں کہا ہے) میں نبأ عظیم کا
 مصداق (عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنْ النَّبَأِ الْعَظِيمِ
 الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ) انا اور میں حقیقت
 صراط مستقیم الہی ہوں۔ میں صدف ہائے عظمت و
 کرامت کا موتی ہوں۔ اور میں کوہ قاف جلال الہی میں
 سہ حروف ہوں۔ میں ہی حروف مقطعات میں
 تمام زمان و مکان کی روشنی میں ہی کوہ
 راسخ علوم اور جبل شافع معارف و حقائق ہوں
 میں تمام غیبوں کی کنجی اور اہل ایمان کے دلوں کو

ہارون من موسیٰ انا لیت بنی غالب
 انا علی ابن ابی طالب - قال فصام السائل
 صبیحة وخرمیتا - فعقب امیر المؤمنین
 کرم اللہ وجہہ کلامہ بان قال الحمد للہ
 باری النسم وذاری الامم والصلوۃ
 علی الاسم الا عظم والنور الا قدم محمد
 والہ وسلم ثم قال سلونی عن طرق
 السماء فانی اعلم بہا من طرق الارض
 سلونی قبل ان تفقدونی - فان بین جنبی
 علو ما کالبحار الزواجر فنهض الیہ الریح
 من العلماء والمہرۃ من الحكماء واحد ق
 بہ الکمل من الاولیاء والہود من الاصفیاء
 یقبلون مواطبی قدمیہ ویقسمون
 بالاسم الاعظم علیہ بان یتم کلامہ
 ویکمل نظامہ فقال بحر الراسخین
 وحب العار فین الامام الغالب علی ابن
 ابی طالب کرم اللہ وجہہ یظہر صاحب
 الراية الحمدیة والدولة الاحمدیة
 القائم بالسيف والمحال الصادق بالتمام
 محی الارض ومحی السنة والفرض ثم قال
 ایہا اللہ محبوب عن شافی الغافل من حالی
 ان العجائب اثار خواطری والغرائب
 اسرار ضامری لانی قد خرفت المحجاب
 واظہرت العجاب واتیت بالباب ولطقت
 بالصواب وفتحت خزائن الغیوب وفتقت

روشن کرنے والی شمع ہدایت میں سب روجوں کی
 روح اور سارے نفسوں کی جان ہوں۔ میں بار بار حملہ
 کرنے والا شہسوار اور سب نامروں کی نصرت
 اور ان کا مددگار ہوں۔ میں حق کی شمشیر برہنہ اور شہید راہ
 خدا ہوں۔ میں قرآن کو جمع کرنے والا اور بیان کی تفسیر
 وخلق الانسان علیہ السلام کی تفسیر میں ہوں
 میں رسول کابراور شفیق اور بتول غدرا کا شوہر رفیق
 ہوں میں دین اسلام کا ستون اور بت شکن ہوں میں صاحب
 اذن ہوں۔ ورتبہما اذن واعیۃ (یعنی) کا مصدر ہے اور جزویں
 کو قتل کرنے والا میں صالح المؤمنین اور امام المفطین اور پیشوائے
 ارباب قنوت و جوانمردی ہوں اور میں ہی خزائن اسرار
 نبوت ہوں اور میں پہلوں کی خبروں سے باخبر اور انبیا کے
 واقعات کی خبر دینے والا ہوں۔ میں سب قطبوں کا قطب
 و لیوں کا ولی اور درویشوں کا دوست ہوں میں مہدی اور
 مسیح زماں ہوں (المہدی منا کلنا واحد) میں خدا
 کی قسم و جبر اللہ ہوں۔ میں خدا کی قسم اسد اللہ ہوں میں
 سید العرب ہوں اور میں ہی رسول کی مشکلات کو
 دور کرنے والا کاشف الکرب۔

میرے ہی حق میں کہا گیا ہے "لاذتی الا علی لا سیف
 الا ذوالفقار" اور میری ہی شان میں رسول نے فرمایا
 ہے۔ انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ
 میں شہر بہرہ نبی پر غالب ہوں اور میں علی ابن ابی طالب
 ہوں۔ راومی کہتا ہے۔ کہ جب حضرت کرم اللہ وجہہ
 یہاں تک اپنے بیان حقائق القیام میں پہنچے۔ تو
 سائل تائب لاسکا۔ ایک چیخ ماری اور مردہ ہو کر زمین

وخالق القلوب وکثرت لطائف المعارف
وانت عوارف اللطائف . فطوبی لمن
استمسک بعروة هذا الکلام وصلی
خلف هذا الامام فانه یقف علی معانی
الکتاب المسطور ورق المنشور ثم
یدخل الی البیت المعهور والبعور البحور
ثم انشد یقول .

لقدت علما واولین واننی صنین
بعلم الاخرین کنوم وکاشف اسرار الغیوب
باسرها و عندی حدیث حادث و قدیم
وانی لقیوم علی کل قیمة صحیطة بکل العلمین
علیم ثم قال لوشئت لا وقرت من تفسیر
الفاتحه سبعین بعیرا . ثم قال ق و
القران المجید . کلمات خفیات الاسرار
وعبارات جلیات لاثار . ینابیع عوارف
الغیوب من مشکلات اللطائف
الغیوب لمحات العواقب کالنجوم الثواقب
نهایة الفہوم و بیدایة العلوم و المحکمة
ضالة کل حکیم سبحان القدیم یفتح
الکتاب ویقرء الجواب یا ابا العباس
انت امام الناس سبحان من یحیی
الارض بعد موتها و یرد الولا یایة الی
بیوتها یا منصور تقدم الی بناء السور
ذالک تقدیر العزیز العلیم . وهذا
آخر ما اسمعه من لفظه النورانی و

پر گر گیا تو علی کرم اللہ وجہہ نے اصل کلام کی طرف
رجوع کیا اور اس کے بعد یوم سلسلہ بیان کو جاری
رکھا۔ حمد ہے اس اللہ کے لئے جو روحوں کا پیدا
کرنے والا اور ساری امتوں کا خلق کرنے والا ہے
اور درود و سلام ہو اتم اعظم نور قدم رسول اکرم اور اس
کی آل پر۔ پھر فرمایا پوچھو مجھ سے آسمان کے راستوں کو
کہ میں زمین کی نسبت بھی اس کو زیادہ جانتے والا ہوں
پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پائو کیونکہ میرے
پہلوؤں میں دریائے علوم ٹھاٹھیں مار رہے ہیں
پھر علماء را سخیں اور علماء و ماہرین اٹھے اور ان کے
ساتھ اولیاء کاملین اور اصفیاء ناؤرہ روزگار تھے۔
حضرت کے قدموں کو چومتے تھے۔ اور اسم اعظم کی
قسم دلاتے تھے کہ اس کلام کو پورا کیجئے اور سلسلہ بیان
کو ختم فرمائیے۔ تب اس بحر را سخیں اور جبر عارفین امام
غالب علی ابن ابی طالب نے فرمایا (تب) محمدی جھنڈے
والا احمدی دور سلطنت والا بمقام ابراہیم پر صادق
مقام کرنے والا (مہدی) ظاہر ہوگا۔ جو زمین کو آباد
کرے گا اور سنن و فرائض الہنی کو دوبارہ زندہ کرنے کا
پھر فرمایا اور (رسائل) میری جان سے جاہل اور میرے
حال سے غافل۔ بے شک عجائبات میرے دل کے
آثار ہیں۔ اور میرے ضمیر کے اسرار کہ میں نے جنابوں
کو چاک کر دیا ہے اور عجائبات کو ظاہر کر دیا
ہے۔ اور ٹھیک دروازے سے آیا ہوں اور
جو کہا ہے ٹھیک ٹھیک کہا ہے۔ میرا لفظ سراسر حق
و صدق ہے۔ میں نے غیب کے خزانوں کو کھولا ہے اور

واضبطہ من کلامہ الروحانی فی هذا الباب قال النبی انامدینة العلم وعلی بابہا وقال اللہ تعالیٰ وَاَتُوا الْبُیُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔ فمن اراد العلم فعليه بالباب۔
 (ینابیع الہودۃ ص ۳۴ الی ص ۳۵)
 میں نے دلوں کے فیض اور وقائق کو ظاہر کیا ہے میں نے لطیف معارف کو جمع کیا ہے اور معروف لطائف حقائق کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ پس خوشحال اس کا جو اس کلام سے تسک کرے اور اس امام کی اقتدا کرے کیونکہ وہ معانی کتاب مسطور

اور رفق مشور سے واقف ہوتا ہے۔ پھر بیت معمور علم میں داخل۔ اور پھر آپ نے یہ اشعار ارشاد فرمائے۔
 بیشک میں علم اولین کو عادی ہوں اور علم آخرین کو بیان کرنے میں نخیل اور اس کو چھپانے والا۔ میں نے تمام اسرار غیب کو کھول دیا ہے۔ اور میرے پاس زمانہ حال و گذشتہ کی سب باتیں موجود ہیں۔ میں سرداروں پر سردار ہوں اور میں تمام عالمین کو جاننے والا اور ان پر حاظر رکھنے والا ہوں۔ پھر فرمایا اگر میں چاہوں تو صرف سورۃ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لاد دوں۔ پھر فرمایا۔ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِیدِ۔ یہ کلمات ہیں۔ جن کے اسرار پوشیدہ ہیں۔ اور یہ وہ عبارات ہیں جن کے آثار ظاہر ہیں۔ یہ معارف قلوب کے سرچشمے ہیں اور لطائف غیب کے مشکل راز آئندہ آنے والے اسرار کے اشارات ہیں نجوم ثنائب کی طرح ٹوٹنے اور چمکنے والے ہیں۔ یہ عقلموں کی منتہا ہے اور علموں کی ابتداء۔ حکمت ہر ایک دانہ کی گم شدہ دولت ہے اور پاک ہے ذات خدائے قدیم۔ کتاب کھولی جاتی ہے۔ اور جواب کو پڑھ دیا جاتا ہے۔

اے ابوالعباس تو لوگوں کا پیشوا ہے۔ پاک ہے وہ خدا جو زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اور ولایتوں کو ان کے گھروں اور مرکز حق کی طرف لوٹاتا ہے۔ اے منصور (دوانیقی) بڑھ فیصل (بغداد) بنانے کی طرف۔ یہ خدائے عزیز علیم کی تقدیر ہے (راوی کہتا ہے) یہ آخری لفظ نورانی ہے جو میں آنحضرت کی زبان سے سنتا ہوں۔ اور آپ کے کلام روحانی سے یاد رکھتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انامدینة العلم وعلی بابہا۔ اور خدائے فرمایا ہے۔
 وَاَتُوا الْبُیُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔ پس جو علم نبوت چاہتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اس باب علم کی طرف آئے۔ اور یہاں سے فیض اٹھائے۔

اس خطبہ میں اول عظمت و جلال و بزرگواری رب العالمین کا ذکر اور اس کی حمد و ثنا ہے۔ اور کچھ پیشینگوئیاں قریب قیامت آنے والے واقعات اور علامت ظہور مہدی و زمانہ رجعت جن میں سے کچھ در اول میں پوری ہو گئیں۔ کچھ اس کے بعد اور کچھ اس وقت ظاہر ہو رہی ہیں۔ اور کچھ ہونے والی ہیں۔ اور اکثر اولیاء اللہ معصومین ایسی خبریں اور خوش انیال اور اشراف قیامت بیان

کرتے آئے ہیں۔ آنحضرت نے بھی اسی قسم کی بہت سی نشانیاں قرب قیامت کی بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے بہت سی ایسی ہیں جن کو اہل علم سمجھ سکتے ہیں۔ اور بعض وہ اشارات اور اصطلاحات خاصہ ہیں جن کو وہی اولیاء کرام جانتے ہیں۔ اور اہل علم ان کی تاویل باطنی بہت کم سمجھتے ہیں۔ مگر صاحبانِ باطن۔ کوئی امر اس میں قابلِ اعتراض نہیں۔ جس سے الوہیت کا شبہ ہو اور غلو لازم آئے۔ پھر اپنے اوصاف و فضائلِ خاصہ اور اسرار و ولایت کا بیان ہے۔ جو اکثر حضرت سے ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ ان میں شاید حضرت کے علم ہی کے متعلق حضراتِ قشربین شبہ کر سکیں۔ کہ حضرت نے محیط بکل العالمین علیہ فرمایا۔ لیکن ہمارے مقدمات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ امر ان جناب کے معمولی خصائص میں شمار ہوگا۔ معلولِ اول یقیناً کل عوالم کا علم رکھتا ہے۔ اور ہر شے جو وجود میں آتی ہے۔ بعد قضا وہ اس ولی الامر کی طرف رجوع کرتی ہے۔ پس تمام عوالم اور مافیہا ضرور اس کے علم میں ہیں۔ اور علم غیب اور علم ماکان و مایکون خواص ائمہ سے ہے۔ اس سے کوئی غلو یا شرک لازم نہیں آتا۔ ہاں شرک اس وقت لازم آئے کہ یہ بالذات عالم الغیب ہوں اور اس کا نہ کبھی انہوں نے دعویٰ کیا۔ اور نہ کوئی مسلمان اس کا قائل ہے۔ بلکہ ہر جگہ اظہار ہے کہ یہ سب کچھ خدائے بزرگ و برتر کی تعلیم سے جانتے ہیں۔ نہ کہ خود بخود اور سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ ان سے پوشیدہ بس غیبت ہوتی اسرار غیب الغیوت ذات خداوندی ہیں۔ اور بس۔ اس کا علم حسب ضرورت علم حاصل ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ اور اسی واسطے رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ذاتِ خداوندی کو یا میں نے پہچانا ہے یا میرے وصی نے۔ یہ غلو نہیں۔ وہ عالم جو دوسروں کے لئے غیب ہے۔ دراصل وہ اس کے لئے عالم شہود ہے۔ ان کے لئے صرف غیب ہوتی ہی غیب ہے۔ وَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ يَخْبُرُهُمْ فِي مَا يُكَلِّمُهُمْ فِيهَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ لَهُ إِلَّا الَّذِينَ أُذِنَ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ اسکی مزید تفصیل ہمارے مقالات و رسائل میں ملاحظہ کرو۔ البرہان دورِ اول میں مکمل بحث علم غیب درج ہے۔

بحار الانوار میں اس خطبہ کے بعض فقرات اور الفاظ مختلف ہیں۔ ہم نے یہاں صرف نیا بیع کے نسخہ پر اکتفا کیا ہے۔

الثالثة

ومن خطبة له بعد الصلوة خطيباً
من قتل الخوارج فقال فيها بعد
حمد الله والصلوة على محمد

جنگ نہروان میں خارجیوں کے قتل سے فارغ
ہو کر کوفہ تشریف لائے تو یہ خطبہ پڑھا۔ بعد خدا و صلوة
محمد وآل محمد فرمایا۔ میں سب سے پہلا مومن

سب سے پہلا مسلم۔ سب سے پہلا نماز گزار سب سے پہلا روزہ دار۔ اور سب سے اقل جہاد کرنے والا۔ میں خدا کی محکم رسی اور اس کی شمشیر برہنہ ہوں۔ میں ہی صدیق اکبر اور فاروق اعظم امت ہوں۔ اور میں باب مدینہ علم اور راس الحکم ہوں میں ہی ہدایت کا جھنڈا۔ عدل سے فیصلہ کرنے اور فتویٰ دینے والا۔ میں شمع دین مبین اور امیر المؤمنین ہوں۔ میں امام المتقین سید الوصیین اور بصوب الدین ہوں۔ میں خدا کا ستارہ و خشنودہ اور اس کے دشمنوں کے لئے سخت عذاب ہوں۔ میں ہی وہ ناپیدا کنار سمندر ہوں جو خشک نہیں ہوتا۔ اور میں وہ غزو شرف ہوں۔ جس کا توصیف نہیں ہو سکتی۔ میں قاتل مشرکین اور مہلک کافرین ہوں۔ مومنوں کا فریاد رس اور نیکو کاروں کا راہ نما سردار۔ میں ہی جہنم کے پیس دینے والا انت ہوں اور اس کی گھوسنے والی چمکی میں ہی اہل جہنم کو اس کی طرف ہنکانے والا۔ اور میں ان پر اس کا عذاب ڈالنے والا ہوں۔ میں دیگر صحف انبیاء سلف میں ایلیا نام رکھتا ہوں اور تورات میں اور یاعرب میں علیؑ اور قرآن میں میرا ایک نام ہے جس کو پہچانتا ہے جو پہچانتا ہے۔ میں ہی وہ صادق ہوں۔ جس کی پیروی کا خدائے حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ میں ہی صالح المؤمنین ہوں اور میں دنیا و آخرت میں خدا کی طرف سے پکارنے والا میں ہی رکوع میں زکوٰۃ دینے والا ہوں۔ میں ہی مصداق لافتحی۔ ابن الفتحی اور نون الفتحی ہوں اور میں ہی مدح ”هل ائی“ میں وجہ اللہ ہو لیکن اللہ

انا اول المؤمنین۔ انا اول المسلمین
 انا اول المصلین۔ انا اول الصائمین
 انا اول المجاہدین۔ انا حبل اللہ
 المتین انا سیف رسول رب العالمین
 انا الصدیق اکبر انا الفاروق الأعظم
 انا باب مدینة العلم انا راس
 العلم انا رایة الهدی انا
 مفتی العدل۔ انا سراج الدین انا
 امیر المؤمنین۔ انا امام المتقین انا
 سید الوصیین انا بصوب الدین
 انا شہاب الثاقب۔ انا عذاب
 اللہ الواصب۔ انا البحر الذی لا
 یینف انا الشرف الذی لا
 یوصف۔ انا قاتل المشرکین انا لید
 الکافرین انا غوث المؤمنین انا قائد الغر
 المحجلین انا اضراس جہم القاطعة۔
 انا راحا الدائرة انا سابق اهلها الیها
 انا ملقی خطبها علیها۔ انا اسمی فی
 الصحف ایلیا و فی التوراة ادریا و
 عند العرب علیا و ان لی اسما فی
 القرآن عرفها من عرفها۔ انا
 الصادق الذی امرکم اللہ باتباعه
 رفقا لکونوا مع الصّدّیقین انا صالح
 المؤمنین۔ انا المؤمن فی الدنیا و الاخرة
 انا المتصدق راکعاً۔ انا الفتحی ابن

الفی اخوالفتی۔ انا الممدوح بھل اقی۔
 انا وجه اللہ - انا جنب اللہ - انا
 علم اللہ - انا عندی علم ما کان
 وما یکون الی یوم القیامة لویدعی
 ذلک احد و لوید فعنی عنہ احد
 جعل اللہ قلبی مضیئاً و عملی رضیاً
 لفتی ربی الحکمة و غذانی بها
 لما اشرك بالله منذ خلقت ولم
 اجزع منذ حملت قتلت صنأ
 دید العذب و فرسا نہا و افنیت
 لیوثها و شجعاً نہا - ایہا الناس
 سلونی من علم مخزون و
 حکمتہ مجموعۃ -

ہوں اور میں شانِ خدا ہوں۔ میرے پاس سب علم گزشتہ و
 آئندہ ہے تا روز قیامت۔ میرے سوا امت میں سے کوئی
 اور اس کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی مجھ کو اس مرتبہ سے
 ہٹا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو روشن فرمایا
 ہے اور میرے عمل کو پسند اللہ نے مجھ کو حکمت دی ہے
 اور اس سے پرورش کیا ہے جب سے پیدا ہوا ہوں چشمِ زون
 کے لئے شرک کا مرتکب نہیں ہوا۔ اور جب سے دنیا میں آیا
 ہوں کبھی خوف نہیں کھا یا میں نے ہی صنأ و ید عرب
 اور ان کے شہسواروں کو قتل کیا ہے اور ان کے
 سرکشوں اور بہادروں کو فنا کیا ہے۔ اے
 لوگو پوچھو مجھ سے علم مخزون الہی کی بابت
 اور اس کی اس حکمت کی بابت جو مجھ میں
 ذخیرہ کی گئی ہے۔

الرابعة

ومن ذلک ماورد عنہ فی خطبة
 الوفتخار رواہ اصبع ابن نبانة قال
 خطب امیر المؤمنین فقال فی خطبته
 انا اخو رسول اللہ و اراث علمہ و معدن
 حکمتہ و صاحب سرہ و ما انزل اللہ حرفاً
 فی کتاب من کتبہ و الا و صار الی و
 زاد لی علم ما کان و ما یکون الی یوم
 القیامة اعطیت علم الانساب
 و الاسباب و اعطیت الف مفتاح یفتح

مجموعہ انہی خطبات کے وہ خطبہ افتخاریہ ہے جس کو
 اصبع بن نباتہ نے روایت کیا ہے۔ اس نے
 کہا ہے کہ امیر المؤمنین نے خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا
 میں برادرِ رسول اور اس کے علم کا وارث ہوں
 اور اس کی حکمت کا معدن اور اس کا راز وار
 ہوں۔ خدا نے جو حرف کتاب میں نازل فرمایا
 ہے وہ سب مجھ کو پہنچ گیا ہے۔ اور قیامت تک
 آئندہ و گزشتہ کا علم مجھے دے دیا گیا ہے۔ مجھے علم
 انساب علم اسباب عطا کیا گیا ہے اور مجھ کو

کل مفتاح الف باب ومددت بعلم القدر
وان ذالک یجری فی الوصیاء من بعدی
ما جری اللیل والنهار حتی یرث اللہ
الارض ومن علیہا وهو خیر الوارثین
اعطیت الصراط والمیزان واللوا
دا لکوثرانا المقدم علی بنی آدم یوم
القیامة انا المحاسب للخلق اناسنریہم
منازلہم۔ انا عذاب اهل النار ان
کل ذلک فضل من اللہ علیّ ومن
انکران لی فی الراض کثرة بعد کثرة
وعود بعد رجعة حدیثاً کما
کنت قدیماً فقد ردّ علینا من
ردّ علینا۔ فقد ردّ علی اللہ انا صاحب
الدعوات انا صاحب الصلوات انا
صاحب النفحات۔ انا صاحب اللذات
انا صاحب الایات العجیبات انا عالم
اسرار البریات۔ انا قرن من حدید
انا منزل الملائکة منازلہا۔ انا
اخذ العہد علی الارواح فی الازل
انا منادی لهم الست بریکم بامہم قیوم
لمینزل۔ انا کلمة اللہ الثاطقة فی
خلقه انا اخذ العہد علی جمیع الخلق
فی الصلوة انا غوث الارامل والیتامی
انا باب مدینة العلم انا کھف الحلم
انا دعامۃ اللہ القائمة انا صاحب

ہزار مفتاح علم عطا کی گئی ہیں جن میں سے ہر مفتاح
سے ہزار ہزار ابواب علم اور کھلتے ہیں اور مجھے علم
تقدیر سے امداد دی گئی ہے۔ اور بیشک یہ سلسلہ
میرے بعد میرے اوصیاء میں جاری ہے۔ وہ سب
علم قضاء و قدر سے مؤید ہیں۔ جب تک دنیا قائم
ہے اور جب تک خدا زمین اور اہل زمین کا وارث
ہو رہا قیامت تک، اور وہ بہترین وارث و مالک ہے
مجھ ہی کو صراط و میزان۔ لہذا خدا اور کو شرعاً کیا گیا
ہے۔ اور روز قیامت میں کل بنی آدم پر مقدم ہوں گا
اور میں ہی مخلوقات کا باذن اللہ حساب لوں گا
اور ان کے درجات میں جگہ دوں گا اور اہل نار کو میں ہی
سزا دوں گا۔ یہ سب مجھ پر خدا کا فضل اور اس کی
غنائت ہے۔ اور جو اس کا انکار کرے کہ مجھے
زمین میں بار بار آنا ہے۔ اور ہمیشہ آتا رہوں تو جو
ہماری بات کو رد کرتا ہے۔ وہ خدا کی بات کو رد
کرتا ہے (اور وہ کافر ہے) میں ہی دعوتوں والا ہوں
میں ہی نمازوں والا ہوں (ہر زمانے اور ہر دور میں
نمازیں ادا کی ہیں۔ یا ہمیشہ مجھ پر صلوات الہی رہی ہیں
میں ہی بہت سی سلطنتوں اور دولتوں والا ہوں۔
قدیم ازمنہ میں بھی ولی رہا ہوں اور اس دور میں بھی
اور آئندہ بھی زمانہ رحمت میں میری ہی دولت و
سلطنت ہوگی۔ میں عجیب عجیب آیات والا اور
ساری مخلوقات کے اسرار کا عالم ہوں میں خدا
کا آہنی سینگ دشمنوں کو فنا کرنے والا ہوں میں
ہی فرشتوں کو ان کے عہدوں اور مرتبوں پر مقرر کرتا

لواء الحمد انا صاحب الهبات بعد الهبات
 ولو اخبرتكم ما كفرتم - انا قاتل الجبابرة
 انا الذخيرة في الدنيا والاخرة - انا
 سيد المومنين - انا علم المهتدين
 انا صاحب اليمين انا عين اليقين
 انا امام المتقين - انا السابق الى الدين
 انا حبل الله المتين - انا الذي املاءها
 عدو كما ملئت ظلمًا وجورًا
 بسيفي هذا انا صاحب جبرئيل
 انا تابع ميكائيل انا شجرة الهدى
 انا علم التقى - انا حاشر الخلق الى الله -
 بالكلية التي يجمع بها الخلق انا
 منشاء الزمان - انا جامع الاحكام
 انا صاحب القضيبة الازهر والجم
 الوهر انا باب اليقين - انا امير المومنين
 انا صاحب الخضر - انا صاحب البيضاء
 انا صاحب الفيحاء - انا قاتل الاقران
 انا مبيد الشبعمان - انا صاحب القرون
 الاولين انا الصديق الابرار انا
 الفاروق الاعظم - انا المنتكلم بالوحى انا
 صاحب النجوم - انا مدبرها يا مربي و
 علم الله الذي خصني به - انا صاحب الوايات
 الصفراء والحمراء الغائب المنتظر لامر عظيم
 انا المعطى انا المبذل انا القابض على
 القلب - انا الواصف لنفسى - انا المناظر لدين

ہوں دکھ ولی الامر ہوا اور وہ مدبرات الامر میں نے
 خدا کی طرف سے عالم ازل میں ارواح سے عہد لیا تھا
 اور میری زبان میں اس نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہا تھا یا
 میری ہی ولایت کا ان سے عہد لیا گیا ہے، میں ہمیشہ اس
 کی مخلوق میں اس کا بولتا ہوا کلمہ رہا ہوں میں ہی ساری مخلوق
 سے نمازوں میں عہد لینے والا ہوں۔ میں بتیوں اور پیواؤں کا
 فریاد رس ہوں اور میں ہی باب مدین علم اور کورہ وقار ہوں
 اور خدائی ستون۔ میں ہی صاحب لوا حمد ہوں اور میں
 بار بار بخششوں والا اور اگر سب کی اطلاع تم کو
 دوں تو تم تکذیب کر کے کافر ہو جاؤ گے۔ اور
 برداشت نہ کر سکو گے۔ میں ہی ملوک جبارہ کو
 قتل کرنے والا ہوں مومنوں کا سردار اور ہدایت یافتوں کا
 نشان ہدایت ہوں۔ میں ہی صاحب الیمین عین الیقین
 امام المتقین۔ سابق الی الدین۔ اور حبل اللہ المتین
 ہوں۔ میں ہی ہوں کہ اس زمین کو عدل دواد سے
 پُر کرونگا۔ جس طرح کہ پہلے یہ ظلم وجود سے پُر ہو گیا میں ہی
 جبرائیل کا مصاحب اور میکائیل کا ساتھی ہوں۔ میں ہی
 شجرہ ہدایت اور علم پر ہمیزگاری ہوں میں ہی مخلوق کو
 اللہ کی طرف جمع کرنے والا ہوں۔ اس کلمہ سے جس سے
 ساری خلق نئی مجتمع ہوتی ہے۔ میں ہی غایت خلق اور
 جامع احکام عالم ہوں۔ میں سبز چھڑی۔ اور بیخ اونٹ
 والا جو زمانہ رحمت میں لشکرِ یمنی کے ساتھ ظاہر ہوگا میں
 باب الیقین اور امیر المومنین ہوں۔ میں ہی صاحب خضر اور
 صاحب ید بیضا ہوں یا میں ہی صاحب قصر بیضا اور
 صاحب قصر فجار ہوں۔ میں ہمسر پہلوانوں کا قاتل اور

اور بہا و روں کو فنا کرنے والا ہوں۔ اور میں ہی پہلے امتوں کا ولی ہوں۔ میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہوں۔ میں ہی بحکم وحی کلام کرتا ہوں۔ خدا کی بولتی ہوئی زبان ہوں اور میں صاحب النجوم اور ان کو چکر مینے والا۔ اپنے پروردگار کے حکم سے اور اس کے علم کے ذریعہ جس سے اللہ نے مجھ کو مخصوص فرمایا ہے (علم ولایت مطلقہ) میں ہی زور اور سرخ جھنڈوں والا ہوں۔ میں ہی غائب ہوں جس کا امر عظیم کے لئے انتظار کیا جاتا ہے میں ہی بخشنے والا اور شریح کرنے والا ہوں اور میں ہی دل پر قابو رکھنے والا۔ یا ولوں کو بنانے والا۔ میں ہی اپنی توصیف آپ کرنے والا ہوں رکہ کوئی دوسرا پر اسرار نہیں جانتا، اور میں ہی اپنے پیسہ و گائیکے دین کا نگران اور محافظ ہوں۔ میں ہی اپنے ابن عم کا حامی ہوں میں ہی کفوں میں لپٹنے والا ولی خدا ہوں **رَأَيْتَ مَعْبُوثًا وَمَا هُمْ بِمُعْتَدُونَ** میں ہی خضر و ہارون کا ساتھی۔ اور میں ہی مصاحب یوشع بن نون ہوں۔ میں صاحب جنت ہوں اور میں بارش و باران والا میں زلزلے لانے والا اور گہن لگانے والا (یا جس کے لئے زلزلے آئے اور آفتاب ماہتاب کو گہن لگا، میں ہی ہزاروں کو ڈرانے والا قاتل کفار و اراکام لابرار ہوں میں ہی عالم روحانی میں بیت معمور اور مقفم فروع اور معمور ہوں میں حرم باطنی ہوں اور تمام امتوں کا سہارا میں سم اعظم رکھنے والا ہوں کیا کوئی ہے جو میرے مقابلے میں زبان کھولے اگر میں کلام خدا سننا ہوتا اور قول رسول سننا ہوتا تو کس چیز کا حکم دیتے ہیں، تو تم سب کو قتل کر دیتا اور تم کو آہن تک فنا کر دیتا۔ میں حقیقت ماہ رمضان ہوں اور راز لیلۃ القدر ہوں میں

رَبِّي اَنَا الْحَامِي لَابْنِ عَمِي اَنَا مَدْرَجَةٌ فِي الرِّكَفَانِ- اَنَا وُلَى الرَّحْمَنِ اَنَا صَاحِبُ الْخَضِرَى وَهَارُونَ- اَنَا صَاحِبُ مُوسَى وَيُوشَعَ بْنِ نُونٍ- اَنَا صَاحِبُ لَيْلَةِ الْجَنَّةِ اَنَا صَاحِبُ لِقْطَرِ الْمَطَرِ اَنَا صَاحِبُ الزَّلَازِلِ وَالْخُسُوفِ اَنَا مَرْوَعُ الْاَلُوفِ اَنَا قَاتِلُ الْكُفَّارِ اَنَا اِمَامُ الْاِبْرَارِ- اَنَا بَيْتُ الْمَعْمُورِ اَنَا سَقْفُ الْمَرْفُوعِ- اَنَا الْبَحْرُ الْمَسْجُورِ- اَنَا بَاطِنُ الْحَرَمِ- اَنَا عِمَارُ الْاَوْصِيَاءِ- اَنَا صَاحِبُ الْاَوْصِيَاءِ الْعَظِمِ هَلْ مِنْ نَاطِقٍ يَبِينُ نَاطِقِي وَوَلَا اَنَا اَسْمَعُ كَلِمَةَ اللّٰهِ وَقَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَوْ ضَعَتْ سَيْفِي فَيَكُمُ و لَقَتَلْتُمْ اٰخِرَكُمْ- اَنَا شَهْرُ رَمَضَانَ اَنَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اَنَا اَمُّ الْكِتَابِ- اَنَا فَصْلُ الْخَطَابِ- اَنَا سُورَةُ الْحَمْدِ اَنَا صَاحِبُ الصَّلَاةِ فِي الْخَضِرَى وَالسَّفَرِ بِلِئْلِ نَحْنُ الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَاللِّيَالِي وَالْوَمِ وَالشَّهْرُ وَالْاَوْصِيَاءِ- اَنَا صَاحِبُ الْحَشْرِ وَالنَّشْرِ- اَنَا الْوَاضِعُ عَنِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ اَنَا بَابُ السُّجُودِ اَنَا الْعَابِدُ وَالْمَعْبُودُ اَنَا الشَّاهِدُ وَالْمَشْهُودُ- اَنَا صَاحِبُ السُّنَنِ وَالْاَخْضَرِ- اَنَا الْمَذْكُورُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ اَنَا الْهَاصِي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي السَّمَوَاتِ اَنَا صَاحِبُ الْكِتَابِ وَالْقَوْسِ- اَنَا صَاحِبُ الشَّيْثِ اِبْنِ اَدَمِ- اَنَا صَاحِبُ مُوسَى وَادَمِ- اَنَا فِي تَضْرِبِ الْاِمْتَالِ- اَنَا صَاحِبُ السَّمَاءِ

الخضراء وصاحب الدنيا الغبراء و
 انا صاحب الغيث بعد القنوط ها ا
 فمن ذامثلى - انا صاحب الرعد الوكبر
 انا صاحب البحر الوكبر - انا متكلم
 الشمس انا الصاعقة على الاعداء - انا
 غوث من اطع من الورى والله ربى لا
 اله غيره طوان للباطل جولة وللحق
 دولة - واني ظاعن عنقريب فارتقبو
 الفتنة الوموية والدولة الكسرويه ثم
 تقبل دولة بنى عباس بالفرع والياس بنى
 مدينة يقال لها الزوراء بين دجله ورجيل
 والفرات ملعون من سكنها منى يخرج
 طينة الجبارين تعلقى فيها القصوى
 وتسبل السوروتيعا ملون بالمكرو الفجور
 فيتداولها بنى العباس له ملكا عدد
 الملك ثم الفتنة الغبراء والقلادة
 الحمراء وفي عقبها قائم الحق - ثم اسفر عن
 وجهى بين اجنحة الاقاليم كالقمر المضى
 بين الكواكب الاوان لخروجى علامات
 عشرة - اولها تحريق - الرايات فى رزقة
 الكوفة وتعطيل المساحد وانقطاع
 الحج وخسف وقذف نجوم اسان وطلع
 الكواكب المذنبة واقتران النجوم
 وهرج ومرج وقتل وتهب فتلك
 علامات عشرة ومن العلومة الى

حقیقت اہم الکتاب ہوں۔ میں فصل الخطاب ہوں میں
 فاتحہ کتاب تکوین و تدوین ہوں۔ میں ہی سفر و حضر
 میں نماز والا ہوں اور بیان کرنے والا ہوں۔ بلکہ ہم
 ہی اصل حقیقت صوم و صلوة۔ اور مراد بیل و بوم ہیں۔
 اور میں ہی تاویل ماہ و سال میں ہی نشر و نشر والا ہوں۔
 اور میں ہی امت محمدی سے بوجہ ہلکا کرنے والا ہیں ہی
 باب سجود کا مصداق

ہوں اور میں ہی عابد و معبود ہوں میں ہی شاہد و مشہود
 ہوں۔ میں صاحب سندس انضر ہوں جو آسمانوں اور
 زمینوں میں مذکور ہے۔ میں ہی رسول اللہ کے ساتھ آسمانوں
 سے گذرنے والا ہیں ہی کتاب اور مکان والا ہوں میں ہی
 شیت ابن آدم کا ساتھی ہوں اور میں ہی موسیٰ اور آدم
 والا ہر زمانے میں ظاہر ہوتا رہا ہوں، مجھ سے ہی شاہین
 بیان کی جاتی ہیں میں ہی آسمانی اور زمینی بادشاہت کا
 مالک ہوں۔ میں ہی یایوسی کے بعد بارش رحمت لانے
 والا دمیہ ہے ہی وسیلہ سے بارش نازل ہوتی ہے میں یہ ہوں
 پس کون ہے جو مجھ جیسا ہو۔ میں ہی رعد اکبر اور بحر اکبر
 والا ہوں۔ پیر ہے ہی حکم سے وہ بولتا ہے اور یہ جوش کھاتا ہے
 میری آفتاب سے باتیں کرنے والا ہوں اور میں ہی دشمنان خدا
 پر برق عذاب اور میں ہی ان کا مددگار ہوں جو ساری
 مخلوق میں سے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ میرا
 پالنے والا ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے بیشک
 باطل کے لئے ایک جولانی ہے اور پھر حق کی باری اور میں عنقریب
 دنیا سے کوچ کرنے والا ہوں پس تم فتنة اموی اور سلطنت
 کسری کے منتظر رہو۔ پھر بنی عباس کی باری آئے گی اور خوف و

العلامة عجب فاذا تمت العلامات قام
قائماً قائماً الحق. ثم قال معاشر الناس
نزهوا بكم ولا تشيروا اليه فمن حد الخالق
فقد كفر بالكتاب الناطق ثم قال طوبى
لواهل ولايتي الذين يقبلون في ويطردون
من اجلى هم خزان في ارضه لا يفزعون
يوم الفزع الاكبر. انا نور الله الذي
لا يطفى انا السمو الذي لا يخفى. وفي الوماني
للشيم الصدوق عن رسول الله قال يا معشر
قريش كيف بكم وقد كفرتم بعدى ثم
رايتهم في كتيبة من اصحابي اضرب
وجوهكم بالسيف انا اوعلى ابن
ابى طالب فانزل جبرئيل وقال
قل انشاء الله ص ۱۳۱

(مشارك الا نوار. و بشارة اسلام
وغیرها)

ہر اس ساتھ لائے گی اور ایک شہر بنایا جائے گا اور اس کا
نام زواء (بخداد) رکھا جائے گا۔ یعنی وہ جبل اور فرات
کے درمیان۔ جو اس میں سکونت کرے گا۔ اس پر خدا کی
لعنت ہے۔ اسی شہر سے جباروں کی طینت نکلے گی۔ اس میں
قصر بلند کئے جائیں گے اور ان میں پرشے لٹکائے جائیں گے
اور مکر و فحور کے ساتھ معاملات ہوں گے اور پھر باری باری
خلفاء نبی العباس اس کو لیں گے۔ پھر اس کے بعد
فقہ غبر ہے اور قلاوہ حمرا (تاریک فتنہ اور سرخ گونبد۔
قتل و غارت) اور اس کے بعد ظہور قائم حق پھر میں
اپنا چہرہ (زمانہ رجعت میں) اقا لیم میں دکھاؤں گا۔
جس طرح ستاروں میں ماہ تابان۔ آگاہ رہو کہ اس
زمانے میں میرے خروج کی دس علامتیں ہیں۔ اول
کوفہ کے کوچہ و بازار میں فوجی نشانوں کا پھرنا پھر
مسجدوں کا نماز سے معطل رہنا۔ حج کا منقطع ہونا۔
خراسان میں ستاروں کا ٹوٹنا۔ اور زمین کا متسف
ہونا۔ و مدار ستاروں کا طلوع کرنا۔ ستاروں کا اترنا
خاص بہرہ و مزہ اور قتل و غارت کا عام ہونا۔ پس یہ دس علامتیں ہیں۔ جب یہ علامتیں پوری ہو جائیں گی
تو قائم آل محمد خروج کرے گا۔

پھر فرمایا اے لوگو اپنے پروردگار کو صفات عبودیت سے منزہ اور پاک رکھو۔ کھانے پینے چلنے پھرنے
رونے ہنسنے والے بندے کو رب العالمین نہ کہو۔ یہ صفات ربوبیت نہیں ہیں، اور اس کی طرف اشارہ نہ
کرو کہ وہ ایسا ہے ویسا ہے۔ پس جو خالق کی حد قرار دے اور عقل سے اس کی توفیق کرے وہ کتاب اللہ
الناطق کا منکر ہے (الرب لا یحد ولا یتصور) پھر فرمایا خوشحال میرے اہل ولایت کا جو میرے
حق میں یہ سب کچھ قبول کرتے ہیں۔ میری وجہ سے در بدر کئے جاتے ہیں۔ وہ خدا کی زمین میں اس کے دین
کے عزیز دار ہیں اور روز قیامت کے خوف سے مامون۔ میں خدا کا وہ نور ہوں جو گل نہیں ہوتا۔ اور میں اس کا وہ بھید
ہوں جو پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ امانی صدوق علیہ السلام میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ اے گروہ قریش تمہارا

کیا حال ہوگا۔ جبکہ تم میرے بعد کافر ہو جاؤ گے۔ اور پھر مجھے تم اصحاب کی ایک جماعت میں دیکھو گے۔ کہ میں تمہارے منہوں پر تلوار مارتا ہوں گا یا میرا بھائی علی ابن ابی طالب کہ ہم سب ایک ہیں۔ اولنا محمد و آخرنا محمد و اوسطنا محمد و کلنا محمد۔ حضرت جبرئیل اسی وقت نازل ہوئے اور فرمایا۔ اے محمد انشاء اللہ کہو۔

اس خطبہ میں بھی عظمت و جلال الہی اور اپنے سرار ولایت بیان فرمائے ہیں اور مخصوص علامات خروج قائم علیہ السلام اور اس زمانے میں اپنی رحمت۔ مضامین قریب قریب وہی ہیں جو خطبات سابقہ کے میں الفاظ البتہ بعض مختلف ہیں اور بعض و قائلین اسرار کے حامل۔ اس میں جو فقرہ عام طبائع میں کھٹک سکتا ہے وہ شاید۔ ان العابد والمعبود۔ ہو کہ حضرت نے اپنے نفس شریف کو معبود کیسے کہا۔ لیکن بعد بیان و اقرار توحید باری و عظمت جلال خداوندی آپ کا یہ فقرہ ظاہر ہے کہ معنی مجاز کو شامل ہے۔ کیونکہ معبودیت حقیقیہ کا اداء تو تیب ہی ہو سکتا تھا۔ جبکہ وحدت و عظمت و معبودیت حق سے انکار کو شامل ہوتا۔ جب اس کی معبودیت اور اپنی عبودیت کا اقرار ہے۔ تو یقیناً معنی معبود مجازی میں نہ تفسیقی۔ بلکہ عابد و معبود کہنا صاف وال ہے کہ اس کو دعویٰ خدائی سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں اس لئے کہ کبھی معبود برحق کسی معنی میں عابد نہیں ہو سکتا۔ اور جب عابد کہا گیا تو یقیناً اپنی معبودیت کا انکار ہوا۔ پس لازم ہوا کہ اس کو معنی مجاز صحیح پر محمول کیا جائے اور ایسی تاویل کی جائے تو عابد کے شان کے شایان اور اس پر صادق ہو مثلاً کہئے کہ اس کا مطلب مظہر معبودیت و اتصاف باوصاف معبودیت ہے۔ عابد جس قدر عبادت میں اور عبد جس قدر عبودیت میں بڑھتا ہے۔ اسی قدر وہ مظہر اوصاف معبود اور متخلق باخلاق معبود ہوتا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عابد ہوں اور متصف باوصاف معبود و متخلق باخلاق معبود۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ کا عامل اور اس کا مصداق۔ نہ یہ کہ ذات واجب الوجود خالق بالذات ہوں۔

اس کو زبان عارفین میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ العبودیتہ جوہرہ کنہہا الربوبیتہ عبودیت کا ملکہ جو ہر ہے۔ جس کی کُنہ حقیقت۔ ربوبیت ہے۔ کمال عبودیت مقام وصال بساحت قدس ربوبیت ہے۔

یادیں کہئے کہ اصلاح کلمہ و عرفاء میں انواع عالم امکان میں ہر نوع ساقل عالی کی عبادت گزار ہے اور اپنے کو اس تک پہنچانا اس کا فرض عبودیت۔ مثلاً جمادات کا مرکز عبادت نباتات اور نباتات کا حیوانات اور حیوانات کا انسان اور انسان مطلب کل مقصود کل ہے۔ اور حرکت انسانی کا مرکز اور اس کا مطلوب انسان کامل اور انسان کامل متصل مطلوب کل معبود برحق عزوجل۔ اور انسان کامل

جامع جمیع صفات کمالیہ الہیہ کہتے ہیں۔ وہو نبینا و وصیہ اور انسان کامل ہمارا پیغمبر اور اس کا وصی برحق و مطلق ہے پس وہ ساری مخلوق کے معبود یعنی رب مجازی (الرب لا انسانی) اور آقائے کل ہیں۔

اور خالق عز و جل کے عابد صادق۔ وهو العابد والمعبود

یہ بھی ممکن ہے کہ عابد سے مراد ساجد ہو اور معبود سے معبود اور فقرہ انا باب السجود سے یہ مطلب زیادہ واضح ہے اور باب السجود سے مراد باب حط ہے۔ اور فرمایا ہے کہ باب حط ہم میں۔ یعنی سجدہ تعظیم اس باب کے لئے لازم۔ ہوا۔ پس یہ اس لحاظ سے سب کے سب معبود ہوئے اور خدا کے ساجد۔

یہ بھی ممکن ہے کہ معبود سے مراد معبود ملائکہ ہو اور اس میں شبہ ہی نہیں ہے کہ آدم کو سجدہ انہی کے نور کی تعظیم کے لئے تھا۔ جو آدم میں ودیعت کیا گیا تھا۔ اور اس کی تصریحات احادیث و روایات میں بکثرت موجود ہیں۔ پس اصل معبود ملائکہ نہ جسم آدم ہے بلکہ نور خاتم بس اصل معبود یہ ہوئے اور یہ ساجد خدائے عز و جل ہے

سجد سے بنی آدم کے نہ آدم کے لئے تھے

سراں کی سلامی کو فرشتوں کے جھکے تھے

اسی طرح اور بھی تاویلات صحیحان فقرات کی ممکن ہیں۔ اور ہر ایک ذی علم اپنے اپنے متبہ و فہم عقل و ایمان کے مطابق تاویل کر سکتا ہے۔ اور کرنی چاہیے خواہ مخواہ ناہمی سے انکار کر کے کافر نہ بنے۔ اور اسی اصول پر اور فقرات بھی جو سمجھ میں نہ آئیں۔ ان کی تاویل صحیح کی جائے۔ کلمات امام کا انکار کر دینا آسان ہے۔ مگر ولایت ایمان کا سنبھالنا مشکل۔

الخامسة

ایک خطبہ کے دوران میں ارشاد فرمایا۔
بیشک میں ان عجائبات خلق خدا کو جانتا
ہوں۔ جن کو اللہ کے سوا اور کوئی جانتا اور
حالات گذشتہ و آئندہ کو پہچانتا ہوں میں وہ
بھی جانتا ہوں جو عالم ذر میں ہے ان لوگوں
کے ساتھ گذرا جو آدم اول کے ساتھ گذرے ہیں

وایضاً قال فی بعض خطباتہ
ولقد علمت عجائب خلق اللہ ما
لا یعلمہ الا اللہ وعرفت ما کان
وما یکون وما کان فی الذر
الاول مع من تقدم مع
ادم الاول ولقد کشف لی

بیشک میرے لئے پڑے کھولے گئے ہیں اور میرے پالنے والے نے مجھے تعلیم دیا ہے اور اس میں نے سیکھا ہے۔ آگاہ رہو اور یاد رکھو شکل نہ ہو گھبراؤ مت۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم کہہ اٹھو گے کہ علی کو جنوں ہو گیا ہے یا وہ حق سے ہٹ گیا ہے تو میں تم کو ان تمام گذشتہ لوگوں کے حالات اور قیامت تک تمہارا موجودہ اور آئندہ حالات کی خبر دیتا۔ اس علم کے ذریعہ جو میرے سب نے مجھے عنایت کیا ہے اور میں حاصل کر لیا ہے اور وہ علم اُس نے تمہارے پیغمبرِ حق کے سوال انبیاء سے بھی پوشیدہ رکھا ہے پس میں نے اپنا علم اسے دیدیا اور اسی نے اپنا مجھے دکھائی مولیٰ ایک حقیقت اور ایک نور میں تم آگاہ رہو کہ تم ہی پہلے زانوں کے نذیر ہیں اور تم دنیا و آخرت کے نذیر ہیں اور ہر زمانہ اور ہر دور کے نذیر ہیں (وہی مطلق کی یہی شان ہے) جو ہلاک ہوا وہ ہمارے سبب اور جس نے نجات پائی تو ہمارے وسیلے سے پس اسکو ہماری شان میں بڑا دیکھو یہ ہمارے لئے معمول باتیں ہیں قسم ہے اس خالق کی جس نے اُنے کو اکایا اور جان کو پیدا کیا ہے اور وہ اپنی عظمت و جبروت میں فرد و منفرد ہے (کوئی اس کا شریک نہیں) بیشک میرے ریح ہوا اور پرند مستحضر کر دیئے گئے اور دنیا مجھ پر پیش کی گئی تو میں نے اس سے اعراض کیا میں دنیا کو منہ کے بل اٹھا پھینک دینے والا ہوں پس وہ میری ہوئی اور میں نے اسے طلاق دے دیا۔ پس ملنے والے مجھ سے کب ملحق ہو سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں جو فرد اس اعلیٰ پر ہے اور جو کچھ ساتویں طبق زمین کے نیچے اور جو کچھ بلند آسمانوں اور ان کے درمیان اور زمین کے نیچے ہے۔ اور یہ سب کچھ علمِ احاطی سے جانتا ہوں نہ علمِ اخباری سے۔ میں عرشِ عظیم کے مالک کی

و علمنی ربی فعلمت۔ الافعال و انصبوا و لا ترتجوا فلو لا خوفی علیکم ان تقولوا جن اوارتہ لاخبرتکم بما کانوا یبئانتم فیہ وما تلقونہ الی یوم القیامۃ بعلہم و عزرب فی فعلت و لقد ستر علمہ عن جمیع النبیین الا صاحب شریعتکم هذا فعلمنی علیہ و علمتہ علمی الی وانا نحن النذرا الی و نحن نذرا الاخرۃ و الی و نذرا کل زمان و اوان و بنا ہلک من ہلک و بنا نبی من نبی فلا تستعظمو اذک فینا فوالذی فلق الحبۃ و برء النسبۃ و تقربوا بالجبروت و العظۃ لقد سخرت لی الریاح و الہواء و الطیر و عرضت علی الدنیا فاعرضت عنہا۔ انا کاتب الدنیا و جھما فجتنی منی یلیحق بی اللواحق لقد علمت ما فوق الفردوس الی الی۔ و ما تحت السابۃ السفلی و ما فی السبوات الی و بینہما و ما تحت الثری کل ذالک علم احاطۃ لا علم اخبار اقسام برب العرش العظیم۔ لو شئت لاخبرتکم باباکم و اسلافکم ابن کانوا و ممن کانوا و ابن ہم الان و ما صاروا الیہ فکم من اکل منکم لحم اخیه و شارب براس ابیہ و هو یشتاقہ و یرتجیہ یہما ت یہما ت اذ کشف الستور و حصل ما فی الصدور و علموا رد من الضہور و ایم اللہ لقد

كوزتم كوزات و كورتم كورات و كم
 بين كرتة و كورة من آية و آيات
 ما بين مقتول و ميت فبعض في حواصل
 الطيور و بعض في بطون الوحش و
 الناس ما بين ما مضى و آت و غا و
 ورائح - لو كشف لكم ما كان منى
 في القديم الاول و ما كان منى في
 الاخر لرايتهم عجائب مستعظمت
 و امور مستعجبات و صنائع و احاطات
 انا صاحب المخلوق الاول قبل نوح الاول و لو
 علمتم ما كان بين آدم و نوح من عجائب
 اصطنعتها و ام اهلكتها فحق عليهم
 القول فيئس ما كانوا يفعلون - انا
 صاحب الطوفان الاول - انا صاحب
 الطوفان الثاني - انا صاحب سيل
 العرم - انا صاحب الاسرار المكنونات
 انا صاحب عاد و الجنات - انا صاحب
 ثمود و الريات انا مد مرها انا مز
 لزلها انا مرجعها انا مهلكها انا
 مد برها - انا بانيها - انا و احياها و انا
 مهيتها انا يحييها انا الاول و انا
 الاخر - انا الظاهر انا الباطن انا مع
 الكور قبل الكور انا مع الدور بعد
 الدور - انا مع القلم قبل القلم
 انا مع اللوح قبل اللوح - انا صاحب

قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں چاہوں تو تمہارے آباؤ
 اجداد کی خبر سے دوں وہ کہاں رہے کن لوگوں
 میں سے ہیں اور کس حال میں ہیں اور کہاں پہنچ
 گئے ہیں پس کتنے ہی تم میں سے اپنے بھائی کا
 گوشت دے صورت اشیاء خوردنی ا کھانے والے
 ہیں اور اپنے باپ کے سر کی مٹی کے پیالے میں پانی
 پیئے والے ہیں۔ اور وہ اس کا مشتاق ہے اور
 اس کی آرزو رکھتا ہے۔ افسوس افسوس۔ اس وقت
 جبکہ پرے کھل جائیں گے اور دلوں کے اسرار ظاہر
 ہو جائیں گے اور واردات ضمیر معلوم ہو جائیں گے
 خدا کی قسم تم نے کتنے ہی چکر کھائے ہیں اور کتنی ہی
 مرتبہ صورت جسمانی پلٹے ہو۔ اور ایک دور سے
 دوسرے دور تک بڑی بڑی نشانیاں قدرت
 کی ظاہر ہوئی ہیں۔ بعض مقتول ہوئے۔ بعض مرے
 بعض پرندوں کے پوٹوں میں ہیں اور بعض چشمیوں
 کے پیٹھوں میں اور لوگ گذرنے والے آنے والے اور
 صبح و شام مرنے جینے والے ہیں اور اگر وہ اسرار
 تم پر کھل جائیں جو مجھ سے پہلے اور قدیم دور میں ظاہر
 ہوئے اور جو دور آخر میں ہونا ہیں تو البتہ تم عجائبات
 مشاہدہ کرو اور حیرت انگیز افعال اور غیب کار گزاریاں
 دیکھو میں ہی نوح اول سے پہلے خلق اول اور ولی نذیر
 ہوں اور اگر تم جانتے جو کچھ عجائبات آدم و نوح کے درمیانی
 دور میں مجھ سے ظاہر ہوئے۔ اور جو کچھ کہ میں نے کیا
 اور وہ امتیں جو میں نے ہلاک و تباہ کیں۔ پس خدا
 کا عذاب ان کے لئے ثابت ہو گیا اور بہت بڑے

الاولیة الاولیة - انا صاحب جابلقا
 وجا بلسا - انا صاحب الرفرف و
 البهرام - انا مدبر العالم الاول
 حین لاسمائکم هذه ولا عبرائکم
 قال فقام الیہ ابن صویریہ فقال انت
 انت یا امیر المؤمنین فقال انا انا
 لوالہ الا اللہ ربی ورب الخلق
 اجمعین لہ الخلق والامر الذی
 دبر الامور بحکمته وقامت السموات
 والارض بقدرتہ کافی بضعیفکم یقول
 الیسمعون ما یدعیہ علی ابن ابی طالب فی
 نفسه ویا اوس یکنہر علیہ عسا کراہل
 الشام فلا یخرج الیہا ویا عث محمد و ابرہیم
 لو قتلن اهل الشام بکم قتلات وحقی
 وعظمتی لو قتلن اهل الشام بکم قتلات
 وای قتلات ولا قتلن اهل صفین بکل
 قتلة سبعین قتلة ولا اردن الی کل مسلم
 حیوة جدیدة ولا سلمن الیہ غدوة
 وقاتلہ الی ان یشفی علیل صدري
 منه ولا قتلن بعمار بن یاسر ویا وایس
 القرنی الف قتیل اولی یقال لا
 کیف وایان ومتی وانی وحتی فکیف
 اذا را یتم صاحب الشام ینشر
 بالمناشیر و یقطع بالمساطیر ثم لا
 ذیقنہ الیہ العقاب الا بالبشر وافی

افعال تھے جو وہ کرتے تھے تو البتہ تم جہت میں پڑھاؤ
 میں ہی پہلے طوفان والا ہوں۔ میں ہی دوسرے
 طوفان والا۔ میں عرم کا سیلاب لانے والا ہوں۔
 اور میں ہی پوشیدہ اسرار کا مالک ہوں۔ میں ہی
 قوم عاد اور ان کے باغات کو تباہ کرنے والا
 ہوں اور میں ہی قوم ثمود اور ان کی آیات والا
 ہوں۔ میں ہی ان کا ہلاک کرنے والا ہوں۔
 میں ان پر زلزلہ لانے والا ہوں۔ اور میں ان کو
 ٹوٹانے والا۔ ان کا مدبران کا بانی اور میں ہی انہیں
 مارنے والا۔ میں اولی ہوں میں آخر ہوں میں ظاہر
 ہوں میں باطن ہوں۔ میں ہر زمانے میں اس زمانے
 سے پہلے تھا اور ہر دور میں اس دور کے ساتھ
 صادر اول کی یہی صفت ہے اور الحج قبل الخلق تو
 مع الخلق و بعد الخلق میں قلم قدرت کے ساتھ تھا
 اور قلم سے پہلے اور میں لوح محفوظ کے ساتھ ہوں
 اور لوح سے پہلے۔ میں پہلے قدیم زمانوں والا ہوں
 میں مالک ملک جا بلقا و جا بلسا ہوں۔ میں ہی رفرف
 و بہرام والا ہوں۔ میں عالم اول میں مدبر تھا جبکہ نہ
 تمہارا یہ آسمان تھا۔ اور نہ یہ زمین۔

پس ابن صویریہ اٹھا اور کہا۔ آپ آپ ہی ہیں
 یا امیر المؤمنین۔ فرمایا۔ ہاں۔ میں میں ہی ہوں۔ اور
 میرے پروردگار اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
 جو ساری مخلوق کا پالنے والا ہے۔

عالم خلق اور عالم اسب اسی کے لئے ہے اور
 اس کے تحت قدرت و ارادہ اسی کی قدرت

زمین آسمان قائم ہوئے ہیں۔

گویا میں دیکھتا ہوں۔ تمہارے ضعیف الایمان کہتے ہیں کہ کیا سنتے ہو کہ علی ابن ابی طالب اپنے لئے کیا دعویٰ کرتا ہے۔ اور افواجِ شام اس پر چھا جائیں گے تو یہ ان کی طرف نہ نکلے گا۔

مجھے قسم ہے اس کی جس نے محمد اور ابراہیم کو مبعوث کیا ہے۔ میں اہل شام کو کئی کئی دفعہ قتل کروں گا۔ اور مجھے اپنے حق اور اپنی بزرگی کی قسم ہے کہ میں اہل شام کو کئی دفعہ اور بُری طرح قتل کروں گا اور اہل صفین کو ایک ایک کے بدلے تہ تہہ کو ماروں گا اور ہر ایک مسلمان کو نئی زندگی عطا کروں گا اور اس کا قاتل اس کے سپرد کروں گا۔ تاکہ میرے دل کی پیاس اس سے بجھے۔ زمانہ رحمت میں حرفِ صحیح ثابت ہوگا، اور میں عمار بن یاسر اور اویس قرنی کے بدلے ہزار آدمی قتل کروں گا۔

کیا میرے لئے کہا جاتا ہے۔ نہیں۔ کیونکہ کس طرح۔ کب۔ کس وقت۔ پس اس وقت کیا حال ہوگا۔ تمہارا جب دیکھو گے کہ امیر شام کو آروں سے چیرا جاتا ہے اور چھریوں سے کاٹا جاتا ہے اور پھر میں اس کو سخت عذاب کا مزہ چکھاؤنگا۔ خیر دار رہو اور خوش ہو کہ کل روز قیامت معاملہ حسابِ خلق میری سپرد ہوگا۔ پس جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو بڑا سمجھو ہمارے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہمیں علم ملایا علم منایا۔ علم تاویل۔ علم تشریح۔ علم حوادث و وقائع عالم عطا کیا گیا ہے۔ پس ہم سے ان میں سے

یردا مر الخلق غداً فلا يستعظم ما قلت فانا اعطينا علم المنايا و البلايا و التاويل و التنزيل و فصل الخطاب و علم النوازل و الوقائع فلا يعزب عنا شئى كافي بهذا و اشار الى الحسنين قد تار نوره بين عينيه فاحضرة لوقته بحين طويل فيتمزولو لها و يخسفها و تار معه المؤمنون من كل مكان و ايم الله لوشئت سميتهم رجلا رجلاً باسمائهم و اسماء ابائهم فهم يتنا سلون من اصحاب الرجال و ارحام النساء الى يوم الوقت المعلوم ثم قال يا جابر انتم مع الحق و معه تكونون و فيه تمورون يا جابر اذ اصاح الناعوس و كيد الكابوس و تكلم الجاموس فعند ذلك عجائب و امى عجائب اذا انار النار يبصرنى و ظهرت الراية العثمانية بوادى سوداء و اضطربت البصرة و غلب بعضهم بعضاً و صبا كل قوم الى قوم تحركت عساكر خراسان و تبع شعيب ابن صالح التميمي من بطن طالقان و بويج سعيد السوسى بخوزستان و عقدت رايات بعما ليق كردان و تغلبت العرب على بلاد الارمن و اسقلا ب و اذ عوهم قل قسطنطينيه

بطارقة سينان فتوقوا ظهور تكلم موسى
 عن الشجرة على الطور فيظهر هذا ظاهر
 مكشوف ومعاين موصوف الا وكم
 عجائب تركتها و لا ازل كتمتها لاجد
 لها حملة انا صاحب ابليس بالسجود
 وانا معذبه و جنوده على الكبر والعنود
 انا صانع الاقاييم بامر العليم الحكيم انا
 الكلبة التي بها تمت الامور و دهرت
 الدهور و قال في اخرها - كافي بالمنافقين
 يقولون نص على على نفسه بالربا نية
 الا فاشهدوا و اشهادة استلکم بها عند
 الحاجة اليها ان عليا نور مخارق و عبد
 حرزوق و من قال غير هذا العنة الله
 عليه و لعنة اللاعنين ثم نزل و هو يقول
 عضدت بذى الملك و المملوك و اعصمت
 بذى العزة و الجبروت و امتنعت بذى
 القدرة و المملوك من كل ما اخاف
 و احذر ص ۱۷۰ -

کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں۔ گویا میں اس حسین کو دیکھتا
 ہوں کہ اس کا نور اس کی پیشانی پر چمکتا ہے میں
 اس کو اس کے وقت پر ایک مدت کے بعد حاضر کرونگا۔
 پس یہ اس زمین کو الٹ پلٹ کرنے گا۔ اور اس کے ساتھ
 ہر جگہ سے کچھ مومن اٹھیں گے۔ اگر میں چاہوں تو نام
 بنام ان کا اور ان کے باپ کا پتہ دے دوں پس یہ
 وقت معلوم تک اصحاب رجال اور ارحام نسائیں
 نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے آ رہے ہیں (اور اس
 وقت معلوم پر سب جمع ہوں گے)
 پھر فرمایا۔ اے جابر تم حق کے ساتھ ہو اور اس کے
 ساتھ رہو گے اور اس پر چکر لگاؤ گے۔ اے جابر جو وقت
 شخص مست رائے چیخے (لیڈر بن کر شور مچائے) اور
 مرض کا بوس اُتر آئے اور بیوقوف (دل داغ) بولنے
 گئے۔ تو اس وقت بڑے بڑے عجائبات ظاہر ہوں
 گے۔ جبکہ بصرے میں آگ بھڑکے گی اور عثمانی جھنڈا
 وادی سودا میں ظاہر ہوگا (خروج سفیانی) اور بصرہ
 میں اضطراب ہوگا۔ اور ایک دوسرے پر غالب
 اور ہر ایک قوم اپنی قوم کی طرف جھکے گی۔

خراسانی لشکر حرکت میں آئیں گے اور شعیب بن صالح تیبی کی بطن طالقان میں بیعت کی جائے گی اور
 مسجد سوسی یا موسوی کی خوزستان میں اور عمالہ کر داپنے جھنڈے نصب کر دیں گے اور عرب بلاد ارمن و
 سقلاب پر غالب آجائیں گے۔

اور شاہ روم کوہ سینان کے علماء یا اہل سینان کو ڈرائے داس لئے ممکن ہے کہ جنگ حبش و اٹلی کی
 طرف اشارہ ہو) پس اس وقت منتظر رہو تکلم موسیٰ کے شجرہ کوہ طور پر سے۔ پس وہ ظاہر ہوگا۔ اور یہ سب
 حالات ظاہر و باہر ہیں اور معروف و مشاہد۔

آگاہ رہو کہ کتنے ہی عجائبات ہیں جن کو میں نے ترک کر دیا اور کتنے ہی دلائل ہیں جن کو میں نے چھپایا

کاش میں ان اسرار و حقائق کا حامل اور برداشت کرنے والا کسی کو پاتا۔ میں ہی خدا کی طرف سے شیطان کو حکم دینے والا تھا کہ آدم کو سجدہ تعظیمی کرے۔ اور میں اس کو اور اس کے لشکر کو اس کے تکبر اور سرکشی پر سزا دینے والا ہوں۔ میں ہی خدا نے علیم و حکیم کے حکم سے اقالیم عالم کو قائم کرنے والا ہوں۔ میں ہی وہ کلمۃ اللہ ہوں جس سے سارے امور مکمل ہوتے ہیں۔ اور ادوار زمانہ چلے ہیں۔ پھر آخر میں فرمایا۔ میں منافقین کو دیکھتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ علیؑ نے اپنے لئے ربوبیت کی نص کر لی۔ خبر دار۔ ایسی گواہی دو جو وقتِ فرودت تم سے پوچھی جائے گی کہ بیشک علیؑ نور مخلوق اور عبد مرزوق ہے اور دعوائے خدائی نہیں کرتا جو اس کے سوا کہے اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ پھر منبر سے اتر آئے اور فرمایا۔ پناہ لی میں نے بادشاہ ملک و ملکوت سے اور تمسک کیا عزت و جبروت والے سے اور حفاظت چاہی قدرت اور ملکوت والے سے ہر اس سے جس سے میں ڈرتا اور خوف رکھتا ہوں۔

اس خطبہ میں بھی عظمت جلال و کمال قدرت پروردگار عالم کے بیان کے ساتھ عجائب و اسرار و لات رموز اخبار بالغیب ہیں جو خواص ولایت مطلقہ سے ہیں۔ اور زمانہ رجعت میں اہل شام کا ولی مطلق کے ہاتھ سے یا اس کے سامنے اپنے کبیر کردار کو پہنچنا مسلم عقیدہ اہل ایمان ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس میں وہ فقرات جو ضعیف الاعتقاد افراد کو گران گذر سکتے ہیں یہی۔ انا الاول و انا الاخر و انا الظاہر و انا الباطن۔ ہیں۔ لیکن جو کچھ ہم عرض کر چکے ہیں۔ اس کو پیش نظر رکھ کر ان کی تاویل نہایت آسان ہے۔ اور اس کی تاویل کی طرف اشارہ بھی کر چکے ہیں۔ یعنی وہ اول مخلوق ہے۔ اور وجہ اللہ ہونے کی حیثیت سے بعد فنائے کل شئی بھی ولی متصرف اور سب سے آخر وہ ولی المؤمنین ہے۔ اور سب سے آخر رسول سے جدا ہونے والا۔ و قس علی ذالک وہ ظاہر میں ہے اور باطن میں بھی۔ وہ عالم ظاہری میں بھی ولی ہے اور عالم باطنی روحانی میں بھی۔ و قس علی ذالک جناب رسالت مآبؐ کے اسم مبارکہ میں سے اول و آخر بھی ہے اور فریقین میں مسلم ملاحظہ ہو خصوصاً کبرئے وغیرہ اور روحانیت علیؑ و نبیؐ ایک ہے اس لئے معنی وہ بھی اول و آخر ہے۔ بنا افتخام اللہ و بنا یختم انہی کی شان میں درست ہے۔

”انا صانع الاقالیم بامر ربی“ بھی ولی مطلق و مظہر کل قضا و قدر کی حقیقی صفت ہے اور یہ مخلوق ہی کی صفت ہے۔ نہ خالق کی۔ سب کچھ بامر رب و حکم خدا کرتا ہے۔ نہ خود بالذات۔ یہ صفت خدا کی ہے اور وہ ناخدا خلیفہ خدا کی۔ فافہم و تدبر۔

اس لئے اس میں خود امام یہ اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے ان اوصاف و کمالات قدرت میں ضعیف الاعتقاد اور منافقین شبد کرتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ علیؑ دعوائے ربوبیت کرتا ہے حالانکہ میں گو اہی دیتا ہوں کہ میں اپنے رب کا بندہ ہوں اور اس کی بندگی سے زندہ۔ یہ بیان اوصاف مذکورہ۔ اوصاف بندگی پر نص۔ نہ اوصاف ربوبیت پر۔ جو یہ کہے کہ ان اوصاف سے دعوائے خدائی لازم آتا ہے۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔

السادس

ومن خطبة له قال

انا عندى مفا تيجم الغيب لا يعلمها
بعيد رسول الله الا انا انا ذا والقرنين
المذكور في الصحف الاولى - انا
صاحب خاتم سليمان - انا اولي الحسنات
انا صاحب الصراط والموقف
انا قاسم الجنة والنار انا ادم
الاول - انا نوح الاول انا اية الجبار
انا حقيقة الاسرار - انا مورق
الوشجار - انا مولع الثمار - انا مفجر
العيون - انا مجرى الانهار انا خازن
العلم - انا طور الحلم - انا امير
المؤمنين - انا عين اليقين - انا
حجة الله في السموات والارض انا
الواجفة - انا الصاعقة انا الصيحة
بالحق - انا الساعة لمن كذب بها
انا ذلك الكتب لا ريب فيه انا
الاسماء الحسنى التي امر الله ان

ایک اور خطبے کے درمیان میں فرماتے ہیں۔
کہ میرے پاس علم غیب کی کنجیاں ہیں جن کو بعد رسول اللہ
سوائے میرے اور کوئی نہیں جانتا (نائب رسول
ہی ان مفاتیح غیب کا بعد رسول وارث ہوتا ہے)
میں ہی وہ ذوالقرنین ہوں۔ جو قدیم صحف انبیاء
میں مذکور ہے۔ میں سلیمان کی انگوٹھی والا ہوں۔
دیر اہی نام اس پر کندہ ہے۔ یا میں نے ہی بحکم خدا
ان کو پہنچایا ہے، میں نیکیوں کا والی و مالک ہوں۔
میں بل صراط اور موقف پر سے گزارنے والا ہوں۔
اور نگرانی کرنے والا ہوں میں قیم جنت و نار ہوں۔
میں ہی آدم اول ہوں۔ میں ہی نوح اول ہوں۔
میں خدائے جبار کی آیت اور اس کے اسرار
کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو مہربن کرنے
والا اور پھلوں کو پکانے والا ہوں میں چشموں
کو نکالنے اور دریاؤں کو جاری کرنی والا ہوں۔
میں خزینہ دار علم اور کوہ علم ہوں۔ میں امیر
المؤمنین ہوں اور میں عین الیقین ہوں۔ اور میں
تمام زمینوں آسمانوں میں حجت خدا ہوں۔

يدعى بها انا ذلك النور الذي
 اقتبس موسى منه الهدى انا صاحب
 الصور - انا مخرج من في القبور
 انا صاحب يوم النشور - انا صاحب
 نوح و منجيه - انا صاحب ايوب
 المثلى و شافيه انا اقامت
 السموات با مرر بي انا صاحب
 ابراهيم - انا سرا الكليم - انا
 الناظر في الملكوت و انا امرالحى الذى
 لا يموت - اناولى الحق على سائر الخلق
 انا الذى لا يبدل القول لى
 و حساب الخلق الى - انا المفوض الى
 امر الخلق انا خليفة الاله الخالق
 انا سوا الله فى بلاده و حجته على
 عباده - انا امر الله والروح كما قال
 يسئلونك عن الروح قل الروح
 من امر ربى - انا زسيت الجبال الشامخات
 و فجرت العيون الجاريات - انا غارس
 الاشجار و مخرج النوا الثمار - انا مقدر
 الاقوات - انا منشر الاموات - انا منزل
 القطر - انا منور الشمس والقمر والنجوم
 انا قيم القيامة - انا مقيم الساعة
 انا الواجب له من الله الطاعة - انا حى
 لا اموت و اذ امت لى امرت انا سر
 الله المكنون المخزون - انا العالم بما كان

میں ہی زلزلہ ہوں۔ میں برق عذاب خدا ہوں میں ہی
 صبح و آفتاب ہوں یَوْمَ لَسْمَعُونَ الصَّبْحَةَ بِأَحْتَى ذَٰلِكَ
 یَوْمَ النُّحُورِ اذ تکلوت خروج میری ہی چیخ سناٹی
 نے گی۔ میں ہی ساعت ہوں اس کے لئے جو اس
 کی تکذیب کرتا ہے۔ میں کتاب لاریب فیہ ہوں۔
 کتاب ناطق میرا ہی وجود ہے۔ میں ہی وہ اسماء اللہ
 ہوں جن کے ساتھ اس نے اپنے کو پیکارنے اور
 دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں ہی وہ شمع نور ہوں۔
 جس سے موسیٰ نے نور ہدایت اقتباس کیا تھا کوہ
 طور پر پہلے میرا ہی نور چمکتا دیکھا تھا۔ میں ہی صاحب
 صور ہوں۔ میرے امر سے ہی صور بچو نکا جائے گا۔
 میں مردوں کو قبروں سے نکالوں گا۔ میں روز نشور کا
 والی ہوں۔ میں نوح کا مصاحب اور ان کی کشتی کو
 نجات دینے والا ہوں۔ میں ہی مصاحب ہوں
 ایوب کا جن کی آزمائش کی گئی تھی۔ اور میں نے
 ان کو شفا دلائی تھی۔ میں نے حکم خدا سے آسمانوں کو
 قائم کیا معلول اول علت ثانویہ ہے۔ میں ہی ابرہیم کا
 ساتھی اور کلیم کا بھید ہوں میں ملکوت زمین و آسمان
 کو دیکھنے والا ہوں میں اسی حقیقیوم کا امر ہوں اِنَّمَا
 أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ
 میں ساری مخلوق پر ولی برحق ہوں۔ میں ہی ہوں جس
 کے پاس بات نہیں بدلتی۔ اصل حقیقت مجھ کو
 پہنچتی ہے۔ اور مخلوق کا حساب میرے ہی ذمہ ہے
 خلائق کے معاملات میرے ہی سپرد کئے گئے ہیں۔ کہ
 مظہر کل ہوں میں اس موجود خالق کون و مکان کا نائب ہوں

وبیایکون۔ انا صلوة المومنین وصیامہم
 انا مولوہم واما مہم۔ انا صاحب النشر
 الاول والاخر۔ انا صاحب المناقب والمفاخر
 انا صاحب الکواکب انا عذاب اللہ
 الواصب۔ انا مہلک الجبابرة الاول
 انا مزیل الدول۔ انا صاحب الزلازل
 والرجف۔ انا صاحب الکسوف و
 انا مد مر الفراعنة بسيفی هذا انا
 الذی اقامنی اللہ فی الاظلمة
 ودعاہم الی طاعتی فلما ظہرت
 انکروا فقال سبحانہ فلما جأئہم
 ما عرفوا کفروا بہ۔ انا نور الانوار انا
 حامل العرش مع الابرار۔ انا صاحب
 الکتب السالفة۔ انا باب اللہ الذی
 لا یفتح لمن کذب بہا ولا یندوق الجنة
 انا الذی تزوج الملائکة علی فروشی
 وتعرفنی عبادا قال الیم الدنیا۔ انا الذی
 ردت لی الشمس مرتین وسلمت علی
 کورتین وصلیت مع الرسول الی القبلتین
 وبایعت البیعتین۔ انا صاحب بدر
 وحنین۔ انا الطور۔ انا الکتاب المسطور
 انا البحر المسجور انا البیت المعمور انا
 الذی دعا اللہ الخلاق الی طاعتی فکفرت
 واخرت وسمخت واجابت امة فنجت
 وازلفت۔ وانا الذی بیدی مفا تہم الجنان

اس لئے سارے امور انجام دیتا ہوں، میں اس کی
 بادشاہت میں اس کا راز مخزون ہوں۔ اور اس کے
 بندوں پر اس کی حجت میں ہی امر اللہ اور میں ہی روح
 عالم ہوں میں ہی روح اللہ ہوں۔ جس کی طرف اشارہ
 ہے کہ اے محمد تجھ سے روح کی بابت پوچھتے ہیں کہہ
 دو۔ کہ وہ امر رب ہے۔ میں نے محکم پہاڑوں کو
 جمایا ہے۔ اور بہنے والے چشموں کو بہایا ہے میں
 درختوں کو لگانے والا اور پھلوں کے خوشے نکالنے
 والا ہوں۔ میں روزیوں کا اندازہ کرنے والا اور مڑوں
 کو اٹھانے والا ہوں۔ میں بارش نازل کرنے والا اور
 شمس و قمر و نجوم کو روشن کرنے والا ہوں۔ رب میرے
 ہی نور سے روشن ہیں۔ میں قیامت کا سردار ہوں اور
 میں ساعت کو قائم کرنے والا۔ میں ہی وہ ہوں جس
 کے لئے خدا کی اطاعت لازم ہے۔ ہر شے میری
 اطاعت کرتی ہے۔ اور ہر انسان میری اطاعت پر
 مامور ہے۔ میں وہ زندہ ہوں جسے موت طبعی نہیں۔
 انا وجہ اللہ الباقی بعد فناء کل شیء رو
 انہم لا یموتون الا باختیارہم۔
 یہ معصوم اپنے ارادے اور اختیار سے مرتے ہیں
 میں خدا کا راز پوشیدہ و مخفی ہوں اور گذشتہ اور آئندہ
 کی سب باتوں کا جاننے والا ہوں۔ سب اس نے مجھے
 بتلا دیئے ہیں۔ میں ہی مومنین کی صلوات و صیام ہوں میری
 ولایت اصل عبادت ہے میں ہی اُن کا مولادار امام ہوں۔
 میں ہی نشر اول اور آخر کا والی ہوں۔ میں صاحب
 مناقب و مفاخر ہوں۔ اور میں ہی صاحب کواکب

ہوں۔ ستارے میرے لئے مسخر ہیں اور میرے لئے زمیں پر نازل ہوتے ہیں، میں خدا کا سخت عذاب ہوں۔ میں پہلے جباروں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ اور میں دولت مندوں کو فنا کرنے والا ہوں اور میں زلزلوں اور جھٹکوں والا ہوں۔ میں کسوف و خسوف والا ہوں۔ میں اپنی اس تلوار سے فرعونوں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ میں ہی وہ ہوں جس کو خدا نے ظلال نور جلال و جمال میں کھڑا کیا۔ اور سب کو میری اطاعت کی دعوت دی۔ پس جب اس اطاعت کے ظہور کا وقت آیا تو انکار کر بیٹھے۔ اس طرف اشارہ کر کے خدا فرماتا ہے۔ پس جب وہ آیا جس کو انہوں نے پہچانا تھا تو اس کا انکار کرنے لگے۔ میں نوروں کا نور اور برابر عالمین عرش میں شامل۔ میں قدیم کتابوں والا۔ اور ان کا عالم اور مفسر ہوں۔ میں وہ خدا کے علم و معرفت کا دروازہ ہوں۔ جو اس کے لئے نہیں کھولا جاتا جو اس کی تکذیب کرے اور وہ باغ بہشت کا ذائقہ نہ چکھے گا۔ میں ہی وہ ہوں جس کے فرش پر یا بستر پر فرشتے اتر دھام کرتے ہیں اور مجھے دنیا کی ساری اقلیموں کے رہنے والے پہچانتے ہیں۔ میرے ہی واسطے دو دفعہ آفتاب ٹوٹا گیا ہے۔ اور اس نے مجھ پر دو مرتبہ سلام کیا ہے۔ اور میں نے ہی رسول کے ساتھ دونوں قبلوں بیت المقدس اور کعبہ کی طرف ناز پڑھی ہے۔ میں نے رسول سے دو وصیعت کی ہے۔ میں فاتح جنگ و بدر جنین ہوں۔ میں کوہ طور علم اور کتابِ مسطور معارف ہوں۔ اور میں بحرِ مسجور حقائق میں ہی بیتِ معجور روحانی

ومقالید النیران انا مع رسول اللہ فی الارض و فی السماء مع المسیح حیث لا روح یتحروک ولا نفس یتنفس غیری۔ انا صاحب القرون الاولی انا صامت و محمد ناطق۔ انا جاوزت موسیٰ فی البحر و اغرقت فرعون و جنودہ انا اعلم ہما ہم البہائم و منطق الطیر انا الذی اجوز السوات والارضین السبع فی طرفۃ عین انا المتکلم علی لسان عیسیٰ فی المهد انا الذی یصلی عیسیٰ خلفی انا الذی اتقلب فی الصور کیف یشاء اللہ۔ انا مصباح الہدیٰ۔ انا مفتاح التقی۔ انا الخیرۃ والود ان الذی ارى اعمال العباد انا خازن السموات والارض بامر رب العلمین۔ انا قاسم بالقسط انا دیان الدین۔ انا الذی لا یقبل الا اعمال الابلویتی ولا تنفع الحسنات الا بجی۔ انا العالم بمدار الفلک الدوار و انا صاحب المکیال لقطرات الامطار و رمل القفار باذن الملک الجبار الو انا الذی اقتل مرتین و احیی مرتین و اظہر کیف شاء انا محصی الخلاق۔ وان اکثروا

وانا محاسبهم وان عظموا۔ انا الذی
عندی الف کتاب من کتب الانبیاء انا
الذی جحد ولا یتقی الفة امة
فمسخوا۔ انا لمدکور فی سالف
الزمان والخارج فی اخر الزمان
انا قاصم الجبارین فی الغابریں
ومخرجهم ومعذبهم فی الاخرین
یعوق ویغوث ونسرا عذابا شدیدا
انا المتکلم بكل لسان انا الشاهد
لاعمال الخلاق فی المشارق والمغرب
انا محمد و محمد انا المعنی
الذی لویقع علیه اسم ولو
شبه انا باب حطة ولا حول و
قوة الا بالله العلی العظیم۔

ہوں اور میری اطاعت کی خدا نے ساری مخلوق کو دعوت
دی ہے۔ پس ایک امت نے اس سے انکار کیا اور پیچھے ہٹی وہ
مسخ ہو گئی اور ایک نے قبول کیا۔ اس نے نجات پائی
اور وہ مقرب ہوئی۔ میرے ہی ہاتھ میں جنت اور روزخ
کی کنجیاں ہیں میں زمین پر رسول اللہ کے ساتھ ہوں اور
آسمانوں میں بیچ کے ساتھ جہاں نہ میرے سوا کوئی رُوح
حرکت کرتی ہے اور نہ کوئی جان سانس لیتی ہے میں ہی پہلی
امّتوں کا صاحب ہوں۔ میں صامت ہوں اور محمد ناطق
میں نے موسیٰ کو نیل سے گزارا اور فرعون اور اس کے لشکر کو
غرق کیا۔ میں چوپایوں کی آواز اور پرندوں کی بولی جانتا ہوں
میں ہی وہ ہوں جو چشم زدن میں ساتوں زمینوں اور ساتوں
آسمانوں کو طے کر لیتا ہوں۔ میں ہی ہوں کہ گہوارے میں اپنے
اعجاز ولایت سے زبان عیسیٰ پر بول رہا تھا میں ہی وہ ہوں
جس کے پیچھے عیسیٰ نماز پڑھیں گے (امام مہدی میرا

جزو میرا نور ہے اور ہم سب ایک) میں جس طرح چاہوں مختلف صورتیں اختیار کر لیتا ہوں۔ میں ہدایت کی شمع اور
پرہیز گاری کی کنجی ہوں۔ میں ہی آخرت اور اولی ہوں۔ دنیا و آخرت سب میرے طفیل سے ہے۔ میں ہی وہ ہوں کہ
تمام بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہوں کہ بعد رسول شہید علی الناس ہوں۔ میں خدا نے رب العالمین کے حکم سے زمین و
آسمان کا خزانہ دار ہوں۔ میں عدل کو قائم کرنے والا اور حاکم روز جزا ہوں۔ میں ہی وہ ہوں جس کی محبت و ولایت
بغیر بندوں کے اعمال قبول نہیں ہوتے۔ اور میری ولایت بغیر کسی کی نیکیاں کام نہیں آتیں۔ میں فلک دوار کے مدار کو
جاننے والا ہوں۔ میں ہی خدا نے جبار کے اذن سے۔ بارش کے قطر اور ایک صحرا کی میزان رکھتا ہوں۔ آگاہ رہو کہ
میں ہی وہ ہوں جو دو دفعہ قتل کیا جاؤں گا۔ ایک دفعہ دنیا میں اور ایک دفعہ عالم رحمت میں اور دو مرتبہ زندہ کیا
جاؤں گا۔ اور جس طرح چاہوں گا ظاہر ہوں گا اور میں ساری مخلوق کا احصاء رکھنے والا ہوں۔ اگرچہ وہ ہمیشہ میں
اور میں ہی ان کا حساب لینے والا ہوں اگرچہ وہ کیسے ہی بزرگ ہوں۔ میرے پاس ہزار کتب انبیاء ہیں۔ میری ولایت
کا ہزار امتوں نے انکار کیا اور سب مسخ ہو گئیں۔ سابقہ زمانوں میں میرا ہی ذکر جو تارہا ہے۔ اور میں آخر الزمان میں خروج
کرنے والا ہوں۔ اور اُنے والی نسلوں کے جباروں کی گردنیں توڑنے والا ہوں۔ ان کو نکالنے والا ہوں۔ اور

آخرین کو بیوٹ و نسر کے ساتھ سخت عذاب دینے والا ہوں میں ہر زبان میں کلام کرنے والا۔ اور تمام مشارق مغارب میں اعمالِ خلائق کا مشاہدہ کرنے والا ہوں میں محمد ہوں اور محمد میں ہوں۔ دونوں کی حقیقت نورانی و روحانی ایک ہے۔ بلکہ کل معصومین ایک ہیں، میں ہی وہ ہوں جس پر کوئی خاص نام اور شجرہ واقع نہیں ہوتا مکمل صفات جلال و جمال الہی کا مظہر ہوں میں ہی بابِ حظّ ہوں جس کے لئے حکم ہے۔ **وَإِذْ خَلَقْنَا الْبَابَ مُصَوِّدًا** ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم وصلى الله عليه وعلى اله الطيبين

اس میں سب سے اہم فقرہ جو ضعیفاً پر گراں ہو سکتا ہے۔ انا حسی لایموت ہے۔ لیکن اصول اعتقادات مسلمہ مذکورہ پر اس کی تاویل بھی ظاہر ہے۔ حسی تو ہر ایک زندہ ہے۔ لایموت کا مطلب وہی حقیقتہ وجہ اللہ ہے وجہ اللہ بعد فنا کل شئی و بعد ہلاک کل شئی و بعد صفتی کل شئی بھی باقی ہے۔ اور موت طبعی سے یہ منزه ہیں اور مظہر الباقی ہیں۔ ظاہری موت ان کے لئے بھی ہے۔ یعنی دنیا سے انتقال ظاہری۔ لیکن بطلان اتر حیات ان سے دور ہے۔ اور اس موت ظاہری کو بھی اپنے اختیار و ارادے سے قبول کرتے ہیں اور ملک الموت ان پر قادر نہیں بلکہ یہ ملک الموت پر ولی مقصر ہیں اور اسی واسطے اپنے کو موت المیت بھی فرماتے ہیں۔ یہ مظہر الباقی ہیں۔ اگر یہ معنی بھی ضعف ایمانی برداشت نہیں کر سکتا۔ تو اس کی تاویل اس فقرے سے کی جا سکتی ہے جو اس خطبہ کے صدر میں مذکور ہے۔ یعنی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت کا مطلب۔ انا حسی لایموت سے انا امرالحی الذی لایموت ہے میں خدا کے حسی قیوم کا امر ہوں اور ان کے امر اللہ ہونے میں کسی کو شہ نہیں ہو سکتا۔ فتامل فیہ یہ بھی ہو سکتا ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا اشارہ اس سے شہادت کی طرف ہو سکتا ہے کہ میں شہید راہ خدا ہوں۔ جو کبھی مرنا نہیں گویا تفسیر لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل انھم حیاء عند ربہم یرزقون۔ پس ان کے زندہ جاوید ہونے میں کوئی شک نہیں۔

ان اور ان جیسے تمام خطبات کی مکمل شرح ایک ضخیم کتاب اور طویل مدت کی محتاج ہے۔ اور پھر بھی ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ ان اسرار کی شرح کا حق ادا کر سکیں۔ یہی وہ امور ہیں۔ جن کو ملک مقرب جانتے ہیں یا نبی مرسل۔ یا خاص خاص مومن ممتحن۔ اور بعض سے یہ سب بھی محروم ان کو وہ جانیں یا ان کا بنانے اور دینے والا حتیٰ کہ بعض اشارات اخبار بالغیب بھی ایسے اور انہی امور خفیہ سے ہیں۔ جن کو یہی بزرگ وار جانتے ہیں مثلاً۔ اذ اصح لنا عوس۔ الخ۔ وغیرہ وغیرہ جن کی صحت قرأت و تلفظ میں علماء کو اطمینان نہیں ہے۔ یہاں ان کے نقل اور ترجمہ سے صرف مدعا یہ ہے۔ کہ علماء رواۃ پر سے یہ الزام اٹھادیا جائے۔ کہ یہ غلو کے قائل تھے۔ یا ایسے الفاظ کے نائل جن سے غلو کا احتمال پیدا ہو۔ کیوں کہ ایک فقرے اور لفظ کی کئی کئی تاویلات صحیح ہر مذاق اور مرتبہ فہم و علم و ایمان و اعتقاد کے موافق ممکن ہیں۔ اور ہرگز ہرگز

یہ اور ایسے خطبات غلو پر وال نہیں ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ من حیث المعنی یقیناً تو اتر کا حکم رکھتے ہیں یعنی یہ مضامین و مطالب معصومین سے اکثر روایت کے ذریعہ منقول ہیں۔ لہذا انکار کرنا ضعف ایمان ہی کا نتیجہ ہے۔ اور یہ بھی اہل علم و عقل تسلیم کریں گے اور یہ کلام خود تبارہا ہے۔ کہ ان کے سوائے دوسرے انسان ان کے انشاء پر قادر ہی نہیں ہو سکتا۔ کلام امام فوق کلام انام ہے۔ کلام خدا کی طرح یہ عالم انسانوں کے کلام سے ممتاز ہے۔ مومنین ان سے اپنے نور ایمانی کو مکمل فرمائیں۔ اور اہل قشر اگر کوئی معنی یا تاویل ہماری طرف سے پسند فرمائیں تو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ ورنہ بجائے انکار یا تکذیب فقرہ یا لفظ کے معنی کو صاحبان باطن اور اہل معرفت فضلاء سے حل کرائیں۔ تکذیب کی طرف سبقت نہ فرمائیں

هلك اثنان في عدو قال وصحب غال۔ ونعوذ بالله من ذلك ، اکثر فقرات اخبار بالغیب

علام کی شرح انشاء اللہ الصراط السوی حصہ دوم میں مذکور ہوگی۔ انتظار فرمائیں۔ واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔ والصلوة والسلام علی نقطة دائرة التكوين وعترة الطاهرة الزاكية اسرار الله المود عته في هياكل البشرية۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ دیباچہ

کتاب مناقب مرتضوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

خداوند اعطا کن نشا ذوق کہ آغازم بنا مت نامہ شوق
چنان ماہ ضمیر م کن منور کہ خواہد نور از نور شید انور
دلے وہ تا ترا جوید زمستی کہ بے مستی است طاعت بن پرستی
چو از دست زباں آید بجا نم گرداں تجرّد بجمد خود ز بانم

محامد مقدس اساس اور سپاس بے قیاس اس واحد کینا کی ذاتِ قدسی آیات سے مخصوص ہے جس کی صفت وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اور تمام موجودات اور جملہ کائنات ابتداء سے وجود سے اس کے شاہد وحدت کے مشاہدے کی تلاش میں بادیہ جستجو میں گم ہے وہ احد جس کی صمدیت اور بے نیاری کی دلیل و برہان لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ ہے۔ وہ صمد بے نیاز کہ لَمْ یَکُنْ لَّہُ کُفُوًا اَحَدٌ جس کی احدیت و یکتائی پر شاہد ہے۔ وہ واجب الوجود کہ تمام ممکنات کی ہستی اس کے آفتابِ وجود و کرم کی ایک شعاع ہے وہ مسجود کہ اصحابِ عبادت کے چہروں کا ایمانے جہاں آرا اس کے سجدوں کا ایک نشان اور اثر ہے۔ وہ حکیم جس کی حکمت بالغہ شواہبِ خیال سے مبرّ ہے۔ وہ قدیر جس کی قدرت کاملہ زوال سے پاک اور منزه ہے۔ وہ علیم جس کے علم کا احاطہ کامل طور پر کائنات کے دائرہ جزو کل پر دائرہ ہے۔ وہ لطیف جس کے لطف کی بہار تمام گل و خار کو شمالی ہواؤں سے تازگی بخشتا ہے۔ وہ قادر جو اپنی قدرت سے نجوم و کواکب پر کار فرما ہے۔ وہ صالح جو اپنی صفت سے طبائع کو زور و جواہر سے پر کرتا ہے۔ وہ بادشاہ جس نے امر کن سے کون و مکان کی بارگاہ کو قائم کیا۔ اور خطاب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سے علم ربوبیت بلند فرمایا۔ وہ عادل جس نے اپنے دوستوں کو خلعت سعادت سے مشرف اور منفخر فرمایا۔ اور ان کے دشمنوں کے سروں پر زلزلت و خواری کا

مینہ برسایا۔ وہ خالق و مبدع جس نے بوجہ ابداع سنگ خارا کے دل میں لعل تابندہ کو قائم کیا۔ وہ قدوس جس کی وادعی تجلیل میں انبیاء کے توسن تفکر کے قدم عاجز ہیں۔ آذنی دلت علی وحدانیتہ ایاتہ وشہدات بریو بیتہ مصنوعاتہ هو الاول الذی لایتصور مبتداه وهو الآخر الذی لایتخیل منتہاہ سبحان اللہ تبارک وتعالی عما یصفون۔

لمؤلفہ

فلک سرگشتہ خورشید ذاتش ملک پروانہ شمع صفاتش
جناب بارگاہِ مش عرشِ اعظم حباب بحر ذاتش ہر دو عالم
بنوہ ذرّہ موجود و او بود نہ شدید ذرّہ بے ہستیش موجود
جہاں فانی ذاتِ اوست و اتم قدیر و قادر و قیوم و قائم

اور درودِ خمسہ و رودنا معدودہ اور صلوات بابرکات نامحدودہ اس مقصد و مقصود آفرینش اور مطلب و مطلوب خداوندانِ دانش و دینش کے لئے تاقیام قیامت موزون ہے۔ جو بہتر و کلد آدم۔ مہتر اہل عالم۔ خلاصہ اقلیم عرب و عجم۔ مہر بہر جلالہ۔ صدر نشینِ سند نبوت و محفلِ رسالت۔ سحابِ نیسان گوہر شفاعت ہادی اُمم بوادی اطاعت و طاعت۔ قافلہ سالارِ قوافل اولیا و انبیاء سرور و سردارِ صنوف اصفیا و اتقیاء۔ برگزیدہ اصطفیٰ۔ رسولِ خدا۔ احمد مجتبیٰ۔ محمد مصطفیٰ ہے۔

لمؤلفہ

جمالتش مشعلِ راہِ طریقت دلش مرآتِ خورشیدِ حقیقت
ضمیرش نورِ بخشِ قرصِ خورشید جبینش فیضِ بخشِ صبحِ امید
سراجِ بزمِ جنتِ طلعتِ او بلند از عرشِ بامِ رفعتِ او
فلکِ دیوانہ در فکرِ کمالش ملکِ پروانہ بر شمعِ جمالتش
جمالتش رویتِ اصحاب و جلال جنابتش کعبہٴ اربابِ عرفان
ادیبِ عالمانِ علمِ معنی طیبِ دردِ مشدانِ تمنی

اور سلام فراوان اور صلوات بے پایاں آنجناب کی اولادِ گرامی اور احفادِ سامی پر جن کا ہر فرد گوہر و درجِ سعادت اور اخترِ برجِ سیادت ہے۔ اور خلفائے شرف لے راشدین پر جو سب کے سب اس بدرِ مینر و لپذیر کے گرد حکیمِ اصحابی کا لجموم بایسھد اقتدایتہم اھتدایتہم۔ ستارگانِ نور افشاں اور ستارگانِ درخشش کی مثال ہے۔

لمولفہ

زہے ذاتِ صدیقی و فاروقِ اکبر خوشا جا مع صحف و شاہِ صفدر
بظاہر چہار و بباطن ہمہ یک بجز احوال اینجا نیاز و کسے شک

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الی یوم الدین۔

اور علمائے شریعت و طریقت اور عرفائے حقیقت و معرفت پر۔ جو بموجب حدیث علماء اُمتی
کا نبیاء بنی اسرائیل قیام قیامت تک انبیائے بنی اسرائیل کے قائم مقام ہیں خصوصاً مولانا و محذومنا
و شیخنا و استاذنا مرشد الخواص و العوام فی دارالاسلام اے اللہ الملک المنان و العلام قطب المحققین قدوة
العاشقین و العارفين سید السادات رفیع الدرجات عارف باللہ داعی امیر عبد اللہ الحسینی الترمذی المشہر بہ
مشکلیں قلم المتخلص بہ و صفی کی روح پر فستوح پر۔

لمولفہ

بشہ ملکِ طریقت قطبِ آفاق ملک از بہر پابوسیش مشتاق
سریر آرائے فرورس معانی بہ رخ یوسف بہ دم عیسیٰ ثانی
دمش داوہ ہزاراں مردہ را جان کفش رشک سحاب گوہر افشاں
عطار مدینہ چہیں مغز کلکش کمالِ خطِ نستعلیق ملکش
مزیں بر سرش تاجِ ولایت بروشد ختم معراج ہدایت

طیب اللہ تعالیٰ شراً و جعل الجنة مثواہ

بعد حمد و نعت کے بندہ فقیر حقیر کثیر التقصیر خادم فقرا محمد صالح الحسینی الترمذی المتخلص بہ کشفی
غفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ۔ بزبان نیاز اور بہ لسان ایجاز عرض کرتا ہے کہ اربابِ فطنت اور اصحاب
مکنّت کی رائے معنی آرائے پر مخفی اور پوشیدہ نہ رہے۔ کہ اس مجموعہ محمودہ (جس کا ہر ایک حرف گلستانِ ولایت
کا گلدرستہ ہے اور اس کی ہر ایک سطر وادی ہدایت کی شاہراہ) باب مدینہ علوم صوری و معنوی مصطفوی المسیحی
مناقب مرتضوی کی تالیف کا باعث یہ ہے کہ ایک روز اس ذرۃ احقر کے کلبہ احزان میں ایک مجلس
تھی۔ بہت سے اعزہ شہر میں کلام معلیٰ مقام جو مرتابا انوار اصلاح اور پیرایۂ فلاح و نجات سے آراستہ
اور پیراستہ اور خطاب بزرگی و مشخیت پناہی سے شہور و معروف تھے۔ حضور موفور السور کی محبت میں
تشریف رکھتے تھے۔ اور وجد ذوق اور عشق و شوق کی صحبت ایسی گرم ہو رہی تھی کہ اکثر صاحبانِ اقبال میں توحید
تجید کی حالت بے شائبہ تکلف و تقلید مشاہدہ اور معانیہ کی جاتی تھی کہ اس روز دل فرور میں اربابِ عرفان اور اصحابِ جہان

کے قدم مینت لزوم کی برکت سے اس ضعیف نحیف کے غریب خانے کے درو دیوار سب اقتضائے آیہ شریفہ **دَانَ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ** وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُ هُوَنَ تَسْبِيحِهِمْ **بِئِنَّ الرَّسُولَ لَرَبِّكَ لَئِنْ قَالَتْ لِي تَصَدِّقَ** مقالِ زبانِ حالِ مواصلتِ آل سے ذیل کی دو لطیف بیٹوں کا مضمون میمون ادا کر رہے تھے۔

مشنومی

منا دلیت در کو پڑے فروش کہ امر و در ہر کیا بند ہوش
گرمیانش گیرند و دامان کشند دوانش بہ دیوان مستان بر بند

بہت دیر کے بعد جب حالتِ وجد و حال سے افاقہ ہوا۔ تو بمقتضائے مقولہ **مِنْ عَمَاتِ اللّٰهِ لِحَالِ** لسانہ (جس کو معرفتِ خدا حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ زبان دراز ہو جاتا ہے) حقائق و معارف لاریبی کے تکلمات کی خوشبودار ہلکی ہلکی ہوائیں صاحبانِ معرفت کے شکوہ ہائے دل پر چلنے لگیں۔ اور امر ارنامتنا ہی غیبی کے رشحات کے ترشحات ان جوہر حقیقت کے ابرہائے منسیان سے ٹپکنے شروع ہوئے۔ اسی اثنا میں یہ ذکر آیا کہ انسانِ کامل و مکمل کی علامت کیا ہے؟ ایک عزیز نے فرمایا کہ صاحبِ تذکرۃ الاولیاء **عزّت اعظم سلطان ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہ** کے حال میں لکھتے ہیں کہ ایک روز ابراہیم ایک پہاڑ پر کسی بزرگ سے طریقت اور حقیقت کی باتیں کر رہے تھے۔ اس بزرگ نے پوچھا کہ انسانِ کامل کی نشانی کیا ہے؟ جواب میں فرمایا۔ کہ بالفرض اگر وہ پہاڑ سے کہے کہ روانہ ہو۔ تو وہ چل پڑے۔ یہ کہنا تھا۔ کہ اسی وقت وہ پہاڑ حرکت میں آیا۔ ابراہیم نے فرمایا۔ اے کوہ بے شکوہ نہ ہو۔ میں تو مثلاً **اَکْبَرُ** کہہ رہا ہوں۔ یہ سُن کر پہاڑ ساکن ہو گیا۔ ایک اور صاحبِ بولے۔ ایسا واقعہ شیخ بحر و بر فرید الدین گنج شکر نور مرقدہ سے بھی ظہور میں آیا ہے۔ چنانچہ **راحت القلوب** میں مرقوم ہے۔ کہ اثنائے سیاحت میں شیخ مذکور کی شیخ بہا والدین ذکر کیا سے ملاقات ہوئی شیخ ایک سنگین کرسی پر بیٹھے تھے۔ ادائے سلام اور مصافحہ کے بعد گفتگو شروع ہوئی اور نہایت محبت اور اخلاص کی روش سے دریافت کیا۔ کہ اے بھائی! تمہاری حالت کہاں تک پہنچ گئی ہے اس فرید باوئیہ تفریحی نے جواب دیا۔ اے مخدرم! جس کرسی پر بیٹھے ہو۔ اگر میں کہوں۔ تو جو امیں اُٹنے لگے۔ فوراً وہ کرسی اُٹنے لگی۔ شیخ بہا والدین (نور قبرہ) نے کرسی پر ہاتھ مارا۔ وہ فوراً ساکن ہو گئی۔

اس گفتگو کے بعد ان اہل وجدان میں سے ایک شخص نے۔

بیت
نازِم بکماشش کہ لب مہفتش! ہنکام تکلمِ دُرّ و دانا ئی ریخت

از روئے غلبہ حضور فاضل النوریوں دُرّ افشانی فرمائی انسانِ کامل کا خطاب اس شخص سے مخصوص ہے جو اس نسبت کا صاحب اور مالک ہے یعنی واقفِ موافقِ ناسوت اور عارفِ معارفِ لاہوتِ منبع

عیونِ مشاہدہ۔ مجمع فسنون مجاہدہ مظہر اسرار فتوت۔ مصدر آثار مروت۔ خوشید سپہر امامت جشد سر پر کرامت
خاتمہ مصحف و وصایت۔ ویسا پتر رسالہ عنایت۔ قاضی محکمہ قضا و قدر۔ صاحب تہ سید البشر۔ سرور اولیاء۔
جانشین خاتم انبیاء۔ صاحب اقسام مناقب۔ ناصب اعلام مناصب۔ امام المشارق والمغرب
اسد اللہ الغالب۔ امیر المؤمنین و قدوة الواصلین۔ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔ جس نے اپنی زبان و زبیر با معجز انظار سے ارشاد فرمایا۔ لَوْ كُشِفَ الْغُطَاءُ لَمَا اَزْدَدْتُ
يَقِيْنًا۔ (اگر پر وہ کھول دیا جائے۔ تو بھی میرے یقین میں کسی قسم کی زیادتی نہ ہو۔) چنانچہ اکابر سلف
میں سے ایک بزرگوار نے اس کلمہ کو کہہ جس کا ہر ایک حرف اضطراب طریقت اور اس کا ہر ایک نقطہ
آفتاب فلک حقیقت ہے، کا ترجمہ یوں نظم فرمایا ہے۔

حال کونین شعیباں بر من بی یقین آ پنچا نکہ سے باید
گر حجاب از میان بر خیزو آں یقین ذرہ نیض زاید

اس امام خواص و عوام کا نام ادویہ کلام ولایت نظام سن کر تمام حاضرین مجلس نے کرم اللہ وجہہ
کہتے ہوئے از روئے سرور و طرب جبین نیاز و تواضع زمین ادب پر رکھی۔ اور لب ہائے تمہیں کھول کر
کثرت ذوق اور غلبہ شوق سے اس کلمہ جامع الکلم کے کہنے والے کے سر پر سے سینکڑوں قسم کے جواہر
آفرین تیار کئے۔ اتفاقاً مجلس کے آخر میں ایک عالم تبریزی جو خلعت تبرا سے مغلغ تھے۔ اور اس کو فرط
بہالت سے تو لاسمجھتے تھے۔ تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ الحمد للہ والمنة۔ کہ اسنت و جماعت کے مجمع
میں بھی فضائل و مناقب مرتضیٰ علی علیہ السلام ذکر کئے جاتے ہیں۔ راقم حروف نے عرض کی۔ یہ بے اصل کلمہ
زبان پر لانے کے قابل نہیں۔ اور یہ حرف ریزہ بے مقدار جس کو قیمتی گوہر تصور کیا گیا ہے۔ بندھنے کے
لائق نہیں۔ اس لئے کہ اس طائفہ علیہ عالیہ کا نخلستان مراد مر اسراں چشمہ فضل و احسان کے انعام عام سے
سر سبز اور سیراب ہے۔ اور سلسلہ نستیہ نستیہ کے ہر خورد و کلاں اور ہر ایک اونٹے و اعطنے کا روئے ارادت
لم یزل روز ازل سے اس ولایت تاب کے آستانہ رفیع و منبع پر ہے اور اس طبقے کا ہر پیر و جوان
غایت اعتقاد و اخلاص اور نہایت اخلاص سے اس لمجاہ و آب عالم و عالمیان کی جناب مستطاب سے خطاب
کر کے ذیل کے چند ابیات کے مضمون مطبوع و پسندیدہ سے یوں عرض کرنا ہے۔

ہمہ چشم تاروں آئی ہمہ گو شیم تا چہ فرمائی
تو نہ آں موٹے کر بے رویت متصور شود شکیبائی

ماتاشا کنان کو تہ دست تو درختِ بلند بالائی
سہرما آستانِ خدمت تو گر برائی و گہ بہ بخششائی

اور ساعت بساعت بلکہ آناً فاناً جہاں جہاں فیوض اور عالم سرور فائز النور اس مطلع آفتابِ ہدایت اور منبعِ دریائے ولایت سے حاصل کرتے اور لیتے ہیں۔ اور آہستہ سے میں نے یہ بیت اُس کے کان میں پڑھ کر سنائی۔ **بیت**

دشنامِ ہند ہے کہ طاعت باشد مذہبِ معلوم و اہلِ مذہبِ معلوم

اور کوشش کی کہ تیرا سے بیزار ہو کر تو لا کا متولی ہو جائے۔ جواب دیا۔ کہ مدتِ مدید اور عرصہ و راز سے یہ فقیر حقیر شہرِ تبریز سے ہندوستان میں وارد ہوا ہے۔ جس ملک اور جس مقام میں جا کر حضرت شاہِ ولایت پناہ علیہ السلام کا نام نامی اور مناقبِ گرامی ذکر کیا۔ وہیں دیکھا کہ فوراً اس جماعت کا رنگ و روئے متغیر ہو گیا اور بہت سے جہالِ گمراہ درپے آزار اور انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے۔ ان وجوہات پر بنا رکھتے ہوئے اپنے ارادے اور قول پر نہایت اصرار اور ابرام کا اظہار کیا۔ میں نے کہا۔ یہ بات بھی کثرتِ عشق اور غلبہٴ محبت کی وجہ سے ممکن ہے۔ اور اس اشکال کی سر دست و طرحِ توجیہ اور تیغیح ہو سکتی ہے۔

وجہ اول یہ کہ عاشق کی شرط یہ ہے کہ وہ زیادتیِ رشک و غیرت کی وجہ سے جائز نہیں جانا کہ دوسرا شخص اس کے معشوق کا نام اپنی زبان پر لائے۔ چنانچہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک مجذوبِ الہی کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی شخص اُس کے سامنے اللہ کہتا۔ تو زیادتیِ رشک کی وجہ سے اس پر پتھر اور ڈھیلے مارتا۔ اور آہِ جانکاہِ دل سے نکال کر رستے کی خاکِ سر پہ ڈالتا اور رو کر کہتا کہ دوسرا شخص کس لئے میرے مطلوب اور محبوب کا نام لے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عاشقوں کی یہ ایک رسمِ اضطراری اور طریقہٴ بے اختیار ہے کہ جس وقت معشوق کا نام اُن کے سامنے مذکور ہوتا ہے تو یک بیک اُن کا چہرہ متغیر ہو کر رنگِ زرد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صاحبِ ہدایۃ السعداء کتابِ شفا سے نقل کرتے ہیں۔ کہ امامِ جعفر صادق علیہ السلام حالانکہ نہایت تبسم مزاج۔ کشادہ روئے اور بشاش تھے۔ لیکن جب حضرت پینبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک سننے۔ زرد ہو جاتے۔ اور کبھی آنحضرتؐ کا نام بے وضو زبان پر نہ لاتے۔ بیشک عاشقانِ حقیقی و تحقیقی کی زرد رویی اُن کی سرخ رویی کی شاہدِ صادق ہے۔

لمؤلفہ۔ **بیت**

رخِ چول کہ متنِ چوموئے از غم ایں است بدایں نشانِ عشاق

نیز مولوی معنوی نے اپنی مثنوی کے دیباچہ میں ایک لڑکی کی بیماری کا ذکر کیا ہے۔ جو ایک زرگر کے عشق میں زار و نزار ہو گئی تھی۔ اور شہر کے حکیم اور زمانے بھر کے طبیب اس کے علاج کی فکر میں بیمار ہو گئے۔ اور بے بس ہو کر اپنے عجز و نادانی کا اقرار کیا۔ یہ ایک مسبب ازلی اور حکیم لم یزلی کے حکم سے ایک عارف بے ریب عالم غیب سے نمودار ہوئے۔ اور دیکھتے ہی قوتِ مکاشفہ سے بیمار کی حالت پر مطلع ہو گئے۔ اور بزبانِ فصیح اس عبارتِ طبع میں اشارہ فرمایا کہ اس کینرک خون گرفتہ کو کوئی جسمانی بیماری لاحق نہیں۔ بلکہ اس عقدہ لا ینحل کا حل زبانِ زرگری کی واقفیت پر موقوف ہے۔ بعد ازاں اُس کی نبض ہاتھ میں سھام کر بڑے بڑے ملکوں اور نامی نامی شہروں کے نام لینے شروع کئے۔ الغرض جب سمرقند کا نام جہاں اس کا معشوق رہتا تھا۔ زبان پر آیا۔ اس لڑکی کی نبض مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپ اُٹھی اور اس کا چہرہ زردی مائل ہو گیا۔ اور عیاذُ اَباللہ۔ اگر اس قافلہ سالار قوافل اولیائے گرامی کا نام نامی سن کر کسی کے روئے ناخوش میں از روئے ناخوشی و ناراضی تغیر اور تبدیلی ظاہر ہو۔ آ۔ ایسا شقی مامون و نبیا و آخرت میں زرد روہے۔ اور اس کے رنگ رو کا تغیر اس اشرف شرفا اور سردارِ اصفیا کے اسم شریف کی زیادتی صلابت و مہابت فی البدیہہ اس ملعون کے دنیا و آخرت کی زرد روئی کی خبر سے رہا ہے۔ لیکن عقلائے کامل اور عرفائے واصل کا قاعدہ یہ ہے کہ ظنوا ابالمومنین خیراً کے طریقہ حسنہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اور اپنے نفس خود رائے کی پیروی نہ کریں اور ہر قسم کے امور میں حتی الامکان وجہ احسن پیدا کرنے میں سعی ہوں۔ کیونکہ حسن ظن کا نتیجہ نیکیاں اور حسنات ہیں اور بدظنی کا ثمرہ بدیاں اور سئیات۔

نیز میں نے اس عالم سے یہ بھی کہا کہ میں بعض عوام بد نہاد کے اعتقاد سے کمال درجہ بے اعتقاد ہوں جو حضرت شاہِ ولایت کرم اللہ وجہہ کی عداوت کسی مومن اور مسلم کے باب میں جائز رکھتے ہیں۔ حاشا وکلا۔ توبہ تو بے نعوذ باللہ۔ مسلم اور مومن کی قید کیسی؟ کیونکہ اس افضل اصفیاء کی ایک افضیلت اور اس اولیاء کی ایک اولویت یہ ہے۔ کہ کوئی فرقہ بھی اس جناب کی نسبت کسی قسم کا اعتراض بلکہ کنایہ بھی نہیں رکھتا۔ چنانچہ بعض مشرکین جو نصیری کے لقب سے ملقب ہیں۔ آنجناب کو معبود سمجھ کر پرستش کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ اپنی ناف کو جو سرِ چشمہ گزاف سے نامزد کی جاسکتی ہے۔ بے دھڑک تلوار کی نوک پر رکھ کر عیَّ اللہ۔ کہتے ہوئے بگولے کی طرح چکر لگاتے ہیں۔ قادر ستار کی قدرت سے ایک شخص اس کے دانے برابر بھی زخمی نہیں ہوتے۔ واللہ عالم بالصواب۔ بہر حال یہ ایک عجیب گمراہ گروہ ہے نعوذ باللہ منہا۔ اور بعض گمراہ ترک نہایت جہالت اور حماقت سے آپ کو شریکِ نبوت جانتے ہیں۔

اور ان میں سے بعض اہل جبرئیل علیہ السلام پر سہو و نسیان کا اطلاق کرتے ہیں کہ اُس نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی۔ کیونکہ علی ابن ابی طالب خطاب پیغمبری سے مخاطب تھے۔ استغفر اللہ و اتوب الی اللہ من جمیع ما کسرتہ اللہ قولاً وفعلاً و خاطراً۔ یہ لوگ بھی ایک گمراہ قوم ہے اور نصاریٰ اپنی زبان میں آپ کا نام تشطیبا کہتے ہیں۔ اور مشکلکشاے حاضر و غائب جانتے ہیں اور تمام مشکل امور اور بڑی بڑی جہات اور ملتومات میں آپ کے الطاف حامی سے پناہ لیتے ہیں اور ان کے مزید اعتقاد کا باعث ایک قصہ ہے۔ جو میں نے ایک صادق القول اور راست گو بزرگوار کی زبان سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے اُن کی ایک معتبر کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک مومن کو ایک نصرانی عالم کے ساتھ جہاز میں دریائی سفر کا اتفاق ہوا۔ اتفاقاً جہاز بھنور میں آ گیا۔ اور بہت مدت تک چکراتا پھرا۔ اور کوئی صورت کامیابی کی سوائے عنایتِ صمدی نظر نہ آتی تھی اس مومن نے چند بار ناد علیا مظهر العجاائب کا رو کیا۔ اور شیاطین کے دفیعہ کے لئے بقدر مقدور واستطاعت امیر المومنین کے مناقب کو د جس کی ہر منقبت شیاطین کے لئے شہابِ ثاقب ہے (ذکر کیا۔ عالم نصاریٰ نے کہا۔ جس بزرگ کا تم نام لیتے ہو۔ میں نے بھی اس کا نام انجیل میں دیکھا ہے۔ اگر وہ واقعاً گزیدہ حق ہے۔ تو خدا تعالیٰ ہم عزیزانِ گرواہ بلا کو اس زندانِ الم و جفا اور اس ورطہ جہنمناک ہلاکت سے اس بزرگوار کے طفیل سے ضرور خلاصی عطا فرمائے گا۔ قدرتِ خدا سے اسی وقت ایک برقعہ بوش سوار سطحِ سمندر پر گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ اور اس ڈوبتے ہوئے جہاز کو بھنور سے نکال کر ایک تیر کی مار کے فاصلہ پر رکھ دیا۔ اور فوراً نظروں سے غائب ہو گیا۔ چنانچہ یہ بات قوم نصاریٰ میں نہایت مشہور و معروف ہے۔ اور اس وقت سے وہ قوم بھی آپ کے مخلصین اور حلقہ بگوشِ معتقدین میں شامل ہے۔ لیکن جب تک محمود موجود کی جلالت اور احمد محمود کی رسالت کو قلبِ میم سے تصدیق کر کے کلمہ مکرمہ **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ** ط کے قائل نہ ہوں کسی شخص کی دوستی مفید نہیں ہو سکتی۔ اور ہمیشہ ابد الابد تک آتشِ دوزخ میں رہیں گے۔ اور یومِ میعاد تک عقابِ الیم اور عذابِ عظیم کے مستحق و سزاوار ہوں گے۔

اور ایک گروہِ شیعہ ہے۔ جو آنجناب علیہ السلام کو سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کے بعد خیر البشر اور امام برحق جانتے ہیں۔ اور اپنی حجت میں ان نصوص اور احادیث کو پیش کرتے ہیں جو آنجناب کی شان میں وارد ہیں چنانچہ اپنے مقام پر تفصیل ان کا ذکر کیا جائے گا۔ خدا کی قسم اگر یہ وہ ان اسلام کی ایک جماعت بمقتضائے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھند یتم اس سید و صبا اور افضل اولیاء کی جو بموجب مشورایہ کریمہ **إِنَّمَا دَلَّيْتُكُمْ اللَّهُ** ۱۰۔ اور حسب ارشاد حدیث شریف **مَنْ كَذَّبَ مَوْلَاهُ فَعَلِيَ مَوْلَاهُ**

تمام مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ اقتدا اور پیروی کریں۔ تو رہے سعادت
ابدی اور خوشاد دولت سرمدی۔ بیعت

ایں سعادت بہ زور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لیکن زبانی پیروی چنداں مفید نہیں۔ قلبِ صمیم اور تہِ دل سے پیروی کرنی لازم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ
پیرو اور مقتدی لوگ اس مقتدا و پیشوائے دوسرے کے اقوال اور افعال پر نظر رکھیں اور حتی الامکان ان
کے مطابق عمل میں لائیں اور لان و گران چھوڑ کر حدیثِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ دَخَلَ
الْجَنَّةَ بِخَيْرٍ حَسَابٍ کو نظر انصاف سے دیکھیں۔ اور زبان و دل کو ان لوگوں کے طعن و لعن کرنے سے باز رکھیں
جو بختِ سعید کی یاوری سے قرآن مجید پر ایمان لائے اور توحید کے کلمہ معظمہ کو اپنی زبان پر جاری کیا۔ اور اس کلمہ
اعظم کی عظمت کو جو دیوان کائنات کا عنوانِ سعادت نشان ہے۔ اپنی بے تیزی اور بے دانشی سے احقر اور تہقیر شمار نہ
کریں۔ اور نفس خود رائے کی ہوا ہوس کے موافق الٰہیہ بیت کا دعویٰ کر کے امتِ محمدی کو جس کے بلے میں وہ شفع المذنبین
تادم واپسیں اُمتی اُمتی فرماتے ہوئے عالم فنا سے عالم بقا کو تشریف لے گئے۔ درگاہِ جہاں پناہ رب العلیین سے نہ
نیکالیں اور جہاں تک ممکن ہو بموجب ارشادِ مَنْ سَكَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَى۔ (جو خاموش ہوا۔ وہ سلامت
رہا وہ جو سلامت رہا۔ اُس نے نجات پائی) کے از روئے ادب مہر سلوک و خاموشی لب پر لگا کر یقیناً اہلِ لُوب کے
قیل و قال کو ترک کر دیں کیونکہ محبتِ حقیقی اور مقتدی تحقیقی کی علامت یہ ہے کہ اپنے محبوب کے صفات سے متصف اور اپنے مقتدا
و پیشوا کے اوصاف سے موصوف ہو۔ اور یہ بات ہر عاقل و دانا پر ظاہر و روشن ہے کہ وہ گوہرِ نسیب اولیاء اور در تاج اوصیاء
بروجہِ اتم و اکمل جناب سرور انبیاء علیہم السلام کے صفات سے موصوف تھا۔ اور خیر الذین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
القابِ معلیٰ میں سب سے اعلیٰ لقب شفع المذنبین ہے۔ جو سمجھتا ہے وہ سمجھتا ہے پس امیر المؤمنین جو شفع المذنبین کے
اوصاف سے موصوف ہیں۔ کب اس بات پر رضا مند ہو سکتے ہیں کہ افرادِ مومنین صادقین میں سے کوئی فرد طعون یا مطعون
ہوہرگز نہیں۔ پس یہ تبارِ راکر اصحاب کبار بزرگوار کی خدمت اور سب کرنے کی گنجائش کیوں کر ہو سکتی ہے۔ اور اسی لئے
اگر وہ جنابِ خلفائے ثلاثہ سے خوشنودہ ہوتے۔ تو امرِ خلافت کو ان کے سپرد نہ کرتے اور اپنا حق طلب کرنے کے لئے
جیسا کہ معاویہ سے تلوار کے ساتھ مقابل کیا۔ ان سے بھی جنگ کرتے۔ اور اس باب میں دلیل لکھنے کی حاجت نہیں کیونکہ
کتب متداولہ میں دلائلِ کثیرہ مرقوم اور منقول ہیں۔ یہاں پر آنحضرت کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے احوالِ نجتہ تیاں سے جو
آفتابِ تاباں سے بڑھ کر منور اور ظاہر ہیں چند حکایات و روح کرتے ہیں۔ امید ہے مجاہدِ حقیقی اور مخلصانِ حقیقی
نظرِ انصاف سے مطالعہ فرمائیں گے۔ نہ کہ از روئے تعصبِ ناقولِ حروف پر بابِ ملامت مفتوح فرمائیں گے۔
مشہور اور معروف ہے کہ آنجناب نے ایک روز اپنے خادم کو ستر دفعہ پکارا۔ مگر اس طرف سے لیبیک

کی آواز نہ سنی۔ آخر اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ اے فلاں! تو نے اس قدر غفلت کیوں اختیار کی؟ خادم نے جواب دیا۔ مخدوم من! میں نے آپ کی آواز دلوں تو سن لی تھی۔ لیکن چاہا کہ آپ کو غضب میں لاؤں فرمایا۔ جس نے مجھ کو غضب میں لانا چاہا تھا۔ اس پر میں غضبناک ہوا۔ لیکن تجھ کو آزادی مبارک ہو۔ اور اسی وقت ایک پروانہ آزادی اپنے قلم مشکیں رقم سے تحریر فرما کر اس کے حوالے کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب تک میں زندہ ہوں۔ تمہاری وجہ معاش بدستور میرے ذمے واجب اور لازم رہے گی۔

اور اس کافر کا قصہ جس نے مغلوب ہونے کی حالت میں غالب کل غالب کے روٹے مبارک پر اپنا ہتھوک ڈالا تھا۔ اور اس سپہ سالار زرنگاہ بردباری و تحمل نے تحمل و ولایت پر کار بند ہو کر خیر کین کو نیام نلکین میں پوشیدہ کر لیا تھا۔ اس سے انتقام نہ لیا تھا۔ اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ مولوی معنوی نے بھی مثنوی میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی

| | |
|------------------------------|-----------------------------|
| اذ علیٰ آموزا خلاص عمل | شیر حق را داں مطہر از و غل |
| در غزابر پہلوانے دست یافت | زود شمشیرے برآورد و شافت |
| تاجدارگواندش سر از بدن | اوز غصہ ز دبر و آپ دہن |
| چو خیمواندخت بر روٹے علیٰ | افتخار ہر نبی دہر ولی! |
| ذوالفقاراندخت از دست و نشست | ترک قلش کرد و شد از ذوق مست |
| گشت حیراں آل مبارک ز زین عمل | از نمودن عفو رحمت بے محل |
| گفت بر من تیغ تیز افراشتی | از چہ افگندی چرا بگذاشتی |
| گفت۔ من تیغ اند پٹے حق میزنم | بندہ حقتم نہ مامور تنم |
| شیر حقتم نیستم شیر ہوا | فصل من بروین من باشد گوا |

اور جو معاملہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنے قاتل سے کیا۔ وہ نہایت ہی مشہور و معروف ہے کہ شربت منگو کر اس مقہور و مردوسے فرمایا۔ پہلے تو پی۔ اس لعین نے اس ڈر سے کہ کہیں اس میں زہر ہلاہل نہ ملایا ہو۔ پینے سے نفرت کی۔ اس مکریم مکرّم کرم اللہ وجہہ نے زبان شفاعت بیان سے فرمایا۔ اس معبود کی قسم ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں تمام بندوں کی جانیں ہیں۔ اگر تو اس شربت کو پی لیتا۔ تو میں نے عہد کر لیا تھا کہ تیرے بغیر بہشت بریں میں قدم نہ رکھوں گا۔

بیت

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمنان نظر داری

اور چند کلمات ذیل بھی اس امام خواص و عوام کے کلام ولایت نظام کا ترجمہ ہیں۔ کہ جب سے میں نے

خدا کے عزوجل کو پہچانا۔ تب سے نہ تو کسی مخلوق کا شکر کیا۔ نہ کسی کی شکایت کی کیونکہ جو کچھ مجھ کو پہنچا۔ اسی کی طرف سے سمجھا۔ اور جو کچھ اس کی طرف سے ہے۔ وہ سب بھلا معلوم ہوا۔

الغرض جب ہمارے مقصد لئے بے ہمتا کی ذات فائض البرکات اس قسم کے صفات والہ سے موصوف اور مقصفت ہو۔ تو انصاف یہ ہے کہ ہم لوگ جو اس وادی ہدیٰ کے پیشوا کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں ہم پر فرض عین اور عین فرض ہے کہ حتی المقدور آنجناب کی پیروی کی کوشش کریں۔

پہنچا نچو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ **إِنَّمَا شِيعَتُنَا مَنْ أَطَاعَ اللَّهَ وَعَمَلَ أَحْسَنًا لَنَا۔** (ہم اراشیعہ وہی شخص ہے۔ جو خدا کی اطاعت کرے اور ہمارے اعمال کو عمل میں لائے) نہ کہ طریقہ صدق و صفا کو ترک کر کے بیفائدہ اور لا حاصل بحث و جدل کو اپنا شیوہ بنالیں۔ اور خالی ڈھول کی طرح ناحق شور مچائیں۔ لوالدی۔ بیت

بحث و جدل پیش میا اور یکس بحث کنی سہل شوی ہمجو خوس!

اور مسلمان کی ایک ادنیٰ شرط یہ ہے کہ مومن اپنے سینہ کو گنجینہ کینہ کا دینہ نہ بنائے کیونکہ مومن کا سینہ حقائق ربانی کے جواہرات کا خزانہ اور معارف سبحانی کے شاہد کے جمال کا آئینہ ہے۔

پس بنظر غور و تامل تصور کرنا مناسب ہے کہ اگر بالفرض سلطان مجازی کا آئینہ دار آئینہ شاہی کو زنگ آلود اور میل کرے تو بیشک بادشاہ کے عتاب خطاب اور عذاب عقاب کا مترا دار ہوگا۔ اس باب میں زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

اور ایک جماعت تفضیلی ہے۔ جو جناب امیر علیہ السلام کو خلفائے ثلاثہ پر فضیلت دیتے ہیں لیکن خلافت ظاہری کی اسی طریق اور ترتیب پر قبول رکھتے اور تسلیم کرتے ہیں جو ان کے صحابہ کے اتفاق سے مرتب ہوئی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَّرَ کے قاعدہ کو ترک نہیں کرتے۔ لیکن اس گروہ عالی کو عوام اہل تشیع اور اہل تسنن پسند نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ایک مذہب مذہب گروہ ہے۔

وہ لوگ ان کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم مذہب مذہب نہیں ہیں بلکہ ہماری مثال ایمان کی سی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے۔ **أَلَدِيَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ** ایمان خوف اور امید کے مابین ہے، اور اس حدیث شریف کی تفسیر یہی نہیں ہے جو بعض علوم ظاہری کے علما نے کی ہے۔ یعنی صاحب ایمان کو لازم ہے کہ خوف اور امید کا برنخ یعنی بیچ بیچ رہے۔

بیشک اگرچہ عوام کی ترغیب اور تنبیہ کے لئے اس کے سوا اور کچھ معنی نہیں بن سکتے۔ لیکن بشارت خاص جو خاص خاص اولیاء طالبانِ اخص کی تلقین اور تعلیم کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ ہے کہ محقق مومن وہ شخص ہے

جو خوف ورجا سے بالکل مستغنی ہو گیا ہو۔ اسی وجہ سے کلمہ مکرمہ لَوْكُفِشَ الْغَطَاءُ مَا اَزْدَدَتْ يَقِينًا اس معنی پر دلالت کرتا ہے۔

تیسرہ وہ ان لوگوں سے جو اس اول اولیاً اور اکمل اصفیاء کی افضلیت اور اولیت میں شک رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم اسنادِ فضل کے ثبوت میں فضولی اور یہودیگی سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ کثرتِ نصوص اور احادیث کثیرہ کی وجہ سے جو اس جناب کی شان میں وارد ہیں ترییح دیتے ہیں اور اسی سبب آپ کی ذاتِ فاضلہ البرکات والاصفاۃ تمام صحابہ کی نسبت جامع کمالات و فضائل ہے۔ چنانچہ سلف کی اکثر کتب معتبرہ اور متداولہ مثل کشف المحجوب دلائل النبوة معارض النبوة ارشاد المسلیین اور شواہد النبوة میں مجتہد حقانی احمد بن حنبل شیبانی علیہ الرحمۃ والمخفۃ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو فضائل مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت ہم کو پہنچے ہیں۔ وہ صحابہ کبار میں کسی کی نسبت نہیں پہنچتے اور قدوة المحققین جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ شریعتِ طریقت اور معرفت میں اولیا کا امام اور پیشوا مرتضیٰ ہے۔ اور اگر آنجناب ان لڑائیوں سے جو مخالفانِ دین سے کی ہیں۔ فرصت پاتے تو بیشک آپ سے اس قدر علوم حقائق و معارف منقول ہوتے کہ لوگوں کے دل ان کی تاب نہ لاسکتے۔

اور شرح تخریف میں ہے کہ امیر المؤمنین علی عارفوں کے سرور اور سردار ہیں اور آپ نے وہ باتیں کہی ہیں جو آپ سے پہلے کسی نے نہیں کہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی شخص ان کی مثل و نظیر نہ لایا۔ اور صحائف۔ ہدایت السعداء روضۃ الاجاب اور حبیب المیر میں مرقوم ہے کہ صحاح میں اخبار متوازہ وارد ہیں کہ سید ابراہیم علیہ السلام اکثر بار صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے فرمایا کرتے تھے۔ اقصا کد علی والقضاء تحتاج الی جمیع العلوم۔ رقم سب سے بڑھ کر فیصد کرنے والا اور بڑا قاضی علی ہے اور قضا میں تمام علوم کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور زبیدۃ العارفین خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ گنج الاسرار میں طالبانِ حق کی تلقین اور ارشاد کے طریق پر فرماتے ہیں کہ قرب الہی جل جلالہ کا طالب جب خفیۃً یا جہراً ذکرِ خدا شروع کرے۔ اس کو لازم ہے کہ صدقِ دل سے دس دفعہ کلمہ شہداء اور دس دفعہ درود محمود اس قصد و مقصود واجب الوجود پر اور دس دفعہ سرور اصفیا علی مرتضیٰ کا نام نامی لے کر ذکرِ مطلوب کی طرف متوجہ ہو کیونکہ خاتم الانبیاء علیہم السلام کے بعد سرِ ملکہ اولیا وہی بزرگوار ہے۔ اور اگر سالک طریقِ طریقت مرتضیٰ علی کی متابعت اور پیروی میں دل و جان سے ربطِ حقیقی اور واقعی تعلق نہ رکھتا ہو۔ اگرچہ علم میں علامہ روزگار ہو جائے۔ اور ہزار سال ریاضت اور مجاہدہ میں صرف کرے۔ بیشک شہ اس کی جان کا مغز معرفتِ لاریبی کی خوشبو سے اور اس کے دل کی غم بیدہ آنکھ شواہد غیبی کے مشاہدے سے محروم اور مجبور رہے گی۔ اور صاحبِ اسید محمد گیبو دراز جو سراج السالکین شیخ محمود نعیر الدین چراغِ وہلی (قدس سرہما) کے خلفائے اعظم سے ہیں۔ بحر المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر میں علی مرتضیٰ کے مناقب کا ایک شکر ظاہر

کروں۔ آفتاب کا جمال سب کا سب محو ہو جائے۔ اور جو کچھ میں نے آسماں سے مشاہدہ کیا ہے۔ اگر اس کو بیاں کروں تو تو آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ مریمؑ تک تمام انبیاء کی نبوت کا خاندان اسی جنابِ خیال کرے۔ اور مولوی سنوی جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز کا قصیدہ لپنے قول کی سند میں پیش کیا ہے جس کی بیستیس یہ ہیں۔ نظم

| | |
|------------------------------------------|----------------------------------------|
| تا صورت بیوندِ جہاں بود علیؑ بود | تا نقشِ زمیں بود و زماں بود علیؑ بود |
| ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن | ہم عابد و ہم معبد و مسبود علیؑ بود |
| ہم آدمؑ و ہم شیثؑ و ہم ادریسؑ و ہم ایوبؑ | ہم یوسفؑ و ہم یونسؑ و ہم ہودؑ علیؑ بود |
| ہارونؑ و ولایت کہ پس از موسیٰؑ عمران | واللہ کہ علیؑ بود علیؑ بود علیؑ بود |
| ابن کفر نہ باشد۔ سخن کفر نہ این است | تا هست علیؑ باشد و تا بود علیؑ بود |
| عیسیٰؑ بوجود آمد و فی الحال سخن گفت | آں نطق و فصاحت کہ بدو بود علیؑ بود |
| موسیٰؑ و عصا و بد بیضا و نبوت | در مصر بفرعون کہ بنمود علیؑ بود |
| جبرئیلؑ کہ آمد زبر خالق بیچوں | در پیش محمدؐ شد و مقصود علیؑ بود |
| آں لہک لہمی بشنو تا کہ بدانی | آں یار کہ او نفسِ نبی بود علیؑ بود |
| آں شاہِ سرفراز کہ اندر شبِ معراج | با احمدؑ مختار یکے بود علیؑ بود |
| چندانکہ نظر کردم و دیدم بحقیقت | از ہر دو جہاں مقصد و مقصود علیؑ بود |
| آں قلعہ کشائے کہ در قلعہٗ خیمبر | بر کند بیک جملہ و بکشود علیؑ بود |
| آں مردِ سرفراز کہ اندر راہِ سلام | تا کار نہ شد راست نیا سود علیؑ بود |
| آں شیر و دلاور کہ برائے طع نفس | بر خوانِ جہاں پنجہ نیا لود علیؑ بود |
| دو ہر دو جہاں جملہ ز پیدا و ز پنہاں | شمس الحق تبریز کہ بنمود علیؑ بود |

اور یہ شعر شافعی علیہ الرحمۃ سے منقول ہیں :-

| | | |
|------------------------------------------------------------------------|---------------------------------------|--------|
| کَانَ الْخَلْقُ طَرًّا سَجَدًا اِلٰهُ | کَوْنًا الْمُرْتَضٰی اَبَدًا حَيًّا | (۱) |
| تو تمام مخلوق ان کو سجدہ کرنے لگتی | اگر مرتضیٰ اپنا مرتبہ ظاہر فرماتے | ترجمہ۔ |
| وَقُوْعُ الْمَشْكِ فِيْهِ اِنَّهُ اللّٰهُ | كَفِيْ فِيْ فَضْلِ مَوْلَانَا عَلِيٍّ | (۲) |
| ہمارے خداوند علیؑ کی فضیلت میں یہ شک واقع ہونا ہی کافی ہے کہ وہ خدا ہے | | |

لے مشہور یہ ہے کہ یہ قصیدہ شمس تبریز علیہ الرحمۃ کا ہے۔ جیسا کہ مقطع سے ظاہر و باہر ہے۔ مترجم۔

(۱۳) وَ مَاتَ الشَّافِعِيُّ وَ لَيْسَ يَدْرِي عَلِيُّ رَبُّهُ أَمْ رَبُّهُ اللَّهُ

ترجمہ - اور شافعی مر گیا اور اس کو یہ معلوم نہ ہوا - کہ علیؑ اس کا رب ہے یا اللہ اس کا رب ہے -
اور قدوۃ الابرار شاہ قاسم انوار فرماتے ہیں :-

نورِ ولایت توئی شاہِ سَلَامٌ عَلِيكَ شمعِ ہدایت توئی شاہِ سَلَامٌ عَلِيكَ

معدنِ عرفان توئی مخزنِ اسمان توئی کاشفِ قرآن توئی شاہِ سَلَامٌ عَلِيكَ

حضرتِ حق را وود و مالکِ ملکِ شہود قانعِ گبر و یہود شاہِ سَلَامٌ عَلِيكَ

باہمہ انبیاء آمدہ در خفا ! ظاہر ابا مصطفیٰ شاہِ سَلَامٌ عَلِيكَ

حکمِ لُحی نبی گفت تراے ولی سرورِ مرداں علی شاہِ سَلَامٌ عَلِيكَ

پشتِ پناہ اُمم از ہمہ رو محترم در ہمہ عالم علم شاہِ سَلَامٌ عَلِيكَ

قاسمِ مسکین تو برہ و بروین تو بندہ تسکین تو شاہِ سَلَامٌ عَلِيكَ

ادھر ماسخِ عطار کتابِ ظہر جو ہر میں جو تھینا بارہ ہزار بیت کا مجموعہ ہے اور ب کی نسبت ایلرین میں تصنیف کی ہے فرماتے ہیں -

گو ہزاراں سالِ باشی در طلب در ہزاراں جامِ گبیری تا بلب

ور بہر روز سے گذاری صد نماز در بداری صوم ما عمر دراز

یا تو اندر علم دینِ اعظم شوی در علوم از شافی اعلم شوی

یا چو مقبلِ مقتدائے دین شوی در علوم مالکی رہ میں شوی

مہرِ حیدر گرتہ باشد در دولت کے تو ان گفتنِ سلیم و مقبالت

ہر کہ در عشقِ علی بنوود درست رافضی داغم مراورا از بنخست

نیز دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں :-

ز مشرق تا بہ مغرب گلام است علی و آل او مارا تمام است

اور توحید جمال ازلی شاہ نور الدین نعمت اللہ ولی نے جو اپنے زمانے میں بیشک واریاب قدوہ

اقطاب تھے اپنے دیوانِ بابرہان میں قریباً دو سو بیت غزل اور قصائد کے طور پر جناب امیرؒ کی منقبت میں تصنیف کئے ہیں منجملہ ان کے ایک قصیدہ یہ ہے - قصیدہ

دم بہ دم دم از دلائے مرتضیٰ باید زدن دستِ دل در دامنِ آلِ عبا باید زدن

نقشِ حُبِّ خاندانِ بروجِ جاں باید نگاشت مہرِ ہر حیدری بردلِ چو ما باید زدن

دم مزنِ باہر کہ او بیگانہ باشد از علیؑ در نفسِ خواہی زدن باشتا باید زدن

رو بروئے دوستانِ مرتضیٰ باید نہاد
لافتے الاعلیٰ لاسیف الاذوالفقار
در دو عالم چارہ معصوم سے باید گزید
پیشوائے بایتِ جنتن ز اولادِ رسولؐ
گر بلائے آید از عشقِ شہیدِ کربلا
ہر درختے کآں نہ دارِ دیوہٴ حُبِّ علیؑ
دوستانِ خاندانِ را دوست باید داشتن
سرخِ روئے موالی سکتہ نامِ علیؑ است
بے ولائے آں ولی لایف دلایتِ میزنی
مالوائے از ولائے آں ولی افراشتیم
بر در شہرِ ولایتِ خانہٴ باید گرفت
از زبانِ نعمتِ اللہ منقبتِ باید شنید

اور یہ عقیدہ اکثر اصحابِ صوفیہ رکھتے ہیں جو معرفتِ حقیقی سے بہرہ ور ہوئے ہیں پناہِ قدوۃ المحققین
شیخ نظامی قدس سرہ السامی سکندر نامہ نامی میں فرماتے ہیں :-

گہرِ چہار است و گوہرِ چہار
بہ مہرِ علیؑ گر چہ محکمِ پیغم
فردشندہ را یا فضولی چہ کار
ز عشقِ عمہ نیز خالی نیم
ابو بکر شمع است و عثمان چراغ
ہمیدوں دریں چشمِ روشن دماغ

اور اس مقام میں اہلِ تسنن اور اہلِ تشیع نے جو اعتراضِ تفصیلی پر کیا ہے اور دونوں گروہ نے
اس کو اپنا نشانہ بنایا ہے وہ یہ ہے :-

اہلِ تسنن کہتے ہیں جب تو نے امیر المؤمنین علیؑ کو خلفائے ثلاثہ پر فضیلت دی تو اس صورت میں ان پر غضب
لازم آتا ہے۔ اور جو شخص صحابہ کبار سے ابراہیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غضب کا اطلاق کرے۔ درحقیقت اس نے
اپنے نفس پر ظلم کیا (یعنی ظالم ہوا) اور خدا فرماتا ہے۔ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (ظالموں پر خدا کی لعنت ہے)
اور اہلِ تشیع بھی کہتے ہیں جبکہ تجھ پر مرتضیٰ علیؑ کی فضیلت ثابت ہو گئی۔ تو واجب ہو کہ خلفائے ثلاثہ کو
ظالم سمجھے۔ اور ظلم و لعن میں ہماری رفاقت اور موافقت کرے۔

تفصیلی دونوں فرقوں کے جواب میں کہتا ہے۔ توبہ توبہ! لفظ ظلم و غضب صحابہ کبار کی شان میں نہیں

کہہ سکتے۔ لیکن خلفائے اربعہ کی خلافت ظاہری کی ترتیب میں منجملہ وقایع نامتناہی کے ایک دقیقہ اور نکتہ ہے اور اسرار الہی میں سے ایک ستر اور راز ہے۔ جو حصول کشف کے بغیر منکشف نہیں ہوتا۔ اور عنایتِ لم یزلی اور سعادتِ اصلی کی تائید بغیر معلوم نہیں ہوتا چنانچہ بہت سے اسرارِ فیہی اور آثارِ لاریہ ہیں جو عقلاً کے افہام اور حکما کے ادہام میں نہیں آسکتے۔ لیکن خدا کے نزدیک ان کو منزلتِ بیع اور مرتبہ برقیعِ حاصل ہے مثلاً واقعہ حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام۔

اور صاحبِ فواتح اپنی کتاب کے آخر میں عارفِ ربّانی شیخ علاؤ الدین سمنانی قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں حقیقتِ حال یہ ہے کہ جب تک صحابہ میں ایسے شخص موجود رہے۔ جو خلافت کی استعداد رکھتے تھے۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے التفات نہ فرمائی جب کوئی شخص اس منصب کے قابل موجود نہ رہا۔ ضرورتاً قبول فرمائی اور ولایتِ علمِ باطن ہے اور وراثتِ علمِ ظاہری۔ اور امامتِ علمِ ظاہر و باطن۔ اور وصایتِ سلسلہ ظاہر کی حفاظت۔ امیر المؤمنین جناب سید المرسلین کے بعد ولی اور وارث اور امام اور وصی برحق تھے بعد ازاں خلیفہ ظاہری بھی ہو گئے۔ صاحبِ حدیقہ اہل تعصب سے خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

فشنومی

مصلحت بود آنچه کرد علیؑ
تو چہر سال و ماہ در جدلی
بود بویگر با علیؑ ہمراہ
تو زبان فضول کن کوتاہ

ایضاً فرماتے ہیں :-

عظمت از حضرت نبیؐ و علیؑ است
در لمحاتِ خلافتِ خفتنِ چسیت
آنکہ با مرتضیٰ علیؑ نہ نکو است
ہر کہ گو باش من ندلم دوست
گر بد است این عقیدہ و مذہب
ہم بریں بدیداریم یا رب

اور قدوہ محققان مخدوم جہانیاں قدس سرہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے بارے میں لوگ بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نبی اور خدا کہتے ہیں۔ نصیر یہ۔ سخا بیہ صابریہ اور غرابیہ وغیرہ بہت سے فرماتے ہیں جن کے ذکر میں بہت طول ہوگا۔ لیکن فرقہ ناجیہ وہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنجناب علیہ السلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضل اولیاء۔ اکمل اوصیاء اور خیر البشر ہیں۔ اور ابابکر صدیقؓ اور عمر خطابؓ اور عثمان عفانؓ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم برحق ہیں۔

نیز ملفوظہ مذکور میں مرقوم ہے کہ روز سہ شنبہ ۲۳ رجب کو پیغمبر صلعم کے بعد صحابہ کے باہمی اختلاف کا ذکر ہو رہا تھا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

لَمَّا سَوَّيْنَا التُّرَابَ عَلَى قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ أَتَانَا كَرْتٌ قُلُوبُنَا۔ یعنی جب ہم نے رسولِ خدا کی قبر مبارک پر مٹی برابر

کی تو ہمارے دل منکر ہو گئے۔ نیز فرمایا کہ اس امر پر سب کو اتفاق ہے کہ جناب رسولؐ نے مرض الموت میں ارشاد فرمایا۔ اَبْتُؤُنِي بِقِرْطَابِ اَلْکِتَابِ لَکُمْ کِتَابًا لَنْ تَصْلُوْا اَبْعَدَ حَى۔ یعنی تم میرے پاس کاغذ لے آؤ۔ تاکہ میں تمہارے واسطے ایک وصیت لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو۔ اسی اثناء میں عمر بن الخطاب نے کہا۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰهِ اِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ اَشْتَدَّ وَجَعَهُ۔ یعنی ہم کو کتاب خدا کافی ہے یہ تحقیق اس مرد یعنی پیغمبرؐ پر درد نے غلبہ کیا ہے۔

جب اختلاف حد اعتدال سے تجاوز کر گیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا حُوْمًا عَیَّتِیْ یعنی میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا ہے۔ جو بدعت اور ضلالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ظہور میں آئی۔ وہ صحابہ کے اختلاف ہی سے ظاہر ہوئی۔

مخدوم صاحب نے فرمایا جب مسائل کلابیہ میں اصحاب کے فضائل مذکور ہوتے ہیں تو ہمیں گمراہ جاہلوں کے اتہام کی وجہ سے مباحثہ نہیں کرتا۔ لیکن جو کچھ میں نے صحابہ کے فضائل میں کہا ہے۔ وہ اس فقیر کے مجہول اور باروں کو معلوم ہے۔ نیز فرمایا۔ خلافت کی دو قسمیں ہیں۔ خلافت کبرئیلے۔ خلافت صغیرا۔ خلافت کبرئیلے جو باطنی ہے۔ وہ بہ اجماع امت حکم خدا و رسولؐ سے سرِ حلقہ اولیٰ علیٰ مرتضیٰ سے متعلق ہے۔ اور خلافت صغیرا جو ظاہری ہے اس کے باب میں امت کے درمیان اختلاف ہے۔ اور خلافت طریقت کا پروردگار عالمین کی طرف سے امیر المؤمنین علیہ السلام کو پہنچنے کا باعث یہ ہے کہ سرور کائنات نے شبِ معراج ایک نورانی چہرہ مقفل دیکھا۔ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا۔ یا انجی میں اس حجرے میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ عرض کی یا سید المرسلین حکم خدا کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ آنحضرتؐ نے درخواست کی۔ جب حکم ہوا۔ تو جبرئیل نے دروازہ کھولا۔ ایک نورانی صندوق تھا۔ جس میں نورانی قفل لگا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے بھائی قفل کھولو۔ عرض کی بے اجازت نہیں کھول سکتے۔ سرور عالم نے رب العزت سے پھر درخواست کی۔ حکم ملنے پر جبرئیل نے جب قفل کھولا۔ تو ایک نور کا صندوق نکلا جس میں نور کا قفل لگا ہوا تھا۔ الغرض اسی طرح پر جب تو اس صندوق کھولا گیا۔ اس کے اندر ایک خرقہ (گدڑی) تھا۔ رسولؐ نے عرض کی۔ اے خداوند! یہ خرقہ میرے واسطے ہے؟ حکم ہوا۔ اے محمدؐ اس کو پہن لے کہ میں نے کئی ہزار پیغمبروں سے پکارا کہ تیرے لئے رکھا ہے۔ حضرت نے نہایت شوق سے زیب تن فرمایا۔ اور روح الامیں نے مبارکباد دی۔ آنحضرتؐ نے عرض کی۔ بار خدا یا! یہ خرقہ متیرے کہ میری ہی ذات سے مخصوص ہے یا میری امت کے کسی شخص کو بھی پہنچے گا۔ حکم ہوا کہ جو شخص تیرے اصحاب میں سے عیب پوشی اختیار کرے۔ اس کے لئے ہوگا۔ جب معراج سے واپس آئے۔ تو اصحاب کو طلب کر کے ارشاد فرمایا آج کی رات یہ خرقہ مجھ کو مرحمت ہوا ہے لیکن اس میں ایک شرط ہے۔ تم میں سے جو شخص حق سبحانہ تعالیٰ کی رضا اور رائے کے موافق بات کہے۔ یہ خرقہ اُس کی ملک ہوگا۔ ابو بکر

اٹھے حضرت نے اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ لے ابیکر۔ اگر میں یہ خرقہ تم کو دے دوں۔ تو تم کیا کرو گے؟ عرض کی پچ اختیار کروں گا۔ فرمایا۔ اجلس مکا نك۔ یعنی اپنی جگہ بیٹھ جاؤ پھر عثمان اٹھے۔ فرمایا کہ اگر میں تم کو دوں تو کیا کرو گے؟ عرض کی جیسا اختیار کروں گا۔ اور حق تعالیٰ کی عبادت زیادہ کروں گا۔ فرمایا۔ اجلس مکا نك پھر عمر اٹھے فرمایا۔ اگر میں یہ خرقہ تم کو دوں۔ تو کیا کرو گے؟ عرض کی۔ عدل کروں گا۔ فرمایا۔ اپنی جگہ بیٹھ جاؤ پھر امیر المؤمنین اٹھے فرمایا۔ لے بھائی! اگر تم کو دوں۔ تو کیا کرو گے؟ عرض کی یا صاحبِ قوسین! بندگانِ خدا کی عیب پوشی اپنا شعار بناؤں گا۔ حضرت نے فرمایا۔ اَنْتَ كَمَا وَهَى لَكَ یعنی پہن لو کہ تم اس خرقے کے لئے ہو اور وہ خرقہ تمہارے لئے ہے۔ امیر المؤمنین نے پہنا۔ اور آنحضرت اور صحابہ نے مبارکباد دی۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمہم اللہ کی بیعت اور خرقہ امیر المؤمنین سے خاتم النبیین تک پہنچتے ہیں۔ جس طرح نبوت کا کمال محمد مصطفیٰ کی ذاتِ فائض البرکات پر ختم ہوا۔ اسی طرح ولایت کا کمال علی مرتضیٰ کی ذاتِ عالی صفات پر منتہی ہوا۔ مولف عرض کرتا ہے کہ خرقہ معراج کا قہقہہ راحت القلوب ملفوظ شیخ فرید کج شکرِ قدس سرہ میں بھی مرقوم ہے۔ اور ہم اہلسنت وجماعت کی ایک جماعت ہیں کہ آنجناب کو مقام شریعت و جہاں داری میں صحابہ کبار سے اور خلیفہ چہارم جانتے ہیں اور مقام طریقت اور معرفت میں علوم ظاہری و معنوی کی تلقین و ارشاد کے لحاظ سے اہل بیت کرام سے اور خلیفہ اول سمجھتے ہیں۔ چنانچہ رابطہ طریقت کے شجرہ میں آپ کا اسم متبرک سید کائنات کے اسمِ مطہر و مقدس کے بعد ثبت کرنے ہیں۔ یہ بات استشہاد اور ثبوت کی محتاج نہیں۔ عیالِ راجہ بیاں۔

دھو عیان لایحتاج بالبیان لوالدی۔ بہت

بانہوت ہم نشیں چون کف بدست در خلافت چوں نبی آخرو نشست

اس طول کلام اور درازی تقریر سے غرض یہ ہے کہ جو کوئی اہل سنت کے سلسلہ سیدہ کی نسبت فاسد عقیدہ رکھتا ہو۔ وہ اپنے اعتقاد کو نسخ کر دے۔ کیونکہ ہم نے مفصل اور شرح جواب عرض کر دیا ہے۔ اس مقام پر اس عالم تبریزی نے کہا کہ خوارج کے باب میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ میں نے جواب دیا۔ ان ملعون اور مردود لوگوں نے آنحضرت کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں حکمیں کے واقعہ شنیعہ کے بعد خروج کیا تھا۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ تمہارے حقیقی اور بجا تحقیقی نے اپنے عدل بے عدیل سے اس گروہ بے شکوہ کو خاک میں ملا دیا چنانچہ آج تمام روئے زمین پر اس ملعون فرقتے کا ایک شخص موجود نہیں۔ اس گفتگو کے بعد اہل عرفان و اصحابِ ایقان میں سے چند بزرگواروں نے جو غریبِ غلنے پر تشریف رکھتے تھے۔ ارشاد فرمایا۔ جو گمانِ عمتِ اہل تشیع کو اہل تسنن کے باب میں ہے اس کا رفع کرنا نہایت آسان اور بہت ہی سہل ہے۔ میں نے عرض کی ارشاد فرمائیے۔ فرمایا۔ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ حبیبِ سبحانی اور جو

لہ مسقط و بحرین کے نزدیک خوارج اب بھی پائے جاتے ہیں۔

فضائل کہ محبوبِ یعقوب المسلمین اور مطلوبِ الکاملین کرم اللہ وجہ کی ذات سے منسوب ہیں۔ اور ہمارے مذہب کے علماء کی تصانیف شریف و لطیف میں مرقوم اور مسطور ہیں۔ ایک صاحبِ شعور کو چاہیے کہ ہر ایک کتاب سے من و عن ان کی نقل کر کے ایک مجموعہ تیار کرے۔ اور ان لوگوں کو الزام دینے اور سزا دینے کی غرض سے جو اہل سنت کے بارے میں اس امیر کی عداوت کو ثابت کرتے ہیں جس کی دوستی بموجب حدیث شریف عنوان صحیفۃ المؤمن حبیب علی ابن ابیطالب تمام مومنین مردوں اور مومنہ عورتوں کے دیوانِ ایمان کا نام نہ ہے۔ اس مجموعے کو ان کے سامنے پیش کرے۔ میں نے ان بزرگواروں کے جواب میں عرض کی۔ اس کارِ اہم کے لئے دانش کامل اور سامانِ مکمل کی ضرورت ہے کیونکہ اس قسم کا مجموعہ کتبِ معتبرہ کے ہتیا ہونے بغیر تیار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ امیر المؤمنین و امام الاعلیٰین کرم اللہ وجہ کی روحِ مقدس کی امداد بغیر دوستوں کا مدعا سرانجام نہیں پاسکتا۔ تمام بزرگوں نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ قادرِ تحقیقی نے ذاتِ انسانی میں وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ جس کام کی طرف یہ متوجہ ہو جائے۔ وہ منعم مطلق اس کو اپنی عطا شدہ شالہ سے محروم اور معطل نہیں رکھتا۔ لازم ہے کہ تم بموجب مقولہ السعی منی والاقسام من اللہ اس سعادتِ عظمیٰ اور عبادتِ کبریٰ کی توفیق حاصل کرو۔ اور اس بیابانِ فصاحت و بلاغت کو عنایتِ صدی کی تائید سے طے کر جاؤ میں نے جواب دیا۔

گفتم کہ جنیں شگرف کارے از من ناید بہ روزگارے

من چون بکنم قبول این حرف گنجائش بجز نیست در ظرف

شعوی

یعنی یہ نادر کام میرے کرنے کا نہیں۔ بھلا کوزے میں دریا کیب سا سکتا ہے۔ اس خاکسار کا یہ انکار آئینہ کلام سن کر وہ حضرات بہت خوش ہوئے۔ اور جواب میں اس طرح در افشانی اور گوہر بیانی فرمائی۔ مؤلف ہر کہ در دست بارہ تصنیف نیست دشوار پیش او تالیف

الغرض جب میں نے دیکھا کہ ہر پیر و جوان اس باب میں کمالِ سماعی ہے۔ ناچار سورہ فاتحہ کی درخواست کی۔ سب بزرگوں نے درگاہِ قاضی الحاجات میں دستِ مناجات بلند کر کے سورہ فاتحہ کی تلاوت فرمائی اور اپنے اپنے گھروں کو تشریف لے گئے۔ سورہ فاتحہ کی برکت سے اس حقیق کے دل میں انشراح اور شگفتگی پیدا ہوئی۔ اور تَفَكَّرَ وَ تَأَمَّلَ کی نظر سے لَا تَتَحَرَّكَ ذَرَّةً إِلَّا يَأْذُنُ اللَّهُ کا مطالعہ کر کے بیخود ہو گیا۔ ایک ساعت کے بعد اصلی حالت میں واپس آ کر اپنے دل میں کہا۔ اے کشفی! یہ اشارہ غیبی اور ایک بشارتِ لاریبی ہے۔ تجھ کو لازم ہے کہ اپنی خاطر فاتر کو ہر طرح پر تمام امور سے علیحدہ کر کے اس سعادتِ سرمدی اور عبادتِ ابدی کے حاصل کرنے میں مشغول ہو۔ اور اس امر عالی متعالی کا توفیق پانا حضرت ایزد متعالی کی خاص عنایت سے خالی نہ سمجھ۔ جب یہ امر واقعی طور پر دل نشین ہو چکا۔ تو کتبِ معتبرہ کے جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ اور خدا کی عنایت سے متقدمین

اور متاخرین کی اکثر کتابیں جمع کر کے آنحضرت کرم اللہ وجہہ کے حالات استنباط کرنے لگا کہ انہی و اعزہ
 قرۃ العینی میر محمد مومن طال اللہ عمرہ نے جو سا برادر حقیقی اور از روئے اتحاد و یگانگت محبوب تحقیقی ہے
 اکرمہ اللہ فی الدارین بہرکتہ صاحب قاب تو سین بزبان اخلاص و بہ لسان اختصا ص مجھ سے یوں خطاب کیا
 لے بھائی! اگرچہ اس امر عظیم کی توفیق پانا سعادت ازلی کا ایک ثمرہ ہے۔ لیکن اپنے سنا ہو گا کہ شیراز کے پیر
 تجربہ کار نے فرمایا ہے **بیت**

کس از دست جو زیا نہا نہ رست اگر حق پرست است و ر خود پرست

میر خیال ہے کہ اس مجموعہ محمودہ کے جمع کرنے سے کہیں آپ کو وہی تہمت نہ لگائی جائے جس سے آپ بالذات
 نفرت کرتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ لے برادر سبحان برابر! بیشک تو نے یہ بات عاقلوں کی سی کہی۔ اور نہایت
 دور اندیشی کا دانشمندانہ کلام زبان پر لایا۔ لیکن تو نے سنا ہو گا۔ الاعمال بالذات۔

خدا کا شکر ہے کہ اس حقیر کا مطلب مناقب مرقوم کی جمع کرنے سے یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ اس کے
 مطالعہ کرنے سے خلفائے ثلاثہ پر کسی قسم کا طعن و اذہم وارو ہو۔ چنانچہ بعض علمائے اہل تشیع نے اسی نیت سے

تالیفات و تصنیفات کی ہیں۔ اسی لئے میرے اعتقاد میں ایک کی مدح و منقبت گویا چاروں کی تعریف و توصیف
 ہے۔ اور اگر کوئی مغرض حسب مقولہ مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جو کوئی کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انہی

میں سے ہے) اعتراض کرے۔ ممکن ہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کا دافی و شافی جواب موجود ہے کہ ہم امیر المؤمنینؑ کی
 محبت میں ان لوگوں سے مشابہ ہیں نہ کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی عداوت میں۔ اور اہل سنت کے اعتقاد میں خلفائے

ثلاثہ کی عداوتِ رفض ہے نہ کہ امیر المؤمنینؑ کی محبت۔ چنانچہ صاحب تشریح نے اس محبت کی تشریح و تینقح اس طرح
 پر کی ہے کہ مَنْ قَالَ حُبَّ عَلِيٍّ رِضًا فَهُوَ خَارِجِيٌّ كَافِرٌ لَوَنَّ اللَّهُ تَعَالَى أَحِبَّتَهُ وَ أَحَبَّتْهُ اللَّيْبِيُّ وَ الصَّحَابَةُ

وَ الْمُؤْمِنُونَ أَجْمَعُونَ۔ یعنی جو کوئی علیؑ کی دوستی کو رفض کہے۔ پس وہ خارجی اور کافر ہے۔ کیونکہ خدا اور رسولؐ
 اور صحابہ اور تمام مومنوں نے اس جناب کو دوست رکھا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ اور امت کو امیر المؤمنینؑ کی

محبت کی ترغیب دلانے کی غرض سے مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ (جو کوئی علیؑ سے محبت کرے وہ
 بے حساب جنت میں داخل ہوگا) کی مانند بہت سی حدیثیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اور قطب بحر و بر فرید الدین گنج شکر قدس سرہ۔

راحت القلوب میں فرماتے ہیں۔ جو میرا ایک نطفہ اپنے پیر کا فرمایا ہوا لکھے۔ اس کا ثواب ایک ہزار سال کی عبادت
 اور طاعت سے زیادہ ہے۔ اور مرنے کے بعد اعلیٰ علیین میں اس کا مقام ہوگا پس یہاں سے قیاس کرنا چاہیے کہ

جو شخص کائنات کے پیر پیر ال کے مناقب گرامی لکھنے کی توفیق پائے۔ اس کا درجہ آخرت میں کیا کچھ ہوگا چنانچہ
 و خطبہ خطباء خوارزم نے کتاب مناقب میں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ لِارْحَمٰی عَلٰی فَضَائِلٍ لَا تَحْصٰی کَثْرَةً فَمَنْ ذَكَرَ فَضِيْلَةً مِنْ فَضَائِلِهِ مُقَرَّرًا
 بِهَا غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهَا وَ مَا تَخَّرَ وَمَنْ كَتَبَ فَضِيْلَةً مِنْ فَضَائِلِهِ لَمْ تَزَلْ اِلْمَلَا تُكْفَرُ
 تَسْتَعْفِرُ لَهُ مَا بَقِيَ لِتِلْكَ الْكِتَابَةِ اِسْمُهَا وَمِنْ اَسْتَمَعَ فَضِيْلَةً مِنْ فَضَائِلِهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ الدُّنُوْبَ
 الَّتِي اُكْتُسِبَتْ بِهَا اِلِدُسْتِمَاحَ وَمَنْ نَظَرَ اِلَى كِتَابٍ مِنْ فَضَائِلِهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ الدُّنُوْبَ الَّتِي اُكْتُسِبَتْ بِهَا النَّظَرُ
 یعنی خدا سے عزوجل نے میرے بھائی علی کے لئے وہ فضائل قرار دیئے ہیں جو کثرت کی وجہ سے شمار نہیں ہو سکتے
 پس جو کوئی اس کی کسی ایک فضیلت کو صدق دل سے ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کو
 معاف کر دیتا ہے۔ اور جو کوئی اُس کی کسی ایک فضیلت کو لکھے۔ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں جب
 تک کہ اس تحریر کا ایک لفظ باقی رہے اور جو کوئی اس کی کسی ایک فضیلت کو سُنے اللہ تعالیٰ اس کے ان تمام گناہوں
 کو بخش دیتا ہے جو سُننے سے حاصل کئے ہیں اور جو کوئی اس کے فضائل کی کتاب میں نظر کرے۔ خدا اس کے اُن
 تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جو اس نے نظر سے کسب کئے ہیں۔

نیز اسی کتاب میں عبداللہ بن عباس سے اور مروات میر سید علی ہمدانی میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم
 سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لَوْ اَنَّ الزَّيْطَ اَصْفَا لَمْ يَكُنْ اَوْلَىٰ مِنْ اَصْفَا
 حَسَابٍ وَاَلْوَسُ كِتَابٌ مَا اَحْصٰی فَضَائِلَ عَلِيٍّ بِنِ اَبِيْطَالِبٍ۔ یعنی اگر تمام نباتات قلم بن جائیں اور
 تمام سمندر سیاہی ہو جائیں۔ اور جن حساب کرنے والے ہوں۔ اور انسان لکھنے والے ہوں تو بھی ہرگز علی ابن ابی
 طالب کے فضائل شمار میں نہیں ہو سکتے۔ **بیت**

کتاب فضل ترا اب بحر کافی نیست کہ ترکی سر انگشت و صفحہ بشمار می

اگرچہ اس بے بضاعت عظیم الاستطاعت قبیل الصناعت کی کیا مجال ہے کہ اس سرور و اولیائے کرامی کے مناقب
 سامی کو کچھ سکے۔ لیکن یہ متناہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت کے علوم کا خوشہ چین بنوں۔ اگرچہ بضر محال اس مجموعہ
 محمودہ کا مؤلف بعض گمراہ جاہلوں کے خیال فاسد میں رفض سے منسوب ہو گا۔ پس اس بنا پر راویان و مولفان سلف کے
 احوال اور اقوال پر نہایت ہی افسوس ہو گا۔ عَصِمْنَا اللّٰهَ مِنَ الْمَعْتَرِضِ التَّوْبِيْحِ۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ملامتی کی
 خدا کے نزدیک بڑی منزلت اور بہت بڑا درجہ ہے۔ بزرگان سلف میں ایک بزرگوار اہل ملامت کی علامت میں قرار دیتے ہیں
 ملامتی اس شخص کو نہیں کہتے جو شریعت نبوی کے برخلاف کام کرے کہ خلقت ملامت کی زبان اس کے لئے دراز
 کرے۔ بلکہ ملامتی وہ ہے۔ جو حق کے کام میں خائن حقیقی کی رضا پر نظر رکھ کر خلق کی پرواہ نہ کرے۔ عزیز من! است
 سے مریدوں اور معتقدوں نے مشائخ رحمہم اللہ اجمعین (جو اس خضر وادی ولایت کے سرچشمہ ہدایت کے پیاسے ہیں)
 کے احوال گزیدہ و مال بہ تفصیل تمام تحریر کئے ہیں جب وہ حالات کسی محفل میں مذکور ہوتے ہیں تو طالب اُن کو سن کر

دل و جان سے خوشی اور سرت کا انہار کرتے ہیں پھر یہ کیوں کہہ سکتا ہے کہ اس قبیلہ مشائخ اور قدوہ اقطاب کے مناقب سن کر کدورت اور طامت کے اسباب پیدا ہوں گے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ اس مصفت مذکور سے موصوف ہیں۔ ان کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں اور کب تک اس کھلم کھلا نقصان کو تکلف اور زخافل کی عبارت آرائی سے چھپا سکتے ہیں۔ اس قسم کے بے تمیزوں کے باب میں ایک مثال دل میں آئی ہے۔ اس قسم کے گمراہ جاہلوں کی شرمناک حالت بعینہ اہل کفر کے عقیدہ فاسدہ سے مشابہ ہے۔ چنانچہ اکثر کفار اہل اسلام کی طرح اولیاء کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور حسب ظاہر نہایت عاجزی اور فروتنی سے زیارت کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان کو کہا جائے کہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ زبان پر جاری کرو۔ تو دل و جان سے مخرف ہو کر فضول اور بیہودہ جمعیں پیش کرتے ہیں۔ اس سے طبعی جلتی ایک حکایت ہدایت السعداء میں منقول ہے کہ ایک شخص سلطان شمس الدین کے زمانے میں مشہد مقدس سے دہلی میں آیا۔ اور امیر المؤمنین علی کے فضائل اور مناقب لکھا کرتا تھا۔ بعض طالب علموں نے اس سے بدگمان ہو کر کہا۔ یہ شخص رافضی معلوم ہوتا ہے۔ جب بیخبر بادشاہ کو پہنچی تو اس کو طلب کیا۔ اور اس مشہدی نے سلاطین اور شیوخ کے مدح ناموں میں جو اہل دہلی کی کتابوں کے دیباچے میں مرقوم تھے۔ ہر مدوح کے نام کی جگہ ائمہ معصومین کے نام لکھ کر پیش کئے۔ علمائے وقت نے از روئے عدالت کہا کہ خدا کی قسم! تو اہل بدعت کا سردار ہے۔ اور اس کے جلانے کی ٹھان لی۔ جب اصل حقیقت معلوم ہوئی۔ تو سب شرمندہ اور نادوم ہوئے۔ خدا کی قسم۔ میں ان لوگوں سے سخت تعجب میں ہوں جو خلفائے راشدین کی محبت اور بندگی کا دعویٰ بڑے زور شور سے کرتے ہیں اور اس خلیفہ کے فضائل اور مناقب کے مطالعہ کرنے سے نہایت محزون اور بیچین ہوتے ہیں۔ جس کے وجود متبرک و مقدس پر خلافت نبوی کا کمال بوجہ حدیث۔

الخلافة لعزى ثلثون سنة (خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی) ختم ہوتا ہے بسم اللہ! یہ خلیفہ چہارم کسی قدر رفیع القدر اور والامرت ہے کہ گویا خلافت رسول نے روناق مل اس سے عہد کیا تھا۔ کہ جب تک تو جہاں میں ہے گا۔ میں تیرے ہمراہ رہوں گی۔ اور تیرا دوستی کے طفیل سے امت کے لباس سے ملبوس ہو کر تیرے گیارہ فرزند ان ارجمند کے ساتھ موافقت کروں گی۔ اور تیرے آخری فرزند کا رتبہ یہاں تک بڑھاؤں گی کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان چہارم سے اتر کر نہایت تنہا اور آرزو سے اس مقدس دُور کے مقصد یوں میں شامل ہوگا۔ الغرض اس صورت میں جامع مناقب پر کوئی تقصیر عائد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس قسم کے متعصب لوگ اہل سنت و جماعت کے دائرہ مذہب سے خارج ہیں اور حسب مضمون بیت ذیل مردود و مطرود۔

اور حسب مضمون بیت ذیل مردود و مطرود۔

ہر کس کو گزیدہ بغض یک را محروم ز لطف ہر چہار راست

ایسے نالائقوں اور ناکسوں کو لازم ہے کہ حدیث اللهم وال من ولاہ و عا د اہ - اے خدا تو دوست

رکھ اس شخص کو جو علی کا دوست ہو اور دشمن رکھ اس شخص کو جو علی کا دشمن ہو) پر نظر کر کے خال ندامت مال پر
لامت کے آنسو بہائیں اور حسرت و اندوہ کی خاک اپنے سر پر ڈالیں اور اپنے مرض باطنی کا جو شرکِ خفی کی
طرح خفی اور پوشیدہ ہے۔ علاج کریں۔ تاکہ پاک سستی بن کر ایماں ذیل کو زبانِ فصاحت بیان سے تلاوت کریں۔

من محبِ چار یارِ مصطفیٰ خارجی گو خوں شود زیں ماجرا
ہر کہ ایک ذرہ دانش یارشد از فراستِ مخلص ہر چار شد
چار عنصر ہم بہم آمد ازاں کہ شوند ایں چار از پردہ عیاں

لوالدی

یہ فقیر قدوہ ابراہیم عطار کے عقیدہ مجیدہ کا مقتصد ہے۔ جو تذکرۃ الاولیاء میں مرقوم ہے۔ انصاف یہ ہے
کہ جب تو بادشاہ و نیا و آخرت محمد مصطفیٰ کو معلوم کر لے۔ لازم ہے۔ کہ آپ کے فرزندوں کو اپنے مرتبے پر
پہچانے اور اقربا۔ ورزا اور صحابہ کو اپنے درجے پر تاکہ پاک سستی بنے۔ حقائق حقا۔ ہریت

نہ من دل شدہ این راہ بخودے پوئم بار ہا گفت ام دبار در گرمے گوئم

کہ اگر مرتضیٰ علی کے مناقب کا جمع کرنا فرض ہے۔ پس میں ایسے رخص کو سعادت ابری اور دولت سرمدی سمجھ
کر شافعی علیہ الرحمہ کا مصرعہ۔ فلیشہد الثقلان انی رافضی۔ (انسان اور جن دونوں گواہ رہیں کہ میں
رافضی ہوں) صدق دل دجان سے تکرار کرنا ہوں۔ اور فوجت و اعتقاد سے اس ولایت تاب کی جناب خطاب
میں خطاب کر کے بلند آواز سے ذیل کی رباعی زبانِ قصیر البیان پر جاری کرنا ہوں۔ رباعی لمؤلفہ

تا جان بہ تن است راہ حیدر پوئم تا چشم بسر جمال حیدر جوئم
خواہم کہ بہر موئے پذیرفتہ زباں چون ذکر خدائے ذکر حیدر گوئم

والسلام علی من اتبع الهدی اب ہم ابواب کی فہرست اور اس کے مضمون کو بیان کرتے ہیں۔
صاحبانِ فضل و دانش کے ضمیر منیر بہنظاہر اور واضح رہے کہ یہ مجموعہ محمودہ بارہ باب پر مشتمل ہے۔ رب
یسر و تمہ بالخیر۔

باب اول۔ ان نصوص قرآنی کے بیان میں جو امیر المؤمنین امام الملتین یسوب الواصلین مطلوب الکاتبین
امام المشرق والمغرب اسد اللغات علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل اور وارد ہوئے
اور ان کے متعلقات۔

باب دوم۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں۔

باب سوم۔ مناقب و فضائل مرتضوی کے بیان میں۔

باب چہارم۔ جناب علی مرتضیٰ کے جناب سیدۃ النساء سے نکاح کے بیان میں۔

باب پنجم - آپ کے علم و کشف کے بیان میں -

باب ششم - خوارق عادات اور ظہور کرامات و معجزات کے بیان میں -

باب ہفتم - آپ کے زہد و ورع کے بیان میں -

باب ہشتم - آنجناب کی سخاوت کے بیان میں -

باب نہم - جناب کی قوت اور شجاعت کے بیان میں -

باب دہم - حضرت امیر کی فراست اور کیاست و دانائی کے بیان میں -

باب یازدہم - تحت خلافت ظاہری و باطنی پر منگن ہونے کے بیان میں -

باب دوازدہم - امیر المؤمنین امام المتقین علی مرتضیٰ علیہ السلام کے عالم فنا سے عالم بقا کی طرف انتقال

فرمانے اور درجہ شہادت کی برکت سے ذات خداوند جل جلالہ میں داخل ہونے اور اس کے

متعلقات کے بیان میں -

البواب کی تقسیم تینا و تیرگہ بارہ پر کی گئی ہے۔ وردہ اس مجمع کلمات و فضائل کے فضائل ہزار باب

میں بلکہ لاکھوں کتاب میں بھی نہیں سما سکتے۔ کیونکہ اول تو کلمہ معظمہ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (جس پر اسلام کی

بناموقوف ہے) کے حروف بارہ ہیں -

دوم - کلمہ مکرمہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ (جس سے ایمان کا جڑ متعلق ہے) بھی بارہ حروف سے مرکب ہے -

سوم - کلمہ امیر المؤمنین (جو آنحضرت کا خاص خطاب مستطاب ہے) میں بھی بارہ حرف ہیں -

چہارم - شاہ ولایت پناہ کے بھی بارہ حرف ہیں -

پنجم - آنحضرت کا اسم متبرک علی ابن ابی طالب بھی بارہ حروف سے مل کر بنا ہے -

ششم - بعض مصالح عالم کا انتظام زمان کا محتاج ہے۔ اور زمان سے مراد رات اور دن کے

گھنٹے ہیں۔ اور حالت اعتدال میں رات اور دن میں سے ہر ایک کے بارہ ساعت یا گھنٹے ہوتے ہیں۔

ہفتم - سب سے زیادہ یعنی سات سیاروں کے مقام حروف بارہ برج ہیں -

ہشتم - حسب آیت کریمہ - اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ

سات کے بارہ مہینے ہیں - (توبہ ص ۵)

نہم - حسب آیت کریمہ - وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیثَاقَ بَنِي اِسْرَآئِیْلَ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَا عَشَرَ

نَقِیْبًا - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے نقیب بھی بارہ تھے (مائدہ ص ۶)

دہم - سید کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات نے لیلۃ العقبہ میں انصاریں سے بارہ آدمی

ان کے نقیب مقرر فرمائے۔

یا زورہم۔ اسباط یعقوب علیہ السلام بمقتضائے آیہ کریمہ۔ وَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ اُمَّةٍ نَّهَدُوْنَ
بِالْحَقِّ وَ بِيَهْ يَعْدُوْنَ وَ قَطَعْنَا هَمْدًا اَثْنَتِيْ عَشْرًا اَسْبَاطًا (اعراف) بارہ شخص تھے۔
دوازوہم۔ آئمہ معصومین علیہم السلام کی تعداد بھی بارہ ہی ہے۔ جیسا کہ احادیث نبویہ مسلم میں
وارد ہوا ہے۔

چنانچہ صحیحین میں ماہرین سمرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ بَعْدِي اثْنَا عَشَرَ امِيرًا فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ اَسْمَعْهَا فَقَالَ ابْنُ يَقُولُ
يَكُونُ اِنَّه قَالَ كَلِمَةً مِنْ قَرِيْشٍ يَعْنِيْ فِيْهِ نَسَبُ رَسُوْلِ مَدِيْنَةِ مَكَّةَ مِنْ قَوْمِ مَدِيْنَةِ مَكَّةَ مِنْ قَوْمِ مَدِيْنَةِ مَكَّةَ
بارہ امیر ہوں گے۔ بعد ازاں ایک کلمہ فرمایا۔ جو میں نے نہ سنا۔ میرے باپ نے کہا۔ رسول خدا نے فرمایا ہے وہ
بارہ امیر قریش سے ہوں گے۔ اور کتاب اعلام الوری میں مرقم ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے
اپنے آبلے طاہرین علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ خاتم النبیین نے امیر المؤمنین سے فرمایا۔ اِنَّا عَشْرَةٌ مِنْ اَهْلِ
بَيْتِيْ اَعْطَاهُمُ اللّٰهُ عِلْمِيْ فَهَمِيْ اَوْ لَهُمْ اَنْتَ يَا عَلِيُّ وَاخْرُهُمُ الْقَائِمُ الَّذِيْ يَقْتُمُ اللّٰهُ عَنِّيْ
يَدِيْهِ مَسَارِقَ الْاَرْضِ وَمَعَارِهَا۔ یعنی میری اہلیت میں سے بارہ شخص ہیں جن کو من تھانے نے
میرا علم اور فہم عطا فرمایا ہے۔ یا علی ان میں سے اول تو ہے اور ان کا آخر وہ قائم ہے جس کے ہاتھوں پر
اللہ تعالیٰ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو مفتوح کرے گا (امام مہدیؑ)

اور جناب امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
اَلْاِيْمَةُ مِنْ بَعْدِيْ اَثْنَا عَشْرًا اَوْ لَهُمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْطَالِبٍ وَاخْرُهُمُ الْقَائِمُ هُمْ خُلُقَائِيْ وَاَوْصِيَاؤِيْ
وَاَوْ لِيَايِيْ وَوَجَّحَ اللّٰهُ عَلَيَّ اُمَّتِيْ الْمُقَدَّرِيْهِمْ مُؤْمِنًا وَاَلْمُنْكَرِيْ لَهُمْ كَافِرًا۔ یعنی امام میرے بعد
بارہ شخص ہیں۔ ان میں پہلا علیؑ ہے۔ اور ان کا آخر قائم ہے۔ اور یہ لوگ میرے خلفاء۔ اوصیاء اور اولیاء ہیں اور
میری امت پر خدا کی محبتیں ہیں۔ جو ان کا اقرار کرے وہ مومن ہے اور جو ان کا منکر ہو۔ وہ کافر ہے۔

اور لڑنا شیخ مفید میں حسن بن عباس سے ابو جعفر ثانی بن علیؑ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ نے فرمایا کہ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِيْهِمْ اَمْرًا لِيُنْزِلَ فِيْهَا اَمْرٌ السَّنَةِ وَاِنَّ لِذَلِكَ اَلْوَمْرُ مِنْ بَعْدِيْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْطَالِبٍ وَاحِدًا عَشْرًا وَوَلِدًا۔
(تم شب قدر پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ اس میں تمام سال کا حکم نازل ہوتا ہے اور اس امر کے لئے میرے
بعد علیؑ بن ابی طالب اور اس کی اولاد سے گیارہ شخص ہیں۔)

چو ستمھائی ہمارے دشمنوں کی مذمت اور منقصت میں۔ اور ایک چوتھائی میرقصوں اور امثال میں ہے اور ایک چوتھائی میں اوامر و نواہی شریعت کے احکام و فرائض کا بیان ہے۔ اور قرآن کی آیات کریمہ و شریفہ ہمارے واسطے ہیں۔

منقبت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں کوئی آیت مکرہ ایسی نہیں ہے کہ امیر المؤمنین اس آیت کے سردار اور پیشوا نہ ہوں۔

منقبت۔ نیز اسی جناب سے روایت ہے کہ قرآن میں کوئی آیت خطاب یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا نازل نہیں ہوئی کہ امیر المؤمنین اس آیت کے امیر نہ ہوں یعنی امیر اس خطاب کے افضل اصحاب میں سے ہیں۔

منقبت۔ نیز ابن عباس سے روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب مستطاب پر۔ قرآن مجید کی بعض آیات میں عتاب فرمایا ہے۔ مگر امیر المؤمنین کو خبر دینے کے سوا یاد نہیں فرمایا۔

منقبت۔ نیز انہی سے مروی ہے کہ جو کچھ کہ کتاب خدا سے امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوا ہے وہ کسی کی شان میں نازل نہیں ہوا۔

منقبت۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کا خطاب مذکور ہے۔ امیر المؤمنین اس خطاب کے لب لباب اور اس کا مغز ہیں۔

منقبت۔ مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین کو وہ سابقہ حاصل ہے کہ خطاب یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کا امیر۔ پیشوا اور سردار ہو۔ کیونکہ آنحضرت نے اسلام لانے میں تمام مومنوں پر سبقت کی ہے۔ اور یہ تمام روایات مناقب حافظ بن مردویہ علیہ الرحمہ سے نقل کی گئی ہیں۔ اور بعض روایتیں **اوسط طبرانی اور صواعق محرقة** میں بھی نظر سے گذری ہیں۔ نیز کتب مذکورہ میں ابن عباس سے منقول ہے کہ نَزَلَتْ فِيَّ رِعِيٍّ ثَلَاثًا آيَةً۔ علی کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ اِنَّمَا وَلِيَتْكُمْ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔ یعنی تم میں متصرف نہیں ہے۔ سوائے خدا اور رسول اور ان مومنوں کے جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں صدقہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ جمہور مفسرین متفق ہیں کہ یہ مذکورہ امیر المؤمنین کی شان میں نازل ہوا ہے اور اس کا نقصہ اس طرح پر ہے کہ ایک روز ایک سائل نے مسجد منوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آکر خیرات طلب کی۔ اور کسی شخص نے اس کو کچھ نہ دیا۔ سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یوں عرض کی۔ یا۔ خدایا! تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرے رسول کی مسجد میں آکر سوال کیا۔ اور اب میں محروم واپس جاتا ہوں۔ اس وقت امیر المؤمنین خیر المرسلین کے ساتھ نماز میں رکوع میں پہنچے ہوئے تھے۔ سائل کو چھوٹی انگلی سے اشارہ کیا۔ سائل نے آکر امیر المؤمنین کی چھنگلیا سے انگوٹھی نکال لی۔ اسی اشارہ میں جناب خیر البشر کے چہرہ مبارک پر وحی کے آثار نمودار

ہوئے اور جبرائیل علیہ السلام آئیہ کریمہ اِنَّمَا وَرِيثِكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ كُوْنَلْے كَرْهَضْرَتْ نَبُوْتِ پَنَاهِ پَرِنَا زَلْ بُرُوْمُے
اور حسان بن ثابت انصاری نے جو رسول کے مداح تھے۔ اس باب میں شعر کے منجملہ ان کے ایک بیت یہ
ہے۔ **بیت**

فَاَنْتَ الَّذِيْ اَعْطَيْتَ وَكُنْتَ رَاكِعًا فَاِنَّكَ لَنْفُسِ الْقَوْمِ يَا خَيْرَ رَاكِعٍ

پس تو وہ شخص ہے۔ جس نے رکوع کی حالت میں بخشش کی۔ لے بہترین رکوع کرنے والے یہ بات قوم کی جان اور
روح ہے)۔ اور شیخ شہید نور مقدس امالی میں مرقوم ہے کہ حلقہ انگشتری کا وزن پارسقال تھا۔ اور اس کا ٹکینہ
جو یا قوتِ سرخ کا تھا۔ پانچ شقال تھا۔ اور اُس کی قیمت مملکتِ شام کا خراج تھا۔ اور شام کا خراج تین سو اونٹ
کا بوجھ چاندی اور چار اونٹ کا بوجھ سونا تھا۔ اور وہ انگریھی طوق بن تران کی تھی کہ امیر المؤمنین اُس کو قتل کر کے
رسول کی خدمت میں لائے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر کو عطا فرمایا تھی چنانچہ ہر

سلف کے چند اکابر اس واقعہ کی خبر دیتے ہیں۔ **ناصر خسر** کہتے ہیں۔ **بیت**

آنچه علی داد در رکوع فزون است ز آنچه ہمہ عمر داد حاتم طائی

(جو کچھ علی نے رکوع میں دیا۔ وہ حاتم طائی کی تمام عمر کی بخشش سے بہت زیادہ ہے)

حکیم ثنائی علیہ الرحمہ حدیث میں فرماتے ہیں۔ **بیت**

در قیام و قعود عود او کرد در رکوع و سجود جود او کرد

مولوی رومی فرماتے ہیں۔ **بیت**

پاک و منزه از صفات موسی گشتہ او بذات دادہ زکوة اندر صلوة اللہ مولانا علی

قدوہ ابرار شاہ قاسم انوار کہتے ہیں۔ **بیت**

بہ زیر نیگین تو آمد دو گیتی پچو دادی بہ درویش انگشتری را

فردوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ **بیت**

شہا تراست مسلم کرم کہ گاہ رکوع کند برائے حق انگشتری نثار انگشت

ملا عبدالرحمن جامی اپنے ہشت ہند میں جو امیر المؤمنین کی منقبت میں نظم کیا ہے فرماتے ہیں۔

گرمعز گشت انفس میجاد رکلام در یقیمون الصلوۃ آمد ترا عزاد ہا

مسلمان کہتے ہیں **نظم**

گر بعزت مصطفیٰ را در اللہ بر کشید گشت منزل بہر اعزاز تو نصی ائما

در بطاعت گفت علی را و اوصافی ہا۔ در یقیمون الصلوۃ آمد ولایت از خدا

قاسم کا ہی فرماتے ہیں۔ بیعت

بِسْمِ اللَّهِ وَادْعَاكُمْ دَرْنَا زَالَ مَعْدِنِ اسْمَاعِيلَ دِل پائیزہ اش چوں بود فارغ از فر زور پور
منقبت قوله تعالى. وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ^{۲۵}
 یعنی بعض ایسے شخص ہیں جو خدا کی رضا طلب کرنے کے لئے اپنی جان کو اس کی راہ میں بیچ دیتے ہیں۔

ابن اثیر نے کتاب خلاف میں جو کاشف اور کشف کی جامع ہے۔ اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ مذکورہ امیر المؤمنین کی شان میں نازل ہوا ہے اور اس کے نزدل کا سبب یہ ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ غارِ بحکم پروردگار ہجرت فرمائی اور امیر المؤمنین کو اپنا قائم مقام بنایا۔ تاکہ لوگوں کا قرض جو آنحضرت کے ذمے تھا۔ ادا کریں۔ اور لوگوں کی امانتیں واپس کریں اس لئے امیر المؤمنین نے سید المرسلین کے بستر مبارک پر آرام کیا۔ اور مشرکوں نے آنحضرت کے دولتسرا کو گھیر رکھا تھا۔ اور وہ قتل کے درپے تھے۔ خدائے عزوجل نے جبرئیل اور میکائیل کو وحی کی کہ میں نے تم دونوں کے درمیان بھائی چارا قرار دیا ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ تم میں سے ایک کی عمر دوسرے سے بڑی ہو۔ پس تم دونوں میں سے کوئی اپنی زندگی پر بھائی کی زندگی کو ترجیح اور فوقیت دینا ہے۔ جبرئیل نے عرض کی بار خدایا! میں اپنی زندگی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور میکائیل نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ لے جبرئیل و میکائیل تم کس لئے علیٰ ابن ابی طالب کی طرح نہیں ہوتے کہ میں نے محمد اور اس کے درمیان بھائی چارہ قرار دیا ہے۔ اور اس نے محمد کے بستر پر لیٹ کر اپنے نفس کو محمد پر قربان کر دیا ہے۔ تم دونوں زمین پر جاؤ۔ اور علیٰ کو دشمنوں کی تکالیف سے محفوظ رکھو۔ حکم خدا سے جبرئیل سر ہانے کی طرف اور میکائیل پائنتی کی طرف کھڑے ہوئے۔ تمام رات حفاظت میں مصروف رہے۔ اور جبرئیل کہتے تھے لے امیر المؤمنین تجھ کو خوشخبری ہو۔ تیری مانند کون ہے؟ کہ خدا تعالیٰ تیرے سبب آسمان اور زمین کے فرشتوں پر نغز و مہابت کرتا ہے۔ مولف عرض کرتا ہے کہ بیشک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جناب کو اپنی واجبات میں سے اپنی جگہ اختیار کیا۔ کہ شبِ غار ان کو بستر دیا۔ اور زعزیر منبر عطا فرمایا۔ اور قتل کرنے کے لئے تیغ دوسر عنایت کی۔ اور اپنی دسترنیک اختر فاطمہ الزہراء سے ان کو منسوب کیا۔ اور آخرت میں کوثر عنایت فرمایا۔ اور یہ بات کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ جلالِ اہل عالم کی نظر میں آفتاب سے بڑھ کر ظاہر اور روشن ہے۔ آپ کا جہاد فی سبیل اللہ تھا۔ اور آپ کا روٹی دینا لوجہ اللہ یعنی محض رضائے خدا کے لئے۔ اور جان دینا خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے واسطے۔

منقبت قوله تعالى الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ
 عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ^{۲۶} یعنی جو لوگ اپنے مالوں کو رات کو اور دن کو پوشیدہ

اور ظاہر تصدق کرتے ہیں پس ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس ان کا اجر ہے اور ان کو قسم کا خوف و غم نہیں ہے تفسیر ثعلبی اسباب نزول واحدی، کشاف زخشری، مناقب ابن مرویہ، کتاب نبج الحق، مسند احمد بن حنبل اور صواعق محرقتیں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آیہ مذکورہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوا۔ اس لئے کہ امیر کے پاس چار درہم کے سوا اور کچھ ملکیت نہ تھی۔ آپ نے ان میں سے ایک درہم تو رات کو تصدق کیا۔ اور ایک درہم دوسرے روز راہِ خدا میں دیا۔ اور ایک درہم پوشیدہ چھپا کر دیا۔ اور ایک درہم کھلم کھلا اور علانیہ دیا۔ آیہ الْذِّیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالِہُمْ تَنْزِیْلًا ہوا۔ اور صاحبِ تفسیر حسینی روضۃ الشہداء میں ناقل ہیں کہ آیہ مذکورہ کے نزول کے بعد سید المرسلین نے امیر المؤمنین سے پوچھا۔ اے میرے بھائی، تم کو اس تصدق پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ میں نے صدقہ دینے کے یہی چار طریقے سمجھے کہ ان میں سے کوئی سی صورت تو درگاہِ رب العالمین میں مقبول ہوگی، اس لئے میں نے چاروں طریقوں کا التزام کیا۔ سید کا نانا علیہ السلام افضل الصلوٰۃ واکمل التعمیات نے فرمایا۔ اے پسر! لو طالب جو کچھ تیرا مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ **یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَاَجَّيْتُمْ لِلرَّسُوْلِ فَقَدْ اٰمَنُوْا اٰیٰتِیْنَ یَدُوْا نَجْوٰکُمْ صَدَقَۃً**۔ یعنی اے وہ لوگو! جو خدا اور رسول پر ایمان لائے ہو، جس وقت پیغمبر سے مناجات کرو۔ یعنی راز ہو۔ تو راز کہنے سے پہلے صدقہ ضرور دے دو۔ ثعلبی اور واحدی وغیرہ علمائے تفسیر نے روایت کی ہے کہ اغنیا اور مال دار لوگ اکثر مناجات اور راز گوئی کرتے تھے۔ چنانچہ فقہ اور اہل صفہ کو بیٹھنے کا موقع نہ رہا۔ اور ان لوگوں کے زیادہ راز گوئی اور کثرتِ نشست سے جناب خیر المرسلین کی پیشانی مبارک پر طلال اور کرہمت کے آثار نمودار ہوئے۔ جو لوگ محتاج اور اہل صفہ تھے۔ وہ عسرت اور تنگدستی کے سبب تصدق کا کچھ سرمایہ نہ رکھتے تھے۔ اور اغنیا نے دنیا کے دلوں کی محبت کو آنحضرتؐ کی مناجات پر ترجیح دی۔ چند روز کے بعد آیہ ذیل ان کی ملامت کے طور پر نازل ہوا۔ **۶۰ اَشْفَقْتُمْ اَنْ لَّقَدْ اٰمَنُوْا اٰیٰتِیْنَ یَدُوْا نَجْوٰکُمْ صَدَقَۃً لِّیَعْنٰی کَیۡ تَمۡ اٰیٰتِیْنَ** راز کہنے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے؟ ثعلبی نے امیر المؤمنین علیؑ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب آیہ مناجات نازل ہوا، حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو بلا کر فرمایا۔ ترمی دینا یعنی تم کیا اجتہاد کرتے ہو کہ لوگ ایک دینار صدقہ دیں، میں نے عرض کی۔ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ فرمایا، پھر کس قدر میں نے عرض کی۔ جب یا جو بھر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی تم نے بہت کمی کی۔ نیز روایت کی ہے کہ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ کہ کتابِ خدا میں ایک آیت ایسی ہے کہ مجھ سے پہلے کسی نے اس آیت پر عمل نہیں کیا۔ اور میرے بعد کوئی اس پر عمل نہ کرے گا۔ اور وہ آیہ مناجات ہے، کیونکہ جب وہ آیت نازل ہوئی تو میرے پاس صرف ایک دینار موجود تھا۔ اس کو میں نے چند درہم کی عوض فروخت کیا، جب رسول خدا سے مناجات کا قصد

کرنا۔ ان درہموں سے تصدق کرتا۔ جب وہ درہم ختم ہو گئے۔ تو آئیہ عَاشَفَقْتُمْ اَنْ لُقِدْتُمْ اِبْرَاهِمًا سے آئیہ مناجات کا علم منسوخ ہو گیا۔ **بیت**

نہ شد بغیر میسر کہ از عنایت حق عمل بہ آیت نجوی شود میسر او

اور تفسیر مدارک میں مرقوم ہے کہ آئیہ مذکورہ کے نزول کے بعد امیر المؤمنین نے سید المرسلین سے اس سوال کئے مغلان کے ایک سوال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ما الحق۔ (حق کیا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْخِلَافَةُ حَقٌّ اِذَا اَنْتَهَتْ اِلَيْكَ۔ یعنی خلافت حق ہے جس وقت کہ تم پر منتہی ہو۔

منقبت قوله تعالیٰ وَتَعِيَهَا اُذُنٌ ذَاعِيَةٌ۔ یعنی کمر حق کو معلوم کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے ایک کان جو سننے والا اور بھننے والا ہے۔ اور صحیح ترمذی میں یہ روایت امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ اور مناقب ابن مردویہ اور تفسیر ثعلبی اور واحدی میں بروایت بریدہ سلمیٰ سے منقول ہے کہ رسول خدا نے فرمایا۔ یا علی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ تجھ کو اپنے نزدیک رکھوں اور دور نہ کروں اور تجھ کو تعلیم اور تہذیب کروں۔ کیونکہ تو سمجھتا ہے اور دریافت کر لیتا اور پالیتا ہے۔ جب رسول خدا نے امیر سے یہ بات فرمائی۔ آئیہ مذکورہ نازل ہوا اور کجول سے مروی ہے کہ آئیہ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت نے جناب امیر کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ اذن واعیہ کو تیرا کان بنائے۔ امیر المؤمنین فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بعد جس کلام کو میں نے سنا۔ سمجھا۔ یاد کر لیا۔

منقبت۔ قوله تعالیٰ۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ (مجہد) یعنی حق تعالیٰ بہ سبیل انکار ارشاد فرماتا ہے۔ آیا وہ شخص جو مومن ہو۔ اس شخص کی مانند ہے۔ جو فاسق ہو۔ پس یہ برابر نہ ہوں گے۔ **کشاف**۔ اسباب نزول اور بحر المناقب میں مرقوم ہے کہ تمام مفسرین اس باب میں متفق ہیں کہ آئیہ مذکورہ کا سبب نزول یہ تھا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مادری بھائی ولید بن عقبہ نے امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے منازعت کی۔ اور کہا اُسْكَتْ فَا تَاكَ صَبِيٌّ وَاللّٰهُ اَنَا اَلْبَسْتُ مِنْكَ لِسَانًا وَاحِدًا سِنَانًا۔ یعنی خاموش رہ کہ تو لڑکا ہے۔ اور خدا کی قسم میری زبان تجھ سے زیادہ فصیح اور میرا نیزہ تجھ سے تیز تر ہے۔ جناب امیر نے اس سے فرمایا۔ اُسْكَتْ فَا تَاكَ فَاسِقٌ۔ یعنی خاموش رہ کہ تو فاسق ہے۔ پس حق تعالیٰ نے کلام امیر کی تصدیق کے لئے آئیہ مذکورہ نازل فرمایا۔ ولید مذکورہ نے فتح مکہ معظمہ میں شمشیر کی ہیبت اور خوف سے اسلام قبول کیا تھا۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ اس کو کوفہ کا والی بنایا۔ اور اس نے ہر وقت شراب خوری پینا شغل بنایا۔ یہاں تک کہ ایک روزہستی کی حالت میں صبح کی فرض نماز کو چار رکعت ادا کیا۔ اور سلام پھیرنے کے بعد مومنوں سے حاجی طلب

ہو کر کہا۔ اگر تم جاہو۔ تو چند رکعت اور زیادہ کروں کہ توفیق میری رفیق ہوئی ہے۔ اور دوسری بار عینِ امامت کی حالت میں قے کی۔ اور شراب کی پلید بُو سے ولید کافسق ظاہر ہو گیا۔ اور اسی سبب سے حکومت کو فہ سے معزول ہوا۔ اور روم میں جو بغداد سے مغرب کی طرف واقع ہے۔ فوت ہوا۔ اور حسان بن ثابت انصاری نے اس کے حسب حال نظم کہی ہے۔ اشعار

أَنْزَلَ الْكِتَابَ الْعَزِيزَ فِي عِلِّيٍّ وَفِي الْوَلِيدِ قِرَانًا
فَتَبَّوْا الْوَلِيدُ مِنْ ذَاكَ فَسَقَا وَعَلِيٌّ مُبْتَوٍ إِيْمَانًا
كَيْسَ مَنْ كَانَ مُؤْمِنًا عَرَفَ اللَّهُ كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا خَوَانًا
سَوَوْفَ يُجْزَى الْوَلِيدُ حَزَنًا وَنَالًا وَعَلِيٌّ لَوْ شَكَتْ يُجْزَى جِنَانًا
فَعَلِيٌّ يَلْفِي لَدَى الْعَرْشِ عَزًّا وَوَلِيدٌ يَلْفِي هُنَاكَ هَوَانًا

معنی بیت اول۔ اللہ تعالیٰ نے کتابِ خدا کو علی کے باب میں اور ولید کے باب میں ساکتہ ساتھ نازل فرمایا۔
دوم۔ پس ولید اس سے فسق کے واسطے مہتیا ہوا۔ اور ایبر المؤمنین ایمان کے واسطے مہتیا ہوئے۔
سوم۔ جو شخص کہ مومن اور خدا کا شناسا ہو۔ وہ اس شخص کی مانند نہیں جو فاسق اور خیانت کر نیوالا ہو۔
چہارم۔ ولید کو عنقریب غم اور آتشِ دوزخ کی جزا ملے گی۔ اور بیشک علی کو بہشت جزا میں ملے گی۔
پنجم۔ پس علی عرش کے نزدیک عزت سے ملاتی ہوں گے اور ولید وہاں خواری اور ذلت سے ملاتے ہیں۔
مؤلف۔ کہتا ہے کہ ولید کی شرابِ خوری کا قبضہ جو سنہ ہجری میں ظاہر ہوا۔ اکثر تاریخوں مثل اعظم کوئی اور رؤفۃ الاحباب میں بھی مفصل طور پر مرقوم ہے۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ كُنْتُمْ لَمْ تَعْلَمُوا مَا بَلَّغْتُمْ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ^{مَنْعَةً} یعنی اے وہ شخص کہ تو نبی مرسل ہے جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ پر نازل ہوا ہے۔ اس کو پہنچا ہے۔ اور اگر تو یہ کام نہ کرے تو بیشک تو نے اپنے کردگار کے پیغام اور رسالت کو نہ پہنچایا ہوگا۔ فرمانِ بجالا کہ حق سبحانہ تجھ کو لوگوں کی بدی اور ضرر سے محفوظ اور محفوظ رکھے گا۔

حلیۃ الاولیاء اور تفسیر تعلیمی میں بلا بن عازب سے روایت ہے کہ جب آیہ مذکورہ مقام غدیر خم میں جو کہ اور مدینہ کے ماہین ہے۔ نازل ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میر پشتریف لے جا کر فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فِهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاَهُ۔ یعنی جس شخص کا میں مولا اور خداوند ہوں۔ پس یہ علی۔ اس کا مولا اور خداوند ہے۔ اس وقت عمر بن خطاب نے کہا۔ يَا عَلِيُّ أَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَمَوْلَىٰ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ یعنی اے علی تم کو مشرودہ اور بشارت ہو کہ میرے اور تمام مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے خداوند ہو گئے۔

اور حافظ ابن مردویہ مناقب میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ہم عہد رسول خدا میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْمُؤْمِنِينَ**۔ یعنی اے رسول جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ پر نازل ہوا ہے کہ بیشک علیٰ مومنوں کا خداوند اور آقا ہے۔ لوگوں کو پہنچا ہے۔

نیز ابن مردویہ ابن عباس اور زید بن علی سے روایت کرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا۔ کہ امیر مومنان کے فضل و کمال کو ظاہر کرے۔ اور اس کے باب میں جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بیان کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی۔ اے پروردگار میری قوم امور جاہلیت کے قریب اور حدیث العہد یعنی نازہ مسلمان ہیں اس حکم کی تاب نہ لائیں گے۔ بعد ازاں اس منزل سے گذر کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور حج سے فارغ ہو کر مراجعت فرمائی۔ اور غدیر خم کی منزل میں نزول فرمایا جن سبحانہ نے آیہ مذکورہ بھیجا پس حضرت امیر المؤمنین کا بازو مبارک اپنے دست حق پرست میں تھا اے ہاہ تشریف لائے۔ اور نیز پرتشریف لے گئے۔ اور توحید باری تعالیٰ کے ادا کرنے کے بعد اصحاب مستطاب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ **الَسْتُ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِكُمْ** یعنی کیا میں اے مومنو! تمہارے نفسوں سے بہتر نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کی۔ **يَا رَسُولَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** آپ ہر طرح سے ہم سے اولیٰ تر ہیں۔ اس وقت زبان معجز بیان سے فرمایا۔ **مَنْ كُنْتُ مَوْلَا فَمَعْلَىٰ مَوْلَاؤُهُ اللَّهُمَّ وَالِّ مِنَ وَالِاهُ وَ عَادَ مَنْ عَادَاهُ وَأَعَانَ مَنْ أَحَدَلُ مَنْ خَدَلَهُ وَالصُّمُوعِنَ لَصُوعَةٍ**۔ یعنی جس شخص کا کہیں مولا اور خداوند ہوں پس علیٰ اس کا مولا اور خداوند ہے۔ اے بار خدا تو اس شخص کو دوست رکھ جو علیٰ کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس شخص کو جو علیٰ کو دشمن رکھے۔ اور مدد کر اس شخص کی جو علیٰ کی مدد کرے۔ اور چھوڑ دے اس شخص کو جو علیٰ کو چھوڑ دے۔ اور نصرت کر اس شخص کی جو علیٰ کی نصرت کرے۔ **راوی** بیان کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اس آئیہ کریمہ اور حدیث نبوی کے موافق امیر المؤمنین کی ولایت صحابہ اور دیگر تمام اہل اسلام کی گردن پر واجب اور فرض ہو گئی۔ **نظم**

رواز برائے سر دین خویش تا بے ساز ز خاک پائے جو ان مرد و آل من والاہ

ز دل عداوت او دور دار تا نہ خوری ز تیغ لفظ نبی ز خشم عدا من عاواہ

نیز مناقب ابن مردویہ میں ابن ہارون عبدی سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میری رائے اور اجتہاد خوارج کی رائے کی طرف مائل تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ابوسعید خدریؓ سے سنا کہ وہ کہتے تھے ہجرات ہجرات۔ لوگ چھ فرضوں پر مامور ہوئے تھے۔ پانچ پر تو عمل کیا۔ اور ایک فرض کو جہالت سے ترک کر کے راہ ضلالت پر پڑ گئے۔ ایک شخص نے پوچھا وہ پانچ فرض کون سے ہیں۔ جواب دیا۔ **کلمہ طیبہ**۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ حج اور ماہ رمضان کے روزے۔ سائل نے پوچھا کہ وہ ایک فرض

کو نسا ہے جس کو لوگوں نے ترک کر دیا ہے۔ ابوسعید غدیری نے جواب دیا کہ ولایت علی بن ابی طالب اس شخص نے کہا کہ امیر کی دوستی کیا ان پانچ فرضوں کے ساتھ فرض کی گئی ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ ہاں۔ اس مرد نے کہا۔ تب تو لوگ کافر ہو گئے ہوں گے۔ کہ مرتضیٰ علی کی ولایت کا حق بجا نہیں لائے ہیں۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اس میں میرا کیا گناہ ہے؟ نظم

لمؤلفہ سرمایہ زندگانیم حجت علی است
پیرایہ شادمانیم حجت علی است
ساجی سوئے کعبہ رفت من بوئے نجف
چوں کعبہ جاودانیم حجت علی است
ایضاً ہر واہ انوار جمال علم
دیوانہ اسرار کمال علم
از جملہ جهانیان بریدہ کشتی
واللہ کہ طالب وصال علم

منقبت ۱۲ - قوله تعالى۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا
یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کیا۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کی۔ اور تمہارے واسطے دین اسلام پر راضی ہوا۔ مناقب ابن مرویہ میں ابوسعید غدیری سے مروی ہے کہ آپ کریمہ غدیر خم کے روز اس وقت نازل ہوا۔ جبکہ سید المرسلین نے امیر المؤمنین کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا پس نازل ہونے کے وقت فرمایا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بِاَكْمَالِ الدِّينِ وَ اَتِمَامِ النِّعْمَةِ وَ رِضَا الرَّبِّ بِرِضَا النَّبِيِّ وَ وِلَايَةِ عَلِيٍّ -

نظم لمؤلفہ ہم نکس کہ بمصطفیٰ تختیں یار است
ہم نکس کہ ولش خزینہ اسرار است
ہم نکس کہ جمیع مومنان مروار است
سلطان دو کون حیدر کرار است
نظم ایضاً یکتائی و پاکی بخدا سے زبید
سلطانی عالم بقا سے زبید
محبوبی او بمصطفیٰ سے زبید
شاہی جہاں بہ مرتضیٰ میں زبید

منقبت ۱۵ - قوله تعالى۔ اَجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ
اَلْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْ قِيَامَتْ نِعْمَتِيْ لَكُمْ كُوْبَانِيْ بِلَانَا
مسجد الحرام کو آباد کرنا اس شخص کی مانند قرار دیا ہے۔ جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائے اور راہ خدا میں
جہاد کرے وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں (واحدی نے اسباب نزول میں روایت کی ہے کہ امیر المؤمنین
علی اور عباس اور طلحہ بن شیبہ نے فخر کیا۔ اور اپنے اپنے کارنامے بیان کئے۔ عباس نے کہا میں صاحب
سقاہ ہوں یعنی حاجیوں کو پانی پلانا مجھ سے متعلق ہے۔ طلحہ نے کہا۔ میں خانہ کعبہ کا مجاور ہوں اور اس کی کنجی
میرے ہاتھ میں ہے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا۔ تم کیا کہتے ہو؟ میں نے سب لوگوں سے پہلے رسول
خدا کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور میں ہوں صاحب جہاد۔ اس وقت حق تعالیٰ نے یہ مذکورہ بھیجا۔ اور اس

آیہ کریمہ کی تفسیر یہ ہے۔ کہ کیا تم نے حاجیوں کو پانی دینے اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اس شخص کی مثل قرار دیا ہے۔ جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لایا ہے۔ اور اس نے راہِ خدا میں جہاد کیا ہے۔ یہ صفیتیں خدا کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔ بعد ازاں مزید تشریح کی وجہ سے ارشاد فرمایا۔ اَلَّذِينَ آمَنُوا وَهَلَبُوا وَبَاءُوا هَدَىٰ سَبِيلَ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ اَعْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يَنْبَشِرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَعَلَتْ لَهُمْ فِيهَا نِعِيمًا مُّثْقِيمًا خَالِدِينَ فِيهَا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ اَجْرٌ عَظِيمٌ ^۱ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے راہِ خدا میں مہاجرت اور جہاد کیا ہے۔ خدا کے نزدیک ان کا درجہ دوسرے لوگوں سے عظیم تر ہے اور یہی لوگ فائز اور رستگار ہیں۔ انکا پروردگار ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی اور بہشتوں اور لذتوں کی خوشخبری اور بشارت دیتا ہے۔ جہاں ان کے لئے قائم رہنے والی نعمتیں ہیں۔ دنیا لیکہ وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بیشک اللہ کے نزدیک بڑا اجر حاصل ہے۔

واحدی ان آیات مذکورہ کے درج کرنے کے بعد کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دعویٰ میں سچا کیا۔ اور اس کے لئے ایمان اور مہاجرت اور جہاد کی گواہی دی۔ اور اس کو تزکیہ کر کے تعریف کی۔ اور اس کی منزلت کو رفیع اور بلند کیا۔ کیونکہ اس کی شان میں ایسی آیات نازل کیں۔ اور اس کا مرتبہ اس مقام پر پہنچایا کہ نبی کے بعد کوئی شخص اس درجہ پر نہیں پہنچتا۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالٌ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنْتَالُ عَهْدِيْ الظَّالِمِيْنَ۔ (بقدر ۵۷)۔ یعنی خدا حضرت ابراہیم سے خطاب کرتا ہے اور اصفیا اور امانت و احسان کے طور پر فرماتا ہے کہ میں نے تجھ کو خلائق کا امام اور پیش رو بنایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے خالق بیچوں سے عرض کی کہ میری ذریت اور اولاد کو بھی ایسا ہی کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا عہد و پیمان جو امامت اور خلافت ہے تیرے ان فرزندوں کو نہ پہنچے گا۔ جو بت پرست ہوں گے۔ جمہمدی عبد اللہ بن سعور رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ سید المرسلین نے اس آیت کے شان نزول میں فرمایا ہے کہ ابراہیم کی دعا اور درخواست جو اپنی ذریت کے لئے فرمائی تھی منتہی ہو کر اس امام کو پہنچی جس نے ہرگز کسی بت کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ اسی سبب سحیح تعالیٰ نے مجھ کو پیغمبر مسل بنایا۔ اور علی کو میرا وصی مقرر کیا۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ يَاٰ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ^۲ یعنی لے وہ لوگ جو ایمان لئے ہو۔ راہِ خدا میں پرہیزگار ہو۔ اور راست گویوں کے ہمراہ رہو۔ ابن مردودیا اور اخطب خطبہ خوارزم اپنی مناقب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔

یعنی جناب امیر اور ان کے اصحاب کے ساتھ رہو۔ کیوں کہ حدیث نبوی کے موافق (اس آیت میں)

صداقین امیر المؤمنین اور ان کے اصحاب عالی جناب سے کنایہ ہے۔

نظم۔ (مولف) سر حلقہ اولیا علی ولی است شاہنشاہ اصفا علی ولی است

محبوب و محبوب عین ذات احمد واللہ کبے ریا علی ولی است

منقبت^{۱۸}۔ قولہ تعالیٰ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ لِّوَلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ یعنی لے محمد تو مرف

ڈرانے والا ہے۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی اور راہنما ہے۔ (ردعلا)

محدث۔ حنبلی اپنی مسند میں اور شریبہ فردوس الاخبار میں اور ابن مردودہ اپنی مناقب میں ابن عباس

سے روایت کرتے ہیں۔ حنبلی کی روایت یہ ہے کہ جب آیہ مذکورہ نازل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا مُنْذِرٌ اور ڈرانے والا میں ہوں۔ اور اپنے ہاتھ سے علی مرتضیٰ کے

کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ یا علی خلقت کا ہادی اور رہنما تو ہے۔ اور میرے بعد تیرے سبب سے

لوگ راستہ پائیں گے۔ اور فردوس الاخبار کی روایت یہ ہے کہ جب آیہ مذکورہ ہوا۔ تو آنحضرت نے فرمایا

میں مُنْذِرٌ ہوں اور علی ہادی ہے۔ اور لے علی اہل ہدایت تیرے ذریعے اور واسطے سے ہدایت پائیں گے

نہ کہ تیرے بغیر کے واسطے سے۔ اور ابن مردودہ کی روایت یہ ہے کہ آنحضرت نے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ۔ پڑھا اور

اپنے ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ فرمایا لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ پڑھ کر جناب امیر کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا۔

ہدایت یافتہ لوگ میرے بعد تیرے سبب سے راستہ پائیں گے۔

نظم۔ (مولف) اگر تمام جہان دشمن است نیست غنی کو دوستی زہرہ صدق با خدا دارم

اگرچہ موئے بوئے عاصی و گنہگارم دلے چرخ کہ شفیعی چو مصطفیٰ دارم

مرا بہ خضر و بکس نیست حاجتے کشفی کہ رہنا بہ حق چو مرتضیٰ دارم

منقبت^{۱۹}۔ قولہ تعالیٰ۔ وَاِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ۔ اور بیشک میں

ضرور بخشنے والا ہوں اس شخص کو جو توبہ کرے اور ایمان لائے۔ اور عمل نیک کرے پھر ہدایت پائے صواعقِ محرقہ

میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہا ورتاب شیبانی سے مروی ہے کہ تم اہتدای سے اہلبیت کی پیروی مراد

ہے۔ اور مسند احمد بن حنبل۔ کتاب شفا۔ دستور الحقائق اور ہدایت السعداء میں امیر المؤمنین سے روایت ہے

کہ آنجناب نے فرمایا کہ آنحضرت نے حسین علیہم السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا مَنْ احببتنی وَاَحَبَّتْ هَذَيْنِ وَاَبَا

هُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ یعنی جو شخص مجھ کو اور ان دونوں کو اور ان کے ماں

اور باپ کو دوست رکھے۔ وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ اور جن کہتے ہیں کہ کان معنی درجہ

میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا سے قرب شہو کی معیت مراد ہے اور جن نے قرب شہو کے ساتھ مکان

اور منزل کی محبت مراد لی ہے۔ اور شہوت میں مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ دجو کوئی کسی قوم کو دوست رکھے وہ انہی میں سے ہونا ہے۔ کو پیش کیا ہے۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا خدا کا یہی ارادہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے رجس کو دور کرے اور تم کو پاک کرے جو پاک کرنے کا حق ہے۔ صواعقِ محرقہ میں مروی ہے کہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ آیہ مذکورہ علی رضی اللہ عنہما اور حسین کی شان میں نازل ہوا ہے۔ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آیہ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر ان پر اٹھا کر یوں دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ هُوَ لَوْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَخَاصَّتِيْ اِذَا هَبَّ عَنْهُمْ الرِّجْسُ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا یعنی اے بار خدایہ لوگ میرے اہل بیت اور میرے خاصہ و مخصوص ہیں ان سے رجس کو دور کر۔ اور ان کو پاک کر۔ جو پاک کرنے کا حق ہے۔ اور بموجب ایک روایت کے فرمایا۔ اَلَا مَنْ اَذَى قَرَابَتِيْ فَقَدْ اَذَى وَاِنِّيْ وَمَنْ اَذَى وَاِنِّيْ فَقَدْ اَذَى اللّٰهُ۔ یعنی آگاہ اور خبر دار ہو۔ کہ جو کوئی میرے اہل بیت کو ایذا دے پس بیشک اس نے مجھ کو ایذا دی۔ اور جو کوئی مجھ کو ایذا دے۔ اس نے خدا کو ایذا دی ہے۔ اور بموجب ایک اور روایت کے آنحضرت نے فرمایا۔ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يَدْرِيْ مِنْ عَبْدِىْ حَتَّى يَخْبُرَنِىْ وَلَا يَخْبُرُنِيْ حَتَّى يَخْبُرَ دَرِيْ قَرَابَتِيْ يَعْنِيْ قِسْمَ هِيَ اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کو کوئی شخص ایمان نہیں لاتا جب تک کہ مجھ کو دوست نہ رکھے۔ اور کوئی شخص مجھ کو دوست نہیں رکھتا جب تک کہ میرے اہل بیت کو دوست نہ رکھے۔

اور صحیح مسلم مصابیح اور مشکوٰۃ میں اَلْمُؤْمِنِيْنَ عَالَمَةٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سے اور تفسیر تعلیٰ اور فصل الخطاب میں ابن عباس مقاتل سے روایت ہے کہ آیہ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت سیاحہ بالوں کی چادر اوڑھے تھے۔ کہ امیر المؤمنین علی۔ فاطمہ زہرا اور حسین آئے۔ حضرت نے ان کو اس چادر کے نیچے لے کر آیہ مذکورہ کو تلاوت فرمایا۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ فَمَنْ حَاكَمَكَ فَيَكُ مِنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کہ آپس جو کوئی اس کے باب میں تیرے پاس علم آنے کے بعد جھگڑا کرے۔ پس تو کہہ کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ اور پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

صحیح مسلم مصابیح اور مشکوٰۃ میں سعد و قاص سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ جب آیہ مذکورہ نازل ہوا۔ سیدانہی نے مرتضیٰ علی۔ فاطمہ اور حسین کو طلب کر کے فرمایا۔ هُوَ لَوْ اَهْلُ بَيْتِيْ۔ اور

صواعقِ محرقہ اور کشفِ زمخشری میں مرقوم ہے کہ اس آیت سے بڑھ کر آلِ عبا کے افضل ہونے پر اور کوئی قوی اور زبردست دلیل نہیں ہے۔ اور آلِ عبا سے مرتضیٰ علیؑ۔ فاطمہؑ اور حسینؑ مراد ہیں۔ کیونکہ رسولؐ نے اس آیت کے نزول کے بعد مباہلہ کے وقت ایک پہلو میں حسنؑ کو۔ اور دوسرے پہلو میں حسینؑ کو اور منہ کے سامنے مرتضیٰ علیؑ کو۔ اور پیٹھ کے پیچھے فاطمہؑ کو جگہ دے رکھی تھی۔ پس معلوم ہوا۔ کہ حق سبحانہ نے مرتضیٰ علیؑ کو نفسِ سعید اور ان کی اولاد اور ذریت کو آنحضرتؐ کے ابناء اور نساہ فرمایا ہے۔

منقبت ۲۱۔ قوله تعالى: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَیْكَ يَا اَبُو الْبَرَاءِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلُّوْا تَسْلِيْمًا اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنِیْ اللّٰهَ تَعَالٰی اور اس کے فرشتے نبیؐ پر صلوة بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم نبیؐ پر صلوة و سلام بھیجو۔ صواعقِ محرقہ میں کتب سے روایت ہے کہ آیہ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ آپ تعلیم فرمائیں کہ ہم آپ پر کیوں کر صلوة و سلام بھیجیں۔ فرمایا کہو اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔ اور حاکم کی روایت میں ہے کہ صحابہ نے رسول خدا سے پوچھا کہ ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کیوں کر صلوة بھیجیں۔ فرمایا کہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ رَاوِی کہتا ہے کہ صحابہ کے سوال اور حضرت رسولؐ کے جواب کی بنا پر نصِ قطعی کے بموجب ظاہر دلیل اس امر پر ہے کہ صلوة کا حکم اہل بیت اور بقیہ آل کے لئے ہے منقول ہے کہ صحابہ میں سے ایک شخص نے وعلیؑ آلِ مُحَمَّدٍ کہا۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ مَنْ فَارَقَ بَيْتِیْ وَبَيْنَ اِلٰی بَعْلِیْ فَلَيْسَ اُمَّتِیْ۔ (جو کوئی تجھ میں اور میری آل میں لفظ علی سے جدائی ڈالے پس وہ میری امت سے نہیں)۔

منقبت ۲۲۔ قوله تعالى سَلَامٌ عَلَیْ اٰلِ یٰسِیْنَ۔ سلام ہو آلِ یسین پر، نیز صواعق میں مرقوم ہے کہ مفسرین کی جماعت نے بن عباس سے نقل کیا ہے کہ آیہ مذکورہ سے آلِ محمدؐ پر سلام مراد ہے۔ اور بعض قائل ہیں کہ ایسا ۱۰ پیغمبر مراد ہے کیونکہ ایسا بن بھی وارد ہوا ہے۔ جیسے میکائیل، میکال، لیکن یہاں قول صحیح یعنی سب سے صحیح ہے۔

منقبت ۲۳۔ قوله تعالى: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْہُمْ عَلٰی اللّٰهِ تَعَالٰی نے اس عبادت پر عذاب نہیں کیا ہے۔ جن میں تو موجود ہو۔ نیز صواعقِ محرقہ میں منقول ہے کہ اَنْتَ فِیْہُمْ (تو ان میں ہو) سے مراد اہلبیتِ اہلِ زہد کے لئے ان ہیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اَلشُّجُوْمُ اَمَّا نٌ لِّاَهْلِ السَّمَاءِ وَاَهْلِ بَيْتِیْ۔

۱۔ اکثر روایات میں وارد ہے کہ آگے جناب رسالتاب۔ وائیں جانب حسنؑ اور بائیں جانب حسینؑ پیچھے جناب فاطمہؑ اور ان کے پیچھے علیؑ مرتضیٰ مباہلہ میں تشریف لے گئے تھے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔

۲۔ اہل تحقیق کے نزدیک علیؑ نہیں علیؑ ہے۔ مترجم۔

اَمَّا نِوَالْمَتَّىٰ وَيَعْنِي جِسْمَ طَرَحِ اِبْلِ اَسْمَانِ نَجُومٍ يَعْنِي سِتَارِوَلِ كَيْ وَجُودِ سَعَةَ قَائِمٍ هِيَ - اِسْمِ طَرَحِ اِبْلِ زَيْمِنِ مِيرِ سَعَةَ اِبْلِ بَيْتِ كَيْ وَجُودِ سَعَةَ قَائِمٍ هِيَ بِعَيْنِ دُنْيَا كَا قَائِمٍ رَهْنَا مِيرِ اِبْلِ بَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ كَيْ وَجُودِ زَيْمِ سَعَةَ وَبِالسَّعَةِ هِيَ -
منقبت ۲۵ - قوله تعالى - وَكَسَوْنَا فُجُورَكَ بِرَبِّكَ فَذُرْنِي مَعِيَ عَمِي حَقَّ تَعَالَىٰ اِيَّاهُ مِنْ حَيْبِ سَعَةَ
 احسان کا وعدہ کرتا ہے - اور ارشاد فرماتا ہے - اے محمد تیرا پروردگار تجھ کو بیشک اس قدر عطا فرمائے گا کہ تو
 راضی ہو جائے - نیز صواعقِ محرقہ میں مرقوم ہے کہ قرطبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی خدائے عزوجل کی توحید
 اور میری نبوت اور علی وفاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام (جو میرے اہلبیت ہیں) کی ولایت کا اقرار کرے
 بیشک اس کو قیامت کے دن عذاب نہ کیا جائے گا۔

منقبت ۲۶ - قوله تعالى - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ اللّٰهُمُ الْوَجْهَ الَّذِيْ يُدْرِكُوْنَ اَبْوَابَ
 یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے جلدی ہی ایسا ہوگا کہ حضرت جنم ان کے واسطے ایک محبت پیدا کرے
 مناقب خطیب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت امیر المؤمنین کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ
 پروردگار عالمین نے اس جناب کے واسطے مومنوں کے دلوں میں محبت اور مودت پیدا کی ہے - اور ابن مردویہ نے
 اپنے مناقب میں براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی سے فرمایا یا علی - یوں دعا
 کرو - اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ عَهْدًا اَوْ اجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ وُدًّا اَوْ اجْعَلْ لِّيْ فِيْ صُدُوْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَوَدَّةً -
 یعنی اے خدا اپنے نزدیک عہد اور محبت قرار دے - اور میرے لئے مومنوں کے سینوں میں مودت پیدا کر۔
 فَكَزَلْنَا هٰذِہِ الْاٰیةَ - اس وقت یہ آئیہ نازل ہوا۔

منقبت ۲۷ - قوله تعالى - وَقَفُوْهُمُا لِّہُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ یعنی قیامت کے دن حکم ہوگا کہ
 خلقت کو کھڑا کرو کہ ان سے پوچھا جائے گا - مناقب ابن مردویہ میں ابن عباس سے اور سند احمد بن حنبل
 میں ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ خلافت سے علی بن ابی طالب کی دوستی کی بابت سوال کیا جائے گا۔
 فرورس الاخبار میں ابن عباس اور ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا -
 کہ قول حق تعالیٰ کے معنی یہ ہیں - یَسْأَلُوْنَ عَنِ الْاَقْرَارِ بِوِکَاۤیۃِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ - یعنی علی بن ابی طالب
 کی ولایت کے اقرار کرنے کی بابت لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔

مؤلف کہتا ہے کہ بعض کتب احادیث میں دیکھا گیا ہے کہ تمام انبیاء نے شبِ معراج میں قاب قوسین سے اقلین
 سے کہا کہ ہم سب لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ - کی شہادت پر اور آپ کی نبوت اور علی بن ابی طالب کی ولایت
 کے اقرار کرنے پر معوث ہوئے۔

منقبت^{۲۵}۔ قوله تعالى۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (پتہ)
 مناقب ابن مرویہ اور خطیب خوارزم میں زید بن شریح انصاری سے جو امیر المومنین کا کاتب تھا۔ مروی ہے کہ میں
 نے علی رضیٰ عنہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ رسول خدا نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ درآخالیکہ وہ جناب میرے سینہ پر تکیہ
 لگائے ہوئے تھے۔ اے بھائی کیا تو نے خدا تعالیٰ کا قول نہیں سنا کہ فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ ایمان لائے۔ اور
 انہوں نے اعمال صالح کئے۔ وہ گروہ بہترین مخلوقات ہیں۔ وہ تو اور تیرے محب ہیں۔ اور میرا اور تمہارا وعدہ گاہ
 حوض کوثر ہے۔ اور جس وقت کہ تمام امتیں محاسبہ کے واسطے زانو کے بل آئیں گی۔ اس وقت تم بلائے جاؤ گے
 درآخالیکہ تمہارے ہاتھ پاؤں اور پیشانی نورانی ہوگی۔ اور خطیب خوارزم نے ایک اور روایت جابر بن عبد اللہ
 انصاری سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صحابہ کبار کی ایک جماعت حاضر تھی۔ کہ رضیٰ علیہ
 وہاں آئے۔ فرمایا کہ میرا بھائی تمہاری طرف آیا۔ بعد ازاں اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اس ذات
 کی قسم ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ اور اس کے محب قیامت کے
 روز رستگار ہیں۔ اور یہ خدا پر ایمان لانے میں تم سے سابق اور اول اور خدا کے عہد پیمان
 پر وفا کرنے میں تم سب سے پیشتر۔ اور خدا کے حکم پر قیام کرنے میں تم سب سے بہتر۔ اور رعیت کے
 حق میں تم سب سے بڑھ کر عادل۔ اور از لہوئے زیادتی اور مزیت خدا کے نزدیک تم سب سے
 نیکوتر ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ آئیے مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد جب مرتضیٰ علی آتے۔ اصحاب
 رسول کہتے جَا خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ یعنی بہترین مخلوقات آیا۔ قطعہ

گر پرست کے کہ علیؑ را نظیر هست با او بگو کہ آبِ بھوئے گلاب نیست!

در نزد کعبہ یا بجز از ختمِ انبیاؑ کس را مقام و منزلتِ بوتراب نیست

منقبت۔ قوله تعالى۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّٰتٍ وَّ نَهْرٍ فِيْ مَقْعَدٍ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّمْتَدِرٍ (پتہ)

یعنی پرہیزگار لوگ بڑی قدرت والے بادشاہ کے پاس صدق کی نشستگاہ میں بہشتوں اور بہتی ندیوں میں
 ہیں مناقب ابن مرویہ میں جابر انصاری سے مروی ہے کہ ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس
 آپ کے اصحاب نے جنت کو یاد کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اہل جنت میں سے پہلے جو شخص جنت میں داخل ہوگا۔ وہ
 علی بن ابی طالب ہے۔ ابو دجانہ انصاری نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اپنے ہم کو خبر دی ہے کہ جنت انبیا پر حرام ہے
 جب تک میرا گذر جنت میں نہ ہو۔ اور تمام امتوں پر جنت حرام ہے۔ جب تک کہ میری امامت داخل نہ ہو۔ فرمایا ہاں کیا
 تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ خدا نے عزوجل کا ایک لوداعلم، نور کا ہے اور ایک عمود (ستون) یا قوت کا ہے۔ جس پر لکھا ہے
 لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاٰلُ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ * وَصَاحِبُ اللّٰوِءِ وَاِمَامُ الْاِقْيَامَةِ

عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ (خدا کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں۔ اور محمد خدا کا رسول ہے۔ اور محمد کی آل تمام مخلوق سے بہتر ہے۔ اور اس علم کا مالک اور قیامت کا امام علی بن ابی طالب ہے) جابر کہتے ہیں کہ جب نبی نے ولی کو اس منقبت سے خوش اور شادمان فرمایا۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ خدا کا شکر و احسان ہے۔ جس نے آپ کے طفیل ہم کو مکرم اور مشرف فرمایا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے میرے بھائی! تجھ کو بشارت ہو۔ جو شخص اپنے آپ کو تیری محبت سے منسوب کرے۔ اور تیری مودت کو ثابت اور متحقق کرے۔ حق سبحانہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو ہمارے ہمراہ مشور کرے گا۔ اس وقت یہ آیت پڑھی۔ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ اور مناقبِ خطیب میں جابر سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتضیٰ علی سے فرمایا جو شخص تجھ کو دوست رکھے۔ اور تجھ سے تولا کرے۔ حق تعالیٰ اس کو ہمارے ہمراہ ہماری منزل میں ساکن کرے گا۔ بعد ازاں آیہ مذکورہ تلاوت فرمایا۔

نظم (مولف) تا چند خراب بچو خاشاکِ وحشی و ز فرطِ ہوس بہر طرفِ چوں گسی
گر قربِ انخواہی لے سالکِ راہِ رُو دوستی علیٰ گزینِ تابہ رسی

منقبت ۳۲۔ قولہ تعالیٰ۔ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ التَّعِيمِ ۵
مناقبِ خطیب اور کشف النور میں ابن عباس سے مروی ہے کہ میں نے رسول سے اس آیت کریمہ کے معنی پوچھے فرمایا جبرئیل نے مجھ سے کہا۔ وہ علی اور اس کے محب ہیں۔ جو جنت میں سابق اور پیش رو ہیں اور خدا کے نزدیک مقرب ہیں۔ اس کرامت اور بزرگی کی وجہ سے جو ان کو حاصل ہے۔

منقبت ۳۳۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْكُمْ بِالْاَحْزَابِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَّا كٰبِتُوْنَ (موتوں) یعنی جو لوگ کفر سے ایمان نہیں لاتے ہیں۔ وہ (صراط) سیدھی راہ سے الگ ہیں + محدثِ ضعیف فرماتے ہیں صراط سے محمد اور آل محمد مراد ہے۔ اور ابن مردویہ نے امیر المؤمنین سے روایت کی ہے۔ کہ آنجناب نے فرمایا۔ جو لوگ کہ ایمان سے بہرہ نہیں رکھتے۔ وہ ہماری ولایت سے الگ اور کٹے پر ہیں۔ کیونکہ صراطِ مستقیم سے الگ بیت کی محبت اور ولایت مراد ہے۔

منقبت ۳۴۔ قولہ تعالیٰ۔ قُلْ اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰنِ (یعنی اے محمد اپنی امت سے یہ کہہ دے کہ میں نے تم کو ظلمتِ کفر سے نکال کر نورِ اسلام سے مشرف کیا میں اس کا اجر نہیں چاہتا۔ مگر اہل بیت کی دوستی۔ فصل الخطاب۔ ہدایت السعداء اور کشف الغمہ میں مرقوم ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد خاتم الانبیاء علیہ من الصلوٰۃ افضلها و اکملها سے سوال کیا گیا۔ کہ وہ جماعت کو نسی ہے جن کی محبت و مودت تمام مخلوق پر واجب ہوئی ہے۔ حضرت نے تاکید کے طور میں

دفعہ فرمایا۔ علیؑ - فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام ہیں۔

منقبت ۳۳۔ قولہ تعالیٰ - قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا اَبْدِنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمِنْ عِنْدِ كُ عِلْمِ الْكِتَابِ ۝^(۱)
یعنی اے محمدؐ کہہ دے کہ حق تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہونے میں کافی ہیں۔ **محدث** حنبلی نے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس کتاب کا علم ہے۔ وہ شخص حدیث اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا کے بموجب علی ابن ابی طالب ہے اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن سلام سے جو قوم یہود کا دانشمند آدمی تھا۔ اور آخر میں شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا سے دریافت کیا۔ جس شخص کے پاس کتاب کا علم ہے کون ہے؟ حضرت نے کلمہ حصر کے ساتھ فرمایا۔ کہ وہ علی کے سوا اور کوئی نہیں۔

ترجمہ منظوم از پیہر سوال کر دیکے کہ بگو نزدیکت علم کتاب؟
در جواب از رہ صواب گفت نیست آل جز علیؑ نکو در باب

منقبت ۳۴۔ قولہ تعالیٰ - وَاللَّحْمِ اِذَا هُوَ مَاصِلٌ صَاحِبِكُمْ وَمَا عَوَىٰ وَمَا يَطُّقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنَّ هُوَ الْاَوْحَىٰ يُوْحِيْ نَمِ الْوَعْيِ حَقِّ سَجَانِ تَعَالَى سِتَارَهٗ زِهْرَهٗ كِي قَمِّ كَا كَرَفَاتَا هٗ۔ اس ستارے کی قم جو نیچے گرا کہ تمہارا صاحب گمراہ نہیں ہوا۔ اور ہوا ہوس کی رو سے بات نہیں کرتا۔ اس کی گویائی وحی کے سوا نہیں ہے۔ ابن مغزالی مالکی ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم قریش کے جوانوں کی جماعت کے ساتھ مکہ معظمہ میں بیٹھے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں موجود تھے۔ کہ ستارہ نیچے گرا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یہ ستارہ جس شخص کے مکان میں گرا ہے۔ وہی میلر وحی ہے۔ اس جماعت نے اٹھ کر دیکھا۔ کہ وہ ستارہ امیر المؤمنین کے مکان عیاشان میں گرا ہے۔ پس ان لوگوں نے اپنی زیادتی جہالت کے سبب آنحضرتؐ سے کہا۔ تو علیؑ کی محبت کے سبب گمراہ ہو گیا ہے اس سبب سے آیہ کریمہ وَاللَّحْمِ نَازِلٌ هُوَا۔ اور ناقب ابن مرویہ میں نا بیع عرفی سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد میں تھے۔ یہ بات صحابہ کو ناگوار گذری۔ ایک نے کہا کہ عباس۔ ابو بکرؓ عمرو عثمان وغیرہ کو باہر کر دیا۔ اور اپنی جگہ اپنے ابن عم کو ٹھہرایا۔ دوسرے نے کہا۔ اس کی تغلیط اور بلندی منزلت میں کمی نہیں کرتا۔ جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا۔ کہ یہ بات صحابہ کو گراں گذری ہے تو صلوات جامع پڑھی۔ جب تمام صحابہ جمع ہو گئے منبر پر تشریف لے گئے۔ اور خطبہ سے فارغ ہو کر اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا اے لوگو! ان میں نے دروازے بند کر کے تم کو مسجد سے نکالا ہے اور نہ علیؑ کو اپنی جگہ پر ٹھہرایا ہے۔ اس وقت آیہ وَاللَّحْمِ اِذَا هُوَ تِلَاوَتِ فَرَأَىٰ يَمِيْنِيْ جَوْجِجٍ مِّمِّنْ بُولْتَاهُمُوْنَ وَهٗ سَبَّحِيْ خَدَا سٖ هُوَ تَا هٗ۔ نہ کہ ہوا ہوس سے۔

منقبت ۳۵۔ قولہ تعالیٰ - فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِئِلٌ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝^(۲) یعنی اللہ تعالیٰ

پیغمبر کا نام و مددگار ہے اور جبرئیل اور صالح المؤمنین بھی اس کے مددگار ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں مجاہد سے اور نخعہ اور شارق میں عمرو عاص سے۔ اور مناقب ابن مردویہ میں ابن عباسؓ اور اسابنت عیسیٰ سے مروی ہے کہ میں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ کہ وہ ارشاد فرماتے تھے کہ صالح المؤمنین ترضیٰ علی ہے۔

منقبت ۱۱۱۔ قوله تعالى - يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ (تحریم علی) یعنی جس روز کہ حق تعالیٰ غوار و ذلیل نہ کرے گا۔ اپنے رسول کو اور ان لوگوں کو جو اس پر ایمان لائے ہیں۔ ان کا نور ان کے آگے اور دائیں ہاتھوں کی طرف جاری ہوگا۔ محدث حنبلی نے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب امیر اور ان کے محبتوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پہلے جو شخص جنت کے لباس اور علقوں سے آراستہ ہوگا۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ خدائے عز و جل کے خلیل (دوست) ہیں۔ بعد ازاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیونکہ وہ جناب خدا کے برگزیدہ ہیں۔ اس کے بعد علیؓ ان کے درمیان جنت کی طرف لائے جائیں گے۔ پھر بیان کیا کہ آیه وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ (تحریم علی) سے مراد علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔

منقبت ۱۱۲۔ قوله تعالى - وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالصَّدَقِ وَمَدَّقِيهِ (نور شہد) اور وہ لوگ جو سچائی کے ساتھ آئے اور اس کی تصدیق کی، ابن مردویہ نے مجاہد سے اور محدث حنبلی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ الَّذِينَ جَاءُوا بِالصَّدَقِ سے آنحضرت محمد مراد ہیں اور صَدَقِ بِلہ سے علیؓ۔

منقبت ۱۱۳۔ قوله تعالى - يَوْمَ تَشْهَقُ السَّمَاوَاتُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلُ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِيلًا (قرآن سے) یعنی یاد کر اس روز کو جس روز آسمان شکافہ ہو۔ ابر سفید کی وجہ سے جو ساتویں طبقہ کے اوپر ہے اور اس کی موٹائی اور غلظت سب آسمانوں کے برابر ہے اور وہ سب آسمانوں سے زیادہ بھاری ہے۔ اور قادر مختار آج اس کو اپنی قدرت کا طر سے اپنے مقام پر قائم رکھتا ہے۔ اور قیامت کے دن اس کو آسمانوں پر ڈالے گا۔ اور جس آسمان پر پہنچے گا۔ اس کو بھاڑ دے گا۔

تفسیر حافضی اور تفسیر علی بن ابراہیم میں ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ وہ غمام (بادل) جو آسمانوں کو بھاڑ دے گا۔ وہ امیر المؤمنین علیؓ ہے۔ اس لئے کہ وہ جناب مظہر العجائب اور مظہر الغرائب ہے۔ جس طرح دنیا میں عجیب و غریب امور ظاہر کئے ہیں۔ اسی طرح آخرت میں بھی عجائبات ظاہر کریں گے۔

منقبت ۱۱۴۔ قوله تعالى - وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يُهْتَدُونَ بِالْحَقِّ وَيَعْلَمُونَ أَحْسَنًا (یعنی سہاری مخلوقات میں سے ایک اُمت اور جماعت ہے۔ جو خلقت کو حق کے ساتھ راہِ راست دکھاتے اور ہدایت کرتے ہیں اور حق کی توفیق کے سبب راہِ باطل سے عدول کرتے رہتے ہیں اور حق کی ہمراہی کے سبب عدل کا طریقہ

اختیار کرتے ہیں۔ بحر المناقب اور مناقب ابن مرویر میں مرقوم ہے کہ زادان رضی اللہ عنہ نے علی رضی عنہ سے روایت کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ تَفْتَرُونَ هَذِهِ الْأُمَّةَ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فَوْقَ إِثْمَانٍ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدًا فِي الْجَنَّةِ وَهُمْ الَّذِينَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً تَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَجِدُونَ لَدُنَّ وَهُمْ أَنَا وَشِيعَتِي یعنی یہ امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی۔ بہتر تو دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں۔ یہ کہہ دو وہ ہے جن کے باب میں حق تعالیٰ آیۃ مذکورہ بالا وَمِمَّنْ خَلَقْنَا الخ فرماتا ہے اور وہ میں اور میرے صحابہ میں۔

نظم (مولف) لے کہ از دل طالبِ حق گشتہ آفتابِ اوجِ مطلق گشتہ
دوستی مرتضیٰ را پیر ساز نفسِ دوں را پائے و زنجیر ساز
مہرِ حیدرِ چشمِ دل بینا کند مہرِ حیدرِ قطرہ را دریا کند
مہرِ حیدرِ گرنہ باشد را مہرِ با سے رو و بیچارہ را مہرِ دور سقا
مہرِ حیدرِ مایۂ ایمان من مہرِ حیدرِ زندگی و جان من
گشت از مہرِ علی روشن و لم ہست از مہرِ شمس منور محفلم
گوہر من آمد از بحرِ علی دارم امیدِ ولایت ز آلِ ولی
بندہ حیدرِ زجان و دل شدم زان بنورِ ذاتِ حق و اصل شدم
دست من و امان حیدرِ روزِ حشر نام پاکش بر زبانم روزِ نشر

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزُرْعٍ وَنَخِيلٍ صُنُوفًا یعنی صنوانِ نرما کے اُن دو تین درختوں کو کہتے ہیں۔ جن کی جڑ بنیاد ایک ہو۔ بحر المناقب میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ جناب علی ابن ابی طالب سے فرماتے تھے۔ النَّاسُ مِنْ أَشْجَارِ رَبِّیْ وَأَنَا وَأَنْتَ مِنْ شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ قَرَأَ آيَاتِهِ۔ یعنی سب لوگ دنیا میں مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تو دونوں، ایک درخت سے ہیں۔ بعد ازاں آیۃ مذکورہ تلاوت فرمایا۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَحَمِلُوا الصَّلَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے عمل نیک کئے۔ ان کو جنتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ابن مرویر نے مجاہد سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ آیۃ مسطورہ مرتضیٰ علی۔ حمزہ اور عبیدہ کی شان میں نازل ہوا۔ جبکہ انہوں نے عقبہ اور شیبہ سے جنگ کی۔ اور کفارِ خوار کی شان میں آیۃ ذیل نازل ہوا۔ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَقْطَعَتْ لَكُمْ رَبُّنَا مِنْ نَّارٍ... وَذُو قُوَاعَدَا ابْنِ الْحَرَبِيِّ سوره حج ع ۲۔ یعنی جو لوگ کافر ہوئے۔ اُن کے واسطے آگ کے لباس قطع کئے گئے۔ تاکہ اُن کا عذاب آگ میں سخت ہو۔

منقبت^{۲۲} - قوله تعالى - فَإِنَّمَا أَنتَا هَبْنِي بِكَ فَإِنَّمَا مِنْهُمْ مُتَّقُونَ (زفر) یعنی حق سبحانہ تعالیٰ سید انبیا سے فرماتا ہے۔ ہم اگرچہ تجھ کو عالم بقائیں لے جائیں گے۔ لیکن ان سے یعنی منافقوں سے انتقام لیں گے۔ فردوس الاخبار میں جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے اور مناقب ابن مردویہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت امیر المؤمنین علیؓ کی شان میں نازل ہوئی اس لئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ وہ دعویٰ میرے بعد بیعت توڑنے والوں اور ظالموں سے انتقام لے گا۔

منقبت^{۲۳} - قوله تعالى - وَإِذْ كَفَّوْا مَعَهُ الرَّكِيضِينَ (البقرہ) یعنی تم نماز ادا کرو۔ اور رکوع کرو۔ نماز گزاروں اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ **محدث** جنسلی اور ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ آیت کریمہ محمد مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے اول باہم بل کر نماز اور رکوع کیا ہے۔

منقبت^{۲۴} - قوله تعالى - فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ عَلَى الْأَذْيَانِكَ يَنْظُرُونَ مُطْمَئِنِّينَ یعنی قیامت کے دن۔ جو لوگ کہ ایمان لائے۔ کافروں کے حال کا مشاہدہ کر کے ہنسیں گے اور آراستہ تختوں پر نظر کریں گے۔ **خطیب**۔ خوارزم نے مناقب میں نقل کیا ہے کہ امیر المؤمنین علیؓ اپنے اصحاب علی جناب کے ہمراہ رسولؐ کی طرف آہے تھے۔ پس ابو جہل۔ ولید بن مغیرہ۔ اور عاص بن وائل مشرکین ان پر ہنسے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمایا۔

نظم (مولف) لے ساقی تشنگانِ اسرار
دے مبدو و بلجاء سلسال
ہر کس کہ بسینہ کیندات داشت
یا بغض ترا بجا طرد و دل
یا حربہ زدہ یہ بند گانت
دوزخ بودش مقام و منزل
و آنکس کہ محبت تو بجاش
لطف تو ہمیشہ بادشال

منقبت^{۲۵} - قوله تعالى - لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (فتح) یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا۔ جبکہ وہ اے محمدؐ تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے۔ **خطیب** خوارزم نے جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ آیت کریمہ اہل حدیبیہ کی شان میں نازل ہوئی۔ اور اس روز ہم ایک ہزار چار سو نفر تھے۔ آنحضرتؐ صلعم نے ہم سے فرمایا۔ آج تم تمام اہل زمین سے بہتر ہو۔ اور ہم سب نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ یعنی ہم مارے جائیں گے اور دشمن سے منہ نہ پھیریں گے۔ لیکن خدا کی قسم ان لوگوں میں اس آیت کے سب سے بڑھ کر حق دار اور سزاوار تر امیر المؤمنین علیؓ ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ - وَأَنَّا لَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (فتح) یعنی ان کو قریب کی فتح ملی کہ وہ فتح خیبر ہے۔ بشارت اور خوشخبری دی اور خیبر امیر علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر فتح ہوا۔

منقبت^{۲۶} - قوله تعالى - يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ^(انفال ۱۰)

یعنی اے پیغمبر تجھ کو خدا اور وہ لوگ جنہوں نے مؤمنین میں سے یاری اور مددگاری کرنے میں تیری متابعت کی۔ کافی ہے۔ محدث جنسلی بیان کرتے ہیں کہ مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت میں من اتبعک (جس نے تیری متابعت کی) سے علی ابن ابی طالب مراد ہیں۔

منقبت^{۲۷} - قوله تعالى - وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَكُمْ أَجْرُهُمْ وَتُؤْتَوْنَ مِنْهُ حَسَنَاتٍ ^(انفال ۱۰) یعنی اور وہ لوگ جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہدا ہیں۔ اور ان کو ان کا اجر اور نذر حاصل ہے۔ محدث جنسلی فرماتے ہیں کہ آیہ مذکورہ مرتضیٰ علی کی شان میں نازل ہوا کیونکہ پہلا شخص جس نے پیغمبر صلعم کی رسالت کی تصدیق کی وہ وہی بزرگوار ہے۔ اور تمام عمر راہِ خدا میں جہاد کرنے میں گذاری اور آخر کار درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

منقبت^{۲۸} - قوله تعالى - وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ^(انفال ۱۰) یعنی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو علی کے واسطے اور فریضے سے عمرو بن عبدود کے ساتھ جنگ و قتال کرنے سے بچا دیا۔ بلکہ ان کو اس کے مقابلے سے چھوڑ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔ مولف عرض کرتے ہیں کہ حدیث کضریۃ بعلیؑ یوم الاحزاب خیر من عبادة الثقلین۔ عمرو بن عبدود کے ساتھ علی کے جنگ کرنے کے بعد واقع ہوئی ہے۔

منقبت^{۲۹} - قوله تعالى - وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ ذِي الْحُرْمَنِ ^(شورا ۱۲) یعنی خدا تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے دعا کی کہ میرے لئے آخری زمانے میں (سچائی کی زبان) نیک زبان پیدا کر مناقب ابن مردویہ میں امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ لسان صدق علیؑ ولی ہے۔ اور اس جناب کی ولایت ابراہیم پر عرض کی گئی۔ ابراہیم نے عرض کی۔ اے بار خدا! علیؑ کو میری ذریت بنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی التماس کو قبول کیا۔ اور ان کی خواہش پوری کر دی۔

منقبت^{۳۰} - قوله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَارْتَعُوا لِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ^(انفال ۱۰) یعنی اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ جبکہ وہ تم کو اس چیز کی طرف دعوت کرے۔ جو تم کو زندہ کرے۔ نیز مناقب ابن مردویہ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (جب تم کو اس چیز کی طرف دعوت کرے جو تم کو زندہ کرے) سے مراد علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت ہے۔ یعنی تم کو علیؑ ولی کی ولایت کی طرف دعوت دے۔

منقبت ۱۵۔ قوله تعالى - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ
 یعنی اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اطاعت کرو خدا کی۔ اور اطاعت کرو رسول کی اور اولی الامر کی جو تم میں
 سے ہیں مناقب ابن مردودہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ اصالتاً اولی الامر
 ہیں۔ اور باقی حکام تبعاً۔ اور تفسیر فخر رازی میں منقول ہے کہ مفسرین نے اولی الامر میں دو قول نقل کئے ہیں ایک
 جماعت کا قول ہے کہ اس سے امر احکام، مراد ہیں۔ اور ایک جماعت کہتی ہے کہ اس سے علماء مراد ہیں۔ لیکن
 امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس سے آئمہ اثنا عشر مراد ہیں کہ جن تعالیٰ نے ان کی اطاعت کو اپنی
 اور رسول کی اطاعت کے ساتھ شامل کیا ہے۔ کیونکہ جائز نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کی اطاعت کو مطلقاً واجب
 کرے۔ جب تک اس کی عصمت ثابت نہ ہو۔ اور یہ معلوم نہ کرے کہ اس کا ظاہر اس کے باطن کی مانند ہے اور وہ
 غلط اور سہو سے محفوظ ہو۔ اور امر اور علماء میں یہ صفات ثابت نہیں ہیں۔ پس بنا بریں آئمہ ہدیٰ اولی الامر، قرار پائے
اور کشف الغمہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیہ مذکورہ نازل ہوا۔
 تو میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! کہ ہم خدا اور رسول کو جانتے ہیں۔ پس اولی الامر کون لوگ ہیں؟ کہ جن تعالیٰ نے
 ان کی اطاعت کو اپنی اور رسول کی اطاعت کے ساتھ شامل کیا ہے اور اس کا ہمسرا درقرین بنایا ہے۔
 آنحضرت نے فرمایا۔ وہ میرے بعد۔ میرے خلفا اور جانشین ہیں۔ ان کا اول علیؑ ہے اور اس کے بعد حسنؑ اور
 اور حسینؑ اور علی بن الحسینؑ اور محمد بن علیؑ جو توریت میں باقر کے نام سے معروف ہے۔ اور لے جابر عنقریب
 تو اس سے ملاقات کرے گا۔ پس جب تو اس سے ملاقات کرے میرا سلام اس کو پہنچانا۔ اور جعفر بن محمد۔ اور
 موسیٰ بن جعفر۔ اور علی بن موسیٰ اور محمد بن علی اور علی بن محمد اور حسن بن علی۔ اور وہ شخص جو میرا ہمنام اور ہم لقب اور
 زمین خدا میں خدا کی جنت ہے یعنی محمد بن حسن (علیہم السلام) جن تعالیٰ اس کے ہاتھ پر زمین کے شرفوں اور مغربوں کو
 نفع کرے گا۔ اور وہ اپنے شیعوں اور اولیاء سے غائب ہوگا۔ جابر ضعیفان کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آیا
 اس کے شیعوں کو اس کی غیبت کے زمانے میں اس سے کچھ نفع ہوگا۔ فرمایا۔ اس ذات جن کی قسم ہے جس نے
 مجھ کو راستی کے ساتھ خلقت کی طرف بھیجا ہے کہ یہ لوگ زمانہ غیبت میں اس کے نور سے روشنی حاصل کریں گے
 اور اس کی ولایت سے نفع پائیں گے۔ لے جابر! یہ خدا کے علم ناتناہی خزانے اور اس کی میرے کمون کا ایک راز ہے
 تم اس کو ناخبروں سے پوشیدہ رکھنا۔ پس یہ روایات اور دلائل اس امر کی مؤید ہیں کہ اولی الامر سے آئمہ ہدیٰ علیہم السلام
 مراد ہیں۔ جن کی امامت اور عصمت ثابت ہے، اور ان کے علوم مرتب اور عدالت پر تمام امت متفق ہے۔

منقبت ۱۶۔ قوله تعالى فَاعْلَمَكَ تَارِكُ بَعْضُ مَا يُؤْتِيهِ الْيَلِكُ وَضَاقُ مَوْبَعِهِ صَدْرُكَ أَنْ
 يَقُولُوا كَلَّا نَزَّلَهُ آجَاءً مَعَهُ مَلَكٌ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورہ صافات)

بعض امور کو تیری طرف وحی کئے گئے ہیں بھوڑنے والا ہے اور منافقوں کے اس بات کے کہنے سے تنگدل ہو رہا ہے کہ محمد پر آسمان سے نزا نہ کیوں نہ نازل کیا گیا۔ یا اس کے ہمراہ فرشتہ آسمان سے کیوں نہ آیا۔ اے محمد! تو فقط نذیر اور نصیحت کرنے والا ہے اور خدا ہر شے پر وکیل ہے۔ علی بن ابراہیم علی بن عیسیٰ اور فخر رازی کی تفسیروں اور مناقب ابن مردویہ علیہم الرحمہ میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مصطفیٰ نے مرتضیٰ سے فرمایا: کہ میں نے خدا نے عز و جل سے درخواست کی کہ مجھ میں اور تجھ میں محبت اور موالات ڈالے۔ اور میری خواہش پوری ہوئی۔ نیز میں نے التماس کی کہ مجھ میں اور تجھ میں موائجات یعنی بھائی چارہ کرے۔ وہ التماس بھی منظور ہوئی۔ اور عرض کی کہ تجھ کو میرا وصی بنائے۔ وہ عرض بھی قبول ہو گئی۔ پس تیرے منافقوں میں سے ایک شخص نے غیبت اور پریشیدگی میں کہا: خدا کی قسم۔ جو کچھ محمد نے خدا سے درخواست کی ہے۔ اس سے ایک صاع خرابو پُرانی مشک میں ہو۔ بہتر ہے۔ حق تعالیٰ سے فرشتے کی درخواست کیوں نہ کی جو دشمن کے مقابلے میں اس کی باری اور مددگاری کرے۔ یا خزا نہ کیوں نہ طلب کیا۔ جس سے فقر و فاقہ اور سخت احتیاج کے موقع پر کام لیتا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے آیہ مذکورہ نازل فرمایا۔

منقبت - قوله تعالى: وَكَتَابُ رَبِّكَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا فَإِذَا قُومِكُمْ مِنْهُ لِيَصُدُّوا عَنْكُمْ (ذُرِّيَّتِهِ) یعنی جب ہم نے عیسیٰ بن مریم کے لئے مثل بیان کی تو اے محمد! ہم نے دیکھا کہ تیری قوم اس ضرب النمل سے اعراض اور روگردانی کرتی ہے + امیر المؤمنین سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی! تجھ میں عیسیٰ عبد السلام کی ایک مثل اور داستان ہے۔ کیونکہ عیسیٰ کو ایک قوم نے دوست رکھا۔ اور اس کی محبت میں ہلاک ہو گئے۔ یعنی ابن اللہ کہا۔ اور ایک قوم نے دشمن رکھا اور اس کی دشمنی میں ہلاک ہو گئے۔ پس منافقوں نے غیبت میں کہا۔ یا رسول اللہ! کے لئے عیسیٰ کے سوا اور کسی مثل اور داستان پر راضی نہ ہوا۔ اس وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوا۔

منقبت - قوله تعالى: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ إِخْوَانًا عَلَى سُرٍّ مُمْتَقِلِينَ (جبرئیل) یعنی ہم نے اہل جنت کے سینوں میں جو کینڈ اور صفات ذمیمہ تھے۔ ان کو نکال دیا۔ اس حال میں وہ بھائی بھائی ہیں جو تختوں پر ایک دوسرے کی طرف منہ کئے بیٹھے ہیں۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ مرتضیٰ علی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ مجھ کو زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ یا فاطمہ! کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فاطمہ! مجھ کو تجھ سے زیادہ پیارا ہے اور تو اس سے زیادہ لے بھائی میں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ حوض کوثر پر کھڑا ہوا بد بخت لوگوں کو حوض کے آس پاس سے دور کر رہا ہے۔ اور اس پر پیالے ہوں گے جن کی تعداد آسمان کے ستاروں کی سی ہوگی۔ تو فاطمہ! حسن اور حسین! اور جعفر!

اور عقیلِ جنت میں تختوں پر بیٹھے ہوں گے اور سب کے منہ ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے۔ اور تو میرے ہمراہ ہو گا اور برے محب بھی اسی طرح جنت میں ہوں گے۔ بعد ازاں آیت کریمہ اِحْوَانًا عَلٰی سُرِّ مُتَّقِلِيْنَ تلاوت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ ان میں سے کوئی شخص اپنے ہمراہی کی پیٹھ کی طرف نظر نہ کرے گا یعنی سب کے سب جمالِ کمالِ حقیقی کے مشاہدے میں مستغرق ہوں گے۔

منقبت ۵۵۔ قولہ تعالیٰ۔ طُوْبٰی لِهٰمْ وَحَسَنٰی مَا بَہِ مُحَمَّدٌ بِنِ سِرِّنِ كَا قَوْلِہِ كَا طُوْبِہِ جَنَّتِ مِیْنِ اِیْكَ دَرَجَتِہِ۔ اور اُس کی بڑی بنیاد علی بن ابی طالب کے حجرہ میں ہے۔ اور جنت میں کوئی حجرہ ایسا نہیں ہے۔ جس میں اس درخت کی کوئی شاخ نہ ہو۔

منقبت ۵۶۔ قولہ تعالیٰ۔ وَنَادٰی اَصْحَابَ الْاَوْعَانِ رِجَالًا لَّا یُكْمِرُ فُوْهُنَّہُمْ بِسِمَاہُمْ (اور ان) یعنی اصحابِ اعراف اُن شخصوں کو آواز دیں گے۔ جن کی وہ پیشانی اور نشان سے پہچانتے ہیں۔ اور اعراف ایک پہاڑ ہے جس پر سے جنت نظر آتی ہے۔ امیر المومنین سے روایت ہے کہ اصحابِ اعراف ہم ہیں جس کو ہم پہچانتے ہوں گے۔ اس کو جنت میں داخل کریں گے۔

منقبت ۵۷۔ قولہ تعالیٰ۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفٰیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (اور ان) یعنی بعد ازاں ہم نے کتاب کو ان لوگوں کی میراث میں دیا جن کو ہم نے اپنے بندوں سے برگزیدہ کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا ہے۔ نَحْنُ اَوْلٰئِكَ یعنی وہ گروہ ہم ہیں۔

منقبت ۵۸۔ قولہ تعالیٰ۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ فَاَنْقَلَبُوْا بِنِعْمَةِ رَبِّنَا اللّٰهُ وَفَضْلِہِ (اور ان) ابی رافع سے مروی ہے کہ آیت کریمہ امیر المومنین علی کی شان میں نازل ہو ہے۔ اس لئے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر کو چند نفر کے ہمراہ ابوسفیان کی تلاش میں بھیجا۔ بنی جراحہ میں سے ایک اعرابی نے ان کو دیکھ کر کہا کہ ابوسفیان کی قوم اور اُن کے پیروؤں نے تمہارے واسطے جنگ کے سامان جمع کئے ہیں۔ امیر نے فرمایا۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ۔

منقبت ۵۹۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ اٰھُمْ مِمَّا الْحُسْنٰی اَوْلٰئِكَ عَنْہَا مَبْعَدُوْنَ (یعنی جن لوگوں کو ہماری طرف سے نیکیوں کا سابقہ حاصل ہے۔ وہ لوگ جہنم سے دور کئے گئے ہیں لیکن ان بشیر سے مروی ہے کہ آیت مذکورہ تر تفضی علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوا۔ اس لئے کہ ایک رات آنجناب نے یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا۔ میں اُن لوگوں میں سے ہوں۔ جن کو سابقہ حسن حاصل ہے۔ اور جب نماز کی اقامت کی گئی۔ تو آپ نماز کے لئے اٹھے اور یہ آیت پڑھتے تھے۔ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسْبِیْہَا۔ (انیاء) یعنی وہ لوگ جن کو سابقہ حسن حاصل ہے آگ کی آواز نہ سنیں گے۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ **وَإِذْ نَسُوا اللَّهَ إِذْ كَفَرُوا فَوَعَدْنَاهُمُ الْمَوْتَ إِذْ كَانُوا يَنْكُرُونَ**۔
 جنہوں نے اپنا دین لہو و لعب سے اختیار کیا ہے۔ امام محمد باقر رضوان علیہ سے مروی ہے کہ یہ پکارنے والا امیر المؤمنین علیؑ ہے۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ **مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مَثَلًا** یعنی جو کوئی قیامت کے روز ایک حسنة اور نیکی لے کر آئے گا۔ اس کے لئے دس گنا ثواب اور جزا ہوگی۔ ترضی علیؑ نے فرمایا ہے۔ **الْحَسَنَةُ حُبُّنَا وَالسَّيِّئَةُ بُغْضُنَا** یعنی حسنة دینی، ہماری محبت ہے۔ اور سیئہ (بدی) ہمارا بغض اور دشمنی ہے شیخ طحطاوی فرماتے ہیں۔
نظم
 درخانہ کعبہ گر بود منزل تو دوزم مگر سرشتہ باشد گل تو!
 گر مہر علیؑ نہ باشد اندر دل تو مسکین تو وسیعہائے بے حال تو!

منقبت۔ **مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَدْرَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكَلَبَتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ** یعنی جو کوئی قیامت کے دن نیکی لے کر آئے گا۔ پس اس کو اس سے بہتر ثواب ملے گا۔ اور جو لوگ اس صفت سے موصوف ہیں۔ وہ اس روز کے خوف اور ڈر سے بے خوف اور محفوظ ہیں۔ اور جو کوئی بدی لے کر آئے گا۔ وہ دوزخ میں منہ کے بل گرے گا۔

امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ **الْحَسَنَةُ حُبُّنَا أَهْلِ الْبَيْتِ وَالسَّيِّئَةُ بُغْضُنَا** من جَاءَ بِهَا أَكْبَهُ اللَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ یعنی حسنة ہم اہل بیت رسول کی محبت ہے۔ اور سیئہ ہماری دشمنی ہے جو کوئی اس (سیئہ) کو لے کر آئے گا حق تعالیٰ اس کو منہ کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔

قطعہ
 ہمت از بہر دوستانِ علیؑ جنت و غلد و شربت و کوثر
 گریہ و زاری از بہر اعدائش نافریدے خدائے ناری سفر
 دوستی علیؑ است آل حسنة کہ نہ واروز سنیاں ضرر
 دشمنی علیؑ است آل سیئہ کہ ہمہ خیر ہا مست بائے شر

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ **وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا** مَا كَتَبْنَا لَهُمْ مِنَ جَنَّتِمْ أُولَٰئِكَ فِي عَذَابٍ مُّشْتَبِهٍ۔
 اور جو لوگ کہ مؤمنین اور مومنات کو بلا تقصیر زیادہیتے ہیں (مقاتل بن سلیمان کا بیان ہے کہ یہ آیت کہ میرا امیر المؤمنین کی شان میں نازل ہوا۔ اس لئے کہ منافقوں میں چند آدمی متفق ہو کر امیر المؤمنین کو زیادہینے لگے اور ان پر چھوٹ باندھتے تھے۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ **وَشَاقُوا الْمَرْسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ** یعنی انہوں نے رسول کی مخالفت کی۔ جبکہ ان پر راہ ہدایت ظاہر اور واضح ہو گیا۔ امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا

شَا قُوا الرَّسُولَ فِي أَمْرِ عَلِيٍّ - یعنی انہوں نے مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے باب میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی۔

منقبت ۵۰ - قوله تعالى - وَ أَدَانَ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ تَطْلِيحِي لُوكُلُ كَوْجِ كَبِيرٍ كَرَمٌ رُوزًا لَدَاوْرًا سِ كَسِ رَسُوْلٍ كِي طَرَفٌ سَيِّءَا كَا هِي حَاصِلٌ هُوْنِي كَهَذَا وَاوْرَاسِ كَارَسُوْلٍ مَشْرُوكُلٍ سَيِّئَارِ هَيَّ مَنَاقِبِ اِبْنِ مَرْوِيْدٍ مِيْنِ مَنَقُوْلٍ هَيَّ كَهَجْهَوْرٍ مَفْسِرِيْنِ اِسْ بَاتٍ پَرِ مَنَقِبِ هِيْنِ - كِهِيَهْ اَكَا هْ كَرَنَاسِ اَمْرِي طَرَفِ اِشَارَهْ هَيَّ - كِهْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنِ نَيَّ چَاسِيْسِ اَيَّاتِ كَيَّ ذَرِيْعَتَا كَا هْ كِيَا - كِهْ جُو سُوْرَهْ بَرَاتِ سَيَّ اِسْ جَنَابِ نَيَّ پُرْهْ كَرَسْنَا هِيْنِ - اُوْرِيَهْ وَاَقْتَهْ اِسي طَرَحِ پَرِ وَاَقِعْ هُوَا هَيَّ كَهْ جَنَابِ مَصْطَفٰى صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَيَّ سُوْرَهْ مَذْكُوْرَهْ كُوَا بُو كَبْرٌ كِيَّ حَوَالَهْ كَيَّ كَيَّ كَيَّ مَعْظَمَهْ كِيَّ طَرَفِ صَبِيْحَا كِهْ كَا فُوْنِ كُوَا پُرْهْ كَرَسْنَا هَيَّ - تِيْنِ رُوْزٍ كُذِرْنَ سَيَّ كَهْ بَعْدَ عَلِيٍّ مَرْتَضٰى كُوَا اِبْنَا وَاوْنَطِ وَاَسِيَّ كِهْ رُوَا نَهْ كِيَا - نَا كِهْ سُوْرَهْ مَذْكُوْرَهْ كُوَا بُو كَبْرٌ سَيَّ لَهْ كَهْ كَفَّارِ كَيَّ سَمْنَهْ پُرْ هَيَّ - اُوْرَا رَشَادُ فَرَمَا يَا كِهْ اِسْ سُوْرَهْ كَيَّ سَهِنچَا نَيَّ كِيَّ بَابِ نَيَّ يَهْ حَكْمٌ مَعْجَهْ كُوَا يَكِيَا هَيَّ كِهْ كِيَا تَمِيْنِ خُوْدِ سَهِنچَا وُوْنِ - يَا وُهْ شَخْصِ سَهِنچَا هَيَّ - جُو مَعْجَهْ سَيَّ هُوْ -

منقبت ۵۱ - قوله تعالى - وَ كَتَعْرِفْنَاهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (عَمَّا ابُو سَعِيْدٍ مَدْرُثِيٍّ كِيْتَهِيَّ هِيْنِ كَهْ كَتَعْرِفْنَاهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ بَعْضِ عَلِيٍّ بِيْنِ اَبِي كَلَابٍ - یعنی البتہ تو منافقوں کو ان کی بدگفتاری اور کجی قول میں شناخت کرتا ہے۔ بسبب اس خصوصیت کے جو وہ علی مرتضیٰ سے رکھتے ہیں۔

منقبت ۵۲ - قوله تعالى - اَحْسِبِ النَّاسَ اَنْ يَّتْرَكُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ - (عَنْ اَبِي كَبْرٍ) یعنی کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ معاف کر دیئے جائیں گے اور چھوڑ دیئے جائیں گے - اتنا کہنے پر کہ ہم ایمان لے آئے اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا سے پوچھا کہ کس چیز سے آزمائش کی جائے گی۔ فرمایا - تیری ولایت کی تصدیق سے۔

منقبت ۵۳ - قوله تعالى - وَ اُوْلُوْا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ - (اِنَّ اَبِي بَكْرٍ سَيَّ اُوْلُوْا لَارْحَامِ وَاُوْلُوْا لَارْحَامِ كَيَّ رَشْتَهْ دَارِ جُو مَوْسِيْنِ هُوْنِ اُوْرِ جَا جَزُوْهْ بَا هَمْدِ كَرِ كِتَابِ خُدَا مِيْنِ اِحْقِ اُوْرَا وُوْلِيَّ هِيْنِ - مَفْسِرِيْنِ كَا اِسْ پَرِ اِتْفَاقِ هَيَّ كِهِيَهْ اَيَّهْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنِ عَلِيٍّ كِيَّ شَانِ مِيْنِ نَا زَلِ هُوَا هَيَّ - اِسْ لَيَّ كِهْ رَسُوْلٌ خُدَا كَا نَزَدِي كِيَّ رَشْتَهْ دَارِ اُوْرِ مَوْسِيْنِ اُوْرِ مَهَا جِرُوْهْ بِيْرُ كُوَا رَتَحَا - **مثنوی**

| | |
|--------------------------|----------------------------|
| لے سنائی بقوت ایمان | صاحبِ جبر بگواز دل و جان |
| آں بفضل آفتِ سرائے فضول | آں علم دار و علم دارِ رسول |
| ہم نبی را وصی و ہم داماد | چشمِ پیغمبر از جہالشان شاد |
| مرتضائے کز کردیز دانش | ہمرو جانِ مصطفیٰ جانشان |

ہر دو ایک قبیلہ و خود شاہان دو ہر دو ایک روح و کالبد شاہان دو
دور و نندہ چو اختر و گروں دو برادر چو موسیٰ و ہاروں ا
نائب مصطفیٰ بروز غدیر کرد بر شرع خود مراد امیرا
لے خوارج اگر در نیت شکے است کفر و دین نزد تو زجہل یکے است

منقبت ۱۹ - قوله تعالى: وَالْعَصْرَانَ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۗ الرَّازِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ سے مراد ابو جہل لعین
ہے اور اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.... سے امیر المؤمنین اور سلمان مراد ہیں۔

منقبت ۲۰ - قوله تعالى: وَتَوَّاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَّاصَوْا بِالصَّبْرِ ۗ الْعِنْيُ انہوں نے آپس میں
ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور باہم ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ
آیت امیر المؤمنین علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

منقبت ۲۱ - قوله تعالى: وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبًا بِيَمِيْنَةٍ ۗ قَوْلَهُ تَعَالٰى هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَا
مَنْ يٰۤاٰمُرٌ بِالْعَدْلِ وَّهُوَ عَلٰى صِرٰطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۗ قَوْلَهُ تَعَالٰى وَكُلٌّ ذٰلِكَ فِىْ فِضْلِ
فَضْلَةٍ - قَوْلَهُ تَعَالٰى اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلَى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَاَمِنْ اَتَّبَعْنِيْ ۗ قَوْلَهُ تَعَالٰى اَفَسَنْ
يَعْلَمُ اَتْمَا نَزَلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ ۗ قَوْلَهُ تَعَالٰى وَالسَّابِقُونَ اَلَّذِيْنَ - (توبہ ۱۷)
قوله تعالى: وَكَبِيْرٌ اَلْحُبِّيْتِيْنَ الَّذِيْنَ..... وَمِقَارَ زَقٰتِهِمْ يُنْفِقُوْنَ امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ
سے مروی ہے کہ آیات مذکورہ بالا امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ (رج ۵۷)

مولف عرض کرتا ہے کہ ایہ کریمہ فلعلک تارک بعض ما یوحی الیک سے لے کر یہاں تک تمام
آیات مناقب طراز المحدثین احمد بن موسیٰ بن مرویہ سے نقل کی گئی ہیں۔ (حود ۱۷)

منقبت ۲۲ - قوله تعالى: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۗ سَآءٌ مَا يَكْتُمُوْنَ ۗ الْعِنْيُ کیا ان لوگوں
نے جنہوں نے بدیوں کو حاصل کیا ہے۔ یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی مانند کر دیں گے جو ایمان لائے اور
عمل صالح بحال تھے۔ ان کی زندگی اور موت برابر ہے۔ انہوں نے کیا برا فیصلہ کیا ہے۔ **خطیب خوارزم**
نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے کہ امیہ کریمہ جنگ بدر میں امیر المؤمنین علیؑ، حمزہ اور عبیدہ بن حارث کی شان میں
نازل ہوئی ہے جبکہ انہوں نے عقبہ اور شیبہ اور ولید بن عقبہ سے جنگ کی اور ان کو قتل کیا۔

منقبت ۲۳ - قوله تعالى: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ

قَضَى نَجْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ الْمَوْتَ الْآخِرَ ^{بعضی} مومنوں میں سے کچھ مرد ہیں جو اس عہد کو جس کو انہوں نے خدا کے ساتھ باندھا تھا۔ بجالائے اور سچا کیا۔ بعض ان میں سے شہید ہو گئے۔ اور بعض ان میں سے منتظر ہیں۔ نیز مناقب خطیب میں مرقوم ہے۔ کہ یہ آیہ امیر المؤمنین علیؑ۔ حمزہ اور عبیدہ کی شان میں نازل ہوا۔ اور ^{مِنْهُمْ} سے عیبیدہ اور حمزہ مراد ہیں۔ جنہوں نے عہد کیا تھا کہ کسی جہاد میں دشمن سے پیٹھ نہ پھیریں گے اور اسی طرح ہر غز میں جہاد کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اور ^{مِنْهُمْ} سے علیؑ ابن ابی طالب مراد ہیں۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ يَوْمَ تَأْتِي سُرَّةُ الْمُنَافِقِينَ إِذْ يُؤْتُونَ بِالَّذِئِرِ وَيَحْفَاؤْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا وَ يُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مَشْكُونًا وَ بَلِيْمًا وَ أَسِيرًا ^{یعنی} وہ اس نذر کو پورا کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی محنت اور شدت ظاہر اور آشکار ہے۔ اور خدائے عزوجل کی دوستی میں باوجودیکہ خود اس کھانے کی حاجت رکھتے ہیں۔ درویش یا بے یار اور بن باب کے خورد سال بچے اور اسیر کو کھانا دیتے اور ایثار کرتے ہیں یہ کھانا دینے والے بہ لسان مقال بابزبان حال کہتے ہیں کہ ہم یہ کھانا تم کو محض باری تعالیٰ کی طلب نفا کے لئے کھلاتے ہیں اور تم سے کسی قسم کا بدلہ اور عوض نہیں چاہتے اور نہ کسی قسم کا شک یہ طلب کرتے ہیں۔

تفسیر بحر المواجه تفسیر حافظی اور تفسیر حسین میں مرقوم ہے کہ جمہور مفسرین سورہ ہل اتی کی آیات بینات کے سبب نزول میں متفق ہیں کہ ایک روز سید المرسلینؑ امیر المؤمنین کے گھر میں تشریف لائے۔ اور دیکھا کہ اماہین علیہما السلام بیمار ہیں۔ مرتضیٰ علیؑ اور سیدۃ النساء سے فرمایا۔ کہ کچھ نذر کرو کہ تمہارے فرزند تندرست ہو جائیں۔ انہوں نے نذر کی کہ تین روزے رکھیں گے جن تعالیٰ نے سبطین کو شفا بخشی۔ تو انہوں نے روزہ رکھا۔ اور کچھ جو قرض حسنہ کے طور پر لے کر آتیا کیا۔ اور روٹی پکائی۔ جب شام کی نماز ہو چکی اور افطار کرنا چاہا۔ تو ایک مسکین نے در در دست پر آ کر پکارا۔ یا اهل البیت انا ہشکین۔ یعنی لے اہل بیت میں مسکین ہوں مجھے کھانا دو کہ حق تعالیٰ تم کو اپنی طاقات کی دولت عطا فرمائے۔ امیر المؤمنین نے اپنا حصہ اس مسکین کو دیا۔ اور باقی اہل بیت نے بھی ان کی موافقت کی اور سب نے خالص پانی سے افطار کیا۔ اور رات طاعت خدا میں بسر کی۔ اور دوسرے روز روزہ رکھا۔ جب افطار کا وقت آیا۔ تو ایک یتیم نے دروازے پر آ کر سوال کیا۔ جو کچھ کھانا موجود تھا۔ ایثار کیا۔ اور سب کو سے ڈالا۔ تیسری رات بھی ایک امیر عین کھانے کے وقت آ موجود ہوا۔ جو کچھ کھانا موجود تھا۔ اس کو سے دیا۔ اور خالص پانی سے افطار کر کے تمام رات طاعت الہی میں بسر کی۔ اس کے بعد سورہ ہل اتے نازل ہوا۔ اور چند اکابر سلف بھی اس مضمون کی خبر دیتے ہیں شاہ قاسم انوار فرماتے ہیں۔ نظم

الا لے شہنشاہ مملکا کبیرا
علی الحق تری مومناں را امیرا

نہیں کلام وحدیث پیہر
 دل و دہی خدا و نبی را
 ترے نوال خواند انسان کامل
 کہستی بمعنی سَمِیعًا بصیرًا
 چو کردی ادا موم یوفون بالندرا
 شدی امین از شوہ مستطیرا
 بودی طعمون الطعام آنکداری
 بسکین و دیگر یتیمًا اسیرا
 زانانخاف از خدا گشتی امین
 زیوفًا عبوسًا و قطیرا

شیخ عطار فرماتے ہیں۔ بیت

پہ مسکین نانے از بہر خدا داد
 خداوند جہانش ہل اتی داد
 پیر زاوہ خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں۔

آں شنیدی کہ جسدِ کرار
 کافراں کشت و قلعہا بکشا
 تانہ دادا و سنانِ قرین جو میں
 ہفسدہ ایتہ فدائے نرستاد
 مولانا جامی کہتے ہیں۔

نوح را عبدًا اشکورًا در اسزی ولے
 سعیکم مشکورًا آدم ترادر ہل آتے
 باطنک مرترا اندر تخافون یا کرو
 باز در اٹانخاف حمدے گوید خدا
 میر ہاشمی کہتے ہیں۔

گرچہ رب قسمت خود را امیر
 داد بہ مسکین و یتیم داسیر
 لاجرم آمد ز نعیم عطا
 در خورا و ماندہ ہل آتے
 مسلمان کہتے ہیں۔

اے برابر کردہ ایند با خلیفت در وفا
 آیت یوفون بالندرا راست بر قولم گوا
 بود با ایوب ہمسر در کہ صبر و شکیب!
 گشتہ با جبرئیل ہمرہ در کہ خوف درجا
 نوح را و شکر کہ عبدًا اشکورًا گفت گفت
 از برایت سعیکم مشکورا اندر ہل اتی

کمال کا قول ہے۔ بیت

در یائے علم و مطلع دین زبہ یقین!
 نورشید ہل اتی و میر بز لافنی
 منقبت - قوله تعالیٰ - مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشِدُّ أَوْ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءٌ يَدْعُهُمْ
 تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجْدًا يَلْبَتُونَ فَلَاحًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا لِيَا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ
 مَثَلُهُمْ فِي التَّوْبَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْوَعْدِ (یعنی محمد خدا کا بھیجا ہوا ہے اور جو مومن کہ اس کے ہمراہ ہیں وہ کافروں پر سخت اور

غیظ ہیں۔ اور باہمہد گر ایک دوسرے کے ساتھ مہربان ہیں تو ان کو رکوع کرنے والے اور سجدے کرنے والے دیکھتا ہے
یعنی اکثر اوقات نماز میں مشغول ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے نفل یعنی زیادتی ثواب اور اس کی خوشنودی طلب کرنے میں اور ان کی
علامتیں سجدے کے نشان سے ان کے چہروں پر ظاہر ہیں۔ یہ وصف جو مذکورہ ہوا۔ یہ توریث اور انجیل میں ان کی صفت ہے
مولف عرض کرتا ہے کہ آئیز کریمہ وَالَّذِينَ مَعَهُ، میں اہل تسنن اور اہل تشیع کے درمیان اختلاف ہے بعض اہل سنت
کہتے ہیں کہ آئیز مذکورہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوا ہے۔ بلکہ اس کو خلافت ظاہری کی ترتیب پر حجت
جان کر کہتے ہیں۔ وَالَّذِينَ مَعَهُ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اس لئے کہ سید المراد علی رضی اللہ عنہ وآلہ وسلم
کے ساتھ شب نماز میں رفاقت اختیار کی۔ اور اَشْدَّ آءَ عَلَى الْكُفَّارِ دَعْرَبِنِ الْخَطَابِ رضی اللہ عنہ کی صفت ہے کیونکہ اہل
شک و نفاق کے ساتھ ان کے مباحثے اور مجادلے کرنے میں علما متفق ہیں۔ اور رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ رضی اللہ عنہ کی صفت
ہے۔ اس لئے کہ وہ جناب صلہ رحمی کی صفت سے موصوف تھے۔ جیسا کہ مشہور معروف ہے اور تَوَاهُمُ رُكْعًا سَجْدًا مَا آخِرُ
آئیز مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی حالت کا بیان ہے کہ اکثر اوقات وہ جناب وظائف طاعات و عبادات خدام میں مصروف مشغول
رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ہر رات کو ہزار تکبیر احرام کی آواز آپ کے خلوت سرا سے خادمان عقبہ عالیہ کے کان میں آتی تھیں۔
اور اہل تشیع کے اعتقاد میں وَالَّذِينَ مَعَهُ سے لے کر مَثَلَهُمْ فِي الدُّنْيَا تک تمام آیت امیر المؤمنین علی کی شان میں
نازل ہوئی ہے۔ نیز کتب معتبرہ اہل سنت سے حجت ہائے ظاہرہ اور دلائل باہرہ سند کے طور پر لاکر ثابت کیا ہے کہ
وَالَّذِينَ مَعَهُ سے جناب امیر کی ذات و الاصفات سے مراد ہے۔ اس لئے کہ اول جس شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ساتھ نماز ادا کی۔ وہی بزرگوار ہے۔ چنانچہ کتاب **صفوة الزلال** میں جناب امیر المؤمنین سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے
صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ سَبْعَ سَنَةٍ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّدَ أَحَدًا وَيُصَلِّيَ أَحَدًا میں نے رسول خدا کے ہمراہ سات
برس نماز پڑھی ہے۔ بیشتر اس کے کہ کوئی سلام لئے اور کوئی شخص نماز پڑھے۔ اور صحیح ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے منقول ہے۔ وَهُ بَيَانُ كَرْتِهِمْ جِبْنِ مَعِ النَّبِيِّ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ اَوَّلِ جِبْنِ مَنْ نَبِيٍّ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ
ہمراہ نماز پڑھی ہے وہ علی ابن ابی طالب سے اور اس کے علاوہ قرب میعت اور اتحاد کے جو شرف حسب ظاہر و باطن امیر المؤمنین کو
سید المرسلین کے ساتھ حاصل ہیں اہلبیت عظام اور صحابہ کرام میں سے کوئی شخص بھی ان میں سے آپ کے ساتھ مشارکت
نہیں رکھتا۔ چنانچہ حدیث کُنْتُ اَنَا وَعَلِيُّ نُوذُرَيْنِ بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ مَطِيئًا يُسَبِّحُ لِلَّهِ ذَلِكَ النُّوْزُ لَيْلَةَ سُدَّةٍ
قَبْلَ أَنْ يُخْلَقَ آدَمُ اَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ دَلَّ اَخْرَهُ۔ (میں اور علی خدا کے حضور میں ایک نور تھے جو طبع پرور گا
تھا اور یہ نور آدم کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے خدا کی تسبیح اور تقدیس کرتا تھا) اس امر کی مؤید ہے۔ اور بیان
کرتے ہیں کہ جب جناب امیر پیدا ہوئے۔ تو رسول نے ان کو غسل دیا۔ اور اپنی گود میں لے کر اپنی زبان محجز میان ان کے
دہان با برہان میں دی۔ اور پہلی چیز جو امیر نے تناول فرمائی۔ وہ رسول خدا کا لعاب دہن ہے چنانچہ شواہد النبوة

میں منقول ہے کہ ایک روز شاہ ولایت نے برسر منبر فرمایا۔ مجھ سے ماورائے عرش کی بابت سوال کرو۔ کیوں کہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان بیشمار علوم ہیں اور یہ خیر البشر کے حجاب کا اثر ہے۔ اور اسی طرح تیار بار کے آغوش مبارک میں پرورش پاتے رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت نے جناب سیدۃ النساء کو ان کے نکاح میں لے کر ایک حجرہ مقرر فرمایا۔ اور تمام غزوات میں سیدہ کائنات صلعم کا علم آپ کے ہاتھ میں رہا۔ اور آخرت میں بھی لوٹے جہاں جناب ہی کے دست مبارک میں ہوگا۔ اور شہین معراج میں حضرت کمہمراہ تھے۔ اور جب آنحضرت نے صحابہ کے درمیان دو دفعہ مواخات کا صیغہ منعقد فرمایا۔ دونوں دفعہ اس جناب کا عقد اخوت اپنے ساتھ باندھا چنانچہ ایک دفعہ فرمایا: **أَنْتَ أَجْبَىٰ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ**۔ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے، اور دوسری دفعہ ارشاد فرمایا: **أَنَا أَخُوكَ** (میں تیرا بھائی ہوں)، اور تینوں کو توڑنے کے وقت رسول خدا کے دوش مبارک پر آپ کا مقام تھا۔ اور مبارک کرنے کے وقت بھی رسول کے ہمراہ تھے۔ اور رحلت کے بعد مرد کائنات کو اسی جناب نے غسل دیا۔ اور کفن پہنایا اور قبر میں اتارا اور اول جس شخص نے پینیر کے جنازے پر نماز پڑھی۔ اور آڑ میں جو شخص قبر مبارک سے باہر آیا۔ وہ وہی جناب تھے۔ **أَشْدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ** بھی اسی بزرگوار کی ذات فاضل البرکات کی صفت ہے کیونکہ آیہ مذکورہ جنگ خیبر کے فتح ہونے کے بعد نازل ہوا ہے اور اس کے نزول کا سبب تمام تفسیروں اور صحاح ستہ اور مشکوٰۃ وغیرہ میں اس طرح منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ابو بکر صدیق کو اور وہ دفعہ عمر بن الخطاب کو راایت و علم نے کھایا کبار کی ایک جماعت کے ہمراہ جنگ کے لئے روانہ فرمایا اور یہ بزرگوار وہاں سے فرار کر آئے۔ تب آنحضرت نے فرمایا۔ **لَا تُعْطَيْنَ الزَّيَاةَ عَدَاؤُجَلَا كَرَارًا** **غَيْرَ خَوْرٍ يَجِبُ اللَّهُ دَرَسُؤَلُهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُؤَلُهُ**۔ (میں کل ضرور اپنا علم ایسے مرد کو عطا کروں گا۔ جو کرا یعنی بار بار حملے کرنے والا ہے۔ اور غیر فارغ یعنی فرار کرنے والا نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں، اور راایت نصرت آیت امیر المؤمنین کے دست حق پرست میں دے کر خیبر کی طرف روانہ فرمایا۔ اور وہ فتح امیر کے ہاتھ پر ہوئی۔ اور قصیدہ لاسیہ کی شرح میں منقول ہے کہ امیر کو تیار بار لے کر آراں لے فرمایا۔ آپ کفار پر بے تکرار بار بار حملہ کرتے تھے۔ اور میدان سے فرار نہ کرتے تھے۔ یہی سبب ہے۔ جو صاحب نزهتہ الارواح نے تحریر فرمایا ہے۔ "وہ شیر مرد جس نے کسی جنگ میں کسی حال میں بھی پیٹھ نہ پھیری۔ وہ شیر میں نے کسی پیٹھ کی طرف رخ نہ کیا (یعنی بھاگتے کا پھپھانہ کیا) وہ پردل جو ایک نمرہ میں ایک لشکر عظیم کو دو پارہ کر ڈالت تھا۔ اور وہ مصدرو جو ایک حملے میں نو قلعوں کو پارہ پارہ کر کے پھینک دیتا تھا۔ اور آئیہ کریمہ **وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْفِتْنَى** (اور جناب بھی جو جنگ عمر و عبد میں جناب امیر کی شان میں نازل ہوا۔ اور پہلے مذکور ہو چکا ہے اسی امر کو

ظاہر کرتا ہے کہ ایشدًا اَعْلَى الْكُفَّارِ سے امیر المؤمنین علیؑ مراد ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دَرَسَاءُ بَيْنَهُمْ بھی جناب امیر کی ذات والاصفات کی توصیف ہے۔ نہ کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا وصف۔ کیونکہ اس بزرگ وار عثمانؓ کی صدر جمی کی زیادتی کے سبب صحابہ اور مومنوں کے درمیان اس درجہ کی مخالفت اور منا زعت پھیلی کہ بڑید پلید لعنت اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کا دعویٰ کیا۔ اور اس نے اہل بیت مصطفیٰ پر کیا یہ ظلم و ستم نہ کئے اور یہ تمام خرابی مروان بن حکم کی دوستی کے سبب وقوع پذیر ہوئی۔ جس کو سید الشقیین اور شقیین رضی اللہ عنہما نے جلا وطن کر دیا تھا۔ حضرت عثمان نے اس کو حضرت رسالت کی خلافت کے امور کا وزیر بنایا۔ اور معاویہ کو شام کا حاکم اور ولید بن عقبہ کو جو مزاب خوری اور فسق و بدکاری میں مشغول رہتا تھا۔ کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ بادشاہ کو لازم ہے۔ کہ نفس پر درخشن کو لوگوں پر حاکم نہ بنائے۔ کیونکہ نفس پرور ہنرور نہیں ہو سکتا اور بے ہنر حکومت اور سردی کے قابل نہیں ہے۔ اور مروان مذکور نے ان لوگوں کی نسبت زیادہ معاش لے کر بدعتیں اختیار کیں۔ مثلاً دربان دروازے پر مقرر کئے۔ اور بے قصور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے قتل پر اقدام کیا علیٰ ہذا القیاس۔ اور بہت سے فسادات برپا کئے۔ آخر کار یہاں تک نوبت پہنچی کہ اکثر صحابہ غیر متفق اور مخالف ہو گئے اور انہوں نے خلیفہ کو قتل کر دیا۔ چنانچہ مشہور و معروف ہے اور اکثر کتب معتبرہ متداولہ میں مذکور و مسطور۔

پس اس لحاظ سے دَرَسَاءُ بَيْنَهُمْ خاص کر امیر المؤمنین کا وصف ہے کہ جب نصرت و فیروزی کے ساتھ خلافت ظاہری کے تحت پر جلوس فرمایا۔ تو بدعتہائے مذکورہ کو برطرف کیا۔ اور جب تک زندہ رہے۔ جو کے اٹے ہی سے افطار کرتے رہے۔ اور جب اہل بندش و دانش ان کو طعام کے تناو ل کرنے کی طرف مائل کرتے تو جواب میں ارشاد فرماتے مجھے اس امر کا خیال ہے کہ کہیں میرے زمانہ میں کوئی شخص جھوکا نہ رہا ہو۔ اور میں میر جو کہ کھاؤں۔ اور تفسیر حافظی میں سورہ فاتحہ کی شرح میں مرقوم ہے کہ روز جمعہ امیر المؤمنین منبر پر خطبہ فرما رہے تھے اور پڑانا لباس جو بیوندوں سے بھرا ہوا تھا۔ پہنے تھے۔ اور ایک تلوار جس کا بند لیف خرما کا تھا۔ دست مبارک میں تھی اس وقت عبداللہ ابن عباس کے دل میں خیال گذرا کہ یہ حال امیر کی شان کے شایان اور سزاوار نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے علم ولایت سے اس کے ولی ارادے پر خبردار ہو کر ارشاد فرمایا۔ اے ابن عباس میں نے اس قدر بیوند پر بیوند لگوئے کہ مجھ کو سینے والے سے شرم آنے لگی۔ علیؑ کو دنیا کی زینت سے کیا سروکار ہے۔ جس کا پھول کاٹنا ہے اور اس کا نوش (شہد) غیش زہریلے جانور کا ٹیک، کا اثر رکھتا ہے۔ میں اس لذت سے کیونکر فروش ہوں۔ جو تھوڑی مدت میں ختم ہو کر فنا ہو جائے گی۔ اور میں کیوں کر پیٹ بھر کر کھاؤں۔ حالانکہ ملک حجاز میں بہت سے پیٹ گرسے اور بھوکے ہیں اور میں کس طرح اس بات پر رضامند ہوں کہ مومن مجھ کو امیر کہیں اور اپنا مقتدا اور پیشوا بنائیں۔ اور میں سختیوں اور مشکلوں میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ اور عدی بن ثابت سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین نے

ستید المرسلین کے عہد میں دو موٹے کپڑے خریدے اور قبضہ کو اختیار دیا کہ جو پسند ہو لے۔ قبضہ نے ایک کپڑا پسند کر لیا۔ دوسرا خود حضرت نے زیب تن فرمایا۔ **روضۃ الشہداء** میں مرقوم ہے کہ امیر المؤمنین کے عہدِ حکومت میں بصرہ سے لے کر سغدہ سمرقند تک آپ کے تسلط میں تھا۔ لیکن آپ اس درجہ متواضع تھے کہ کوفہ کے بازار میں پیادہ چلتے تھے۔ اور جو لوگ دینوی کاروبار میں مشغول ہوتے اور اپنے امیر سے واقف نہ ہوتے۔ جب آپ پر ہجوم کر لیتے۔ تو ارشاد فرماتے۔ لے مو منوا! علیٰ کورستہ دو۔ جب لوگ آپ کی آواز دہنواؤ کو سنتے۔ رستہ چھوڑ دیتے اور جب ہم آئیے تڑہم تڑکعاً سجدواً **الذین** کے معنی میں غرور و تکبر سے کام لیتے ہیں تو صاف واضح اور روشن ہو جاتا ہے کہ **وَالَّذِينَ مَعَهُ** سے **مَثَلَهُمْ فِي الْوَجِيلِ** تک ساری آیت امیر المؤمنین کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تو ان کو رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے دیکھتا ہے وہ خدا سے فضل طلب کرتے ہیں۔ اور ان کی علامتیں ان کے چہروں میں سجدہ کے نشان سے ظاہر اور آشکار ہیں اور یہ صفت مذکورہ تو ریت اور انجیل میں ان کی صفت بیان کی گئی ہے۔ حالانکہ تو ریت اور انجیل میں صحابہ غلام رضی اللہ عنہم میں سے شاہ اولیاء کے نام نامی کے سوا اور کسی کا نام ثبت نہیں ہے۔ تو ریت میں آپ کا نام ایلیا ہے اور انجیل میں شمشطیا ہے۔ اور اگر کوئی معترض یہاں پر اعتراض کرے کہ **وَالَّذِينَ مَعَهُ** سے لے کر آخر تک سب جمع کے صیغے واقع ہوئے ہیں یہ ایک فرد واحد پر کیوں کر صادق آسکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ نے تعظیم کی وجہ سے اپنے ولی کو اسی طرح یاد فرمایا ہے جیسا کہ یہ کریمہ **انما وليکم اللہ ورسوله و الذین امنوا الذین** (باندہ طے) میں فرمایا ہے۔ حالانکہ اس آیت میں کسی قوم کا اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ امیر المؤمنین کے سوا اور کسی شخص نے رکوع کی حالت میں صدقہ نہیں دیا۔ چونکہ الکناۃ ابلغ من التصدیح لکن یہ میں صریح کی نسبت زیادہ بلاغت پائی جاتی ہے، عرب کا دستور ہے۔ اس لئے خالق بیچوں نے بھی انہی کے محاورہ کے موافق کنایہ اور اشارہ میں کلام فرمایا۔ تاکہ جو شخص سعیدانہ ہو۔ وہ مقصد اصلی پر فائز ہو جائے۔ اور کلام ربانی کے حقائق کے وقائق و نکات کو معلوم کرے۔ اور جو شقی الامصل اور بد بخت ہو۔ وہ اسرار نہانی کے مطالب سے واقف نہ ہونے پائے۔ اور شقاوت میں مبتلا رہ کر نفس کے ظلمانی تجاہل میں گرفتار ہے۔ اور اگر ہم باوجود دلائل مذکورہ کے صیغہ جمع کی رعایت رکھنا چاہیں تو بقول اہلسنت **وَالَّذِينَ مَعَهُ** تا آخر آئیے کیوں کہ ایک ایک فرد واحد پر صادق آسکتا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی جو اس غزایں شریک تھے۔ اس تقدیر پر بھی امیر المؤمنین سے بالاحوالہ نسبت ہوگی۔ اور باقی صحابہ سے بالتبع۔ کیونکہ حق تعالیٰ **انما وليکم اللہ ورسوله و الذین امنوا الذین** فرماتا ہے اور اس غزایں

لے سغد باہتم ایک علاقہ کا نام ہے جس کو جنت الدنیا یعنی دنیا کا بہشت کہتے ہیں اور وہ سمرقند کے قریب ہے (کشف)

میں اکثر صحابہ نے فرار اختیار کیا۔ اور صحیحہ امیر المؤمنینؑ ہی کے دست حق پرست پر نفع ہوا۔ اور اس امر میں کسی شہادت اور شہوت کی گنجائش نہیں۔ عیاں روچہ میاں مثل مشہور ہے۔

منقبت۔ قوله تعالى: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ لَيْتَهُمَا يَدْتَآنِ لَا يَبْغِيَانِ هِ فَبَاتِيَ اللَّيْلُ رَتِّكَمَا تَكْتَلِبَانِ هِ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ هِ یعنی حق تعالیٰ نے نور کے دو دریاؤں کو باہم ملایا۔ درآئیں ایک وہ آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان ایک بزنج ہے کہ حد سے تجاوز نہیں کرتے پس تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کی تکذیب کرتے ہو۔ ان دو دریاؤں میں مروارید (موتی) اور مرجان (موزنگا) نکلتے ہیں۔ **تغنیہ** شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی۔ اور تفسیر عمدہ ولد در میں سعید بن جبیر اور سلمان فارسی کی روایت سے اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی اسناد سے منقول ہے کہ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ سے علی مرتضیٰ اور فاطمہؑ مراد ہیں اور لَيْتَهُمَا يَدْتَآنِ سے محمد مصطفیٰ اور لؤلؤ والمرجان سے حسن اور حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں **مولف** عرض کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ اس باب کے شروع میں یہ لکھا گیا ہے کہ جو آیات امیر المؤمنینؑ سے مخصوص ہیں۔ ان کا ذکر کیا جائے گا۔ حالانکہ بعض آیتیں ایٹم کی ذات سے مخصوص نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں حمزہ۔ عبیدہ اور سلمان وغیرہ بھی داخل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ امیر المؤمنینؑ امت کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ اس قسم کی آیات کا نزول ایٹم کی نسبت بالا صالہ ہے۔ اور دوسروں کے لئے بالمتابو۔ پس اس حالت میں بھی آنحضرت کرم اللہ وجہہ سے مخصوص ہوں گی۔

بَابُ دَوْم

ان احادیث کے بیان میں جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی مناقب میں ارشاد فرمائی ہیں اور آپ کی ذات فائز البرکات کی بہ احسن وجوہ تعریف فرمائی ہے

پلو شیدہ ذر ہے کہ جو حدیثیں اس مجموعہ محمودہ میں مرقوم ہیں ان کو کتب معتبرہ اور ان کے جامع اور راوی سے منسوب کیا گیا ہے۔ اگر کسی کے خاطر فاطمیں کوئی خطہ مذمومہ منظور کرے۔ وہ ان کتابوں کو حاصل کر کے اپنے شک کو رفع کر لے۔ ہم کو ان پر یقین کامل حاصل ہے۔ جو حدیثیں کتب معتبرہ متداولہ میں موجود ہیں۔

اور عرب و عجم کے تمام علماء و فضلاء ان کے ایثار پر متفق ہیں تو وہ بلا شک و شبہ وضعی ہونے کے شائبہ سے مبرا اور مزہ ہیں اور اصلی کا خطاب مستطاب ان پر ٹھیک ٹھیک چسپاں ہوتا ہے۔

منقبت ۱ - قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ کُنْتُ أَنَا وَعَلِيٌّ نُورًا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ مُطْبَعًا يُسَبِّحُ اللَّهَ ذَلِكَ النُّورُ وَيُقَدِّسُهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ رَكَبَ ذَلِكَ النُّورَ فِي صُلْبِهِ فَلَمَّا يَزَلُ يُنْقَلِبُ مِنْ صُلْبِ إِلَى صُلْبٍ حَتَّى أَتَوْهُ فِي صُلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَسَمَهُ قِسْمَيْنِ فَصَيَّرَ قِسْمِي فِي صُلْبِ عَبْدِ اللَّهِ وَقَسَمَ عَلِيٌّ فِي صُلْبِ ابْنِي طَالِبٍ فَعَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ۔ ترجمہ۔ ابوالمکارم الحسن الدامغانی کی کتاب اربعین کتاب نزل السائرین مصنف شرف الدین و زرینی شافعی۔ مناقب خطیب خوارزم۔ مودات میر سید علی ہمدانی بر سید احمد بن حنبل اور بحر الانساب جعفر حجرہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں اور علیٰ ایک نور تھے۔ اور وہ نور آدم کو پیدا کرنے سے چودہ ہزار سال پیشتر خدا نے عز و جل کی درگاہ میں طاعت اور تقدیس کرنا تھا جب آدم کو پیدا کیا۔ اس نور کو آدم کے صلب میں رکھا۔ اور برابر ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل کرنا رہا۔ یہاں تک کہ اس کو عبدالمطلب کے صلب میں قرار دیا۔ پھر اس نور کو دو حصوں میں منقسم کیا۔ میرے حصہ کو عبد اللہ کی پشت میں قائم کیا۔ اور علیٰ کے حصے کو ابوطالب کے صلب میں۔ پس علیٰ مجھ سے ہے اور میں علیٰ سے۔

منقبت ۲۔ قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ ان اللہ تعالیٰ خَلَقَنِي وَعَلِيًّا مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ بَيْنَ يَدَيْ الْعَرْشِ يُسَبِّحُ اللَّهَ تَعَالَى وَيُقَدِّسُهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ بِاللَّيْلِ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ آدَمَ سَكَّنَا صُلْبَهُ ثُمَّ نَقَلْنَا مِنْ صُلْبِ طَيْبٍ وَبَطْنِ طَاهِرٍ لَوْ تَهَمَّتْ فِينَا حَائِلَةٌ إِلَى صُلْبِ إِبْرَاهِيمَ حَتَّى وَصَلْنَا إِلَى صُلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَصَارَ قِسْمَيْنِ قِسْمِي فِي عَبْدِ اللَّهِ وَقِسْمِي فِي أَبِي طَالِبٍ فَخَرَجَتْ مِنْهُ وَخَرَجَ مِنْهُ عَلِيٌّ ثُمَّ اجْتَمَعَ نُورًا مِنِّي وَمِنْ عَلِيٍّ فِي فَاطِمَةَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ نُورَانِ مِنْ نُورِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ترجمہ صحیح بخاری اور ہدایت السعدائین جابر بن عبد اللہ انصاری کی روایت سے مرقوم ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو اور علیٰ کو عرش کے سامنے ایک نور سے پیدا کیا۔ وہ نور آدم کی پیدائش سے دو ہزار پیشتر خدا کی تسبیح اور تقدیس کرتا تھا۔ جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو ہم آدم کی پشت میں ساکن ہوئے۔ پس ہم صلب طاہر اور شکم پاک سے انتقال کرتے رہے اور ہمارے درمیان کوئی حجاب نہ تھا یہاں تک کہ ہم نوح علیہ السلام کے صلب میں آئے۔ اور پھر صلب پاک اور شکم طاہر سے انتقال کیا۔ اور صلب ابراہیم علیہ السلام تک ہم میں کوئی حجاب نہ تھا یہاں تک کہ ہم عبدالمطلب

کی پشت میں منتقل ہوئے۔ پس وہ نور و وحیوں میں منقسم ہو گیا۔ ایک حصہ عبد اللہ کی صلب میں قرار پایا۔ اور دوسرا حصہ ابوطالب کی پشت میں پس میں پشت عبد اللہ سے نکلا۔ اور علی پشت ابوطالب سے۔ بعد ازاں میرا اور علی کا نور فاطمہ میں جمع ہوا۔ اور حسن اور حسین پروردگار عالم کے نور سے دونور ہیں۔ اور حدیث مذکور **خزانة الجمالیہ** میں بایں عبارت وارد ہوئی ہے۔ **نصار نَصْفَيْنِ نَصْفِ اِلَى عَبْدِ اللّٰهِ وَنَصْفَهُ اِلَى اَبِي طَالِبٍ فَخَلِقَتْ اَنَا مِنْ جُذْءٍ وَعَلِيٌّ مِنْ جُذْءٍ فَاَلَا نُوَاكُلُهُمَا مِنْ نُورِي وَنُورِ عَلِيٍّ** پس وہ نور دو برابر حصے ہو گیا۔ ایک نصف تو عبد اللہ کی پشت میں قائم ہوا۔ اور ایک نصف ابی طالب کی پشت میں پس میں ایک جز سے پیدا ہوا اور علی ایک جز سے۔ پس تم انوار میرے اور علی کے نور سے ہیں اور تمہید میں روایت کی گئی ہے کہ ایک دفعہ علی رضی حضرت مصطفیٰ کے پاس آئے۔ رسول نے فرمایا۔ **مَوْحِبًا يَا اَخِي وَابْنَ عَمِّي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ خَلَقْتُ اَنَا وَهُوَ مِنْ نُورِي وَاحِدٍ**۔ یعنی خوشی اور خرمی ہو میرے بھائی اور میرے پسرم کو۔ اور اس ذات برحق کی قسم ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں اور وہ ایک نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔

منقبت۔ **قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ**۔ **مَكْتُوبٌ عَلَيَّ بِأَبِ الْجَنَّةِ أَوْ آلِهِ أَوْ آلِ اللَّهِ مُحَمَّدٍ رَزَقَ اللهُ عَلِيَّ أَحْرَسُؤَلِ اللهِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ بِأَلْفِي عَامٍ**۔ ترجمہ صحاح ستہ اور مودات میں مسطور ہے کہ رسول نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے جنت کے دروازے پر لکھا ہے۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ... أَحْرَسُؤَلِ اللهِ** یعنی خدا کے سوا اور کوئی عبادت کے قابل نہیں ہے۔ اور محمد خدا کا رسول ہے اور علی رسول خدا کا بھائی ہے۔

منقبت۔ **قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ** **إِنَّ عَلِيًّا مَتَّى وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَهُوَ وَوَلِيٌّ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ بَعْدِي لَا يُؤَدِّي عَنِّي دَيْنِي إِلَّا عَلِيٌّ**۔ ترجمہ صحاح ستہ صواعق محرقة ابن حجر مصابیح مسند احمد بن حنبل اور مشکوٰۃ میں عبید بن جراح سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد مومن اور مومنہ کا ولی اور حاکم ہے۔ اور میرے دین کو میری طرف سے علی کے سوا اور کوئی ادا کرے گا۔

منقبت۔ **قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ** **الْصِّدِّيقُ ثَلَاثَةُ حَبِيبِ التَّجَارِ مُؤْمِنِ الْإِسْلَامِ وَخَيْرُ قَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ الْإِسْلَامِ وَخَيْرُ عَرَبٍ وَعَلِيٌّ وَهُوَ أَفْضَلُهُمْ**۔ ترجمہ شرح مصابیح اور صواعق محرقة میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ رسول نے فرمایا کہ امتوں کے صدیق تین ہیں اول حبیب بنجار مومن آل لیس۔ دوم خزیل مومن آل فرعون۔ سوم علی ابن ابی طالب۔ اور وہ سب صدیقوں

سے افضل ہے۔ اور حدیث مذکور بعض نسخوں میں اس عبارت میں بھی وارد ہوئی ہے۔ سُبَاتُ الْأُمَّمِ ثَلَاثَةٌ
لَمْ يَكْفُرُوا بِاللَّهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَصَاحِبِ لَيْسِينَ وَمُؤْمِنِ آلِ
فِرْعَوْنَ وَهُمْ الصِّدِّيقُونَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَأَصْحَابُ بَيْتِ كَعْبٍ وَصَاحِبَةُ الْبَيْتِ
جَوَائِدُ حَيْثُمْ زِدْنَ بَعْضُهُمْ كَافِرٌ نَبِيٌّ هُوَ - علی ابن ابی طالب اور صاحب لیسین اور مؤمن آل فرعون اور وہی
صدیق ہیں اور علی ان سب میں افضل ہے۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ
وَأَنْتَ أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيْمَانًا وَأَنْتَ مِثِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى تَرْجِمَهُ
اربعین ابوالمکارم اور نزل السائین میں بہ روایت قدوہ اصحاب عرب عن الخطاب اور صفوۃ الزلال المعین میں
بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہم مذکور ہے کہ رسول نے فرمایا۔ اے علی تو از روئے اسلام پہلا مسلمان۔ اور
از روئے ایمان پہلا مؤمن ہے۔ اور تو مجھ سے ایسا ہے۔ جیسے ہارون موسیٰ ہے۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ مِثِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ
مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَوْ نَبِيٌّ بَعْدِي تَرْجِمَهُ - صحیح ترمذی۔ مسلم۔ بخاری۔ مصابیح مشکوٰۃ۔ صحائف اور
ہدایتہ السعداء میں سعد ابن ابی وقاص اور زید بن ارقم سے اور شرف النبی میں اسماء بنت عیس سے اور
مووات میں جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے
علی تیرا درجہ مجھ سے ایسا ہے جیسے ہارون کا درجہ موسیٰ سے تھا۔ مگر یہ کہ میرے بعد پیغمبری نہیں ہے۔
یعنی جیسے حضرت ہارون فضائل اور کمالات میں حضرت موسیٰ کی صفات سے موصوف تھا۔ تو مجھ سے ویسا ہی
ہے سوائے نبوت کے مرتبہ کے کہ وہ مجھ کو حاصل ہے۔ اور تیرے واسطے نہیں۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا تَرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ - مَا تَرِيدُونَ مِنْ
عَلِيٍّ - مَا تَرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ - إِنَّ عَلِيًّا مِثِّي وَأَنَا مِنْهُ دَهْوٌ لِي كُلِّي مُؤْمِنٍ بَعْدِي تَرْجِمَهُ
مسند احمد بن حنبل۔ مسند ابن جوزی۔ مستدرک حاکم۔ صحیح ترمذی۔ مصابیح مشکوٰۃ اور صواعق محرقہ میں عمران
بن حصین سے روایت ہے۔ کہ رسول نے فرمایا تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی
سے کیا چاہتے ہو۔ بیشک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر ایک
کا حاکم اور ولی ہے۔ تَرْجِمَهُ مَنْظُومَهُ

علی آمد ولی ہر مومن

اقتدا کن جو مومن علیؑ

سرورِ انبیا چنیں فرمودا

کہ علیؑ از من است و من علیؑ

منقبت ۱۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ - ترجمہ - صحیح ترمذی - مصابیح مشکوٰۃ اور صواعق محرّمہ میں فتاویٰ اور عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ

جب رسول نے اپنے اصحاب میں سے دو درخصوں کے درمیان برادری یعنی بھائی چارہ قائم کیا۔ اور ترضی علی کا کسی
شخص سے اخوت کا صیغہ منعقد نہ کیا۔ امیر المومنین نے سید المرسلین کی خدمت میں اگر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ نے
صحابہ میں باہم بھائی چارہ قائم فرمایا۔ میرا بھائی کون ہے؟ رسول نے فرمایا۔ اے علی تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

اور مسند احمد حنبلی میں مرقوم ہے کہ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا۔ اِنَّمَا تَوَكَّلْتُ لِنَفْسِي أَنْتَ أَخِي وَأَنَا أَخُوكَ
فَإِنْ ذَكَرَكَ أَحَدٌ فَقُلْ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخِي رَسُولُ اللَّهِ لَوْ بَدَّ عَيْنَاهَا بَعْدَكَ الْإِلَهَ الْكَذَّابُ
وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ مَا أَخْتَرْتُكَ إِلَّا لِنَفْسِي وَأَنْتَ مَعِي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى
غَيْرَ أَنَّهُ لَوْ سَبَّ بَعْدِي وَأَنْتَ وَارِثِي - یعنی اے علی میں نے تجھ کو اپنے ہی لئے رکھا ہے۔ تو میرا

بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں اس کے بعد اگر کوئی تجھ کو یاد کرے۔ اس سے کہے کہ میں خدا کا بندہ اور رسول کا بھائی
ہوں۔ اور تیرے سوا کوئی اور شخص میرا بھائی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ مگر وہ شخص جو کہ کذاب اور جھوٹا ہو۔ اور تیرا مرنے والے
ایسا ہے جیسے ہارون کا مرتبہ موسیٰ سے تھا۔ مگر تافرق ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے اور تو میرا وارث وراثت پانچواں ہے

منقبت ۱۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْلَ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَرُودًا عَلَى الْحَوَاضِ
وَأَوْلَهَا إِسْلَامًا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ - ترجمہ - استیعاب میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
رسول خدا نے فرمایا کہ اس امت میں سب سے پہلے وہ شخص حوض کوثر پر وارد ہوگا جو سب سے پہلے اسلام لایا۔

ہے اور وہ علی ابن ابی طالب ہے۔ اور حدیث مذکور اس کتاب استیعاب میں ہاں عبارت بھی وارد ہوئی ہے۔
أَوْلَ لَكُمْ عَدُوًّا وَعَلَى الْحَوْضِ أَوْلَ لَكُمْ إِسْلَامًا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ (ترجمہ بعینہ وہی ہے)

منقبت ۱۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مَعِي وَأَنَا مَعَكَ -
ترجمہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں براہین عازب سے روایت ہے کہ رسول نے علی سے فرمایا۔ تو مجھ سے
ہے اور میں تجھ سے ہوں

منقبت ۱۴ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدَامَ عَلِيًّا يَبْعَثُهُ اللَّهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا - ترجمہ مسند احمد بن حنبل میں منقول ہے کہ رسول نے فرمایا۔ جو کوئی علی کو
ایدا پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن یہودی یا نصرانی اٹھائے گا۔

منقبت ۱۵ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِّي مَتَى وَأَنَا مِنْ عَنِّي حَيْثُ
تَكُونُ - ترجمہ اربعین میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ علی مجھ سے ہے اور میں

علی سے ہوں جہاں کہیں کہو۔

منقبت ۱۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - أَنَا الْمُنْذِرُ وَعَلِيُّ الصَّادِقُ وَبِكَ يَا عَلِيُّ يَهْتَدِي الْمُهْتَدُونَ وَنَ تَرْجِمَهُ - فردوس الاخبار میں ابن مسعود سے اور اربعین میں ابن عباس سے اور مودات میں جابر بنی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا میں خلائق کو ڈرانے والا ہوں اور علی ہادی (ہدایت کرنے والا ہے) اور اے علی تیرے سبب سے ہدایت پانے والے لوگ ہدایت پائیں گے۔ ترجمہ منظومہ

نبی آں رہبرِ مدنی فرمود کہ منم مُنذر و علی ہادی!

بعلی پے کعبہ مقصود سے برادرہ نورِ دہرِ ہادی

مولف - عرض کرتا ہے کہ حدیث مذکورہ بالا آیہ کریمہ إِنَّهَا مُنْذِرٌ لِّكُمْ قَوْمٌ هَادٍ -

کے مطابق ہے۔

منقبت ۱۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَقُولُ كَمَا قَالَ آخِي مُوسَىٰ اجْعَلِي وَزَيْرًا مِنِّي أَهْلِي عَلِيًّا آخِي أَشَدُّ ذُبِّهِ أَذْرِي وَأَشْرَكُهُ فِي أَمْرِي تَرْجِمَهُ - سند احمد بن حنبل اور ہدایت السعداء میں مرقوم ہے کہ رسول نے فرمایا میں اسی طرح کہتا ہوں (معا کرتا ہوں) جس طرح میرے بھائی موسیٰ نے کہا تھا (دعا کی تھی) اے بار خدا! میرے اہل سے میرے واسطے علی کو وزیر بنا۔ جو کہ میرا بھائی ہے۔ میری پشت کو اس سے قوی کر۔ اور اس کو میرے کام میں شریک بنا۔

منقبت ۱۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُسْرِيَ فِي الْيَوْمِ إِذَا عَلِيُّ الْعَرَشِ مَكْتُوبٌ لِآلِهِ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ أَيَّدْتَهُ بِعَلِيٍّ تَرْجِمَهُ كِتَابُ شَفَا قَاضِي ابُو الْفَضْلِ بَخْصِي اور فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا میں ابو الجراح سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا شبِ معراج جب مجھ کو آسمان پر لے گئے۔ ناگاہ میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ أَيَّدْتَهُ بِعَلِيٍّ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد اس کا رسول ہے۔ میں نے علی سے اس کی مدد کی)۔

منقبت ۱۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - مَثَلُ عَلِيٍّ فِي النَّاسِ كَمَثَلِ قُلُوبِ اللَّهِ أَحَدٌ فِي الْقُرْآنِ تَرْجِمَهُ - اربعین اور فردوس الاخبار میں روایت ہے کہ رسول نے فرمایا۔ کہ علی کی مثال لوگوں کے درمیان ایسی ہے جیسے سورہ قُلُوبِ اللَّهُ قُرْآنِ میں یعنی جس طرح سورہ اخلاص تمام قرآنی سورتوں میں اشرف و اعلیٰ ہے کیونکہ وہ وحدت ذاتِ خدا اور معرفت صفاتِ الہی پر دلالت کرتا ہے۔ جو جملہ ذات و صفات سے اشرف و اعلیٰ ہے۔ اسی طرح علی خلائق کے درمیان افضل اور اشرف ہے۔ اور تمام کمالاتیں وحید اور یگانہ ہے۔

ترجمہ منظومہ علم قرآن علیٰ رسانہ بخلق بقرآت سبجہ آملازاں

نسبت ذاتِ او بہ زمرہٴ خلق ہست چون قل هو اللہ در قرآن

منقبت ۱۸ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حُبَّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ يَا كُلُّ الذُّلُوبِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطْبَ - ترجمہ - اربعین اور مودات میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا ہے۔ مرفضی علیؑ کی دوستی گناہوں کو اس طرح کھا جاتی اور نیست کر دیتی ہے جیسے آگ ایندھن کو کھا جاتی اور نیست کر دیتی ہے۔ ترجمہ منظوم

حُبِّ شَاہِ وَلَايْتِ آتَشِ دَارِ آکِلِ جَسَدِ گناہاں است!

جُرْمِ مَاہِرِ مَا است وے سوزِ دِہیزم از آتشے کہ سوزان است

منقبت ۱۹ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَسَمْتُ الْحِكْمَةَ عَشْرَةَ أَجْزَاءً فَأَعْطَيْتُ عَلِيًّا تِسْعَةً أَجْزَاءً وَالتَّاسِ جُزْءًا وَاحِدًا ترجمہ تفسیر ثعلبی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسولؐ سے سوال کیا کہ آپ علیؑ کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا حکمت کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان میں نو حصے علیؑ کو عطا ہوئے۔ اور ایک حصہ کل اہل جہاں پر تقسیم ہوا۔ ترجمہ منظوم

مُصْطَفَى كَفْتُ كَرَاهِ شِدْقَمْتِ حِکْمَتِ آں مَسْبُوعِ ہنر ہارا

بُورِ وَہِ جُزْءِ وَادِہِ شِدْقَاں وَہِ نُو عَلِيٍّ رَا - یگے دگر ہارا

منقبت ۲۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ - ترجمہ - صحیح ترمذی حلیۃ الاولیاء مسند بزاز اور اوسط طبرانی میں جابر انصاری سے اور مودات مستدرک حاکم اور صواعق محرقہ میں امیر المؤمنین سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو شخص کہ علم کا طالب ہو۔ اس کو لازم ہے کہ شہر کے دروازہ سے آئے۔ یعنی بموجب آیہ وافی الہدایہ وَاتَّوَالُوا الْبَيْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا تَقَرُّوْهُمْ فِي دَرَوَازِمْ سے داخل ہوں جناب امیر سے توسل کئے بغیر علوم رسولؐ سے بہرہ ور ہونا ممکن نہیں ہے۔ ترجمہ منظوم

بِحِرِّ عِلْمِ وَعَمَلِ چہ گفت کہ من شہرِ علمِ عَلِيٍّ دَرِاسْتِ ام

ہر کیسے را کہ علم سے بدید گور آید بصدق از دریا

منقبت ۲۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ترجمہ - صحیح ترمذی مستدرک حاکم مشکوٰۃ مصابیح حلیۃ الاولیاء اور صواعق محرقہ میں امیر المؤمنین سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس گھر کا دروازہ ہے۔ جو شخص چاہے کہ حکمت کے گھر میں داخل ہو۔ اس کو لازم ہے کہ گھر کے دروازے سے اندر آئے۔ نہیں تو آیۃ السَّارِقِ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا - (چور مرد اور چور

عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو کے موافق اپنے دستِ امید کو دامنِ مقصود سے کوتاہ کرے یعنی اپنے مقصودِ دلی سے محروم اور مایوس رہے۔

منقبت ۱۱۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى عَلِيَ عَلِيٌّ هَذِهِ الْأُمَّةُ كَحَقِّ الْوَالِدِ عَلِيٍّ وَوَلَدِهِ - ترجمہ - اربعین میں جابر بن انصاری سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا ہے کہ علیؑ کا حق اس امت پر ایسا ہے جیسے باپ کا حق اپنے بیٹے پر ہوتا ہے یعنی جس طرح باپ بیٹے کی ظاہری زندگی کا باعث ہوتا ہے اسی طرح امیر المؤمنین اس امت کی معنوی اور باطنی زندگی کا باعث ہیں جس سے علم تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس جو نیک بخت اور خوش نصیب قدمِ اخلاص و اعتقادِ جنابِ امیر کے راہِ متابعت پر رکھے۔ اور آپ کے کلام کو جان و دل کے کان سے سُننے اور ان علومِ حقان و معارف کو جو آنجناب نے ارشاد فرمائے ہیں تحصیل کرے۔ اور ان پر عامل اور کار بند ہو۔ وہ حیاتِ ابدی اور نعیمِ مقیم پر فائز ہوگا۔ موجبِ حدیثِ المومن حجتی فی الدارین دوسوں دونوں جہاں میں زندہ ہے) حیاتِ سرمدی سے مخصوص اور ممتاز ہوگا۔

منقبت ۱۱۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - أَعْلَمُ مُؤْمِنِي عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ - ترجمہ - نیز کتابِ مذکور میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا ہے۔ میری امت میں سب سے زیادہ عالم اور دانایا علی بن ابی طالب ہے۔

منقبت ۱۱۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - أَنَا مَيِّزَانُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ كَفْتَاةُ وَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ خِيُوطُهُ وَ قَاطِمَةُ عِلَاقَتُهُ وَ الْوَلِيَّةُ عُمُودُهُ بُوَدُنُ بِهِ أَعْمَالُ الْمُحْسِنِينَ وَ الْمُبْغَضِينَ لَنَا - ترجمہ - نیز کتابِ مذکور میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ رسول نے فرمایا میں علم کی ترازو ہوں۔ اور علیؑ اس کے دو پڑے۔ اور حسن اور حسینؑ اس کے ڈوڑے۔ اور قاتم اس ترازو کا عماد و لٹکانے کا ذریعہ اور باقی ائمہ اس کاستوں۔ اس ترازو میں ہمارے دوستوں اور دشمنوں کے اعمال تولے جلتے ہیں۔

منقبت ۱۱۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - عَلِيٌّ أَحْضَى أُمَّتِي - ترجمہ - صحیح ترمذی میں امیر المؤمنین حسن علیہ السلام سے اور استیعاب میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ عادل اور سب سے بڑا قاضی علی بن ابی طالب ہے۔

منقبت ۱۱۴ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِي وَمَنْ أَدَى عَلِيًّا فَقَدْ أَدَانِي وَمَنْ أَدَانِي فَقَدْ أَدَى اللَّهَ - ترجمہ - مسند ابویعلیٰ مسند بزاز۔ صواعقِ محرقہ اور استیعاب میں سعد و قاص سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا جو شخص علیؑ کو دوست رکھے۔ وہ بیشک مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ اور کوئی علیؑ کو دشمن رکھتا ہے۔ وہ بیشک مجھ کو دشمن رکھتا ہے۔ اور جو کوئی

علی کو اذیت دیتا ہے۔ وہ بیشک مجھ کو ایذا دیتا ہے۔ اور جو کوئی مجھ کو ایذا دیتا ہے۔ وہ بیشک خدا کے عذاب سے
کو ایذا دیتا ہے۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أُوْتَيْتَ ثَلَاثًا لَمْ يُؤْتِ هُنَّ أَحَدًا وَلَا أَنَا أُوْتَيْتَ صَهْرًا مِثْلِي وَكَلِمًا أُوْتِ أُنَا مِثْلِي وَأُوْتَيْتَ صِدْقًا مِثْلَ ابْنَتِي وَكَلِمًا أُوْتِ مِثْلَهَا وَأُوْتَيْتَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ صُلْبِكَ وَكَلِمًا أُوْتِ مِنْ صُلْبِي مِثْلَهَا وَلَكِنَّكُمْ عَنِّي وَأَنَا مِنْكُمْ
ترجمہ۔ شرف النبی میں ابوالمحرا سے مروی کہ رسول نے فرمایا۔ یا علی تجھ کو تین فضیلتیں ایسی دی گئیں کہ خلقت میں سے کسی کو نہیں
دی گئیں اور نہ مجھ کو عطا ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ تجھ کو مجھ جیسا خسر دیا گیا ہے اور میرا خسر مجھ جیسا نہیں ہے دوم۔ میری
بیٹی فاطمہ جیسی عورت تیری بیوی ہے۔ اور تجھ کو ایسی بیوی نہیں ملی سوم۔ تجھ کو اپنے صلب سے حسن اور حسین جیسے
فرزند عطا کئے گئے ہیں اور تجھ کو ایسے فرزند اپنے صلب سے نہیں ملے۔ لیکن تم یعنی علی۔ فاطمہ۔ حسن اور حسین علیہم السلام
مجھ سے ہیں اور میں تم سے ہوں۔ اور حدیث مذکور بحر الدرر میں بعبارت ذیل دیکھی گئی ہے کہ يَا عَلِيُّ إِنَّكَ أُعْطِيتَ
ثَلَاثًا وَلَمْ أُعْطَ أَحَدٌ مِثْلَكَ وَأُوْتِيتَ صَهْرًا مِثْلِي وَكَلِمًا أُعْطِيتَ مِثْلَ فَاطِمَةَ وَلَمْ أُعْطَ أَحَدٌ مِثْلَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَكَلِمًا أُعْطِيتَ
مِثْلَ صَخْرٍ عَطَا هُوَ - اور تجھ کو فاطمہ جیسی بیوی دی گئی اور مجھ کو نہیں ملی۔ اور تجھ کو حسن اور
حسین جیسے فرزند عطا ہوئے اور مجھ کو نہ ملے۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى آدَمَ فِي عِلْمِهِ وَإِلَى نُوحٍ فِي فَهْمِهِ وَإِلَى يَحْيَى فِي زُهْدِهِ وَإِلَى مُوسَى فِي بَطْشِهِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ -
ترجمہ۔ صحیح واقدی میں ابوالمحرا سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ جو شخص چاہے کہ دیکھے آدم کو اس کے علم میں اور
نوح کو اس کے فہم میں۔ اور یحییٰ کو اس کے زہد میں۔ اور موسیٰ کو اس کی بہت میں۔ اس کو چاہیے کہ وہ علی بن ابی طالب
کو دیکھے۔ اور حدیث مذکور شرف النبی میں اسی ابوالمحرا سے اس طرح روایت کی گئی ہے مَنْ سَأَلَ أَنْ يَنْظُرَ
إِلَى آدَمَ فِي عِلْمِهِ وَإِلَى نُوحٍ فِي فَهْمِهِ وَإِلَى إِبْرَاهِيمَ فِي جَلَمِهِ وَإِلَى مُوسَى فِي هَيْبَتِهِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
اور بہتوں نے اپنے اسناد سے بایں عبارت روایت کی ہے مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى آدَمَ فِي عِلْمِهِ وَإِلَى نُوحٍ فِي فَهْمِهِ
وَإِلَى إِبْرَاهِيمَ فِي جَلَمِهِ وَإِلَى مُوسَى فِي هَيْبَتِهِ وَإِلَى عِيسَى فِي عِبَادَتِهِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى عَلِيٍّ بْنِ أَبِي
طَالِبٍ أَوْ رِصَالَةَ السَّعْدَاءِ وَأَوْ جِبْرَائِيلَ الْأَخْبَارِ مِنْ جَابِرٍ سَ مَرُوسٍ هِيَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى
إِسْرَافِيلَ فِي هَيْبَتِهِ وَإِلَى مِيكَائِيلَ فِي رُبُوبِيَّتِهِ وَإِلَى جِبْرَائِيلَ فِي جَلَالَتِهِ وَإِلَى آدَمَ فِي سَلَمِهِ وَإِلَى
نُوحٍ فِي خَشْيَتِهِ وَإِلَى إِبْرَاهِيمَ فِي خَلْقِهِ وَإِلَى يَعْقُوبَ فِي حُزْنِهِ وَإِلَى يُوسُفَ فِي جَمَالِهِ وَإِلَى مُوسَى فِي

مَنَاجَاتِهِ وَالِىَ الْيُؤُوبَ فِي صَبْرِهِ وَالِىَ الْمُجِيبِ فِي رُحْمِهِ وَالِىَ عِيسَى فِي سُنَّتِهِ وَالِىَ يُؤُنُسَ فِي دُرْعِهِ وَالِىَ مُحَمَّدٍ فِي حُسْبِهِ وَخَلْقِهِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى عَمَلِي فَإِنَّ فِيهِ تَسْعِينَ خَصْلَةً مِنْ خِصَالِ الْأَنْبِيَاءِ جَمَعَ اللَّهُ فِيهِ وَكَفَى بِجَمْعِ أَحَدٍ آخِرًا - ترجمہ - رسول نے فرمایا جو کوئی اس بات کو دوست رکھے کہ دیکھے اسرافیل کو اس کی ہیبت میں۔ اور میکائیل کو اس کے مرتبے میں۔ اور جبرائیل کو اس کی بزرگی میں۔ اور آدم کو اس کے اسلام کی درستی میں صلح جوئی میں اور نوح کو اس کے خداتعالیٰ سے ڈرنے میں اور ابراہیم کو اس کی خلعت درستی میں۔ اور یعقوب کو اس کے اندوہ و سزا میں۔ اور یوسف کو اس کے سن میں۔ اور موسیٰ کو اس کی راز گوئی میں۔ اور یاقوب کو اس کے صبر میں اور یحییٰ کو اس کے زہد میں اور عیسیٰ کو اس کی عبادت اور سنت میں۔ اور یونس کو اس کی پرہیزگاری میں۔ اور محمد کو اس کی بزرگی حسبِ خلق میں پس اس سے کہہ لے کہ وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھ لے کیونکہ اس میں پیغمبروں کی نوے نفسانیتیں موجود ہیں۔ جو خداتعالیٰ نے اس میں جمع کی ہیں اور اس کے سوا اور کسی میں نہیں۔

منقبت ۲۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - عَلَى مَهْدٍ مِنْ فِي ذَاتِ اللَّهِ أَحَى عَلَيْهِمْ خَيْرًا - ترجمہ - استیعاب میں مذکور ہے کہ رسول نے فرمایا علی ذاتِ خدا میں مہندیں یعنی خوب وانا اور واقف اور آگاہ ہے۔

منقبت ۲۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَشْكُرُوا عَلِيًّا فَإِنَّ اللَّهَ إِنَّهُ لَأَحْسَنُ فِي دِينِ اللَّهِ - ترجمہ - علیہ الاولیاء میں بروایت ابو سعید خدری منقول ہے کہ بعض لوگوں سے امیر المؤمنین کی شہادتِ بنابِ رسول سے کی حضرت نے فرمایا۔ اے لوگو! علیؑ کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ خدا کے دین میں رشتہ اور سخت ہے۔ یعنی بن میں مضبوط اور محکم اور راہِ خداتعالیٰ میں یگانہ اور مکتا ہے۔ جب قرآنِ اسلام کے قائم کرنے میں کوشش کرتا ہے کسی مخلوق کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔ یہ لَوْ يَخَافُونَ كَوْمَةً لَآ كُنْتُمْ كَوْمًا كَمَا كُنْتُمْ مَلَأْتُمْ كَيْبُولَةَ كَمَا كُنْتُمْ مَلَأْتُمْ كَيْبُولَةَ اس کی صفت ہے اور اَشَدُّ أَعْلَى الْكُفْرَانِ اس کی شان میں ہے۔ اور حدیث مذکور صواعقِ محرقہ اور سندرکِ حاکم میں راوی مذکور سے باری عبارت منقول ہے۔ لَا تَشْكُرُوا عَلِيًّا فَإِنَّ اللَّهَ إِنَّهُ لَأَحْسَنُ فِي دِينِ اللَّهِ أَوْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - یعنی علیؑ کا شکوہ نہ کرو۔ خدا کی قسم ہے۔ وہ ذاتِ خدا یا راہِ خدا میں بہت ڈرنے والا ہے۔

منقبت ۲۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - لَا يَجِبُ عَلَيَّ مَنَافِقٌ وَلَا يُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ - ترجمہ مسند احمد بن حنبل۔ صحیح ترمذی اور مشکوٰۃ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول نے ارشاد فرمایا ہے کہ منافق علیؑ کو دوست نہیں رکھتا اور مؤمن اس کو دشمن نہیں رکھتا اور صحیح مسلم اور ابان صحیحین میں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے دانہ کو آگایا۔ اور مخلوق کو پیدا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ مجھ کو دوست نہیں رکھتا مگر مؤمن۔ اور دشمن نہیں رکھتا۔ مگر منافق دینے

جو علیؑ کو دوست رکھتا ہے۔ وہ کومن ہے اور جو دشمن رکھتا ہے۔ وہ منافق ہے،

منقبت ۳۱۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - لَوْ تَسَبَّوْا عَلِيًّا فَإِنَّهُ مَمْسُوسٌ فِي ذَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ - ترجمہ - حلیۃ الاولیاء میں یہ روایت کعب بن عجرہ منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کو سب نہ کرو۔ اور بُرا نہ کہو۔ کیونکہ وہ ذاتِ خدا میں مسوس یعنی قریب بوصول ہے (رفنا فی اللہ ہے)

منقبت ۳۲۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّيْنِي -

ترجمہ - مستدرک حاکم - مسند احمد حنبلی اور صواعق محرقہ میں یہ روایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا جس شخص نے علیؑ کو سب کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے مجھ کو سب کیا (بُرا کہا گالی دی)

منقبت ۳۳۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - النَّظَرُ إِلَى عَلِيٍّ عِبَادَةٌ - ترجمہ - معجم طبرانی - مستدرک حاکم صواعق محرقہ - بحر المعارف میں ابن مسعودؓ سے اور فصل الخطاب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرتؓ نے فرمایا کہ مرتضیٰ علیؑ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔ ترجمہ منظومہ

تا کیے در اطاعتِ دگراں دست بندی بسینہ ہر ساعت

رو متاب از اطاعتِ شاہے کہ نظر بر رخسار بود طاعت!

منقبت ۳۴۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - عَلِيٌّ يَرْحَمُنِي الْجَنَّةُ لِكُلِّ كَوْكَبٍ الصَّبْحُ

لَوْ هَلِ النَّبِيَّ - ترجمہ - صواعق محرقہ اور جمع و ملی اور سبقتی میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ جب بہشت میں داخل ہو گا تو اس طرح درخشاں ہو گا جیسے آفتاب اہل دنیا پر چمکتا ہے۔ ترجمہ منظومہ

مرتضیٰ در بہشت جاویدال چوں در آید بہ طالع فیروز

سے درخشد رخسار اہل جنان چوں درخشیدن ستارہ روز

منقبت ۳۵۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - ذَكَرَ عَلِيٌّ عِبَادَةَ - ترجمہ - جمع و ملی -

صواعق محرقہ اور بحر المعارف میں ام المؤمنین عائشہؓ سے اور فصل الخطاب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ مرتضیٰ علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔ ترجمہ منظومہ

ذکرِ خیرِ علیؑ کند ہر روز ہر کہ ذکرِ خدائش عادت شد

بعبادت گرائے کہ پیغمبرؐ گفت ذکرِ علیؑ عبادت شد

منقبت ۳۶۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - اللَّهُمَّ لَوْ تَمَتَّتَنِي حَتَّى تَرِيَنِي عَلِيًّا -

ترجمہ - صحیح ترمذی اور مشکوٰۃ میں یہ روایت ام علیہؓ مذکور ہے کہ رسولؐ نے ام المؤمنین کو ایک جہاد میں بھیجا اور روانہ کرنے کے وقت غایت شوق اور زیادتی محبت کی وجہ سے جو اس کی ملاقات کی آنحضرتؐ کو تھتی۔ دونوں ہاتھ دُعا کے لئے اٹھا کر

و عازمائی۔ لے بار خدا! مجھ کو نہ ماریو۔ جب تک کہ تو علیؑ کو مجھے پھر دہکھائے۔

منقبت^{۳۳}۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ - ترجمہ - صحیح زندی اور صحیح

ابن ماجہ میں بہ روایت عبدالرحمن بن عوف سے منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ علیؑ کرم اللہ وجہہ بہشت میں ہے۔

منقبت^{۳۴}۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِعَلِيِّ دَمَكٌ دَمِي لِحَمَكُ لَحَبِي قَلْبِكَ

قَلْبِي نَفْسِكَ نَفْسِي دَوْحَكَ دَوْحِي - ترجمہ - دستور الحقائق میں منقول ہے کہ اس حدیث کا باعث و رو دیہ ہے کہ ایک روز سید المرسلینؐ نے امیر المؤمنینؑ کو اپنے پیار میں داخل کیا کہ مصطفیٰؐ اور تفضلیؑ دونوں کا ایک تن ہو گیا۔ لیکن نبیؐ اور ولیؑ کا نہ نظر آتا تھا۔ اس حالت میں حدیث مذکور بیان فرماتے ہیں۔ اور ہدایت السعداء اور بعض اور کتابوں میں ایسا نظر سے گذرے کہ ایک روز امامین (حسنؑ و حسینؑ) سید الثقلمینؑ کے پاس حاضر تھے۔

ایک اعرابی نے بوجھا۔ یا رسول اللہؐ۔ یہ کس کے بیٹے ہیں۔ فرمایا۔ میرے بیٹے ہیں۔ اس نے عرض کی کہ علیؑ کے بیٹے کہاں ہیں؟ فرمایا۔ یہی ہیں۔ پھر امیرؑ کو آغوش مبارک میں لیا۔ اور حدیث مذکور فرمائی (یعنی حضرتؑ نے علیؑ سے فرمایا۔ تیرا خون میرا خون ہے۔ تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔ تیرا دل میرا دل ہے۔ تیرا نفس میرا نفس ہے۔ تیری روح میری روح ہے۔)

منقبت^{۳۵}۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ لَا تَجْمَعُوا بَيْنَ اسْمِي وَكُنْيَتِي أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ

اللَّهُ يُعْطِي وَأَنَا قَاسِمٌ لَمْ رَخَّصْ ذَلِكَ لِعَلِيٍّ وَبَيْنَهُمَا تَرْجَمَةٌ - تفسیر ثعلبی میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ میرا نام اور کنیت جمع نہ کرو۔ یعنی جب اپنے کسی بیٹے کا نام محمدؐ رکھو۔ تو اس کی کنیت ابو القاسم مقرر نہ کرو۔ اور اگر کنیت ابو القاسم کر دو۔ تو نام محمدؐ مت رکھو۔ کیونکہ اس نام اور کنیت کو جمع کرنا میری ذات سے مخصوص ہے کہ خدا تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ محمود ہے۔ میں محمد ہوں۔ پس مخلوقات کو جائز نہیں ہے کہ محمد نام اور ابو القاسم کنیت کو ایک جگہ جمع کریں۔ بعد ازاں امیر المؤمنینؑ علیؑ اور ان کے فرزندوں کو اجازت دی کہ امیرؑ

نے اپنے فرزند کا نام محمد رکھا اور کنیت ابو القاسم مقرر کی۔ اور مستدرک حاکم میں محمد حنیفہ رضوان اللہ علیہ سے اس طرح مروی ہے کہ ایک روز طلحہؑ اور امیر المؤمنینؑ میں جھگڑا ہوا۔ طلحہ نے کہا۔ تو نے اپنے فرزند کا نام محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابو القاسم مقرر کی ہے۔ حالانکہ رسولؐ نے اس نام اور کنیت کا جمع کرنا تمام امت پر حرام کیا ہے۔ امیرؑ نے حاضرین میں سے ایک شخص کو فرمایا۔ جا کہ فلاں فلاں کو بلا لاؤ۔ اصحاب کی ایک جماعت نے آکر گواہی دی کہ آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ اور ان کے فرزندوں کو رخصت دی ہے۔ اور باقی تمام امت پر حرام فرمایا ہے۔

منقبت^{۳۶}۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ إِنَّهُ خَلَقَ اللَّهُ حَلَقَهُ بَابِ الْحَجَّةِ

مِنْ يَأْتُوهُ حَمْرًا عَلَى صَفَاخٍ الذَّهَبِ فَاذَا دُقَّتِ الْحَلْقَةُ عَلَى الْبَابِ ظَنَنْتُ وَقَالَتْ يَا عَلِيُّ
يَا عَلِيُّ - ترجمہ - مناقبِ طیب میں مرفوم ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بہشت کے
دروازے کا حلقہ یا قوت سُرْح کا پیدا کیا ہے اور سونے کے پتروں پر نکایا ہے۔ جب اس حلقہ کو کھٹکھا یا
جاتا ہے۔ تو اس میں سے آواز نکلتی ہے۔ اور وہ یا علی یا علی کہتا ہے۔

منقبت - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ عَطَسَ
آدَمُ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ - فَأَوْحَى اللَّهُ حِمْدَ فِي عَبْدِي بَعْرَتِي وَجَلَّيْ لَوْلَا عَبْدَانِ أُرِيدَانِ أُرِيدَانِ أَخْلَقْتُمَا
فِي دَارِ اللَّهِ نَبِيًّا مَا حَلَفْتُمْ قَالَ إِلَهِي يَكُونَانِ مِتِّي قَالَ نَعَمْ يَا آدَمُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَالنَّظْرَ فَرَفَعَ
رَأْسَهُ فَإِذَا امْكُتُوبٌ عَلَى الْعَرْشِ - لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَعَلِيُّ مَقِيمُ
الْحُجَّةِ - ترجمہ - نیز کتاب مذکور میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا۔ جب
حق تعالیٰ نے آدم کو پیدا کر کے اپنی رُوح اس میں پھونکی۔ آدم نے چھینکا اور کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ پس اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ حِمْدَ فِي عَبْدِي - میرے بندے نے میری حمد کی۔ مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم ہے کہ اگر پیدائش سے
دو بندے مقصود نہ ہوتے۔ جن کو میں دنیا میں پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ تو تجھ کو ہرگز پیدا نہ کرتا۔ آدم نے عرض کی۔
اے خدا! وہ دونوں بندے میری نسل سے ہوں گے؟ فرمایا۔ ہاں۔ اس وقت حکم ہوا کہ اے آدم! سر اٹھا کر دیکھ
آدم نے سر اٹھا کر دیکھا۔ تو عرش مجید پر لکھا ہوا تھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَعَلِيُّ مَقِيمُ الْحُجَّةِ
اللہ کے سوا اور کوئی قابلِ عبادت نہیں ہے۔ محمد رحمت کا نبی ہے اور علی حجت کو قائم کرنے والا ہے۔

منقبت - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا كَيْفَا عَيْنِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ عَرَفَ عَلِيٍّ
ذِكْرِي وَطَابَ وَمَنْ أَلْكُحْفَةَ لِعَيْنِ وَحَابَ أَقْسَمْتُ بَعْرَتِي أَنْ أُدْخِلَ النَّارَ مَنْ عَصَاهُ وَإِنْ
أَطَاعَنِي وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ مَنْ أَطَاعَهُ وَإِنْ عَصَانِي تَرْجَمَهُ - اسی کتاب مذکور میں منقول ہے کہ نبی صلعم
نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے تمہاری عین کا حق پہنچانا۔ وہ پاک اور خوش ہوا۔ اور جس نے
اس کے حق کا انکار کیا۔ وہ ملعون اور زینکار ہوا۔ میں اپنی عزت کی قسم کھتا ہوں کہ جو شخص اس کی نافرمانی کرے گا۔
اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ اگرچہ وہ میری اطاعت کرے۔ اور جو شخص اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے گا
اس کو بہشت بریں میں داخل کروں گا۔ اگرچہ وہ میری نافرمانی کرے۔

منقبت - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جَاءَ فِي حَبْرٍ أَيْلٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
بِوَرْقَةٍ اسِ خَضْرَاءٍ مَكْتُوبٍ فِيهَا بَيْبَاضٌ إِنِّي أَفْتَرَضْتُ مُحَمَّدًا وَعَلِيًّا بَيْنَ أَبِي طَالِبٍ عَلَى خَلْقِي
فَبَلَّغْتُهُمْ ذَلِكَ عَنِّي - ترجمہ - نیز کتاب مذکور اور فردوس الاخبار میں بروایت جابر انصاری رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ

رسولؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے گلِ آس کا ایک سبز پتالے کر میرے پاس آئے جس میں سفیدی سے لکھا ہوا تھا کہ میں نے علیؑ کی دوستی اپنی خلقت پر فرض کی ہے۔ پس اس بات کو میری طرف سے ان کو پہنچا دے۔

منقبت ۳۵ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْنِبَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَعَظِيمِكَ تَرْجُمَهُ - صحیح ترمذی - مصابیح مشکوٰۃ - طیبی اور ہدایۃ السعداء میں ابو سعید خدری سے اور سند بزار اور صواعق محررقہ میں سعد سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا - اے علیؑ کسی شخص کو جائز اور حلال نہیں ہے کہ اس مسجد میں جنب ہو۔ مگر تجھ کو اور تجھ کو جائز ہے۔

منقبت ۳۶ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ وَسَيِّدَتُكَ تَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِيَيْنِ مَرْضِيَيْنِ وَيَأْتِي عَدُوَّكَ غَضَبَانَ تَرْجُمَهُ - صواعق محررقہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آیا یہ اِنْ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ نازل ہوا۔ تو رسولؐ نے علیؑ رضی سے فرمایا تو اور تیرے شیعہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئیں گے کہ تم خدا سے راضی ہو گے اور خدا تم سے راضی ہو گا۔ اور تمہارا دشمن اس حالت میں آئے گا۔ کہ ششمناک اور غضب آلود ہو گا۔

منقبت ۳۷ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ خَيْرُ الْبَشَرِ لَعَدِيٍّ مَنْ آفَى فَقَدَا كَفَرَهُ - ترجمہ - صحائف - ہدایۃ السعداء اور مودات میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا مرقضیؑ علیؑ میرے بعد سب آدمیوں سے بہتر ہے۔ جو شخص انکار کرے۔ بیشک وہ کافر ہے۔

منقبت ۳۸ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ بَابُ حِطَّةٍ مَنْ دَخَلَ بَيْتَهُ كَانَ مُؤْمِنًا وَمَنْ خَرَجَ مِنْهُ كَانَ كَافِرًا تَرْجُمَهُ - افراد واقطنی صواعق محررقہ اور مودات میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا - علیؑ (حطہ) توبہ اور استغفار کا دروازہ ہے۔ جو شخص اس دروازے میں داخل ہو وہ مومن ہے۔ اور جو کوئی اس دروازے سے نکل جائے۔ وہ کافر ہے۔ ترجمہ منظومہ

ذاتِ سلطان اولیا باب است کفر و ایمان بطون او مصطر

ہر کہ داخل درو بود مومن! و آنکہ خارچ از بود کافر!

منقبت ۳۹ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ مِثْلِي سَبْذَلَةَ الرَّأْسِ مِنْ سَبْدِي فِي تَرْجُمَهُ - مناقب خطیب میں براہین مازب اور جمع ولیمی - فردوس الاخبار - مودات صواعق محررقہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا - کہ علیؑ مجھ سے ایسا ہے جیسے بدن سے سر - ترجمہ منظومہ

گفت سروار ہاشمی نسبت نسبت مرقضیؑ علیؑ بامن

نسبتے ہست با بدن سرا نسبتش نسبت مراست و بدن

منقبت ۱۸ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ قَاحِدَةٍ وَالنَّاسُ مِنْ أَشْجَارٍ رِشْتِي - ترجمہ - اوسط طبرانی اور صواعق محرقہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے اور مودات میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور دوسرے آدمی مختلف درختوں سے۔
ترجمہ منظومہ شجر معرفت رسول خدا گفت در شانِ قاتل کفرہ
خلقت ناس ہر ایک شجر بیت من و او ہر دواز کے شجرہ !

منقبت ۱۹ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِي صُلْبِهِ وَجَعَلَ ذُرِّيَّتِي فِي صُلْبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ - ترجمہ اوسط طبرانی صواعق محرقہ - فردوس الاخبار اور مودات میں جابر سے اور مناقبِ خطیب میں ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک پیغمبر کی نسل کو اس کے صلب میں قرار دیا ہے۔ اور میری ذریت کو علی ابن ابی طالب کے صلب کیا ہے۔ ترجمہ منظومہ

ہر نبی را نمبیدہ داور دادہ از صلب آن خجہ نبی

نبی ما نمبیدہ اورا خلق کردہ خدا از صلب علی

منقبت ۲۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ بَخِيلًا لَمَا كَانَ لِفَاطِمَةَ كَفْوًا - ترجمہ - فردوس الاخبار اور مودات میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ اگر خدا تعالیٰ علی کو پیدائے کرتا۔ تو بیشک فاطمہ کو کوئی ہمسرہ کفو نہ ہوتا۔ ترجمہ منظومہ

ہتر انبیا و بہتر خلق گفت در شان شاہ دین پرور

کہ علی گرنے شدہ مخلوق! خود نے داشت فاطمہ ہمسرہ

منقبت ۲۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - رَأَيْتُ لَيْكَةَ أَسْوَى فِي مُنْبِتَا عَلِيٍّ سَاقِ الْعَرْشِ عَرَمَتْ جَنَّةَ عَدْنٍ مُحَمَّدٌ صَفْوَتِي مِنْ خَلْقِي أَيُّهَا اللَّهُ يَعْلِيٌّ - ترجمہ علیہ الاولیاء میں یہ روایت ابو الحرم منقول ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جب شبِ حواج مجھ کو آسمان پر لے گئے۔ تو میں نے ساقِ عرش پر لکھا ہوا دیکھا میں کہ خداوند ہوں میں نے جنتِ عدن جس میں انواع و اقسام کے درخت نکلے ہیں محمد کے لئے جو میری مخلوقات میں سے میرا برگزیدہ اور پسندیدہ ہے خلق کی میں نے اس کو علی سے مدد دی ہے۔

منقبت ۲۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - لِكُلِّ نَبِيٍّ وَوَارِثٌ وَإِنَّ عَلِيًّا وَوَارِثِي - ترجمہ - فردوس الاخبار اور مودات میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ ہر ایک پیغمبر کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے۔ اور علی میرا وصی اور وارث ہے۔ ترجمہ منظومہ
وصی و وارث رسول خدا مرفضی را شمر کہ گفت نبی

ہر نبی را وصی و وارث بود! وصی و وارث من است علی

منقبت ۵۵۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُنَاوَانُ صَحِيْفَةِ الْمُؤْمِنِينَ حُبُّ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ۔ ترجمہ - مناقب خلیب - مودات اور مواعن محرقہ میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ مومن کے صحیفہ اعمال کا سرنامہ علی ابن ابی طالب کی دوستی ہے۔ ترجمہ منظومہ

نامہ مشرک آنکہ درو بنود نام سرور غالب

ہست عنوان نامہ مومن دوستی علی بو طالب

منقبت ۵۶۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلِيًّا اللَّهُمَّ أَدْرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ تَرْجَمِهِ۔ صحاح ستہ میں یہ روایت امیر المؤمنین منقول ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا خدا علی پر رحمت کرے اے خدا حق کو علی کے ساتھ دائر کر۔ جہاں کہ وہ جائے۔

منقبت ۵۷۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ إِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ إِلَى ثَلَاثَةٍ عَلِيٍّ وَ عَمَّارٍ وَسُلَيْمَانَ۔ ترجمہ صحیح ترمذی و صحیح نسائی۔ مستدرک حاکم اور مواعن محرقہ میں یہ روایت انس بن مالک مرفوم ہے کہ رسول نے فرمایا۔ کہ جنت تین شخصوں علی بن ابی طالب عمار یا ثور اور سلمان فارسی کی ملاقات کو مشتاق ہے۔

منقبت ۵۸۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ يَا عَلِيُّ إِنَّ فِيكَ مَثَلًا مِنْ عَيْسَى الْبَغْضَةِ الْيَهُودِيَّةِ حَتَّى بَهْتُوا أُمَّهُ وَأَحْبَبْتَهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي كَيْسَتْ لَهُ ثُمَّ قَالَ عَلِيُّ يَهْلِكُ فِي إِثْنَانِ مُحِبُّ مَفْرُطٍ يُفْرَطِي بِمَا لَيْسَ فِي وَ مَبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شِقَاقِي عَلِيٌّ أَنْ يَبْهَتَنِي۔ ترجمہ - مسند احمد بن حنبل و برزرا ابو یعلیٰ۔ مستدرک حاکم مشکوٰۃ اور مواعن محرقہ میں امیر المؤمنین سے مروی ہے۔ کہ رسول نے فرمایا۔ یا علی تجھ میں عیسیٰ کی ایک مثال ہے کہ یہودیوں نے اس کو دشمن رکھا۔ یہاں تک کہ اس کی والدہ کو بہتان لگایا اور انصاری نے اس کو دوست رکھا۔ اور افراط محبت کی وجہ سے ایسی منزلت اس کے لئے ثابت کی۔ جو اس کے لئے شایان اور سزاوار نہ تھی یعنی خدا کا بیٹا کہا۔ پس امیر نے فرمایا۔ دو گروہ میرے باب میں ہلاک ہوئے **اول** وہ جو فراط محبت کے سبب میرے لئے وہ درجہ ثابت کرے۔ جو مجھ میں نہیں ہے اور وہ الوہیت اور نبوت کا مرتبہ ہے۔ **دوم** وہ جس کو میری دشمنی اس بات پر آمادہ کرے کہ میرے حق میں برائے۔

منقبت ۵۹۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْوَيْدِيَاءَ مِنْ أَشْجَارِ شَتَّى وَخَلَقْتُ أَنَا وَأَنْتَ مِنْ شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَنَا أَصْلُهَا وَأَنْتَ فَرْعُهَا وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ أَعْصَاؤُهَا فَهَنْ تَعَلَّقَ بِعَصِيٍّ مِنْهَا أَدْخَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى تَرْجَمِهِ۔ مسند احمد بن حنبل۔ مودات اور حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک دن رسول نے عرفات میں منظر سے فرمایا۔ کہ حق تعالیٰ نے سینہ اول کو مختلف

درختوں سے پیدا کیا ہے۔ اور میں اور تو دونوں ایک درخت سے پیدا کئے گئے ہیں میں اس درخت کی بڑھوں اور تو فرع۔ اور حسن اور حسین شاخیں۔ پس جو کوئی اس درخت کی کسی شاخ سے لٹک جائے گا۔ اور اس سے تعلق کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہشت عنبر مرشدت میں جگہ عنایت فرمائے گا۔

منقبت ۲۳۔ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهَ وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِي وَمَنْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ أَبْغَضَ اللَّهَ

ترجمہ۔ سنن ترمذی میں سلمانؓ سے اور صواعق محرقة میں ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ جو کوئی کو علیؑ کو دوست رکھے۔ بیشک اس نے مجھ کو دوست رکھا ہے۔ اور جو کوئی مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ بیشک اس نے خدا کو دوست رکھا ہے اور جو کوئی علیؑ کو دشمن رکھے بیشک اس نے مجھ کو دشمن رکھا۔ اور جس نے مجھ کو دشمن رکھا۔ بیشک اس نے خدا کو دشمن رکھا۔

ترجمہ منظوم

مرحم سینہ دل افکاراں آئنگے آزار کس نکو نشہ و
گفت ہرناکے کہ آزار د مر تفضی را۔ حق۔ مرا آزار

منقبت ۲۴۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عِزِّي أَنْتَ قَسِيمُ النَّارِ وَالْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ترجمہ۔ سنن داؤقطنی اور صواعق محرقة میں مروی ہے۔ کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ اے علیؑ تو قیامت کے روز دوزخ اور بہشت کا تقسیم کرنے والا ہے۔ اور امام علیؑ رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ قیامت کے دن دوزخ کہے گا۔ یہ تیرا ہے۔ اور وہ میرا۔

منقبت ۲۵۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَجُودُ أَحَدُ الصَّوْاطِرِ أَوْ مَنْ كَتَبَ لَهُ عَلَى الْجَزَائِرِ۔ ترجمہ۔ سنن داؤقطنی صواعق محرقة اور فصل الخطاب میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ کوئی شخص صراط سے نہ گزرے گا۔ سوا اس شخص کے جس کے واسطے علیؑ صراط سے گزرنے کا پروانہ لکھ دے۔

منقبت ۲۶۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ طَاعَتِي وَطَاعَةَ أَهْلِ بَيْتِي عَلَى النَّاسِ خَاصَّةً وَعَلَى الْخَلْقِ كَاقْتِابٍ قَبِيلٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا النَّاسُ وَمَا الْخَلْقُ قَالَ النَّاسُ أَهْلُ مَكَّةَ وَالْخَلْقُ مَا خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ ذِي رُوحٍ۔ ترجمہ۔ فردوس الاخبار میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے میری اور میرے اہلبیت کی فرمانبرداری کو آدمیوں پر علیؑ مخصوص فرض کیا ہے۔ اور تمام مخلوقات پر علیؑ الموم۔ اصحاب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آدمیوں سے کیا مراد ہے۔ اور مخلوقات سے کیا منشا؟ فرمایا۔ آدمیوں سے اہل مکہ مراد ہیں۔ اور مخلوقات سے مراد تمام ذی رُوح ہیں۔ جو حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔

منقبت ۲۷۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حُبَّ عَلِيٍّ حَسَنَةٌ لَا يَصِفُ مَعَهَا سَيِّئَةٌ وَبُغْضُهُ سَيِّئَةٌ لَا يَنْفَعُ مَعَهَا حَسَنَةٌ۔ ترجمہ۔ نیز فردوس الاخبار میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ

نے فرمایا کہ علیؑ کی دوستی ایسی نیکی ہے۔ کہ اس نیکی کے ہوتے کوئی بدی ضرر نہیں پہنچتی اور علیؑ کی دشمنی ایسا گناہ ہے۔ کہ اس گناہ کے ہوتے کوئی نیکی بھی فائدہ نہیں دیتی۔

منقبت ۱۹ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَيَكُونُ مِنْ بَعْدِي فِتْنَةٌ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَالْزَمُوا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَإِنَّهُ قَارُوقٌ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ - ترجمہ - نیز فرودس الاخبار میں ابو العلیٰ غفاریؑ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا عنقریب میرے بعد فتنہ آسٹوپ برپا ہوگا۔ پس جب وہ فتنہ برپا ہو دے۔ تو تم علیؑ بن ابی طالبؑ کو لازم پکڑو یعنی اس کی متابعت اور پیروی کو نہ چھوڑو کیونکہ وہ حق اور باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ **ترجمہ منظوم**

قَالَ لَدَيْتِي بَعْدِي كُنْتُ كَفْتُ
بَعْدَ مَنْ فِتْنَةٌ شَوْدِ حَاصِلِ

بَعْلِي بَكَرٌ دِيدَ آلِ سَاعَتِ
أَوْ جِدَامِي كَنْدِ حَقِّ زِ بَاطِلِ

منقبت ۲۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَأْفَةٌ وَمُؤَدَّةٌ عِبَادَةً - ترجمہ - حلیۃ الاولیاء میں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد میری امت کے واسطے اس چیز کو بیان کرنے والا ہے۔ جس کے ساتھ جو کبھی گیا ہے یعنی وہ میرے بعد احکامِ اہلی کے پہنچانے والا ہے۔ اس کی دوستی ایمان ہے۔ اور اس کی دشمنی نفاق ہے۔ اور اس کی طرف نظر کرنا ہر بانی ہے اور اس کی مودت اور دوستی عبادت ہے۔

منقبت ۲۱ - مسند احمد بن حنبل - مستدرک حاکم اور صواعق محرقر میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسولؐ کی خدمت میں جاتا تھا کہ آنحضرتؐ کے نعلین مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ امیر المؤمنینؑ اس کو لے کر درست کر رہے تھے۔ پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مَنْ يُقَاتِلُ عَلَى تَأْوِيلِ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى تَنْزِيلِهِ - فَقُلْنَا مَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ ذَلِكَ خَاصِفُ التَّغَلِّبِ فَخَرَجْتُ فَبَشَّرْتَهُ بِمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ فَلَمْ يَلْتَفِتْ بِهِ كَأَنَّهُ سَمِعَهُ - ترجمہ - اے لوگو! تم میں سے ایک شخص ہے کہ وہ تاویلِ قرآن پر جنگ کرے گا۔ جیسا کہ میں نے تمزیلِ قرآن پر جنگ کی ہے۔ ہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ شخص کون ہے۔ فرمایا۔ وہ شخص جو میری جوتی درست کر رہا ہے۔ ابو سعید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امیرؑ کے پاس جا کر خوشخبری دی۔ وہ بالکل میری بات کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ گویا کہ وہ پہلے ہی سُن چکے تھے۔

منقبت ۲۲ - إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَآلَتُنِي عَلَيْهِ

وَقَالَ بَعْدَ مَا قَالَ ابْنُ عَلِيٍّ بِنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَوَتَبَ إِلَيْهِ عَلِيُّ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَدُنْ مِنِّي
 فَدَنَى مِنْهُ فَضَمَّهُ إِلَى صَدْرِهِ وَكَبَّلَ عَيْنَيْهِ وَرَأَى نَادِمًا مَوْعِ عَيْنِي رَسُولَ اللَّهِ تَجَرَّى وَقَالَ يَا عَلِيُّ
 صَوْتُهُ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ هَذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ هَذَا شَيْخُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ هَذَا أَخِي وَأَبْنُ
 عَمِّي وَخَنِي وَوَلِيِّي وَسَعْرِي هَذَا أَبُو السَّبْطَيْنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ سَيِّدِي شَيْبَابُ أَهْلِ الْجَنَّةِ
 هَذَا مَفْرَجُ الْكَرْبِ عَنِّي هَذَا أَسَدُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ وَسَيْفُهُ عَلَى أَعْدَائِهِ فَعَلَى مُبْغِضِيهِ لَعْنَةُ
 اللَّهِ وَلَعْنَةُ اللَّهِ وَلَعْنَةُ اللَّاعِنِينَ وَاللَّهُ مِنْهُ بَرِيٌّ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيٌّ فَمَنْ أَحَبَّ وَأَنْ يَتَّبِعُوا
 مِنَ اللَّهِ وَمِثِّي فَلْيَبْتَغُوا مِنْهُ فَلْيَبْتَغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمْ الْعَائِبُ - ترجمہ - شرفِ نبوی میں مذکور
 ہے کہ رسولؐ نے منبر پر جا کر حمد و ثنا کے الہی کے بعد چند باتیں فرمائیں۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ علیؑ ابنِ ابی طالب
 کہاں ہے؟ امیر المؤمنینؑ نے بہت جلدی سے آگے بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا
 میرے پاس آؤ۔ جناب امیرؑ نزدیک گئے۔ رسولؐ خدا نے آپ کو بغل میں لیا۔ اور ان کا سینہ اپنے سینے سے لگا لیا۔
 اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور آنسو جناب کی دونوں آنکھوں سے بہ کر سینہ مبارک پر جاری ہوئے۔ بعد ازاں
 باواز بلند فرمایا۔ اے گروہِ مسلماناں! یہ علیؑ بن ابی طالب ہے۔ یہ مہاجرین و انصار کا پیشوا اور مقتدا ہے۔ یہ میرا بھائی
 ہے۔ یہ میرا پرستار اور داماد ہے۔ یہ میرا خون اور گوشت اور بال ہے۔ یہ سبھین سن اور حسین کا باپ ہے۔ جو بہشتی
 جوانوں کے سردار ہیں۔ یہ وہ شخص ہے۔ جو عموں کو مجھ سے دور کرنا ہے۔ خدا کا شیر اور خدا کے دشمنوں پر خدا کی توار ہے خدا
 کی لعنت اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت اس شخص پر جو۔ جو اس کو دشمن رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دشمنوں سے
 بیزار ہے۔ اور میں بھی ان سے بیزار ہوں۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ اور مجھ سے بیزار ہونا چاہے۔ وہ اس سے بیزار ہو۔
 لازم ہے کہ حاضرین اس بات کو ان لوگوں تک پہنچادیں۔ جو اس مجلس میں موجود نہیں ہیں۔

منقبت ۱۹ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ تَقَيَّفَ جَيْنَ جَاءَهُ وَهُ لَسَلَمٌ أَوْلَا لَعْنَتِ
 رَجُلٍ مِثِّي أَوْ قَالَ مِثْلَ نَفْسِي فَلْيَضْرِبْ بِنِ أَعْنَاقِكُمْ وَلْيَسْبِبْنَ ذَرَارِيَكُمْ وَيَأْخُذْنَ أَمْوَالَكُمْ قَالَ
 عُمَرُ قَوْلَ اللَّهِ مَا تَسْتَكْتِبُ الْيَوْمَ مَارَةَ إِلَّا الْيَوْمَ مَسْئِدٌ وَجَعَلْتُ النَّصْبَ صَدْرِي لَهُ رَجَاءً أَنْ يَقُولَ هُوَ
 هَذَا أَقَالَ فَالْتَقَتْ لِعَلِّيٍّ فَأَخَذَهُ بِبَيْدِهِ ثُمَّ قَالَ هُوَ هَذَا - ترجمہ - استیعاب میں مطلب بن عبد اللہ
 اخطب سے مروی ہے کہ جب گروہِ ثقیف جنگِ حنین سے بھاگ کر بعض تو طائف میں چلے گئے اور بعض اوطاس
 میں۔ اور کچھ لوگ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ میں ایک شخص کو جو
 مجھ سے یا میری مانند ہوگا۔ تمہارے گروہ پر بھیجوں گا۔ تاکہ تم سب کو قتل کر کے تمہاری اولاد کو اسیر کرے اور تمہارا مال
 غنیمت میں لے لے۔ عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ میں نے کبھی سرداری اور امارت کی آرزو نہیں کی۔ مگر اس روز

اور میں اپنے سینے کو آگے کو ابھارتا تھا۔ اس امید پر کہ شاید پیغمبر ارشاد فرمائیں کہ وہ مروی ہے۔ اسی اثنا میں امیر المؤمنین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ هُوَ هَذَا یعنی وہ مروی ہے۔ جو مجھ سے ہے اور میری مانند ہے۔

منقبت ۱۱۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَذَا عَلِيٌّ أَقْدَمَكُمْ سِلْمًا أَوْ إِسْلَامًا
ترجمہ۔ مناقب ابن مؤدوب میں ابو ذر غفاری سے مروی ہے کہ ہم نے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ آپ کے نزدیک تمام صحابہ میں پیارا کون ہے۔ کہ اگر کوئی موقع آ پڑے۔ تو ہم اس کے ساتھ رفاقت کریں۔ اور اگر حادثہ رونما ہو۔ تو اس سے مبدائی اختیار نہ کریں۔ فرمایا۔ یہ علیؑ ہے جو طاعت اور اسلام میں تم سب سے مقدم ہے۔
منقبت ۱۲۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ عَلِيُّ يَعْشُوبُ الْمُسْلِمِينَ وَالْمَالُ يَعْشُوبُ الْمُنَافِقِينَ۔
ترجمہ۔ صواعق محرقہ میں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ علیؑ مسلمانوں کا بادشاہ ہے۔ اور مال منافقوں کا بادشاہ ہے۔

ترجمہ منظومہ

گفت با ابن عم خویش نبی
آنکہ مطلوب طالبان باشد
گر تو یعیسوب اہل ایسانی
مال یعیسوب ظالمان باشد

منقبت ۱۳۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا فَاطِمَةُ إِنَّ كِرَامَةَ اللَّهِ إِيَّاكَ زَوْجَتِكَ مِنْ أَقْدَمِهِمْ سِلْمًا وَأَكْثَرِهِمْ عِلْمًا وَأَفْضَلِهِمْ جِلْمًا إِنَّ اللَّهَ أَطْلَعَ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ إِطْلَاعَةً فَاخْتَارَنِي مِنْهُمْ وَبَعَلَكَ فَأَوْحَى إِلَيَّ أَنْ أُرْقِحَهُ إِيَّاكَ وَأَتَّخِذَهُ وَصِيًّا۔

ترجمہ۔ وسیلہ المتعبدین میں ابن عباسؓ سے۔ اور مناقب خطیب میں سلمان فارسی سے مروی ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت رسولؐ بیمار ہوئے اور سیدۃ النساء علیہا السلام و الثنا عبادت کو آئیں۔ اور رونے لگیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ اس کرامت و بزرگی کی وجہ سے جو خدا کی طرف سے تجھ کو حاصل ہے میں نے تجھ کو ایسے شخص کی زوجیت میں دیا ہے۔ جو سب صحابہ سے پہلے اسلام لایا۔ اور جس کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔ اور اس کا حلم ان سب سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کی طرف توجہ فرمائی۔ اور ان کو دیکھا۔ اور ان میں سے مجھ کو اور تیرے شوہر کو برگزیدہ کیا۔ اور مجھ پر وحی نازل کی کہ اس کا نکاح تجھ سے کروں اور اس کو اپنا وصی بناؤں۔

منقبت ۱۴۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ إِنْ أَحْبَبْتَنِي وَحَبِيبِي وَحَبِيبِي مَنْ أَحْبَبْتَنِي
ترجمہ۔ مناقب ابن مرویہ اور ہدایتہ السعدی میں سلمان فارسی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ رسول نے فرمایا کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور ان لوگوں میں سب سے بہتر جو میرے بعد باقی رہیں گے۔ جو میرا قرض واداکرے گا۔ اور ان سب سے بہتر جو میرے بعد پیچھے رہیں گے علیؑ ابن ابی طالب ہے۔

منقبت ۴۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا
 إِنْ أَخَذْتُ تَمِيهِ لَنْ تَصْلُوا كِتَابَ اللَّهِ وَعِزَّتِي أَهْلَ بَيْتِي - ترجمہ - صحیح زمذی اور مشکوٰۃ
 میں جابر انصاری سے اور مصابیح اور ہدایت السعداء میں حسان بن ثابت سے مروی ہے کہ روزِ عرفہ رسولِ مہربان ﷺ
 نے گئے - اور توحید اور توحید الہی کے بعد فرمایا - اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے - کہ اگر تم اس کی
 طرف مائل ہو تو ہرگز گمراہ نہ ہو - اور وہ کتابِ خدا اور میری عترت و اہل بیت ہیں -

منقبت ۴۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - أَلَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ
 مِثْلَكُمْ يَوْمَ شَاكٍ أَنْ يَأْتِيَنِي رَسُولُ رَبِّي نَاجِدٌ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ أَوْلَهُمَا كِتَابُ
 اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ وَحُذِّ وَابِكِتَابِ اللَّهِ وَالثَّقَلَيْنِ أَهْلَ بَيْتِي أَذْكَرُكُمْ اللَّهُ فِي
 أَهْلِ بَيْتِي مَنْ اتَّبَعَهُمَا كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ تَرَكَهُمَا كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ -

ترجمہ - صحیح مسلم - مشکوٰۃ - مشارق الانوار اور ہدایت السعداء میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہ موقعِ غدیرِ خم میں
 جو مکہ اور مدینہ کے مابین ایک مقام ہے - رسول نے خطبہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا - اے لوگو! خبردار اور آگاہ ہو کہ میں
 بھی تم جیسا ایک بشر ہی ہوں - قریب ہے کہ خدا کا رسول یعنی ملک الموت میرے پاس آئے اور میں دنیا سے انتقال اور
 ارتحال کے باب میں اس کا کہنا قبول کروں حالانکہ میں نے تم میں دو عظیم الشان اور گراں بہا چیزیں چھوڑی ہیں -
 اوّل قرآن ہے جس میں ہدایت اور نور ہے - پس تم کتابِ خدا پر عمل کرو - دوم میرے اہل بیت - اور میں اپنے اہل بیت
 کے باب میں خدا کی طرف سے تم کو بیان کرنا ہوں - جو شخص کہ عمل - ولا اور پیروی میں ان دونوں کا تابع ہو - وہ شخص ہدایت
 پر ہے - اور جو کوئی ان دونوں کو ترک کرے - وہ گمراہی پر ہے -

منقبت ۴۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - إِنَّ اللَّهَ لَهُ الرَّحْمَةُ عَوْصَ حَبَّتِ عَلِيٌّ
 وَنَاطِمَةٌ وَذُرِّيَّتُهُمَا عَلَى الْبَرِيَّةِ فَمَنْ بَادَرَهُمْ لِإِجَابَتِهِمْ جَعَلَ مِنْهُمْ الرَّسُولَ وَمَنْ آجَابَ
 بَعْدَ ذَلِكَ جَعَلَ مِنْهُمْ الشَّيْعَةَ وَإِنَّ اللَّهَ جَمَعَهُمْ فِي الْجَنَّةِ - ترجمہ - خلاصۃ النناف
 میں منقول ہے کہ رسول نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے کہ تمام محامد اس کی ذات سے مختص ہیں علی اور فاطمہ اور ان کی ذریت
 کی دوستی کو تمام مخلوق پر پیش کیا - پس جنہوں نے مخلوقات میں سے ان کی محبت کے قبول کرنے کی طرف سبقت کی - ان
 میں سے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنائے - اور جنہوں نے ان کے بعد اس محبت کو قبول کیا - ان میں سے شیعوں بنائے گئے جن
 میں سے اولیاء مراد ہیں - حق تعالیٰ ان سب کو بہشت میں ایک جگہ جمع کرے گا -

منقبت ۴۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَجِيئَ حَيَاتِي وَيَمُوتَ مَوْتِي
 وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ الَّتِي وَعَدْتُ فِي رَبِّي فَلْيَتَوَلَّ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ وَذُرِّيَّتَهُ الطَّاهِرِينَ الْإِمَّةَ

الْهُدَى وَمَصَابِيحِ الدُّجَى مِنْ بَعْدِهِ فَإِنَّهُمْ لَنْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ بَابِ الْهُدَى إِلَى بَابِ الضَّلَالَةِ - ترجمہ - کتاب مذکور میں منقول ہے کہ رسول نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ میری زندگی کی مانند زندگی کرے۔ اور میری موت کی طرح مرے اور اس بہشت میں داخل ہو۔ جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ وہ علی ابن ابی طالب اور اس کی اولاد پر ایک کو جو اس کے بعد ہدایت کے امام اور تاریخی کفر کے دور کرنے والے چراغ ہیں۔ دوست رکھے۔ کیونکہ یہ لوگ ہرگز تم کو راستی کی راہ سے ہٹا کر گمراہی کی طرف نہ لائیں گے۔

منقبت - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - أَدَلُّ مَنْ اتَّخَذَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ إِذَا مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ اسْرَفِيْنِ ثُمَّ مِيكَائِيلُ ثُمَّ جِبْرِيْلُ أَوَّلُ مَنْ أَحَبَّهُ مِنْهُمْ حَمَلَةُ الْعُرْشِ ثُمَّ رِضْوَانُ خَازِنُ الْجَنَّةِ ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ وَإِنَّ مَلَكُ الْمَوْتِ يَتَوَخَّعُ عَلِيَّ حُبِّتِ عَلِيَّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَمَا يَتَوَخَّعُ عَلِيَّ الرَّبِّيَاءِ - ترجمہ - نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ اہل آسمان میں سے پہلے جس شخص نے علی ابن ابی طالب کو بھائی بنایا۔ وہ اسرافیل ہے۔ بعد ازاں میکائیل۔ پھر جبرئیل۔ اور اہل آسمان میں سے اول جس نے علی کو دوست رکھا۔ وہ حاملین عرش ہیں۔ بعد ازاں رضوان خازن بہشت۔ پھر ملک الموت عزرائیل اور ملک الموت مہمان علی پر اس طرح رحم کرتا ہے۔ جیسے انبیاء پر رحم کیا کرتا ہے۔

منقبت - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - فَضَّلَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَلَى جَمِيعِ الصَّحَابَةِ بِسَبْعِينَ مَرْتَبَةً - ترجمہ - نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ رسول نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کو تمام صحابہ پر ستر گنی فضیلت دی گئی ہے۔

منقبت - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - عَاهَدْتُ فِي رَدِّي أَنْ لَا يُقْبَلَ إِيْمَانُ عَبْدٍ إِلَّا بِحُبِّتِ أَهْلِ بَيْتِي - ترجمہ - نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ رسول نے فرمایا۔ کہ میرے پروردگار نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ میرے اہل بیت کی محبت کے بغیر کسی شخص کا ایمان قبول نہ کیا جائے گا۔

منقبت - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَزُولُ قَدْوْمٌ عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَسْأَلَهُ اللَّهُ عَنْ حُبِّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَقَالَ عَبْدٌ وَمَا آيَةُ حُبِّكُمْ مِنْ بَعْدِكُمْ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِ عَلِيَّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ حَبِيْبِي مِنْ بَعْدِي حُبُّ هَذَا - ترجمہ - نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ رسول نے فرمایا۔ مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن کسی بندے کا قدم اپنی جگہ سے نہ ہلے گا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ ہم اہل بیت کی محبت سے سوال کرے عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی محبت کی نشانی آپ کے بعد کیا ہے! پس رسول نے اپنا ہاتھ علی بن ابی طالب کے سر پر رکھ کر فرمایا۔ میرے بعد میری محبت اس شخص کی محبت ہے۔

منقبت ۱۷۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - يَا عَلِيُّ إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ وَارْتَدَّ رَيْبَتِكَ وَوَلَدَكَ وَلَا هَلَكَ وَلِشَيْعَتِكَ وَمُجِبَّتِي شَيْعَتِكَ فَأَبْشِرُوا بِآتَاكَ لَوْ تَزِعَ الْبَاطِنُ -

ترجمہ - جب وہ علی اور صواعق محرقہ میں منقول ہے کہ رسول نے فرمایا اے علی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اور تیرے فرزندوں کو اور تیرے اہل بیت کو اور تیرے دوستوں کو اور تیرے دوستوں کے دوستوں کو بخش دیا ہے۔ پس تو خوش ہو۔ اور تو تیرہ باطن نہیں ہے۔

منقبت ۱۷۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - إِنِّي نَارُكَ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْأُخْرَى كِتَابُ اللَّهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ وَمِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعَنَتِي فِي أَهْلِ بَيْتِي وَلَنْ يَتَفَرَّقَ قَاحَتِي بِيَدِ أَعْلَى الْمُخَوِّضِ فَاَنْظُرُوا كَيْفَ تَخْلَفُوا فِي فِيهِمَا ترجمہ - تفسیر ثعلبی - مشکوٰۃ المصابیح کتاب الشفا - نصاب الاخبار اور ابن عساکر میں زید بن ارقم سے روایت کی گئی ہے کہ جب رسول حجۃ الوداع میں غدیر خم کی منزل پر پہنچے فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں ان میں سے ایک دوسری سے بڑھ کر ہے۔ ایک کتاب خدا ہے جو آسمان سے

زمین تک کھینچی ہوئی رہتی ہے۔ اور دوسری چیز میری عزت اور میرے اہلیت میں اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں۔ پس تم دیکھو کہ تم ان دونوں کے باب میں میرے بونکیسا سلوک کرتے ہو۔

منقبت ۱۷۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - أَلَا إِنَّ مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ مَثَلُ سَفِينَةٍ تُوَجَّحُ مِنْ رَكِبِهَا فَجَبِي وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ - ترجمہ - مسند احمد بن حنبل - مشکوٰۃ شرف النبوة - اور ہدایۃ السعداء میں ابو زر غفاری سے مروی ہے کہ وہ کوکب کا دروازہ کھلے کھتے تھے میں نے رسول کو سنا کہ وہ فرماتے تھے - تمہارے درمیان میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو کوئی اس کشتی پر سوار ہوا۔ اس نے

خلاصی پائی اور جس نے مخالفت اور روگردانی کی۔ وہ ہلاک ہوا

منقبت ۱۷۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - لِكُلِّ شَيْءٍ أَسَاسٌ وَأَسَاسُ الدِّينِ حُبُّ أَهْلِ بَيْتِي ترجمہ - تشریح اور ہدایت السعداء میں منقول ہے کہ رسول نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور دین کی بنیاد میرے اہل بیت کی دوستی ہے۔

منقبت ۱۷۴ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - لِعَلِّي وَفَاطِمَةُ وَالحَسَنُ وَالحُسَيْنُ أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسَلْمٌ لِمَنْ سَالَهُمْ ترجمہ - صحیح ترمذی مصابیح اور مشکوٰۃ میں زید بن ارقم سے روایت کی گئی ہے کہ رسول نے علی مرتضیٰ سیدۃ النساء اور حسین کے لئے فرمایا کہ میں جنگ کرنے والا ہوں اس شخص سے جو ان سے جنگ کرے۔ اور میں صلح کرنے والا ہوں اس شخص سے جو ان سے صلح کرے۔ اور صواعق محرقہ میں منقول ہے کہ آئیے کریمہ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا نازل ہوا۔ تو رسول نے فرمایا - اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسَلْمٌ لِمَنْ سَالَهُمْ -

منقبت ۸۷ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّو اللَّهَ لِمَا أَرَفَدَكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَأَحَبُّوَنِي بِحُبِّ اللَّهِ وَأَحَبُّوْا أَهْلَ بَيْتِي بِحُبِّي - ترجمہ - شرح مشکوٰۃ - نصاب الاخبار فصل الخطاب - ہذا میرا سوا اور خلاصہ المناقب میں منقول ہے کہ رسول نے فرمایا ہے۔ اے مومنو! خدا کو دوست رکھو اس سبب سے کہ اس نے تم کو نعمت سے پرورش کیا ہے۔ اور خدا کی محبت کے سبب مجھ کو دوست رکھو اور میری دوستی کے سبب میرے اہلیت کو دوست رکھو۔

منقبت ۸۸ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا فَاطِمَةُ أَمَا تَرْضِينَ أَنَّ اللَّهَ أَطَّلَعَ أَهْلَ الْأَرْضِ فَأَخْتَارَ أَبَاكَ وَرَوْحَكَ - ترجمہ - فردوس الاخبار میں منقول ہے کہ رسول نے فرمایا ہے کہ فاطمہ! کیا تو راضی نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے اہل زمین پر نظر کیا اور ان میں سے تیرے باپ اور تیرے شوہر کو برگزیدہ کیا اور پناہ۔

منقبت ۸۹ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَسَيِّعَتُكَ تَرُدُّونَ عَلَيَّ الْحَوْضَ رَوَاءَ مَرْوَيْتَيْنِ مُبَيَّضَةٍ وَجَوْهُ هَكْمٌ وَإِنَّ أَعْدَاءَ كُمْ يَسْرُدُّونَ عَلَيَّ الْحَوْضَ ظَمًا مُقْبِحِينَ - ترجمہ - جمع ولیمی اور صواعق محرقة میں منقول ہے کہ رسول نے فرمایا کہ اے علی! تو اور تیرے محبوب حوض کوثر سے سیر و سیراب شدہ وارد ہوں گے۔ درآنما لیکہ تمہارے چہرے سفید ہوں گے اور تمہارے دشمن حوض کوثر پر پیاسے اور بہت بُری صورتوں کے ساتھ وارد ہوں گے۔

منقبت ۹۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَمَا تَرْضَىٰ إِنَّكَ مَعَ فِي الْجَنَّةِ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَذُرِّيَّاتِنَا خَلْفَ ظُهُورِنَا وَأَوْدَانِنَا خَلْفَ ذُرِّيَّتِنَا وَأَشْيَاعِنَا عَنْ أَيْمَانِنَا وَشِمَائِلِنَا - ترجمہ - مناقب ابن مرویہ اور صواعق محرقة میں مرقوم ہے کہ رسول نے فرمایا۔ اے علی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میرے ساتھ بہشت میں ہو۔ اور حسن اور حسین اور ہماری اولاد ہماری پیٹھ کے پیچھے ہوں اور ہماری بیویاں ہمارے فرزندوں کے پیچھے اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں اور بائیں ہوں۔

منقبت ۹۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَعْرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَى الصَّوْطِ الْمُسْتَقِيمِ وَوَلَايَةُ آلِ مُحَمَّدٍ أَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ - ترجمہ - معانی الاخبار اور فصل الخطاب میں مرقوم ہے کہ رسول نے فرمایا کہ آل محمد کی معرفت آتش دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور آل محمد کی دوستی صراط سے گزرنے کا ذریعہ ہے۔ اور آل محمد کی ولایت تمام عذابوں سے امان ہے۔

منقبت ۹۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَنِّي سُمِّيَ عَلِيٌّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَا أَنْكَرُوا فَضْلَهُ سُمِّيَ بِذَلِكَ وَأَدُمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ قَالَ اللَّهُ أَسْتُ بَرِّتِكُمْ قَالُوا بَلَى فَقَالَ تَعَالَى أَنَا رَبُّكُمْ وَمُحَمَّدٌ نَبِيُّكُمْ وَعَلِيٌّ أَمِيرُكُمْ -

ترجمہ۔ فردوس الانجائیں حدیث بن الیمان سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ اگر آدمیوں کو معلوم ہونا کہ علی کا نام امیر المؤمنین کب رکھا گیا تو ہرگز اس کی فضیلت کا انکار نہ کرتے علی کو اس نام سے اس وقت پکارا گیا۔ جبکہ آدم روح اور بدن کے درمیان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم اور اس کی اولاد کی روحوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کی۔ ہاں تو ہمارا پروردگار ہے۔ پس فرمایا میں تمہارا پروردگار ہوں۔ اور محمد تمہارا نبی ہے۔ اور علی تمہارا امیر اور ولی ہے۔

منقبت ۹۳۔ عن جابر بن عبد الله الانصاري قال سمعت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم يوم اخذ بيته وهو اخذ بيدي علي قال هذا امير البررة قاتل الكفرة منصور من نصره محذول من خذله يمد لها بصوتيه۔ ترجمہ۔ مستدرک حاکم۔ مواعق حرقہ۔ اور مواد میں جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا سے مقام مدینہ میں سنا جبکہ سید المرسلین امیر المؤمنین کا ہاتھ پکڑے تھے۔ فرمایا۔ یہ علی نیکو کاروں کا بادشاہ اور کافروں کا قاتل ہے۔ اور جو شخص کی نصرت کرے۔ اس کی نصرت کی جائے گی اور جو کوئی علی کو ترک کرے۔ وہ ترک کر دیا جائے گا۔ اور اس کلام کو فرماتے ہوئے اپنی آواز کو بلند کر رکھا تھا۔

منقبت ۹۴۔ قال النبي صلى الله عليه واله وسلم لئلا أسرى في إلى السماء ثم من السماء إلى السدرة المنهية وقفت بين يدي ربي فقال يا محمد قلت لبتك وسعدتك لقد بكوت خلفي والنعمت فأبهم رأيت الطوع لك قلت ربي عليا قال قد صدقت يا محمد فهلا اتخذت لنفسك خليفة يؤدّي عنك أحكامك ويحلّم عبادي من كتابي ما لا يعلمون قلت اختر فإن خيرك خيري قال اخترت لك عليا فاتخذة لنفسك خليفة ووصيا وهو خلة علي وحكي وهو أمير المؤمنين حقا لم يندلها أحد قبلة وأبست لإحد بعدة يا محمد علي رأيه الهدى وإمام من أطاعني ونور أوليائي وهو الكلمة التي أزمها للمتقين من أحبته فقد أحببني ومن أبغضه فقد أبغضني فبشيرة بذلك يا محمد قلت لقد أبشيرة۔

ترجمہ۔ بحر المعارف۔ خلاصۃ المناقب اور مناقب خطیب میں امیر المؤمنین سے اور علی الاویا میں ابوسریہ سے مروی کہ رسول خدا نے فرمایا۔ کہ جب حق تعالیٰ شبِ معراج چھ کو آسمان پر لے گیا۔ اور آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا۔ میں اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑا ہوا۔ فرمایا۔ اے محمد۔ میں نے عرض کی۔ لبیک وسعدیک فرمایا۔ میں نے اپنی مخلوق کو آزمایا۔ اور ان کو نعمت دی۔ پس ان میں سے کون شخص تیرا زیادہ تر مطیع و فرمانبردار ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار! علی۔ فرمایا۔ اے محمد۔ تو نے سچ کہا۔ اور فرمایا۔ کیا تو نے اپنے لیے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا؟ جو تیرے احکام کو تیری طرف سے ادا کرے۔ اور میرے بندوں کو میری کتاب سے وہ چیز تعلیم کرے جس کو وہ نہیں جانتے۔ میں نے عرض

کی۔ تو انتخاب کر۔ کیونکہ تیرا پسندیدہ میرا پسندیدہ ہے۔ فرمایا۔ میں نے تیرے لئے علیؑ کو اختیار کیا۔ پس تو بھی اس کو اپنے نفس کے لئے غلیظ اور وہمی مقرر کر۔ اور وہ میرے علم اور حکمتوں کا نخل ہے۔ اور مومنوں کا برحق امیر ہے۔ کوئی شخص اس سے پہلے اس امارت کو نہیں پہنچا۔ اور نہ اس کے بعد پہنچے گا۔ اے محمدؐ علیؑ ہدایت کا علم (نشان) اور فرمانبرداروں کا امام اور میرے اولیا کا نور ہے۔ اور وہ کلہ ہے۔ جو میں نے متقیوں کے لئے لازم کیا ہے۔ جو شخص اس کو دوست رکھے بیشک وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ اور جو کوئی اس کو دشمن رکھے۔ بیشک وہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے۔ پس اے محمدؐ علیؑ کو اس کرامت و بزرگی کی بشارت دے۔ میں نے عرض کی۔ اے خدا میں علیؑ کو بشارت دوں گا۔

منقبت ۹۵ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كَلِمَةِ الْمِعْرَاجِ مَنْ تَحَبَّبَ مِنَ الْخَلْقِ يَا مُحَمَّدُ فَقُلْتُ عَلِيًّا فَقَالَ التَّيْتُ إِلَى يَسَارِكِ فَانْتَفَتْ فَاذْأَعَى مِنْ يَسَارِكِ فَأَيْتُ - ترجمہ - نیز کتابت بجز المعارف اور خلاصتہ المناقب میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ شب معراج خدا تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اے محمدؐ تو تمام مخلوقات میں کس کو دوست رکھتا ہے؟ میں نے کہا علیؑ کو۔ فرمایا اپنی بائیں طرف نظر کر۔ جب دیکھا۔ تو علیؑ کو اپنی بائیں طرف کھڑا ہوا پایا۔

منقبت ۹۶ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ خَاطَبَنِي لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ بَلَّغْنِي عَلِيًّا قُلْتُ يَا رَبِّ خَاطَبْتَنِي أُمُّ عَلِيٍّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ أَنَا شَيْءٌ لَسْتُ كَالْأَشْيَاءِ أَقَاسُ بِالنَّاسِ وَأُوصَفُ بِالسِّبْهَاتِ خَلَقْتَنِي مِنْ نُورِي وَخَلَقْتُ عَلِيًّا مِنْ نُورِكَ فَاطَلَعْتُ عَلَى سُرِّيهِ قَلْبِكَ فَلَمْ أَحَدْ فِي قَلْبِكَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَخَاطَبْتَنِي بِلُغَتِهِ وَلِسَانِهِ لِيُظْمِئَ قَلْبَكَ - ترجمہ - مناقب خطیب۔ بجز المناقب اور خلاصتہ المناقب میں مرقوم ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج مجھ سے علیؑ کی زبان میں خطاب فرمایا۔ میں نے عرض کی اے پروردگار تو نے مجھ سے بات کی ہے یا علیؑ نے؟ فرمایا۔ اے محمدؐ۔ میرا وجود اشیا کی طرح نہیں ہے۔ جو آدمیوں پر مجھے قیاس کیا جائے۔ اور تشبیہات سے میرا وصف بیان کیا جائے۔ میں نے تجھ کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور علیؑ کو تیرے نور سے۔ اور میں تیرے دل کے اسرار پر واقف ہوا۔ میں تیرے نزدیک علیؑ سے بڑھ کر کسی کو دوست نہ پایا۔ اس لئے اس کی لعنت اور زبان میں گفتگو کی۔ تاکہ تیرا دل تسلی پائے اور انس پکڑے۔

منقبت ۹۷ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَسَكَّ بِحَبْلِ الْمَتِينِ فَلْيُحِبَّ عَلِيًّا وَذُرِّيَّتَهُ - ترجمہ - دستور الحقائق میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جو کوئی حبل المتین یعنی مضبوط رسی سے تسک کرنا چاہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ علیؑ اور اس کی ذریت کو دوست رکھے۔

منقبت ۹۸ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ نُورِ وَجْهِهِ

عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ لِمُحِبَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ - ترجمہ - نیز کتاب بحر المناقب اور مناقب خطیب میں منقول ہے کہ رسول نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کے روئے مبارک کے نور سے ستر ہزار فرشتے پیدا کئے ہیں جو قیامت تک اس کے لئے اور اس کے دوستوں کے لئے طلبِ مغفرت کرتے رہیں گے۔

منقبت ۹۹ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَصْعَدُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَى الْفِرْدَوْسِ وَهُوَ حَبْلُ عَالٍ فِي الْجَنَّةِ وَفَوْقَهُ عَرْشُ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَمِنْ سَفْحَتِهِ يَنْفَجِرُ أَنهَارُ الْجَنَّةِ وَتَتَفَرَّقُ فِي الْجَنَانِ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيِّ مِنْ نُورٍ يَجْرِي بَيْنَ يَدَيْهِ التَّنِيمُ لِيُجُودَ أَحَدًا عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ إِلَّا وَمَعَهُ بَوَاءَةٌ بَوْلَائِيَتِهِمْ وَوَلَائِيَهُ أَهْلُ بَيْتِهِ وَهُوَ يُشْرِفُ عَلَى الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُ مُحِبِّيهِ الْجَنَّةَ وَمُبْغِضِيهِ النَّارَ -

ترجمہ - نیز بحر المعارف اور خلاصۃ المناقب میں منقول ہے کہ رسول نے فرمایا جب قیامت قائم ہوگی تو علیؑ فرودس کے اوپر جائیں گے اور وہ بہشت میں ایک پہاڑ ہے اور اس کے اوپر عرش پروردگار ہے اور اس کے دامن سے نہریں جاری ہو کر بہشت میں بہتی ہیں اور وہ نور کی کرسی پر جلوہ افروز ہوگا اور اس کے سامنے سے تسنیم کا چشمہ جاری ہوگا اور کسی شخص کو مراط سے گزرنے کی اجازت نہ ہوگی سوا اس شخص کے جس کے پاس علیؑ اور اس کی اہل بیت کی دوستی کا پروانہ ہو اور جنت کو اوپر سے دیکھا ہوگا اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کرے گا اور دشمنوں کو دوزخ میں۔

منقبت ۱۰۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَشْرَفَ عَلَى الدُّنْيَا فَأَخْتَارَنِي عَلَى رِجَالِ الْعَالَمِينَ ثُمَّ أَطْلَعَ الثَّانِيَةَ فَأَخْتَارَكَ عَلَى رِجَالِ الْعَالَمِينَ ثُمَّ أَطْلَعَ الثَّلَاثَةَ فَأَخْتَارَ الْأَوْثَمَةَ مِنْ ذُلْدِكَ عَلَى رِجَالِ الْعَالَمِينَ ثُمَّ أَطْلَعَ الرَّابِعَةَ فَلَخْتَارَ خَالِطَةَ عَلِيٍّ فَخَدَّاتِي دُنْيَا سَآكَاةً وَخَبْرًا وَرَاحَةً - پس مجھ کو تمام عالم کے مردوں میں برگزیدہ کیا پھر دوسری دفوان میں نظر کی اور مجھ کو تمام جہان کے مردوں میں سے انتخاب کیا بعد ازاں تیسری دفوان میں نظر کی اور تیسری اولاد میں سے ائمہ معصومین کو تمام مردان عالم پر اختیار کیا اور پھر چوتھی دفوان کو جملہ اہل عالم کی عورتوں پر فوقیت دی۔

منقبت ۱۰۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ خَيْرُ الْبَشَرِ فَمَنْ شَقَّ فِيهِ فَقَدْ كَفَرَ - ترجمہ - نیز امیر المومنین سے روایت ہے کہ علیؑ تو سب آدمیوں سے بہتر ہے جو اس میں شک کرے بیشک وہ کافر ہے۔

نظم (مولف)

بہترین بشر علیؑ را دان کایں جنیں گفت بہترین بشر

برند گروی ازو کہ در روہ دین! ہر کہ برگشت ازو بود کافر

منقبت ۱۱۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يُحِبُّ عَيْبًا الْأُمُومِينَ وَلَا يُبْغِضُهُ إِلَّا كَافِرًا - ترجمہ - نیز امیر المؤمنین سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا - علیؑ کو دوست نہیں رکھتا مگر مومن اور اس کو دشمن نہیں رکھتا مگر کافر۔

منقبت ۱۱۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بُغِضَ عَلِيٌّ كُفْرًا وَبُغِضَ بَنِي هَاشِمٍ نِفَاقًا - ترجمہ - نیز امیر المؤمنین سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ علیؑ کی دشمنی کفر ہے اور سائر بنی ہاشم کی دشمنی نفاق ہے۔

منقبت ۱۱۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَصِيًّا فَصِيَّتُ وَصِيِّي أَدَمَ وَكُوشَعَ وَصِيِّي مُوسَى وَشَمْعُونُ وَصِيِّي عِيسَى وَعَلِيٌّ وَصِيِّي وَهُوَ خَيْرُ الْأَوْصِيَاءِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَنَا الدَّلَاعِيُّ وَهُوَ الْمُضِيُّ - ترجمہ - نیز امیر المؤمنین سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر ایک نبی کے لئے ایک وصی مقرر کیا ہے۔ پس آدمؑ کا وصی شیث تھا اور موسیٰ کا وصی کوشعؑ اور عیسیٰ کا وصی شمعونؑ تھا۔ اور میرا وصی علیؑ ہے۔ اور وہ دنیا اور آخرت میں تمام اوصیاء سے بہتر اور افضل ہے۔ اور میں راہِ راست کی طرف دعوت کرنے والا ہوں۔ اور وہ اس راہ کی روشنی ہے۔

منقبت ۱۱۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ تَجْرُؤُ ذِمَّتِي وَأَنْتَ خَلِيفَتِي عَلَى أُمَّتِي - ترجمہ - نیز امیر المؤمنین سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا - یا علیؑ تو لوگوں کا حق میری گردن سے ادا کرے گا۔ اور تو میری امت کے اوپر میرا خلیفہ اور جانشین ہے۔

منقبت ۱۱۴ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُسْرِيَ فِي الْإِسْمَاءِ تَلَقَّا فِي الْمَلَكَةِ بِالْبَشَارَةِ فِي كُلِّ سَمَاءٍ حَتَّى لَقِيَنِي جِبْرَائِيلُ فِي مَحْفَلِهِ مِنَ الْمَلَكَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَوْ اجْتَمَعَتْ أُمَّتُكَ عَلَى حُبِّ عَلِيٍّ مَا خَلِقَ النَّارَ - ترجمہ - نیز امیر المؤمنین سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ جب معراج میں مجھ کو آسمان کی طرف لے گئے۔ تو ہر ایک آسمان میں فرشتوں نے مجھ سے ملاقات کر کے بشارت دی۔ یہاں تک کہ جبرائیلؑ اپنی مجلس میں ملائکہ کی ایک جماعت کے ہمراہ مجھ سے ملے اور کہا کہ محمدؐ اگر آپ کی امت علیؑ بن ابی طالب کی دوستی پر جمع ہوتی تو دوزخ کی آگ پیدا نہ کی جاتی۔

منقبت ۱۱۵ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ لَا يُبْغِضُكَ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَّا مَنْ كَانَ أَصْلُهُ يَهُودِيًّا - ترجمہ - نیز امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا - یا علیؑ تجھ کو انصار میں سے کوئی شخص دشمن نہیں رکھتا۔ سوا اس شخص کے جس کی اصل یہودی ہو۔

منقبت ۱۱۶ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ

فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَكَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ عَصَاكَ فَقَدْ عَصَانِي
ترجمہ - نیز امیر المؤمنین سے روایت کی گئی ہے۔ کہ رسول نے فرمایا۔ اے علی جو کوئی میری فرمانبرداری کرے۔ پس بیشک
اس نے خدا کی فرمانبرداری کی۔ اور جس کسی نے تیری فرمانبرداری کی۔ بیشک اس نے میری فرمانبرداری کی۔ اور جو کوئی میری نافرمانی
کرے۔ بیشک اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور جس نے تیری نافرمانی کی۔ بیشک اس نے میری نافرمانی کی۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ الْأَرِيَّةُ مِنْ وُلْدِكَ فَمَنْ أَطَاعَهُمْ
فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَاهُمْ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَهُمْ عُرْوَةُ الْوُثْقَى وَهُمْ الْوَسِيلَةُ
إِلَى اللَّهِ تَعَالَى۔ ترجمہ - نیز امیر المؤمنین سے روایت کی گئی ہے۔ کہ رسول نے فرمایا۔ اے علی! ائمہ تیرے
فرزندوں میں سے ہیں جس شخص نے ان کی فرمانبرداری کی۔ بیشک اس نے حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ اور جس نے ان کی نافرمانی
کی۔ بیشک اس نے خدا کی نافرمانی کی اور وہ درست اور مضبوط راستی ہے۔ اور وہ حق تعالیٰ کی طرف سے وسیلہ اور واسطہ ہیں۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ عَبْدًا عَبَدَ اللَّهَ مِثْلَ مَا قَامَ نُوحٌ
فِي قَوْمِهِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَحَدٍ ذَهَبًا فَأَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَدَّ فِي عُمُرِهِ حَتَّى
يُحْجَّ أَلْفَ عَامٍ عَلَى قَدَمَيْهِ ثُمَّ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَتَلَ مَظْلُومًا ثُمَّ لَمْ يُوَالِكْ
يَا عَلِيُّ لَمْ يَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَمْ يَدْخُلْهَا۔ ترجمہ - نیز امیر المؤمنین سے مروی ہے
کہ رسول نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اتنی مدت تک خدا کی عبادت کرے جتنی مدت کہ نوح اپنی قوم میں رہا۔ اور اس شخص
کے پاس کوہِ اُحد کے برابر سونا ہو۔ اور وہ اس سونے کو راہِ خدا میں خرچ کرنے لگے۔ اور اس بندے کی عمر اتنی دراز ہو۔ کہ ہزار سال
کا مدت میں ہزار حج پیادہ یا بجالائے۔ بعد ازاں صفا اور مروہ کے ماہینِ ظلم سے قتل کیا جائے۔ اے علی! وہ بندہ تیری
دوستی نہ رکھتا ہو۔ وہ بہشت کی بونٹ تک نہ سونگھے گا۔ اور اس میں داخل نہ ہوگا۔

منترجم۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ کسی ہندی شاعر نے اس حدیث کو نظم کیا ہے جس کا وزن کا ناطف سے غالی نہ ہوگا

نظم

بندہ ہزار سال عبادت اگر کرے اور زر بقدر کوہِ اُحد راہِ حق میں دے

حج بھی ہزار بار پیادہ ہوں کر کئے اور بے گناہ شہید بھی ہو ظلم و جور سے

حُبِ عَلِيِّ كِي بے نہیں گرد کے جام میں جنت کی بونہ پہنچے گی اس کے مشام میں

منقبت۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَخَفُّوا الشَّيْعَةَ فَإِنَّ الرَّجُلَ

مِنْهُمْ لَيَشْفَعُ فِي مِثْلِ رَيْبَعَةَ وَمَضَرَ۔ ترجمہ - نیز امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ کہ رسول
نے فرمایا کہ علی کے پیروں کو خفیف اور سبک مت سمجھو۔ کیونکہ ان میں سے ایک مرد ایسی عجمت کے گناہوں کے بائے میں معافی

کی سفارش کرے گا۔ جس کی تعداد قبیلہ ربیعہ و مضر کی تعداد کے برابر ہو۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ بظاہر اس مرد سے مراد اویس قرنی علیہ الرحمۃ ہے۔ اس لئے کہ محرم اسرار شیخ عطار تذکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ جنگ صفین میں جو امیر المؤمنین اور معاویہ کے مابین ہوئی۔ اویس رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر امیر سے بیعت کی۔ اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ لیکن تفاوت اس امر میں ہے کہ شیخ فرماتے ہیں کہ اویس کی اتناس سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر امت محمدی کی بخشش ہوگی اور حدیث شریف میں بالوں کی قید نہیں ہے۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف روایات کی وجہ سے یہ اختلاف واقع ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم بحقائق الامور۔

منقبت ۱۱۱۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ إِنَّكَ تَفْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ فَتَدْخُلُهَا بِلَا حِسَابٍ۔ ترجمہ۔ نیز امیر المؤمنین سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ یا علی! تو بہشت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ اور بے حساب اس میں داخل ہوگا۔

منقبت ۱۱۲۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهِ الصَّلَاةَ عَلِيٍّ وَعَلِيٍّ عَلِيٍّ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ۔ ترجمہ۔ نیز امیر المؤمنین سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا۔ جس کا آخری کلام مجھ پر اور علی پر درود و صلوة ہو۔ وہ بہشت میں داخل ہوگا۔

منقبت ۱۱۳۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرُكَبَ سَفِينَةَ النَّجَاةِ وَيَسْتَمْسِكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى وَيَعْتَصِمَ بِحَبْلِ اللَّهِ الْمُنِينِ فَيُلْوِ أَلْعِيَاءَ بَعْدِي وَلِيَعَادَ عَدَاؤَهُ وَالْيَأْتِمَةَ بِالْأَيْمَةِ الْهَدَى مِنْ وَلَدِهِ فَأَنَّهُمْ خُلَفَائِي وَأَوْصِيَائِي وَصَحْحُ اللَّهِ عَلَيَّ الْخَلْقِ بَعْدِي وَسَادَةُ أُمَّتِي وَقَائِدُ الْأَنْبِيَاءِ إِلَى الْجَنَّةِ حِزْبِي وَحِزْبِي حِزْبُ اللَّهِ وَحِزْبُ آءِ يَوْمِ حِزْبِ الشَّيْطَانِ۔ ترجمہ۔ نیز امیر المؤمنین سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا جو کوئی چاہے کہ نجات کی کشتی پر سوار ہو اور مضبوط دستے سے متمسک ہو اور خدا کی مضبوط رسی کو ہاتھ میں پکڑے۔ اس کو لازم ہے کہ میرے بعد علی کو دوست رکھے۔ اور اس کے دشمن سے دشمنی کرے اور اس کی اولاد کے اماموں کا جو ہدایت کے پیشوا اور خدا کی طرف راہ دکھانے والے اور امام ہیں۔ پیر و اور مطیع ہو۔ کیونکہ یہ میرے وصی اور خلیفہ اور میرے بعد خدا کی مخلوقات پر خدا کی جنتیں اور میری امت کے رئیس اور سردار اور پرہیزگاروں کو بہشت کی طرف لے جانے والے ہیں۔ ان کا گروہ میرا گروہ ہے۔ اور میرا گروہ خدا کا گروہ ہے۔ اور ان کے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔

منقبت ۱۱۴۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ إِنِّي رَأَيْتُ اسْمَكَ مَقْرُونًا بِاسْمِي فِي أَرْبَعَةِ مَوَاطِنَ فَأَنْتَ بِاللَّظْفِ إِنَّهُ لَمَّا بَلَغَتْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فِي وَعْرَاجِي إِلَى السَّمَاءِ وَجَدْتُ

صَحْرَةً بِهَا مَكْتُوبٌ عَلَيْهَا لَوْلَا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ أَيُّدُ تَهُ بِوَزِيرِهِ وَنَصْرَتُهُ بِوَزِيرِهِ
فَقُلْتُ لِحَبْرَتَيْهِ وَمَنْ وَزِيرِي فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَلَمَّا أَنْتَهَيْتُ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَجَدْتُ
مَكْتُوبًا عَلَيْهَا إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَوْلَا أَنَا وَحْدِي وَمُحَمَّدٌ صَفْوَتِي مِنْ خَلْقِي أَيُّدُ تَهُ بِوَزِيرِهِ وَنَصْرَتُهُ
بِوَزِيرِهِ فَقُلْتُ لِحَبْرَتَيْهِ وَمَنْ وَزِيرِي قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَلَمَّا جَاوَزْتُ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى
وَأَنْتَهَيْتُ إِلَى عَرْشِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَجَدْتُ مَكْتُوبًا عَلَى قَوَائِمِهِ إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَوْلَا أَنَا وَحُدِّي
حَبِيبِي مِنْ خَلْقِي أَيُّدُ تَهُ بِوَزِيرِهِ فَلَمَّا هَبَطْتُ إِلَى الْجَنَّةِ وَجَدْتُ مَكْتُوبًا عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ
لَوْلَا إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ حَبِيبِي مِنْ خَلْقِي أَيُّدُ تَهُ بِوَزِيرِهِ وَنَصْرَتُهُ بِوَزِيرِهِ -

ترجمہ - نیز امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا - اے علی میں نے تیرا نام اپنے نام کے ساتھ چار
مقام پر رکھا - اور اُس کے دیکھنے سے مانوس ہوا جب یہ آسمان کی طرف اپنی معراج کی رات بیت المقدس میں پہنچا تو وہاں ایک پتھر
پر لکھا ہوا پایا - لَوْلَا إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ أَيُّدُ تَهُ بِوَزِيرِهِ وَنَصْرَتُهُ بِوَزِيرِهِ - یعنی اللہ کے
سوا اور کوئی قابلِ عبادت نہیں ہے محمدؐ کا بھیجا ہوا ہے - میں نے اُس کے وزیر سے اس کی مدد کی - اور اُس کی اس کے وزیر
سے نصرت کی - میں نے حبرئیل سے پوچھا کہ میرا وزیر کون ہے؟ جواب دیا - کہ علی بن طالب - پس جب میں سدرۃ المنتہیٰ پر
پہنچا - تو اس پر لکھا ہوا پایا - إِنِّي أَنَا اللَّهُ... بِوَزِيرِهِ - کہ میں ہوں خدا جو قابلِ پرستش ہے - اور محمدؐ واحد دیکتا کے
سوا اور کوئی خدا نہیں ہے - اور محمدؐ میری مخلوق میں سے میرا برگزیدہ ہے - اور میں نے محمدؐ کو اس کے وزیر سے قوت
اور مدد دی - میں نے حبرئیل سے کہا کہ میرا وزیر کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ علی بن ابی طالب - اور جب میں
سدرۃ المنتہیٰ سے گذر کر عرش پر وارد کار عالمیان کے پاس پہنچا - تو عرش کے پاؤں پر لکھا ہوا پایا - إِنِّي أَنَا اللَّهُ
... أَيُّدُ تَهُ بِوَزِيرِهِ - یعنی میں خدا ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ میری مخلوق میں سے میرا
حبیب ہے اور میں نے محمدؐ کو اس کے وزیر سے قوت اور مدد دی ہے جب میں اتر کر بہشت میں آیا - تو بہشت
کے دروازے پر لکھا ہوا پایا - لَوْلَا إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ بِوَزِيرِهِ - یعنی - میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور
محمدؐ میری مخلوق میں سے میرا حبیب ہے اور میں نے اس کو اس کے وزیر سے قوت اور مدد دی ہے -

منقبتؑ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ كُنْتُ وَوَلِيَّتْ فَوَلِيَّتْ وَمَنْ كُنْتُ
كُنْتُ إِمَامَهُ فَعَلِيٌّ إِمَامُهُ - ترجمہ - جناب سیدۃ النساءِ فاطمہ الزہراء علیہا التحیۃ والثناء سے مروی
ہے کہ رسولؐ نے فرمایا - جس شخص کا کہیں ولی ہوں - پس علیؑ بھی اس کا ولی ہے - اور جس شخص کا کہیں امام ہوں
پس علیؑ بھی اس کا امام اور پیشوا ہے -

منقبتؑ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمُ أُمَّتِي مِنْ كَعْدِي عَلِيُّ بْنُ

أَبِي طَالِبٍ - ترجمہ - سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے زیادہ عالم اور دانا میرے بعد علی بن ابی طالب ہے۔

منقبت^{۱۱۸} - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - يَا أَبَا بَكْرٍ كَفَى وَكَفَى عَلِيٌّ فِي الْعَدْلِ سَوَاءٌ - ترجمہ - ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ اے ابو بکر میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔ نظم (مولف)

پیشوائے عملِ امینِ خدائے

آنکھ در عدل برآمدہ است

گفت کف من و کف جیدر

در عدالت برآمدہ است

منقبت^{۱۱۹} - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى حُبِّ عَلِيٍّ بَنِي أَبِي طَالِبٍ لَمَا خَلَقَ اللَّهُ النَّارَ - ترجمہ - عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ اگر سب آدمی علی کی دوستی پر جمع ہوتے۔ تو خدا ہرگز دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

منقبت^{۱۲۰} - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ سَيِّدُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَنْ أَحَبَّكَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَحِبِّي حَبِيبُ اللَّهِ وَعَدُوُّكَ عَدُوُّ اللَّهِ وَالْوَيْلُ لِمَنْ أَبْغَضَكَ مِنْ بَعْدِي - ترجمہ - عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول نے امیر کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے علی تو دنیا اور آخرت میں سید اور بزرگ ہے جو کوئی تجھ کو دوست رکھے۔ بیشک اس نے مجھ کو دوست رکھا اور تیرا دوست میرا دوست ہے۔ اور میرا دوست خدا کا دوست ہے۔ اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے۔ اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ اور وائے ہو اس شخص پر جو میرے بعد تجھ کو دشمن رکھے۔

منقبت^{۱۲۱} - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَنْ تَضَلُّوا وَلَنْ تَهْلِكُوا وَأَنْتُمْ تَحْتَ كَفِّ عَلِيٍّ وَإِذَا خَالَفْتُمُوهُ فَقَدْ ضَلُّتُمْ طُرُقَ الْهُدَى وَوَقَعْتُمْ فِي الْغِيِّ فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ - ترجمہ - اسی بزرگوار سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ تم گمراہ اور ہلاک نہ ہو گے جبکہ تم علی کے ماتحت رہو اور جب تم اس کی مخالفت کرو گے۔ پس اس وقت تم بیشک سیدھی راہ کو گم کر دو گے اور گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔ پس تم علی بن ابی طالب کی نافرمانی کرنے کے سبب اپنی گردن پر حق خدا رکھنے میں ڈرو۔

منقبت^{۱۲۲} - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ رِجَالِ الْعَالَمِينَ فِي زَمَانِي هَذَا عَلِيٌُّّ وَأَفْضَلُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مِنْ نِسَاءِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فَاطِمَةُ - نیز انہی سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ میرے زمانہ میں جملہ عوالم کے مردوں سے بہتر اور افضل علی ہے اور اولین اور آخرین کی عورتوں سے جملہ عوالم کی عورتوں میں سے بہتر اور افضل فاطمہ ہے۔

منقبت ۱۲۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا بَنَ عَبَّاسٍ عَلَيْكَ عَلِيًّا فَإِنَّ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِهِ وَالتَّفَاقُ مَجَابِلُهُ وَإِنَّ هَذَا أَقْفَلُ الْجَنَّةِ وَمِفْتَاحُ بَابِهِ يَدُ خُلُوفِ الْجَنَّةِ وَبِهِ يَدْخُلُونَ النَّارَ - ترجمہ - اسی بزرگوار سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اے ابن عباس! تجھ پر علیؑ کی پیروی لازم ہے کیونکہ تم اُس کی زبان پر ہے۔ اور نفاق اس سے دُور ہے۔ اور یہ علیؑ جنت کا قفل اور اُس کی کنجی ہے اس کی دوستی سے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اس کا دشمنی کے سبب دوزخ میں جائیں گے۔

منقبت ۱۲۴ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - عَلِيٌّ وَشِبَعَتُهُ الْفَاءُ سُرُوتُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ - ترجمہ - اسی جناب سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ اور اس کا گروہ قیامت کے دن بہشت کی نعمتوں میں پہنچنے والے ہیں۔

منقبت ۱۲۵ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ - يَا عَبْدَ اللَّهِ الْبَشْرُ إِذَا نَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَيْدِي بَنِي سَيِّدِ الْأَوْلِيَيْنِ وَالْآخِرِينَ وَالْوَصِيِّينَ عَلِيٍّ فَجَعَلَهُ كَفَرِي فَإِنْ أَرَدْتَ أَنْ تَرَ عَوْجَ وَتَنْفَعُ فَاتَّبِعْهُ - ترجمہ - نیز۔ اسی بزرگوار سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا اے عبد اللہ! میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو پہلوں پھیلوں کے سردار اور تمام اوصیاء کے سربراہ یعنی علیؑ کے ساتھ قوت اور طاقت عطا فرمائی ہے۔ پس حق تعالیٰ نے علیؑ کو میرا کفر یعنی ہمسہ بنایا ہے۔ اگر تو چاہے کہ سردار اور بزرگ ہے اور قائمہ اٹھائے تو علیؑ کی پیروی اور متابعت کر۔

منقبت ۱۲۶ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا بِالْأَلِفِ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلِيُّ أَخِي رَسُولُ اللَّهِ - ترجمہ - جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میں نے بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ کے سوا اور کوئی قابل عبادت نہیں اور محمد خدا کا رسول ہے۔ اور علیؑ رسول خدا کا بھائی ہے۔

منقبت ۱۲۷ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ أَحَدًا عَبَدَ اللَّهَ حَقَّ عِبَادَتِهِ لَمْ تُشَاكَ فَيْكَ وَأَهْلَ بَيْتِكَ وَهُوَ أَفْضَلُ النَّاسِ كَانَ فِي النَّارِ - ترجمہ - نیز۔ جابر سے روایت ہے کہ رسولؐ نے مہاجر و انصار کے سامنے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جیسا کہ اُس کی عبادت کا حق ہے۔ بعد ازاں تیرے اور تیرے اہل بیت کے باب میں شک کرے۔ حالانکہ وہ تمام آدمیوں سے افضل اور بہتر ہو۔ دوزخ میں جائے گا۔

منقبت ۱۲۸ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا خَيْرَ فِي أُمَّةٍ لَيْسَ فِيهَا أَحَدٌ مِّنْ وَلَدِ عَلِيٍّ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ - ترجمہ - نیز جابر سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔

اُس وقت میں کوئی نیکی اور بھلائی نہیں ہے۔ جس میں فرزندانِ علیؑ میں سے کوئی شخص موجود نہ ہو۔ جو نبی کا حکم سے اور بدی سے منع کرے۔

منقبت ۱۱۹ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ نَبِيَّاتِ الْمَلَائِكَةِ يَسْتَعْفِرُونَ لِعَلِّي تَشْفُقَ عَلَيْهِ وَشِدْعَتَهُ أَشْفَقَ مِنَ الْوَالِدِينَ عَلَى وَلَدِهِ -
ترجمہ - نیز جابر سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے مجھ کو راستی کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کہ فرشتے علیؑ کے لئے مغفرت اور بخشش طلب کرتے ہیں۔ اور اس پر اور اس کے پیروں پر زیادہ تر مہربان ہیں۔ ماں باپ سے جو اپنی اولاد پر مہربان ہوں۔

منقبت ۱۲۰ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا أَيُّهَا جِبْرِئِيلُ مَحْرَمَتَيْنِ مِنَ الْمَفَاتِيحِ حُرْمَةٍ مِنْ مَفَاتِيحِ النَّارِ وَحُرْمَةٍ مِنْ مَفَاتِيحِ الْجَنَّةِ عَلَى مَفَاتِيحِ الْجَنَّةِ أَسْمَاءُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ شَبْعَةَ ابْنِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى مَفَاتِيحِ النَّارِ أَسْمَاءُ الْمُبْغِضِينَ مِنْ أَعْدَائِهِ فَيَقُولُ يَا أَحْمَدُ هَذَا الْمُبْغِضِيكَ وَهَذَا الْمُحِبِّيكَ فَأَدْ فَحَهَا إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَيَحْكُمُ فِيهِمْ بِمَا يَرِيدُ فَوَالَّذِي قَسَمَهُ الْأَرْرَاقُ لَا يَدُخُلُ مُبْغِضُهُ الْجَنَّةَ وَلَا مُحِبُّهُ النَّارَ أَبَدًا -
ترجمہ - نیز جابر سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو جبرئیلؑ مہربانوں کے دو گچھے لے کر آئے گا۔ ایک گچھا بہشت کی کنجیوں کا ہوگا۔ اور ایک گچھا دوزخ کی کنجیوں کا۔ بہشت کی کنجیوں پر آل محمد کے پیروں میں سے نام ہوں گے۔ اور دوزخ کی کنجیوں کے اوپر ان کے دشمنوں کے نام ثبت ہوں گے۔ اور جبرئیلؑ مجھ سے کہے گا۔ کہ لے محمدیہ گچھا کنجیوں کا آپ کے دوستوں کے لئے ہے۔ اور یہ دستہ آپ کے دشمنوں کے واسطے۔ پس یہ دونوں گچھے علیؑ بن ابی طالب کے سپرد کرو۔ تاکہ لوگوں کے درمیان جیسا چاہے حکم کرے۔ اس خدا کی قسم ہے جس نے رزقوں کو تقسیم کیا ہے۔ کہ علیؑ کے دشمن ہرگز بہشت میں داخل نہ ہوں گے اور اس کے دوست کبھی دوزخ میں نہ جائیں گے۔

منقبت ۱۲۱ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَقَلُّ ثَلْمَةٍ فِي الْإِسْلَامِ مُخَالَفَةُ عَلِيٍّ -
ترجمہ - نیز جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسلام میں پہلا رشتہ علیؑ کی مخالفت اور اس کی پیروی ذکر ہے۔

منقبت ۱۲۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ أَحِبُّوا عَلِيًّا فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّهُ وَاسْتَحْبِبُوا أُمَّتَهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَكْتُمُحِي مِنْهُ -
ترجمہ - عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ لے لوگو! علیؑ کو دوست رکھو۔ کیونکہ حق تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔ اور اس سے شرم کرو۔ کیونکہ حق تعالیٰ اس سے شرم کرتا ہے۔

منقبت ۱۲۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ تَعَالَى إِصْطَفَانِي عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَاخْتَارَنِي فِي وَاصْطَفَا عَلَى الْأَوْصِيَاءِ وَصِيًّا وَصِيْرًا مِنْ عَمِيٍّ وَصَهْرٍ نِي لَهْ وَشَدَّ بِهِ

عَصْدِي كَمَا شَدَّ عَصْدَ مُوسَىٰ بِأَخِيهِ هَارُونَ وَهُوَ خَلِيفَتِي وَزَيْرِي وَلَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَتِ النَّبِيُّوَةُ لَكَ - ترجمہ - انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو پیغمبروں پر برگزیدہ کیا۔ اور مجھ کو مختار بنایا۔ اور تمام اوصیاء سے ایک وصی کو برگزیدہ کیا۔ اور اس برگزیدہ وصی کو میرا بن عم کیا۔ اور مجھ کو اس کا خضر بنایا۔ اور اس وصی سے میرے بازو کو مضبوطی اور قوت بخشی۔ جیسا کہ موسیٰ کا بازو اس کے بھائی ہارون سے مستحکم اور قوی بنایا تھا۔ اور وہ دوسرے عمر، میرا خلیفہ اور میرا وزیر ہے۔ اور اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو بے شک نبوت اس کے لئے ہوتی۔

منقبت ۱۳۴ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِي جِبْرِئِيلُ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ يُحِبُّ عَلِيًّا مَا لَا يُحِبُّ الْمَلَائِكَةَ وَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَمَا مِنْ تَسْبِيحَةٍ يُسَبِّحُ اللَّهُ إِلَّا وَيَخْلُقُ اللَّهُ مِنْهُ لِيَسْتَفْهَرُ لِحُجَّتِهِ وَيَشِيَعَتْهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ - ترجمہ - نیز انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا کہ خدا علی کو دوست رکھتا ہے۔ ایسی دوستی سے کہ اس سے نہ تو فرشتوں کو دوست رکھتا ہے اور نہ نبیوں کو اور نہ رسولوں کو۔ اور علی جو تسبیح خدا کے لئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کے دوستوں اور پیروں کے لئے مغفرت طلب کرتا رہے گا۔

منقبت ۱۳۵ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْبَبَكَ يَا عَلِيُّ كَانَ مَعَ النَّبِيِّينَ فِي ذَرَجَتِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ مَاتَ بِغَضِّكَ فَلَا يُبَالِي مَا تَكْفُرُ بِهَا أَوْ نَصَرَ آيَاتِيَا - ترجمہ - عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ نے علی جو کوئی تجھ کو دوست رکھے وہ قیامت کے دن پیغمبروں کے ساتھ ان کے درجات میں ہوگا۔ اور جو کوئی تیری دشمنی پر ممانعت نہیں کرے وہ پیروا نہیں کرتا۔ کہ وہ یہودی مرے یا نصرانی۔

منقبت ۱۳۶ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ رَجُلٍ لَكُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَخَيْرُ سَبَابِكُمْ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَخَيْرُ نِسَائِكُمْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ - ترجمہ - ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ تمہارے مردوں میں سب سے بہتر علی بن ابی طالب ہے۔ اور تمہارے جوانوں میں سے سب سے افضل اور بہتر جوان حسن اور حسین ہیں اور تمہاری عورتوں میں سے سب سے بہتر اور افضل عورت فاطمہ زہرا بنت محمد ہے۔

منقبت ۱۳۷ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحْسَنَ وَوَزِيرِي وَخَلِيفَتِي فِي أَهْلِي وَخَيْرٍ مِنْ أَكْرَفِ بَعْدِي يَقْضِي مَوْعُودِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ - ترجمہ - انس بن

یا تک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرے اہل میں میرا خلیفہ اور ان سب سے بہتر جن کو میں اپنے بوجھ چڑوں گا۔ میرے وعدے کو ادا کرے گا۔ علی بن ابی طالب ہے۔

منقبت ۱۳۸۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَهْدًا لِي أَنْ مَنْ خَرَجَ عَلَيَّ عَلَىٰ فَهْوٍ كَأَفْرِ وَأَجْدَرَ النَّارِ۔ ترجمہ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ جو شخص علیؑ پر خروج چڑھا لی، کرے وہ کافر ہے۔ اور آتش دوزخ کا زیادہ تر سزاوار اور مستحق ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ نَسِيتُ هَذَا الْحَدِيثِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَتَّىٰ ذَكَرْتُهُ يَا بَصْرَةَ وَأَنَا أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَعَلَيَّ أَنْ تَكُونِ۔ یعنی میں اس حدیث کو جنگِ جمل کے دن بھول گئی تھی۔ یہاں تک کہ بصرہ میں جا کر مجھ کو یاد آئی۔ اور میں حق تعالیٰ سے امرزش چاہتی ہوں۔ اور دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف کرے اور میری بخشش ہو جائے۔

منقبت ۱۳۹۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي النَّوْجِ الْمَحْفُوظِ تَحْتَ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا عَلَيَّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ترجمہ۔ محمد بن الحسن بن علیؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ لوحِ محفوظ میں عرش کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ علی بن ابی طالب مومنوں کا امیر اور حاکم ہے۔

منقبت ۱۴۰۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ جَعَلَ عَلَيًّا قَائِدَ الْمُسْلِمِينَ إِلَىٰ الْجَنَّةِ بِهِ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَبِهِ يَدْخُلُونَ النَّارَ وَبِهِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قُلْنَا كَيْفَ ذَلِكَ قَالَ بِمَحَبَّتِهِ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَبِغَضِّهِ يَدْخُلُونَ النَّارَ۔ ترجمہ۔ محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ کو مسلمانوں کا پیش رو اور ان کو بہشت میں لے جانے والا بنایا ہے کہ اس کے سبب سے بہشت میں داخل ہوں گے اور اس کے سبب سے دوزخ میں جائیں گے اور اس کی وجہ سے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! بات کیوں کر ہے؟ فرمایا علیؑ کی دوستی کے وسیلے سے بہشت میں داخل ہوں گے اور اس کی دشمنی کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

منقبت ۱۴۱۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَّغَ اللَّهُ تَعَالَىٰ مِنَ الْحِسَابِ الْمُعْتَادِ يَأْمُرُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقِفْنَ عَلَىٰ الصِّرَاطِ فَلَا يَجُوزُ ذَا حُدًّا إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيَّةٍ مِنْ عَلَيٍّ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ أَكْتَبَهُ اللَّهُ فِي النَّارِ۔ ترجمہ۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ حسابِ مقرر شدہ سے فارغ ہوگا۔ وہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ صراط پر جا کر کھڑے ہوں گے۔ تاکہ کوئی شخص جس کے پاس علیؑ کی دوستی کے حکم نامہ اور برات (پروردگارِ باری) نہ ہو۔ وہ صراط پر نہ گذرنے پائے پس جس شخص کے پاس برات یعنی حکمنامہ نہ ہوگا۔ اس کو حق تعالیٰ امر کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔

منقبت ۱۳۲ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِيْمَانُ أَهْلِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
 أَنْ يُؤْمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا فِي كِتَابٍ مِثْلِ هَذَا كِتَابِ آلِ أَبِي طَالِبٍ
 ترجمہ - عبداللہ بن حویشیفہ بن مغیرہ نے اپنے پد کلاں سے روایت کرتا ہے کہ دو شخص بن الخطابؓ کے پاس آئے
 اور کنزک (لوٹدی) کے طلاق کی بابت سوال کیا۔ عمرؓ نے یہ مسئلہ ایک مرد سے جو اس جگہ موجود تھا۔ دریافت کیا۔ اس مرد
 نے اپنی دو انگلیوں سے اس مسئلے کا جواب دیا پس عمرؓ نے ان دو شخصوں کے پاس آکر کہا۔ دو طلاق ہیں۔ ان میں سے ایک
 شخص نے عمرؓ سے کہا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ ہم تو تجھ کو مومنوں کا امیر سمجھ کر تیرے پاس آئے تھے۔ اور تجھ سے یہ مسئلہ
 پوچھا تھا۔ اور تو نے دوسرے شخص سے متوسل ہو کر اس کا جواب دیا۔ حالانکہ خدا کی قسم اس شخص نے تجھ سے بات تک
 نہ کی۔ اور اشارے سے جواب دیا۔ عمرؓ نے کہا۔ کیا تجھ کو معلوم ہے کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ رسول خدا کا بھائی ہے۔
 میں کہ عمرؓ ہوں۔ گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر آسمانوں اور زمین
 کے رہنے والوں کا ایمان ترازو کے ایک پلے میں رکھا جائے۔ اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلے میں۔ تو بیشک
 علیؑ بن ابی طالب کا ایمان آسمانوں اور زمین والوں کے ایمان سے (وزن میں) بڑھ جائے گا۔

منقبت ۱۳۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ النَّاسَ مُؤْمِنِينَ مِنْ أَجْلِ عَلِيٍّ
 وَكَوَلِمَ يُؤْمِنُ عَلِيٌّ لَمْ يَكُنْ مُؤْمِنًا فِي أُمَّتِي وَسَمِعْتُ مُحْتَارًا لِإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى اخْتَارَهُ وَسَمِعْتُ
 الْمُرْتَضَى لِوَلَّاهُ اللَّهُ تَعَالَى الرِّضَاةَ وَسَمِعْتُ عَلِيًّا لِأَنَّهُ لَمْ يُسَمِّ أَحَدًا قَبْلَهُ بِأَسْمِهِ وَ
 وَسَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتُ لَوْلَاهَا تَبَلَّتْ وَتَقَطَّعَتْ عَمَّا هُوَ مُعْتَادُ الْعَوْرَاتِ فِي كُلِّ شَهْرٍ
 أَوْلَادَهَا تَرْجِعُ كُلَّ لَيْلَةٍ بَكْرًا وَسَمِعْتُ مَرْيَمَ بِنْتُ لَوْلَاهَا وَكَدَّتْ عَيْسَى بَكْرًا۔
 ترجمہ - ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ آدمی محسن علیؑ کی وجہ سے مومنین کے لقب سے لقب
 ہوئے۔ اگر علیؑ ایمان نہ لاتا۔ تو میری امت میں سے کوئی شخص بھی مومن نہ ہوتا۔ اور علیؑ کا نام مختار رکھا گیا۔ اس لئے
 کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو برگزیدہ کیا۔ اور اس کا نام مرتضیٰ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور خوشنود ہے اور
 وہ خدائے عزوجل سے راضی و خوش ہے۔ اور اس کا نام علیؑ اس لئے رکھا گیا کہ رب العزت نے اس سے پہلے کسی
 شخص کو اس نام سے نامزد نہیں فرمایا۔ اور فاطمہؑ کا نام بتول اس لئے ہوا کہ وہ اس تکلیف سے جو عورتوں کا ماہواری
 عادت ہے۔ بری اور منقطع تھیں۔ یا یہ کہ وہ رضی اللہ عنہا ہر رات بارگاہِ جاتی تھیں۔

مؤلف عن کرتا ہے کہ بتل در اصل قطع کے معنی میں ہے۔ چنانچہ مراح کا عبارت اس پر دلالت کرتی ہے۔
 الْبَتْلُ الْقَطْعُ وَيُقَالُ هِيَ الْعَدَاءُ الْمُنْقَطِعَةُ عَنِ الْإِذَّةِ وَبِقَالَ هِيَ الْمُنْقَطِعَةُ عَنِ
 الدُّنْيَا إِلَى اللَّهِ وَهِيَ نَعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَمَا بَتْلُ عَمِّي مِثْلُ قَطْعٍ۔ اور کہتے ہیں

کہ بتول کے معنی عذراء ہے یعنی ازواج سے جدا دکواری، اور کہتے ہیں کہ دنیا سے الگ ہو کر خدا کی طرف مائل ہونے والی اور یہ فاطمہ بنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے، پس اس بنا پر فاطمہ کو بتول کے نام سے اس لئے نامزد کیا گیا کہ وہ جناب دنیا سے منقطع ہو کر خدا کی طرف مائل تھیں اور مریم کو اس لئے بتول کہا گیا کہ وہ بیاہ سے جدا اور کواری رہیں۔ اور اسی حالت میں عیسیٰ کو جنا۔

منقبت ۱۳۳ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ بَحْرٌ يَخْرُجُ مِنْ مَمْتَلِكٍ وَالْمَلَائِكَةُ تَشْتاقُ إِلَيْكَ وَالْجَنَّةُ لَكَ إِنَّهُ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُنْضَبُ لِي مِنْهُ مِنْ نُورٍ وَلَا يَبْرَأُهُمْ مِنْهُ مِنْ نُورٍ لَكَ مِنْهُ مِنْ نُورٍ فَتَجْلِسُ عَلَيْهَا وَإِذَا مَنَادَ يُنَادِي بِحَجْرٍ مِنْ وَصِيٍّ بَيْنَ حَبِيبٍ وَخَلِيلٍ ثُمَّ أَوْقَى بِمَقَاتِلِ الْجَنَّةِ وَالتَّارِفَادِ فَعَهَا إِلَيْكَ مترجمہ - زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا۔ اے علی۔ تجھ کو مبارک ہو۔ مبارک ہو۔ تیری مانند کون شخص ہے؟ کہ فرشتے تیرے مشتاق اور آرزو مند ہیں اور بہشت تیرے واسطے ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو میرے واسطے نور کا ایک منبر نصب کیا جائے گا۔ اور نور کا ایک منبر حضرت ابراہیم کے واسطے۔ اور نور کا ایک منبر تیرے واسطے نصب ہوگا۔ یہ ہم ان منبروں پر بیٹھیں گے۔ اس وقت ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ خوشحال خوشحال وہی کا جو حبیب اور خلیل کے درمیان بیٹھا ہے۔ پھر بہشت اور روزخ کی کنجیاں وہاں لائی جائیں گی اور میں وہ کنجیاں تیرے ہاتھ میں دیدوں گا۔

منقبت ۱۳۴ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى آتَى هَذَا الذِّينَ بِعَلِيٍّ وَأَنَامَتُهُ فِيهِ أَنْزَلَ أَفْئِن كَانَ عَلَى بَيْتِنَا مِنْ رَبِّهِ الْوَلَايَةَ مترجمہ - ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے اس دین کو علی کے ذریعہ سے قوت دی ہے۔ اور میں اس سے ہوں اور اس کی شان میں آئیہ ذیل نازل ہوا ہے۔ أَفْئِن كَانَ عَلَى بَيْتِنَا مِنْهُ. الایہ اس آیت کا ذکر مع ترجمہ پہلے آچکا ہے۔ مترجم

منقبت ۱۳۵ - عَنِ الْإِمَامِ مُحَمَّدِ الْبَاقِرِ عَنْ أَبِيهِ إِنَّهُ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ عَنِ النَّاسِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَيْرٌ مَا دَرَدَ أَنْفُسُهَا وَأَفْضَلُهَا وَأَعْلَمُهَا وَأَقْرَبُهَا إِلَى الْجَنَّةِ وَأَقْرَبُهَا مِثِّي وَلَوْ فِيكُمْ أَتَقَى وَلَا أَقْرَبُ إِلَيَّ مِنْ عَلِيٍّ بَيْنَ أَيْطَالِيبِ - مترجمہ - امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ نے اپنے ابائے بزرگوار سے روایت کی ہے کہ رسول خدا سے الناس یعنی آدمیوں کی بابت سوال کیا گیا۔ پس آنحضرت نے فرمایا۔ جو شخص کہ آدمیوں میں سب سے بہتر زیادہ پرہیزگار۔ زیادہ تر فاضل۔ زیادہ تر دانا۔ اور سب سے زیادہ بہشت کے قریب۔ اور سب سے بڑھ کر بھ سے نزدیک ہو۔ اور تمہارے درمیان جو سب سے زیادہ پرہیزگار متقی اور مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک ہے وہ علی بن ابی طالب ہے۔

منقبت ۱۲۴ - عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَذَا أَحَبُّهُ عَلَيَّ عَلَى أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللَّهِ - ترجمہ - انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں پیغمبر کے ساتھ تھا۔ کہ سامنے سے مرتضیٰ علیٰ نمودار ہوئے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ مرد قیامت کے روز میری امت پر خدائے عز و جل کی حجت ہے۔

منقبت ۱۲۵ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى وَجِبَتْ لَكَ التَّبَوُّةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ اللَّهُ آدَمَ وَنَفَخَ فِيهِ الرُّوحَ وَقَالَ وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ فَقَالَ أَنْتَ رَبُّكُمْ الْأَعْلَىٰ وَ مُحَمَّدًا نَبِيَّكُمْ وَعَلِيًّا أَمِيرَكُمْ - ترجمہ - ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کی نبوت کب واجب لگئی؟ فرمایا۔ اس سے پہلے کہ حق تعالیٰ آدم کو پیدا کرے اور اس میں روح پھونکے۔ اور فرمایا۔ آنحضرت نے کب جب تیرے پروردگار نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کے فرزندوں کو لیا اور ان کو اس باب میں خود ان کے نفسوں پر گواہ بنایا۔ کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں تو ہمارا پروردگار ہے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سب سے بلند و برتر تمہارا پروردگار ہوں۔ اور محمد تمہارا نبی ہے اور علی تمہارا امیر ہے۔

مؤلف کتاب عرض کرتا ہے کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کا قول کُنْتُ وَلِيًّا وَآدَمَ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ (میں ولی تھا۔ جبکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھا) بالکل حدیث مذکورہ بالا کے مطابق تھا۔ کیونکہ ولی بمعنی والی و حاکم و امیر بھی آیا ہے۔

منقبت ۱۲۶ - عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا أَنَسُ انْطَلِقْ فَادْعُ لِحَيِّ سَيِّدَةِ الْعَرَبِ يَعْنِي عَلِيًّا فَقَالَتْ عَالِشَةُ أَنْتَ سَيِّدَةُ الْعَرَبِ فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَعَلِيٌّ سَيِّدُ الْعَرَبِ فَلَمَّا جَاءَ أُرْسِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَأَتَوْهُ فَقَالَ لَهُمْ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي قَالُوا بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هَذَا عَلِيٌّ فَأَجِبُواهُ بِحُبِّي وَ أَكْرَمُوا بِي كَرَامَتِي فَإِنَّ جِبْرَائِيلَ أَمَرَنِي بِالَّذِي قُلْتُ لَكُمْ عَنِ اللَّهِ - ترجمہ - انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ اے انس! جا کر سید العرب یعنی عرب کے سردار علیؑ کو میرے پاس بلا لا۔ پس عائشہ نے عرض کی کہ کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں۔ فرمایا میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں ہے۔ اور علیؑ عرب کا سردار ہے۔ جب علیؑ تشریف لائے۔ تو آنحضرت نے انصار کو بلوایا۔ جب وہ حاضر ہوئے۔ تو آنحضرت نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے گروہ انصار! کیا میں تم کو اس چیز کی طرف رہنمائی کروں۔ کہ اگر تم اس سے تمسک کرو تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو۔

انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ بیشک۔ فرمایا۔ یہ علی ہے اس کو میری دوستی کو جس سے دوست رکھو۔ اور میری کرامت اور بزرگی کی وجہ سے اُس کی عزت اور تکریم کرو۔ کیونکہ جبرئیلؑ نے خدا کی طرف سے اس بات کا جو میں نے تم سے کہی۔ مجھ کو حکم دیا ہے۔

منقبت^{۱۵۱}۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْأَعْمَالِ فَلَا يَنْفَعُهُمْ إِلاَّ مَنْ قَبِلْتُ أَنَا وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَمَلُهُ بَعْدَ قَبُولِ اللَّهِ تَرَجِمَهُ۔ ابُو آمارہ باہلی سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا کہ لوگ قیامت کے دن اپنے اعمال لے کر آئیں گے پس ان کے اعمال ان کو کچھ نفع نہ دیں گے سوا ان لوگوں کے جن کے اعمال کو میں اور علیؑ خدا کے قبول کرنے کے بعد قبول کریں۔

منقبت^{۱۵۲}۔ عَنْ أَبِي مُوسَى التَّمِيمِيِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي بَقِيعِ الْغَرْقِدِ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَانُ وَعَمْرُو بْنُ لَهَبٍ وَنَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَأَنَّ ابْنَ بَكْرٍ فَقَالَ يَا أَبُو بَكْرٍ هَذَا الَّذِي تَرَاهُ وَزَيْرِيُّ فِي الْأَرْضِ يَعْنِي عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَنَّ ابْنَ بَكْرٍ قَالَ إِنَّ تَلْفِيَّ اللَّهُ وَهُوَ عِنْدَكَ رَاضٍ فَأَرْضٌ عَلِيًّا فَإِنَّ رِضَاءَ اللَّهِ وَغَضَبَهُ غَضَبُ اللَّهِ تَرَجِمَهُ۔ ابو موسیٰ تمیمی نے فرمایا کہ میں نے رسولؐ کے ساتھ بقیع غرقید میں ابو بکرؓ، عثمانؓ، عمرو بن لہبؓ اور میرے ہمراہیوں کے ساتھ علیؑ کے ساتھ تھے پس رسولؐ نے ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابو بکرؓ یہ شخص جس کو تو دیکھتا ہے یعنی علیؑ آسمان اور زمین میں میرا وزیر ہے۔ پس اگر تو چاہے کہ خدا سے ایسی حالت میں ملاقات کرے کہ وہ تجھ سے راضی ہو پس تو علیؑ کو خوش اور راضی کر کیونکہ اُس کی رضا مندی خدا کی رضا مندی ہے اور اس کا غضب و غصہ خدا کا غضب و غصہ۔

منقبت^{۱۵۳}۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغَفَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِطَّلَعَ الْأَرْضَ إِطْلَاعَةً مِنْ عَرْشِهِ بِلَا كَيْفٍ وَلَا زَوَالٍ فَاخْتَارَنِي وَجَعَلَنِي سَيِّدَ الْأَوْلِيَيْنِ وَالْآخِرِينَ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَأَعْطَانِي مَا لَمْ يُعْطِ لِأَحَدٍ وَهُوَ الرُّكْنُ وَالْمَقَامُ وَالْحَوْضُ وَالزَّمْرَمُ وَالْمَشْعَرُ الْأَعْلَى وَالْمَجْمَرُ الْعِظَامُ بِيَمِينِهِ الصَّمْفَا وَبِيسَارِهِ الْمَرْوَةُ وَأَعْطَانِي اللَّهُ مَا لَمْ يُعْطِ أَحَدًا مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمَلَائِكَةِ الْمَقْدَرِيِّينَ قُلْنَا وَ مَاذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَعْطَانِي عَلِيًّا وَأَعْطَاهُ اللَّهُ الْعَدَاءَ الْبَتُولَ تَرَجَّعَ كُلُّ كَيْلَةٍ بِكَرَاهٍ وَلَمْ يُعْطِ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْحُسَيْنِ وَالْحُسَيْنِ وَلَمْ يُعْطِ أَحَدًا مِثْلَهُمَا وَأَعْطَاهُ صَهْرًا مِثْلِي وَلَيْسَ لِأَحَدٍ مِثْلِي وَأَعْطَاهُ الْحَوْضَ وَجَعَلَ إِلَيْهِ قِسْمَةَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَلَمْ يُعْطِ ذَلِكَ الْمَلَائِكَةَ وَجَعَلَ شَيْعَتَهُ فِي الْجَنَّةِ وَأَعْطَاهُ أَخًا مِثْلِي وَلَيْسَ لِأَحَدٍ مِثْلِي أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُطْفِئَ غَضَبَ اللَّهِ وَأَنْ يَقْبَلَ اللَّهُ عَمَلَهُ فَلْيَنْظُرْ إِلَى عَلِيٍّ فَإِنَّ النَّظَرَ إِلَيْهِ يَزِيدُ

فِي الْإِيمَانِ وَإِنَّ حَبَّةَ يُذْيَبِ السَّيِّئَاتِ كَمَا تَذِيْبُ النَّارُ الرَّصَاصَ۔ ترجمہ۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے اپنے عرش سے دنیا کی طرف بلا کیف و بے زوال غور سے نگاہ کی۔ اور مجھ کو برگزیدہ کیا اور اگلے اور پچھلے پیغمبروں اور رسولوں کا سر دار اور بزرگ بنا یا۔ اور مجھ کو وہ چیزیں عطا فرمائیں جو جملہ اہل عوالم میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائیں۔ اور وہ رکن۔ مقام ابراہیمؑ جو حوض کوثر چاہ زمزم اور شفا اور بڑے دیندار جس کے دائیں طرف صفا اور بائیں طرف مروہ ہے۔ اور مجھ کو ایک وہ چیز عطا فرمائی ہے۔ جو پیغمبروں اور مقرب فرشتوں میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمائی ہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو علیؑ عطا فرمایا ہے۔ اور اس کو فاطمہؑ دو شیزہ عطا ہوئی ہے۔ کہ جو کچھ عورتوں کو ماہوار عادت ہے۔ وہ اس سے بری ہے۔ اور ہر رات کو دو شیزگی اور کنوار پن کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور ایسی زوجہ کسی پیغمبر کو نہیں ملی اور اس کو دو فرزند حسنؑ اور حسینؑ عطا ہوئے ہیں کہ ایسے دو فرزند کسی پیغمبر کو عطا نہیں ہوئے اور اس کو مجھ جیسا خسر دیا ہے۔ اور مجھ جیسا خسر اور کسی نہیں ملا۔ اور اس کو حوض کوثر عطا فرمایا ہے اور بہشت اور دوزخ کی تقسیم اس کے حوالے کی ہے اور یہ مرتبہ فرشتوں کو بھی عطا نہیں ہوا۔ اور اس کے پیر وٹوں کو بہشت عطا فرمایا ہے۔ اور اس کو مجھ جیسا بھائی دیا ہے اور کسی کا بھائی مجھ جیسا نہیں ہے! جو کوئی چاہے کہ خدا کے غضب کی آگ کو بجھائے اور خدا تعالیٰ اس کے اعمال و افعال کو قبول کرے۔ اس کو چاہیے کہ علیؑ کی طرف نظر کرے۔ کیونکہ اس کی طرف نظر کرنا ایمان کو زیادہ کرتا ہے۔ اور اس کی دوستی گناہوں اور بدیوں کو اس طرح گلاتی اور پگھلاتی ہے۔ جس طرح آگ سے گلا دیتی ہے۔

منقبت ۱۵۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِتَى قَالَ مَنْ صَامَ يَوْمَ النَّتْمِ مِنْ عَشْرِ مَنْ ذِي الْحِجَّةِ كَانَ لَهُ سِتِّينَ سَهْرًا وَهُوَ يَوْمَ الَّذِي أَخَذَ فِيهِ النَّبِيُّ بَيْدِيَّ عَلِيٍّ بَعْدَ بَرِيْحِهِ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَا فَعَلِيٌّ مَوْلَاةُ اللَّهِ وَمَنْ دَالٍ مَنْ وَالَاةُ وَعَادِ مَنْ عَادَاةُ ترجمہ۔ ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ذی الحجہ کی اٹھارہویں تاریخ کے دن روزہ رکھے۔ اس کا ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اور ماہ مذکورہ کی اٹھارہویں تاریخ وہ دن ہے جس دن پیغمبر صلعم نے غدیر خم کے مقام پہلے کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس شخص کا میں حاکم اور امیر ہوں علیؑ بھی اس کا حاکم اور امیر ہے۔ اے خدا! اس شخص کو دوست رکھ۔ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اس شخص کو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

منقبت ۱۵۴۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَصَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ عَلِيًّا فَقَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَا فَعَلِيٌّ مَوْلَاةُ اللَّهِ وَالِ مَنْ دَالٍ مَنْ وَالَاةُ وَعَادِ مَنْ عَادَاةُ وَأَحْدَلُ مَنْ خَدَلَهُ وَانصُرْ مَنْ نَصَرَهُ اللَّهُمَّ أَنْتَ شَهِدِي عَلَيْهِمْ فَقَالَ كَانَ فِي جَدِّي شَاتٌ حَسَنٌ الْوَجْهِ طَيِّبٌ الرِّيحِ فَقَالَ يَا عُمَرُ لَقَدْ عَقَدَ رَسُولُ اللَّهِ عَقْدَ الْأَبِيحَلَّةِ

كَذَٰلِكَ الْاِمْنَانِ فَقَاحَدَّرَ اَنْ تَحَلَّهٗ فَقَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ حَبِيْتُ قُلْتُ
 فِي عِلِّيَّ كَانَ فِي جَدِّي شَابٌ حَسَنٌ اَلْوَجْهَ طَلِيْبٌ الرَّاْحَةَ فَقَالَ كَذَٰلِكَ اَقَالَ نَعَمْ
 يَا عُمَرُ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ وُلْدِ اَدَمَ لَكِنَّهُ جَبْرَائِيْلُ اَرَادَ اَنْ يُوَدِّدَ عَلِيَكُمْ مَا قُلْتُمْ فِي عِلِّيٍّ
 ترجمہ - عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ نے علیؑ کے واسطے ایک علم نصب کیا۔ اور
 ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص کا میں حاکم اور امیر ہوں۔ علیؑ بھی اس کا حاکم اور امیر ہے۔ اے خدا! تو دوست رکھ۔ اس شخص
 کو جو علیؑ کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھے اس شخص کو جو علیؑ کو دشمن رکھے اور چھوڑے اس شخص کو جو علیؑ کو چھوڑ دے
 اور مدد و نصرت کرے اس شخص کی جو علیؑ کی مدد و نصرت کرے۔ اے خدا! تو ان پر میرا شہید اور گواہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ
 بیان کرتے ہیں کہ میرے پہلو میں ایک جوان۔ خوشرو اور خوشبو تھا۔ اس جوان نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے عمرؓ
 بیشک رسولؐ نے ایک ایسا عہد باندھا ہے کہ اس کو اس اس طرح نہ کھولے گا۔ مگر منافق دینین منافق کے سوا کوئی اس
 عہد کو نہ توڑے گا۔ اے عمرؓ تو اس عہد کو توڑنے سے بچنا۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کی خدمت
 میں عرض کی یا رسول اللہ! جب آپ نے علیؑ کے حق میں وہ باتیں فرمائیں۔ اس وقت میرے پہلو میں ایک خوشرو۔
 خوش بو موجود تھا۔ اس نے مجھ سے ایسا اور ایسا کہا۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا۔ اے عمرؓ وہ جوان آدمی اولاد سے
 نہ تھا۔ بلکہ جبرائیلؑ تھا۔ اس نے چاہا۔ کہ جو کچھ میں نے علیؑ کے ہاں میں کہا۔ اس کو تم پر مضبوط اور چمکتا کرے۔

مولف حقیقہ عرض کرتا ہے کہ حدیث مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَعَلِيَ مَوْلَاً۔ صحیح ترمذی۔ صحیح مسلم۔ صحیح
 مسند احمد بن حنبل۔ مشکوٰۃ اور صواعق وغیرہ کتابوں میں بھی مرقوم اور منقول ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کی عبارت یہ ہے
 عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَارِبٍ وَرَزِيْدِ بْنِ اَرْقَمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ
 بِغَدِ يُوْحَيِّهٖ اَخَذَ بِيَدِ عِلِّيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اَوْ لِيْ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ
 نَفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَعَلِيَ مَوْلَاً اَللّٰهُمَّ وَاِلَ مِنْ وَاِلَ وَاَعَادِ مَنْ
 عَادَاهُ فَلَقِيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ هٰذِيْٓا يَا بَنَ اَبِيْطَالِبٍ اَصْبَحْتَ
 وَاَمْسَيْتَ مَوْلَاً كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ ترجمہ - رزبان قازب اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسولؐ
 خدا جب مقام غدیر خم میں فرکش ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر شخص کا اس کے
 نفس سے بڑھ کر والی اور مالک ہوں۔ حاضرین نے عرض کیا۔ بیشک آپ زیادہ مختار ہیں۔ تب آپ نے یوں ارشاد فرمایا۔
 اے خدا! میں جس کا مولا اور مختار ہوں۔ علیؑ بھی اس کا مولا اور مختار ہے۔ اے خدا! تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست
 رکھے اور تو دشمن رکھے اس شخص کو جو اس کو دشمن رکھے۔ پس اس کے بعد عمرؓ نے علیؑ سے طاقات کی۔ اور یوں کہا۔ اے پسر ابوطالب!
 تجھ کو مہارک ہو۔ اور گوارا ہو۔ کہ تو نے صبح اور شام کی اس حالت میں کہ ہر مومن اور مومنہ کا مولا اور مختار ہو گا۔ اور وہاں عن عمرؓ

میں یوں منقول ہے۔ رَوَاهُ عَنِ النَّبِيِّ تَلْتُونَ صَحَابِيًّا وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ طُوقِهِمْ صَحْبِهِمْ وَحَسَنٌ
یعنی اس حدیث کو تیس اصحاب نے آنحضرت سے روایت کیا ہے اور اس کے بہت سے طریق صحیح اور حسن ہیں۔
منقبت^{۱۵۴}۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ حَسْبُكَ أَنْ لَيْسَ لِمُجِدِّكَ حَسْرَةٌ عِنْدَ مَوْتِهِ وَلَا وَحْشَةٌ فِي
قَبْرِهِ وَلَا فَرْعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ترجمہ۔ ام المؤمنین عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے رسولِ خدا
کو سنا کہ علی بن ابی طالب سے فرماتے تھے۔ اے علی تجھ کو یہ بات تیرے واسطے کافی ہے کہ تیرے دوست
کے واسطے مرنے کے وقت انفس اور پشیمانی نہیں اور قبر میں اس کو کسی قسم کی وحشت اور خوف نہیں اور قیامت
کے دن اس کو کسی قسم کا اضطراب اور گھبراہٹ نہیں۔

منقبت^{۱۵۵}۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَصَلِّيُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأُ
تَلَفَّتْ إِلَيْنَا فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ هَذَا أَوْلِيَاكُمْ بَعْدِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَأَحْفَظُوهُ يَعْنِي عَلِيًّا
ترجمہ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسولِ خدا کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پس حضرت نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا
اے لوگو! یہ مرد یعنی امیر المؤمنین علیؑ میرے بعد دنیا اور آخرت میں تمہارا امیر اور حاکم ہے۔ تم اس کے ادب کو نگاہ رکھو۔

منقبت^{۱۵۶}۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ أَنَا سَيِّدُ النَّبِيِّينَ وَعَلِيٌّ سَيِّدُ
الْوَصِيِّينَ وَإِنَّ أَوْصِيَاءِي بَعْدِي اثْنَا عَشَرَ أَوْ لَمْ عَلَىٰ وَأَخْرَجَهُمُ الْقَائِمُ الْمَهْدِيُّ۔
ترجمہ۔ ابان بن ربیع سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا۔ کہ میں تمام نبیوں کا سرور ہوں۔ اور علی تمام وصیوں
کا سرور ہے اور میرے بعد میرے وصی بارہ ہوں گے۔ ان میں سے پہلا علی ہے اور آخری قائم مہدی۔

منقبت^{۱۵۷}۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ مَرَّ سُلَيْمَانُ الْفَارِسِيُّ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَعُوذَ رَجُلًا وَنَحْنُ
جُلُوسٌ فِي حَلْقَةٍ وَفِينَا رَجُلٌ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ لَوَيْدْتُمْ بِأَفْضَلِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا
وَأَفْضَلِ مِنْ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ ابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَامَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ وَاللَّهِ لَوْ شِئْتُ لَأَنْبَيْتُكَ
بِأَفْضَلِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا وَأَفْضَلِ مِنْ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ ابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرَ ثُمَّ مَضَى
سُلَيْمَانٌ فَقِيلَ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ مَا قُلْتَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَهُوَ فِي عَمْرَاتِ
الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ أَوْصَيْتَ قَالَ يَا سُلَيْمَانُ أَتَدْرِي مِنَ الْأَوْصِيَاءِ قُلْتُ اللَّهُ وَ
رَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ إِنَّ آدَمَ وَصَّى شِيثَ وَكَانَ أَفْضَلَ مَنْ تَرَكَهُ بَعْدَهُ مِنْ وَلَدِهِ وَوَصَّى
نُوحٌ سَامَ وَكَانَ أَفْضَلَ مَنْ تَرَكَهُ بَعْدَهُ وَوَصَّى مُوسَى يُوْشَعَ وَكَانَ أَفْضَلَ مَنْ تَرَكَهُ
بَعْدَهُ وَوَصَّى سُلَيْمَانُ أَصْفَ بَرْخِيَا وَكَانَ أَفْضَلَ مَنْ تَرَكَهُ بَعْدَهُ وَوَصَّى عِيسَى شَمْعُونَ

بَيْنَ بَرِّخِيَا وَكَانَ أَفْضَلُ مَنْ تَرَكَهُ بَعْدَ كَدْرَاتِي وَصَدِيتُ عَلَيْهَا وَهُوَ أَفْضَلُ مَنْ تَرَكَهُ بَعْدِي.

ترجمہ - عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کا ہم پر سے گزر نہ ہوا۔ اور وہ کسی بیمار کی عیادت کو ماہے تھے اور ہم ایک حلقہ میں بیٹھے تھے۔ اور ہم میں ایک شخص موجود تھا۔ اس نے کہا۔ کہ اگر تم جاؤ۔ تو میں تم کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس امت کے پیغمبر کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ہے اور ان دو مردوں ابو بکر اور عمرؓ سے افضل ہے۔ پس مسلمان نے اٹھ کر کہا۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں۔ تو میں ایسے شخص سے خبر دوں جو نبی کے بعد اس امت میں سب سے بہتر اور ابو بکر اور عمرؓ سے افضل ہے۔ بعد ازاں چل دیئے۔ پس کسی شخص نے ان (مسلمان) سے کہا۔ لے ابا عبد اللہ! یہ تم نے کیا کہا۔ اور کہاں سے کہا۔ جواب دیا۔ کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبکہ وہ جناب سکرات موت میں مبتلا تھے۔ میں نے عرض کیا رسول اللہ! کیا آپ نے کسی کو اپنا وصی مقرر فرمایا؟ فرمایا۔ لے مسلمان کیا تجھ کو معلوم ہے۔ کہ انبیاء کے وصی کون کون سے ہیں؟ میں نے عرض کیا خدا اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں؟ فرمایا۔ آدم نے شیدت کو اپنا وصی بنایا۔ اور شیدت ان سب سے بہتر تھا۔ جو آدم کے بعد اس کی اولاد سے باقی رہے۔ اور نوح علیہ السلام نے سام کو اپنا وصی بنایا۔ اور سام ان سب سے بہتر تھا۔ جو حضرت نوح کے بعد باقی رہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے یوشع کو اپنا وصی بنایا۔ اور یوشع ان سب سے بہتر تھا۔ جو حضرت موسیٰ کے بعد باقی رہے۔ اور سلیمان علیہ السلام نے آصف برزخیا کو اپنا وصی مقرر کیا۔ اور آصف ان سب سے بہتر تھا۔ جو سلیمان کے بعد باقی رہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے ثعوب بن برزخیا کو اپنا وصی بنایا۔ اور ثعوب ان سب آدمیوں سے بہتر تھا۔ جو حضرت عیسیٰ نے اپنے بعد چھوڑے۔ اور میں نے علیؑ کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ اور علیؑ ان سب آدمیوں سے بہتر ہے۔ جن کو میں اپنے بعد چھوڑے جانا ہوں۔

منقبت ۱۵۱ - عَنْ عُمَرَ قَالَ لَمَّا عَقَدَ رَسُولُ اللَّهِ عَقْدَ مَوَاحَاتِ بَيْنِ اصْحَابِهِ قَالَ هَذَا عَلِيٌّ اِخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَخَلِيفَتِي فِي اَهْلِي وَوَصِيَّتِي فِي اُمَّتِي وَدَارَتِ عَلَيَّ وَقَاضِي دِينِي مَالَهُ مِثِّي وَمَالِي مِنْهُ لَفَعَهُ لَفْعِي وَصَرُّهُ صَرُِّي مَنْ اَحْبَبَهُ فَقَدْ اَحْبَبَنِي وَمَنْ اَبْغَضَهُ فَقَدْ اَبْغَضَنِي

ترجمہ - حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول نے اپنے اصحاب کے درمیان عقید اخوت یعنی برادری کا عقد یا بھائی چارہ قائم کیا۔ تو ارشاد فرمایا۔ یہ علیؑ دنیا اور آخرت میں میرا بھائی اور میرے اہل میں میرا جانشین اور میری امت میں میرا وصی اور میرے علم کا وارث اور میرے ذہن کا ادا کرنے والا ہے۔ اس کا مال میرا مال ہے۔ اور میرا مال اس کا مال ہے۔ اس کا نفع میرا نفع ہے۔ اور اس کا نقصان میرا نقصان ہے۔ جو شخص اس کو دوست رکھتا ہے۔ وہ بیشک مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ اور جو شخص اس کو دشمن رکھتا ہے۔ وہ بیشک مجھ کو دشمن رکھتا ہے۔

منقبت ۱۵۲ - عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا الْحُسَيْنِ عَلَى فُحْنٍ هُوَ يُقْبَلُ عَيْنِيهِ وَفَأَلَّ وَيَقُولُ أَنْتَ سَيِّدُ بَنِي سَيِّدِ أَنْتَ إِمَامُ بَنِي

إِمَامٍ أَنْتَ حُجَّةٌ بِنُ حُجَّةِ ابْنِ حُجَّاجٍ تَسْعَةَ مِنْ صُلْبِكَ تَأْسِعُهُمْ قَالَهُمْ تَرْجَمُهُ۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس وقت امیر المؤمنین حسینؑ آنحضرتؐ کی لڑن پر بیٹھے تھے۔ اور رسول ان کی دونوں آنکھوں اور منہ کے بوسے لیتے تھے اور فرماتے تھے۔ تو سید ہے اور سید کا بیٹا ہے۔ اور امام ہے۔ اور امام کا بیٹا ہے۔ اور خدا کی حجت ہے اور حجت خدا کا بیٹا ہے اور نوح جتوں کا باپ ہے جو تیری پشت ہوں گے جن کا ان کا قائم ہے۔ جو دین خدا کا قائم کرنے والا ہے۔

منقبت ۱۶۱۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا

كَانَ الْيَدْلَةَ الَّتِي أَخَذَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ عَلَى الْوَصَارِ بَيْعَةَ الْأَوْدَى فَقَالَ أَخَذْتُ عَلَيْكُمْ

بِمَا أَخَذَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّينَ مِنْ قَبْلِي أَنْ تَحْفَظُونِي بِمَا تَحْفَظُوا أَنفُسَكُمْ وَتَمْنَعُونِي فِي بَيْمَاتِ

تَمْنَعُوا أَنفُسَكُمْ وَتَحْفَظُوا أَنفُسَكُمْ وَتَحْفَظُوا أَنفُسَكُمْ وَتَحْفَظُوا أَنفُسَكُمْ وَتَحْفَظُوا أَنفُسَكُمْ

بِنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ بِمَا تَحْفَظُوا أَنفُسَكُمْ فَإِنَّهُ الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ يُرِيدُ اللَّهُ بِهِ دِينَكُمْ وَإِنَّ اللَّهَ

أَعْطَى مُحَمَّدًا وَسُلَيْمَانَ وَابْرَاهِيمَ النَّارَ الْمُطْفِئَةَ وَعِيسَى الْكَلِمَاتِ الَّتِي كَانَ يُجِيبُ بِهَا الْمَوْتَى وَ

أَتَانِي هَذَا وَبِكُلِّ نَبِيٍّ آيَةٌ رَبِّي وَالْأَيُّمَةُ الظَّاهِرُونَ أَيَّتِي مِنْ وَلَدِهِ لَنْ تَخْلُوا الْأَرْضَ مِنْ إِيمَانٍ

مَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ وَعَلَيْهِمْ تَقْوَمُ الْقِيَامَةُ۔ ترجمہ۔ زید بن خارجه رضی اللہ عنہ سے جو رسول خدا کا غلام

ہے۔ روایت ہے کہ جب وہ رات ہوئی جس میں رسول خدا نے اپنی پہلی بیعت انصار سے لی پس پیغمبر نے فرمایا میں نے تم سے بیعت

لی جس طرح خدا تعالیٰ نے مجھ سے پہلے پیغمبروں سے بیعت لی تھی۔ کہ تم میری حفاظت رکھو۔ اور مجھ کو ان چیزوں سے بچاؤ۔ جن

سے اپنی جانوں کو بچاتے ہو۔ اور علیؑ کو محفوظ رکھو۔ ان چیزوں سے جن سے اپنی جانوں کو محفوظ رکھتے ہو کیوں کہ علیؑ صدیق

اکبر ہے۔ خدا تعالیٰ علیؑ کے ذریعہ تمہارے دین کو بڑھاتا اور زیادہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو عصا عنایت

فرمایا ہے۔ اور ابراہیمؑ کو سردی کو ہول آگ عطا فرمائی ہے۔ اور عیسیٰؑ کو وہ کلمات عطا فرمائے۔ جن سے مردوں کو

زندہ کرتا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو یہ یعنی علیؑ عنایت فرمایا ہے اور ہر ایک پیغمبر کے لئے میرے

پروردگار کی طرف سے اس کی صداقت اور بزرگی پر ایک نشان ہوتا ہے۔ اور امان پاکیزہ جو اس کی اولاد میں

سے ہیں۔ میرے پروردگار کی طرف سے میری نشانیاں ہیں۔ اور زمین ایمان سے خالی نہ ہوگی۔ جب تک کہ اس

کی اولاد سے ایک شخص باقی رہے گا۔ اور اس کی ذریت پر قیامت قائم ہوگی۔

مؤلف کتاب عرض کرتا ہے کہ حدیث مت یاعلی ان اللہ تعالیٰ اشرف علی الدنیا فاخترانی علی

رجال العالمین ثم اطلع الثانية فاخترک علی رجال العالمین..... الخ یہاں تک یعنی ۱۶۱

تک تمام حدیثیں عارف ربانی میر سید علی ہمدانی کی مولفہ کتاب مودات کی مودت ثالثہ سے لے کر ترجمہ کی گئی ہیں۔

اگرچہ احادیث مذکورہ اکثر کتب معتبرہ میں دیکھنے میں آئی ہیں۔ لیکن چونکہ سید مذکورہ قدس سرہ کی تالیف پر پورا اعتماد تھا۔ اس لیے دوسری کتابوں کے نام نہیں درج کئے گئے۔

باب سوم

افضل صفیا اول اولیاء امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بعض فضائل اور ان کے متعلقات کے بیان میں

ارباب دانش اور اصحاب بینش پر ظاہر و باہر ہے کہ خدا کے عز و جل و علا کے کلام اور مصطفیٰ علیہ التمجید و الشاکہ کی حدیث کے بعد کوئی کلام امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے کلام سے زیادہ فصیح اور شریف نہیں ہے۔ اس لئے آیات بابرکات قرآنی اور احادیث حبیب سبحانی کے بیان کرنے کے بعد اس باب کو تیرکا و تینا اس امام معلیٰ مقام کے کلام معجز نظام سے شروع کیا گیا۔ اور یہ کل کلمات کلمہ ایک سو چار ہیں۔ جن کو منظور نظر آفریدگار خواجہ محمد و ہدایہ نور مضمون نے شرح کے خطبۃ البیان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مولف حقیر اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا ہے انصاف یہ ہے کہ شایح طیب اللہ انفا سے مناسبت عبارت اور رسائی معانی میں شرح کی وادوی ہے بسالہ مذکورہ کو من و عن پورا نقل کرنا باعث طوالت ہے۔ اس لئے اپنی دانش کو تہ اندیش کے موافق تحت اللفظ معنی تحریر کئے جاتے ہیں۔ امید کہ آنحضرت کرم اللہ وجہہ کی رائے جہاں آرائے کے مطابق اور آپ کی رضائے مرضیہ کے موافق ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

منقبت۔ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ۔ أَنَا الَّذِي مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَوْ يَعْلَمُهَا بَعْدَ مُحَمَّدٍ غَيْرِي۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میرے پاس غیب کی کنجیاں ہیں کہ ان کنجیوں کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

منقبت۔ قَالَ إِمَامُ الْمُتَّقِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِ۔ یعنی میں ہر چیز کی حقیقت سے خبر دار اور آگاہ ہوں۔

منقبت۔ قَالَ إِمَامُ الْمُسْلِمِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِسْلَامُ أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَىٰ بَابِهَا يَعْنِي فِيهِ وَهُوَ شَخْصٌ هُوَ فِي شَانِ فِي رَسُولِ خُدَايَا فَرِيَابِ كَيْ فِي عِلْمِ كَا شَهْرِ هُوَ أَوْ عَلِيٌّ أَسْ دِ شَهْرِ عِلْمِ كَا دَرَوَازِ هُوَ۔

منقبت ۷۔ قَالَ إِمَامُ الْكَارِظِينَ كَتُمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا ذُو الْقَرْنَيْنِ الْمَذْكَورِ فِي الصَّخْفِ الْأَوْحَىٰ يَعْنِي فِي ذَوَا الْقَرْنَيْنِ هُوَ فِي كَا ذَكَرَ كِتَابِ سَمَاقِي فِي مَذْكَورِ هُوَ جِوَا سِ فِي سَبِيلِ نَازِلِ هُوَ فِي۔

منقبت ۸۔ قَالَ إِمَامُ الْأَوَّلِينَ كَتُمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا نُجَيْرُ الْمَلِكِ الَّذِي تَفَجَّرَ مِنْهُ اثْنَا عَشَرَ عَيْنًا يَعْنِي فِي هُوَ جِوَا مَرْمُومِ دَبْزِ رُكْبَتِهِ جِوَا سَبَا رُكْبَتِهِ جَارِي هُوَ فِي دَوَازِ دِهِ إِمَامِ كَا إِمَامَتِ۔

منقبت ۹۔ قَالَ إِمَامُ الْمُؤَحَّدِينَ كَتُمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي عِنْدِي خَاتَمُ سُلَيْمَانَ۔ يَعْنِي فِي هُوَ وَهُوَ شَخْصٌ فِي كَيْ فِي سَلِيمَانَ كَا نِكَوْطِ هُوَ جِوَا دَرِ هُوَ۔ يَعْنِي فِي تَامِ مَخْلُوقَاتِ جِنِّ وَانْسِ وَغَيْرِهِ فِي مُتَصَرِّفِ أَوْ رِعَاكِمِ هُوَ۔

مولوی معنوی فرماتے ہیں ۔

علم سلیمان بنی میرفت بر بود پری بوش ز تو انگشتری اللہ مولانا علی

منقبت ۱۰۔ قَالَ إِمَامُ الْمُحَقِّقِينَ كَتُمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي آتَوَلَّى حِسَابَ الْخَلَائِقِ يَعْنِي فِي هُوَ وَهُوَ شَخْصٌ جِوَا خَلَائِقِ كَيْ فِي حِسَابِ كَا مُشْغَلِ أَوْ رُؤْمَةِ دَارِ هُوَ۔

منقبت ۱۱۔ قَالَ إِمَامُ الْمَسَالِكِينَ كَتُمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ۔ يَعْنِي فِي لَوْحِ مَحْفُوظِ هُوَ كَا مِيرِ فِي ضَمِيرِ مَهْرُ تَوْبِ فِي تَامِ حَقَائِقِ كُوْفِي وَآلِهَا كَا صَوْرَتِ فِي نَابِتِ أَوْ رِقَاعِ فِي۔

منقبت ۱۲۔ قَالَ إِمَامُ الْمُحْسِنِينَ كَتُمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا مَقْلَبُ الْقُلُوبِ وَأَوْبَصَارِ الْإِنْسَانِ أَيَا بِهِمْ ثُمَّ أَنَا عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ يَعْنِي فِي لُؤْلُؤِ كَيْ فِي دُلُوعِ أَوْ نَظَاهِرِ أَوْ بِلَاطِنِ كَا نِكَوْطِ كُوْنِيرِ وَشَرِكِي طَرَفِ مِجْمِيعِ نَعِي وَآلِ هُوَ۔ اِنْ كَا مَرَجِ أَوْ دَارِ كَشْتِ هَمَارِي طَرَفِ فِي أَوْ اِنْ كَا حِسَابِ هِمِ بِرِ أَوْ دَرِ هَمَارِ فِي ذَمِّ هُوَ۔

منقبت ۱۳۔ قَالَ إِمَامُ الصَّادِقِينَ كَتُمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ الصِّرَاطُ صِرَاطُكَ وَالْمَوْقِفُ مَوْقِفُكَ۔ يَعْنِي فِي هُوَ وَهُوَ شَخْصٌ فِي سِ رَسُولِ نَعِي فَرِيَابِ۔ اِسْ عَلِيٌّ صِرَاطِ سَتِيمِ تَبْرَارِ سْتِ هُوَ۔ أَوْ مَوْقِفِ تَبْرَارِ مَوْقِفِ يَعْنِي فِي جِزِ بِرِ تُوْأَبِتِ أَوْ رَايِ فِي اِسِي بِرِ نَابِتِ أَوْ تَامِ هُوَا چاہئے۔ یا یہ کہ پل صراط تیرا صراط ہے۔ اور تو اس کا صاحب اور متصرف ہے جس کو تو چاہئے

برقِ خاطر چکنے والی بجلی کی طرح گزارنے اور جنابِ نعیم میں اس کو پہنچانے۔ اور جس کو چاہے اوندھے مُنہ درکاتِ جہنم میں بھیجے۔ اور بعض عبورِ مرد کی سختیوں اور رنجِ والا میں گرفتار کرے۔ اس اعلیٰ اور مراتبِ اعتقاد کے تفاوت کے موافق جو تجھ سے رکھتے ہیں اور اسی طرح قیامت کے موقف تیرے موقف ہیں اور تجھ سے متعلق ہیں۔ جس کو چاہئے اپنی

حیات کے سایہ میں لے کر وہاں کی سختی اور محنت اس پر آسان کرنے اور بعض کو ایامِ حساب کے دو چھپاس ہزار سال ہیں، گذرنے کے انتظار کی عقوبت اور عذاب میں مبتلا کرے۔

منقبت ۱۱۰ - قَالَ إِمَامُ الْعَالَمِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمُ أَلْبَتَابِ عَلَى مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ - یعنی میں ہوں وہ شخص جس کے پاس گذشتہ اور آئندہ کے موافق کتابِ خدا کا علم ہے۔

منقبت ۱۱۱ - قَالَ إِمَامُ الْأَوْلِيَيْنِ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا أَدَمُ الْأَوَّلُ - أَنَا نُوحُ الْأَوَّلُ أَنَا إِبْرَاهِيمُ الْخَلِيلُ حِينَ أُتِيَ فِي النَّارِ أَنَا مُؤْنِسُ الْمُؤْمِنِينَ یعنی میں ہوں آدمِ اول۔ میں ہوں نوحِ اول۔ میں ہوں ابراہیمِ خلیل جبکہ آگ میں ڈالا گیا۔ میں ہوں مومنوں کا مونس اور غم گسار

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مرآة الطالبین میں مرقوم ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے بہشت اور دوزخ کے بعد چھ لاکھ سال کے عرصے میں آدمِ صغریٰ کی پیدائش سے پہلے دس ہزار آدم پیدا کئے اور ہر ایک آدم کو دس ہزار سال عمر عنایت ہوئی۔ اور پھر اس کو موت دی۔ اور ان کے بعد پھر ان کی طرح دس ہزار آدم پیدا کئے۔ اور آدم کو بدستور سابق دس ہزار سال کی عمر عطا فرمائی۔ اور مرتبہ اول و دوم کے آدموں کے بعد آدمِ صغریٰ کو خلق فرمایا۔ اس بنا پر ہر آدم کے زلنے میں ایک نوح ہوا۔ پس نوحِ اولیٰ اس معنی میں صادقی آیا۔

ملا جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:- **نظم**

عالمِ لطفی وعینِ جود از روئے یقین ذات تو مقصود ایجاد دو عالم آمدہ

یاد بر آدم مقدم معینت اندازل نام سبقت کردہ بر تو او آدم آمدہ

آدم اول توئی گر راست ہے پرستی زین گرچہ آدم از رو صورت مقدم آمدہ

صدقِ زبوی را درین معنی خطا بوتراب شہادت اتا زہرا عیان مبہم آمدہ

منقبت ۱۱۲ - قَالَ إِمَامُ الْعَالَمِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا فَتَّاحُ الْأَسْبَابِ - یعنی میں ہوں سببوں کا کھولنے والا اور سبب بنانے والا۔

منقبت ۱۱۳ - قَالَ إِمَامُ الْمُتَعَبِدِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا مُنْشِئُ السَّحَابِ - یعنی میں ہوں بادلوں کا پیدا کرنے والا۔

منقبت ۱۱۴ - قَالَ إِمَامُ السَّالِقِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا مُورِقُ الْأَشْجَارِ - یعنی میں ہوں درختوں کو پتے دینے والا اور ان کو سرسبز کرنے والا۔

منقبت ۱۱۵ - قَالَ إِمَامُ الْمُسْبِقِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا مُفْجِرُ الْعُيُونِ أَنَا مُطَرِّدُ الْأَنْهَارِ - یعنی میں ہوں چشمے نکالنے والا۔ اور نہروں اور ندیوں کا جاری کرنے والا۔

منقبت ۱۱۶ - قَالَ إِمَامُ الْمَخْلُوقِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا دَارِحِي الْوَرُضِينَ أَنَا سَعَاكَ

السَّمَوَاتِ - یعنی میں ہوں زمینوں کا پچھانے والا۔ اور آسمانوں کا بلند کرنے والا۔

منقبت ۱۱۰ - قَالَ إِمَامُ الْعَادِلِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ عِنْدِي فَضْلُ الْخِطَابِ أَنَا قَسِيمُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ - یعنی میں ہوں وہ شخص کہ میرے پاس فضل خطاب ہے یعنی وہ خطاب جو حق اور باطل کو جدا کر دے اور درست اور غلط میں تیز کر دے۔ یا ایسا کلام جو حقان کے کھولنے اور معارف کے سمجھنے اور سمجھانے میں نہایت واضح اور ظاہر ہو یہی ہوں اہل بہشت پر بہشت کے درجات اور اہل جہنم پر جہنم کے درجات تقسیم کرنے والا۔

منقبت ۱۱۱ - قَالَ إِمَامُ الْمُعْصُومِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا تَرْجَمَانٌ وَحِيَّ اللَّهُ أَنَا مَعْصُومٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ - یعنی میں ہوں وحی خدا کی تفسیر و بیان۔ میں صفا ٹرو کبار اور خطرات و شلوک سے عمداً اور سہواً معصوم ہوں۔ جس کی عدالت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

منقبت ۱۱۲ - قَالَ إِمَامُ الْمُؤْتَمِرِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا حِجَّةُ اللَّهِ عَلَى مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَفَوْقِ الْأَرْضَيْنِ - یعنی میں ان لوگوں پر جو ملائکہ اور نفوس قدسی کی جنس سے آسمانوں میں ہیں اور طبقات زمین کے رہنے والے انس و جن اور ملائکہ ارضی وغیرہ پر خدا کی وحدانیت اور کمال قدرت کی حجت قاطع اور برہان ساطع ہوں۔

منقبت ۱۱۳ - قَالَ إِمَامُ الْمُبَشِّرِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا خَازِنٌ عِلْمِ اللَّهِ أَنَا قَائِمٌ بِالْقِسْطِ - یعنی میں ہوں علم الہی کا خزانہ۔ میں ہوں عدل و عدالت سے موصوف اور قائم۔

منقبت ۱۱۴ - قَالَ إِمَامُ الْمُنْذِرِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا دَابَّةُ الْأَرْضِ - یعنی میں ہوں دابۃ الارض جو قیامت کے علامات و نشانات میں سے ہے۔

منقبت ۱۱۵ - قَالَ إِمَامُ الْمُفْطِسِّطِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا التَّرَاجِفَةُ أَنَا التَّرَادِفَةُ - یعنی میں ہوں وہ نغزہ اولیٰ جو زمین کو زور سے ہلانے والے اور جنبش میں لانے والا ہے۔ اور میں ہوں راوقمہ یعنی نغزہ دوم اور راوق اس لئے نام رکھا گیا کہ پہلے کے بعد آنے والا ہے۔ جو زون سے بیا گیا ہے۔ اور راجفہ رجف سے بنا ہے۔ جس کے معنی شدت تحریک میں۔

منقبت ۱۱۶ - قَالَ إِمَامُ الْعَاشِقِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الصَّيْحَةُ يَا مَعْ يَوْمَ الْخُرُوجِ الَّذِي لَا يَكْتُمُ عَنْهُ مَخْلُقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - یعنی میں ہوں صیحوں کا چیخ برحق جو کہ خلقت کے باہر نکلنے اور مشہور ہونے کے دن ہوگا۔ وہ دن جس سے آسمانوں اور زمین کی مخلوقات پوشیدہ نہیں۔

منقبت ۱۱۷ - قَالَ إِمَامُ الْمُقَرَّبِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا عَلِيٌّ بِنَ أَبِي طَالِبٍ صَوْتُهُ فِي الْحُرُوبِ كَأَصْوَاتِ التَّوَعْدِ - یعنی میں ہوں علی بن ابی طالب جس کی آواز جنگوں میں بجلی کی آوازوں کی طرح ہے۔

معلوم کرتا ہوں اگرچہ وہ بہت ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو پہنچاؤں۔

منقبت ۱۶۰ - قَالَ إِمَامُ الظَّاهِرِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي لَا يَتَبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيْهِ وَمَا أَنَا بِظَلْمٍ لِلْعَبِيدِ - یعنی میں وہ شخص ہوں کہ قول اور کلام میرے پاس متغیر اور تبدیل نہیں ہوتا۔ اور میں بندگانِ خدا پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

منقبت ۱۶۱ - قَالَ إِمَامُ الْمُقَدِّسِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا وَرَى اللَّهُ فِي الْأَرْضِ ضِيقَ وَالتَّفَوُّضِ إِلَيْهِ أَمْرًا وَأَحْكَمَ فِي عِبَادِهِ - یعنی میں زمین میں خدا کا ولی ہوں۔ اور امرِ خدا میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اور میں اس کے بندوں پر حکم کرتا ہوں جیسا کہ فرمایا ہے یا جیسا میں چاہتا ہوں۔

منقبت ۱۶۲ - قَالَ إِمَامُ الْأَهْمِيِّينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي دَعَوْتُ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ فَأَجَابُونِي فَأَمَرْتُهُمَا فَيَنْصَبُونَ - یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میں نے ساتوں آسمانوں کو بلایا انہوں نے میرے حکم کو قبول کیا۔ پس میں نے ان کو حکم دیا۔ اور وہ قائم ہو گئے۔

منقبت ۱۶۳ - قَالَ إِمَامُ الْمُخْبِرِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي بَعَثْتُ الْكَلْبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ - یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میں نے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث کیا ہے۔

منقبت ۱۶۴ - قَالَ إِمَامُ الْحَاكِمِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي دَعَوْتُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ فَأَجَابَانِي - یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میں نے سورج اور چاند کو بلایا۔ اور ان کی اطاعت طلب کی پس انہوں نے میرا کہنا قبول کیا۔ مولوی معنوی ارشاد فرماتے ہیں۔

خواجہ نصیر البشر بابِ شہیر و شہر راجع شمس و قمر شاہ سلام علیک!

حیدر رشک شکر بابِ حسین و حسن شیر خدا بوالحسن شاہ سلام علیک

منقبت ۱۶۵ - قَالَ إِمَامُ الْمَهَاجِرِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا فَطَرْتُ الْعَالَمِينَ - یعنی میں نے جملہ عوالم کو پیدا کیا ہے۔

منقبت ۱۶۶ - قَالَ إِمَامُ الْمَجَاهِدِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا دَارِحِي الْأَرْضِينَ وَعَالِمَهُ بِالْأَقَالِدِ - یعنی میں ہوں زمینوں کا بچھانے والا۔ اور تمام ولایتوں کے حالات سے خبر دار ہوں۔

منقبت ۱۶۷ - قَالَ إِمَامُ الشَّهِيدِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا أَمْرًا لِلَّهِ وَالرُّوحَ - یعنی میں ہوں امرِ خدا اور اُس کی رُوح۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ (کہہ دے اے محمد کہ رُوح میرے پروردگار کے امر سے ہے۔)

منقبت ۱۶۸ - قَالَ إِمَامُ الْمُبَادِرِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي قَالَ اللَّهُ

لَا عُدَاةَ لَهُ الْعِثَابُ فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ - یعنی میں وہ شخص ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس کے دشمنوں کے لیے فرمایا کہ تم دونوں ہر کافر گردن کش کو دوزخ میں ڈالو۔

منقبت ۴۵ - قَالَ اِمَامٌ الْاَوْصِيَاءِ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا الَّذِي لَوْ سَيِّئْتُ الْجِبَالَ وَكَسَطْتُ الْاَرْضِيْنَ - اَنَا مُخْرِجُ الْعُيُوْنِ وَمَنْبِئُ الزُّرُوْعِ وَمَشْرِفُ الْاَوْشُجَارِ وَمُخْرِجُ الثَّمَارِ - یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میں نے پہاڑوں کو زمین کی حفاظت کے لئے ننگر کیا ہے اور مخلوقات کی سکونت کے لئے میں نے زمینوں کو بچھایا ہے۔ اور میں ہوں چشموں کو نکالنے والا اور کھیتوں کو اگانے والا۔ اور درختوں کو بلند کرنے والا اور میووں کو نکالنے والا۔

منقبت ۴۶ - قَالَ اِمَامٌ الْمَقَاتِلِيْنَ اَنَا الَّذِي اُقْتِدِرُ اَقْوَامَهَا وَمَنْزِلُ لَلطَّرِ وَمُسْمِعُ الرَّعْدِ وَالْبَرْقِ - یعنی میں ہوں وہ شخص جو لوگوں کے کھانوں کا اندازہ کرتا ہے۔ اور میں ہارش برساتا ہوں۔ اور میں رعداور برق کی آوازیں سنواتا ہوں۔

منقبت ۴۷ - قَالَ اِمَامٌ الْمُتَقَدِّمِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا مُضِيُّ السَّمْسِ وَمُطْلِعُ الْفَجْرِ وَمُنْشِئُ النَّجْمِ - وَمُنْشِئُ الْفَلَاحِ فِي الْبُحُوْر - یعنی میں ہوں سورج کو روشن کرنے والا اور صبح کو نکالنے والا اور ستاروں کو پیدا کرنے والا۔ اور کشتیوں کو سمندر میں چلانے والا۔

تو عالمِ ہفت اختر ہی ہم سالکانِ راہِ بہری ہم مومنانِ راغم خوری اللہ مولانا علی

منقبت ۴۸ - قَالَ اِمَامٌ الْمُتَفَاخِرِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا الَّذِي اَقُوْمُ السَّاعَةَ اَنَا الَّذِي اِنْ اَمْتُ فَلَمْ اَمْتُ وَإِنْ قُتِلْتُ فَلَمْ اُقْتَلْ - یعنی میں ہوں وہ شخص کہ قیامت کو برپا کروں گا اور میں ہوں وہ شخص کہ اگر مجھے موت دی جائے تو نہیں روں گا اور اگر میں قتل کیا جاؤں تو میں قتل نہیں کروں گا اور (درحقیقت)

منقبت ۴۹ - قَالَ اِمَامٌ الشَّاهِدِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا الَّذِي اَعْلَمُ مَا يُحْدِثُ اَنَا بَعْدَ اِنْ دَسَاعَةً بَعْدَ سَاعَةٍ اَنَا الَّذِي اَعْلَمُ مَخَطَرَاتِ الْقُلُوْبِ وَالْحَمِيُوْنِ وَمَا يُخْفِي الصُّدُوْر - یعنی میں وہ شخص ہوں۔ کہ ہر ساعت اور آن میں جو چیز پیدا ہوتی ہے اس کو جانتا ہوں۔ اور میں وہ شخص ہوں کہ ان چیزوں کو جو دلوں میں گذرتی ہیں۔ جانتا ہوں۔ اور آنکھوں کے چھپنے کا حال مجھے معلوم ہے۔ اور جو کچھ لوگوں کے سینوں میں پوشیدہ ہے۔ اس کا مجھے علم ہے۔

منقبت ۵۰ - قَالَ اِمَامٌ الْخَطِيْبِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا صَلَوَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرُكُوْتُهُمْ وَجْهَهُمْ وَجِهَادُهُمْ - یعنی میں مومنوں کی نسا اور ان کی زکوٰۃ اور ان کا حج اور ان کا جہاد ہوں۔

مولوی معنوی فرماتے ہیں :- بیت

سُبْحَانَ حَتَّىٰ لَا يَتَبَايَعُ بَيْدًا زِدْهُ صَبْحًا وَشَامًا حَجَّ وَنَزَّازَتْ وَمِيَامَ اللَّهُ مُولَانَا عَلِيٌّ
منقبت ۸۵۔ قَالَ إِمَامُ الْوَارِثِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا النَّاقُورُ الَّذِي قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ فَإِذَا
 نُقِرَ فِي النَّاقُورِ أَنَا صَاحِبُ النَّشْوِ الْأَوَّلِ وَالْأَخِيرِ أَنَا أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي وَأَنَا وَعَلِيٌّ
 مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ۔ یعنی میں ہوں وہ ناقور جس کا ذکر حق تعالیٰ قرآن میں زمانہ ہے۔ فاذا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ۔
 یعنی جبکہ صور میں پھونکا جائے گا۔ اور نشو اول یعنی اول قبر سے اٹھانے اور برانگیختہ کرنے کا حساب میں ہوں۔ اور یہ
 زندہ کرنے سے کن ہے اور اسی طرح نشو آخر یعنی عرصات کی طرف زمین کے اٹھانے کا صاحب میں ہوں۔ اور میں
 وہ پہلا شخص ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا ہے۔ اور میں اور علیٰ ایک نور سے ہیں۔

منقبت ۸۶۔ قَالَ إِمَامُ الْمُعْظَمِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ۔ أَنَا صَاحِبُ الْكُوكَبِ وَمُزِيلُ
 الدَّوْلَةِ أَنَا صَاحِبُ الزُّلْزَالِ وَالرَّاحِفَةِ وَأَنَا صَاحِبُ الْبَلَدِ يَا وَفَضْلُ الْخِطَابِ۔
 یعنی میں ہوں صاحب کوکب۔ اور دولت کا دور کرنے والا۔ میں ہوں صاحب زلزلہ ورا حیفہ۔ اور میں ہوں صاحب
 مقلد و مطالب اور صاحب بلا با۔ اور وہ کام جو حق اور باطل میں تمیز اور فرق کر دیتا ہے۔

منقبت ۸۷۔ قَالَ إِمَامُ الْبَادِلِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا صَاحِبُ أَرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي
 لَمْ يَخْلُقْ مِثْلَهَا فِي الْبِلَادِ وَأَنَا نَارُ لَهَا۔ أَنَا الْمُنْفِقُ الْبَادِلُ بِمَا
 فِيهَا۔ یعنی میں ہوں اس ارم کا صاحب اور مالک جو بڑے عمودوں اور ستونوں والا ہے۔ ایسا ارم
 کہ جس کی مثل کسی شہر میں پیدا نہیں ہوا۔ اور وہ میرا ہے۔ اور جو نفیس جو اہرات وغیرہ اس ارم میں ہیں ان کو بدل
 اور خرچ کرنے والا میں ہوں۔

منقبت ۸۸۔ قَالَ إِمَامُ الْأَشْجَعِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا أَهْلَكْتُ الْجَبَابِرَةَ
 الْمُتَّقِيًّا مَيْنَ يَسْعَىٰ ذِي الْفَقَارِ۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میں نے ذوالفقار کا سعی و کوشش
 سے پہلے سرکشوں اور جباروں کو ہلاک کیا ہے مولوی معنوی فرماتے ہیں۔

نظم

سرفتر ہر انجمن۔ عسلا مہر وین آں پُر دل دشمن شکن اللہ مولانا علی

لے بندہ شیریں زبان از ویو گریابی اماں ہر دم بگوان صدق جاں اللہ مولانا علی

گر عاشقی وارہ میں فرہ مشو خود رامیں وانگہ جان ودل گزیر اللہ مولانا علی

لے شمس دیں جاں با زبان در معانی بر نشاں تایدت در گوش جاں اللہ مولانا علی

منقبت ۸۹۔ قَالَ إِمَامُ الْمُعَلَّمِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَا الَّذِي وَوَمَلَّتِ النَّوْحَ فِي السَّفِينَةِ
 أَنَا الَّذِي أَنْجَيْتُ إِسْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ أَنَا مُؤْنِسُ يُوْسُفَ فِي الْحَبِّ وَمُخْرِجُهُ أَنَا

صَاحِبِ مُوسَىٰ وَ الْخِضْرِ وَمَعْلَمَهُمَا۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میں نے نوح کو اس کشتی میں سوار کیا جو اس نے تیار کی تھی میں وہ شخص ہوں۔ جس نے ابراہیم کو آگ سے نجات دی اور عالمِ عزت میں اس کا مونس رہا۔ میں ہوں جو کنوئیں میں یوسف کا مونس تھا۔ اور اس کو کنوئیں سے نکالا۔ موسیٰ اور خضر کا صاحب اور ان کا تعلیم دینے والا میں ہوں۔ جس نے اسرارِ الہی کے غوامض اور حکمتوں کی ان کو تعلیم دی۔

منقبت ۲۱۔ قَالَ اِمَامَ الْمُحِبِّينَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا مَنْشَأُ الْمَلَكُوتِ وَالْكُوْنِ۔ یعنی ملکوت اور عالم کون کے پیدا کرنے کا باعث اور سبب میں ہوں یا ان دونوں کا پیدا کرنے والا میں ہوں۔

منقبت ۲۲۔ قَالَ اِمَامَ الْمُجِدِّينَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا الْبَارِئُ اَنَا الْمُصَوِّرُ فِي الْاَرْحَامِ۔ یعنی میں نقصانوں سے تبر اور منزه ہوں۔ ریحوں میں بیجوں کو صورت دینے والا میں ہوں۔

منقبت ۲۳۔ قَالَ اِمَامَ الْمُفْسِدِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا الَّذِي اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَاَرْفَعُ الْاَوْبْرَصَ وَاَعْلَمُ مَا فِي الصُّمَائِرِ اُنْبِتُكُمْ بِهَا نَا كَلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِي بُيُوتِكُمْ۔ یعنی میں وہ شخص ہوں۔ کہ مادرِ زاد اندھوں کو بینا کرتا ہوں۔ اور برص اور پسی کے مرض کو دور کرتا ہوں۔ اور جو کچھ دلوں میں ہے اس سے واقف ہوں اور میں وہ شخص ہوں کہ تم کو اس چیز سے آگاہ

و خبر دار کرتا ہوں۔ جو تم کھاتے ہو۔ اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔

منقبت ۲۴۔ قَالَ اِمَامَ الْمُطْبِعِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا الْبَعُوْصَةُ الَّتِي ضَرَبَ اللهُ بِهَا مَثَلًا۔ یعنی میں وہ بعوضہ ہوں جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا

يَسْتَهْجِيْ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْصَةٌ فَمَا قُوَّهَا (خدا جیسا نہیں کرتا۔ اس بات سے کہ وہ مثل بیان کرے پتھر کی۔ یا اس سے بڑی چیز کی۔ یعنی اُس کی قدرت کی ایک آیت۔

منقبت ۲۵۔ قَالَ اِمَامَ الْمُطْبِعِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا الَّذِي اَطَاعَنِيَّ اللّٰهُ فِي الظُّلْمَةِ۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ظلمت اور تاریکی میں میری اطاعت اور فرمانبرداری

کی یعنی اس وقت میں میری درخواست اور التماس کو قبول فرمایا۔

منقبت ۲۶۔ قَالَ اِمَامَ الْاَجْوَدِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا الَّذِي اَقَامَنِيَّ اللّٰهُ وَالْخُلُقُ فِي الظُّلْمَةِ وَاَعْلَمُ مَا فِي الصُّمَائِرِ اُنْبِتُكُمْ بِهَا نَا كَلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِي بُيُوتِكُمْ۔ یعنی میں ہوں وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ نے میری حقیقت کو قائم اور مہیا کیا۔ جبکہ

تمام مخلوقات ظلمت اور نیستی کے بھنور میں گرفتار تھیں۔ اور اس مخلوق کو میری اطاعت کی طرف دعوت دی پس جب وہ ظلمت روشن اور ظاہر ہو گئی اور وہ مخلوقات عالم وجود میں آگئی۔ انہوں نے میری اطاعت

اور فرمانبرداری سے انکار کر دیا۔ چنانچہ حق تعالیٰ خود اپنے کلام پاک میں اس طرف اشارہ فرماتا ہے۔ **فَلَمَّا جَاءَهُمْ..... الخ۔** یعنی پس جس وقت وہ ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اس کی قدر و منزلت نہ پہچانی اور اس کے منکر اور کافر ہو گئے۔

منقبت ۲۷۔ قال امام الکملین کرم اللہ وجہہ اَنَا الَّذِي كَسَوْتُ الْعِظَامَ لِحَبًا. یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میں نے ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا ہے۔

منقبت ۲۸۔ قال امام الواعظین کرم اللہ وجہہ اَنَا الَّذِي هُوَ حَامِلُ عَرْشِ اللَّهِ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ وُلْدِي وَحَامِلُ الْعِلْمِ اَنَا الَّذِي أَعْلَمُ تَأْوِيلَ الْقُرْآنِ وَانْكَتَبَ السَّالِفَةَ. اَنَا الْمَرْسُوحُ فِي الْعِلْمِ. یعنی میں وہ شخص ہوں جو اپنی اولاد کے نیکو کاروں کے ساتھ عرشِ خدا کا اٹھانے والا ہے۔ اور میں وہ شخص ہوں جو علم کو احمد کا اٹھانے والا ہے۔ میں وہ شخص ہوں جو معانی قرآن اور کتبِ گذشتہ کی تاویل سے خوب واقف۔ میں راسخ کیا گیا ہوں۔

منقبت ۲۹۔ قَالَ إِمَامُ الصَّائِبِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ اَنَا وَجْهَهُ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ. اَنَا صَاحِبُ الْجِبْتِ وَالطَّاعُوتِ. یعنی میں آسمانوں اور زمین میں وجہ اللہ سے سوا ہر چیز ہلاک اور فنا ہونے والی ہے۔ میں ہوں جبت اور طاغوت کا صاحب اور ان کا ہلاک کرنے والا جو مشرکوں کے بت اور معبود ہیں۔

منقبت ۳۰۔ قَالَ إِمَامُ الْمُؤْمِنِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ اَنَا بَابُ اللَّهِ الَّذِي قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْآيَاتِ وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَوْ تَفْتَحْ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمٰوٰتِ وَلَآيِدٌ يَّخْلُقُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلْبِغَ الْجَبَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ. یعنی میں وہ باب اللہ و خدا کا دروازہ جس کا ذکر آیت اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا... الخ میں کیا گیا ہے۔ یعنی جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔ اور ان سے سرکش اور استکبار اختیار کیا۔ ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ اور وہ بہشت میں داخل نہ ہوں گے۔ جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو جائے اور یہ بات محال عادی ہے پس ان کا بہشت میں داخل ہونا بھی محال ہو گا۔ ہم مجرموں کو اسی طرح بدلا دیتے ہیں۔

منقبت ۳۱۔ قَالَ إِمَامُ الْمُخَدِّمِينَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ اَنَا الَّذِي خَدَمْتَنِي جِبْرَائِيلُ وَمِيكَائِيلُ اَنَا الَّذِي رَدَّ لِي الشَّمْسُ مَرَّتَيْنِ اَنَا الَّذِي خَصَّ اللَّهُ جِبْرَائِيلُ وَمِيكَائِيلُ بِالطَّاعَةِ لِي. یعنی میں وہ شخص ہوں کہ جبرائیل اور میکائیل نے میری خدمت کی ہے۔ میں وہ شخص ہوں کہ میرے لئے آفتاب کو دو دفعہ لوٹا یا گیا۔ یعنی واپس لایا گیا۔ میں وہ شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل اور میکائیل

کو میری طاعت اور فرمانبرداری کے لئے خاص کیا۔

منقبت ۴۔ قال امام المتبرئین کرم الله وجهه انا صاحب الطور۔ وَاَنَا صَاحِبُ الْكِتَابِ الْمَسْطُورِ اَنَا بَيْتُ اللَّهِ الْمَسْمُورِ۔ اَنَا الْحَرْثُ وَالنَّسْلُ۔ اَنَا الَّذِي فَرَضَ اللَّهُ طَاعَتِي عَلَى كُلِّ ذِي رُوحٍ مُتَنَفِّسٍ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ۔ یعنی میں ہوں صاحب طور۔ اور وہ ایک مشہور پہاڑ ہے، جو مدائن میں واقع ہے۔ اور میں ہوں کتابِ طور یعنی قرآن یا لوح محفوظ کا صاحب۔ اور میں ہوں بیتِ معمور۔ اور وہ ایک مکان ہے جو آسمان میں کعبہ کے مقابل واقع ہے۔ اور اس کی عمارتیں اس کے زیارت اور طواف کرنے والوں کے تعداد کے موافق ہیں اور اخبار میں وارد ہوا ہے کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے طواف کے واسطے داخل ہوتے ہیں اور ان کو طواف کی نوبت نہیں آتی۔ یا بیت المعمور سے خانہ کعبہ مراد ہے۔ جو جاہلوں اور زائرین سے بھرا ہوا ہے۔ جیسا کہ مدارک میں مرقوم ہے۔ میں ہی وہ حرث اور نسل ہوں۔ جس کو تباہ اور برباد کیا گیا۔ اور میں وہ شخص ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے میری طاعت اپنی مخلوق میں سے ہر ذی روح اور ہر متنفس پر فرض کی ہے۔

منقبت ۵۔ قَالَ اِمَامُ الْغَارِ نِينَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَا الَّذِي اَشْرَا لَوْلَيْنِ وَالْاٰخِرِينَ اَنَا قَاتِلُ الْاَشْقِيَاءِ يَسْعَى ذِي الْفَقَارِ وَمُحَرِّمُهُم بِالنَّارِ۔ یعنی میں وہ شخص ہوں جو منقوق اولین و آخرین کو نشا اور برائی بچھتے کروں گا۔ میں ذوالفقار کی کوششوں سے بدبختوں اور بدکاروں کو قتل کرنے والا ہوں اور ان کے نثر من حیات کو آتش غضب سے جلانے والا ہوں۔ مولوی معنوی فرماتے ہیں۔

نظم

| | |
|---------------------------------|------------------------------|
| آں ساعدِ یرینِ حق وینبوعِ معالی | کزین دے آدم شد مسعود علی بود |
| آں شد کہ بشمشیر سے از آئینہ دیں | زنگ ستم و بدعت بزود علی بود |
| آں فاتحہ دولت و مضاج سعادت | کو قفل و مصطبہ بکشود علی بود |

منقبت ۶۔ قال امام الکاملین کرم الله وجهه انا الذي اظهر في الله على الدين انا المنتقم من الظالمين انا الذي احيى دعوة الامم۔ انا الذي اودى المنا فقين من حوض رسول الله۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے دین پر غالب کیا۔ اور میں ظالموں سے بدل لینے والا ہوں میں ہی وہ شخص ہوں کہ جس کی طرف تمام امتوں کو دعوت دی گئی ہے۔ اور میں وہ شخص ہوں کہ منافقوں کو حوض کوثر سے رد کروں گا۔

منقبت ۷۔ قال امام الامنين كرم الله وجهه انا باب فتح الله من دخله كان امنا۔ انا الذي بيده مفاتيح الجنان ومقاليد النيران۔ یعنی میں وہ دروازہ ہوں جس کو خدائے کھولنے والے ہے۔ جو کوئی اس دروازے سے داخل ہوگا۔ دونوں جہان کے ہر قسم کے مکروہات سے محفوظ

اور امن میں رہے گا۔ میں وہ شخص ہوں کہ بہشت اور دوزخ کی کنجیاں جس کے ہاتھ میں ہیں۔

منقبت ۷۷۔ قال امام المظفرین کرم اللہ وجہہ اَنَا الَّذِي جَهَدَ الْجَبَابِرَةَ بِاطْمَآنَةٍ نُوْرِي اللّٰهَ وَاذْ حَاضٍ حُجَّتْهُ فَيَا بِي اللّٰهُ اَلَا اَنْ يُّدَمَّ نُوْرًا وَّوَلَّيْتَهُ اَعْطَى اللّٰهُ نَبِيَّهٖ نَهْرَ الْكُوْتُرُوْا اَعْطَانِي نَهْرَ الْحَيٰوَةِ اَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ فَعَدَّ فَيَا اللّٰهُ مَنْ يُّشَاءُ وَيَمْنَعُنِي مَنْ يُّشَاءُ۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ جباروں نے نور خدا کے بھجانے اور اس کی حجت کے باطل کرنے کا کوشش کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکار کیا۔ مگر یہ کہ اس کی ولایت اور اس کا نور کامل ہو۔ خدا نے اپنے پیغمبر کو دریائے کوثر عطا فرمایا۔ اور مجھ کو دریائے حیات عنایت فرمایا۔ میں زمین میں رسولِ خدا کے ساتھ ہوں پس جس کو چاہا۔ میرا شناسا اور عارف بنایا۔ اور جس کو نہ چاہا۔ شناسا اور عارف نہ بنایا۔

منقبت ۷۸۔ قال امام الواصفین کرم اللہ وجہہ اَنَا قَائِمٌ فِي خُضْرٍ حَيْثُ الْاَوْرَاحُ تَتَحَوَّكُ وَّلَوْ لَفَسَّ يَنْتَفَسُّ غَيْرِي۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ برسی ملکوت میں کھڑا ہوں جہاں رُو حیں حرکت کرتی ہیں۔ وہاں میرے سوا کوئی سانس لینے والا نہیں۔

منقبت ۷۹۔ قال امام الصامتین کرم اللہ وجہہ اَنَا عَالِمٌ صَامِتٌ وَمُحَمَّدٌ عَالِمٌ نَاطِقٌ۔ یعنی میں خاموش عالم ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بولنے والے عالم ہیں۔

منقبت ۸۰۔ قال امام المقدانین کرم اللہ وجہہ اَنَا صَاحِبُ الْقُرْنِ الْاَوْوَلِي۔ اَنَا حَادِرْتُ مُوسَى الْكَلِيْمَ وَاَعْرَقْتُ الْفِرْعَوْنَ۔ اَنَا عَدَابُ يَوْمِ الظَّلَّةِ۔ یعنی میں ہوں قرن اولی کا صاحب کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ خَيْرُ الْقُرُونِ قُرْنِي یعنی سب قرون سے بہتر میرا قرن ہے۔ موسیٰ سے مکالمہ اور گفتگو کی ہے۔ اور فرعون کو غرق کیا ہے۔ اور یومِ ظلم کا عذاب میں ہوں جو نبی مرسل پر بھیجا گیا۔

منقبت ۸۱۔ قال امام الکاظمین کرم اللہ وجہہ اَنَا اَيَاتُ اللّٰهِ وَاَمِيْنُ اللّٰهِ اَنَا اَحْيٰ وَاَمِيْتُ اَنَا اَخْلَقْتُ وَاَرَزَقْتُ اَنَا السَّبِيْعُ اَنَا الْعَلِيْمُ اَنَا الْبَصِيْرُ اَنَا الَّذِي اَجُوْرُ السَّمُوْبِ السَّبْعِ وَالْاَرْضِيْنَ السَّبْعِ فِي طُرْفَةِ عَيْنِي اَنَا الْاَوَّلُ اَنَا الْاٰخِرُ۔

یعنی میں ہوں رحمت خدا کی آیات۔ اور خدا کا راز دار۔ اور میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اور میں پیدا کرتا ہوں اور رزق دیتا ہوں۔ میں ہلاک سننے والا۔ میں ہوں دانہ۔ میں ہوں مینا ظاہر و باطن اشیا کا۔ میں ہوں وہ شخص جو ساتوں آسمانوں اور زمین کے ساتوں طبقات کی ایک چشمِ زدن میں سیر کرتا ہے۔ میں ہوں اولی یعنی نغمہ اولی۔ اور میں ہوں ثانی یعنی نغمہ ثانی۔

منقبت ۸۲۔ قال امام المالکین کرم اللہ وجہہ اَنَا وَاَلْقُرْتَيْنِ هَذِهِ الْاُمَّةِ

یعنی میں اس اُمت کا ذوالقرنین ہوں۔

منقبت^{۸۷}۔ قال امام الوصیین کرم اللہ وجہہ اَنَا الَّذِي أَنْفَخَ فِي النَّاقُورِ يَوْمَ عَسِيرٍ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ لَيْسِيٍّ۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ صور پھونکوں گا۔ اس روز جو کہ کافروں پر بہت سخت ہے۔ اور جس میں بالکل آسانی کا احتمال نہیں ہے۔

منقبت^{۸۸}۔ قال امام المعشوقین کرم اللہ وجہہ اَنَا الْأُسْمُ الْأَعْظَمُ وَهُوَ كَهَيْلِ عَصٍ۔ یعنی میں ہوں اسمِ اعظم کہ وہ ہیکل ہے۔

منقبت^{۸۹}۔ قال امام المصلین کرم اللہ وجہہ اَنَا الْمُنْكَمَةُ فِي لِسَانِ صَبَاءِ عِيسَى۔ اَنَا يُوسُفُ الصِّدِّيقِ۔ اَنَا الَّذِي تَابَ اللَّهُ لِي۔ اَنَا الَّذِي يُصَلِّي فِي آخِرِ الزَّمَانِ عِيسَى فِي خَلْفِي اَنَا الْمُنْقَلَبُ فِي الصُّورِ۔ یعنی میں ہوں وہ شخص کہ عیسیٰ کی پچپن کی زبان میں گویا ہوا۔ میں ہوں یوسف صدیق میں ہوں وہ شخص جس کی توبہ اللہ نے قبول کی۔ میں وہ شخص ہوں کہ آخری زمانے میں عیسیٰ میرے پیچھے نماز پڑھے گا۔ میں مختلف صورتوں میں پلٹنے والا ہوں۔ مولوی معنوی ارشاد فرماتے ہیں:-

نظم

| | |
|----------------------------------|------------------------------------|
| آں نکتہ تحقیق حقائق بر حقیقت | کز روئے یقین نظر حق بود علی بود |
| آں لفظ توحید خدا کرم احمد | جزا و نفس وحدتے نشود علی بود |
| آں بود وجود دو جہاں کز وہ مغنی | بے او نہ شدے عالم موجود علی بود |
| آں نور مجرد کہ بد او در ہمہ حالت | با یوسف و با عیسی و با ہود علی بود |
| با ملک سلیمانی و با عصمت یحییٰ | با منزلت آدم و داود علی بود |
| آں روح مصطفیٰ کہ خداوند بر قرآن | بنواخت بچند آئیہ دستود علی بود |
| ہم صابر و ہم صادق و ہم ثابت متفق | ہم ہا ای و ہم شاہد و مشہود علی بود |
| ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن | ہم وعدہ و ہم موعود و موعود علی بود |
| این سر بشنوباز ز شمس الحق تبریز | کز نقد وجود دو جہاں سود علی بود |

منقبت^{۹۰}۔ قال امام الحافظین کرم اللہ وجہہ اَنَا الْأُخْرَةَ وَالْأُولَى اَنَا أَبَدٌ وَأَعِيدُ اَنَا فَرَعٌ مِّنْ فُرُوعِ زَيْتُونٍ وَقِنْدِيلٌ مِّنْ قَنَاذِيلِ التَّبْوَةِ۔

یعنی میں ہوں آخرت۔ اور اولے یعنی دنیا۔ میں ہوں چیزوں کا پیدا کرنے والا۔ اور ان کو ظاہر کرنے والا۔ میں ہوں ان کا اعادہ کرنے والا اور ان کا حشر کرنے والا۔ میں زیتون کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہوں جس کی قسم خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں کھائی ہے۔ وَالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونِ اور میں نبوت کی تزییلوں میں سے ایک تزییل ہوں کہ شمع رسالت

کو آفات کی ہواؤں سے محفوظ رکھتا ہوں۔

منقبت^{۱۸}۔ قال امام الزکریٰ کرم الله وجهه انا مطهر الاشياء كيف اشاء
یعنی میں ہوں چیزوں کا ظاہر کرنے والا اور موجودات کا پیدا کرنے والا جس طرح چاہوں۔

منقبت^{۱۹}۔ قال امام الناظرین کرم الله وجهه انا الذي ارى اعمال العباد
لا يعزب عني شيء في الارض ولا في السماء یعنی میں ہوں وہ شخص کہ بندوں کے عملوں کو دیکھتا ہے
مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

منقبت^{۲۰}۔ قال امام الخاشعين كرم الله وجهه انا مصباح الهداية انا مشكوة
فيها نور المصطفى انا الذي ليس شيء من عمل عاقل الا يعرفني یعنی میں ہوں
جہراغ ہدایت میں ہوں وہ مشکوٰۃ (چراغ دان) جس میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے۔ میں وہ شخص ہوں
کہ کسی عمل کرنے والے کا عمل میری معرفت کے بغیر معتبر نہیں۔ اور پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔

منقبت^{۲۱}۔ قال امام الرافعين كرم الله وجهه انا خازن السموات والارض انا
قائم بالقيسط انا عالم بتغير الزمان وعدة ثابته انا الذي اعلم عدد النمل ووزنها
ومقدار الجبال ووزنها وعدة قطرات المطار یعنی میں ہوں آسمانوں اور زمین کا خزانچی کہ
سب میری قدرت کے تصرف میں ہے۔ میں ہوں عدل کا قائم کرنے والا میں زمین کے ایک حال سے دوسرے
حال میں تبدیل ہونے اور اس کے حوادث سے خبردار اور آگاہ ہوں میں ہوں وہ شخص کہ چھوٹیوں کی تعداد اور ان
کے وزن اور پہاڑوں کی مقدار اور ان کے وزن کو اور بارش کے قطروں کی شمار کو جانتا ہے۔

منقبت^{۲۲}۔ قال امام الخاضعين كرم الله وجهه انا آيات الله الكبرى التي
اذهب الله فروع وعصى یعنی میں اللہ تعالیٰ کی آیاتِ کبریٰ ہوں۔ جو اللہ نے فروع کو دکھائیں
اور اس فروع نے عصیان اور نافرمانی کی۔

منقبت^{۲۳}۔ قال امام المسبحين كرم الله وجهه انا الذي اقبل الى القبلتين
واحببى مسرتين واظهر الاشياء كيف اشاء یعنی میں ہوں وہ شخص جس نے دو قبلوں یعنی
بیت المقدس اور کعبہ کی طرف منہ کیا ہے اور میں دو دفعہ زندہ کرتا ہوں۔ یہ نصیب کے مشہور و معروف قصے کی
طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ آصفی ذیل کے شعر میں اس مقولے کی تائید ہے۔

زخمره ولب آں فتنه عجم دیدم ز شہسوار عرب آہنچہ بر نصیر گذشت

اور قصہ مذکورہ معجزات و خارق عادات کے باب میں انشاء اللہ سانیہ صحیحہ کے ساتھ مفصل طور پر ذکر کیا جائے گا۔

اور میں وہ شخص ہوں کہ چیزوں کو جس طرح چاہتا ہوں ظاہر کرنا ہوں۔

منقبت ۹۲۔ قال امام المفجین کرم اللہ وجہہ انا الذی رمیت وجہہ الکفار کف تراب فرجعوا و اهلكوا انا الذی جحد و لا یبتی الف امة فمسخهم۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میں نے کفار کے منہ پر خاک کی ٹٹھی ڈالی۔ پہرہ واپس پھرتے ہوئے لوہلاک ہو گئے۔ اور میں ہوں وہ شخص کہ پہلی امتوں میں سے ہزار امت نے میری ولایت کا انکار کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا۔

منقبت ۹۳۔ قال امام المشفعین کرم اللہ وجہہ انا الذی سالف الزمان و خارجہ و ظاہرہ فی اخیر الزمان۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ زمانے سے پہلے ہوں اور خروج کرنے والا ہوں۔ اور آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا ہوں۔

منقبت ۹۴۔ قال امام الاورعین کرم اللہ وجہہ انا قاصم فراعنة الاولین و محجزہم و معدبہم فی الاخرین انا معدب الجبت و الطاغوت محجزہم و معدب یغوث و یعوق و نسر و قد اضلوا کثیرا۔ یعنی میں پہلے مشرکوں (فرعونوں) کی گردنیں توڑنے والا اور ان کی سلطنت سے ان کو نکالنے والا اور قیامت صغریٰ میں عذاب دینے والا ہوں۔ اور میں ہوں جبت اور طاغوت کو سزا دینے والا۔ اور ان کو خانہ کعبہ سے جکڑنے والا۔ اور میں یغوث و یعوق اور نسر کو جو مشرکوں کے بت میں عذاب دینے والا ہوں۔

منقبت ۹۵۔ قال امام العالمین کرم اللہ وجہہ انا من تکلم بسبعین لسانا و مقفی کل شیء علی سبعین وجہا انا الذی اعلم ما یحدث فی اللیل و النہار امر ابعد امر و شیئا بعد شیء الی یوم القیامۃ۔ یعنی میں ہوں ستر زبانوں میں بولنے والا۔ اور ہر چیز کا ستر طور پر فتویٰ دینے والا۔ میں ہوں وہ شخص کہ جانتا ہوں ہر چیز کو جو رات اور دن میں ایک چیز کے بعد پیدا اور ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ تمام امور سے کنایہ ہے۔ یعنی میں ہر ایک امر کو جو قیامت تک واقع ہو گا۔ جانتا ہوں۔

قیومی و ہم اکرمی سلطانی و ہم اعظمی بر جملہ عالم اعلیٰ اللہ مولانا علی

ہم انبیا گویا ز تو ہم اولیا و انا ز تو ہم عارفان شیدا ز تو اللہ مولانا علی

احسان ز تو ارکان تو بر بان تو ابدان تو ہم طبع و ہم ریجان ز تو اللہ مولانا علی

منقبت ۹۶۔ قال امام العالمین کرم اللہ وجہہ انا الذی ارى اعصال الخلق فی مشارق الارض و مغاربہا و لا یخفی علی شیء منہم یعنی میں وہ شخص ہوں کہ مشرقوں اور مغربوں میں مخلوقات کے عملوں کو دیکھتا ہوں اور ان کی کوئی چیز مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ مولوی معنوی فرماتے ہیں۔ نظم

لے رہتا ہے مومن اللہ مولانا علی لے ستر پوش غیب داں اللہ مولانا علی

داندہ راز ہمہ انجام و آغاز ہمہ لے قدر و اعزاز ہمہ اللہ مولانا علی

منقبت ۹۷۔ قال امام المکبرین کرم الله وجهه اَنَا الَّذِي عِنْدِي اِثْنَانِ وَسَبْعُونَ اسْمًا مِنَ الْعِظَامِ۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میرے پاس اسائے اعظم الہی سے بہتر اسم ہیں۔

منقبت ۹۸۔ قال امام الاطهرين کرم الله وجهه اَنَا الْكَعْبَةُ الْحَرَامُ وَالْبَيْتُ الْحَرَامُ وَالْبَيْتُ الْعَتِيقُ اَنَا الَّذِي يُمَلِكُنِي اللهُ شَرْقَ الْاَرْضِ وَغَرْبَهَا مِنْ طَرْفَةِ عَيْنٍ وَلَوْحِ الْبَصْرِ۔ یعنی میں ہوں کعبۃ الحرام اور بیت المقدس اور بیت العتیق کہ تینوں نام کعبہ شریف کے ہیں۔ اور میں وہ شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ایک چشم زدن میں شرق اور غرب یعنی تمام زمین کا مالک کرے گا۔

منقبت ۹۹۔ قال امام الوفضلين کرم الله وجهه اَنَا مُحَمَّدٌ الْمُصْطَفَى۔ اَنَا عَلَى الْمُرْتَضَى كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ ظَهَرَ مِنِّي اَنَا الْمَهْدُ وَرُوحُ الْقُدْسِ اَنَا الْمَعِي الَّذِي لَا يَقَعُ عَلَيَّ اِنَّهُ وَشَبَّهُ۔ یعنی میں ہوں محمد مصطفیٰ میں ہوں علی مرتضیٰ چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ علی مجھ سے ظاہر ہوا ہے۔ میں وہ شخص ہوں کہ رُوح القدس سے میری مدح کی گئی ہے۔ میں وہ صاحب فرست ہوں کہ کوئی گناہ اور اشتباہ مجھ پر واقع نہیں ہوتا۔

منقبت ۱۰۰۔ قال امام الاكملين کرم الله وجهه اَنَا اُظْهِرُ الْاَشْيَاءَ الْوُجُودِيَّةَ كَيْفَ اَسَاءَ فِيهَا۔ یعنی میں وہ شخص ہوں کہ اشیاء وجودیہ کو جس طرح چاہتا ہوں ظاہر کرتا ہوں۔

صَدَقَ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِينَ وَخَيْرُ الْوَصِيِّينَ وَافْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ خَيْرِ النَّبِيِّينَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِينَ

مولوی معنوی فرماتے ہیں۔

نظم

| | |
|-----------------------------|----------------------------|
| آل امام مبین و آلی خدا | آفتاب وجود اہل صفا |
| آل امامے کہ قائم است بحق | در زمین و زمان و ارض و سما |
| ذات او ہست واجب العصمت | او منزہ از شرک و کفر و ریا |
| عالم وحدت است مسکن او | او بیرون از صفات مافیہا |
| اوست جاں حقیقت انساں | جملہ فانی شوند او بر جا |
| جُنُبِشِ او بود ز حجّ قدیم | گرویشِ او بود بہ ملک بقا۔ |
| ذاتِ سبحان است باقی و بیچوں | داں صفاتش علیٰ عالی را |
| نیست خالی صفاتِ او از ذات | ہست مسموس او بذاتِ خدا |

اوست آن گنج مخفی لاهوت
 نقد آن گنج علم بے پایاں
 حکمت او جزاوند اندکس
 اول حق بود بلا اول
 ناصر انبیا است او الحق
 او بحق حاضر است در کوفین
 او بحق است و حق از وظاهر
 لمعہ نور روئے او کرده
 بود از نور او دل آدم
 بے دلائے علی بحق خدا
 مطلع گشته است بر همه شے
 سجده کردند فرور اعلکوت
 در ره قدس عالم جبروت
 شیش در خم بدید نور علی
 نوح از ویافت هر چه طلبید
 کرو ذکرش خلیل در پتہ
 جملہ تسرین و سنبل و گل شد
 و بہ او کرد بے شک اسمعیل
 بس کہ نالید پیش او یعقوب
 نور او دید موسیٰ عمران
 اربعینے فتاوه بد بے خود
 گفت یارب مرا نشانے وہ
 بود با جملہ انبیاء در ستر
 در شریعت در طریقہ علم
 لطف او بود ہمدم مریم
 کہ زحق او بحق شدہ پیدا
 نیست دیگر بجز علی علیا
 کو حکیم است و عالم اشیا
 آخر حق بود بلا آخر علی
 اولیا راست دیدہ بینا
 بہ یقین دان کہ اوست بدر و جی
 او بحق است جادوان بہ بقا
 آفتاب از ضیائے خود شیدا
 کہ شدہ تاج مظہر اسما
 نہد در بہشت آدم پا
 آدم از علم آن امام بقا
 زانکہ بد نور خالق یکتا
 انبیا را دلیل و راہنا
 گشت ازال نور عالم اعلیٰ
 تا رسیدش بمنزل علیا
 شد برونا را لہ حمدا
 ناری نمود بر خلیل خدا
 گشت قربان کبش او بصفا
 یوئے یوسف شنید و شد بینا
 گشت والد در آل شب یلدا
 گشت مستغرق وصال و بقا
 گفت داوم ترا بد بینا
 گشت با ذات مصطفیٰ پیدا
 در حقیقت امیر ہر دوسرا
 گشت عیسیٰ ازال سبب پیدا

رستراوید سید کونین
 از علیؑ سے شنید نطق علیؑ
 او علیؑ است وابنِ عمِ رسولؐ
 رہرواں طالبند او مطلب
 خلقِ جہاں او بود عالم
 عظیم جاوید شد برش روشن
 اوست مقصود کل موجودات
 ذرّہ نیست بے مشیت او
 خاصہ علم واحدیت اوست
 اقول و آخر او بود در دین
 تانہ دانی تو سیر این معنی
 گر تو لاکنی یہ حیث در کنی
 روح اعظم یہ گرد مرقد او
 گفت احمد خود از سہر تحقیق
 گردشور دشنت کہ والی اوست
 مومنان جملہ رویہ او دارند
 ماہمہ ذرّہ ایم و او نور شید
 ماہمہ مردہ ایم او زندہ
 ماہمہ غافلیم و او آگاہ
 شمس دین چونکہ صادقی در عشق
 تا شود جانب و اصل جانان
 بندہ خاندان بجاں سے باش
 در شب قرب در مقام دے
 بعلیؑ جز علیؑ بنو آخا
 اوست والی و شوہر زہرا
 عارفان صامت اند او گویا
 غیب نادان داو بود دانا
 کرو تحقیق رمز ما او حیا
 اوست واقف زنج ہائے خدا
 تاثر یا ز فوق تحت اثر می
 کردہ او قصر دین و شرع بنا!
 ظاہر و باطن او بود بخدا
 درسی در ولایت والا!
 تا برنت بہ جنتہ المادوی
 دانتا در طواف و ذکر و دعا
 بو تراب است شاہ ہر دوسرا
 یا من لے خواجہ کم کئی غوغا!
 کہ امیر است و ہادی والا!
 ماہمہ قطرہ ایم و او دریا!
 ماہمہ پست ایم و او اعلا
 ماہمہ فانی ایم و او بہ بقا
 جان فدا کن برائے مولانا
 تا رسد قطرہ ات سوئے دریا
 گر بخواہی رسی بہ تحت لولا

منہجیت۔ مسند احمد حنبل میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے امیر المؤمنینؑ سے سنا کہ فرماتے تھے۔

أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخُ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنَا صِدِّيقُ الْأَكْبَرُ لَوْ يَقُولُ لَهَا عَيْرِي إِلَّا كَلِمَاتٍ مُفْتَرٍ۔ یعنی میں ہوں عبد اللہ یعنی قطبِ زمان۔ اور برادرِ رسول خدا یعنی قائم مقامِ حبیبِ رحمان

اور ہیں ہوں صدیق اکبر۔ میرے سوا اس کلمے کو کوئی شخص زبان پر نہ لائے گا۔ مگر یہ کہ وہ مفتری اور کاذب ہوگا۔
مولف کتاب عرض کرتا ہے کہ عبداللہ کا نام اقطاب (جمع قطب) سے مخصوص ہے۔ اسی لئے بڑے
 بڑے انبیاء علیہم السلام کو جو اقطاب زماں تھے۔ قرآن میں جہاں ذکر کیا ہے۔ عبداللہ کے نام سے نامزد فرمایا ہے۔
 چنانچہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی نقل قول کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اِثْنِیْ الْکِتَابِ وَجَعَلْنِیْ
 بَدِیْئًا (یعنی میں عبداللہ ہوں۔ خدانے مجھ کو کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے)

منقبت۔ مصابیح القلوب۔ سیر النبی اور کفایت المؤمنین میں امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ
 ایک روز میرے والد بزرگوار دریائے فرات کے کنارے پر غسل کرنے کے لئے پانی میں اترے۔ ناگاہ ایک
 موج اٹھی اور آپ کے پیرا ہن مبارک کو بہا کر لے گئی۔ جب پانی سے باہر تشریف لائے۔ تو ایک ہاتھ غیبی نے
 آواز دی۔ اُنْظُرْ عَنْ یَمِیْنِکَ وَحَدِّ مَا تَرٰی۔ (یعنی اپنی دائیں طرف نظر کر اور جو طے لے لے) جب
 حضرت نے دائیں طرف نگاہ کی۔ تو دیکھا کہ ایک پیرا ہن دریا کے پارچے میں لپٹا ہوا ہے۔ آپ اس کو لے لیا۔ ایک پارچہ اس کے
 گریبان سے گرا۔ جس پر لکھا تھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هٰذِهِ هَدِیَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ
 اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ هٰذَا قَدِیْصٌ یُّوْرَثُ عِمْرٰنَ کَذٰلِکَ اُوْرَثْنَا هَآ قَوْمًا اٰخِرِیْنَ۔
 یعنی یہ تحفہ خداوند عزیز حکیم کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف ہے۔ یہ ہدیہ تمہیں ہے۔ جو عمران کو میراث میں دی
 گئی ہے اسی طرح ہم اس کو دوسرے لوگوں کو میراث میں دیتے ہیں۔

منقبت۔ حبیب السیر جلد دوم اور مناقب ابن مردودہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت میری امت کے چار شخصوں کی مشاق ہے۔ **راوی** کہتا ہے کہ میں نے چاہا کہ
 معلوم کروں کہ وہ چار کون کون ہیں۔ یہ سوچ کر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ رسول خدا نے فرمایا ہے
 کہ:- اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتٰقُ اِلٰی اَرْبَعَةٍ مِّنْ اُمَّتِیْ۔ جنت میری امت کے چار شخصوں کی مشاق ہے۔ آنحضرت
 سے پوچھو کہ وہ چار شخص کون کون سے ہیں؟ ابو بکر نے جواب دیا۔ مجھے اس بات کا خیال ہے کہ اگر میں ان چار شخصوں میں سے نہ ہوا۔
 تو بتو تیمم مجھ کو ملامت کریں گے تب عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اور حدیث مذکورہ بیان کی۔ اس بزرگوار نے بھی وہی جواب
 دیا کہ مجھے یہ خیال ہے کہ اگر میں ان چاروں میں نہ ہوا۔ تو بنی امیہ مجھے طعن اور ملامت کریں گے تب میں حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ کے پاس گیا۔ اور حدیث مذکورہ سے بیان کر کے وہی درخواست کی۔ اس بزرگ نے بھی یہ جواب دیا۔ کہ مجھے خوف
 ہے کہ اگر میں ان چاروں میں داخل نہ ہوا۔ تو بنی عدی مجھ پر آواز سے کہیں گے۔ اور رزم و کناہیہ سے طعن و ملامت کریں گے۔
 یہ جواب سُن کر امیر المؤمنین علی کی خدمت میں جا کر سارا حال عرض کیا۔ امیر نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں رسول خدا سے ضرور دریافت
 کروں گا۔ اگر میں ان چاروں میں داخل ہوا۔ تو حمد الہی بجا لاؤں گا۔ اور اگر نہ ہوا تو خدا نے بزرگ برتر سے درخواست

کروں گا کہ مجھ کو بھی ان میں داخل کرے۔ یہ کہہ کر رسولِ خدا کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ چلا رہا تھا۔ جب کہ آنحضرتؐ کے دولت سرا میں داخل ہوئے۔ اس وقت سر مبارک و جینہ کلیبی کی گود میں تھا۔ جب وہ یہ کلیبی نے امیر کو دیکھا۔ سلام کر کے عرض کی۔ اپنے پسر عم کا سر مبارک لیجئے۔ کیونکہ آپ مجھ سے زیادہ اس کے حق دار ہیں۔ جب رسولِ خدا بیدار ہوئے۔ تو اپنا سر علی مرتضیٰ کی آغوش میں پایا۔ ارشاد فرمایا۔ اے بھائی اس وقت ایک حاجت تم کو میرے پاس لائی ہے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ! جب میں دولت خانہ والا میں داخل ہوا۔ تو آپ کا سر مبارک و جینہ کلیبی کے زانو پر تھا۔ اس نے مجھ پر سلام کر کے کہا۔ اپنے پسر عم کا سر مبارک لیجئے۔ کیونکہ آپ میری نسبت اس کام کے زیادہ حق دار اور سزا دار ہیں۔ فرمایا۔ اے بھائی! تم نے اس کو پہچانا؟ عرض کی رسولِ خدا بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ جبرئیل تھے۔ امیر نے عرض کی یا رسول اللہ! اس نے مجھ کو آگاہ کیا کہ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ بہشت امتِ محمدی میں سے چار شخصوں کی آرزو مند اور شقائق ہے۔ یا حضرت! وہ چار شخص کون کون سے ہیں۔ آنحضرتؐ نے دستِ حق پرست سے تین دفعہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ خدا کی قسم! تو ان چاروں شخصوں میں اول ہے۔

منقبت ۱۲۔ مناقب حافظ ابن مردودہ میں امین عباس اور ابن سعد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایک دن علی محمد مصطفیٰؐ کے دولت سرا میں داخل ہوئے۔ اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرتؐ کے پاس تھیں۔ پس امیر المؤمنین سید المرسلینؐ اور ام المسلمین کے بیچ میں بیٹھ گئے۔ عائشہ نے کہا۔ اے علی! یہ تمہارا مقام نہیں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے عائشہ۔ اس بات کو پھوڑ دے۔ اور خاموش ہو جا۔ اور میرے بھائی کو رنجیدہ کر کے مجھے رنجیدہ نہ کر۔ یہ مومنوں کا امیر اور مسلمانوں میں سب سے بہتر اور ان لوگوں کا سردار اور پیشوا ہے۔ جن کے ہاتھ پاؤں اور چہرے نورانی ہیں۔ یہ قیامت کے روز مہر پر مقیم ہوگا۔ اور اپنے اولیا اور دوستوں کو بہشت میں داخل کرے گا اور دشمنوں کو دوزخ میں ڈالے گا۔ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ شعر

عَلَى حُبِّهِ جَنَّةٌ قَسِيمُ النَّارِ وَالْجَنَّةِ
وَصِيُّ الْمُصْطَفَى حَقًّا إِمَامُ الْإِنْسِ وَالْجَنَّةِ

حکیم سنائی فرماتے ہیں :-

نائبِ کردگارِ حیدر بود صاحبِ ذوالفقارِ حیدر بود
مہر و کینشِ دلیلِ منبر و دار علم و خشنشِ قسیمِ جنت و نار

منقبت ۱۳۔ اوسط طبرانی۔ مستدرک حاکم اور صواعن محرقہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ۔ كَانَ رَسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَضِبَ لَمْ يَجْتَرِعْ أَحَدًا يَكْتُمُهُ إِلَّا عَلِيًّا

یعنی جب رسول خدا غضب ناک ہوتے تھے تو علی مرتضیٰ کے سوا اور کوئی آنحضرت سے کلام کرنے کی دلیوری نہ کر سکتا تھا۔

منقبت ۱۳ مصابیح مشکوٰۃ - روضۃ الاحباب - حبیب السیر اور معارج النبوة میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ طائف کے محاصرے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی مرتضیٰ سے راز کے طور پر باتیں کر رہے تھے۔

جب راز بیانی میں بہت طول ہو گیا۔ تو لوگوں نے کہا۔ عجب لمبا چوڑا راز اپنے سپر عم سے بیان کیا جا رہا ہے۔ رسول دلوں کے حالات پر واقف ہو کر ارشاد فرمایا۔ مَا اَنْتَ جِئْتَهُ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ اَنْتَ جَاءَ يَعْنِي میں نے خود اس سے راز بیان نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے راز بیان کر رہا تھا۔ اسی وجہ سے حکیم سنائی فرماتے ہیں۔ **مشنوی**

مُحْرَمٌ اَوْ بَدِ كَعْبِ جَاں رَا مُحْرَمٌ اَوْ كَسْتُمْ سِرِّ زِدَاں رَا
كَاتِبُ نَقْشِ خَانِ تُنْزِيلِ خَا زِنْ كِنَجِّ نَامُ تَاوِيلِ
رَا زَا وِ خَدَا ئِے پِنْمِبِرِ رَا زَا دَا رِ پِمِبِرِ شِشِ حِيدِرِ

منقبت ۱۴ - کنز العباد اور ہدایۃ السعداء میں منقول ہے کہ ایک روز جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات نے پانچ فوج سجدہ کیا۔ اصحاب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ کے سجدوں کا کیا باعث ہے۔ فرمایا جبرئیل نے کہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ علی کو دوست رکھتا ہے۔ میں نے سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا۔ تو کہا کہ فاطمہ کو دوست رکھتا ہے۔ یسین کر میں نے پھر سجدہ کیا۔ جب سجدہ ووم سے فارغ ہوا۔ تو کہا کہ سن اور حسین کو دوست رکھتا ہوں یہ سننے ہی میں نے سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے فراغت پائی۔ تو کہا خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو ان کے دوست ہیں۔ میں نے پھر سجدہ کیا۔ جب سجدہ کر چکا۔ تو جبرئیل نے کہا کہ خدا ان کے دوستوں کے دوستوں کو دوست رکھتا ہے۔ یسین کر میں نے پھر سجدہ کیا۔

منقبت ۱۵ - مسند احمد بن حنبل اور صحاح ستہ میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب عبد اللہ بن عباس کو نزع کا وقت پہنچا۔ تو بارگاہِ الہی میں متوجہ ہو کر عرض کی۔ اے خدا! میں علی بن ابی طالب کی دوستی سے تیری جناب میں تقرب پاتا ہوں۔

منقبت ۱۶ - کشف الغمہ - مناقب خوارزمی اور حبیب السیر میں امام حسن عسکری رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ شاہ ولایت پناہ جناب سید المرسلین کی حیات میں امیر المؤمنین کے لقب سے ملقب تھے۔ اور اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لے بھائی آفتاب جہا غاب سے کلام کر کہ وہ بھی تجھ سے کلام کریگا۔ امیر المؤمنین آفتاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اَلْسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا الْعَبْدُ الْمَطِیْعُ لِلّٰہِ - سلام ہو تجھ پر لے خدا کے فرمانبردار بندے سے) آفتاب نے جواب میں کہا۔ عَلَیْكَ السَّلَامُ يَا اَمِیرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ وَقَائِدَ الْغُورِ الْمُحْجَلِیْنَ - (تجھ پر بھی سلام ہو لے مومنوں کے حاکم اور پرہیزگاروں کے امام

اور نیکو کار سفید رو نورانی لوگوں کے پیشوا اور رہبر، بعد ازاں کہا: یا علیؑ تو اور تیرے دوست بہشت میں ہوں گے اور قیامت کے دن پہلے پہل وہ زمین شقی ہوگی جس میں محمد مصطفیٰ مدفن ہوں گے بعد ازاں تیری قبر شگافہ ہوگی۔ اور پہلے پہل جو شخص لباس حیات سے آراستہ ہوگا۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو لگے۔ بعد ازاں تجھ کو زندہ کیا جائے گا۔ جب آفتاب نے یہ مژدہ اور بشارت سنائی۔ تو امیر المؤمنین قبلہ رو ہو کر سجدہ بجلائے۔ اور ششم مبارک سے آنسو جاری ہوئے رسول نے فرمایا: يَا أَخِي وَجَيْبِي اِرْضَعْ رَأْسَكَ فَقَدْ بَانَ اللَّهُ بِكَ أَهْلَ سَبْعَ مَسْهُوَاتٍ۔ یعنی لے بھائی اور دوست اپنا سر اٹھا کہ اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ساتوں آسمانوں والوں کو رلا رہا ہے۔

مولف۔ عرض کرتا ہے کہ احسن الکبار میں مرقوم ہے کہ آفتاب نے امیر المؤمنین سے سات دفعہ کلام کیا۔ منقبت^{۱۱}۔ مناقب خلیفہ خوارزمی۔ مناقب ابن مردویہ۔ بحر المناقب۔ حلیۃ الاولیاء اور احسن الکبار میں انس بن مالک سے روایت ہے۔ کہ رسولؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ کہ لے انس میرے لئے پانی تیار کر جب میں نے تمہیں ارشاد کی۔ وضو کر کے نماز پڑھی۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ پہلے پہل جو کوٹھ آج کے دن مرے پاس آئے وہ امیر المؤمنین اور سید المسلمین اور خاتم الوصیین اور امام الغر المجلین ہے۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ وہ کون شخص ہوگا؟ فرمایا۔ ابھی اسی وقت آتا ہے۔ اسی اشارہ میں امیر المؤمنین نے آکر آنحضرت صلعم کے دروازہ پر ہاتھ مارا۔ فرمایا۔ یہ ہے امیر المؤمنین۔ خیر الوصیین۔ اور خاتم النبیین کے بعد سب آدمیوں سے اولے اور افضل۔ بیت (مولف)

بود ز یبندہ بفرقش تاج دین! زانکہ بے شک بود امیر المؤمنین

بعد ازاں۔ حضرت نے اٹھ کر امیر المؤمنین سے معاف فرمایا۔ اور اپنے روئے مبارک کا عرق آپ کے چہرہ انور پر ملا۔ اور ان کے روئے پر نور کا عرق اپنے منہ پر۔ یہ شفقت اور رحمت دیکھ کر امیر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اس مہربانی اور اتفات کا باعث کیا ہے فرمایا۔ لے بھائی! میں کس طرح تجھ سے مہربانی سے پیش نہ آؤں حالانکہ تو میرے دین کے احکام جانتا ہے۔ اور میری بات امت کو پہنچانے والا ہے۔ اور اس معنی کو بیان کرنے والا ہے۔ جس میں میرے بعد اختلاف کریں گے۔

منقبت^{۱۱}۔ صحیح ترمذی۔ صحائف مشکوٰۃ۔ ہدایۃ السعداء و عیب السیر جلد دوم میں انسؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک روز جھٹنا ہوا پرندہ نبیؐ آواز مان علیہ صلوات الرحمن کی خدمت بابرکت میں پیش کیا گیا۔ آنحضرت نے آسمان کی طرف منہ کر کے یوں دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ اِیْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَیْكَ یَا کُلُّ مَعِیْ هَذَا الطَّیْر۔ یعنی لے خدا اپنی مخلوقات میں سے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ تیرا دوست ہو۔ اس کو میرے پاس بھیج لے تاکہ وہ اس پرندے کو میرے ساتھ لے کر تبادُل کرے۔ اسی وقت امیر المؤمنین جناب سید المرسلین کے پاس حاضر

ہوئے اور سردارِ ابرار نے جید و کرار کے ساتھ قتل کر اس مرغِ بریاں کو تناول فرمایا۔

منقبت ^{۱۱۱}۔ شرحِ منافقین میں مرقوم ہے کہ جناب امیر کو مرتضیٰ اس سبب سے کہتے ہیں کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی میں تھے۔ اور آنحضرتؐ بھی ان سے راضی اور شاکر تھے۔

منقبت ^{۱۱۲}۔ صحاح ستہ مشکوٰۃ۔ مصابیح۔ دستور الحقائق۔ صحائف۔ صواعقِ محرقہ۔ مسند احمد بن حنبل۔

اوسط طبرانی۔ مسند بزاز۔ تشریح۔ شرح لامید۔ ہدایۃ السعداء (بزبان عربی) حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب

اور معارج النبوة (بجارت فارسی) امین اسانید صحیح کے ساتھ اس طرح منقول ہے کہ تبار تزار وہو ہے کہ امیر

المومنین کو کرار کا خطاب مستطاب اس روز عطا ہوا۔ جبکہ جنگِ نبیر میں آنحضرتؐ نے عرضی اللہ عنہ کو مددِ لشکر بنا کر

بھیجا۔ جب وہ بزرگوار فرما آئے۔ تو ابو بکر صدیقؓ کو امیر لشکر مقرر کر کے بھیجا۔ اس بزرگ نے بھی شکستِ عظیم کھائی۔ آنحضرتؐ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی التماس کے موافق پھر ان کو امیر لشکر بنا کر روانہ کیا۔ جب پھر بھی لشکرِ اسلام نے

شکست کھائی۔ اور حضرت عمرؓ دوبارہ بھی ناکام واپس تشریف لائے۔ تو آنحضرتؐ نے اپنی زبانِ معجزہ بیان سے ارشاد

فرمایا۔ لَا أُعْطَيْنِ الرَّايَةَ غَدًا اَجْلًا كَمَا اَدَا غَيْرُ فِتْرٍ يَحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَحُبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ۔

یعنی کل میں ضرور عظیم ایسے مرد کو عطا کروں گا۔ جو بار بار اور بتکرار حملے کرتا ہے۔ اور فرار کرنے والا اور بھاگ کر آنے والا

نہیں۔ اور وہ خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا اور اس کا رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ نبیر

شرح لامی میں منقول ہے کہ امیر المومنین کو کرار اس وجہ سے کہتے ہیں کہ کافروں پر بار بار اور بتکرار حملہ کیا کرتے تھے۔

اور کسی جنگ اور معرکہ میں فرار نہیں کیا۔

نیز صاحبِ نزمِ مہمۃ الارواح فرماتے ہیں وہ سردِ مہمٹی۔ وہ ابنِ عمِ نبیؐ۔ وہ شجرہٴ ولایت۔ وہ فرعِ ثمرہٴ نہایت وہ

جس کے بغیر شہرِ علم کو دردِ دانے کی فردت ہے۔ وہ جس کے ہوتے قہرِ دین کو کسی درکِ حاجت نہیں۔ وہ شیرِ مہم جس نے

کسی معرکہ میں کسی طرح بھی پیٹھ نہ دکھائی۔ وہ شیرِ جس نے کسی موقع پر بھی کسی کی پیٹھ کی طرف رخ نہ کیا۔ وہ پُر دل جو

ایک نعرہٴ مردانہ سے لشکرِ عظیم کو دوپارہ کرتا۔ وہ صفِ دردل اور جو ایک حملے میں نو قلعوں کو الٹ پلٹ کر دیتا تھا۔

اس کی بات یک رویہ تھی۔ اس سبب سے دوستوں کے دلوں میں پیٹھ جاتی تھی۔ اور اس کی تلوار دور ویر تھی اس سبب سے

دشمنوں کو شکست دیتی تھی۔

قطع

شیرِ یزداں کہ نہیبِ خنجرش / خصمِ الفشر وہ خونِ درخیزو

بود آسید او پیش از اہل / جان از غزنی در غرغره!

اوست قلبِ لشکرِ اسلام ازاں / مہر دین سے مہرِ اوند نہر

بر فرازِ قدرِ عالی منظرش / من نہ گویم آسماں را لنگر

چوں کم از یک نقطہ مہموش شد در محیطِ مکرشش نہ دائرہ
اور متوجہ جمال ازلی شاہِ نعمت اللہ ولی ارشاد فرماتے ہیں۔

احمد مرسل امامِ انبیاست جہدِ کرارِ قطبِ اولیاست
از چہ زوکرارِ خواند شاہ را کج نہ گویم من بگویم یا تو راست
بارہا در کسوتِ پیغمبران! آمد و شد این دلیلِ منہاست
بارہا پدوشیدہ دلچ آدمی آن علیؑ گم شہسوارِ لافچیست

منقبت ۱۱۱۱۔ دستور الحقائق اور گنج الاسرار میں مرقوم ہے کہ امیر المومنینؑ اس وقت اسد اللہ الغالب کے لقب سے ملقب ہوئے کہ جب سید کائنات معراج کو تشریف لے گئے۔ تو بارگاہِ کبریا میں ایک شیر دیکھا۔ جو نور کی زنجیروں سے بندھا ہوا ہے۔ حضرت ہر بار کے بڑھنا چاہتے تھے۔ مگر شیرِ حملہ کرتا تھا۔ جبرئیلؑ سے پوچھا۔ لے بھائی! یہ شیر کیا چاہتا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا غور فرمائیے۔ شاید دنیا کے مال میں سے کوئی زائد چیز آپ کے ہمراہ ہے؟ جب آپ نے غور سے دیکھا۔ آپ کے دستِ حق پرست میں ایک انگوٹھی تھی۔ وہ نکال کر شیر کی طرف ڈال دی۔ جب حضرت معراج سے واپس تشریف لائے۔ امیر المومنینؑ نے مبارکباد عرض کرنے کے بعد انگوٹھی سامنے دھروی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جَزَاكَ اللهُ فِي الدَّارِىْنِ خَيْرًا يَا اَسَدَ اللهِ الْغَالِبِ۔ (لے اسد اللہ الغالب خدا تجھے دونوں جہاں میں جزائے خیر دے)۔ **بیت**

علیؑ مرتضیٰ گر نیست شیر حضرت یزداں شب معراج چون خاتم گرفت از دستِ آلِ سرور

منقبت ۱۱۱۲۔ صحیح بخاری صحیح مسلم صواعق محرقة۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الشہداء اور معارج النبوة میں منقول ہے کہ غزوہ ذوالعشیرہ میں جب سید کائنات صلح اور معاہدہ کر کے مدینہ سکینہ میں واپس تشریف لائے۔ اس سفرِ نظر اتر میں اپنے امیر المومنینؑ کی کنیت ابوتراب مقرر فرمائی۔ عمار یا شکر کہتے ہیں کہ میں اور امیر المومنینؑ ایک درختِ خرمہ کے نیچے سو کر گویں آلودہ ہو رہے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سر ہانے تشریف لائے اور امیر سے فرمایا۔ خَمَّيَا اَبَا تَرَابٍ (لے ابوتراب اٹھ) اور فرمایا۔ لے بھائی! میں تجھ کو اس شخص سے خیر دار کروں؟ جو سب آدمیوں سے زیادہ تریبِ نبوت اور شفیق ہے۔ عرض کی۔ ہاں فرمائیے۔ فرمایا۔ دو شخص ہیں۔ ایک وہ شخص جس نے ناقہ صالح کو پے کیا دو سرا وہ شخص جو تیری داڑھی کو تیرے خون سے رنگیں کرے گا۔ حضرت یہ فرماتے تھے اور اپنا دستِ حق پرست امیر المومنینؑ کے سر اور سُنہ پر پھیرتے تھے۔ اور **علا عبد الرحمن** عامی نے **شواہد النبوة** میں روایت کی ہے کہ ایک روز سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدۃ النساء علیہا السلام والیہ کے ساتھ دولتِ سرا میں تشریف لاکر پوچھا۔ کہ لے فاطمہ میرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ عرض کی۔ مجھ میں اور اس میں کچھ

بات حجت ہوئی تھی۔ اس پر اس بزرگوار نے گھر میں قیلو لہ نہ فرمایا۔ آنحضرتؐ باہر تشریف لے گئے۔ اور تلاش میں مصروف ہوئے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ امیر المؤمنینؑ فلاں جگہ سو رہے ہیں سید المرسلینؑ وہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ ردائے مبارک آپ کے کندھے سے گر پڑی ہے۔ حضرت اپنے دست مبارک سے مٹی بدن شریف امیر المؤمنینؑ سے چھڑاتے تھے اور فرماتے تھے۔ **قَدْ يَا أَبَا سُرَّابٍ** (اے ابو تراب اٹھ) کہتے ہیں کہ اس روز سے امیر المؤمنینؑ کو کوئی کیفیت اور نام ابو تراب سے بڑھ کر جہلا معلوم نہ ہوتا تھا۔

مولف عرض کرتا ہے۔ چونکہ دونوں روایتوں میں بٹا فرق تھا۔ اس لئے دونوں کو درج کر دیا گیا۔ اور بعینہ نہیں ہے کہ سید المرسلینؑ کو امیر المؤمنینؑ کی نسبت دوبار ایسا واقعہ پیش آیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقائق الامور۔

منقبت ۱۱۔ دستور الحقائق میں مرقوم ہے۔ کیا وجہ ہے؟ کہ جب صحابہ میں سے کسی کا نام ذکر کیا جاتا ہے۔ تو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اور امیر المؤمنینؑ کا نام سن کر کرم اللہ وجہہؑ کہا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک روز سید کائناتؑ بعثت سے پہلے ابو طالب کے گھر میں تشریف لائے۔ اور فاطمہ بنت اسد نے جو امیر کی والدہ تھیں۔ کہا کہ یا محمدؐ جب تم میرے گھر میں آتے ہو۔ تو میرے رحم کا بچہ اس طرح اپنا منہ میرے پیٹ میں مارتا ہے۔ کہ میں بے اختیار ہر کھڑی ہو جاتی ہوں۔ حضرت نے اپنی زبان معجز میان سے ارشاد فرمایا۔ کرم اللہ وجہہؑ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب والدہ امیرؑ کو جمال محمدی کے مشاہدے سے بیٹھنے کی طاقت نہ رہتی۔ تو تعظیم کے طور پر کھڑی ہو جاتیں۔ ایک دن ابو طالب نے کہا۔ کہ محمدؐ تمہارے بیٹے کی مانند ہے تم اس قدر تعظیم و تکریم کیوں کرتی ہو؟ اس معجز نے جواب دیا۔ کہ یہ تعظیم تو واضح بو میری طرف سے ظاہر ہوتی ہے اختیار ہی نہیں ہے۔ جس وقت محمدؐ میری طرف آتے ہیں۔ اگر میں کھڑی نہ ہوں۔ تو میرے رحم کا بچہ نہایت بیقراری اور اضطراب کی وجہ سے ہلاک ہو جائے۔ ابو طالب نے کہا۔ یہ بات بغیر دلیل و برہان کے قبول نہیں کی جاسکتی۔ پس ابو طالبؑ اور حمزہؑ نے متفق ہو کر اپنے ہاتھ اسد اللہ الغالب کی والدہ ماجدہ کے کندھے پر خوب جھالے۔ اور سید کائناتؑ کو باہر سے بلایا۔ جو ہی جناب مصطفیٰ نے اس طرف توجہ فرمائی۔ اور ان کے نور جمال پر والدہ امیر کی نظر پڑی۔ وہ معجزہ بتاؤ سید صدی و قوت مرفوضی سیدھی کھڑی ہو گئیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کرم اللہ وجہہؑ اور ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا کے گھر میں تشریف لائے۔ تو روئے مبارک والدہ امیر المؤمنینؑ کے رحم کی طرف کر کے فرماتے۔ **اَلَسَلَامُ عَلَیْكَ يَا اُخْتِیْ**۔ (اے بھائی تجھ پر میرا سلام ہو) اور امیر المؤمنینؑ شکم مادر سے جواب دیتے۔ **عَلِیْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللہِ** جس طرف آنحضرتؐ ہوتے اپنا رخ اسی طرف کر لیتے۔ اس بات سے مطلع ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کرم اللہ وجہہؑ یعنی حق تعالیٰ اس کی ذات کو بزرگ و مہر زکرے۔

منقبت ۱۲۔ نیز کتاب مذکور میں والدہ امیر المؤمنینؑ سے مروی ہے کہ جب امیرؑ سات مہینے رحم میں پرورش

پاچکا۔ ایک روز میں لیٹی ہوئی تھی۔ اور سید کائنات دونوں ہاتھ ٹیکے میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوطالب باہر سے آئے۔ اور خفا ہو کر مجھ سے کہا۔ محمد جوان ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ تو لیٹی ہوئی ہے۔ اور حشمت اور غیرت میں اگر تلوار کھینچ لی۔ اور میرے قتل کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا۔ مجھ کو ناحق قتل نہ کیجئے۔ اور اپنے آپ کو بلاوجہ قوم اور قبیلے میں بدنام نہ کیجئے۔ کیونکہ محمد معصوم ہے۔ اور میرے فرزند کی جگہ ہے۔ وہ میری خاطر سے اس طرح میرے قریب نہ بیٹھا تھا۔ بلکہ میرے رحم کے بچے سے گفتگو کرنے میں مصروف تھا۔ اور یہ راز آج میں تجھ پر آشکارا اور ظاہر کرتی ہوں۔ کہ جب محمد باہر سے آکر السلام علیک یا اخی کہتا ہے۔ تو یہ فرزند میرے پیٹ کے اندر سے علیک السلام یا رسول اللہ جواب میں کہتا ہے۔ اور جس طرف کہ محمد پھرتا ہے۔ یا بیٹھتا ہے۔ یہ فرزند اپنا رخ اسی طرف پھیر لیتا ہے ابوطالب نے کہا۔ کہ میں جب تک نہ دیکھ لوں۔ یقین نہ کروں گا۔ اور اس وقت وہ جناب یہ باہمی مناقشہ اور جھگڑا دیکھ کر کثرت جہل کے سبب باہر تشریف لے گئے تھے۔ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے آدمی اُن کے بلانے کو بھیجا۔ جب تشریف لائے تو اس محظرنے کہا۔ اے محمد بدستور سابق اس فرزند پر سلام کرو۔ آنحضرت نے سلام کیا۔ اور میرے سلام کا جواب دیا۔ ابوطالب نے خوش ہو کر کہا۔ میرا بڑا اور زادہ محمد یقیناً خاتم الانبیاء ہے۔

منقبت ۱۸ حکایات نامری میں مذکور ہے۔ کیا سبب ہے کہ جب امیر المؤمنین علی کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو کسوم اللہ وجہہ کہتے ہیں؟ اس کا سبب یہ ہے کہ آنجناب نے کسی وقت اور کسی موقع پر روئے مبارک کفار کی جنگ سے نہیں پھیرا۔ اور کبھی کسی بت کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ **بیعت**

تفاوت روئے زقیہ ہمیشہ بت نہ ہناد مگر است بہر وجہ روئے اطہر او

روایات مذکورہ بالا کے تسلیم کرنے کے بعد سالکانِ طریقت کا قول یہ ہے۔ چونکہ ارشاد و بیعت کا تسلسل فرقہ معراج کے بموجب مرتضیٰ علی کی ذات فائز البرکات کے سبب قیام قیامت تک پائدار اور باقی رہے گا۔ اس وجہ سے آنجناب کو کسوم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔

منقبت ۱۹ فوجات المقدس میں مرقوم ہے کہ جب امیر کی والدہ حاطہ ہوئیں۔ تو شاہِ رُسل اور ہادی مُصلح اکثر تشریف لاتے۔ اور والدہ امیر کے شکم مبارک کی طرف منہ کر کے زبانِ معجز بیان کھولتے اور اپنے ابنِ عم سے باتیں کرتے۔ اور شاہِ ولایت شکمِ مادر میں سلطانِ نبوت کے جواب میں زبان کھولتے۔ والدہ امیر نے اس حال و حال کی حقیقت سے ابوطالب کو آگاہ خبردار کیا۔ وہ سن کر نہایت حیران ہوئے۔ اور سید کائنات سے پوچھا کہ حقیقت حال کیا ہے۔ اور تم کس سے ہم کلام ہوتے ہو؟ آنحضرت نے فرمایا۔ میں اپنے بھائی سے باتیں کرتا ہوں۔ اور اپنے وحی سے ہم کلام ہوتا ہوں۔ ابوطالب نے کہا۔ تمہارا بھائی کون ہے؟ فرمایا۔ میرا بھائی شاہِ اولیا ہے۔ ہم دونوں ایک نور تھے جبکہ نہ عرش تھا اور نہ کرسی۔ اور نہ آسمان تھا۔ اور نہ زمین۔ ہم دونوں حق تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے۔ وہ ابتدا میں میرا

رفیق اور شفیق تھا۔ اور انتہا میں بھی میری رفاقت کرے گا۔ ابوطالب نے جب یہ بات سنی۔ تب جاناکہ یہ دونوں بھائی راہ ہدایت کی مشعل ہوں گے۔ ایک سند رسالت پر جلوہ گر ہوگا۔ اور دوسرا منصب ولایت پائے گا۔ جب وہ وقت آیا کہ آفتاب ولایت مطلع غیب سے طلوع کر کے ظلمت کفر کو نور ہدایت سے دور کرے۔ والدہ امیر المؤمنین درود سے بے قرار ہو کر کعبہ کی طرف روانہ ہوئیں اور اپنے درد کی دعا طلب کی۔ غیب سے آواز آئی کہ اے عطفہ! باہر نہ رہ اور گھر کے اندر چلی جا۔ نشان آشنا داری چرا بیگانہ نہ کر دی۔ جب جناب فاطمہ کعبہ کے اندر گئیں۔ تو ایک پردہ نظر آیا اس پردہ میں پوشیدہ ہو گئیں۔ جناب امیر کی ذات مقدس نے اس پردے کے اندر پردہ غیب سے عالم شہادت میں ظہور فرمایا۔ اسی اثنا میں ایک سفید پرندے نے چھت کی طرف سے آکر اپنی چوچ سے جناب امیر کے سینہ منور پر اہم علیٰ مختبر کیا۔ اور اس سے پہلے عالم شہود میں کسی کا نام علیٰ نہ تھا۔ اور اس وقت یہ دستور تھا کہ جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو ابو جہل بتوں کی پاؤں کی خاک کا سرمہ اس بچے کی آنکھوں میں لگاتا۔ جب سلطان ولایت کی ولادت کی خبر اس لعین کو پہنچی سنتے ہی ادھر کا رخ کیا۔ جب ایڑ کو دیکھا۔ تو دستور کے موافق ان کی آنکھوں میں بھی سرمہ لگانا چاہا۔ ہر چند زور لگایا مگر حضرت کو نہ اٹھا سکا۔ آخر لاجا ہر کراپنی انگلیاں امیر المؤمنین کی چشم بین وحدت پر رکھیں تاکہ کھول کر بتوں کی خاک پا کا سرمہ لگائے۔ ہر چند زور لگایا۔ مگر آنکھ کو نہ کھول سکا۔ اس وقت شاہ ملک رشاد نے بازو ڈٹے ولایت کی قوت سے ایک طبیبانچہ اس کے منہ پر مارا۔ کہ پیچھے کو پھیر گیا۔ اور اس کی گردن کج ہو گئی اور وہ کجی اس ناراست کی گردن میں آخر عمر تک پیدستور قائم رہی۔ اور اس لعین پر کین کی ناراستی و کجروی خلق عالم پر ظاہر کرتی رہی۔ الغرض والدہ امیر المؤمنین نے اس بات سے محزون و غمگین ہو کر کہا۔ اے فرزند دلہند! تو آنکھ کیوں نہیں کھولتا۔ اور کس لئے عالم کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ کہیں تو نابینا تو نہ ہو۔ اور مجھے تمام عمر اس رنج و غم میں گھلائے۔ اس وقت ملک علام کی طرف سے سیدانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہام ہوا کہ تیرا بن عم پیدا ہو چکا ہے۔ جلد جا کر اس کی خبر گیری کر۔ آفتاب سپر رسالت نے اپنے اجاب کی جماعت کے ساتھ ادھر کا رخ کیا۔ اور جا کر ماہ آسمان ولایت کو اٹھا کر احترام تمام اور اعزاز مالا کلام سے اپنے دامن عاطفت میں بٹھایا۔ جب محبوب آفرید گار کے گیسوئے مشکبار کی خوشبو مشام حیدر کرار میں پہنچی آپ کے جمال جہاں آرا کی زیارت کے لئے آنکھیں کھول دیں۔ اور سلام و تحیت کی رسم ادا فرما کر آپ کے مدح و ثنا میں زبان کھول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرمہ مازاغ البصر اس چشم و چراغ دین کی آنکھوں میں لگا کر اس جناب کی بینائی کو کجلی ماطنی سے روشن فرمایا۔

بیت

بجز رسول بروئے کے نظر نہ کشاد کہ از ازل نظر سے داشتہ بنظر او

منقبت - روفتہ الشہدائین منقول ہے کہ شاہ ولایت کی ولادت واقعہ قبیل کے تیس سال بعد روز جمعہ تیرھویں ماہ رجب کو بیت اللہ شریف کے اندر وقوع میں آئی۔

بیت

نشاودرّ و بیت الحرامش صدف کسے رائیسر نہ شذائیں شرف

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ میں میں ایک شخص تھا۔ جو ہر وقت محرابِ عبادت میں قیام

رکھتا۔ اور دروغ و زہد کی مدد سے دنیا سے دور رہتا۔ اور اتنی فانی سے روگرداں رہتا تھا۔ گویا مولف مناقبہ مرتضوی کی مندرجہ ذیل چند بیہتیں خصوصاً اسی شخص کی مدح میں ہیں۔

مشنوی

واصل حق از دو عالم رستہ وز تعلقہائے ہستی جستہ

روز و شب سرور گریباں داشتے ویدہ بر دیدار جاناں داشتے

گر بہ پیشش جلوہ کرے مہر و ماہ سوئے مہر و مہر نہ کرے نگاہ

رو بسوئے قبلہ اش بوئے عام غیر حق کس را نہ کرے استنزام

اس کا نام مژم ابن و عیب الشیخام اور زاہدین کے خطاب سے مشہور و معروف تھا۔ اس کی عمر ایک سو نوے

سال کی ہو چکی تھی۔ اور اتنی مدت میں کبھی طاعت الہی سے لول اور آرزو نہ خا طرن ہوا۔ ایک روز روئے نب ز درگاہ

فانسی الحجابات کی طرف متوجہ کر کے مناجات میں یہ التماس کی۔ اے خداوند اے بادشاہ دو جہاں! اپنے حرم محترم کے

کسی سردار کی ملاقات سے شاد کام اور فائز المرام کر۔ اُس کی بے ریا دعا فوراً قبول ہوئی۔ اور ابوطالب جو سب سے

کو تشریف لے گئے تھے۔ اس زاہد کی زیارت کو گئے۔ جب زاہد کی نظر ان پر پڑی۔ تو نہایت تعظیم و تکریم سے

پیش آیا۔ اور سردارِ داڑھی کے بوسے لے کر اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور پوچھا۔ کہاں کے باشندے ہو؟ حضرت

ابوطالب نے جواب دیا۔ تہا مہ مکہ کا۔ پوچھا۔ کس قبیلے سے؟ بولے۔ بنی ہاشم بن عبد مناف سے۔ یہ سن

کر دو بارہ حضرت ابوطالب کے سر اور چہرے کے بوسے لئے۔ اور زبان پر یہ کلمات جاری کئے۔ اُس حق

سجائے تعالیٰ کا شکر ہے۔ جس نے میری دعا کو رد نہ کیا۔ اور اپنے حرم شریف کے ایک مجاور کی زیارت

سے مجھے مشرف فرمایا۔ پھر پوچھا۔ آپ کا نام اور آپ کے پدرِ عالی مقدار کا کیا نام ہے؟ جواب دیا ابوطالب

بن عبدالمطلب۔ زاہد نے کہا۔ خدا کی قسم۔ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عبدالمطلب کے دو پوتے ہوں گے۔ ایک

اکمل انبیا ہوگا۔ اس بزرگوار کے والد ماجد کا نام عبد اللہ ہوگا۔ اور دوسرا افضل الاولیا ہوگا۔ اس

ولی خدا کے باپ کا نام ابوطالب ہوگا جب وہ نبی خدا تیس سال کا ہوگا۔ تو ولی خدا پیدا ہوگا۔ پھر پوچھا لے

ابوطالب! کیا وہ نبی خدا پیدا ہو چکا ہے۔ حضرت ابوطالب نے جواب دیا۔ ہاں محمد پیدا ہو چکا ہے اور اس کی

عمر انیس سال کی ہو چکی ہے۔ بولا۔ تم کو بشارت ہو۔ کہ اس سال تمہارے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ جو

مقتداے اولیا اور پیشوائے اتقیا ہوگا۔ لے ابوطالب جب تم مکہ معظمہ واپس جاؤ۔ تو اپنے بھتیجے سے کہنا کہ

مژم نے آپ کو بہت نیاز مندانا سلام عرض کیا ہے۔ اور وہ گواہی دیتا ہے کہ خدائے عزوجل و مددہ لا شریک

ہے۔ تو لے محمد رسول خدا اور خاتم الانبیاء ہے۔ اور جب تمہارا بیٹا پیدا ہو۔ اس کو میرا سلام عرض کرنا۔ اور کہنا کہ ایک بڑھائی تیرا دوست اور ہوا خواہ تھا۔ اس نے کہا ہے کہ تو محمد کا وصی ہے۔ آنحضرت پر نبوت ختم ہوگی۔ اور تمہارے وجود مبارک سے ولایت کا آغاز ہوگا۔ اور وہ جناب خاتم نبوت ہوں گے اور تم فاتح (آغازِ کربلا) ولایت۔ ابوطالب نے فرمایا۔ لے شیخ! جو کچھ تم کہہ رہے ہو۔ میں اس کی حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ جب تک کہ اس کی برہان مبرہین اور دلیل بین مجھ پر ظاہر و آشکار نہ کرو۔ زائد نے کہا۔ تم کیا برہان چاہتے ہو؟ کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس نبی اور ولی کی محبت کا واسطہ دے کر درخواست کروں۔ زائد کے دروازے پر ایک انار کا درخت تھا جو خشک ہو گیا تھا۔ ابوطالب نے فرمایا۔ میں انار کے اس سوکھے درخت سے تازہ انار چاہتا ہوں۔ زائد نے دُعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ کہ لے خدائے پاک و قادر توانا! جو کچھ میں نے تیرے نبی اور ولی کے اسرار سے بیان کیا۔ اگر درست ہے۔ تو اس انار کے خشک درخت سے تازہ انار مرحمت فرما۔ زائد کی دُعا فوراً بارور ہوئی۔ اور وہ درخت انار فوراً ایز و متعال کی قدرت سے سرسبز اور ہرا ہوا ہو گیا۔ اور اس میں تازہ گل انار پیدا ہو کر نہایت لطیف اور تر و تازہ دُو انار بستہ ہوئے اور اسی وقت پختہ ہو کر زمین پر آ پڑے۔ زائد نے دونوں انار اٹھا کر ابوطالب کے سامنے دھر دیئے۔ جب چیرا گیا۔ تو اندر سے لعلِ زمینی کی طرح سُرخ دانے نکلے۔ حضرت ابوطالب نے ان میں سے چند دانے تناول فرمائے۔ ان کے رنگ نے لطف میں اڑا کیا۔ منقول ہے کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے روئے مبارک کی سُرخی اسی وجہ سے تھی۔ العزیز حضرت ابوطالب نہایت خوش و خرم زائد کے خلوت سمرائے سے باہر نکلے اور اپنے وطن کو روانہ ہوئے رجب مکہ معظمہ میں پہنچے۔ امیران کی پشت سے فاطمہ بنت اسد کے رحم میں منتقل ہوئے۔ اور جب حمل کی مدت پوری ہو گئی۔ تو والدہ امیر روایت کرتی ہیں کہ میں بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی کہ دروزہ کا اثر مجھ پر ظاہر ہوا۔ جب محمد مصطفیٰ نے مجھ کو دیکھا۔ تو کہا۔ لے مادرِ گرامی! کیا حال ہے؟ کہ میں آپ کے رنگ میں تغیر دیکھ رہا ہوں۔ میں نے صورت حال عرض کی۔ فرمایا۔ طواف خانہ کعبہ ختم کیجئے میں نے عرض کی کہ مجھ میں طاقت و توانا باقی نہیں رہی۔ فرمایا۔ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جائیئے کہ یہ ما زائے الہی ہے۔

اور بشائرِ المصطفیٰ میں برید بن قنبر سے مروی ہے کہ میں عباس بن عبدالمطلب کے ہمراہ تھا۔ اور بنی عبدالعزیٰ کی ایک جماعت وہاں موجود تھی۔ کہ فاطمہ بنت اسد مسجد میں داخل ہوئیں۔ اور عین طواف کی حالت میں دروزہ کا اثر معظّم پر ظاہر ہوا۔ جب باہر جانے کی طاقت نہ رہی۔ یوں دعا کی۔ لے خدا! اس خانہ متبرک حرمت کا واسطہ ولادت مجھ پر آسان کر۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی دیوار سُرخ ہو گئی فاطمہ اندر داخل ہوئیں اور جو تھے دروازہ امیر کو ہاتھوں میں لئے باہر تشریف لائیں۔

واوُدا الطّاکِی کا قول ہے کہ امیر سے پہلے اور نہ ان کے بعد کسی شخص کو یہ شرف نصیب نہیں ہوا کہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوا ہو۔ اس واقعہ کو عرب کے ایک فصیح شاعر نے نظم کیا ہے۔

شعر

ذَكَرْتُهُ فِي الْحَرَمِ الْمُعَظَّمِ أُمَّةً كَطَابَتْ وَطَابَ وَ لَيْدٌ هَذَا الْمَوْلِدُ

یعنی اس کی ماں نے اس کو حرمِ محترم میں جنما ہے۔ وہ ماں اور اس کا فرزند دونوں پاک اور طیب ہیں۔ اور جائے ولادت بھی پاک اور طاہر ہے۔

نظم

جوہرِ چو پاک بود و صدف نیز پاک بود آمد میانہ حرمِ کعبہ در وجود

کعبش ز فیض کعبہ صفا داشت لا حرم بردوشش سید درو جہاں بلوہ سے نمود

مولوی معنوی فرماتے ہیں۔

اے شمعِ دشتِ نجف از تو بجف دیدہ شرف تو دُورِی و کعبہ صدف مستان سلامت می کنند
ملا عبد الرحمن جامی نے فرمایا ہے۔

بسوئے کعبہ رود شیخ و من براہِ نجف برت کعبہ کہ انجام راست حق بطرف

تفاوتے کہ میان من است و او ایں است کہ من بسوئے گہر رفتم او بسوئے صدف

القصر جب فاطمہ بنت اسد حرمِ محترم سے اپنے گھر میں تشریف لائیں امیر کو گہوارہ میں لٹا کر ابوطالب کو بشارت دی۔ وہ نہایت خوشی اور مسرت کی وجہ سے دلیرانہ آگے بڑھے۔ کہ اپنے فرزندِ دلنند کے روئے مبارک کو دیکھیں۔ امیرِ کرم اللہ وجہہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر چھیل ڈالا۔ جب سید کا منات نے دریافت فرمایا کہ اس بچے کا کیا نام رکھا ہے۔ جواب دیا کہ باپ نے زید اور ماں نے اسد کے نام سے نامز دیکھا ہے۔ حضرت نے اپنی زبانِ سجعِ بیان سے ارشاد فرمایا۔ اس کا نام علیؑ علیؑ عالی ہمت رکھنا چاہیے۔ فاطمہ نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے بھی کعبہ کے اندر ایک ہاتفِ غیبی کو سنا۔ کہ یہ کہہ رہا تھا۔ کہ اس بچے کو علیؑ کے نام نامی سے نامزد کرو۔ لیکن میں اس کو رازِ خیال کر کے چھپاتی تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نام رکھنے کے باب میں ماں اور باپ میں مجاہدہ ہوا۔ آخر فیصلے کے لئے حرمِ کعبہ کے دروازے پر حاضر ہوئے۔ اور امیر المؤمنینؑ کی والدہ گرامی نے آسمان کی طرف منہ کر کے ایک رجز شروع کی۔ جس کا ایک شعر یہ ہے :-

بَيْنَ كُنَّا بِحُكْمِكَ الْمَرْضِيَّ مَا ذَا آتَرِي مِنْ اِسْمٍ هَذَا الصَّبِيِّ

یعنی اے خدا اس بچے کے نام رکھنے کے بارے میں جو تیری رضا ہے۔ حکم کیجئے۔

ناگاہ خانہ کعبہ کے کونٹے کی طرف سے ایک رجز سنی کہ ہاتفِ غیبی پڑھ رہا تھا۔ منجملہ ان کے ایک شعر یہ ہے :-

ۛ فَاسْمُهُ مِنْ شَامِخِ عَلِيٍّ عَلِيٌّ اُسْتُقَّ مِنَ الْعُلَى

د یعنی اس کا نام بلند جوٹی سے علی ہے جو کہ علی سے مشتق ہے، بیت

کام دہن و کام زبان است این نام آرام دل و راحت جان است این نام

آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ بچہ کہاں ہے؟ جب آپ کی نظر کسمپا اثر میں پیش کیا گیا تو انتہائے محبت اور نہایت مہربانی اور شفقت کے سبب گہوارہ سے باہر نکال لیا۔ اور گن اور آفتابہ منگا کر اپنے دست حق پرست سے غسل دینا شروع کیا۔ جب دائیں طرف دھوپکے۔ تو جناب امیر خود بخود بائیں پہلو کی طرف پھر گئے۔ اور آنحضرتؐ کو پہلو بدلنے کی زحمت نہ کرنی پڑی۔

بیت

بوقت غسل ازاں گشت از برے برے کہ زحمت نہ کشد دست حضرت از بر او

آنحضرتؐ نے جب یہ حال دیکھا۔ تو آپ پر رقت طاری ہوئی۔ اور اس قدر گریہ فرمایا کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ والدہ امیر نے پوچھا۔ اے محمد! رونے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ بچہ مجھ کو غسل دے رہا ہے۔ اور میں بھی اس کے آگے اسی طرح سے ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر خود بخود پلٹ رہا ہوں۔ اور اس کو کروٹ بدلنے کی زحمت نہیں دینا میں نے اس کو پہلے دن غسل دیا ہے۔ یہ مجھ کو آخری روز غسل دے گا۔ جب غسل سے فارغ ہوئے۔ تو روئے مبارک امیر کے سامنے رکھا اور اپنی زبان معجزہ بیان ان کے مُنہ میں رکھی۔ امیر المؤمنین جناب سید المرسلین کی زبان کو چوستے تھے۔ چنانچہ اخبار صحیحہ میں بتواتر وار ہوا ہے کہ امیر نے پہلے پہل جو چیز تناول فرمائی۔ وہ آنحضرتؐ کا لعاب مبارک تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ غسل کے بعد ان کی والدہ کے گود میں سے دیا۔ جب ماں نے اپنی چھاتی اُن کے مُنہ میں دینی چاہی۔ قبول نہ کی اور رونام شروع کر دیا۔ اور کچھ مدت یہی حال رہا۔ جب آنحضرتؐ کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تشریف لائے۔ اور گود میں سے کہ زبان مبارک ان کے مُنہ میں دی۔ جناب امیر نے زبان اقدس کو چوسنے کے بعد اپنی ماں کا دودھ پیا۔

الغرض بہر حال جناب امیر نے اول جو چیز تناول فرمائی وہ آنحضرتؐ کا لعاب دہن تھا۔ اور اس دہن مبارک کے لعاب کی برکت سے جو امرار و مَا يَطْلُقُ عَنِ الْهَوَىٰ کا سرچشمہ تھا۔ اس قدر عالم و دانا ہو گئے کہ بر سر منبر ارشاد فرمایا۔ سَلَوْنِي عَمَّا دُونَ الْعَرْشِ د عرش کے ماسوا جس چیز کی بابت چاہو۔ مجھ سے سوال کرو۔ اور یہ نقل مذکور کتاب اسفار موسوی مولفہ شیخ محسن احمد منفعت شانزدہم منافع الاولاد مولفہ مآ ضیاء الدین سنائی اور ہدایت السعداء میں بھی مذکور و مطور ہے۔

نیز بشائر المصطفیٰ میں منقول ہے کہ آنحضرتؐ امیر کی تربیت فرماتے تھے اور ہمیشہ خبر گیری کرتے تھے گویا اپنی گود میں پرورش فرماتے تھے۔ جب جناب امیر قریباً پانچ سال کے ہو گئے۔ اس وقت قریش میں تنگی

اور بے سرو سامانی پیدا ہوئی۔ اور خشک سالی کی وجہ سے ان کی عشرت تنگی اور عسرت سے بدل گئی۔ اور ابوطالب چونکہ عیالدار تھے۔ ایک روز آنحضرتؐ نے اپنے چچا عباسؓ سے فرمایا۔ کہ تم مالدار ہو۔ اور ابوطالب محتاج اور کثیر العیال اور قحط کی بلا میں مبتلا ہیں۔ آؤ ہم دونوں مل کر ایک ایک بچہ اس سے لے لیں تاکہ اس کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ عباسؓ نے آنحضرتؐ کی یہ بات قبول کر لی۔ اور دونوں مل کر ابوطالب کے گھر گئے اور صورت حال بیان کی۔ ابوطالب نے جواب دیا۔ کہ میرے بیٹوں میں سے عقیل کو تو میرے پاس رہنے دو۔ اور باقی کا تم کو اختیار ہے۔ آنحضرتؐ نے جناب امیر کو قبول کیا۔ اور عباسؓ نے جعفر کو لیا۔ اس وقت سے امیر المؤمنینؑ برابر سید المرسلینؐ کی کفالت اور تربیت میں رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ رسالت پر مبعوث ہوئے۔ اور جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ کو نکاح میں دے کر ایک حجرہ الگ مقرر فرمایا۔

مثنوی

| | | | |
|-------------------------------|-------------------------------|------------------------------|--------------------------------|
| بہ آیام طفلی امام البشر | بہ سرت صبی ز وزیر الامام | بہ سرت صبی ز وزیر الامام | بہ سرت صبی ز وزیر الامام |
| در فضائل بے نظیر آمد علیؑ | آں علیؑ کہ با محمدؐ در شکم | آں علیؑ کہ مادرش در کعبہ زاد | آں علیؑ کہ چوں بیاد وہ جہاں |
| آں علیؑ کہ نامش از عیب آمدہ | آں علیؑ کہ عارف ز زخداست | آں علیؑ کہ علم بر سراج یافت | آں علیؑ کہ انس مجاں رارہ نمود |
| آں علیؑ کہ خاتم خود در نماز | آں علیؑ کہ شایان اوست | آں علیؑ کہ شیرین دانش خطاب | آں علیؑ کہ محبتی اور تقویٰ است |
| آں علیؑ کہ ہست امیر المؤمنینؑ | آں علیؑ کہ ہست امام الفاروقین | آں علیؑ کہ اولین اولیاست | آں علیؑ کہ قطب اہل خویش بود |
| بسر برد اندر سر لے پدر | بہ کسب کمالات کرد اہتمام | بر ہمہ عالم امیر آمد علیؑ | داشت ایماں بلکہ در بطین قدم |
| آں علیؑ کہ مادرش در کعبہ زاد | آں علیؑ کہ عارف ز زخداست | آں علیؑ کہ علم بر سراج یافت | آں علیؑ کہ انس مجاں رارہ نمود |
| آں علیؑ کہ چوں بیاد وہ جہاں | آں علیؑ کہ نامش از عیب آمدہ | آں علیؑ کہ خاتم خود در نماز | آں علیؑ کہ شایان اوست |
| آں علیؑ کہ ہست امیر المؤمنینؑ | آں علیؑ کہ ہست امام الفاروقین | آں علیؑ کہ اولین اولیاست | آں علیؑ کہ قطب اہل خویش بود |
| بہ سرت صبی ز وزیر الامام | بہ سرت صبی ز وزیر الامام | بہ سرت صبی ز وزیر الامام | بہ سرت صبی ز وزیر الامام |
| در فضائل بے نظیر آمد علیؑ | آں علیؑ کہ با محمدؐ در شکم | آں علیؑ کہ مادرش در کعبہ زاد | آں علیؑ کہ چوں بیاد وہ جہاں |
| آں علیؑ کہ نامش از عیب آمدہ | آں علیؑ کہ عارف ز زخداست | آں علیؑ کہ علم بر سراج یافت | آں علیؑ کہ انس مجاں رارہ نمود |
| آں علیؑ کہ خاتم خود در نماز | آں علیؑ کہ شایان اوست | آں علیؑ کہ شیرین دانش خطاب | آں علیؑ کہ محبتی اور تقویٰ است |
| آں علیؑ کہ ہست امیر المؤمنینؑ | آں علیؑ کہ ہست امام الفاروقین | آں علیؑ کہ اولین اولیاست | آں علیؑ کہ قطب اہل خویش بود |

آن علیؑ کو ساقی کوثر بود
رتبہ او از ہمہ برتر بود
آن علیؑ کہ را اویسؑ آمد مرید
آن اویسے کہ بہ صفیں شد شهید
آن علیؑ کہ شاہ دل درویش بود
مدحیت او در دم مستی فرود
کرم اللہ وجہہ در شان او ست
بے شک افزودن از ہمہ ایمان او ست

منقبت^{۱۲۱}۔ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّيْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کے بیان میں معنی اس امر کا بیان کہ سب سے پہلے کون شخص آنحضرتؐ پر ایمان لایا۔

روضۃ الاحیاب کے دوسرے دفتر میں منقول ہے کہ اہل سیر و تواریخ میں اس باب میں اختلاف ہے کہ صحابہ میں سے اول جو شخص آنحضرتؐ پر ایمان لایا۔ کون تھا۔ اگرچہ بعض قائل ہیں کہ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تھا۔ اور یہ قول عمرو بن عبسہ۔ ابو سعید اور حسان بن ثابت سے منقول ہے۔ لیکن صحابہ عظام اکرام کی ایک جماعت کا یہ قول ہے۔ کہ وہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ تھے۔ جو سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لائے۔ اور یہ قول ابوذر غفاریؓ۔ سلمان فارسیؓ۔ مقداد بن اسودؓ۔ کندی۔ جناب بن الارت۔ جابر بن عبد اللہ انصاریؓ۔ خزیمہ بن ثابت انصاری۔ زید بن ارقم۔ انس بن مالک اور آنحضرتؐ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اور ایک روایت ابن عباس سے یہ ہے کہ
اَلْوَسْبِقُ ثَلَاثَةٌ السَّابِقُ اِلَى مَوْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ۔ السَّابِقُ اِلَى عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ صَالِحُ بِلِس۔ السَّابِقُ اِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ۔
د ایمان میں سب سے سبقت کرنے والے تین شخص ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والا یوشع بن نون ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والا صاحب بلیس ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کرنے والا علی بن ابی طالبؓ ہے، اور ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ دونوں سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے امیر کا ہاتھ اپنے دستِ حق پرست میں لے کر فرمایا۔ اِنَّ هَذَا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِي۔ یعنی یہ شخص سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے نیز سلمان سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ اَوَّلُ هَذِهِ الْاُمَّةِ وَرَدَ عَلَيَّ الْحَوْضِ اَوْ لَهَا عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ۔ اس امت میں سے سب سے پہلے وہ شخص حوض کوثر پر وارد ہوگا۔ جو سب سے پہلے اسلام لایا ہے۔ اور وہ علی بن ابی طالبؓ ہے، اور کتاب مذکور کے مقصد اول میں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ کے نکاح کی حکایت کے ضمن میں منقول ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فاطمہ زہراؑ سے فرمایا۔ میں نے تیرا نکاح ایسے شخص کے ساتھ کیا ہے۔ جس کا عرفان و معرفت سب سے زیادہ ہے۔ اور وہ سب سے پہلے ایمان لایا ہے اور خزیمہ بن ثابت انصاری سے حضرت امیر المؤمنینؑ کی مدح میں اس امر کی بشارت کے متعلق یہ دو شعر منقول ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

مَا كُنْتُ أَحْسِبُ هَذَا الْأَمْرَ مُنْصَرِفًا عَنْ هَاشِمٍ ثُمَّ مَنَّمَا عَنْ أَبِي حَسَنِ
أَلَيْسَ أَوَّلَ مَنْ صَلَّى بِقَبْلَتِهِمْ وَأَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ

(میں یہ گمان نہ کرتا تھا کہ یہ امر خلافت ہاشم سے علیمدہ ہوگا۔ بعد ازاں حضرت ابوالحسن سے جدا ہوگا۔ کیا وہ شخص نہیں ہے۔ جس نے پہلے پہل مسلمانوں کے قبلے کی طرف ناز پڑھی ہے اور قرآن اور سنت ہائے نبوی کا سب سے بڑھ کر عالم ہے) اور فصحاء عرب میں سے ایک شخص جناب امیر کی سبقت اسلامی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

قُلْ لَوْ بِنُ مَلْجَمٍ وَالْوَقْدُ الرُّغَالِيَّةُ هَدَمْتَ وَذَلِكَ لِلرُّسُلِ أَرْكَانًا
فَقُلْتُ أَفْضَلُ مَنْ يَمُشِي عَلَيَّ قَدِيمٌ وَأَوَّلُ النَّاسِ إِسْلَامًا وَإِيْمَانًا

(ابن لمجم ملعون سے کہہ دے۔ وہ انخالیکہ مقدرات الہیہ غالب ہیں تو نے اسلام کے ارکان کو ٹھہا دیا۔ اور ایسے شخص کو قتل کیا۔ جو قدموں پر چلنے والوں یعنی انسانوں میں سب سے افضل تھا اور از روئے اسلام و ایمان سب آدمیوں سے اول تھا) اور امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے کلام معجز نظام میں سے یہ بیت اس مضمون پر نہایت قوی دلیل ہے۔

بیت

سَبَقْتُمْ إِلَى الْوَسْطِ مَرَطْرًا غَلَامًا مَا بَلَعْتُ أَوْ أَوَّانِ حُلِيِّ

یعنی میں نے لڑکپن میں اسلام کی طرف تم سب سے سبقت کی ہے۔ حالانکہ میں ابھی بلوغ کو بھی نہ پہنچا تھا۔

مولف عرض کرتا ہے کہ صاحب روضۃ الاسباب نے تمام مومنون پر جناب امیر کی سبقت اسلامی کے ثبوت میں اسی بیت پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن شرح وقایہ۔ فصل الخطاب صواعق محرقة اور اربعین امام الخدابادی میں پانچ اور ابیات بھی دیکھنے میں آئی ہیں جو فضائل امیر المؤمنین پر مشتمل ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) مُحَمَّدَانِ النَّبِيِّ أَخِي وَصَهْرِي وَحَمْرَةُ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ عَسِي

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا بھائی اور میرا خسر ہے اور سید الشہداء حمزہؓ میرا چچا ہے۔

(۲) وَجَعْفَرِ الَّذِي يُضْعِجِي وَيُنْسِي وَيَطِيرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ ابْنِ أُخْتِي

یعنی اور جعفر طیار جو صبح اور شام فرشتوں کے ساتھ بہشت میں اڑتا پھرتا ہے میرا نانا ہے۔

(۳) وَبِنْتُ مُحَمَّدِ سَكْنِي وَعَرْسِي مَنُوطٌ لِحَمَاهِدِي وَوَلَحِي

یعنی محمد مصطفیٰ کی بیٹی میری دلارا اور میری دہن ہے اور اس کا گشت میرے گشت سے اور اس کا خون میرے خون سے ملا ہوا ہے۔

(۴) وَسَيْبِطِ أَحْمَدَ وَوَلَدَايَ مِنْهَا فَفَنَ مِنْكُمْ لَهُ سَهْمٌ كَسَهْمِي

یعنی اور احمد کے دونوں سے ان کی بیٹی کے شکم سے میرے بیٹے ہیں۔ پس تم میں سے کون ہے جس کا سہم میرے حصے کے برابر ہو۔

(۵) وَأَوْجَبَ لِيْ وَوَلَايَتَهُ عَلَيْكُمْ رَسُولُ اللَّهِ يَوْمَ غَدَا يُرِخُّهُ

یعنی اور میرے لئے اپنی ولایت رسول خدا نے غدیر خم کے دن تم سب پر واجب کیا۔

صاحبِ روئے الاحباب مقدمات مذکورہ کے آخر میں فرماتے ہیں کہ محققین اہل بیروت و تاریخ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اولِ خدیجۃ الکبریٰ اور علی مرتضیٰ ایمان لائے۔ ان کے بعد زید بن حارثہ۔ پھر ابوبکرؓ۔ بعد ازاں مالک رضی اللہ عنہم اور ابن عبد البر نے کتاب استیعاب میں روایت کی ہے کہ محمد بن قزطبی سے دریافت کیا گیا کہ امیر المؤمنین علی کا اسلام پہلے ہے یا ابوبکرؓ کا اسلام؟ اس نے جواب دیا سبحان اللہ! امیرِ اول اس دولت سے مشرف ہوئے۔ لیکن اپنے باپ کی رعایت اور خاطر داری سے خلقت کے سامنے ظاہر نہ کرتے تھے اور ابوبکرؓ نے آپ کے بعد اس دولت پر فائز ہو کر اسلام کا اظہار کیا۔ اس سبب سے نادان لوگ اشتباہ میں پڑ گئے۔ اور حبیب السیر کا دوسری جلدیں امیر المؤمنین خیدر کی سبقت اسلامی کے باب میں منقول ہے کہ بہت سی معتبر کتابوں میں روایات صحیحہ سے مرقوم ہے کہ خیر البشر روزِ دو شنبہ معبوث ہوئے۔ اور امیر المؤمنین نے نہ شنبہ کے روز سنئے ہی آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ اور صحیح ترمذی میں انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے۔ بَعِثَ رَسُولُ اللَّهِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَصَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ۔ یعنی پہنچے روزِ دو شنبہ (پیر) کو رسالت پر معبوث ہوئے۔ اور امیر المؤمنین علیؓ نے نہ شنبہ (منگل) کے روز نماز پڑھی اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اَوَّلُ مَنْ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ عَلِيُّ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ۔ یعنی اول جس شخص نے پیغمبر کے ساتھ نماز پڑھی وہ امیر المؤمنین علیؓ تھے۔ اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ عَلَيَّ اَوَّلُ جَوْشَعْنِ اِيْمَانَ لِيَا وَه عَلِيٌّ هُوَ، اور کتابِ بواقیت مولفہ ابو عمر زاہد میں عبد اللہ بن عباس سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین میں چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اہل بیت اطہار و صحابہ کبار میں سے کسی کو بھی ان میں کوئی خصلت نصیب نہیں ہوئی۔ اول جس شخص نے پہلے رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی۔ وہ وہی بزرگوار ہے۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت کا علم شکر تمام غزوات میں اس بزرگوار کے ہاتھ میں رہا۔ تیسرے یہ کہ تمام موکوں میں خصوصاً جنگِ ہراس یعنی جنگِ حنین میں نہایت صبر و شکیبائی سے ثابت قدم رہے۔ اور میدانِ جنگ سے فرار نہیں کیا۔ چوتھے یہ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل و کفن دے کر قبر میں اتارا۔ اور سیر النبی مولفہ امام کا زوزنی اور حبیب السیر میں عقیف کنڈی پسر عم اشعث بن قیس سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے میں ایک دفعہ بیت اللہ کا طواف کرنے کی نیت سے مکہ معظمہ میں گیا۔ ایک روز منے میں عباس کے پاس بیٹھا تھا۔ ناگاہ ایک شخص ایک خلوت خانے سے جو اس قرب و جوار میں تھا۔ باہر آیا۔ اور سورج کی طرف نگاہ کی۔ جب دیکھا کہ آسمان کے وسط سے ڈھل گیا ہے۔ نماز میں کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت بھی اسی جگہ سے نکل کر نیچھے آکھڑی ہوئی۔ بعد ازاں ایک لڑکا جو بلوغ کے قریب پہنچا ہوا تھا۔ اسی گھر سے نکلا۔ اور نماز میں شریک ہو گیا۔ میں نے

عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ یہ مرد بزرگ کون ہے۔ اور اس کام سے اس کا کیا مقصد ہے؟ جواب دیا کہ یہ مرد محمد بن عبداللہ میرا بھتیجا ہے۔ اور یہ عورت اس کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے۔ اور یہ لڑکا علی بن ابی طالب اس کا چچیرا بھائی ہے۔ اور میرا گمان یہ ہے کہ محمد شرف نبوت سے مشرف اور متاثر ہو چکا ہے اور کسریٰ اور قیصر کے خزانے اس پر کھولے جائیں گے۔ اور یہ نماز ہے جس کو وہ ادا کر رہا ہے۔ اور اب تک ان شخصوں کے سوا کسی نے محمد کی متابعت نہیں کی۔ کہتے ہیں کہ عقیف مسلمان ہونے کے بعد ہمیشہ اس حکایت کو نقل کرنا اور افسوس سے کہا کرتا تھا کہ آہ! اگر میں بھی اس روز ایمان لے آتا۔ تو بسفقت اسلامی میں امیر کائنات یعنی دوسرے درجے پر ہوتا۔ نیز میرا نبی میں محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ اول جو شخص رسول پر ایمان لایا۔ اور آپ سے بیعت کی۔ عورتوں میں خدیجہ الکبریٰ اور مردوں میں امیر المؤمنین علی تھے۔ اور اس وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔ ان کے بعد زید بن حارثہ نے اسلام اختیار کیا۔ بعد ازاں ابوبکر مسلمان ہوئے۔ کتاب **سراج الدرر** میں منقول ہے کہ اس باب میں ارباب میر و اصحاب خیر اور محدثین ثقات کا اتفاق ہے کہ اول جو شخص مشرف اسلام سے مشرف ہوا۔ عورتوں میں خدیجہ الکبریٰ اور مردوں میں علی مرتضیٰ تھے۔ چنانچہ روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ جب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التعقیات امت کے ڈرانے اور قواعد رسالت کے قائم کرنے پر مامور اور مبعوث ہوئے تو خدیجہ الکبریٰ اور علی مرتضیٰ کو مطلع فرمایا ان دونوں بزرگواروں نے بے تاثر اور بلا توقف کہا۔ **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ** اس کے بعد آپ ان دونوں کو پانی کے ایک چھتے پر لے گئے۔ اور جس طرح جبرئیل سے سیکھا تھا۔ ان کو وضو اور نماز کی تعلیم دی۔ اور ان دو شخصوں سے پہلے کسی اور نے نمازیں آنحضرت کی پیروی نہ کی تھی اور نقطہ رائے مطاب علی بن ابی طالب آنحضرت کی کفالت اور ذمہ داری کے سایہ میں گزران کرتے تھے۔ اور رات دن اس جناب کی خدمت میں بسر فرمانے تھے۔ اور اس وقت آپ کی عمر شریف دس سال کی تھی۔ اور ابوبکر چند سال کے بعد مجروحہ طلب کر کے اور مکاشفہ کا مشاہدہ کر کے ایمان لائے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ وہ مرکز دائرہ توفیق ابوبکر صدیق تجارت کے طور پر پرین تشریف لے گئے تھے۔ اور میں میں ایک بڑھا نہایت صاحب فراست و ریاضت تھا۔ جس کی عمر تین سو نوے سے سال کی تھی۔ جب اس نے ابوبکر کو دیکھا۔ تو تمام حالات اور واقعات بیان کئے۔ اور یہاں تک بتایا کہ مناف پر ایک سیاہ تل اور لان پر ایک نشان ہے اور کہا کہ لے ابوبکر جلد وطن کو واپس جا۔ کہ مدت ہوئی۔ پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہو چکے ہیں۔ اور اب خدا کے حکم سے خاص و عام میں اپنی نبوت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور ابھی تک ان کی بیوی اور پھر عم کے سوا اور کوئی شخص ان کی طرف مائل نہیں ہوا۔ جلد جا کہ ان کی بیعت کا شرف حاصل کر۔ تاکہ تو بھی سابقین کی شمار میں داخل ہو جائے۔ اور ایک رجب جس میں بارہ بیستین تھیں۔ ابوبکر کو یاد کرایا۔ اور کہا کہ جب آنحضرت کی خدمت میں مشرف ہو۔ تو میرا سلام عرض کرنے کے بعد اس رجب کو بزبان عجم و نیا زمیری طرف سے پڑھنا۔ ابوبکر نے نبوی کاروبار سے

فارغ ہو کر محترم کی طرف رخ کیا۔ جب مکہ معظمہ میں وارد ہوئے۔ تو عقبہ بن ربیعہ۔ ابوالمحری۔ عقبہ بن ابی معیط اور ابو جہل سے جو آنجناب کے احباب اور صحابہ جہن میں تھے۔ ملاقات کی اور پوچھا۔ اے میرے دوست! کیا کوئی جدید اور عجیب و غریب حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے۔ وہ بولے۔ ہاں۔ محمد بن عبد اللہ شہید ابوطالب نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اگر تم کو بھی اس سے محبت اور صداقت کا تعلق ہے۔ تو نصیحت سے دریغ نہ کرنا۔ اور اس بات پر اس کو باقی نہ رہنے دیا۔ ابو بکرؓ اس گمراہ جماعت کو تسلی اور تسکین دے کر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولت سرا کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اسی وقت آنحضرتؐ سے ملاقات کی۔ جب وہ علیؑ مرتضیٰ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ اور اسلام اور شرائع کے جو قواعد جبرئیلؑ سے حاصل کئے تھے۔ اپنے برادر جان برابر کو تعلیم کر رہے تھے۔ جب فارغ ہو چکے تو روئے مبارک ابو بکرؓ کی طرف کر کے فرمایا۔ اے پسر! ابو قحافہؓ آگاہ اور خبردار ہو۔ کہ میں خدا کا رسول اور خلق عالم کے لئے دعوت کنندہ اور رہنما ہوں۔ وقت کو غنیمت جان۔ اور بلغائے امت سے پہلے نہایت اختصاص و اخلاص کے ساتھ بیعت اختیار کر۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ اے محمدؐ! تم جو پہلے پیغمبروں کی طرح نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو یہ فرمائیے۔ آپ کا معجزہ کیا ہے؟ اور تیرے اس حال اور قول کا گواہ کون ہے؟ فرمایا۔ وہ بڑھا آدمی جو شہر میں تہجد کو ملا۔ اور تیرے پوشیدہ نشانات کا تجھ کو پتہ آیا۔ اور مواعظ و افروا و نصائح باہرہ سے غفلت اور ضلالت کا رنگ تیرے آئینہ دل سے صاف کیا۔ اور یہ رجز جس میں بارہ بیت ہیں۔ خود نظم کر کے تجھ کو سکھایا۔ اور ارشاد و ہدایت کا مشعل تیرے رستے پر روشن کیا۔ اور وہ رجز تمام و کمال پڑھ کر سنا یا۔ ابو بکرؓ نے حالات سن کر نہایت حیرت زدہ ہوا۔ اور عرض کی۔ میرے حالات و واقعات جو آپ نے بیان کئے۔ بالکل درست اور مطابق واقع ہیں۔ یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوئے؟ اور یہ حکایت بے کم و بیش کس طرح بیان کی۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ جبرئیلؑ آئین نے حکم ربّ جلیل مجھ کو یہ خبر پہنچائی ہے اور تمام حال اور صورت واقعہ سے آگاہ کیا ہے۔ ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ نے بڑبان عقدا و مبین اور سان صدق و یقین عرض کی کہ جب آپ کا یہ حال ہے۔ تو میں نے آپ کی رسالت کا اقرار و اعتراف کیا۔ اور جان و دل سے آپ کی نبوت کا قائل ہوا۔ پس حضرت کی خدمت گزاری پر مستعد ہوئے۔ اور مخالفت سے باز آ کر مباحثت اور متابعت اختیار کی۔ واللہ ولی التوفیق اور اس وقت حضرت ابو بکرؓ کی عمر پینتالیس یا چالیس سال کی تھی۔ چنانچہ اس کا کچھ ذکر شواہد النبوه اور روضۃ الاحباب میں بھی مذکور ہے۔ اور صفوة الزلال المعین در شرح احوال و سیرت سید المرسلین مولفہ حافظ ابو یوسف ثمالی میں بروایت ابو حنیفہ عمری یوں منقول ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امیر المؤمنین علیؑ سے سنا کہ فرماتے تھے۔ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ سَبْعَ سِنِينَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ أَحَدًا وَيُصَلِّيَ أَحَدًا۔ یعنی میں نے رسول خدا کے ساتھ سات سال تک نماز پڑھی۔ بیشتر اس کے کہ کوئی شخص مسلمان ہو۔ اور کوئی آدمی نماز پڑھے۔ اور جامع الاصول میں بھی مرقوم ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ وہ پہلا شخص ہے جو

آنحضرت پر ایمان لایا۔ اور اس وقت آپ کی عمر میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی اور بعض تیرہ۔ اور بعض دس سال کہتے ہیں لیکن آخری قول سب سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اکثر کتب معتبرہ میں بتواتر وارد ہوا ہے کہ آپ بالغ ہونے سے پہلے ایمان لائے۔ اور آپ کا کلام معجزہ نظام جواد پر مذکور ہوا ہے۔ اس پر شاہد ہے نیز آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ اَنَا الصِّدِّيقُ الْوَكْبِيُّ اَمَدْتُ قَبْلُ اَنْ اَمِنَ اَبُو بَكْرٍ یعنی میں صدیق اکبر ہوں میں ابو بکر کے ایمان لانے سے پہلے ایمان لایا۔ ابو عبد اللہ شیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارباب تواریخ و اصحاب سیر اور محدثین ثقافت میں اس امر میں کوئی اختلاف اور غلطی نہیں ہے۔ کہ مرتضیٰ علی وہ پہلا شخص ہے جو آنحضرت پر ایمان لایا۔ اور نماز میں آنحضرت کی اقتدا اور پیردی کی۔ اور کتاب استیعاب میں جتہ عرفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میں نے پانچ سال تک خدائے عزوجل کی عبادت کی پیشتر اس کے کہ اس امت سے کوئی اور شخص عبادت کرے۔

مولف کتاب عرض کرتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں یہ فرق ہے کہ پہلے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول خدا کے ساتھ سات سال تک نماز پڑھی ہے۔ قبل اس کے کہ دوسرا شخص اسلام لائے اور نماز پڑھے۔ اس قول کی بنا پر اس زمانے میں جناب امیر المومنین اسلام اور نماز پڑھنے کی جامعیت کا شرف رکھتے تھے اور اس باب میں آپ متفرد اور تنہا تھے۔ اور دوسرا شخص ان دونوں صفات کا جامع آپ کا شریک نہ تھا پس یہ ہو سکتا ہے کہ اس مدت میں کوئی دوسرا شخص اسلام لایا ہو۔ مگر نماز نہ پڑھی ہو۔ اور دوسرے قول میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میں نے دوسروں سے پہلے پانچ سال تک خدا کی عبادت کی ہے جس سے شرائع کا پورا پورا استعمال کا حقہ کر کے اور باطن کو اخلاق محمودہ و اوصاف حمیدہ سے آراستہ کر کے ظاہر کی تہذیب اور درستی کو نامراد ہے۔

پس ان دونوں قولوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین نے فضیلت اسلام اور اقامت نماز کی جامعیت میں دوسرے لوگوں پر سبقت کی۔ اور پانچ سال کی مدت میں پیشتر اس کے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص خواہ اسلام کامل کی حالت میں۔ یا بغیر اس حالت کے خدا کی عبادت کرے۔ امیر المومنین بروجہ اتم و اکمل مراتب عبادت و معرفت کے جامع تھے۔

مناقب خطیب وغیرہ کتابوں میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے محمد مصطفیٰ سے سنا کہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں اور علی خدا تعالیٰ کے حضور میں ایک نور تھے۔ اور وہ نور خلقت آدم علیہ السلام سے چار ہزار سال پہلے دس سال الوہیت کہ اس سال کا ایک روز اس دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ يَوْمًا عِنْدِي كَاَلْفِ سَنَةٍ - ایک دن میرے نزدیک تمہارے ہزار سال کے برابر ہے، خدا کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا۔ اور جب حق تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا۔ اس نور کو اس کی پشت

میں رکھا۔ پس ہم عبدالمطلب کی پشت تک ہمیشہ ایک جگہ اور اکٹھے رہے۔ پھر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے پس اس بنا پر ایک حصہ میں ہوں اور ایک حصہ علیؑ ہے۔ ار باب دانش اور صاحبان بینش پر واقع رہے کہ جب عالم غیب و اطلاق میں امیرالمومنینؑ کا سید المرسلینؑ کے ساتھ یگانگی اور اتحاد کا تعلق ایسا تھا جیسا کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد اور اظہار فرمایا ہے۔ اور اس عالم شہادت میں بالکل عینیت کی نسبت تھی۔ چنانچہ حضور در عالم ارشاد فرماتے ہیں۔ **يَا عَلِيُّ لِحُمِّكَ لِحُمِّي دَمُكَ دَمِي رُوحُكَ رُوحِي قَلْبُكَ قَلْبِي نَفْسُكَ نَفْسِي**۔ دے علی تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔ تیرا خون میرا خون ہے۔ تیری روح میری روح ہے اور تیرا قلب میرا قلب ہے۔ تیرا نفس میرا نفس ہے، اور حدیث نبوی کے مطابق حق سبحانہ آئیہ میا ہلہ میں امیرالمومنینؑ کو نفس سید المرسلینؑ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔ **قُلْ لَعَالَىٰ اَنْدَعُ اَبْنَاءَ نَاوَا اَبْنَاءَ كُمْ وَ نِسَاءَ نَاوَا نِسَاءَ كُمْ وَ اَنْفُسًا وَاَنْفُسًا قَا اَنْفُسِكُمْ**۔ (کہہ دے لے محمد! اسے نصاریٰ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو۔ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو) چنانچہ اس آئیہ کریمہ کی شان نزول باب آیات میں مذکور ہوئی پس یہاں دوٹی کہاں رہی۔ جو ہم اس بات کو سند میں پیش کریں۔ کہ امیرالمومنینؑ وہ شخص ہیں۔ جو پہلے اسلام لائے۔ اور آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ کیونکہ حدیث نبوی کے مطابق ابھی اسلام آتم عدم سے میدان وجود میں بھی نہ آیا تھا۔ کہ سید المرسلینؑ اور امیرالمومنینؑ دونوں ایک نور تھے اور وہ نور تسبیح اور تقدیس سے موصوف تھا۔ خدا کی قسم اس فقیر کے اعتقاد میں اسلام ان کی ذات فاضلہ البرکات کے آفتاب کی ایک شعاع ہے۔ کیونکہ وہ درحقیقت ایک نور تھے۔ اور شعاع نور سے منفک اور الگ نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ مقدمات مذکور اور تمہیدات مسطورہ جو صدر میں ذکر کئے گئے۔ محض عوام کے سمجھانے کی غرض سے مذکور ہوئے ورنہ ان دونوں بادشاہان کونین کے مابین اتحاد بلکہ عینیت کی نسبت اس درجہ کی نہیں ہے کہ کسی شخص کو تفکر اور تذکر کی مجال ہو۔ اگر یہ دونوں بھائی باہم ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر ذیل کی یہ بیت زبان پر جاری فرمائیں

تو کچھ عجب نہیں۔ بلکہ سزاوار و عین مناسب ہے۔ **والد مولف فرماتے ہیں۔ بیت**

| | |
|------------------------------------|-------------------------------|
| اتحاد ریت میان من و تو | من و تو نیست میان من و تو |
| آں بہتر دو عالم و این مہتر دو کول | آں سر و رسالت و این صفدر و غا |
| آں ختم انبیاست کز ویافت زیب و فر | ہم ملک نبوت و ہم تخت اصطفیٰ |
| دیں شاہ اولیاست کہ از قدر و احترام | ذاتش مشرف است بہ تشریف ائمانا |
| آں منظر فستوت و این مجمع کرم | آں مطلع کرامت و این منبع سخا |
| آں عارف حقیقت و این ہادی طریق | آں حاکم شریعت و این ولی و لا |

آں آسماں رفعت و ایں آفتابِ دین
 آں شاہ من عرف شد و سلطان کو کشف
 آں پیشوائے امت و ایں رہنمائے خلق
 آں بجز رستگاری۔ و ایں کشتی نجات
 آں کعبہ سعادت و ایں قبلمراد
 آں رحمتِ الہی و ایں فضل ذوالمنن!
 محکوم آں دو حکم قصہ آمد از قدر
 آں راست چرخ تابع و اجرام زیرِ حکم
 ایں ہر دو شاہ گوہر دریائے رحمت آند
 وانی حدیثِ کَحْمَلِکَ لَحْمِی ز کبریت

بعض مجتہدین اور علمائے دین کا قول ہے۔ ہاں اگرچہ اس میں شک نہیں کہ امیر المومنین علیؑ اسلام لانے میں تمام مومنوں اور صدیقیوں پر سبقت رکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ میرا لانا م علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت بالغ نہ ہوئے تھے۔ اس لئے اس اعتراض کی گنجائش ہے۔ اور فقیر مؤلف اس مسئلے کا منکر ہے۔ کیوں کہ آپ کا قبل از بلوغ ایمان لانا ہنر ہے۔ نہ کہ عیب۔ اور اگر سچے کا اسلام لانا شریعت کے نزدیک جائز نہ ہوتا۔ امیر المومنینؑ جو علم محمدی کے شہر کا دروازہ ہیں۔ کیوں کہ فخر یہ یہ شعر فرماتے سہ

سَبَقْتُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ طَرًّا عَلَمًا مَا بَلَّغْتُ أَدَانَ حُلِيِّ تَزْجِرُوا وَكُفْرًا

بلکہ جو دولت اور سعادت بعض صحابہ کبار کو چالیس سال جہالت میں بسر کرنے کے بعد میسر ہوئی۔ امیر المومنینؑ کو ماں کے رحم میں اس سے لاکھوں درجے زیادہ میسر اور حاصل تھی۔ اور وہ کیا ہے؟ سید کائنات علیہ فضل الصلوات و اکل التحیات والتسلیمات کے ساتھ عشقِ مادر زاد۔ بیشک کیوں کہ عشق نہ ہو۔ جبکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال (الوہمیت) پہلے آنحضرتؐ کے ساتھ عینیت کی نسبت رہی۔ اور یقین ہے کہ اگر اب معارف و عرفان اور اصحابِ معارف و ایقان کے نزدیک عشق۔ اور زاد اور اسلام لانے میں بہت بڑا فرق اور کامل تفاوت ہوگا۔ اور مؤلف یہ بات کچھ اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ اکثر کتب معتبرہ میں صیح اور متواتر روایات سے وارد ہوا اور پائے ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ امیر المومنینؑ بعثت سید المرسلینؐ سے پہلے اپنی ماں کے رحم میں آنحضرتؐ کے ساتھ ہم کلام ہوتے اور آپ کی نبوت اور رسالت کا اقرار اور اظہار فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اوپر نہایت تفصیل کے ساتھ اس کی بیان ہو چکا ہے۔ منقبت^{۱۲۲}۔ احسن الکبار میں مرقوم ہے کہ ایک روز شاہِ ولایت و نور ہدایت ستائیس سال کی عمر میں

بالاخانے پر بیٹھے خرماتناول فرار ہے تھے۔ سلمانؓ اس بالاخانے کے نیچے خرقہ سینے اور فقر و فنا کی تعلیم پانے میں مصروف تھے۔ شاہ ولایت پناہ نے ایک گٹھلی اوپر سے ڈال کر سلمانؓ کو اس دولت سے مشرف فرمایا۔ سلمانؓ بولے میں پرانا بٹھا عالم آخرت کی طرف راہی ہوں۔ اور آپ ابھی بچکے ہیں۔ آپ کا مجھ سے اس طرح پیش آنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اسے سلمانؓ تم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو۔ اور مجھ کو چھوٹا سمجھتے ہو۔ شاید فراموشی اور بھول غائب ہو گئی ہے۔ اور دشت اژرہ کے خوفناک حالات تمہارے دل سے محو ہو گئے ہیں۔ اور تم کو یہ معلوم نہیں رہا۔ کہ کس شخص نے نجات اور خلاصی کا دروازہ کھول کر تم کو شیر کی شرارت سے بچایا اور از سر نو تازہ زندگی عطا کی تھی؟ سلمانؓ نے حیرت زدہ ہو کر عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! دشت اژرہ اور شیر کا قصہ بیان فرمائیے۔ اور اپنی تقریر خوش آئند کے صیقل سے غفلت کا رنگ میرے دل سے صاف کیجئے۔ فرمایا۔ سلمانؓ تم پانی کے اندر شیر کے خوف سے جزع و فزع کر رہے تھے۔ اور اس وقت تم نے نہایت گریہ زاری سے درگاہ باری تعالیٰ میں اپنی رہائی کے لئے دعا کی تھی۔ تمہاری دعا قبول ہوئی۔ میں اس وقت اس جنگل سے گذر رہا تھا۔ میں ہی تھا وہ سوار جس کے کندھے پر زرہ پڑی تھی۔ اور ہاتھ میں تلوار لئے تھا۔ اور شیر کو دو ٹکڑے کر کے تم کو اس کے پیچ سے نجات دی۔ سلمانؓ نے عرض کی۔ کوئی اور نشان بھی ذکر فرمائیے۔ اور میری حیرت کو زیادہ کیجئے۔ یا امیر المؤمنین نے ایک نہایت تروتازہ پھولوں کا گلہ استہ آستین مبارک سے نکال کر ارشاد فرمایا۔ یہ تھا تمہارا تحفہ اور نذرانہ۔ جو تم نے اس سوار کو دیا تھا۔ سلمانؓ اور بھی متحیر ہوئے۔ اور کچھ سوچتے رہے۔ ناگہا ایک ہاتھ نے غیب سے آواز دی۔ لے پیر متقی! پیشوائے انبیا اور مقتدائے اصفیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں جا کر سارا حال عرض کیجئے۔ یہ آواز غیب سن کر سلمانؓ سید الثقلین اور مقتدائے خافقین کی خدمت میں روانہ ہوئے وہاں جا کر سارا حال یوں عرض کیا کہ میں نے انجیل میں آپ کی تعریف پڑھی۔ اور دل سے حضور کا شائق اور عاشق ہو گیا۔ سب دینوں سے دست بردار ہو کر آپ کا دین اختیار کیا۔ اور اس کو اپنے باپ سے پوشیدہ رکھا اور اس کے سامنے اس کا ذکر تک نہ کیا۔ لیکن میرا باپ کسی طرح اس حال سے واقف ہو گیا۔ اور میرے قتل کے درپے ہو گیا اور مجھ کو دیکھ دینے شروع کئے۔ لیکن میری ماں کی خاطر سے میرے قتل کرنے سے پرہیز کیا۔ اور اسی تدبیر میں رہا۔ کہ کسی بہانے سے مجھ کو قتل کر ڈالے۔ اور اپنے دل کو اس خرخشے سے نجات دے۔ اس لئے مشکل مشکل کاموں پر مجھ کو مقرر کرنا۔ اور ان مشکلات کے حل کرنے کا مجھ کو حکم دینا۔ آخر تنگ ہو کر میں نے وطن چھوڑ دیا۔ اور سفر اختیار کیا۔ اسی اثنا میں میرا گذر دشت اژرہ میں ہوا۔ وہاں کچھ دیر تک میں سو نارہا۔ اتفاقاً خواب میں احتلام ہو گیا۔ اور نہانے کی ضرورت ہوئی۔ تو غسل کرنے کے لئے ایک چشمے پر گیا۔ جب میں نہا رہا تھا۔ تو یکایک ایک شیر مردم خوار نمودار ہوا۔ اور میری طرف آیا۔ اور چشمے کے کنارے آ کر میرے کہڑوں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس حال میں

قاضی الحاجات کی طرف توجہ کی اور نہایت تضرع و زاری کے ساتھ یوں دعا کی کہ اے ارحم الراحمین مجھ کو اس شیر کے پنجے سے نجات عطا فرما۔ اتنے میں ایک سوار نمودار ہوا۔ اور اپنی تیغ آبدار سے اس شیر کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔ میں نے پانی سے باہر آ کر اس کی رکاب کو بوسہ دیا۔ چونکہ بہار کا موسم تھا۔ اور جنگل گلزار بنا ہوا تھا۔ چھوڑوں کا ایک گلدستہ تیار کر کے اس سوار کی نظر کیا۔ اتنے میں وہ سوار نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور ہر طرف تلاش کیا۔ اور بہت دور ڈھوپ کی لیکن کہیں پتہ نہ نکلا۔ اس واقعہ کو تین سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اور اب تک میں نے کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ اب آپ کے پسر عم نے اس واقعہ کو مجھ پر ظاہر کیا۔ اور مجھ کو حیرت کے دریا میں ڈال دیا۔ یا رسول اللہ! اس نے علم غیب کس سے سیکھا ہے؟ اور یہ اسرار لاریب کہاں سے حاصل کیے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے سلمان! ایسی باتیں میرے بھائی سے عجیب نہ جان۔ کیونکہ میں نے اس سے بھی زیادہ عجیب باتیں اس سے مشاہدہ کی ہیں۔ اے سلمان جب میں معراج کو گیا۔ اور سردۃ المنتہیٰ سے گذر کر اس مقام پر پہنچا کہ جبہ ٹیل امین میرا ساتھ دینے سے عاجز رہ گئے تھے، اکیلا عرشِ مجید کی طرف روانہ ہوا۔ اور عالم وجود سے بالکل الگ ہو گیا۔ خدا سے راز کہتا۔ اور جو اب سُنتا تھا۔ اسی عالم میں ایک شیر اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ جب غور سے نگاہ کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب ہے۔ جب میں معراج سے واپس آ کر اپنے بستر پر پہنچا۔ تو علی نے نہایت احترام اور توجت و سلام کے ساتھ اندر آ کر کہا اے شیر الایمان عنایات ملکِ علام آپ کو مبارک ہوں۔ بعد ازاں کہو راز کہ مجھ میں اور پروردگار میں ہوئے تھے۔ لفظاً لفظاً بیان کر دے۔ اے سلمان آدم کے زمانے سے یکے اب تک انبیاء اولیاء صلحاء اور القیام سے جو کوئی کسی بلا یا تکلیف میں مبتلا ہوتا تھا۔ علی ان کو نجات دیتا تھا۔ اور اس بلا و رنج سے ان کو رہا کرتا تھا۔ چنانچہ حدیثِ قدسی اس بیان کی شاہد ہے۔ **يَا اَحْمَدُ ارْسَلْتُمْ عَلِيًّا مَعَ كُلِّ نَبِيٍّ سِرًّا وَمَعَكُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً** (اے احمد میں نے علی کو ہر ایک نبی کے ساتھ پوشیدہ طور پر بھیجا ہے اور تیرے ساتھ پوشیدہ اور ظاہر دونوں طرح) **قاسم کا ہی فرماتے ہیں۔**

| | | |
|----------------------------|------------------------|-----|
| ہم بلا ہمیں و پور عمر انست | آدم و نوح بروہ و ادریس | نظم |
| گاہ واؤر و گاہ سیلانست | گاہ اسحاق۔ گاہ اسماعیل | |
| سخن آنے کہ عقل جبر انست | گفت برصطفیٰ شب معراج | |

مؤلف عرض کرتا ہے کہ دشتِ اثر دن کا قصہ اگرچہ آفتاب سے بھی زیادہ ترشہ ہوا اور واقع ہے۔ لیکن اگر کسی کے دل میں کسی قسم کا خلجان اور شک واقع ہو۔ تو عارفِ ربّانی شیخ علاؤ الدولہ سننالی کی کتاب چہل مجلس کو مطالعہ کرے۔ نیز قاسم کا ہی نے فرمایا ہے۔ **بیرت**

جوئے بغضِ علی ہر کس کہ کار و در زمینِ دل ندارد قصہ سلیمان و دشتِ اثر نہ باور!

اور معراج کا قصہ دستور الحقائق اور گنج اسرار میں بھی مرقوم ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اسی مضمون کو مولوی معنوی قدس سرہ نے نظم فرمایا۔

آں شاہ سرا فراز کہ اندر شب معراج
شیخ سعدی قدس سرہ فرماتے ہیں

چتر دامصطفیٰ در صورت باز سفید
با محمد ہچمو نور ویدہ بادیدہ قدسین
برگذشت از فلک آن سرور صاحب قرآن
گشت ہم معراج با احمد علی

زین سخن واقف ہو وروح دل
زین دوتن گشتہ حقیقت پائدار
زین دوتن دریاں گنج دل کبید
زین دوتن در فخر برتر از صفت
خارجی زین رشک رنجور آمدہ

اور خواجہ حافظ شیرازی بھی اپنے ایک شعر میں اشارہ اس واقعہ کی خبر دیتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جو اسرار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب معراج بیان فرمائے تھے۔ امیر المؤمنین نے جو حدیث نبوی کے موافق ساقی کوثر ہیں۔ ان تمام اسرار کو آنحضرت صلعم کے روبرو نہایت تفصیل اور بسط کے ساتھ ایک ایک کر کے بیان کیا ہے وہ شعر یہ ہے۔

بیت

سر خدا کہ عارف سالک بکس نہ گفت
در حیرت کہ بادہ فرش از کجا شنید

حافظ فرماتے ہیں کہ وہ اسرار جو خدا نے عارف سالک یعنی پیغمبر کو شب معراج تعلیم فرمائے۔ اور آپ نے کسی کو نہیں بتائے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ جب آپ معراج سے واپس آئے۔ تو بادہ فروش یعنی ساقی کوثر علی مرتضیٰ نے وہ تمام راز آنحضرت کے روبرو تمام و کمال بیان کر دیئے۔ حالانکہ حضرت نے بیان نہیں فرمائے تھے حافظ صاحب تعجب کرتے ہیں کہ جب حضرت نے بیان نہیں کئے۔ تو آپ کو کہاں سے معلوم ہو گئے اور کس سے سن لئے مترجم مناقب ۱۱۲

ملا جامی صاحب فرماتے ہیں

وز سقاہم ہر کہ در حق علیٰ انکار کرد
از کف ساقی جنت شربت کوثر نیافت

آنگہ چوں ما ابر و از خاک در گاہش نجست
جز لبہاں خشک و چشم تر و خشک و تر نہ یافت

منقبت ۱۲۳ - وسیلۃ المتعبدین میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کسی فریضہ کو قبول نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ علی مرتضیٰ کی دوستی سے طاعت ہو نہ ہو۔ جو کہ میرا بھائی۔ داماد اور بازو ہے۔ بعد ازاں میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے ابوذر جب شب معراج مجھ کو آسمان پر لے گئے۔ تو میں نے ایک فرشتہ دیکھا کہ نور کے تخت پر بیٹھا ہے۔ اور اس کے سر پر نور کا تاج رکھا ہے۔ اس کا ایک پاؤں مشرق ہے۔ اور ایک پاؤں مغرب میں۔ اور اس کے آگے ایک لوح دھری ہے۔ کہ تمام دنیا کو اس میں مشاہدہ کرتا تھا۔ اور تمام مخلوقات اس کے دونوں زانوؤں کے درمیان تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ بھی مشرق اور مغرب میں پہنچے تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ اس فرشتے کا کیا نام ہے؟ جواب دیا۔ عزرائیل۔ میں نے اس کے آگے جا کر سلام کیا۔ اس نے جواب میں کہا عَظَمْتَ السَّلَامَ لے خاتم الانبیا اور اے برادر علی مرتضیٰ میں نے کہا۔ تو اس کو پہچانتا ہے۔ عزرائیل نے کہا۔ میں کیوں کر نہ پہچانوں۔ کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو تمام مخلوقات کی روحوں کے قبض کرنے پر مقرر فرمایا ہے۔ سوائے آپ کی اور علی کی روح پر فتوح کے۔ کہ آپ دونوں حضرات کی روحوں کو پروردگار عالم اپنی مشیت اور ارادے کے موافق قبض فرمائے گا۔

منقبت ۱۲۴ - کفایت المؤمنین میں سعید بن ابی خالد سے روایت کی گئی ہے کہ ایک دن سید کائنات علیہ الصلوٰۃ کو تپ محرقہ عارض ہوا۔ جب امیر المؤمنین سید المرسلین کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو آنحضرت نے فرمایا۔ اے بھائی! مجھ کو تپ نے پریشان کر رکھا ہے۔ امیر المؤمنین نے اپنا دایاں ہاتھ حضرت کے سینہ مبارک پر رکھ کر یہ کلمات فرمائے۔ يَا دَاءِ أَخْرَجْنِي فَإِنَّكَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ (اے بیماری نکل جا کیونکہ آنحضرت خدا کے بند سے اور اس کے رسول ہیں)

راوی کہتا ہے کہ آنحضرت اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا۔ اے بھائی! اللہ تعالیٰ نے جو فضائل تم کو عطا فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ تمام دردوں اور بیماریوں کو تمہارا مطیع و فرمانبردار بنایا ہے۔

منقبت ۱۲۵ - کتاب مذکور میں محمد بن سنان سے مروی ہے کہ میں ایک روز امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص جہین سے آیا۔ امام نے فرمایا۔ کیا جہین کے آدمی ہم کو پہچانتے ہیں؟ اس نے عرض کی۔ اے فرزند رسول۔ ہاں پہچانتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ایک درخت ہے جس کو فصل بہار میں ہر روز درد و درفوعہ چھول نکلتے ہیں اور کلیاں کھلتی ہیں۔ ہم دن کے شروع میں اس کے چھول پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ اور شام کے وقت چھول پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔

منقبت ۱۲۶ - احسن الکبائر میں امیر المؤمنین حسن رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک رات میرے

والد بزرگوار نے فرمایا۔ اے بیٹا گھر میں پانی موجود ہے۔ اور مجھے غسل کی ضرورت ہے۔ رات بہت اندھری تھی۔ میں اٹھ کر پانی کی تلاش میں نکلا۔ اسی اثناء میں ایک ہاتف نے آواز دی۔ اے امام المتعبین پانی کا پشت لیجئے کہ میں بہشتِ عنبر سرشت سے لایا ہوں۔ پس حضرت نے اس پانی سے طہارت کی۔ اور نماز تہجد میں مصروف ہوئے۔ جب میں پانی لے کر واپس آیا۔ دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ میں نے عرض کی لے پد بزرگوار پانی کہاں سے ہاتھ آیا۔ فرمایا: حق تعالیٰ نے پانی کا پشت بھیجا تھا۔ اور جب میں غسل سے فارغ ہوا۔ تو ایک منادی یوں پکار رہا تھا۔ اے علی! تیری مانند کون ہو سکتا ہے۔ کہ جبرئیل امین تیرے غسل کرنے کے لئے پانی بہشت سے لاتا ہے۔ نیز جبرئیل نے مجھ سے کہا۔ اس عمل سے مجھ کو فرشتوں کے درمیان بڑا فخر حاصل ہوا۔ اور میں قیامت تک اس شرف پر فخر و مباہات کرتا رہوں گا۔

منقبت ۱۴۷۔ مصابیح القلوب میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک روز سید کائنات نماز عصر سے فارغ ہو کر اٹھے۔ اور فرمایا۔ جو کوئی مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ وہ میرے پیچھے پیچھے چلا آئے۔ ہم سب روانہ ہوئے یہاں تک کہ زہرہ فلکِ نبوت۔ بقعہ خطہٴ رسالت۔ چرخِ اہل بیت مصطفیٰ فاطمہ زہرا علیہا التیجۃ والثناء کے در دولت پر پہنچے۔ اسی اثنا میں تاج وار ہل آئی۔ شہسوار میدانِ لافشی۔ مشرف بہ تشریف۔ اٹھا مخصوص بہ عنایت۔ قُلْ لَوْ اَسْأَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا لَآ اَلْمُؤَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی یعنی امیر المومنین علی رضی۔ ایک کسبِ لپیٹے ہاتھ گانے میں بھرے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ہنر و بہتر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے بھائی! جو کچھ تم نے کل دیکھا ہے اس سے ان لوگوں سے خبردار کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ میں نماز ظہر کے وقت چاہتا تھا کہ طہارت کر کے نماز فرض کو ادا کروں۔ پانی موجود نہ تھا۔ حسن اور حسین کو پانی کی تلاش میں بھیجا۔ ابھی ایک ساعت نہ گزری تھی کہ ایک ہاتف نے غیب سے آواز دی۔ اے ابوالحسن! اپنی دائیں طرف نگاہ کرو۔ جب میں نے دیکھا۔ تو ایک سنہری طشت ہوا میں معلق نظر آیا۔ اس میں پانی بھرا تھا جو برف سے زیادہ سفید۔ اور شہد سے زیادہ شیریں۔ اور گلاب سے زیادہ خوشبودار تھا۔ میں نے اس پانی سے وضو کیا۔ کچھ پیا۔ اور ایک قطرہ میرے سر پر ٹپکا کہ اس کی خنکی میرے بدن میں پہنچی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اے بھائی! وہ طشت بہشت کا تھا۔ اور اس کا پانی طوبیٰ کے نیچے کا۔ اور وہ قطرہ جو تمہارے سر پر ٹپکا۔ وہ عرش کے نیچے سے تھا۔ بعد ازاں حضرت سے خوب بغل گیر ہوئے۔ اور دونوں بھوؤں کے درمیان بوسہ دے کر فرمایا۔ میرا دوست اور میرا نور چشم وہ شخص ہے جس کا خادم کل کے روز جبرئیل امین تھا۔

منقبت ۱۴۸۔ نیز کتاب مذکورہ میں واقعی سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز ہارون رشید کے پاس گیا۔ شافعی۔ محمد یوسف اور محمد اسحاق بھی وہاں موجود تھے۔ ہارون نے شافعی سے کہا تم کو فضائلِ علیؑ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ پانسونک۔ پھر یوسف سے دریافت کیا کہ تجھے کتنی حدیثیں یاد ہیں۔ اس نے جواب دیا

کہ ہزار تک بلکہ زیادہ۔ پھر اسحاق سے کہا۔ تو کتنی حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس جناب کے بیشمار فضائل متواتر احادیث کے ذریعے ہم کو پہنچے ہیں۔ اگر خون مانع نہ ہوتا۔ تو بیان کرتا۔ ہارون نے کہا۔ کس کا ڈر ہے؟ وہ بولا۔ تیرا اور تیرے عاقلوں کا۔ ہارون نے کہا۔ بیان کر۔ اور دل میں کچھ اندیشہ نہ کر۔ اسحاق نے جواب دیا کہ ہزار حدیث مسند اور پندرہ ہزار حدیث مسل مجھ کو یاد ہیں۔ ہارون نے کہا۔ میں تم کو حضرت کی وہ فیصلت بتاؤں۔ جو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہے۔ اور تم کو بھی دکھانا ہوں۔ اور جو کچھ تم کو یاد ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ فرمائیے۔ ہارون نے کہا۔ کہ مجھ کو دمشق کے عامل نے لکھا کہ یہاں پر ایک خطیب ہے جو امیر المؤمنین علیؑ کو گالیاں دیتا ہے۔ اور ناسزا کہتا ہے۔ میں نے اس ملعون کو دمشق سے طلب کر کے کہا۔ تو کس لئے گالیاں دیتا ہے وہ بولا۔ اس لئے کہ اس نے میرے باپ و دادوں کو قتل کیا ہے۔ میں نے کہا۔ اس جناب نے جس کسی کو قتل کیا ہے۔ خدا اور رسولؐ کے حکم سے قتل کیا ہے۔ وہ ملعون بولا۔ اگرچہ ایسا ہی ہے۔ لیکن میں اس کا دشمن ہوں۔ پس میں نے جلاؤ کو حکم دیا۔ اور اس نے سو کوڑے اس کو لگائے۔ اور ایک مکان میں اس کو بند کر کے قفل لگادیا۔ جب رات ہوئی تو میں نے دل میں سوچا کہ اس کو کس طریق سے قتل کروں۔ آگ میں جلاؤں یا پانی میں غرق کروں یا تلوار سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔ اسی خیال میں میری آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے تشریف لائے ہیں اور پانچ حصے آپ کے زریب تن ہیں اور امیر المؤمنینؑ بھی پانچ حصے پہنے نیچے آئے ہیں اور امام حسنؑ اور حسینؑ بھی دو حصے زریب تن کئے نیچے آئے اور ایک پیالہ صاف پانی سے بھرا ہوا ساتھ ہے۔ رسولؐ نے وہ پیالہ جبرئیلؑ سے لیا۔ اور میرے مکان میں پچاس ہزار آدمی کے قریب اس وقت جمع تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص شیعانِ علیؑ سے یہاں موجود ہے۔ وہ اس مجمع سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کل چالیس آدمی اٹھے۔ آنحضرتؐ نے ان کو پانی پلا دیا۔ اور فرمایا کہ اس دمشق کو لاؤ جب اس کو مکان سے باہر لائے۔ امیر المؤمنینؑ کی نظر جب اس پر پڑی۔ فرمایا۔ اے ملعون! تو مجھ کو گالیوں کیوں دیتا ہے؟ اور دُعا کی۔ اے خدا! تو اس کو مسخ کر دے۔ وہ ملعون فوراً کتے کی شکل میں ہو گیا۔ اور آپ کے حکم سے اس کتے کو پھر اس گھر میں بند کر دیا میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے کہا اس گھر کا دروازہ کھول کر دمشق کو میرے پاس لاؤ جب لائے۔ تو ایک کتا تھا۔ اور اب بھی وہ اس مکان میں موجود ہے۔ پھر ہارون کے حکم سے اس کتے کو باہر لائے لیکن اس کے کان آدمی کے کانوں سے کچھ مشابہت رکھتے تھے۔ انہوں نے اس کتے سے کہا کہ تو نے خدا کے عذاب کو کیسے پایا؟ اس نے سر جھکا دیا۔ اور آسٹاس کی آنکھوں سے جاری ہوئے۔ شافعی نے کہا کہ اس کو اس جگہ سے بہت دور لے جا۔ کیونکہ یہ مسخ ہے۔ عذابِ خدا سے امن میں نہیں رہ سکتا۔ جب اس کو اس گھر میں لے گئے بجلی اس گھر میں داخل ہوئی۔ اور اس گھر میں دمشق کتے سمیت جو کچھ موجود تھا۔ سب جلا دیا۔

منقبت - مسند احمد بن حنبل - مناقب خطیب - بحر الناقب اور معارج النبوة میں منقول ہے کہ قیامت کے روز جو انعامات خدا کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوں گے۔ ان میں سے ایک لوائے حمد ہے۔ جو آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور تمام انبیا اور رسول اس لوا کے سایہ میں ہوں گے چنانچہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے۔ **لِوَاءِ مُحَمَّدٍ يَوْمَئِذٍ يَسِيدِي** (لوائے حمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ **أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَوْخَرَ يَسِيدِي لِوَاءِ الْحَمْدِ وَلَا فَوْخَرَ وَمَا مِنْ تَبَعِي يَوْمَئِذٍ آدَمَ وَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا وَهُوَ مَحْتٌ لِوَأَعِي**۔

دہم قیامت کے روز اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ اور یہ کچھ فخر کی بات نہیں۔ میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا۔ اور اس میں کوئی فخر نہیں۔ اور آدم ان کے سوا جتنے پیغمبر ہوں گے۔ سب کے سب میرے علم کے نیچے ہوں گے، اور وہ لو یعنی علم ہزار سال کی راہ اونچا ہوگا۔ اور اس کا قبضہ سفید چاندی کا ہوگا۔ اور اس کی مجال یا قوت سُرخ کی۔ اور اس کا پھیلا سبز زمر و کا ہوگا۔ اور اس کے تین پھر برسے نور کے ہوں گے۔ پہلا مشرق ہیں۔ دوسرا مغرب ہیں اور تیسرا مکہ میں ہوگا۔ اور اس میں تین سطر ہیں کبھی ہوں گی پہلی سطر میں **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ** دوسری میں **الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** اور تیسری میں **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ** تخریر ہوگا۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مودت سید علی ہمدانی میں یہ روایت عبداللہ بن سلام منقول ہے۔ کہ تیسری سطر میں **عَلَيْكَ وَآلِكَ اللَّهُ** - بھی لکھا ہے اور ہر ایک سطر کی لمبائی ہزاروں برس کی راہ کے برابر ہے۔ جب اس علم کو میدان قیامت میں لائیں گے۔ تو ایک منادی ندا کرے گا۔ **أَيُّنَ النَّبِيِّ الْوَهْبِيُّ الْعَرَبِيُّ الْقُرَشِيُّ الْمَكِّيُّ الْحَرَمِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ خَاتِمَ النَّبِيِّينَ وَ سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَ رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِينَ**۔ (کہاں ہے پیغمبرِ آدمی عربی قرشی مکی حرمی تمامی محمد بن عبداللہ جو خاتم النبیین اور سید المرسلین اور پروردگار عالمین کا رسول ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ کر اس علم کو اپنے دست مبارک میں لیں گے بعد ازاں تمام انبیا آدم سے لے کر عیسیٰ مریم تک اور تمام صدیق۔ شہداء۔ صالحین اور تمام اہل عرفان اس علم کے ارد گرد جمع ہوں گے اور حضرت مقدس نبوی صلوات اللہ وسلام علیہ کے لئے نور کا ایک تاج لاکر اس سلطان انس و جان کے سر مبارک پر رکھیں گے۔ اور سر پر سبز کا ایک لباس آپ کے بدن مبارک میں پہنائیں گے۔ اور ستر ہزار علم اور ستر ہزار لواء (نشان) آنحضرت کے حضور پیش کریں گے۔ پس آنحضرت لواء حمد کو شاہ مردان علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک میں لے کر مذکورہ بالا فوجوں اور علموں اور نشانوں کو لواء حمد کے سائے میں داخل کریں گے اور جس جس نے سنت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور پیروی اختیار کی ہوگی۔ وہ آنحضرت کے ہمراہ صبح سالم اور خوش و خرم منات عدن میں فرود کش ہوں گے۔ **اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا بِفَضْلِكَ مُتَابَعَةَ هَذَا السَّيِّدِ الْأَمِينِ وَالنُّوْرِ الْمُبِينِ عَلَيْهِ**

الصلوة والسلام الی یوم الدین دلے خدا اپنے فضل و کرم سے اس سید امین اور نور مبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور پیروی نصیب کر آئیں، اور لوہ الحمد کی تہنیر تفسیر بحر العلوم اور بعض کتب تذکرہ میں اس طرح دیکھنے میں آئی ہے کہ جب آدم کو بدن میں روح داخل ہوتے وقت چھینک آئی اور الحمد للہ کے جواب میں یَزْحَمُكَ رَبُّكَ سَبَقَتْ رَحْمَتِي عَضْبِي (تیرا پروردگار تجھ پر رحم کرے۔ میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت کی ہے) سنا۔ اس وقت نور محمدی آدم نے پیشانی میں متحرک تھا۔ کہتے ہیں کہ چھینکتے وقت اس میں سے ایسی آواز نکلی جیسے موتی پیستے ہیں۔ آدم نے عرض کی لے خدا یہ کس چیز کی آواز ہے؟ خطاب ہوا یہ تیرے فرزند محمد نبی آخر الزمان کا نور ہے۔ آدم کو نور محمدی کے مشاہدہ کرنے کی آرزو پیدا ہوئی۔ اور یہ آرزو ان کے دل میں بہت ترقی کر گئی۔ وہ آپ کی پیشانی سے منتقل ہو کر گلے کی انگلی میں جلوہ گر ہوا۔ آدم علیہ السلام نے گلے کی انگلی اٹھا کر شہادتین کی تلاوت کی۔ اور یہ سنت اپنی اولاد میں قیامت تک باقی چھوڑی۔ اور اس کی ہر وجہت کا نقش صفحہ اول پر صدق و یقین کی رقم سے تحریر کیا۔ اور اس نور کے انتقال کرنے کی برکت سے آدم علیہ السلام کے دائیں پہلو میں یمن و برکت اور شیر سعادت پیدا ہوئی۔ اور جو اولاد کہ مائیں طرف قیام پذیر تھی۔ سعادت مند اور کامگاہ اور اصحاب الیمین کے لقب سے معزز ہوئی۔ اور جو آدم کے بائیں طرف تھی اس سعادت مند اور خوشحالی سے محروم رہی۔ القصہ جب آدم نے نور محمدی انگشت شہادت کے آئینہ میں مشاہدہ کیا۔ اس وقت غیب سے خطاب ہوا کہ لے آدم جس شخص کا فرزند غائب ہو۔ اور وہ حاضر ہو جائے۔ وہ شخص اس فرزند کو کچھ ہدیہ دیا کرتا ہے۔ اب تیرا ہدیہ اس فرزند ابرجد کے لئے کیا ہوگا؟ عرض کی لے میرے خدا! تیرے خزانہ کرم سے جو کچھ مجھ کو مرحمت ہوا ہے۔ وہ صرف کلمہ الْحَمْدُ لِلَّهِ ہے جو میری زبان پر جاری کرایا گیا ہے۔ میں نے اس حمد کا ثواب اس فرزند اقبال مند کو عطا کیا۔ حق تعالیٰ نے اس حمد کے ثواب سے یہ لواد علم پیدا کیا اور اس کو لواد الحمد کے نام سے نامزد کر کے سید انبیا علیہ والہ الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص فرمایا۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اس لواد پر جلال نور قبول کے ساتھ نکلے ہوں گے۔ اور ہر قبہ میں خوش جمال اور خوبرو جوڑیں بیٹھی ہوں گی اور ہر ایک جوڑے کے ہاتھ میں ایک ایک برات دہر دانہ ہوگی۔ اور ان براتوں میں ان کے شوہروں کا تعین ہوگا۔ اور جوڑیں ان قبول کے غروں میں اپنے شوہروں کی منتظر ہوں گی تاکہ جو جوڑ اپنے شوہر کو میدان قیامت میں دیکھے۔ وہ اپنا ہاتھ دراز کر کے اپنے نامزد کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ تحفہ ناز پر لا بٹھائے۔ بعد ازاں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس علم کو اٹھائیں جب فرشتے اس کے اٹھانے سے عاجز رہ جائیں گے تو حق تعالیٰ کا حکم ہوگا۔ آيْنَا آسَدَ اللّٰهِ الْغَالِبِ۔ یعنی ہماری درگاہ کا شیر علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ امیر المومنین حاضر ہوں گے اور اس لواد حمد کو گلہ ستے کی طرح ہاتھ پر لے کر پل عراط سے گزار دیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ ایک نیم جنت کو بھیجے گا تاکہ

تاکہ علیؑ عالی علم کو لوٹے حکیمیت اٹھا کر جنت کے میدان میں پہنچا دے۔ اور وہ علم اس روز شاہ مردان کے سر پر ایک تاج کی مانند ہوگا۔ اور اولیاء اس علم میں ایسے معلوم ہوں گے۔ گویا جواہر آب و در تاج میں جڑے ہیں۔ بیعت

لوٹے حمد ہیں بر سرش بروز قیام مبین بتلج سلیمان و مرغ بر سراد

اور وہ علم جب تک میدان قیامت میں قائم رہے گا۔ اہل دوزخ کے عذاب میں تخفیف ہے گی۔ اور جب اس کو عرصہ محشر سے اٹھا کر عہد جنت میں لے جائیں گے۔ دوزخوں پر سخت عذاب ہو جائیگا۔ اور جہنم کے طبقوں کو باہم منطبق کر دیں گے۔ اس وقت لوگوں کو لوٹے اللہ کی قدر و منزلت معلوم ہوگی اور اس کی تعریف کرنے لگیں گے۔

منقبتؑ - نیز معارج النبوت میں سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہتمام سے بیت المرام کو نجاست اصنام اور آلائش ازلام سے پاک کرنے کا حال اس طرح پر مذکور ہے کہ تمام کتب سیر اس خبر سے بھری بڑھی ہیں۔ کہ مشرکوں نے تین سو ساٹھ بت خانہ کعبہ کے اطراف و نواحی میں نصب کر رکھے تھے۔ اور ابلیس نے ان بتوں کے قدموں کو شیشے کے ساتھ زمین کے اندر مضبوط کر رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نیزہ یا کڑھی سے جو آپ کے دست مبارک میں تھی۔ ان بتوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے۔ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ مَا يَبْدِي عَنِ الْبَاطِلِ وَ مَا يُعِيدُ دُکھوے اے محمدؐ کہ حق آگیا۔ اور باطل نہ پیدا کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ زندہ کر سکتا ہے، وہ بت نکڑھی لگتے ہی گر پڑتے تھے۔ حالانکہ ان کے پاؤں جیسے سے مضبوط جڑے ہوئے تھے۔ اور اسی طرح جو بت مشرکوں کے گھروں میں تھے۔ اس روز سب کے سب اوندھے گر پڑے۔ اور

سید المرسلین نے امیر المؤمنین سے فرمایا۔ اور آنجناب نے اساف اور نائلہ کو توڑ ڈالا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اساف صفا پر نصب کیا ہوا تھا۔ اور نائلہ مردہ پر۔ کہتے ہیں کہ ان دو بتوں کی اصل یہ ہے کہ اساف بن عمرو ایک مرد تھا۔ قبیلہ بنی جرہم سے۔ اور نائلہ بنت سہل ایک عورت تھی۔ اسی قبیلے سے دونوں نے خانہ کعبہ کے اندر زنا کیا۔ اور خدائے عز و جل نے ان کو مسخ کر دیا۔ اور وہ پتھر بن گئے۔ اور قریش نے اپنی کمال جہالت اور زیادتی حماقت و ضلالت کے سبب ان مسخ شدہ بتوں کی بوجا کرنی شروع کر دی۔ جب اس بت کو جس کا نام نائلہ تھا۔ توڑا گیا۔ تو اس کے اندر سے ایک کالی اور تنگی عورت نکلی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ نائلہ ہے۔ اور عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ اس روز آنحضرت جس بت کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔ وہ پیٹھ کے بل گر پڑتا تھا۔ اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ چند بت ایک اونچی جگہ میں رکھے ہوئے تھے۔ جہاں ہاتھ نہیں پہنچتا تھا۔ جب مصطفیٰ مرتضیٰ کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ امیر المؤمنین نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ اپنا پائے مبارک میرے کندھے پر رکھ کر ان بتوں کو اپنی جگہ سے پھینک دیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اے بھائی! تم میرا بوجھ اٹھانے کی طاقت

نہیں رکھتے۔ تم ہی اپنا پاؤں میرے کندھے پر رکھو۔ اور اس کام میں مشغول ہو۔ امیر المؤمنینؑ نے حضور کے حکم کی تعمیل کی۔ **بیت**

قدم بدوش سرافراز دین نہاد بحکم شکست گردن بُت، همچو فرقت گداو
منقول ہے کہ جس وقت امیر المؤمنین کا پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش متبرک پر
تھا۔ اس وقت آنحضرت نے پوچھا۔ اے بھائی! تم اپنے آپ کو کس حالت میں پاتے ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ! میں
ایسا دیکھتا ہوں کہ حجاب اٹھا دیئے گئے ہیں۔ اور میرا مساقِ عرش پر پہنچ گیا ہے جس چیز کی طرف ہاتھ پھیلاتا
ہوں۔ اگرچہ وہ سارا آسمان ہی کیوں نہ ہو۔ آسانی سے میرے قبضہ میں آجاتی ہے۔ فرمایا۔ اے بھائی! خوشا
بحال تو کہ حق کا کام کرتے ہو۔ اور میری حالت بھی بہت اچھی ہے۔ کہ میں حق کا بوجھ اٹھا رہا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اے بھائی! تم اپنے مقصود اور مطلوب کو پہنچ گئے۔ **بیت**
زہے نقش پائے کہ بدوش احمد زہر نبوت مقدم نشیند

کہتے ہیں کہ جب امیر المؤمنینؑ بتوں کو زمین پر پھینک کر دوش مبارک سے زمین پر کود پڑے تو مسکائے
آنحضرت نے مسکانے کا سبب پوچھا۔ عرض کی یا رسول اللہ میرے مسکانے اور تقسیم کرنے کا سبب یہ ہے کہ
میں اتنی بلندی سے کود کر زمین پر آیا۔ اور کسی قسم کا صدمہ مجھ کو نہیں پہنچا۔ فرمایا۔ اے بھائی! تم کو صدمہ کیونکر
پہنچتا۔ جبکہ محمدؐ نے تم کو اٹھایا۔ اور جبرئیل نے نیچے اتارا۔

لطیفہ۔ گویا حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندے! آج کے روز میں تیرا اٹھانے والا ہوں چنانچہ
قرآن میں فرماتا ہے۔ وَحَمَلْنَا هُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ اور ہم نے خشکی اور تری میں ان کو اٹھایا، اور کل روز قیامت
کو تجھ کو بہشت میں پہنچاؤں گا۔ وَنَدَّخَلْنَاهُمْ مَدَنًا حَلَاكِيَةً يَمَّا (اور ہم کو بزرگ مقام میں داخل کریں گے، اور جس
جگہ کہ اٹھانے والا محمدؐ تھا۔ اور اتارنے والا جبرئیلؑ۔ وہاں کسی قسم کی تکلیف علیٰ کو نہیں پہنچی۔ اور جہاں پر کہ اٹھانے والا اور
اتارنے والا خود میں ہی ہوں گا۔ امید رکھ کہ تجھ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے گی۔ اُولَئِكَ لَهُمُ الدَّارُ الْاُولَىٰ وَهُمْ
مُفْتَدُونَ (ان ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں) اور اس باب میں اہل اشارت نے
بہت سے نکتے پیدا کئے ہیں۔ اول امیر المؤمنینؑ کے دوش سید المرسلینؑ پر چڑھنے میں تین حکمتیں تھیں پہلی حکمت
یہ ہے کہ نبوت کی قوت و ولایت سے بڑھ کر ہے۔ ولی نبی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا لیکن نبی ولی کا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔

چنانچہ اس مطلب کا ایک شہدہ آنحضرتؐ نے خود بھی ارشاد فرمایا ہے۔ دو مہری حکمت یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبٌ جَبَلًا (تم اور جن کی تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو جہنم کے پتھر
ہیں) اس حکم خداوندی کے موافق بتِ دوزخ کا ایندھن اور جہنم کی آگ بھڑکانے اور مشتعل کرنے والے ہیں۔ اور آنحضرتؐ

سے مشرف اور ممتاز ہے۔ اگر چند گناہوں کی وجہ سے بیگانہ ہو جائے۔ تو کیا تعجب ہے۔

تیسرا اشارہ یہ ہے کہ کفار نے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ وہ اس گھر کی نسبت کو حق تعالیٰ سے ساقط نہ کر سکے۔ یہاں کہ ہر رات اور دن میں تین سو ساٹھ نظر سے اپنے بندے کے دل کو تقویت بخشتا ہو کیوں کر اس کی اضافت اور خصوصیت ساقط ہو سکتی ہے۔ ایک حکایت اس بات میں سنو۔ کہتے ہیں کہ جس روز موسیٰ علیہ السلام کی قوم دریا پر سے گذر رہی تھی۔ موسیٰ آگے آگے جاتے تھے۔ اور ہارون قوم کے پیچھے۔ بنی اسرائیل دونوں کے بیچ میں تھے۔ مقدمہ اور ساقہ کی برکت سے پانی کو یہ مجال نہ تھی کہ کسی کا بال تک بھی تر کر سکے۔ اسی طرح یہاں اشارہ یہ ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو جناب باری تعالیٰ کی طرف سے نلا آئے گی۔ لے محمدؐ تو نے خود علیؑ سے یہ نہ کہا تھا کہ انت منی بمنزلہ ہارونؑ من موسیٰؑ الا انہ لا نبی بعدی (تو مجھ سے اس درجہ پر ہے جیسے موسیٰ سے ہارونؑ تھے۔ مگر یہ فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) آنحضرتؐ عرض کریں گے۔ بیشک۔ پروردگار فرمائیں گا۔ جب امت کو آتشِ دوزخ کے دریا پر سے گذرانا ہو۔ تو تم دونوں میں سے کوئی سا ایک مقدمہ یعنی آگے ہو جائے۔ اور ایک ساقہ یعنی پیچھے ہو جائے۔ اور امت کو اپنے درمیان بگ دو۔ تاکہ آتشِ دوزخ کی یہ مجال نہ ہو کہ وہ کسی کے بدن پر سے ایک بال بھی جلا سکے۔

منسقبۃ^{۱۳} صحیح واقدی۔ تبعیات ابو نصر ہمدانی۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ روضۃ الصفا اور معارج النبیۃ میں مرقوم ہے کہ مقدمات ہجرت کے بارے میں علمائے فن سیر نے یہ نقل کیا ہے کہ جب مشرکان قریش نے واراندہ میں آنحضرتؐ کے باب میں شورہ کیا۔ اور آخر کار یہ صلاح قرار پائی۔ کہ آپ کو قتل کیا جائے۔ اور اس پر عہد و پیمان مرتب ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کے مکر سے خبردار فرمایا۔ اور ان کے مکر و فریب کو باطل کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَكَوُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (العنبر ۵) اور جبرئیلؑ نے بحکم ربِّ جلیل صاف خدمت ہو کر ان کی مجلس نجس کے تمام واقعات اور اس گروہ بے شکوہ کے سارے منسوبے ایک ایک کر کے عرض کئے۔ اور یہ آپ پر پڑا۔ وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجِ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا تَصْدِيْقًا (ابن اسیرؒ) اور کہنے لگے رسولؐ کہ لے میرے پروردگار! کہ مجھ کو صدق و راستی کے مقام میں داخل کر۔ اور صدق و راستی کے ساتھ باہر نکال! اپنی طرف سے میرے واسطے سلطان نصیر (سلطنت غالبہ و ناصرہ) قرار دے، اور کفار کا قصد و ارادہ مفصل طور پر بیان کرنے کے بعد عرض کی کہ یا رسول اللہؐ خدا کا حکم یہ ہے کہ آپ آج کی رات اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں۔ دوسرے روز اسباب سفر تیار کر کے مدینہ سکینہ کی طرف متوجہ ہوں۔ الغرض جب رات ہوئی

تو روسائے قریش مثل ابوجہل - ابولہب - ابی بن خلف اور دیگر اشدتیا حضرت مصطفیٰ کے در دولت پر اپنے منصوبے کے موافق آکر جمع ہو گئے۔ اور انتظار کرنے لگے کہ جب آنحضرتؐ سوجائیں۔ تو وہ طوعون اس جناب رسالتؐ مآب کو قتل کر ڈالیں۔ ابولہب نے کہا کہ آج رات ہم اس کو صبح تک روکے رہیں تاکہ بنی ہاشم کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے اس کو بہیت مجموعی یعنی سب نے مل جل کر قتل کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے ان گمراہوں کے اس باطل ارادے سے واقف ہو کر امیر المؤمنینؑ سے فرمایا۔ اے بھائی! مجھ کو مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور کل کو سفر کی تیاری کروں گا۔ جو امانتیں لوگوں کی میرے پاس ہیں تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ ان کے مالکوں کو پہنچا کر جلد تر مدینہ میں پہنچ جاؤ۔ اور مشرکوں کا ارادہ ہے۔ کہ آج کی رات مجھ کو قتل کر ڈالیں۔ تم سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ رہو۔ انشاء اللہ تم کو کسی قسم کا آسیب نہیں پہنچے گا۔ امیر المؤمنینؑ نے نہایت فارغ البالی اور دلجمعی سے تکیہ لگا کر اپنے نفس نفیس کو آنحضرتؐ کی ذات مقدس کا فدیہ بنایا۔ اور یہ بات پائیہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس رات امیر المؤمنینؑ نے سید المرسلینؐ کے بستر خاص پر تکیہ لگایا۔ حق تعالیٰ نے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ پر وحی کی کہ میں نے تم دونوں میں عقد مواعنات یعنی بھائی چارہ قائم کیا ہے۔ اور ایک کی عمر کو دوسرے سے بڑا کیا ہے۔ تم میں سے کونسا اپنی زندگی کو اپنے بھائی کی زندگی پر ایثار اور قربان کرتا ہے۔ دونوں نے جدا جدا عرض کی کہ میں اپنی زندگی کو زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ اور دوسرے کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح نہیں دیتا۔ وحی ہوئی کہ لے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ تم علیؑ کی مانند کیوں نہیں ہوتے۔ کہ میں نے اس کے محمدؐ کے درمیان عقد مواعنات قائم کیا ہے اس نے اپنی جان کو محمدؐ کے نفس گرانا یا کا محافظ بنا لیا ہے۔ اور محمدؐ کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح اور فوقیت دی ہے۔ لہذا تم پر لازم ہے کہ دونوں آسمان سے زمین پر جاؤ۔ اور دشمنوں کے شر سے علیؑ کی حفاظت کرو یہ دونوں سلطانِ بچوں کے حکم سے آسمان سے پرواز کر کے زمین پر نازل ہوئے۔ جبرئیلؑ امیر المؤمنینؑ کے سر ہانے اور میکائیلؑ پانٹنی کی طرف کھڑے ہوئے۔ جبرئیلؑ کہتے تھے۔ یَبِغْ یَبِغْ لَكَ يَا عَلِيُّ۔ یعنی یا علیؑ آپ کو مبارک ہو۔ کون شخص آپ کی مثل ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کے وجود اقدس کے سبب ملا علیؑ کے فرشتوں پر فخر و مباہات فرماتا ہے۔

بیت

ہر آنکہ بہر خدا راہ نفس یر بندد ملک ز عرش بفرمان او کمر بندد
بعد ازال امیر المؤمنینؑ کی شان میں آیہ کریمہ۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُتَّبِعُ نَفْسَهُ اَبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ
اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَرْدُودٌ بِالْاِحْبَادِ۔ نازل ہوا۔ امیر المؤمنینؑ نے بھی اس باب میں چند بیعتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

ابت

وَقَدِيتُ نَفْسِي خَيْرَ مَنْ وَطِئَ الْحَطْلَةَ وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالْحَجَرِ
 یعنی میں نے اپنے نفس کو اس شخص کا محافظ اور سپہر بنایا جو پیٹ پر پتھر باندھنے والوں اور جو خانہ کعبہ اور
 حجر الاسود کے طواف کرنے والوں میں سب سے بہتر اور افضل ہے۔

رَسُولُ إِلَهُ خَاتِ أَنْ يَتَكَبَّرَ وَإِيَّاهُ فَذَجَّيْ ذَوَالطُّوْلِ الْإِلَهُ مِنَ الْمَكْرِ
 یعنی خدا کے رسول کا جس نے یہ اندیشہ کیا کہ کفار اس سے مکرو فریب سے پیش آئیں گے پس خدائے
 بزرگ و بڑتر نے ان کے مکرو سے اس بزرگوار کو نجات بخشی۔

وَبَاتَ رَسُولُ اللَّهِ فِي الْغَارِ آمِنًا مُؤْتَى فِي حِفْظِ الْإِلَهِ وَفِي سِتْرٍ
 یعنی رسول خدا نے امن و امان کے ساتھ خدا کی حفاظت اور اس کے پرے سے میں غار کے اندر رات بسر کی۔
 وَبَتَّ أُرَاعِيهِمْ وَمَا يَتَذَنَّبُ نَبِيٌّ فَقَدَ وَطَّيْتُ نَفْسِي عَلَى الْقَتْلِ وَالْأَسْرِ
 یعنی اور میں نے اس حال میں رات بسر کی کہ میں مشرکوں کی حفاظت کروں حالانکہ انہوں نے مجھ کو شناخت نہیں
 کیا اور میں نے اپنے نفس کو قتل اور قید ہو جانے پر مطمئن اور تیار کر رکھا تھا۔

اور تمام کتب سیر میں منقول ہے کہ جب امیر المؤمنین سید المرسلین کے بستر مبارک پر تکیہ لگا چکے۔ تو
 آنحضرتؐ دولت سر سے باہر تشریف لائے۔ اول سورہ یسین۔ آء غَسَّيْنَاَهُمْ فَهَمْ لَوْ يُبْصِرُونَ ط
 تک تلاوت فرمائی اور خاک کی ایک مٹھی لے کر ان ملاعنہ کفار کے سروں پر پھینک دی۔ اور بیان کرتے ہیں کہ اس
 خاک کی گرد جس جس ملعون کے سر پر پہنچی۔ وہ جنگ بدر میں جہنم واصل ہوا۔ اور آنحضرتؐ صبح سلامت ان کے
 درمیان سے گذر گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابلیس لعین وہاں سے نمودار ہوا۔ اور پوچھا کہ تم لوگ
 یہاں کس کام کے لئے جمع ہوئے ہو۔ اور کس کے منظر ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم محمدؐ کا انتظار کر رہے ہیں۔
 بولا۔ خدا کی قسم محمدؐ گھر سے باہر نکل گیا ہے۔ اور تمہارے سروں پر خاک ڈال کر چلا گیا۔ یہ سن کر انہوں
 نے اپنے سروں پر ہاتھ مارا۔ اور اپنے سروں کو خاک آلود پایا۔ پھر دروازے کے سوراخ سے نگاہ کی۔
 دیکھا کہ ایک شخص آنحضرتؐ کے بستر پر سو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ تو محمدؐ سو رہا ہے۔
 جب ان ملاعنہ نے دست درازی کی نیت سے گھر میں قدم رکھا۔ تو امیر المؤمنینؑ اپنی جگہ سے
 اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب کفار کو معلوم ہوا کہ محمدؐ رسول خدا یہاں سے چلا گیا ہے۔ امیر سے پوچھا۔ محمدؐ کہاں
 ہے؟ فرمایا تم نے مجھے اس کا محافظ مقرر نہیں کیا۔ اور اس کا ذمہ دار نہیں بنایا۔ مجھے کیا معلوم کہاں ہے؟
 تم کو خوب طرح معلوم ہو گا کہ تمام رات اس کی تلاش میں گئے رہے ہو۔ یہ سن کر کفار ناہنجار نہایت
 نادم اور شرمسار ہوئے۔ اور کچھ دیر امیر المؤمنینؑ کو بند رکھا۔ آخر کار ابولہب کے اشارے سے

ان کو چھوڑ دیا۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ مذکورہ باب آیات میں آید کریمہ کہ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ کے بیان میں پہلے لکھا گیا ہے۔ لیکن چونکہ کتب مذکورہ بالا میں مفصل طور پر مذکور ہے لہذا دوبارہ درج کیا گیا۔

منقبت^{۱۳۲} - وسید المتعبدین۔ مناقب خلیب۔ کشف الغمہ۔ معارج النبوة۔ روفتہ الاجاب اور حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ اور مدینہ کے درمیان عقد اخوت منعقد فرمایا۔ اور ان کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں سے پنتالیس پنتالیس شخصوں میں اور بروایت دیگر پچاس پچاس شخصوں میں آنحضرت نے سلسلہ موخات کو منسوط کیا۔ منجملہ ان کے سلمان فارسی کو ابو دردواہ کا۔ اور ابو بکر صدیق کو خاریج بن زید کا۔ اور عمر بن الخطاب کو عثمان بن مالک کا۔ اور عثمان بن عفان کو اوس بن ثابت کا۔ اور ابو عبیدہ جراح کو سعد بن معاذ کا۔ اور زبیر بن العلوٰم کو سلمہ بن سلامہ کا۔ اور طلحہ بن عبید اللہ کو کعب بن مالک کا۔ اور عبدالرحمن بن عوف کو سعد بن الربیع کا۔ اور مصعب بن عمیر کو ایوب انصاری کا۔ اور ابو حذیفہ بن عتبہ کو عباد بن بشر انصاری کا اور عمار یا سرکوثا بن قیس کا۔ اور عبداللہ بن جحش کو عاصم بن ثابت کا۔ اور راقم بن ابی ارقم کو ابو طلحہ انصاری کا بھائی بنایا۔ علی ہذا القیاس۔ اور اس باب میں تحریریں لکھی گئیں کہ ایک دوسری کی امداد اور مدد دی کریں گے۔ اور ایک دوسرے سے میراث پائیں گے اور اس عقد موخات کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے میراث لیتے رہے۔ یہاں تک کہ غزوہ بدر کے بعد آیت کریمہ - اُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِی ذَٰلِكَ لِلَّهِ (انفال) (بعض ذوی الارحام کتاب خدا میں بعض سے اولیٰ اور احق ہیں، نازل ہوا۔ اور عقد موخات کی وجہ سے میراث پانا منسوخ ہو گیا۔ اور شرح صحیح بخاری میں عبدالبر سے نقل کیا گیا ہے کہ انصار کے سلسلہ اصحاب میں داخل ہونے سے اس موخات کے سوا ایک اور موخات کا بھی باہم مہاجرین کے درمیان منعقد ہوا تھا۔ اور حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری نے بھی ایک حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے ابو بکر اور عمر۔ اور طلحہ اور زبیر۔ عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف کے درمیان عقد برادری قائم کیا۔ تب امیر المؤمنین علی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ نے یاروں میں باہم بھائی چارہ قائم کیا۔ اور مجھ کو کسی کا بھائی نہ بنایا۔ فرمائیے میرا بھائی کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا اَخُوکَ۔ یعنی میں ہوں تمہارا بھائی اور ایک روایت کی بنا پر فرمایا۔ اَنْتَ اَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ یعنی تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ یہ جماعت سب کے سب مہاجر ہی تھے۔ پس معلوم ہوا کہ عقد موخات دو دفعہ قائم کیا گیا ہے۔ اور

دونوں دفعہ امیر المؤمنین کو آنحضرتؐ نے اپنا بھائی فرمایا ہے۔ بیت

بلے زما در دو ہر ش نہ زاد طفل نظیر کسے کہ بچو بیسبر بود برادر او

منقبتؑ مودت۔ روضۃ الاجاب۔ روضۃ الصفا۔ جمیب البیر اور معارج النبوة میں منقول

ہے کہ علمائے سیر و اخبار نے روایت کی ہے کہ ہجرت کے نویں سال آزمائہ ذیقعدہ میں آنحضرتؐ نے حج کرنے کی خواہش کی۔ لیکن جب سنا کہ مشرکین رسم جاہلیت کے موافق موسم حج میں مکہ معظمہ میں آکر ننگے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ شریک ہونا مکروہ خیال کر کے اس ارادے کو فسخ کیا۔ اور ابو بکر صدیقؓ کو تین سو نفر اصحاب کا سردار مقرر کر کے فرمایا کہ تم میں جا کر لوگوں کو مناسک حج تعلیم کرے۔ اور سورہ برات کی ابتدائی چالیس آیتیں سب کے سامنے پڑھ کر سناٹے۔ جب ابو بکرؓ منقام ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر روانہ ہو گئے۔ اسی اثناء میں جبرئیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر خدائے عز و جل کا یہ پیغام پہنچایا کہ کوئی شخص تبلیغ رسالت اور ادائے پیغام نہ کرے۔ لیکن تو خود یا علیؑ۔ اور ایک روایت میں ہے لیکن تو یا وہ شخص جو تجھ سے ہو۔ چونکہ امیر المؤمنینؑ تمام قوم میں من کل الوجود قرب و قرابت کی زیادتی کے سبب آنحضرتؐ سے شرف اختصاص و اتحاد رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ نے سارا حال ان کو سنا کر حکم دیا کہ ابو بکرؓ کے پیچھے جائیے۔ اور سورہ برات اس سے لے کر حج کے موقع پر لوگوں کو پڑھ کر سناٹے۔ اور یہ چار کلمے بھی خلقت کو پہنچائے۔ اول یہ کہ بہشت میں وہی شخص داخل ہوگا۔ جو زیور اسلام سے مزین اور آراستہ ہوگا۔ دوسرے کوئی شخص کعبہ کا طواف نہ نکا ہو کر نہ کرے تیسرے کوئی مشرک اور گمراہ اس سال کے بعد حج نہ کرے۔ چوتھے۔ مشرکوں اور کفار میں سے جن لوگوں نے خدا و رسولؐ سے عہد موقت دیا عہدای عہد رکھا ہے۔ اگر وہ مدت مقررہ کے شتم تک مسلمان نہ ہوں گے۔ ان کا خون اور مال ہدر اور مباح ہوگا۔

جابر انصاریؓ کہتے ہیں ہم تین سو شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آئے تھے۔ جب منزل عرج پہنچے۔ اور صبح کی نماز کا وقت ہوا۔ ابو بکرؓ امامت کے ارادہ سے اگے گئے۔ ابھی نماز شروع نہ کی تھی کہ آنحضرتؐ کے ناقہ خاص کی آواز۔ اس کے کان میں آئی۔ ذرا توقف کر کے کہا کہ یہ رسول خدا کے ناقہ کی آواز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ حج پر مامور ہو گئے ہیں۔ ذرا توقف کرو۔ تاکہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ مل کر نماز ادا کریں اتنے میں علیؑ آنحضرتؐ کے ناقہ پر سوار وہاں آپہنچے۔ ابو بکرؓ نے امیر المؤمنینؑ سے پوچھا کہ آمر (حاکم) بن کر آٹھے ہو۔ یا مامور (مملوک و ماتحت) ہو کر۔ امیر نے فرمایا۔ کہ فرمان واجب الاذعان یہ صادر ہوا ہے کہ تم سورہ برات میرے جوالے کرو تاکہ میں نے جا کر لوگوں کو سناؤں۔ اور یہ چار کلمات بھی ان کو پہنچاؤں۔ ابو بکرؓ نے

آیات نبیات امیر المؤمنین کے سپرد کرویں اور امیر کے پیچھے نازاد اکی۔ بعد ازاں امیر المؤمنین نے اٹھ کر سورہ برأت کی چالیس ابتدائی آیتیں لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنائیں۔ اور وہ چاروں کلمے ان کو پہنچائے اور موافق ج میں سے ہر ایک موقف میں خطبہ پڑھا۔ اور احکام بیان فرمائے۔ اور جس امر پر مامور ہوئے تھے اسکو ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ جب امیر المؤمنین نے وہ چاروں کلمات لوگوں کو سنائے۔ اس وقت ایک شخص نے ان میں سے پکار کر کہا کہ اگر ہمارے اور تیرے ابن عم کے درمیان جو عہد ہے۔ وہ قسم پر قطع نہ ہو چکا ہوتا۔ تو میں ضرور تجھ سے تلوار کے ساتھ ابتدا کرتا۔ امیر نے فرمایا۔ کہ اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دشوار اور ناگوار نہ ہوتا کہ انہوں نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے واپس آنے تک ان سے کچھ نہ کہنا۔ تو میں بیشک پیش قدمی کرتا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب امیر المؤمنین مکہ معظمہ میں پہنچے تو تلوار کھینچ کر فرمایا۔ خدا کی قسم! کوئی شخص نہنگا ہو کر طرف نہ کرے۔ نہیں تو میں تلوار سے اُس کی تادیب کروں گا۔ یا ایسا لباس پہنے جس میں سوئی کا استعمال کیا گیا ہو۔

الغرض جب امیر المؤمنین ان معاملات سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ ابو بکرؓ نے رسول خدا کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ! مجھ سے کیا چیز صادر ہوئی جو آپ نے مجھ کو سورہ برأت کے پڑھ کر سنانے سے منع فرمایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے ابو بکر! تجھ سے کوئی امر سرزد نہیں ہوا۔ اور نہ تیری حالت میں کسی قسم کی منقصت اور کسی واقعہ ہوئی ہے۔ تو غار میں میرا مصاحب ہے۔ لیکن جبرئیلؑ نے آکر بیان کیا کہ خدا کا یہ فرمان ہے کہ اس کام کو کوئی ادا نہ کرے لیکن تو خود یا وہ شخص جو تجھ سے ہو۔

منقبت ۱۳۴ - صحیح ترمذی اور مشکوٰۃ میں ابن عباسؓ سے۔ اور مسند احمد بن حنبل صحیح نسائی اور ہدایۃ السعداء میں ابن عباس۔ زید بن ارقم اور براء بن عازب سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے چند اشخاص نے مسجد میں دروازے کھول لئے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ علی بن ابی طالب کے دروازے کے سوا سب اپنے اپنے دروازے بند کر لیں پس بعض اشخاص نے اس باب میں اعتراضاً باتیں کیں۔ جب یہ تذکرہ آنحضرتؐ کے گوش مبارک تک پہنچا۔ تو آپ نے اٹھ کر حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجالانے کے بعد فرمایا۔ اے ابوبعدیس نے علیؑ کے دروازے کے سوا باقی سب کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ پس تم میں سے ایک شخص نے اس باب میں کچھ کہا ہے۔ خدا کی قسم! جب تک میں خدا کی طرف سے مامور نہیں ہوا۔ نہ میں نے کچھ بند کیا۔ اور نہ کھولا۔ **بیت**

کشاۃن از در دیگر مجو بنیر علیؑ کہ غیر باب علیؑ را بر گل بر آوردند

منقبت ۱۳۵ - نیز مسند احمد بن حنبل میں ابن عمر سے مروی ہے کہ مرتضیٰ علیؑ کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی مجھ کو حاصل ہو۔ تو میں اس کو سرخ بال والے اونٹوں سے زیادہ

عزیز بھجوں۔ اول رسولؐ نے بتولؑ عذراؑ اس کو عنایت فرمائی۔ دوسرے رسولؐ نے اس کو مسجد میں جگہ دی کہ اس کو جو کچھ مسجد میں ملال ہے مسجد کو حلال نہیں۔ یعنی رسولؐ نے اس کو حالت جنابت میں مسجد کے اندر جانے کی اجازت دی۔ تیسرے یہ کہ خیبر کے روز اپنا علم عطا فرمایا۔

مؤلف کتاب عرض کرتا ہے کہ روایت مذکورہ صواعق محرقت میں عمر بن الخطاب سے بھی منقول ہے۔
منقبت ۱۳۶ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر اور معارج النبوة میں مرقوم ہے کہ اہل سیر رحمہم اللہ نے روایت کی ہے کہ ہجرت کے دسویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیران کے نصاریٰ سے مصالحت فرمائی۔ منقول کہ جب آنحضرتؐ نے ایک خط بھیج کر ان کو اسلام کی طرف تبلیغ فرمائی۔ تو انہوں نے اپنی قوم کے رؤساء میں سے چودہ آدمی انتخاب کر کے مدینہ کی طرف روانہ کئے۔ کہ آنحضرتؐ کا حال تحقیق کر کے ہم کو خبر دیں۔ اس وفد کا سرگروہ ایک شخص بنی کندہ سے تھا جس کا نام عبدالمسیح اور لقب عاقب تھا۔ دوسرے شخص کا نام ابہم اور لقب سید تھا۔ اور عاقب اہل بخران کا امیر اور صاحب رائے شخص تھا۔ اور سیدان کے درمیان قبیلہ والا آدمی تھا۔ اور ایک شخص بنی ربیعہ سے ابوالمحارث بن علقمہ تھا۔ جو اس گروہ میں دانشمندانہ اور اعلیٰ مدرس تھا باقی اپنی قوم کے مشاہیر اور اعلیٰ رؤساء میں سے تھے۔ اور اس ابوالمحارث کا ایک بھائی کرز بن علقمہ تھا۔ وہ بھی ان چودہ اشخاص میں شامل تھے۔ رستے میں ابوالمحارث کا خچر ٹھوکر کھا کر سر کے بل گر پڑا۔ اس کے بھائی کرز نے کہا سر کے بل گرے وہ شخص جو ہمارے دین سے بہت دور ہے۔ یعنی (معاذ اللہ) آنحضرتؐ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابوالمحارث نے کہا۔ بلکہ تو سر کے بل گرے۔ کرز بولا۔ اے بھائی! تو یہ کیوں کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! محمدؐ درحقیقت خاتم الانبیاء ہے۔ اور تم ان کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ کرز نے کہا جبکہ واقعی امر اس طرح پر ہے۔ تو اس کا دین کس لئے قبول نہیں کرتا۔ وہ بولا کہ محمدؐ سے موافقت کرنے میں قوم سے مخالفت لازم آتی ہے۔ اگر تم سے ایسا ظہور میں آئے۔ تو نصاریٰ کے نزدیک ہمارا اعتبار جاتا ہے۔ اور جو نفیس نفیس مال اور بیش بہا قیمتی اسباب ہمارے حوالے کر رکھے ہیں سب ہم سے واپس لے لیں۔ یہ سن کر کرز کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ اور اپنا اونٹ تیزی سے ہٹکانا شروع کیا۔ آنحضرتؐ سے مصافحہ کیا۔ تو آپؐ کی رسالت پر ایمان لایا۔ اور کلمہ پڑھا۔

منقول ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ میں پہنچے۔ تو سفر کے کپڑے اتار ڈالے۔ اور ریشمی لباس پہن اور سنہری انگوٹھیاں ہاتھوں میں ڈال کر مسجد مقدس میں حاضر ہوئے۔ اور حضرتؐ کو سلام کیا۔ سرور کائنات نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اور ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور ذرا بھی متوجہ نہ ہوئے۔ ہر چند باتیں کیں مگر کچھ بھی جواب نہ ملا۔ آخر کار مسجد سے باہر نکلے۔ اور عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف کو جو ان کے پہلے سے واقف کار

اور شناسا سکتے تلاش کر کے کہا۔ تمہارے پیغمبر نے خط لکھ کر ہم کو اسلام کی طرف دعوت دی تھی۔ جب ہم نے آکر سلام و آداب عرض کیا۔ تو کچھ بھی جواب نہ ملا۔ اور ہر چند ہم نے بات کرنی چاہی۔ مگر اُدھر سے سکوت و خاموشی کے سوا اور کچھ نہ دیکھا۔ اب کہئے۔ کیا صلاح ہے۔ واپس چلنے میں یا توقف کریں؟ عثمانؓ اور عبدالرحمنؓ نے ہر چند غور کیا۔ مگر اس قوم کو کچھ جواب نہ دے سکے۔ امیر المؤمنین علیؓ بھی اس جگہ تشریف رکھتے تھے۔ عثمانؓ اور عبدالرحمنؓ نے عرض کی۔ یا اباالحسنؓ اس باب میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ رشتہ پیڑھے اور نہر ہی انگوٹھیاً اُتار دو۔ اور معمولی اور سادے لباس پہن کر حضور میں حاضر ہو۔ انہوں نے امیر المؤمنین کے ارشاد کی تعمیل کر کے آنحضرتؐ کو سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے ان کے سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ مجھ کو اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھ کو حق اور راستی کے ساتھ پیغمبر پر مبعوث کیا ہے۔ جب یہ لوگ پہلی دفعہ میرے پاس آئے تو شیطان ان کے ساتھ تھا۔ اسی سبب سے میں نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اور کلام کرنے کے لئے زبان نہ کھولی۔ یہ ارشاد فرما کر ان کو اسلام کی طرف دعوت فرمائی۔ انہوں نے انکار کیا۔ اور براہ انکار و عناد عیسیٰ کے باب میں سوال کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا۔ کہ وہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول تھا۔ اس گروہ کے استغف نے پوچھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ عیسیٰ کا کوئی باپ تھا؟ حضرت نے فرمایا۔ نہیں۔ وہ بلولا۔ پھر کیوں گروہ بندہ مخلوق ہوا۔ فرمایا۔ آج اس سوال کا جواب نہیں دینا توقف کرو۔ تاکہ اپنے سوال کا جواب سنو۔ دوسرے روز حق تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ بھیجا۔

اللّٰهُ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ اَلْحُنُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنُّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ فَمَنْ حَآجَبَكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا اَنْبَاءُ تَا وَا اَنْبَاءُ كُمْ وَا نِسَاءُ تَا وَا نِسَاءُ كُمْ وَا اَنْفُسًا وَا اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ تَلَيْتُمْ فَلَنْجَعَلَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى الْكَآفِرِيْنَ ؕ عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدمؑ کی مثال ہے کہ اس نے اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا کہ جو جا پس وہ ہو گیا۔ یہ حق تیرے رب کی طرف ہے پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ پس جو کوئی اس کے باپیں تیرے پاس یلم آنے کے بعد تجھ سے جھگڑا کرے۔ پس تو ان سے کہہ دے کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر ہم آپس میں مباہلہ کریں۔ پس ہم جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں، آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو بلا کر یہ آیات سنائیں۔ انہوں نے اس آیت کے مضمون کا اقرار نہ کیا۔ اور اپنے عقیدے پر اصرار کرتے رہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر تم یقین نہیں کرتے۔ تو آؤ ہم آپس میں مباہلہ کریں یعنی ایک دوسرے کے حق میں دعا کریں اور کہیں کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔ نصاریٰ نے کہا کہ ہم کو مہلت دیجئے کہ اس بارے میں غور کر کے کل کو مباہلہ کریں گے۔ وہاں جا کر اپنے سردار عاقب سے کہا کہ اس باب میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ! خدا کی قسم۔ تم

اپنی زبان پر جاری کئے۔ اور ان کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ فرمایا: **هَسَاءَ لِي اَدُمُّ عَنْ رَبِّي بِمَحَبَّتِي مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَحَسَنٍ وَحُسَيْنٍ اَنْ تَبَتَّ عَلَيَّ**۔ یعنی آدم نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے میرے پروردگار محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین یعنی ان پنجتن کا واسطہ میری توبہ کو قبول فرما اللہ تعالیٰ نے آدم کی توبہ قبول فرمائی۔

رباعی

یارب بہ محمد و علی و زہرا یارب بہ حسین و حسن و آل عبا

کہ لطف برآجاتم در دوسرا بے منت خلق یا علی الا علی

منقبت ۱۳۱۔ مودات میں جیسع بن عمیر سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا کہ امیر المومنین علیؑ کی منزلت سید المرسلین کے نزدیک کس درجے پر تھی؟ فرمایا۔ اَاَ كَرَّمْتُمْ رَجُلًا عَلَيَّ رَسُولِ اللّٰهِ۔ یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تمام مردوں سے زیادہ اکرم و معظم تھے۔

منقبت ۱۳۲۔ نیز مودات میں ابو سالم سے مروی ہے کہ میں نے جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کو رسول خدا سے جو علیؑ مرتضیٰ کے فضائل معلوم ہوئے ہیں مجھ سے بیان کرو۔ جابر نے کہا کہ امیر المومنینؑ جناب خیر النبیین کے بعد نصوص قرآنی اور احادیث حبیب سبحانی کے موافق خیر البشر ہیں۔ پس میں نے کہا کہ تم ان لوگوں کے حق میں کیا کہتے ہو۔ جو اس بزرگوار کی بغض و عداوت دل میں رکھتے تھے۔ جابر نے جواب دیا کہ وہ بیشک کافر ہو گئے۔ اور علیؑ کو دشمن نہیں رکھنا مگر کافر۔

منقبت ۱۳۳۔ نیز مودات میں ہاشم بن بدیر سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے قرآن کا ستر سورتوں کو تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستند کیا اور باقی کو بہترین امت سے میں نے کہا۔ وہ بہترین امت کون ہے؟ جواب دیا۔ علی بن ابی طالب۔

منقبت ۱۳۴۔ مودات۔ مناقب خطیب اور بحر الناقب میں علقمہ بن قیس اور اسود بن برید سے نقل کیا گیا ہے کہ جن دنوں حضرت امیر المومنینؑ معاویہ سے جنگ کرنے جا رہے تھے ہم نے ابو ایوب انصاری سے کہا کہ اے ابو تراب حالانکہ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف پا چکا ہے۔ پھر باوجود اس کے کلمہ **لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ** کے قائلین پر تلوار اٹھاتا ہے۔ اس نے جواب دیا اے علقمہ اور اسود! ایک روز میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا اور انس بن مالک کھڑا تھا کہ گھڑ کار وازہ ہلا۔ رسولؐ نے انس سے فرمایا۔ دیکھو۔ دروازے کے پیچھے کون ہے؟ اس نے کہا۔ عمارؓ ہے۔ فرمایا۔ بلاؤ۔ جب وہ اندر آیا۔ تو فرمایا۔ اے عمارؓ! عنقریب میری امت میں فساد اور قباح ظاہر ہوں۔ چنانچہ ایک دوسرے پر تلوار کھینچیں گے۔ اور بعض تو ان میں سے بہشت میں جائیں گے۔ اور بعض دوزخ میں۔ جب تم یہ واقعہ معائنہ

کر و۔ لازم ہے کہ علیؑ کا ساتھ دو۔ اور اس کی رفاقت اختیار کرو۔ اگرچہ تمام اہل عالم اس کی مخالفت کریں۔ اس لئے کہ علیؑ سیدھی راہ سے برگشتہ اور مخرف نہیں کرتا۔ اور اس کی فرمانبرداری میری فرمانبرداری ہے اور میری فرمانبرداری خدا کی فرمانبرداری ہے۔

منقبت ۱۳۵۔ نیز مودت میں رافع خادم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو کوئی امیر المؤمنین علیؑ کا متحق نہ پہچانے۔ وہ تین حال سے خالی نہیں ہے (۱) یا تو منافق ہے (۲) یا دلازنا (۳) یا اس کی ماں نے حیض کی حالت میں اس کو حاملہ ہو کر اس کو جنم دیا ہے۔

منقبت ۱۳۶۔ نیز مودت میں ابو وائل سے منقول ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو سنا کہ وہ پیغمبر کے اصحاب کبار کو اس ترتیب سے شمار کرتا تھا۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، اور امیر المؤمنینؓ کو ان میں شمار نہ کیا۔ ایک شخص نے اس سے کہا۔ اے عبداللہ! آیا علیؑ مرتضیٰ اصحاب کبار میں داخل نہیں ہے جو تو اس بزرگوار کو شمار نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا کہ مرتضیٰ علیؑ اہل بیت پیغمبر میں سے ہیں۔ اور رسولؐ خدا کے ساتھ مرتبہ اور نسبت میں صحابہ میں سے کسی کا قیاس اس بزرگوار پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ (طہ)۔ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے، ہم نے ان کے ایمان لانے اور ہماری طرف گرویدہ اور راغب ہونے کی وجہ سے ان کی ذریات کو ان کے ہمراہ کیا۔ پس فاطمہ علیہا السلام رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اور مرتضیٰ بھی رسولؐ اور بتول کے ہمراہ ہے۔

منقبت ۱۳۷۔ نیز مودت میں عبداللہ بن احمد حنبل سے منقول ہے۔ جبکہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سوال کیا کہ بہترین صحابہ کون کون ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ اور خماش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ اے باپ تو نے مرتضیٰ علیؑ کا نام اپنی زبان پر جاری نہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ اے فرزند! مرتضیٰ علیؑ حکمِ آیم مبادلہ نفس پیغمبر میں اور حکمِ آیم اِنَّمَا يُبَيِّدُ اللَّهُ اَهْلِيَّتِ رَسُوْلٍ مِّنْ كُنْتُمْ مَوْلَاةً فَعَلِيَ مَوْلَاةً۔ کے موافق مومنوں کے امیر اور مختار ہیں۔ صحابہ میں سے کوئی شخص ان کی برابر ہی اور ہمسری نہیں کر سکتا۔

منقبت ۱۳۸۔ نیز مودت میں امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک روز مرض الموت کی حالت میں رسولؐ کا سر مبارک امیر المؤمنین علیؑ کی آغوشِ متبرک میں تھا۔ اور مہاجر و انصار سید المرسلین کے دولت سر میں جمع تھے۔ اس وقت جناب امیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بھائی! کیا تم میری وصیت قبول کرتے ہو۔ اور میرے وعدے بجالاؤ گے؟ امیر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ہاں۔ یہ کہہ کر رقت طاری ہوئی اور اس قدر روئے۔ کہ کثرتِ گریہ سے بیہوش ہو گئے۔ بعد ازاں رسولؐ خدا نے بلالؓ سے فرمایا۔ اے بلال! میری تلوارِ نحوہ۔ زرہ۔

سیخ جائزہ محمد خدا کا بھیجا ہوا ہے اور عیسیٰ کے باب میں روشن اور ظاہر دلیل لایا ہے۔ اور تم اس سے مباہلہ کرنے ہو۔ خدا کی قسم۔ جس قوم نے کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا۔ وہ کبھی زندہ نہیں رہی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس سے مصالحو کر کے جزیہ دنیا قبول کرو۔ اور اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔

دوسرے روز صبح کو جب صباغان قدرت نے آفتاب کے زرخاں کو فلک یوقلموں کی سیلاب گول کھٹالی میں ڈالا۔ اور مذہبانِ حکمت نے اس صفحہ لاہوردی پیکر زبردی منظر پر خورشیدانور کے ذہبِ احمر سے قرصِ آفتاب کے چہرہ منور کا مدور شہ اوپر کو ابھارا۔ تو آنحضرتؐ نے حجرہ مبارک سے نکل کر امام حسنؑ کا ہاتھ ایک ہاتھ میں پکڑا اور امام حسینؑ کو گود میں لیا۔ اور سیدۃ النساءِ فاطمہ زہراؑ اور سلطان الاولیاء علی رضیؑ زہرہ اور چاند کی طرح اس آفتابِ فلک رسالت کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور آنحضرتؐ اپنی اولادِ امجاد سے فرماتے تھے جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نصاریٰ نے جب یہ پانچ تن دیکھے۔ اور ان کی دعا اور آمین کا تذکرہ سنا۔ تو نہایت خوفزدہ ہوئے ابوالحارث نے جوان میں بڑا دانشمند اور عالم تھا۔ کہا لے دو ستوا! میں وہ چند صورتیں دیکھ رہا ہوں اگر خدا تعالیٰ سے دعا کریں۔ تو یہاں اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ خبردار! ان سے مباہلہ نہ کیجیو۔ ورنہ ایک نصرائی بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر وہ حضرت کی خدمت میں آ کر یوں طبعی ہوئے۔ اے ابوالقاسم! ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے۔ فرمایا مسلمان ہو جاؤ۔ عرض کی۔ یہ کام بھی ہم سے نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ پوچھ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بولے۔ ہم کو عرب سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی تاب و طاقت نہیں ہے۔ لیکن ہم اس طرز پر آپ سے مصالحو کرتے ہیں کہ ہر سال دو ہزار اٹلے ہزار ماہ صفر میں اور ہزار ماہ رجب میں دیا کریں گے۔ اور ہر چالیس درم قیمت کا ہو گا۔ اور آپ کا ایلچی جو ہمارے علاقے سے گذرے گا۔ اس کی مہانداری کریں گے مگر شرط یہ ہے کہ ہم کو اپنے ہی مذہب پر رہنے دیجئے۔ اور ہم سے لڑائی نہ کیجئے۔ اور ایک روایت کے موافق انہوں نے یہ شرط کی۔ کہ تیس گھوڑے تیس اونٹ۔ تیس زرہیں اور تیس نیزے دیا کریں گے۔ بعد ازاں اس باب میں صلح نامہ لکھا گیا۔ اور چند اصحاب رضی اللہ عنہم کی گواہی اس پر ثبت کر کے ان کے حوالے کر دیا گیا۔

مؤلف عرض کرتے ہیں کہ اگرچہ باب آیات میں آیہ مباہلہ لکھا جا چکا ہے لیکن چونکہ کتب مذکورہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اس لئے اس کا یہاں پر دوبارہ ذکر کیا گیا۔

منقبت۔ وسیلۃ المتعبدين۔ مناقب خوارزمی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز سفر حجۃ الوداع میں آنحضرتؐ جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ میں بھی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ سرور کائنات نے ایک سر داہ بھری میں نے عرض کی۔ اے محبوب رب العالمین آپ سر داہ کیوں بھرتے ہیں۔ فرمایا۔ اے ابن مسعود! مجھ کو میری موت کی خبر دی گئی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میری اکثر امت گمراہی

اور ضلالت میں گرفتار ہے۔ میں نے عرض کی یا شیخ المذنبین کسی شخص کو اپنا خلیفہ کر دیجئے۔ فرمایا۔ کس کو خلیفہ کروں؟ میں نے عرض کی کہ ابو بکر کو۔ آنحضرتؐ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور پھر ایک سر دہ آہ بھری۔ میں نے گناہ کشی کی کہ عمرؓ کو خلیفہ مقرر فرمائیے۔ آنحضرتؐ نے پھر ایک سر دہ آہ بھری۔ پھر تیسری دفعہ میں نے عرض کیا۔ یا سید المرسلینؐ علیؓ مرتضیٰ کو اپنا خلیفہ کر دیجئے۔ اس کے جواب میں نہایت درد مند ہو کر فرمایا۔ افسوس تم ہرگز یہ کام نہ کرو گے اور جب میں اس کو اپنا قائم مقام کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم قبول نہ کرو گے۔ خدا کی قسم! اگر تم یہ کام کرتے۔ میں تم کو ضرور بہشت میں داخل کرتا۔

منقبت ۱۲۸ نیز کتاب وسیلۃ المتعبدين اور مناقب خطیب خوارزمی میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو ارشاد فرمایا۔ اُدْعُوا لِي حَبِيبِي یعنی میرے حبیب کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں نے ابو بکرؓ کو بلایا۔ رسولؐ نے سر مبارک اٹھا کر میری اور ابو بکرؓ دونوں کی طرف دیکھا۔ اور سر تکبیر پر رکھ کر فرمایا۔ اُدْعُوا لِي حَبِيبِي میں نے تم کو بلایا حضرتؐ نے اُس کی طرف نظر کی۔ اور سر تکیے پر ٹیک کر فرمایا۔ اُدْعُوا لِي حَبِيبِي۔ میں نے کہا! واٹے ہو تم پر لے لوگو! تم علی بن ابی طالب کو بلاؤ۔ کہ رسولؐ اس کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ جب علیؓ مرتضیٰ آئے۔ ان کو اپنے سینے سے لگا کر اپنے پیراہن میں لے لیا۔ کہ دونوں بھائیوں نے ایک گریبان سے سر نکالا۔ اور برابر اسی طرح علیؓ مرتضیٰ سے ہم آغوش رہے۔ یہاں تک کہ رُوح پاکؐ نے جنت کی طرف پرواز کی۔

منقبت ۱۲۹ صحیح ترمذی مشکوٰۃ اور مصابیح میں جبع بن عمیر سے روایت ہے کہ ایک روز میں اپنی چھو بھی کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا۔ اور پوچھا۔ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ كَانَ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ یعنی رسول اللہؐ سے زیادہ کیسے دوست رکھتے تھے۔ عائشہؓ نے فرمایا۔ فاطمہؓ فَقُلْتُ اِنَّمَا اسْتَلْذِقُ عَنِ الْوَجْهِ یعنی میں نے کہا۔ میں مردوں کی بابت پوچھتا ہوں۔ عائشہؓ نے فرمایا۔ اس کا شوہر۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ زخم شہری نے کتاب ریح الارباب میں نقل کیا ہے کہ ام المؤمنینؓ نے سوال وجواب مذکورہ بالا کے بعد فرمایا کہ وہ (یعنی شوہر فاطمہؓ) سب مردوں سے بڑھ کر کیونکر دوست نہ ہو کہ ہمیشہ روزہ دار اور شب بیدار تھے۔ خدا کی قسم میں نے دیکھا ہے کہ وفات کے وقت سر در کائنات کا لعاب دہن مرتضیٰؓ کے ہاتھ میں جاری ہوتا تھا۔ اور وہ اس کو پیتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ جب یہ حال تھا۔ تو تم نے اس سے بنگ کیوں کی؟ ام المؤمنینؓ اپنے سر پر ایک چادر ڈال کر بہت روئیں اور کہا مجھ پر ایسا ہی مقدر ہو چکا تھا۔

منقبت ۱۳۰ روضۃ الشہداء میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے سوال کیا۔ یا شیخ المذنبین وخیر النبیین وہ کون سے کلمات تھے جو آدم علیہ السلام نے

اپنی زبان پر جاری کئے۔ اور اُن کی برکت سے حق تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔ فرمایا۔ **قَسَاءَ لَ اَدَمَ عَنْ رَبِّهِ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَحُسَيْنٍ وَحُسَيْنِ اَنْ تَدْبَتَ عَلَيَّ**۔ یعنی آدم نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے میرے پروردگار محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین یعنی ان پنجتن کا واسطہ میری توبہ کو قبول فرما اللہ تعالیٰ نے آدم کی توبہ قبول فرمائی۔ **رباعی**

یارب یہ محمد و علی و زہرا یارب بہ حسین و حسن و آل عبا
کو لطف بزرگ اجتم در دوسرا بے منت خلق یا علی الا علی

منقبت ۱۳۱۔ مودت میں جیس بن عمیر سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ سے پوچھا کہ امیر المومنین علی کی منزلت رسید المرسلین کے نزدیک کس درجے پر تھی؟ فرمایا۔ **اَاَكْرَمُ رَجَالِنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ**۔ یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تمام مردوں سے زیادہ اکرم و معظم تھے۔

منقبت ۱۳۲۔ نیز مودت میں ابوسالم سے مروی ہے کہ میں نے جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کو رسول خدا سے جو علی مرتضیٰ کے فضائل معلوم ہوئے ہیں مجھ سے بیان کرو۔ جابر نے کہا کہ امیر المومنین جناب خیر النبیین کے بعد نصوص قرآنی اور احادیث حبیب سبحانی کے موافق خیر البشر ہیں۔ پس میں نے کہا کہ تم ان لوگوں کے حق میں کیا کہتے ہو۔ جو اس بزرگوار کی بغض و عداوت دل میں رکھتے تھے۔ جابر نے جواب دیا۔ کہ وہ بیشک کافر ہو گئے۔ اور علی کو دشمن نہیں رکھتا مگر کافر۔

منقبت ۱۳۳۔ نیز مودت میں ہاشم بن بدیر سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے قرآن کی ستر سورتوں کو تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستند کیا اور باقی کو بہترین امت سے میں نے کہا۔ وہ بہترین امت کون ہے؟ جواب دیا۔ علی بن ابی طالب۔

منقبت ۱۳۴۔ مودت۔ مناقب خطیب اور بحر المناقب میں علقمہ بن قیس اور اسود بن برید سے نقل کیا گیا ہے کہ جن دنوں حضرت امیر المومنین معاویہ سے جنگ کرنے جا رہے تھے ہم نے ابوالیوب انصاری سے کہا کہ لے ابو تراب حالانکہ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف پا چکا ہے۔ پھر باوجود اس کے کلمہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کے قائلین پر تلوار اٹھاتا ہے۔ اس نے جواب دیا اے علقمہ اور اسود! ایک روز میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اور انس بن مالک کھڑا تھا کہ گھر کا دروازہ ہلا۔ رسول نے انس سے فرمایا۔ دیکھو۔ دروازے کے پیچھے کون ہے؟ اس نے کہا۔ عمارؓ ہے۔ فرمایا۔ بلاؤ۔ جب وہ اندر آیا۔ تو فرمایا۔ اے عمارؓ! اعتریب میری امت میں فساد اور قبایح ظاہر ہوں۔ چنانچہ ایک دوسرے پر تلوار کھینچیں گے۔ اور بعض تو ان میں سے بہشت میں جائیں گے۔ اور بعض دوزخ میں۔ جب تم یہ واقعہ محاضرہ

کر و۔ لازم ہے کہ علیؑ کا ساتھ دو۔ اور اس کی رفاقت اختیار کرو۔ اگرچہ تمام اہل عالم اس کی مخالفت کریں۔ اس لئے کی علیؑ سیدھی راہ سے برگشتہ اور مخرف نہیں کرتا۔ اور اس کی فرمانبرداری میری فرمانبرداری ہے اور میری فرمانبرداری خدا کی فرمانبرداری ہے۔

منقبت ۱۳۴۔ نیز مودت میں رافع خادم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو کوئی امیر المؤمنین علیؑ کا حق نہ پہچانے۔ وہ تین حال سے خالی نہیں ہے (۱) یا تو منافق ہے (۲) یا دلدازنا (۳) یا اس کی ماں نے حیض کی حالت میں اس کو حاملہ ہو کر اس کو جنما ہے۔

منقبت ۱۳۵۔ نیز مودت میں ابو وائل سے منقول ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو سنا کہ وہ پیغمبر کے اصحاب کبار کو اس ترتیب سے شمار کرتا تھا۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ اور امیر المؤمنین کو ان میں شمار نہ کیا۔ ایک شخص نے اس سے کہا۔ اے عبداللہ! آیا علیؑ مرتضیٰ اصحاب کبار میں داخل نہیں ہے۔ جو تو اس بزرگوار کو شمار نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا کہ مرتضیٰ علیؑ اہل بیت پیغمبر میں سے ہیں۔ اور رسول خدا کے ساتھ مرتبہ اور نسبت میں صحابہ میں سے کسی کا قیاس اس بزرگوار پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ**۔ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہم نے ان کے ایمان لانے اور ہماری طرف گریہ اور رغب ہونے کی وجہ سے ان کی ذریعات کو ان کے ہمراہ کیا۔ پس فاطمہ علیہا السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اور مرتضیٰ بھی رسول اور بتول کے ہمراہ ہے۔

منقبت ۱۳۶۔ نیز مودت میں عبداللہ بن احمد حنبل سے منقول ہے عبد کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سوال کیا کہ بہترین صحابہ کون کون ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ اور خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ اے باپ تو نے مرتضیٰ علیؑ کا نام اپنی زبان پر جاری نہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ اے فرزند! مرتضیٰ علیؑ حکم آئیہ مباہلہ نفس پیغمبر میں اور حکم آئیہ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ الْإِبْلِيَّةَ رَسُولٌ مِّنْ مِّنْ مَّوَدَّةٍ۔ اور حدیث **مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَعَلَىٰ مَوَدَّةٍ**۔ کے موافق مومنوں کے امیر اور مختار ہیں۔ صحابہ میں سے کوئی شخص ان کی برابری اور ہمسہری نہیں کر سکتا۔

منقبت ۱۳۷۔ نیز مودت میں امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک روز مرض الموت کی حالت میں رسول کا سر مبارک امیر المؤمنین علیؑ کی آغوش متبرک میں تھا۔ اور مجاہد انصار سید المرسلین کے دولت سر میں جمع تھے۔ اس وقت جناب امیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بھائی! کیا تم میری وصیت قبول کرتے ہو۔ اور میرے وعدے بجالاؤ گے؟ امیر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ہاں۔ یہ کہہ کر زنت طاری ہوئی اور اس قدر روئے۔ کہ کثرت گریہ سے بیہوش ہو گئے۔ بعد ازاں رسول خدا نے بلالؓ سے فرمایا۔ اے بلال! میری تلوار۔ خود۔ زرہ۔

اور میرا گھوڑا اور ناقہ اور وہ پارچہ (کپڑا) جس کو فاقہ کے دنوں میں عبادتِ خدا کے وقت پیٹ پر باندھا کرتا تھا۔ لے آؤ جب بلال نے حسب ارشادِ سب چیزیں لا کر سامنے حاضر کر دیں۔ تو حضرت نے اپنی انگوٹھی انگشتِ مبارک سے نکال کر فرمایا۔ اے بھائی! یہ میرا خاص اسبابِ سب تم سے تعلق رکھتا ہے۔ ان چیزوں کو لے جا کر اپنے گھر رکھ آؤ۔ تاکہ کسی شخص کو میرے بعد ان امور میں تم سے مضائقہ نہ ہو۔ امیر المؤمنین نے ان متبرک چیزوں کو سر اور آنکھوں سے لگایا۔ اور مہاجر اور انصار کے رد ورو اپنے گھر لے لئے۔

منقبت ۱۴۹۔ مسند احمد بن حنبل میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافع سے روایت ہے۔ وہ ناقل ہے کہ میں نے ایک روز ابن عمر سے پوچھا کہ سرورِ کائنات کے بعد خَيْرُ النَّاسِ (سب آدمیوں سے بہتر) کون ہے اس نے جواب دیا۔ وہ شخص ہے۔ جس پر حلال ہے۔ جو کچھ کہ پیغمبر پر حلال ہے۔ اور اس پر حرام ہے جو کچھ کہ پیغمبر پر حرام ہے۔ میں نے کہا۔ وہ کون ہے؟ وہ بولا کہ تو کہاں اور یہ سوال کہاں؟ بعد ازاں استغفار پڑھ کر کہا۔ وہ شخص علی بن ابی طالب ہے کہ پیغمبر نے مسجد میں سے سب کے دروازے بند کر دیئے۔ مگر اس کے دروازے کو بند نہ کیا۔ اور فرمایا۔ یا علی! میرے اور تیرے سوا دوسرے شخص کو جائز نہیں ہے کہ حالتِ جنابت میں اس مسجد میں آئے۔ اور جو کچھ مجھ پر واجب ہے۔ وہی تم پر واجب ہے اور تم میرے وصی اور وارث ہو۔ اور تم میرے قرض کو ادا کرو گے۔ اور میرے وعدوں کو پورا کرو گے اور میری سنت پر شہید ہو گے۔

منقبت ۱۵۰۔ صواعقِ محرقہ میں مرقوم ہے کہ ایک روز علی مرتضیٰ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقدِ مقدس کے طواف کو جا رہے تھے۔ امیر نے فرمایا۔ تقدم يا ابا بکر۔ یعنی اے ابو بکر! آگے ہو۔ ابو بکر نے کہا۔ مَا كُنْتُ اَقْدِمُ رَجُلًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ فِيهِ عَلِيٌّ عَمِّي وَ اَنَا مِنْهُ۔ یعنی میں اس مرد سے کیوں آگے ہو جاؤں۔ جس کی شان میں رسولِ خدا کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے۔ کہ علی مجھ سے ہے۔ اور میں علی سے ہوں۔

منقبت ۱۵۱۔ نیز صواعقِ محرقہ میں شبلی سے مروی ہے کہ ایک روز ابو بکر اپنی خلافت کے زمانے میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے۔ کہ علی مرتضیٰ تشریف لائے۔ ابو بکر نے آپ کا استقبال کیا۔ اور یہ کہا مَنْ اَرَادَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى اَعْظَمِ النَّاسِ مَنْرَلَةً وَاَقْرَبِيهِ قَرَابَةً وَاَفْضَلِكُمْ حَالَةً تَعْتَابِرُ رَسُولَ اللَّهِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى هَذَا الطَّالِعِ يَعْنِي جَوْ كَوْفِي اَيْسَةَ شَخْصٍ كُو دِيْخُنَا چاہے۔ جو مرتبہ میں سب آدمیوں سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت رسولِ خدا سے زیادہ ترقیب اور بلحاظِ حالت کے ہم سب سے افضل ہو۔ اس کو چاہیے کہ وہ اس آنے والے یعنی علی مرتضیٰ کی طرف نظر کرے۔

منقبت - نیز صواعق محرقة اور سدرک حاکم ہیں ابن مسعود سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب فرماتے تھے
 نَتَعَوَّذُ بِاللَّهِ مِنْ مُعْضَلَةٍ لَيْسَ لَهَا أَبُو حَسَنِ یعنی ہم پناہ مانگتے ہیں اس مشکل قضیے سے جس کے
 حل کرنے کے واسطے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔ نیز سعد سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ لَمْ يَكُنْ أَحَدًا مِنَ
 الصَّحَابَةِ يَقُولُ سَلَوْنِي عَمَّا دُونَ الْعَرْشِ إِلَّا عَلِيٌّ یعنی صحابہ میں علی کے سوا اور کوئی ایسا نہ تھا۔ جو
 یہ کہے کہ تم مجھ سے عرش کے سوا جو چاہو۔ سوال کرو۔ اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ
 وہ فرماتی تھیں۔ إِنَّهُ أَعْلَمُ مَنْ بَقِيَ بِالسُّنَّةِ یعنی مرتضیٰ علی آنحضرت کے بعد باقی ماندہ لوگوں میں سنت
 رسول کے سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔ اور عبداللہ بن عباس کا قول ہے۔ كَانَ لِعَلِيِّ مَا شِئْتُ مِنْ ضِدِّسِ
 قَاطِعٍ فِي الْعِلْمِ وَكَانَ لَهُ الْقِدْمُ فِي الْإِسْلَامِ وَالصَّخْرَةُ رَسُولِ اللَّهِ وَالْفِئْتَةُ فِي السُّنَّةِ وَالنَّجْدَةُ
 فِي الْحَرْبِ وَالْجُودُ فِي الْمَالِ۔ یعنی علم میں کاٹنے والے دانت جس کی میں خواہش کرتا تھا علی کو حاصل تھے
 یعنی ہر مشکل سے مشکل مسئلے کا جواب مے دیتے تھے۔ اور اس جناب کو اسلام میں سبقت حاصل تھی۔ اور آپ کے سر
 رسول خدا تھے۔ اور سنت رسول میں علم و دانائی اور لڑائی میں دلیری اور دلاوری اور مال میں بخشش اور سخاوت آپ کے مال تھے
 اور اوسط طرانی اور صواعق محرقة میں ابن عباس ہی سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ كَانَتْ لِعَلِيِّ ثَمَانِي
 عَشْرَ مَنْقَبَةٍ مَا كَانَتْ لِأَحَدٍ هَذِهِ الْأُمَّةِ یعنی علی مرتضیٰ میں اٹھارہ صفات ایسی تھیں۔ کہ امت
 میں سے کسی شخص میں وہ صفات نہ تھیں اور نہ ہیں۔

منقبت - بحر المعارف میں مرقوم ہے کہ ایک روز رسول رب العالمین نے جناب امیر المؤمنین کی طرف منہ
 کر کے گریہ فرمایا۔ امیر نے پوچھا۔ یا رسول الثقلین آپ کے رونے کا کیا باعث ہے؟ آنحضرت نے اسی حالت
 گریہ میں فرمایا۔ اے بھائی! امیر اور نانا امت کے ان لوگوں کی گمراہی پر ہے۔ جن کے سینوں میں تمہارا بغض قائم
 ہو گیا ہے۔ اب تو اس کو فاسد نہیں کرتے۔ مگر میرے انتقال کے بعد اس کا اظہار کریں گے۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے
 ان پر لعنت کی ہے۔ اور اس حال سے جبرئیل نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ گمراہ لوگ تیرے حق میں ظلم کریں گے
 اور تجھ سے لڑائی کریں گے اور تجھ کو اور تیری اولاد کو ذلتیں پہنچائیں گے۔ اور تیری اولاد کا حال بدتر و سراسی طرح بد
 رہے گا۔ جب تک کہ تیری اولاد میں سے ایک شخص محمد نام امت کا حاکم اور والی ہو۔ اس وقت میری امت اور باقی
 تمام مخلوقات تیری اولاد کی محبت پر جمع ہوگی۔ اور ان کے دشمن مغلوب اور مقہور ہو جائیں گے۔ اور دست خوشحال
 اور شاد ہوں گے۔ اور اس زمانے میں شر متغیر ہو جائیں گے۔ اور آدمی کم ہو جائیں گے۔ اور فرج دوسروں کو حاصل
 ہوگا۔ بعد ازاں حضرت نے خوشحال ہو کر فرمایا۔ اے مومنوں کی جماعت! تم بہت کوشش کرو۔ کہ علی اور اس کی آل
 کی دشمنی تمہارے دل میں قرار نہ پکڑے۔ اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی اے خدا علی کی آل میری آل ہے

تو ان سے رخس اور پلیدی کو دور کر۔ اور ان کو پاک کر۔ اور ان کا بار دودگرا ہو۔ اور ان کو ذلیل و خوار نہ کر۔ قیامت قیامت تک ان کی نسل کو قطع نہ کر۔ اور اپنے قرب سے ان کو محزون نہ فرما۔ اور ان کے ساتھ حق کو ڈاڑھ رکھ جہاں کہیں کہہ دو۔ یہ بیت

قطعہ سعدی گر عاشقی کنی و جوانی ! عشقِ محمد بس است و آں محمد

سادات نور دیدہ و شرفِ عالمند از عزتِ محمد و از عزتِ علیؑ

فردا طعامِ معدہ دوزخ بود و لے کام و زارِ محبتِ شان نیتِ منتهی

گر خوردہ از ایشان صا دو شود کج نتوان شکست قیمت جوہرِ سجاہلی

از بہر آنکہ سید کو نین گفتہ است الصالحون لله والصلحون لى

^{۱۵۴} منقبت۔ کتاب بشار المصطفیٰ میں اسناد طویل کے ساتھ آئمہ معصومین علیہم السلام سے منقول ہے کہ ایک روز جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش خوش امیر المؤمنین کے گھر میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے بھائی! میں تم کو بشارت دینے کے لئے آیا ہوں۔ اے بھائی! اس وقت جبرئیل امین یہ پیغام رب العالمین لے کر میرے پاس آئے۔ کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد علیؑ کو یہ بشارت دے کہ تیرے دوست مطیع و نافرمان سب بہشت میں داخل ہوں گے۔ امیر المؤمنین یہ مژدہ سن کر نہایت خوش ہوئے اور شکر کا سجدہ بجالائے۔ اور بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کی۔ اے خداوند عالم تو گواہ رہنا کہ میں نے اپنی آدھی نیکیاں اپنے دوستوں اور محبتوں کو بخش دیں۔ پھر جناب بیاد النساءؑ ظہر ہر نے بارگاہِ پروردگار میں یہ التماس کی کہ اے خداے دو جہاں میں نے بھی اپنی آدھی نیکیاں علیؑ کے مجھوں کو بخش دیں۔ بعد ازاں امین یعنی حسنؑ اور حسینؑ نے بھی خدا کو گواہ کر کے کہا کہ ہم نے بھی اپنی آدھی نیکیاں علیؑ کے مجھوں کو بخش دیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے زیادہ کریم اور سخی نہیں ہو۔ میں نے بھی اپنی آدھی نیکیاں علیؑ کے دوستوں کو بخش دیں۔ اس وقت جبرئیل امین نے آکر عرض کی کہ اے محمد حق سبحانہ آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ تم مجھ سے بڑھ کر کریم نہیں ہو۔ میں نے علیؑ کے دوستوں کے تمام گناہ بخش دیئے۔ اور بہشت اور اس کی نعمتیں اور اپنا دیدار ان کے لئے مقسوم کیا۔

^{۱۵۵} منقبت۔ ہدایت السعداء میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک روز سرور انبیاء محمد مصطفیٰ مسجد مدینہ میں ایک جماعت صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ شاہ اولیا علی مرتضیٰ وہاں آئے آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ آدم کو اس کی صفوت کے ساتھ۔ اور نوح کو اس کی برکت کے ساتھ۔ اور سلیمان کو اس کی مملکت۔ سلطنت کے ساتھ۔ اور ابراہیم کو اس کی عظمت کے ساتھ۔ اور یاقوت کو اس کے صبر کے ساتھ۔ اور ایساف کو اس کے سن کے ساتھ اور داؤد کو اس کی خلافت کے ساتھ۔ اور موسیٰ کو اس کی مناجات کے ساتھ اور عیسیٰ کو اس کے زہد کے ساتھ۔ اور محمد کو اس کی اطاعت کے ساتھ دیکھے اس کو چاہیے کہ وہ میرے بھائی علیؑ کو دیکھے لے صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کی

یا رسول اللہ! کیا یہ تمام فضائل علی میں جمع ہیں؟ سرور کائنات نے فرمایا: ہاں بیشک؛ اور میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں علیؑ کو بارہ پیغمبروں کے ساتھ برابر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کے لئے فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ** (اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو برگزیدہ کیا)، اور علیؑ کے باب میں فرمایا: **ثُمَّ آوَرَ شَتَا الْكِتَابِ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا**۔ (پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا۔ جن کو ہم نے اپنے بندوں سے برگزیدہ کیا ہے)، اور نوحؑ کے لئے ارشاد فرمایا: **إِنَّكَ كَانَتْ عَبْدًا اشْكُورًا**۔ (وہ شکر گزار بندہ تھا)، اور علیؑ کے بارے میں فرمایا: **إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا**۔ (اور ہم نے اس کو راہِ خدا کی طرف ہدایت کی۔ یا شکر گزار ہو جائے۔ یا کفرانِ نعمت اختیار کرے۔ اور سلیمانؑ کے لئے فرمایا: **وَأَتَيْنَاهُ مُلْكًا عَظِيمًا**۔ (اور ہم نے اس کو ملکہِ عظیم دیا) اور علیؑ کے باب میں ارشاد فرمایا: **إِذَا رَأَيْتَ ثَمْرًا رَأَيْتَ نَجِيمًا وَمُلْكًا كَثِيرًا** (جب تو دیکھے گا۔ تو وہاں نعمتِ ابہی اور ملکہِ کثیر دیکھے گا) اور ابراہیمؑ کے واسطے فرمایا: **فَرَأَاهُ هَيْمَةً الذِّمَىٰ وَقِي**۔ (وہ ابراہیمؑ جس نے وعدہ کو وفا کیا)، اور علیؑ کے لئے ارشاد کیا: **يُؤْفِقُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَتْ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا**۔ (وہ نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے خوف کرتے ہیں جس کی برائی ظاہر اور فاش ہے)، اور اسمعیلؑ کے لئے فرمایا: **فَلَمَّا اسْتَلَمَا وَمَثَلًا لِلْحَبِيبِينَ** (جب وہ دونوں رضامند ہوئے اور ابراہیمؑ نے اسمعیلؑ کو بیٹائی کے لیا لیا، اور علیؑ کے واسطے ارشاد فرمایا: **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّبِعُ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ**۔ اور آدمیوں میں سے بعض وہ ہیں۔ جو اپنے نفس کو خدا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے فرودخت کرتے ہیں) اور ایوبؑ کے لئے فرمایا: **إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِّعْمَ الْعَبْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ** (ہم نے اس کو صابر پایا۔ اور وہ اچھا بندہ ہے کیونکہ وہ ہماری طرف بہت رجوع کرنے والا ہے)، اور علیؑ کے بارے میں فرمایا: **وَجَزَاءُ هُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةٌ وَحَدِيثًا** (اور ان کو صبر کرنے کی وجہ سے جنت اور تحریر بدلے میں عطا فرمایا)۔ اور موسیٰؑ کے لئے فرمایا: **إِنَّكَ كَانَتْ رَسُولًا نَّبِيًّا**۔ کیونکہ وہ رسول اور نبی تھا) اور علیؑ کے لئے ارشاد فرمایا: **إِنَّ الْوَسْوَارَ كَثِيرَ يُونٍ مِّنْ كَأْسِ كَانَتْ مَزَاجَهُمَا كَأْفُورًا**۔ (برابر اور نیک بندے اس پیالے سے پئیں گے جس میں کافور ملا ہو ہے)، اور اوادؑ کے لئے فرمایا: **إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ مِن قَبْلِهِمْ**۔ (اور خدا ضرور ان کو خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح ان سے پہلو کو خلیفہ بنایا ہے)، اور ادریسؑ کے لئے فرمایا: **وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا**۔ (اور ہم نے اس کو مکانِ علیؑ و بلند پر بلند کیا)، اور علیؑ کے باب میں فرمایا: **وَسُنْدُسٌ خَضْرَاءٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحَلَوٌ مِنَ السَّوْدِ مِزْفَصَةٌ** وَسَقَمَهُمْ رَبُّهُمْ شَمْرًا بَاطَهُوْرًا (اور سندس بزر اور استہرق کے لباس ملیں گے اور چاندنی کے لنگن پہننے جائیں گے۔ اور انکا پروردگار ان کو شرابِ لہو سے سیراب کریگا) اور عیسیٰؑ کے لئے فرمایا: **أَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ**۔ (خدا نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی وصیت فرمائی ہے) اور علیؑ کے باب میں ارشاد فرمایا ہے،

وَالَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ. (وہ لوگ جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ درآںحالیکہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں) اور مجھ محمد کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوفَةَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ (ہم نے تجھ کو کوشہ عطا فرمایا ہے۔ پس تو اللہ کے واسطے نماز پڑھ۔ اور قربانی کر) اور علی کے باب میں فرمایا ہے۔ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَ بِهَا تَفَجِيرًا (وہ چشمہ جس کا خدا کے بند سے پانی پیتے ہیں۔ اور شگافتہ کرتے ہیں۔ جو شگافتہ کرنے کا حق ہے) نیز اس کے بیان فرماتا ہے، وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ (اور خدا کی دوستی میں مسکین۔ یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ مولف کے والد فرماتے ہیں۔ نظم

لے زائل بہر بزرگی گہر
گرد و جہاں خاک شود بر درت
ز آنکہ خداوند جہاں آسچنان
عزت ذات تو اگر کلک فکر
مر شود آن نقش بانوار مہر
چرخ چو پیش نظرت آورد
ہم تو شوی شیفتہ اش گاہ دید
کز تو ابد را علم کس بریا
غیبت عجب مرد خرد مند را
داد ترا عزت بے منتہا!
نقش نگار و مثلاً بر سما!
کلائد گرد و جہاں از ضیا
زیں ہمہ تمکین کہ بود مر ترا
ہم تو تنظیم نجیسی زما

مولوی معنوی ارشاد فرماتے ہیں :-

اے سرور مردانِ علیؑ مستان سلامت میکنند
اے شمعہٴ دشتِ نجف از تو نجف دیدہ شرف
اے دلبر و دلدار تو اے مونس غم خوار تو
اے طالب و مطلوب ما اے مقصد مقصود ما
اے قلِّ تَنَاوَا تاج تو دوش نبیؑ معراج تو
اے نور پاکِ مصطفیٰ با مصطفیٰ در یک عبا
اے میر و شاہِ محترم در دین و دنیا محترم!
اے زہمہ عصیاں بری مردانِ عالم را سری
اندر سائناتِ علیؑ و اندر زمین نامت ولیؑ
مستان سلامت میکنند جاں را غلامت میکنند
اے صفدر میدانِ علیؑ مستان سلامت میکنند
تو دری و کعبہٴ صدف مستان سلامت میکنند
اے محرم اسرار تو مستان سلامت میکنند
اے عابد و معبود ما مستان سلامت میکنند
تاج شہا آرایج تو مستان سلامت میکنند
اے مجتبیٰؑ اے مرتضیٰؑ مستان سلامت میکنند
بحر سخا کانِ کرم مستان سلامت میکنند
علم محمدؐ را دری مستان سلامت میکنند
در علم دین تو کاظمی مستان سلامت میکنند
مستی زجاہت میکنند مستان سلامت میکنند

اے باوجہ شکوہ سوسے نجف آور تو رد
 آں نور اختر را بگو آں روئے احمر را بگو
 مفتاح و لہارا بگو مصباح جانہارا بگو
 بانہیں و بانہیتوں بگو یا قتل کئی بانوں بگو
 آں شیرین دواں را بگو آں مرد میدان را بگو
 آں شمع ایماں را بگو آں بحرِ نماں را بگو
 آں آیت اللہ را بگو آں قدرت اللہ را بگو
 معشوق و عاشق را بگو آں شاہ صادق را بگو
 با خواجہ قنبر بگو با صاحب منبر بگو
 با قاتلِ کفار کو با آں دل و دلدار کو
 با عارفِ تقدیر کو با آیتِ تطہیر کو
 با زین دین عابد بگو با نور دین باقر بگو
 با مولیٰ کاظم بگو با طوسی عالم بگو
 با تقی گو و نقی با سید آں متقی!
 یا میر دین ہادی بگو با عسکری ہدی بگو

اعظم مؤلف

اے شاہ دین پرورد علی مستان سلامت میکنند
 اے سرفراز اولیاد بدر الدجی در دوسرا
 شاہنشہ پیر و جوان دارندہ کون و مکال
 تکوین ز تو تکوین ز تو آئین تلقین ہم ز تو
 ہاں اے نسیم مشکبو سوسے نجف آور تو رو
 باقدوہ اصحاب گو با زبدہ احباب گو
 با سردر ابرار گو بار ہبہر اسرار گو
 با قاتلِ کفار گو با ہازم اشعار گو
 با امید اسرار گو با مبدع آثار گو

اے ساقی کوثر علی مستان سلامت میکنند
 اے جانشینِ مصطفیٰ مستان سلامت میکنند
 اے جان جانان جہاں مستان سلامت میکنند
 اعلیٰ علیتین ز تو مستان سلامت میکنند
 با ساقی کوثر بگو مستان سلامت میکنند
 با قبلہ اقطاب گو مستان سلامت میکنند
 با حیدر کرار گو مستان سلامت میکنند
 با سید مختار گو مستان سلامت میکنند
 با زبدہ اطہار گو مستان سلامت میکنند

با خازنِ جنت بگو با مخزنِ حکمت بگو
 با رایتِ عزت بگو با آیتِ رحمت بگو
 با عالمِ عادل بگو با واصلِ کامل بگو
 با قابلِ مقبول بگو با قاتلِ مقتول بگو
 با واصلِ موصول بگو با حاصلِ محصول بگو
 با عارفِ معروف بگو با واصلِ موصوف بگو
 با حامدِ محمود بگو با قاصدِ مقصود بگو
 با ناطقِ منطوق بگو با سابقِ مسبوق بگو
 با ناطقِ صادق بگو با عاشقِ شائق بگو
 با آیتِ بخونے بگو با رازِ آؤ ادنے بگو
 با حیدرِ صفر بگو با سرورِ رہبر بگو
 آں جانِ عالم را بگو جانانِ آدم را بگو
 آں فتح و نصرت را بگو قبائل و شوکت را بگو
 سلطانِ دینا را بگو جانانِ زینب را بگو
 شاہِ مکرم را بگو ماہِ معظم را بگو
 ینبوعِ حیواں را بگو مطبوعِ خلقاں را بگو
 شاہِ ولایت را بگو راہِ ہدایت را بگو!
 مقصودِ ایماں را بگو معبودِ عرفاں را بگو
 با سدِ درخفی بگو با رہبِ وصفی بگو

منقبتِ حبیب السیر جلد دوم میں امام ناطق امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے مسجد کو ذمیں بر زمین فرمایا۔ اے لوگو! مجھ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس عطیے عطا ہوئے ہیں کہ وہ فضائل میرے نزدیک ان تمام اشیاء سے زیادہ تر محبوب ہیں جن پر آفتاب چمکتا ہے۔ اول یہ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ یا علی! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ دوسرے فرمایا۔ اے علی! تم قیامت کے دن تمام مخلوقات کی ذمہ داری میرے زیادہ تر نزدیک ہو گئے۔ تیسرے فرمایا۔ تمہاری منزل بہشت میں میری منزل کے برابر ہوگی۔ جس طرح بھائیوں کی مندرجہ

ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوا کرتی ہیں۔ چوتھے ارشاد فرمایا تم میرے اہل بیت اور خواص میں میرے ورت ہو۔ پانچویں فرمایا۔ تم روز قیامت تک میرے اصحاب اور میرے اہل بیت پر میرے قائم مقام اولیاء ہو۔ چھٹے فرمایا۔ تم میرے سامنے اور میرے پیچھے میرے اہل بیت کے محافظ اور رکھوالے ہو۔ ساتویں ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ تم میری رعیت میں عدل کو قائم کرنے والے ہو۔ آٹھویں فرمایا۔ تم میرے ولی عہد ہو۔ اور میری اولیٰ خدا کا ولی ہے۔ نویں۔ ارشاد فرمایا۔ یا علیؑ تمہارا دشمن میرا دشمن ہے۔ اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ دسویں۔ فرمایا۔ تم تمام امتوں پر بہشت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔

منقبت ۱۵۴ کتاب مذکور اور مناقب ابوالموید خوارزمی میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب صلح یحییٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا میری اس نبوت اور علیؑ بن ابی طالب کی ولایت کو آسمان اور زمین پر پیش کیا۔ دونوں نے قبول کیا۔ اور دین کا کام ہم دونوں کے حوالے ہوا۔ پس صاحب سعادت و شہسخت ہے جو ہماری متابعت کے وسیلے سے سعید ہو اور شقی اور بدبخت وہ شخص ہے جو ہماری متابعت اور پیروی نہ کرنے کے سبب شقاوت میں مبتلا ہو۔

منقبت ۱۵۵ اس امر کے بیان میں کہ سید کائنات علیہ الصلوٰۃ نے اپنی حیات و ممات کے زلمے میں اپنی ارمواج مطہرات کا اختیار امیر المؤمنین کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی شخص نے اپنی زوجہ کے طلاق کا اختیار کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں نہیں دیا۔

تاریخ اعظم کوئی۔ روضۃ الاحباب کے دوسرے دفتر اور حبیب السیر کی جلد اول میں رقم ہے کہ جنگ جمل کے ختم ہونے کے بعد جناب ولایت شہزادہ بیت و ثار۔ و صاحبہ آثار خود بنفس نفیس عائشہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور اجازت لے کر اندر آئے۔ اس وقت بصرے کی کچھ عورتیں عائشہؓ کے ساتھ مل کر رو رہی تھیں امیر المؤمنینؑ نے نہایت رفیق اور نرمی سے فرمایا کہ پیغمبر آخر الزمان کی بیویوں کے باب میں خدا کا یہ خطاب ہے۔ **وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ** (اور تم اپنے گھروں میں قرار پکڑو) اور اے عائشہؓ تو خطا کے شبہ میں ایسے امور کی مر تکب ہوئی۔ جو تیرے حال کے مناسب اور شایان نہ تھے۔ حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری قربت نزدیکی کا حال تجھ کو معلوم تھا۔ اور آنحضرتؐ سے سُنے ہوئے تھی۔ کہ فرمایا۔ **مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَعَلَىٰ مَوْلَاةِ اللَّهِ وَاللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاةَ وَعَادِ مَنْ عَادَا**۔ تو نے میرے ساتھ عداوت اور دشمنی کا طریق اختیار کیا۔ اور میرے معاندوں اور مخالفوں سے موافقت اور رفاقت کی اور جبکہ دین میں ام المؤمنینؑ کا مرتبہ تہجد کو حاصل تھا۔ پھر کس لئے پردہ عصمت کے دائرہ سے روگردانی کی اور آئیے **فَسْتَكُونُنَّ مِنْ قَرَابِ حِجَابِ** (پیغمبر کی بیویوں سے پردہ کے پیچھے سوال کرو) سے کیوں مخرف ہوئی۔ غلامہ کام یہ ہے کہ خیر گذر اسو گذر رہا ہوا سو ہوا۔ اب بہتر اور مناسب یہ ہے کہ اپنی خطا پر اصرار نہ کرو

اور مدینہ منورہ کی طرف جلد روانہ ہو۔ اور وہاں جا کر اس مکان میں حضرت مقدّس نبوی صلعم نے تجھ کو چھوڑا تھا۔ قبلہ کو اور مرتے دم تک اس سے باہر نہ نکل۔ یہ فرما کر اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔

اور فتوح ابن اعثم کو فی میں مروی ہے کہ پیشتر اس کے جناب امیر المؤمنین ام المومنینؑ سے کلام کریں۔ صبیحہ بنت الحارث ثقفیہ نے جو عبداللہ بن خلف کی زوجہ تھی، فریاد اور نوحہ کرنے لگی۔ اور باقی تمام مصیبت زدہ عورتوں نے کہا۔ یا قاتلِ الوَحْبَابِ وَ یا مُهَيَّرَ الْجَبْحِ یعنی لے دو دستوں کو قتل کرنے والے اور جمعیت کے پریشان کرنے والے اور یہودہ بکنا شروع کیا۔ اور عبداللہ بن خلف کی بیوی نے کہا۔ تو نے عبداللہ بن خلف کے بچوں کو یتیم کر دیا۔ خدا تعالیٰ تیرے بچوں کو یتیم کرے۔ امیر المؤمنینؑ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا۔ لے صیغہ میں تجھ کو اس بات پر طاعت نہیں کرتا۔ کہ تو تجھ کو دشمن رکھے اور طاعت کرے اور بڑا کہے۔ کیونکہ میں نے تیرے جد کو جنگ بدر میں اور تیرے چچا کو جنگ اُحد میں اور تیرے شوہر کو جنگ جمل میں قتل کیا ہے۔ اور اگر میں جیسا کہ تیرا گمان ہے۔ تمہارے دوستوں کا قاتل ہوتا۔ تو میں ان شخصوں کو جو اس گھر میں ہیں مفرود قتل کر ڈالتا۔ پھر عائشہؓ کی طرف مُڑ کر کے فرمایا۔ میں نے یہ قصد کیا کہ اس گھر کا دروازہ کھولوں اور جو لوگ اس گھر میں ہوں۔ ان کو تہ تیغ کروں۔ اور اس گھر کی طرف اشارہ فرمایا۔ جس میں عبداللہ بن زبیر اور وہ لوگ چھپے ہوئے تھے۔ جو جنگ جمل میں تلوار کی زد سے بچے تھے۔ لیکن میں مسلمانوں کی سلامتی اور ان کے آرام و چین کا خواہاں ہوں۔ عائشہؓ اور باقی مصیبت زدہ عورتوں نے اس خطاب پر عناب کی ہمدیت سے ڈر کر رونا اور سخت کوئی کرنا چھوڑ دیا۔ اور بالکل خاموش ہو گئیں۔ اور عائشہؓ کو نصیحتیں کر کے اور حکایات گذشتہ بیان فرما کر وہاں سے باہر تشریف لے گئے۔

منقول کہ دوسرے روز غنچہ نبوت رسالت اور سرِ بولستان جلال و بساطت یعنی شاہزادہ جن کو برسم رسالت عائشہؓ کے گھر بھیجا۔ امامؑ نے اکر فرمایا۔ امیر المؤمنین ارشاد فرماتے ہیں اس خدا کی قسم! جس نے دانہ کو شکافتہ کیا۔ اور آدم فرزند کو پیدا کیا اگر لے عائشہؓ! تو اسی وقت مدینہ کو کوچ کی تیاری نہ کرے گی۔ تو میں تجھ کو ایک پیغام بھیجوں گا! اور تجھ کو اس امر پر متنبہ کروں گا۔ جس کی کیفیت تو اچھی طرح جانتی ہے۔ لا رومی کہتا ہے کہ عائشہؓ اس وقت اپنے سر میں کنگھی کر رہی تھی۔ اور دائیں طرف کو گوندھ چکی تھی اور بائیں طرف کو گوندھنا چاہتی تھی۔ لیکن جب شاہزادہ جس نے یہ پیغام پہنچایا۔ بائیں طرف کو بن گندھا چھوڑ فوراً اس جگہ سے اٹھی۔ اور اپنے خواص اور خدمت گاروں سے کہا کہ میرا اسباب اونٹوں پر لاؤ۔ اور مدینہ جانے کی تیاری کرو۔ کہ مدینہ جانے کے سوا اب کچھ چارہ نہیں۔ اور اس وقت کمال تشویش اور اضطراب اس کے چہرہ پر نمایاں ہوا۔ رو سائے بصرہ کی عورتوں میں سے بنی ہلب کی ایک عورت نے عائشہؓ سے پوچھا لے ام المومنینؑ! عبداللہ ابن عباس تمہارے پاس آئے۔ اور یہی پیغام پہنچایا۔ اور تم نے نہایت بلند آوازی کے ساتھ اس سے کلام کیا۔ کہ ہم سب نے تمہاری آواز سوال و جواب کے وقت سنی

چنانچہ وہ غضبناک ہو کر یہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور پھر اس جوان کے والد ماجد یعنی امیر المؤمنینؑ بنفس نفیس خود تشریف لائے۔ اور تم سے اسی بارے میں گفتگو فرمائی۔ لیکن تم نے ان کے قول پر بھی توجہ نہ کی۔ اب کیا ہوا کہ ان کے فرزند ارجند کے قول سے اس قدر اضطراب اور گھبراہٹ تم کو لاحق ہوئی۔ عائشہؓ نے جواب دیا کہ یہ جوان سبطِ رسولؐ۔ فرزندِ قبول اور نور دیدہ اہل قبول ہے جو کوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم ہائے مبارک کی زیارت کرنا چاہے۔ اس کو چاہیے کہ اس فرزند ارجند کی آنکھوں کی طرف نظر کرے۔ اور میں نے خود دیکھا ہے کہ رسولؐ اس فرزند کے بوسے لیتے اور بار بار سونگتے اور اپنے سینہ اطہر سے چسپاں کیا کرتے تھے۔ اور اس کے باپ نے اس کے ہاتھ پیغام بھیج کر ایک ایسے امر سے خبردار کیا ہے کہ مدینے کی طرف کوچ کرنے کے سوا اور کچھ چارہ ہی نہیں اس عورت نے اس امر کی کیفیت دریافت کی۔ ام المؤمنینؑ نے جواب دیا کہ ایک حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں کچھ مال غنیمت آیا تھا اور حضرت اپنے ذوی القربیٰ میں اس کو تقسیم فرما رہے تھے۔ ہم یعنی آنحضرتؐ کی زوجات مطہرات نے بھی اس مال میں سے حصہ طلب کیا۔ اور اس باب میں ہمارا الحاح و مبالغہ اعتدال سے بڑھ گیا۔ علی بن ابی طالب نے ہم کو طاعت کرنی شروع کی۔ اور فرمایا۔ اے زوجات پیغمبرؐ تم نے بہت مبالغہ کیا۔ اور اپنا الحاح اصرار حد سے بڑھا کر آنحضرتؐ کو رنجیدہ خاطر اور پریشان کر دیا۔ اور تم کو بہت ہی سزائش اور طاعت کی۔ ہم نے بھی ہر طرف سے ان پر هجوم کر لیا۔ اور نہایت سخت اور درشت کلمات ان کی شان میں کہے۔ اس جناب نے آئینہ ذیل کو ہمارے لئے تلاوت فرمایا۔ عَسَىٰ رَبُّهُ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُبَدِّلَ لَكَ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكَ (قرآن مجید یعنی ہو سکتا ہے کہ اگر وہ پیغمبر خدا تم سے و تہر وار ہو جائے اور تم کو طلاق دیدے۔ تو اس کا پروردگار تم سے بہتر اور برتر بیویاں اس کو تمہارے عوض میں عطا فرمائے۔ اس پر بھی ہم نے آپ کے ساتھ سختی اور خشونت میں زیادتی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جناب کے ساتھ ہماری سختی اور درشت کلامی سے بلیش آنے کے سبب نہایت غضبناک ہوئے اور علیؑ کی طرف نظر کر کے فرمایا۔ اے علیؑ میں نے ان (زوجات نبویؑ) کو طلاق تمہارے قبضہ اختیار میں دیا۔ اور تمہارے سپرد کیا۔ اور تم کو اپنا وکیل کیا۔ کہ ان میں سے جس کو تم میری طرف سے طلاق دے دو گے اس کا نام نساء النبی (نبی کی عورتوں) کے دفتر سے مہو ہو جائے گا، چونکہ آنحضرتؐ ہمارے طلاق کا مہر طلاقاً اس بزرگوار کے حوالے فرمایا ہے۔ اور حیات اور عیاشات میں کچھ فرق نہیں کیا۔ اس وقت علی بن ابی طالب مجھ کو اسی امر پر متنبہ فرماتے ہیں۔ اب میں آنحضرتؐ کے فراق کئی سے ڈرتی ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ اس جناب کی زبان پر کوئی ایسا کلمہ جاری ہو جائے۔ جس کی تلافی اور تدارک ممکن نہ ہو۔ میں ڈرتی ہوں کہ رسول خدا سے جدا ہو جاؤں اور اس جہاں میں آنحضرتؐ کی خدمت کی سعادت اور ملاقات کی دولت سے محروم اور بے بہرہ رہوں۔

لِكُلِّ شَيْءٍ عِدْمَتُهُ خَلْفٌ وَمَا يَفْقَهُ الْحَبِيبُ مِنْ خَلْفٍ

رہر چیز کا جو تجھ سے جالی رہے۔ عرض اور بدلہ ممکن ہے۔ لیکن حبیب اور دوست کا بدلہ ممکن نہیں، ہر بیت
 بر خاستن از جان و جہان مشکل نیست مشکل از سر کوٹے تو بر خاستن است
 منقبت^{۱۵۱}۔ شواہد النبوة میں جبہ عرفی سے منقول ہے کہ معاویہ کی جنگ کے دنوں میں جناب شاہ
 ولایت مآب ایک دریا کے کنارے پراترے ہوئے تھے۔ یکایک ایک شخص نے آکر کہا اَلَسَلَامُ عَلَیْكَ يَا امیرِ
 الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَمَامَ الْمُتَّقِیْنَ جناب امیر نے جواب میں فرمایا۔ عَلَیْكَ السَّلَامُ۔ اس شخص نے عرض کی۔ میں
 شعون بن یوحنا اس دیر (عبادت خانہ) کا مالک ہوں اور ایک دیر کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ سکونت رکھتا تھا۔ پھر
 عرض کیا کہ ہمارے پاس کتاب انجیل ہے جو اصحاب عیسیٰ ایک دوسرے سے میراث میں لیتے رہے ہیں۔ اگر آپ
 فرمائیں تو میں اس کتاب کو آپ کے پاس لاکر پڑھوں۔ فرمایا۔ لاؤ۔ وہ شخص کتاب لایا۔ اور رسول علی الصلوٰۃ والسلام کی
 لعنت اور آپ کی امت کے اوصاف اور کمالات پڑھ کر سنائے۔ اور اس کے اخیر میں لکھا تھا۔ کہ ایک روز اس دریا
 کے کنارے پر ایک شخص اترے گا۔ جو قربت اور نسب میں خاتم النبیین سے قریب تر ہوگا۔ اور اہل مشرق کے دین
 کو آراستہ کرے گا۔ اور اہل مغرب کے ساتھ جنگ کرے گا اور پچند کلمات بھی امیر کی منقبت میں لکھے تھے اَللّٰهُنَّیَا اَهْوَنُ
 عِنْدَهُ مِنْ رَمَادِنِ اَشْتَدَّتْ بِهٖ الرِّجْمُ فِیْ یَوْمِ عَاصِیْفٍ وَ الْمَوْتُ فِیْ حُبِّ اللّٰهِ اَهْوَنُ عَلَیْهِ مِنْ
 شَوْبَةِ مَاءٍ لِّشَرْبِهٖ الظَّمَانُ۔ الْعَوْنُ رِضْوَانُ اللّٰهِ وَ الْقَتْلُ مَعَهُ شَهَادَةٌ۔ یعنی دنیا اس
 کے نزدیک اس خاکستر سے بھی زیادہ خوار اور ذلیل تر ہے۔ جس پر اندھی کے دن سخت ہوا چل رہی ہو۔ اور خدا
 کی محبت میں مرجانا اس کے نزدیک پانی کے پینے سے بھی زیادہ تر آسان ہے۔ جس کو پیسا پیٹے۔ اور اس کی یاری اور
 مدد کرنا۔ خدا تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی ہے اور اس کے ہمراہی میں قتل ہونا شہادت ہے۔

بعد ازاں اس شخص ویرانی نے کہا کہ جب نبی مبعوث ہوئے۔ تو میں ان پر ایمان لایا۔ اور جب آپ یہاں
 آکر اترے۔ آپ کی خدمت میں مشرف ہو کر عہد کیا۔ کہ زندگی اور موت دونوں حال میں آپ کے ہمراہ رہوں گا۔ یہ
 سن کر جناب امیر المؤمنین پر رقت طاری ہوئی۔ اور حاضرین بھی رونے لگے۔ اس وقت یہ کلمات آپ کی زبان
 بلاغت بیان پر جاری ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ لِیْ عِندَهُ مَنَسِیًا وَّ اَحَدًا الَّذِیْ ذَكَرَ فِیْ
 فِیْ كِتَابِ الْاَبْرَارِ۔ یعنی اس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے نزدیک مجھ کو فراموش نہیں فرمایا۔ اور میں شکر کرتا
 ہوں اس ذات اقدس کا جس نے مجھ کو اپنے ابراہم کی کتاب میں یاد فرمایا ہے۔ بعد ازاں جبہ عرفی سے ارشاد فرمایا
 اس مرد مومن کو اپنے ساتھ رکھو۔ جب شام اور دوپہر کا کھانا لوگوں کو کھلاتے۔ اس کو طلب فرماتے۔

آخر کار لیلۃ الہر میں جب معاویہ کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ شہید ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور امیر المؤمنین نے اس کے جنازے
 پر نماز ادا کی۔ اور اس کی قبر میں خود اتر کر اس کو سپرد خاک کیا۔ اور فرمایا۔ هَذَا رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ وَمِنْ اَهْلِ بَيْتِیْ

یعنی یہ مرد مومن ہے اور میرے اہلبیت سے ہے۔

مشواید النبوة - روضۃ الاحباب - روضۃ الصفا - حبيب السیر اور معارج النبوة میں لکھا ہے کہ ناقلان آثار سلف نے یہ بیان کیا ہے کہ شرائط صلح (حدیبیہ) کے طے ہونے کے بعد جب سہیل بن عمرو کو آنحضرت کی خدمت میں لائے۔ اور دو اتار و قلم تیار ہو گئے۔ حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس بن خولی انصاری کو طلب فرمایا کہ اگر عہد نامہ تحریر کرے۔ سہیل نے کہا۔ اے محمد! لازم ہے۔ تمہارا سپر عم علی عہد نامہ کو تحریر کرے۔ سہیل کی انہاس کے موافق آنحضرت نے امیر المؤمنینؑ سے فرمایا۔ لکھو۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ سہیل نے کہا۔ خدا کی قسم " رصمان کو نہیں پہچانتے کہ وہ کون ہے؟ بلکہ یوں لکھو۔ بِاسْمِکَ اللّٰہُمَّ۔ مسلمانوں نے کہا ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کے سوا اور کچھ نہیں کہتے۔ رسولؐ نے فرمایا۔ اے بھائی لکھو۔ بِاسْمِکَ اللّٰہُمَّ امیر المؤمنینؑ نے آنحضرتؐ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ بعد ازاں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہذا ما قضیٰ مُحَمَّدًا رَسُوْلًا اللّٰہِ یہ وہ ہے۔ جس پر محمدؐ رسول اللہؐ نے فیصلہ کیا ہے (سہیل نے کہا۔ اے محمدؐ ہم تیری رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ اگر ہم جانتے کہ تو خدا کا رسولؐ اور اس کا بھیجا ہوا ہے۔ تو ہم تجھ کو خانہ خدا کی زیارت سے منع نہ کرتے۔ یہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! لفظ رسول اللہ کو چھیل ڈالو۔ اور اس کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھو۔ جب آنحضرتؐ نے جناب امیر کو لفظ رسول اللہ کے چھیل ڈالنے کا حکم فرمایا۔ تو جناب امیر المؤمنینؑ نے عرض کی۔ خدا کی قسم۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں صفت رسالت کو مٹا دوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا۔ اے علیؑ لفظ رسول اللہ کو مٹا دیجئے۔ ورنہ میں اس مصالحت سے بیزار ہوں۔ امیر المؤمنینؑ نے اس عہد نامہ کو چھوڑ تواریکے قبضہ پر ہاتھ رکھا تا کہ اس مشرک کو اس حکومت سے محروم کر کے بہتیم واصل فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے بھائی امیر المؤمنینؑ جانے دو۔ عرض کی یا رسول اللہ! مجھ کو آپ کی تعظیم اور ادب کی پاسداری لفظ رسول اللہ کے محو کرنے سے مانع ہے یہ سن کر جناب رسول اللہؐ نے وہ کاغذ خود اپنے دست مبارک میں لے کر لفظ رسول اللہ کو مٹا دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حالانکہ حضرت نے کبھی تحریر کا کام نہ کیا تھا۔ لیکن بطریق اعجاز ابن عبد اللہ تحریر فرمایا۔ اور بعض کا قول ہے کہ خود لفظ رسول اللہ کو محو کر کے امیر المؤمنینؑ کو حکم دیا۔ کہ یہ کلمہ درج کرو دو مسلمانوں میں سے ابو بکر بن ابوقحافہ عمر بن خطاب۔ عبد اللہ بن عوف۔ سعد وقاص۔ عثمان عفان۔ ابو عبیدہ جراح۔ محمد بن مسلمہ۔ اور ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے اسمائے شریفہ اس عہد نامے پر درج کئے۔ اور کفار کی طرف سے خویلب بن عبد المعری۔ بکر بن حفص وغیرہ چند لوگوں نے اس پر اپنے دستخط کئے اور بنی خزاعہ پیغمبر کے عہد میں داخل ہو گئے اور بنی بکر نے قریش کو اپنا وسیلہ بنایا۔ اور حبشہ صلنا مہرتب ہو چکا۔ اور اس تحریر سے فارغ ہوئے۔ تو آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بھائی! ایک روز تم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا۔ چنانچہ جب

جنگ صفین میں امیر المؤمنین اور معاویہ کے درمیان جنگ و جدل کی مدت بہت دراز ہو گئی۔ آخر کار صلح قرار پائی۔ جب عہد نامہ لکھا جا رہا تھا کہ یہ صلح نامہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی طرف سے ہے۔ معاویہ نے کہا کہ لفظ امیر المؤمنین محو کر کے صرف علی بن ابی طالب لکھو کیونکہ اگر میں جانتا کہ علی مومنوں کا امیر ہے۔ تو میں اس سے جنگ نہ کرتا۔ اور اس کی متابعت اور بیعت کرتا۔ تب امیر المؤمنین نے فرمایا۔ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ رَسُولُ خَدَانِي بِحَقِّ فَرِيَايَا لَكُو۔ جس طرح معاویہ کہتا ہے۔ باب شجاعت میں مفصل طور پر اس کو بیان کریں گے۔

منقبت^{۱۲}۔ ہدایت السعداء اور زاہدین میں بریدہ السلمی سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر امیر المؤمنین کی ماتحتی میں من کو بھیجا۔ اور میں بھی آپ کے ہمراہ تھا جب ہم واپس آئے۔ تو آنحضرت نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ سفر میں اور اپنے امیر اور سردار کی صحبت کے حالات بیان کرو میں نے آپ کی شکایت کی۔ اور میرے سوا اور کسی نے شکایت نہیں کی۔ آنحضرت نے کمال غضبناک ہو کر مجھ سے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا اے بریدہ! کیا میں مومنوں کے نفسوں کا ان کے نفسوں سے بڑھ کر مختار اور والی نہیں ہوں۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! بیشک آپ مختار اور والی ہیں۔ فرمایا جس کا میں والی ہوں۔ علی بھی اس کا والی ہے۔

منقبت^{۱۳}۔ شرف النبوة۔ ورو اور ہدایت السعداء میں اسحاق بن سلیمان ہاشمی سے منقول ہے کہ ایک روز ہارون الرشید کی مجلس میں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب کا ذکر تھا۔ ہارون نے کہا۔ عام لوگ میری نسبت یہ گمان رکھتے ہیں کہ علی اور ان کی اولاد کو دوست نہیں رکھتا۔ خدا تعالیٰ میری فرط محبت سے خوب واقف ہے جو میں جناب امیر اور ان کی اولاد و امجاد سے رکھتا ہوں۔ اور وہ خوب جانتا ہے کہ میں ان کی انصافیت کا قائل اور محترف ہوں۔ اور خدا کی قسم ایک صحیح حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مجھ کو پہنچی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی خدمت میں حاضر تھا کہ جناب سیدۃ النساء علیہا التیمم والثناء تھوٹی وہاں تشریف لائیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اے میرے فرزند! میرے ماں باپ تم پر سے خدا ہوں تم کیوں روتی ہو؟ عرض کی اے والد گرامی میرے دونوں نواسیوں حسن اور حسین گھر سے باہر چلے گئے ہیں۔ میں نے ہر چند تلاش کیا۔ مگر نہیں ملے۔ فرمایا۔ اے فرزند! غمگین نہ ہو۔ جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ وہ میری اور تیری نسبت ان پر زیادہ مہربان ہے۔ پھر دست ہائے مبارک اٹھا کر بارگاہ الہی میں یوں عرض کی۔ يَا جَامِعَ الْمُتَفَرِّقِينَ جہاں میرے یہ دونوں فرزند ارجمند ہیں تو ان کا گھمبانا اور محافظ ہو۔ اسی وقت روح الامین حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا سید المرسلین! آپ غمگین نہ ہوں کہ یہ (دونوں) دنیا اور آخرت میں فیاض اور صاحب فضیلت ہیں اور ان کا باپ ان دونوں سے افضل ہے اور وہ دونوں صاحبزادے خطیرہ نبی النجار میں ہیں۔ خیر البشر اس بشارت غیبی کو سن کر اپنے اصحاب مستطاب کے ہمراہ خطیرہ مذکور کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے۔ تو کیا

دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں صاحبزادے ایک دوسرے سے بخلگیر ہو کر سو رہے ہیں۔ اور ایک فرشتے نے اپنا ایک بازو ان کے نیچے بچھایا ہوا ہے۔ اور دوسرے بازو سے ان پر سایہ کر رکھا ہے۔ آنحضرتؐ ان کے سر ہانے بیٹھ گئے۔ اور نہایت محبت اور پیار سے بوسے لینے لگے۔ یہاں تک کہ دونوں صاحبزادے جاگ اُٹھے امام حسنؑ کو اپنے دائیں کندھے پر اور امام حسینؑ کو بائیں کندھے پر بٹھایا۔ اور گھر کو روانہ ہوئے جبرئیل علیہ السلام آپ کے برابر برابر اور صحابہ پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ اس وقت آنحضرتؐ اپنی زبان معجزہ بیان سے بیان فرماتے تھے۔ خدا کی قسم! میں تم کو شرف اور بزرگی دوں جیسی کہ خدا تعالیٰ نے تم کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ اسی اثنا میں ابو بکرؓ نے آ کر عرض کیا رسول اللہ ان دونوں کو شوارہ عرشِ خدا میں سے ایک کو مجھے دیکھئے۔ کہ میں اٹھاؤں۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ اے ابو بکرؓ میں نہیں دیتا۔ ان کی سواری بہت اچھی سواری ہے۔ اور یہ بہت اچھے سوار ہیں۔ اور ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔ الغرض جب اسی طرح مسجد میں تشریف لائے۔ بلالؓ کو حکم دیا کہ آواز دو کہ مومنین حاضر ہوں جب خورد و کلاں۔ اونے اور اعلیٰ سب وہاں آ کر حاضر ہو گئے۔ توبہ تورا سابق دونوں صاحبزادوں (حسنؑ اور حسینؑ) کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر منبر پر تشریف لے گئے۔ اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے لوگو! میں ان لوگوں سے آگاہ کروں۔ جو جود و جدہ۔ مال باہب۔ چچا چھوچی۔ اور ماموں اور خالک کی رو سے تمام مخلوقات سے بہتر ہیں حاضرین نے عرض کی۔ بیشک ارشاد فرمائیے۔ فرمایا۔ وہ حسنؑ اور حسینؑ ہیں کہ ان کا جد محمدؐ ہے جو خدا کا رسولؐ ہے۔ اور ان جدہ خدیجہ بنت خویلدہ ہے۔ جو میری ازواجِ مطہرات میں سب سے افضل ہے۔ اور ان کی والدہ میری دخترِ فاطمہ ہے۔ جو دنیا و آخرت میں تمام عورتوں کی سردار ہے۔ اور ان کا باپ علیؑ بن ابی طالب ہے جو میرے بعد خیر البشر یعنی تمام آدمیوں سے بہتر ہے۔ اور ان کا چچا جعفر طیار اور ان کی چھو بھی امؑ مانی دختر ابوطالب ہے۔ اور ان کا ماموں میرا بیٹا قاسمؑ اور ان کی خالہ میری بیٹی زینبؓ ہے۔ بعد ازاں بارگاہِ الہی میں مخاطب ہو کر یوں عرض کی۔ اے خداوند! میں جانتا ہوں کہ حسنؑ اور حسینؑ اور ان کے ماں باپ اپنے دوستوں سمیت بہشت میں ہوں گے میری تجھ سے یہ دعا ہے کہ جو شخص ان کو دشمن رکھے۔ (ابدالاً بادیہ تک جہنم میں رہے۔

راوی کہتا ہے کہ ہارون الرشید روناتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس حکایت کو حاضرین مجلس کے روبرو بیان کرتے ہوئے شدتِ گریہ کی وجہ سے اس کی آواز گلے میں رگ گئی تھی۔ اور وہ بول نہ سکتا تھا۔

منقبت ۱۲۲ فصل الخطاب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے منقول ہے کہ جب حق تعالیٰ نے عمر بن الخطابؓ کے زمانہ حکومت میں اصحاب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملائین کی فتح نصیب کی۔ اور حضرت عمرؓ نے غنیمت کے تقسیم کرنے کا حکم دیا تو امام حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام نے آ کر کہا۔ اے عمر حق تعالیٰ نے جو مسلمانوں کو فتح دی ہے اس میں سے ہمارا حق ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ دو ہزار

درہم دونوں بزرگواروں کے سامنے رکھ دیئے۔ بعد ازاں عبداللہ بن عمرؓ نے اگر عرض کی۔ اے باپ! اس مال میں سے جو خدا نے مومنوں کو عطا فرمایا ہے۔ میرا حق دیجئے۔ عمرؓ نے اپنے بیٹے کو پانستو درہم عطا کئے۔ فرزند ارجمند نے عرض کی عجب عدل و انصاف ہے کہ سنین علیہا السلام کو تو مجھ سے دگنا دیتے ہو۔ حالانکہ میں رسول خدا کے زمانہ سے صاحب شمشیر و جہاد ہوں۔ اور یہ دونوں بچے ہیں کہ ابھی تک مدینے سے باہر قدم نہیں رکھا۔ عمرؓ نے کہا کہ بیشک ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تو بیان کرتا ہے۔ لیکن تجھ کو اور تیرے باپ کو ان کی برابری اور ہمسر ہی کی مجال کہاں ہے؟ ہاں ذرا ان کے باپ جیسا باپ اور ماں جیسی ماں۔ اور ان کے جد جیسا جد۔ اور ان کی جدہ جیسی جدہ اور ان کے چچا جیسا چچا۔ اور ان کے ماموں جیسا ماموں اور خالہ جیسی خالہ تو بھی لا۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تو نہیں لاسکتا۔ کیونکہ ان کا باپ علی مرتضیٰ۔ اور ان کی ماں فاطمہ زہرا۔ اور جد محمد مصطفیٰ اور جدہ خدیجہ الکبریٰ اور چچا جعفر طیار۔ اور چچو بھی ام ہانی دختر ابوطالب زویہ رسول خدا ہے۔ جس کے گھر میں آنحضرتؐ کو معراج ہوئی اور ان کا ماموں ابراہیم بن رسول خدا۔ اور ان کی خالائیں رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان بزرگواروں کے یہ فضائل سن کر عبداللہ بن عمرؓ بہت پشیمان ہوا۔ اور خاموش ہو رہا۔

منقبت ۶۳۳ نیز کتاب مذکور میں مسطور ہے کہ آیہ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (الحزق) کہہ دے اے محمد اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو۔ تو میری متابعت اور پیروی کرو۔ اللہ بھی تم کو دوست رکھے گا۔ کی تفسیر میں شیخ ابوعلی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے شب معراج میں طلاء اعلیٰ کے معصوموں کی ایک جماعت دیکھی جو محمدؐ محمدؐ کہتے تھے۔ اور کوئی ان میں سے دوسرے سے مقدم اور آگے بڑھا ہوا نہ تھا۔ جبرئیلؑ سے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں عرض کی۔ یا سید المرسلین! یہ تو عالم علوی کے مقدس اور علوی ہیں۔ جس طرح آپ کی آل پاک کے علوی تمام اہل زمین سے اشرف اور اعلیٰ ہیں۔ فرمایا۔ اے بھائی جبرئیل! انہوں نے یہ درجہ عالی کیوں کر اور کس وجہ سے پایا۔ عرض کی کہ آپ کے نام مبارک کی تسبیح سے۔ کہ ہر وقت ان کی عبادت یہی ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ حدیث مذکور اور حدیث ذیل کی بنا پر آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ خَلَقَ اللَّهُ مِنْ نُورِ وَجْهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَعْفِرُونَ لَهُ وَ لِمَحَبَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کے نور کے نور سے ستر ہزار فرشتے پیدا کئے ہیں۔ جو اس بزرگ کے لئے اور آنجناب کے دوستوں اور محبوں کے لئے روز قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے، چنانچہ شیخ عطار قدس سرہ نے شنوی مظہر جوہر میں اس حدیث کو نظم فرمایا ہے۔

اگر فضل علیؑ کوئی بہ تفصیل بہ قول نابھی اش کن تو تعطیل

خدا از نور روئے مرتضیٰ کرو سرشت چند ملک باراندا کرو
عدم مفا و شان باشد ہزارے کہ ایشان برساں دارند قرارے

ثابت ہو گیا کہ ملائکہ مذکورہ علوی ہیں اور اس تقدیر میں وجہ کی بنا پر فرقہ مذکور کو آل علی کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ باپ صرف پیدائش کا واسطہ ہے۔ اور حقیقی اور اصلی خالق پیدا کرنے والا حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ عالم علوی اور عالم منضلی دونوں کا مالک اور خالق وہی ہے۔ **يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا يُؤَيِّدُ** جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ پس جس طرح کہ سارات کو اس عالم شہود (ظاہر) میں علی کے صلب سے پیدا کر کے زمین کی تمام مخلوقات سے افضل اور اشرف بنایا ہے۔ اسی طرح اس جناب کے روئے انور کے نور سے ایک جماعت ملائکہ پیدا کر کے عالم بالا کے مقدسین اور پاک و پاکیزہ روحانیین سے اشرف اور اعلیٰ مرتبہ پر معزز فرمایا ہے۔

ع قادر است او ہر چہ خواہدے کند

اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطسہ آدم یعنی حضرت آدم کی چھینک سے پیدا کیا۔ اور ان کو چوتھے آسمان پر بٹھایا۔ چنانچہ میخسر و ہلوی نوت میں فرماتے ہیں۔ **مثنوی**

یافت تخت آدم زان نور تاب عطسہ زوان دیدن آں آفتاب
چشمش ازان نور چو بینا شدہ عطسہ آں نور میجا شدہ

اور اس قسم کے امور غریبہ پروردگار عالمین سے کچھ عجیب معلوم نہیں ہوتے۔ اور ان کا امیر المؤمنین کی ذات جمع الصفات سے منسوب کرنا کچھ مقام تعجب نہیں۔ کیونکہ آفتاب کا ایک لقب معنی **نظر العجائب** اور **نظر الغرائب** ہے۔ چنانچہ تفسیر حافظی میں آیا کہ **يَوْمَ تَشْفَقُ السَّمَاوَاتُ بِمَا لَعَنَكُمْ** (فرقان) جس روز آسمان بادل سے شکافتہ ہوگا، کے بیان میں مرقوم ہے کہ وہ بادل جو قیامت کے دن آسمان کو شکافتہ کر دے گا۔ وہ مرتضیٰ علی ہے۔ اس لئے کہ **نظر العجائب** اور **نظر الغرائب** ہے۔ جس طرح دنیا میں عجیب عجیب امور ظاہر کئے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی امور غریبہ کا اظہار کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ بموجب حدیث۔ **كُنْتُ أَنَا وَعَلِيٌّ نُورًا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ مَطِيعًا لِسَبِّهِ اللَّهُ ذَلِكَ تَنْوِيرٌ وَ يُفَيْدُ سَبَّ قَبْلِ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ**۔ زمین اور علی دونوں اللہ کے سامنے ایک نور تھے اور مطیع پروردگار تھے۔ یہ نور آدم کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے تسبیح اور ترقی میں آہنی میں مصروف تھا، مذکورہ بالا فرشتے اس کے نور کے پرتے سے پیدا ہوئے ہوں۔ اور بموجب مقولہ۔ **كُلُّ شَيْءٍ يُزْجَعُ إِلَىٰ أَصْلِهِ** دہر ایک چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے) محمد محمد کہتے ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں لازم ہے کہ وہ علی علی کہتے ہوں گے۔ اگرچہ فصل الخطاب میں سہو کاتب سے علی کا نام نہیں لکھا۔ لیکن جو کچھ اس آخربش میں اس فقیر کے دل پر بطور الہام وارد ہوا ہے اور میں اس تقریر کے لکھنے پر مامور ہوں۔ وہ یہ ہے کہ علوی فرشتے ان دو متبرک ناموں کا ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ مولوی معنوی اپنے کلام میں اس مطلب کا اظہار کرتے ہیں۔ **نظم**

شیرِ دلی خدا شاہِ سلامٌ علیک معدنِ جو در و سخا شاہِ سلامٌ علیک

نام تو بر آسمانِ زمرہ قدوسیال راحتِ روحانیاں شاہِ سلامٌ علیک

اور بیات کسی طرح مقامِ تعجب بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جب آیتِ کریمہ **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ** (اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں) اسے ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو! نازل ہوا تو

اصحابِ پیغمبر رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیوں کر صلوة اور سلام بھیجیں۔ فرمایا۔ تم کہو

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ (اے خدا تو محمد و آل محمد پر رحمت بھیج) صحابہ نے عرض کی کہ آل سے

کون لوگ مراد ہیں۔ فرمایا۔ علیؑ۔ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام مراد ہیں چنانچہ باب آیات میں صواعقِ محرقہ اور مستدرک

حاکم سے مفصل طور پر ذکر کر چکے ہیں۔ جب یقینی طور پر یہ بات معلوم ہو چکی کہ آسمان اور زمین کے تمام فرشتے محمدؐ اور علیؑ

اور ان کی آلِ پاک پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اگر کسی جماعت نے محمدؐ اور علیؑ کے نام کو اپنی تسبیح بنایا۔ تو اہل ایمان اور

صحابانِ ایقان کے لئے کسی طرح شک و شبہ کا مقام نہیں ہو سکتا۔ نیز بابِ احادیث میں لکھا جا چکا ہے کہ آنحضرتؐ

نے فرمایا ہے کہ بہشت کے دروازے پر ایک حلقہ یا قوتِ سرخ کا ہے۔ جب اس کو ہلائیں۔ تو وہ یا علیؑ۔ یا علیؑ کی

آواز دیتا ہے۔

اور کتابِ **کفایۃ الطالب** میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ صلعم فرماتے تھے کہ جب

معرج کی رات کو آسمانوں کی طرف سے میرا گذر ہوا۔ تو میں نے ایک فرشتے کو دیکھا کہ نور کے منبر پر بیٹھا ہے۔ اور

فرشتے اُس کے گرد جمع ہیں میں نے روح الامین سے پوچھا۔ کہ یہ فرشتہ کون ہے؟ اُس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ!

آپ اس کے پاس جا کر سلام کریں۔ جب میں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ علیؑ بن ابی طالب ہے۔ میں نے کہا۔ اے جبرئیلؑ

علیؑ مجھ سے پہلے آسمان چہارم پر آگئے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا۔ کہ نہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ نے علیؑ کے نور سے

یہ فرشتہ پیدا کیا ہے۔ اور تمام ملائکہ کو حکم دیا ہے کہ ہر جمعہ کی رات اور دن کو ستر ہزار دفعہ اس کی زیارت

کرنے لہیں۔

نیز کتابِ **کفایۃ الطالب** اور وسیلۃ المتقیدین میں جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مجھ کو آسمانوں پر لے گئے۔ اور میں جہانوں سے

باہر آیا۔ اس وقت میں نے سنا کہ ایک منادی یہ ندا کرتا تھا۔ تیرا باپ ابراہیمؑ بہت اچھا باپ ہے۔ اور تیرا

بھائی علیؑ بہت اچھا بھائی ہے۔

الغرض اس قسم کے اسرار بے ریب عالم غیب و شہود میں بہت سے ہیں کہ عنایتِ صدی کی تائید بغیر

ان کا درک کرنا اور پانا مشکل ہے۔ نظم (مولف)

ہر کسے کے داندیاں اسرار را
کیست آن کو فہم دایں گفتار را
کے بیاید ستر حق در فہم کس
کے بگنہ راز حق در دم کس
سے نویسم ہر چہ سے فریاد او
حیرتے زودادہ از این گفت و گو
مستی عشقش مرا از من ربود
نیستم آگاہ زین گفت و شنود
لے منزہ و صفحہ از اقوال ما
کنہد رازش بر تراز احوال ما
وصف ذاتش را بیاں باشد سکوت
این مؤقی و وصف حق لہووت

منصبت^{۱۶۲}۔ مناقب خطیب میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات سید کا منات علیہ افضل الصلوٰۃ کو خواب میں دیکھا کہ از روئے غضب میری طرف خطاب کر کے فرمایا اے انس! تجھ کو کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ جو کچھ تو نے مجھ سے علیٰ کے فضل و کمال کے بارے میں سنا تھا۔ اس کو ادا نہ کیا۔ کہ آخر کار برص کے مرض میں مبتلا ہوا۔ اگر علیٰ کا استغفار کرتا تیرے تقصیرات کی تلافی نہ کرتا۔ تو بیشک توجہت کی بوجہ بھی نہ تو نگھناتا۔

اب اپنی باقی زندگی میں اس حدیث کو ظاہر نہ کرنا کہ علیٰ اور اس کی آل کے موالی اور دوست جنت کی طرف سبقت کرنے والوں کے پیشرو اور پیشوا ہیں۔ اور حسینؑ، حسینؑ، حمزہؑ اور جعفرؑ کے ہمسایہ ہیں۔ اور علیٰ صدیق اکبرؑ ہے۔ جو شخص اس کو دوست رکھے تو اس کو بشارت ہے کہ خاتم الانبیاء فرماتے ہیں کہ تو قیامت کے ہول سے ڈر۔

منصبت^{۱۶۳}۔ مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے زمانے میں بشارت مذکورہ بالا کے موافق ایک رات ہاتف غیبی نے عالم لاریب سے اس فقیر کو مشورہ دیا۔ اور بظاہر اس کا باعث یہ ہوا کہ ایک شخص نے میرے پاس آ کر کہا۔ تم کس کام میں مشغول ہو؟ میں نے جواب دیا کہ مناقب امیر المؤمنین کی تالیف میں مصروف ہوں۔ اس نے کہا کہ خلفائے ثلاثہ کی نسبت بھی کچھ اس کتاب میں درج کیا ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں۔

مگر ہاں جو کچھ کسی تقریب اور مناسب سے ذکر آ گیا ہے۔ درج کرو یا گیا ہے۔ بیسن کروہ شخص بلا معلوم ہوتا ہے کہ تم ائمہ اثنا عشر کے مذہب پر ہو۔ میں نے کہا۔ کون سا مومن ان بزرگواروں کے مذہب ملت کے دائرہ سے باہر ہے اور اسی سبب سے شیخ عطار تذکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ امام عظیم امام جعفر صادقؑ کے شاگردوں میں سے ہے۔ اور شافعی اہل بیت کی مداحی پر فخر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام مذکور کا قول ہے۔ شعر

لَوْ كَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ
فَلَيْشْهَدَ الثَّقَلَيْنِ أَنِّي ذَا فِضْ

(اگر آلِ محمد کی محبت رِفْض ہے۔ تو دونوں عالم جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں)

اور عنبل اور مالک کی یہ کیفیت ہے کہ اگر وہ ان کے پاؤں کی خاک پالیتے تو اس کو اپنی آنکھوں کا سرمہ مانتے

یہ باتیں سن کر اس شخص نے کہا کہ میں سید محمد الدین کا مرید ہوں۔ جو مذہب اس بزرگ کا ہے۔ وہ برحق اور درست ہے۔ میں نے کہا اسے شخص تو اگر ان کا مرید ہے۔ تو میں سات واسطوں سے ان کا خلیفہ ہوں۔ اور جس طرح خرقہ اور مثال (فرمان) خواجگان پرست قدس اؤھم سے رکھتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے۔ اس سلسلہ متبرک سے بھی یہ چیزیں مجھ کو ملی ہیں۔ معروف کرخی جو سید محمد الدین کے پیروں کا پیر ہے۔ اور کئی ہزار کامل ولی اس کے وامن دولت سے بہرہ یاب ہوئے ہیں۔ خود حضرت امام علیؑ رضی اللہ عنہ کا دربان ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے

بحق شیخ دین معروف کرخی کہ دربانِ علیؑ موسیٰ رضا بود

اور اگر تجھ کو اس پر اعتماد نہ ہو۔ تو شجرہٴ ارادت جس کو صوفیوں کی اصطلاح میں رابطہٴ صوری کہتے ہیں۔ اور تیرے پیر نے تجھ کو دیا ہو گا۔ لکھا ہو گا۔ اسے کھول کر دیکھ لے۔ اتفاقاً وہ شجرہٴ اس کی گردن میں حائل کے طور پر لٹکا ہوا تھا۔ جب اس کو نکال کر پڑھا تو دیکھا کہ سید محمد الدین نو واسطوں سے امام علیؑ رضی اللہ عنہ کا مرید ہے۔ اور امام رضا علیہ السلام والنا پنج واسطوں سے سرورِ اولیا علی مرتضیٰ کا فرزند اور خلیفہ ہے۔ تب میں نے کہا۔ اسے عزیز بنا تمیز! اس کا نام ارادت نہیں ہے کہ اپنے پیروں کے پیر سے غافل ہے اور اس کی مرید کی کا دعویٰ کرتا ہے۔ بولا۔ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جو شخص صرف مرتضیٰ علیؑ کے مناقب بیان کرے یا لکھے۔ وہ البتہ خلفائے ثلاثہ سے کچھ نفرت اپنے دل میں رکھتا ہے۔ میں نے کہا۔ یہ کیا بڑا عقیدہ ہے۔ جو تو رکھتا ہے۔ اور کیوں اہل تسنن کو بدنام کرتا ہے۔ اس لئے کہ میں نے اس کتاب میں جناب سیدۃ النساء امام حسن و حسینؑ۔ حمزہؑ اور جعفر طیارؑ وغیرہ کے مناقب بھی نہیں لکھے۔ اس مقام پر کہا جاسکتا ہے کہ میرے دل میں ان حضرات سے بھی کچھ غبار ضرور ہے۔ وہ بولا۔ کہ نہیں۔ لیکن چونکہ خلفائے اربعہ میں باہم مخالفت اور محاصمت تھی۔ جیسا کہ ملا عبدالرحمن جامی نے اپنے کتاب اعتقاد یہ میں اس امر کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی ہر خصومت کو دو نشان باہم
بتعصب مزین در آنجا دم
حکم آں قصہ با خدائے گذار
بندگی کن ترا بحکم چہ کار

اس بنا پر جو شخص کہ جناب امیر کی تعریف اور توصیف میں مشغول ہو وطن غالب یہ ہے۔ کہ وہ شیعوں ہو گا۔ میں نے جواب دیا۔ ان بزرگواروں میں ہرگز ہرگز باہم مخالفت نہ تھی کیونکہ اگر ان میں باہم مخالفت ہوتی تو قدوہ اصحابِ عمر بن الخطابؓ مشکل مسائل میں امیر المؤمنین کی طرف رجوع نہ کیا کرتے۔ اور نہ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ مَعْصَلَاتِهِ لَيْسَ لَهَا اَبُو حَسَنِ (ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس مشکل سے جس کے حل کرنے کیلئے ابوالحسن علیؑ موجود ہو) اور كَوْلَا عَلِيًّا لَهَكَ عَمْرٌ دَاكِرٌ عَلِيٌّ مَوْجُوْدٌ نُوْتُوْهُ مَرُوْرٌ ہلاک ہو گیا ہوتا، اپنی زبان سے ارشاد نہ فرماتے، اور مشغول ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب امیر المؤمنین کی طرف بہت دیکھا کرتے تھے۔ ایک روز حاضرین سے ایک شخص نے اس کی وجہ پوچھی۔ حضرت ابوبکرؓ

نے جواب دیا۔ میں نے پیغمبر سے سنا کہ وہ فرماتے تھے۔ **أَلْتَنْظُرُ إِلَى عِبَادَةِ (علی کی طرف نظر کرنا عبادت ہے)**
 ان حدیثوں کی بنا پر اس فقیر کو یقین کمال حاصل ہے کہ ان حضرات کے درمیان محبت تھی نہ کہ عداوت چنانچہ اپنے عقیدے
 کے مطابق اہل تعصب سے ہرگز یہ چند بیات **شہادہ قدسی** میں کہی ہیں۔ **نظم (مؤلف)**

| | |
|-------------------------------|--------------------------------|
| ہر کہ بد با صبیحہ پیغمبر است | نزد من بے شبہ آنکس کا فرست |
| مر تفضیٰ بیزارا زان زندیق ہست | کہ عدوئے حضرت صدیق ہست |
| آنکہ صدیق است مقبول خداست | ہم نشین بادشاہ انبیاء است |
| صدر دین احمد آمد از ازل | یافت نورا زوئے بہ رخ علم و عمل |
| زانت پاکش صدق را سر پایہ وہ | نوعروس علم را پیرایہ وہ |
| خاطرش در بے عرفان بودہ است | پائے تار قالبش جاں بودہ است |
| سینہ اش گنجیدہ اسرار حق | سر بسر آئینہ دیدار حق |
| بار غار احمد مختار اوست | ثانی الثمین اذہا فی الغار اوست |
| حق تعالیٰ ہر کہرا گوید شنا | کے برآید وصف او از دست ما |
| دوستی مرتضیٰ را دیں صفت | نیرت لے ماوان اندازی معرفت |
| بکس دشمن شوی از جہل خویش | دشمنی ظن دانی دین و کیش |
| سب اصحاب محمد روز و شب | پیشہ خورد ساری از بغض و غضب |
| چوں رواداری بخود این ظلم را | حاشا بلکہ نیرت رضی مرتضیٰ |
| مہر حیدر را چہیں آمد صفت | گر کند در جانن منزل معرفت |
| گر بہ جانن مہر حیدر جا کند | قدر تو از نہ فلک بالا کند |
| حق تعالیٰ بہر انیت آفرید | تا بگوئی روز و شب لعن بزید |
| گاہ گوئی گرد را یا ہم کشم | زا نکل پس در کشتن او سر خوشم |
| چوں بزید ثانی آمد نفس تو | گر گشتی اورا ایسے باشد نکو |
| دشمن آل رسول آمد بزید | خاک بر فرشتش بگوھل من قزید |
| دشمن حق نفس آمد از ازل | من ہے گوئم زگفت لم یزل |
| زشت باشد دشمن حق از بزید | گر گشتی زیبا شوی چوں با بزید |
| گر تو ہستی مرتضیٰ را دوست دار | دشمن حق را ممکن قتل اختیار |

گاہ عثمانؓ را بگوئی ناسزا
 گر بہ پُرسم از تو ہرگز دیدہ
 گر بہ عالم یک مسلمان بیکے
 بالیقین گوئی کہ زنیساں چون شود
 پس تو خود انصاف وہ لے یا رین
 شاہ دین دختر بہ کافر چوں دہد
 آنکہ او عثمانؓ عفاں آمدہ
 جامع قرآن ست ذات پاک او
 از حبشیش موج زن دریائے حلم
 وصف او بیرون بود از فہم ما
 بہتر از عثمانؓ عمر را مے شناس
 او چو تاج سروری بر سر نہاد
 شد بے در عہدہ دین را رواج
 چو عمر بر مسند عزت نشست
 وجہ تو تش خشت مالی بودہ است
 ہر کہد امیں پیشوائے عالم اند
 ہر یکے را کار دنیا در و سر
 چون تو دنیا را طلبکاری بجاں
 دوستی کاں عمر را با علیؓ است
 کے بود ما و تڑا اے جان من
 مخلص ہر چار از جان دو لم
 مہر ایثاں ہادی راہ صواب
 لطف شاں کعبہ رسان بے سفر
 بالیقین آل سینہ اش بے گیندہ است
 مہر تقلیدی نہ وارد اعتبار

مرتضیٰ کے وار دایں مذہب روا
 یاد کس در عمر خود بشنیدہ
 دختر خود وا دہد با کافر سے
 از چنین امسے ہزاراں خوں شود
 دل مکن آزرده از گفتار من
 کے خلاف شرع در خاطر نہد
 مقبل در گاہ سبحاں آمدہ
 مدرک راز نہاں اور اک او
 ابر وجود کاں خلق و بحمد علم
 عزیز او کے گنج اندر وہم ما
 کز جو روش یافت دین محکم اساس
 یک ہزار و شصت و شش منبر نہاد
 خانہ دین را بود ذاتش سراج
 آفتاب از شرم بر زنج پر دہ بیت
 مست جام لایزالی بودہ است
 خضر راہ و رہنمائے عالم اند
 بود و آگہ نیستی اے بے خبر
 سہر جاں را بچو خود داری گماں
 آن علیؓ کہ معدن آل نبیؐ است
 دوستی چار یا را ایساں من
 حل شدہ از مہر ایثاں مشکلم
 مہر شاں مقصد نمائے بے حجاب
 قہر ایثاں آتش افروز سقر
 ہر کہ مہر علیؓ در سینہ است
 مہر تقلیدی نئے آید بکار

ہیچو من مہر علی در سینه دار سینہ خود را تہی از کینہ دار
 در ہمسہ انوارِ ربانی پدید رائے بر آنکس کہ از کوری نہ دید
 مذہب صوفیہ را کن اختیار تاشومی در ہر دو عالم بختیار

ایمان مذکورہ بالا سن کر وہ شخص بولا۔ اگر حال مطابق مقال ہے۔ تو عین کمال ہے۔ میں نے کہا ہے عزیز! تو اپنے حال کی فکر کر۔ تاکہ ظنّوا یا المؤمنین خبیراً (مومنین کے حق میں نیک گمان کرو) کی خوبی سے محروم اور بے بہرہ ہو کر آخرت کے عذاب میں گرفتار اور مبتلا نہ ہو۔ نیز میں نے بیان کیا۔ کہ یہ جو ملا عبد الرحمن جامی نے کہا ہے کہ خلفائے اربعہ میں باہم خصومت تھی۔ آیا چاروں ایک دوسرے کے مخالف تھے یا خلفائے ثلاثہ امیر المؤمنین سے خصومت رکھتے اور وہ فقہ کو نسا ہے؟ جس کا حکم خدا پر موقوف اور منحصر ہے۔ وہ بولا کہ وہ خلافت کا قصہ ہے اور ظاہر اس وجہ سے امیر کے دل میں خصومت ہوگی۔ میں نے جواب دیا کہ ملا کے اس عقیدے سے ایسا استفادہ ہوتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے خلافت جناب امیر سے غضب کر کے لیا ہے۔ جب حقیقت حال یہ ہو تو لازم اور ضروری ہے کہ تمام اولیا جن کی بیعت کا سلسلہ جناب امیر پر منتہی ہوتا ہے۔ معاذ اللہ! خلفائے ثلاثہ کے دوست نہ ہوں کیونکہ دشمن کا دوست بھی دشمن ہی ہوتا ہے اور جو مرید کہ اپنے پیر کا دشمن ہو۔ وہ مرید (مرکش) ہے نہ کہ مرید۔

المختصر ہر چند میں نے دلائل معقولہ اور اقوال منقولہ بیان کئے۔ لیکن اس تعصب کی وجہ سے جو اس کے دل میں جاگزیں ہوئے تھے کہ عجز با شیعہ اندر آمد و با جان بدر نشود

ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اور بد دل اور رنجیدہ خاطر ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ اور رستے میں میرا ایک دوست اس سے ملا۔ اس سے سارا قصہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ میں چاہتا ہوں فلاں شخص کو اگلے جمعہ کے روز مسجد جامع میں قتل کر ڈالوں۔ اگر اس میں ہارا گیا۔ تو شہید ہوگا۔ اور اگر میں نے قتل کر دیا۔ تو اپنے آپ کو غازی سمجھوں گا۔ میرے اس دوست نے اس سے کہا کہ میں ایک مدت سے فلاں شخص سے اخلاص اور اختصاص رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم اس کے دل میں کسی قسم کا بھی تعصب نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ کئی سال ہو گئے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے مطالعہ اور فائزہ نما تَوْ تَوْ فَاِنَّہٗ وَجْہُ اللّٰهِ دُمْلُکْہٖ کے مشاہدے سے توجید کی نسبت حاصل ہو گئی ہے۔ اور میرے اس قول کی تصدیق مجالس عروس کے دنوں میں اس کے وجد اور حال سے پورے طور پر ظاہر اور باہر ہو جاتی ہے۔ اور بموجب مولوی معنوی کی جو کوئی میرا طالب ہو۔ وہ مجھ کو شنوی میں تلاش کرے۔ لازم ہے کہ ان چند غزل بے بدل کے مضمون میں جو فلاں شخص کی تصنیف میں ذرا غور کیے کہ ان سے شوق کا غلبہ اور حضور اور ذوق کے علامات و نشانات نہایت واضح طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔

غزل

گدام دیدہ کہ بطلعت توشیدانیت گدام دل کہ وصال تو اش تمنانیت

کد ام تن کہ براہ تو پا مال نہ شد
 کد ام کس کہ نہ چون خضر زندہ ابدست
 کد ام گل کہ ز عشقتش نہ بلبلے بغض است
 کد ام ذرہ کہ دینے نہ آفتاب نہاں است
 بہر کجا کہ نظر افگنی جمال حق است
 مرا چہ اک ز رسوائی ہست لے ناصح
 کد ام چیز کہ کشفی نہ عاشق است برد

ایضالہ

آں شاہد سے کہ مارا زار تو دیا تم
 آں نشہ کہ از جانستی جان بُرودہ
 آں کہ رہہ طریقت پر پدید بہاں ہمیشہ
 لے زاہد مذہب تا چند غیر بینی
 بتناس صورت ما تاپے بری معنی
 مراثت ذوالجلالیم خورشید لایزالم
 دوہر دوگون جنہا یک ذرہ نیت وجود

ذاتے کہ در دو عالم یکتا نمود یا تم
 و آن بادہ کہ بردل مستی فزود یا تم
 و ان کہ در حقیقت بردل کشو و یا تم
 باطن حق است بنگر کہ در نمود یا تم
 آئینہ جمال ربّ او و و یا تم
 غرق محیط عالم اوج و فرود یا تم
 بنگر بچشم کشفی بود و نبود یا تم

ولہ ایضاً

ماورن خویشن نور تجلی یافتیم
 تا بنور آفتاب اصل روش شد ضمیر
 چون ز اسرار حقیقت جان دل آگاہ گشت
 در تن خود تا نفس آسا مستیاری شدیم
 قطرہ بودیم از بحر ازل جو شے زویم
 برگے صد بدستال رست و شیدا یافتیم
 تا بزلیف یار دن سننیم رستم از جہاں

مست گشتیم و مقام خود معلی یافتیم
 عاشق و محشوق را در خویشتن ما یافتیم
 فات حق را در ہر عالم ہویدا یافتیم
 نہ فلک را مضمر نہ صفت اعضا یافتیم
 نیک چوں دیدیم خود را عین دریا یافتیم
 در غصے مدظل را پنہاں و پیدا یافتیم
 کشفیا کام دل خود بر تنما یافتیم

ولہ ایضاً

لے مہ بہر جام تادرد لم حساب کردہ
 در جہاں چو آفتابم فرد و کیتا کردہ

کیست مجزؤ انکھ آرتاب دیلات یہ دہر
گیسوئے مشکیں لیلی راست از تو بیچ و تاب
تا گل کُشیں تو یثاگفت در بستان عشق!
اے سپہر ولبری را ما دا ز سولے خویش
زائ دو گیسو پائے در زنجیر واری جان خلق
ہم ہم ہم گفتی کہ مہر من نہ سازی آشکار
تو بہ عشرت بادہ پیمائی زمستی در غلا
غفل کو س عنایت بر شدا ز عرش بریں
کشفیا تا از دل و جان ترک دنیا کردہ!

ولہ ایضاً

خود بینی و خود پرستی است آئینم
گر مومن صادقم و گر بے دینم
شیدائے خودم کہ مہر لبہ تزیینم!
اینم اینم ہر چہ ہستم اینم!

نیز کتاب مجموعہ راز میں جو کہ مؤلف کتاب کی تصنیف ہے۔ چند ابیات ذیل اس کی معرفت کے حال کی شہادت دیتی ہیں۔ ابیات

آئینہ روئے کا شائقم!
دریائے روانم ہم ہواج
بیروں ز جہاں و از جہاتم
چوں عین صفات و عین ذاتم
ہم خندہ و ذوقی اہل عیشم
بامں بکنید عرض احوال
چوں غنچہ نہاں بخولیش بودم
ایں جملہ صفت کہ درم اثبات
با ایں ہمہ صف بے صفاتم

الغرض میری اس تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اس (مؤلف کتاب مناقب) کہ اہل تشیع کے ساتھ امیر المومنین کی محبت اور امام المسلمین کم اللہ وجہ کی مودت کے سوا اور کسی قسم کی منابہت اور شاہت نہیں ہے۔ اور یہ کہ جناب امیر کی محبت کا اظہار کرنا اصحاب کے بغض اور تعصب کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ پیر پرستی کی رو سے ہے۔ جو اباب طریقت اور اصحاب سلوک کے نزدیک فرض اور واجب ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ شبلی نے اپنے ایک مرید سے کہا کہ کہ لا الہ الا اللہ شہبلی رسول اللہ جب اس نے اس حکم کی تعمیل کی۔ تو شیخ نے اشعار ذیل کا مضمون اپنی زبان پر جاری کیا۔

مشنوی

لے کہ قدمت درائے افلاک از شامہ ریادلت پاک

انیست نہایت مُریدی اینجاہ مقام خود رسیدی

بعد ازاں فرمایا۔ استغفر اللہ! شبلی آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستان مبارک کا ایک ادنیٰ خادم ہے۔ اس کی کیا مجال ہے جو یہ بات کہے۔ اور وہ کیونکر کفر و زندقہ کا مرتکب ہو سکتا ہے لیکن اس کلمے سے محض تیرے اعتقاد کا امتحان مقصود تھا۔ سو خدا کا شکر ہے کہ تیرے اخلاص میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے۔ اب جاتیہ اکام درست اور مکمل ہو گیا۔

اور کتاب فوائد العوائد میں سلطان المشائخ نظام الدین اولیائے نقول ہے کہ آپ نے کسی موقع پر حسن دہلوی سے فرمایا۔ ایک درگیر و محکم۔ یعنی ایک دروازہ یکطرفہ مگر خوب مضبوطی کے ساتھ۔ اور آج امیر المؤمنین کی محبت میں صرف فلاں شخص ہی زیادتی نہیں کرتا۔ بلکہ جو شخص بزرگانِ سلف کے احوال اور اقوال سے واقف ہے۔ اور ان کی تالیف اور تصنیفات پر پوری پوری نظر رکھتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تمام اولیائے کرام کا رجوع آں ولایت مآب ہی کی طرف ہے۔ اور سب کے مرجع و مادہ آپ ہی ہیں۔ بیعت

حال خاصاں را نیدانم حام خاص بیارند و عام اندر نام

پس نہایت تعجب اور حیرانی کا مقام کہ تجھ کو مسلمان اور خدا پرستی کا دعویٰ ہے اور پھر ایسے کریم الطرفین سید کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جو اسمِ باسْمیٰ ہے۔ اور بہت سے لوگ حسبِ ظاہر و باطن اس سے مستفید اور بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ اس لئے تجھ کو لازم ہے کہ اس بدارادے سے باز آئے اور اپنے آپ کو عقوبتِ ابدی اور ہلاکتِ سرمدی میں گرفتار نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اولادِ اخفاء و امجاد کے احترام و اکرام کے باب میں بہت ہی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔ مَنْ صَافَعَ مَعَ اَوْلَادِي فَقَدْ صَافَعَ حَيَّتِي وَمَنْ جَلَسَ مَعَ اَوْلَادِي فَقَدْ جَلَسَ مَعِي وَمَنْ زَاوَقَ قَبْرِي فَكَأَنَّهَا زَاوَقَ رِي فِي حَيَاتِي۔ (جو کوئی میری اولاد سے مصافحہ کرے۔ در ہاتھ ملائے، اس نے گویا مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور جو کوئی میری اولاد کے ساتھ بیٹھے پس وہ میرے ساتھ بیٹھا۔ اور جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی، اے شخص تو ذرا غور تو کر۔ کہ اس حدیث شریف میں اپنی اولادِ امجاد کو اپنی قبرِ مطہر پر شرفِ امتیاز و افتخار عطا فرمایا ہے۔ اس لئے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص میری اولادِ امجاد کے ساتھ بیٹھے اور ان سے مصافحہ کرے۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور میرے ساتھ مجالست اور مصاحبت کی اور جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے۔ گویا ایسا ہے۔ کہ اس نے حالتِ زندگی میں میری زیارت کی۔ نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اَكْرَمُوا اَوْلَادِي الصَّالِحِينَ لِلَّهِ وَالطَّالِحُونَ لِي۔ (میرے اولاد کی عزت کرو۔ اگلے نیک خدا

کے واسطے ہیں اور بد میرے لئے، اور اے قُلْ لَّا سَأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (شوریٰ)

کہہ دے اے محمد! کہ میں اس تبلیغ رسالت پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا۔ مگر یہ کہ تم میرے قریبوں سے مودت اور محبت کرنا، کی رُو سے سادات کی محبت تمام اہل اسلام پر فرض عین اور عین فرض ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ نماز کے دوسرے جلسے میں شہد پڑھنے کے بعد جب تک پیغمبر اور ان کی آل اطہار پر صلوات نہ بھیجی جائے۔ نماز صحیح نہیں ہوتی۔ پس اہل ایمان کو مناسب اور سزاوار ہے۔ کہ آلِ مصطفیٰ و مرتضیٰ کی محبت کو اپنا بہترین فرض جانیں کیونکہ یہ فرض دیگر فرائض معبودہ کی طرح نقصان پذیر نہیں ہے۔ اور اس میں کسی وقت اور کسی حالت میں کمی کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ کل طیبہ کہنا تمام عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ اور روز سے تال سال میں ایک مہینہ اور نماز رات دن میں پانچ وقت اور اگر نمازی مسافر ہو۔ تو قدر ہو جاتی ہے۔ اور زکوٰۃ جب تک صاحب نصاب نہ ہو فرض نہیں ہوتی۔ اسی طرح حج جب تک کہ زاد راہ اور سواری کی استطاعت اور مقدور نہ ہو۔ فرض نہیں ہوتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَالْعَرَبُ لَوْ كُنَّ فَجَّ بَيْتَ اللّٰهِ هَيَّسَ۔ جو شخص کہ اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ لیکن اہل بیت کی محبت ایک ایسا دائمی فرض ہے۔ کسی صورت اور کسی حالت میں اوکسی وجہ سے بھی اہل ایمان کے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے حکم وَلَا تَلْفُتُوْا اَيُّدِيَكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (بقرہ) پڑھ لاپسے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) کو تیر نظر رکھ کر اس خیال ندامت نال سے درگزر اور اس ارادہ فاسد سے باز آ۔ جب اس نے اس عزیز صاحب تہیز سے ۳۱ قسم کے بند و نصاب سُنئے۔ تو قسوت قلبی اور سخت دلی کی وجہ سے ذرا بھی نرم نہ ہوا۔ اور اس گرامی منش کو بھی اہل تشیع سے گمان کر کے بہت رنجیدہ ہوا۔

الغرض۔ اس دوست نے نہایت اضطراب اور اضطراب کی حالت میں میرے پاس آ کر کہا۔ کہ اے دوست میں اپنی دیرینہ محبت اور اخلاص کی وجہ سے تجھ کو خبر دار کرتا ہوں۔ مناسب ہے کہ اگلے جمعہ کو اپنی طرف سے خبر دار اور ہوشیار ہو۔ اس لئے کہ فلاں شخص نے تمہارے حق میں ایسا ارادہ کیا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا ہے

مژدہ باد لے ولی! کہ دلدار آمدہ
جہاں بکف نہ وقت ایثار آمدہ

پھر میں نے اس سے کہا کہ اے عزیز! جبکہ میں نے دوستوں کی فرمائش سے اس کتاب کی تالیف شروع کی تو چونکہ جس طرح علم باطنی سے بے بہرہ تھا۔ اسی طرح علم ظاہری سے بھی خالی تھا۔ اس لئے رنجیدہ اور متالم ہو کر رونے لگا۔ اور کچھ دیر میر جبکہ کسوچتا اور فکر کرتا رہا۔ آخر کار بے خود ہو کر رہ گیا۔ اسی اثنا میں ولی یزد و متعال یعنی سلطان الادلیا علی مرتضیٰ کی روح فرستوج نے اس اپنے خاکسار پر گزر گیا۔ اور وَلَا تَقْتُلُوْا مَنْ رَّحِمْنَا اللّٰهُ طر اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) کی بشارت مجھے دی۔ اس وقت اس خاکسار نے بانگسار تمام اس معدن خود و احسان سے

التماس کی کہ اے سردارِ ابرار اس کام کے صلے میں مجھ کو درجہ شہادت مرحمت ہو۔ اور آپ کی ذاتِ قدسی آیات کی محبت اس دولت سے مالا مال ہونے کا باعث ہو جائے۔ امید ہے کہ اس نیا زمند کی التماس کو قبولیت کا شرف پاجائے۔ رُبَاعِی

از لطفِ تو ہیچ بندہ نوید نشد

مقبولی تو بجز مقبل جاوید نشد

لطفت بکدام بندہ بیوست دے

کال ذرہ بہ از ہزار خورشید نشد

اور اس پیشوائے اسخیا اور مقتدائے اصفیا سے بعید نہیں ہے کہ اس خدمت کے ختم ہونے سے پہلے امداد کے طور پر اجرت اور مزدوری عطا فرمائیں۔ خبردار! اس کی ذرا بھی فکر نہ کر۔ اور قسم دے کہ کہا کہ میرے دوستوں اور مجھوں پر بھی اس امر کا اظہار نہ کر۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ اس شخص کے قصد کرنے سے پہلے ہی اس کے قتل کا ارادہ کریں۔ اور اس حقیر کو مقصدِ اصلی اور مقصدِ دُکلی سے محروم کر دیں۔ جب میں نے اس باب میں بہت ہی مبالغہ کیا۔ تب اس نے اس راز کے معنی رکھنے کا وعدہ کیا۔ اور چپ چاپ اپنے گھر چلا گیا۔ جب جمعہ کی رات آئی۔ تو میں شاہد شہادت کی طلب میں مراقبے میں گیا۔ اور عالم کون و مکان سے فی الجملہ فراموشی حاصل ہوئی۔ اس حالت میں ایک منادی کی ندا میرے سننے میں آئی۔ کہ وہ کہہ رہا تھا۔ مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ فَيُحْشَرُ وَاَنَا اَكُوْنُ يَمِيْنَهُ وَيَسَارَهُ (جو کوئی علی بن ابی طالب کی محبت پر مرے۔ اس کا حشر اس حال میں ہوگا۔ کہ میں اس کے دائیں اور بائیں ہوں گا، اور اس حائفِ غیبی نے اس کلامِ رحمتِ انجام کو دو بار دہرایا۔ جب اس حالت سے مجھے آفاقہ ہوا۔ تو سرت اور شادمانی کی وجہ سے میری حالت میں ایک قسم کا تغیر پیدا ہوا۔ اور مجھ پر بہت رقت طاری ہوئی۔ سجدہ شکر بجایا اور انتظار کرنے لگا کہ کب صبح طلوع کرے اور کس وقت میں اس شاہدِ سعادت کی زیارت سے کامیاب ہوں۔ جب دن چڑھا۔ تو اشراق اور چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر غسل کیا اور سفید لباس پہنا۔ اور غیر و عود سے اپنا بدن خوشبودار کر کے تمام سردار اور کمالِ اشتیاق سے ذیل کی چند ابیات پڑھ کر جامع مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ نظم مؤلف

صنم سنی پاک پیرو شرح رسول اللہ

ز عشقِ مرتضیٰ ناداں بر نفسم مہتمم دارو

اگر عشقِ علیٰ رض است پس فوض است ایانم

خدا زیں شیوہ در مشرک امیں محترم دارو

امیر المؤمنین جید رضیٰ ابن ابی طالب

جو دارو دعائی خود شفیٰ ز دشمن چہ غم دارو

الغرض جب خطیب نے منبر پر جا کر خطبہ پڑھنا شروع کیا تو وہ دوست اس عاصی کو معاصی سے پاک کرنا چاہتا تھا۔ ایک چھری جو دارو النسر سے سوغات میں اس کو آئی تھی۔ کہ میں لگائے اس ذرہ بے مقدار کے بائیں طرف جو مقام دل ہے آکر بیٹھ گیا۔ اور جب تک خطیب خطبہ خوانی میں مشغول رہا۔ برابر اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

دالِ مُحَسَّنِ - پڑھتا رہا۔ اور تسبیح پڑھتے ہوئے اپنے دائیں بائیں دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ مومنین نے نماز سے فراغت پائی۔ نماز سے فارغ ہو کر بے نیل مرام اس طالب کی طرح جو اپنے مطلوب پر فائز نہ ہو۔ مہموم و محزون اپنے گھر کو روانہ ہوا۔ یہ درویش داریش اثنائے راہ میں اس کے آگے جا کر بنگلیہ ہوا۔ اور خوب زور سے اس کو دبا یا۔ اس کا بدن لرزنے لگا۔ اور زمین پر جاگا۔ جب ہوش میں آیا تو اس شہید شہادت اور شاہ سعادت کے طالب کے قدموں پر گر رکھا۔ اور زبان استغفار کھول کر تائب ہوا۔ **يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ**۔ خدا جس کو چاہتا ہے۔ سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ **نظم**

| | |
|--------------------------------|------------------------------|
| منم کز جاں شدم مولائے جہدر | امیر المومنین آل شاہ صفدر |
| علیٰ کو را خدا بدیشک ولی تواند | یہ امر حق وصی کر دیش پیہبر |
| بحق پادشاہ ہر دو عالم | خدا کے بے نیاز و فرد اکبر |
| بحق آسمانہا ملک | کز آسماں ہیج جائے نیت برتر |
| بی پنج ارکان شرع و مہفت اقلیم | با فلاک و دہ ز برج دیگر |
| بکسی و بہ عرش و لوح محفوظ | بحق جبرئیل آں خوب منظر |
| بمیکائیل و اسرافیل و صورش | بہ عزرائیل و مہول گو رو منکر |
| بہ تورات و زبور و صحف انجیل | بحق حرمت ہر چار دفتر |
| بحق آیت الکرسی و یاسین | بحق سورہ طہ سراسر |
| بحق آدم و نوح ستودہ | بحق ہود و شیت داد گتر |
| بہ دردیچی و دران لقمان! | بہ ذوالقرنین و لوط نیک محضر |
| بہ ابراہیم و قد بان کردن او | بہ اسحاق و بہ اسمعیل ہاجر |
| بہ ختم انبیاء احمد کہ باشد | شیفیع عاصیاں در روز محشر |
| بحق مکہ و بلحا و زمزم | بحق مرہہ درکنے و مشعر! |
| بہ تعظیم رجب با قدر شعبان | بحق روزہ و تصدیق و ادر |
| بہ رنج اہل بیت و آو نہرا | بحق ناحق شبیر و شہرہ |
| بہ آب دیدہ طفلان مرحوم | بہ سوز سینہ پیران غم خور |
| کہ بعد از مصطفیٰ و جملہ عالم | نہ بدفاضل تر برتر ز حیدر |
| مسلم بد سلونی گفستن اورا | کہ علم مصطفیٰ را بود اورا |

یقین اندر سخا و علم و عصمت
 اگر دانی نگوئی جز علی کیست
 ز پینہر بنودا و بیچ کمتہ
 کہ ولد دل زیر رانش بود در خود
 چہ گویم وصف آن شاہے کہ جبرئیل
 گھے بد مدح گویش گاہ چاکر
 بدان گفتم کہ تا خلقاں بدانند
 کہ سعدی زین سواد نیست بے بر
 ایہ سعدی تو نیکو اعتقادوی
 ز دین و اعتقاد خویش بر خود

باب چہارم

جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کے ساتھ سلطان الاولیا علی المرتضیٰ
 کے عقد نکاح کے بیان میں

اباب دانش اور اصحابِ بینش کے ضمیر پر تنویر پر پوشیدہ نہ رہے۔ کہ یہ عقد مبارک باتفاق مؤرخین
 ہجرت کے دوسرے سال ماہِ رجب المرجب میں منعقد ہوا۔ اور اس حسن القصد کے بیان میں اہل سیر نے
 متعدد روایات نقل کی ہیں۔ بعض تو مجمل ہیں اور بعض مفصل۔ لیکن جو روایت مؤلف کے نزدیک سب سے
 بڑھ کر جامع ہے۔ یہاں پر اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ کتاب صفوۃ الصفوۃ مولفہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
 کی روایت ہے۔ جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب فاطمۃ الزہراء علیہا التیجۃ والثناء مدبوغہ کو
 پہنچیں۔ تو اکابر قریش نے اس کا خطبہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات کی طرف
 توجہ نہ فرمائی۔ یہاں تک کہ ایک روز ابو بکر صدیق نے اس مطلب کا اظہار کیا۔ آنحضرت نے جواب میں فرمایا
 اس کا معاملہ حکمِ الہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایک روایت کے موافق فرمایا کہ میں وحیِ خدا کا منتظر ہوں۔
 پھر عمر بن الخطاب نے التماس کی۔ اور وہی جواب سنا۔

سکمان فارسی سے منقول ہے۔ کہ ایک روز ابو بکرؓ عمر اور سعد معاذ رضی اللہ عنہم مسجد میں بیٹھے جناب سیدہ
 کا ذکر کر رہے تھے۔ کہ بزرگانِ قریش نے جناب سرور کائنات سے اس مطلب کا اظہار کیا۔ مگر کسی کی
 التماس قبول نہ ہوئی۔ اور مرتضیٰ علی نے ابھی اس امر کا اظہار نہیں کیا۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ نطن غالب یہ ہے کہ فقر و
 تنگدستی اس کی مانع ہے۔ اور سیدۃ النساء کا کام جو تعویق اور تاخیر میں پڑا ہوا ہے۔ وہ علی المرتضیٰ کی خاطر

سے ہے۔ کیونکہ خدا اور رسولؐ اس کی ترویج پر رضامند ہیں۔ بعد ازاں حاضرین سے خطاب کر کے کہا کہ تم میرا ساتھ دیتے ہو۔ کوکب مل کر اس کے پاس چلیں۔ اور فاطمہؑ کے خطبہ کرنے کی ترغیب دلائیں۔ اگر وہ فقر و تنگدستی کا غمزدہ پیش کریں تو اس کی مدد کریں۔ سعد نے کہا۔ اے ابوبکرؓ! اللہ تعالیٰ لکھو ہمیشہ امور خیر کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ بہت درست ہے آؤ چلیں۔ یہ کہہ کر تینوں یار بزرگوار جناب حیدر کرار کی تلاش میں نکلے۔ اس وقت جناب امیر المؤمنینؑ ایک نخلستان میں اونٹ کو پانی پلا رہے تھے۔ جب آپ کی نظر ان بزرگواروں پر پڑی۔ تو چند قدم بطور استقبال آگے آکر حال دریافت کیا۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ اے ابوالحسن! خصائل محمودہ میں سے کوئی خصلت ایسی نہیں ہے جس میں تم کو تمام مومنوں پر سبقت نہ ہو۔ اور سیرکائیات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تم کو وہ مرتبہ حاصل ہے جس میں کوئی شخص بھی تمہارا شریک اور ہمسر نہیں ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم فاطمہؑ کا خطبہ درخواست نہیں کرتے۔ امیر المؤمنینؑ نے ابدیدہ ہو کر فرمایا۔ اے ابوبکر! تم اس آگ کو بجھ کر کاتے ہو۔ جس کو میں نے بہت محنت اور تکلیف کے ساتھ ساکن کیا ہے اور اس چیز کو یاد لاتے ہو جو میں نے قصداً فراموش کی ہے۔ اس امر میں جس قدر رغبت مجھ کو ہے۔ اس سے بڑھ کر تصور اور خیال میں نہیں آسکتی۔ لیکن جیسا اور فقر اس کے مانع ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ اے ابوالحسن! تم خوب جانتے ہو۔ کہ دنیا خدا و رسولؐ کی نگاہیں کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ اس لئے مفلسی اور کم مانگی اس امر کا مانع نہ ہونی چاہیے پس امیر المؤمنینؑ کرم اللہ وجہہ آنحضرتؐ کی زیارت کو گئے۔ اور اس وقت آپ اتم سلمہ رضی اللہ عنہما کے مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ جب امیر المؤمنینؑ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو اتم سلمہؑ نے کہا۔ کون ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اٹھ کر دروازہ کھولو۔ هَذَا رَجُلٌ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ يَهُدِيهِ إِلَى جَنَّةٍ يَدْخُلُهَا وَمَا يَشْرِي بِهَا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا لَّكَ يَوْمَئِذٍ بِمَا شَرَيْتَ بِهَا نَفْسَكَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْأَعْمَىٰ بِبَصِيرَتِهِ أَفَلَا تَتَذَكَّرُ؟ اور خدا اور اس کا رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اتم سلمہؑ نے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ شخص کون ہے جس کے بارے میں آپ ایسی شہادت دیتے ہیں۔ فرمایا۔ میرا بھائی اور ابن عم علی بن طالب۔ اتم سلمہؑ ناقل میں کہ میں نے بہت جلد دڑ کر دروازہ کھولا۔ خدا کی قسم! آنجناب نے قدم اندر نہ رکھا۔ جب تک کہ میں اپنے حرم سرا میں داخل نہ ہو گئی۔ اس وقت سید المرسلینؑ نے ان کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا۔ امیر المؤمنینؑ سر جھکائے زمین کو دیکھتے رہے جیسے کوئی شخص کسی حاجت کے لئے آتا ہے۔ اور شرم و حیا کے مارے اس کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی ضرورت کے لئے آئے ہو۔ اور شرم کے مارے اس کو ظاہر نہیں کرتے جو کچھ تمہارے دل میں ہو۔ بیان کرو کیونکہ تمہاری حاجت پوری کی جائے گی۔ امیر المؤمنینؑ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ حضرتؐ نے فجر کو بچپن ہی سے ماں باپ سے جدا کر کے اچھی خدمتِ خاص کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اور

ظاہری اور باطنی تربیتوں سے آراستہ اور پیراستہ کیا ہے۔ اور جو اسان اور مہربانیاں آپ کے اس معجزہ پر فرمائی ہیں۔ والدین کی طرف سے اس کا عشرِ عشر بھی ظہور میں نہیں آیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ میری عمر زندگی کا ذخیرہ اور عیش و کامرانی کا سرمایہ آپ ہی ہیں۔

اب جبکہ آنجناب کی برکت سے سعادت و تمکین مجھ کو حاصل ہوئی۔ اور فوز و فلاح اور خیر و نجات دارین سے مشرف ہوا۔ دلی تمنا اور آرزوئے قلبی یہ ہے کہ مجھ کو دامادی میں قبول فرمائیں۔ اور مدت سے فاطمہ کے خطبہ کرنے کی خواہش دل میں رکھتا ہوں۔ لیکن گستاخی کے خیال سے تاخیر میں ڈال رہا ہوں اور زبان پر نہیں لاتا۔ یا رسول اللہ! کیا یہ صورت کسی طرح ممکن ہو سکتی ہے؟ ام سلسلہ ضعیفان کرتی ہیں کہ میں دُور سے تک رہی ہمتی۔ میں نے دیکھا کہ اس بات کے سُننے ہی سید المرسلین کی پیشانی مبارک آفتاب کی طرح روشن اور منور ہو گئی۔ اور نہایت مسرور اور فرحناک ہو کر فرمایا۔ اے بھائی! ضروریاتِ فحاشی میں سے کوئی چیز تمہارے پاس موجود ہے۔ جو بروقت تمہارے کام میں آئے۔ عرض کی یا رسول اللہ! آپ کی نظر فیض اثر سے پوشیدہ نہیں۔ اور خوب طرح معلوم ہے کہ میری بساط میں ایک تلوار۔ اور ایک زرہ اور ایک اونٹ ہے۔ جیسا ارشاد فرمائیں عمل میں لاؤں۔ فرمایا۔ کہ تلوار تمہارے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ جہاد میں جاتے ہو۔ اور اونٹ تمہاری سواری اور بار برداری کے لئے ہے۔ اس کا ہونا بھی لازمی ہے لیکن میں صرف تمہاری زرہ پر کفایت کرتا ہوں۔ اور تم کو ایک بشارت بھی دیتا ہوں۔ اے ابوالحسن! حق تعالیٰ نے آسمانوں پر فاطمہ کے ساتھ تمہارا عقد کر دیا ہے۔ اور تمہارے آنے سے پہلے ایک نوشتہ آسمان سے مبارکباد دینے بھیجا گیا تھا۔ جس کے مُنہ اور بازو بکثرت تھے مجھ کو سلام کر کے بولا۔

اَبْسُرَّ يَا مُحَمَّدُ بِمَجْمَعِ الشَّاهِلِ وَظَهَارَةِ النَّسْلِ دے محمد میں آپ کو جمعیت تفرق اور طہارتِ نسل کی بشارت دیتا ہوں، میں نے اس سے پوچھا۔ اے نوشتہ! اس طہارتِ نسل سے کیا مراد ہے؟ وہ بولا میں سبطائیل فرشتہ ہوں۔ اور ایک قائمہ عرش پر موکل ہوں۔ مجھ کو حق تعالیٰ نے اجازت دی کہ حاضر خدمت ہو کر بشارت پہنچاؤں۔ اور ابھی جبرئیل حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ اور تمام واقعہ کی کیفیت وہ بیان کریں گے ابھی میں سبطائیل سے یہ بات کہی رہا تھا کہ جبرئیل بہشت کے حریر سفید کا ایک پارچہ لے کر آئے۔ جس میں نور کی دو سطرئیں لکھی تھیں۔ میں نے کہا اے بھائی جبرئیل! یہ نامہ کیسا ہے اور اس کا مضمون کیا ہے جبرئیل! بولے۔ یا رسول اللہ حق تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ کیا۔ اور آپ کے لئے ایک بھائی اور رفیق اختیار کر کے فاطمہ کو اس کے حوالے کیا۔ اس کو اپنی دامادی میں قبول کرو۔ میں نے کہا۔ وہ شخص کون ہے؟ جو میرا بھائی ہے۔ کہا وہ دین میں آپ کا بھائی اور از روئے نسب آپ کا ابن عم۔ علی ابن ابی طالب ہے۔ اور حق تعالیٰ

نے آسمان میں ان کا عقد منعقد کر دیا۔ اس طرح پر کہ اول بہشتوں نے حکم خداوندی اپنے آپ کو تمام آرائشوں اور زمینوں سے مزین کیا۔ پھر موران بہشتی نے بدھی الہی اپنے زیورات سے اپنے آپ کو آراستہ کیا۔ اور شجرہ طوبیٰ پر پیغام خداوندی کے موافق پتوں کی جگہ ملے ہوئے بے بہا سے فریب ہوا۔ بعد ازاں ملائکہ کرام امراسی کے مطابق آسمان چہارم میں بیت المعمور کے پاس جمع ہوئے۔ اور وہاں ایک نور کا منبر ہے جس کا نام منبر کرامت ہے۔ جس پر آدم صغی اللہ نے خطبہ پڑھا تھا۔ اس کو بیت المعمور کے آگے رکھا۔ پھر حق تعالیٰ نے راجیل نام ایک فرشتے کو جو فرشتوں میں حسن صورت، فصاحت زبان اور لطافت لفظ و گوئی میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتا خطیب مقرر فرمایا۔ اور اس نے اس منبر پر جا کر اول حمد و ثنائے حق تعالیٰ کو اپنی زبان پر جاری کیا۔ اور اس کی خوش آوازی اور سلاست لسانی سے فرشتگانِ سموات اور تمام افلاک خوشی کے مارے جھومنے لگے۔ بعد ازاں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ کہ لے جبرئیل! میں نے اپنی پیاری کنیز فاطمہ بنت محمد کا عقد اپنے بندہ خاص علی بن ابی طالب سے کیا۔ تو بھی ملائکہ کے درمیان اس عقد کے انعقاد کو موکد کر۔ میں نے حکم الہی کے موافق ان دونوں بزرگواروں کا عقد نکاح کر کے ملائکہ کو اس پر گواہ کیا۔ اور صورت و احوال اس پارہ پر ثبت کی گئی۔ اور ملائکہ کی شہادت اس پر درج کر کے حضور کی خدمت میں لایا ہوں۔ مجھے حکم یہ ہے کہ اس پر مشک کی چہر کر کے رضوان خازنِ جنت کے سپرد کر دوں اور جب یہ عقد منعقد ہوا تو حکم الہی کے موافق درخت طوبیٰ نے جلے اور زیورات نچھاور کئے۔ اور ملائکہ حوروں اور غلمان و ولدان بہشتی میں سے ہر ایک نے بہ تلاش تمام جلے اور زیور حاصل کیے اور جو بیٹھے اور تحفے باہم ایک دوسرے کو سوغات میں بیٹھے ہیں۔ وہ قیامت تک تیرک سمجھے جائیں گے۔ بعد ازاں مجھ کو حکم ہوا کہ آنحضرتؐ کو اس عقد نکاح کی بشارت دوں۔ اور مبارکباد پہنچاؤں۔ اور آپ بھی ان دونوں بزرگواروں (علیؑ و فاطمہؑ) کو دو فرزند ارجمند کی بشارت دیں جو دنیا و آخرت میں طیب و طاہر اور فاضل ہوں گے۔ تب خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے فرمایا۔ اے ابوالحسن! خدا کی قسم ابھی جبرئیلؑ نے واپس ہو کر بلندی افلاک پر قدم بھی نہ رکھا تھا۔ اور فضائے سکوت میں وہ ابھی اڑھی رہا تھا کہ تم نے آکر دروازہ پر دستک دی۔ اب پروردگار بزرگ و بزرگ عالم اس باب میں یہ جاری ہوا ہے کہ میں مسجد میں جاؤں اور بطور شہادت کے اس عقد مبارک کو منعقد کر کے تمہارے چند فضائل و مناقب اصحاب کو سناؤں۔ کہ تمہاری آنکھیں اس سے روشن اور دل خوش ہو جائے۔ اے ابوالمؤمنین! مہر و فرزندِ آنحضرتؐ کے پاس سے باہر آکر جلد جلد مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ رستے میں اتفاقاً ابوبکرؓ اور عمرؓ رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حال دریافت کیا۔ فرمایا۔ سرور کائنات اور خلاصہ موجودات نے

میری التماس کو قبول فرمایا۔ اور آنجناب ابھی تشریف لاتے ہیں۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اصحاب مسجد میں آکر جمع ہوں تاکہ وہ عقد شہادت کے طریق پر سبک رو برو منعقد کیا جائے۔ پس شیخین امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی مسجد میں داخل نہ ہوئے تھے کہ آنحضرتؐ پیچھے سے تشریف لے آئے۔ اور امیر المؤمنین کو حکم دیا۔ کہ جا کر اپنی زرہ کو فروخت کرو۔ اور اس کی قیمت لاکر مجھ کو دوایئر لے دو۔ زرہ چار سو درہم کو اور ایک روایت کے موافق چار سو اسی درہم کو عثمان بن عفان کے ہاتھ فروخت کی۔ جب زرہ عثمانؓ کے حوالے کر کے قیمت وصول کر چکے۔ عثمانؓ نے کہا۔ اے ابوالحسن! میں اس زرہ کا تمہاری نسبت اولی ہوں۔ یعنی جو تصرف چاہوں کروں۔ فرمایا۔ بے شک۔ درحقیقت تم میری نسبت اس کے اولیٰ تر اور زیادہ تر ممتاز ہو۔ عثمانؓ نے کہا۔ میں نے یہ زرہ شرعی طور پر تم کو ہبہ کی۔ شاہ ولایت پناہ نے بموجب حکم کورڈ بلیہ... کے منعم حقیقی کا شکر ادا کیا اور زرہ اور درہم دونوں چیزیں خدمت میں پیش کر کے سارا حال عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے عثمانؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور ایک مٹھی بھر درہم اس میں سے لے کر ابوبکرؓ کے حوالے کئے۔ تاکہ ضروریات عروسی کا انتظام کیا جائے۔

مسلمانِ فارسی بیان کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے مجھ کو اور بلالؓ کو امداد کے طور پر ابوبکرؓ کے ساتھ بھیجا۔ جب یاہر آ کر وہ درہم گئے گئے۔ تو تین سو ساٹھ درہم تھے۔ ان سے ہم نے جہیزہ کا سامان خریدا۔ ایک بستر خیدش مصری کا جس میں لپشم بھری ہوئی تھی۔ اور ایک چمڑا۔ اور ایک نلیہ دھوڑی کا اس میں لیف خرما بھرا ہوا تھا۔ اور ایک عبادہ خیبر ہی۔ اور چند مٹی کے برتن۔ اور ایک لپشمی پردہ۔ اور سب کو لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرتؐ نے آبدیدہ ہو کر اسی طرح دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِقَوْمِ اَعْلٰى اٰيَاتِهِمُ الْخَيْرَ۔ یعنی اے خداوند! اس قوم کو برکت دے۔ جن کے اعلیٰ ترین برتن مٹی کے گوزے اور پیرالے ہوں اور باقی درہم ام سلمہ کے سپرد کر کے فرمایا کہ ان کو دیگر ضروریات میں صرف کریں۔ اور ایک روایت کے موافق خوشبو کے لئے دیئے۔ امیر المؤمنینؓ سے روایت ہے کہ ایک چھینے تک آنحضرتؐ کی مجلس مبارک میں اس امر کا تذکرہ نہ ہوا۔ اور میں شرم کی وجہ سے اس کا ذکر نہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب کبھی خلوت میں آنحضرتؐ سے ملاقات کا موقع ہوتا۔ تو ارشاد فرماتے۔ نَعَمْ الرَّوْحَةُ ذَوْجَتُكَ الْبِشْمِيُّ اَنْهَا سَيِّدَةٌ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ یعنی تمہاری بیوی بہت اچھی بیوی ہے۔ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ تمام عالموں کی عورتوں سے بہتر اور

۱۲ لے یعنی مسلمان کا ہر روز نہ کرنا چاہیے

۱۳ خیش بروزن جیش ایک کٹانی کپڑے کا نام ہے جو موٹے سوت کا بنا ہوتا ہے۔ ۱۲

افضل ہے۔

جب اس نکاح کو ایک مہینہ گزر گیا۔ تو امیر المومنینؑ کے بھائی عقیل نے کہا۔ اے بھائی ہم لوگ اس نکاح کی وجہ سے نہایت خوش وقت اور فرحانہ حال ہوئے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ان دو کوکب اقبال کا برج وصال میں بہت جلد قرآن ہو جائے۔ تاکہ ہماری آنکھیں روشن ہوں۔ امیر نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن ظاہر کرتے مشرّم آتی ہے۔ عقیل امیر المومنینؑ کا ہاتھ پکڑے سید المرسلینؑ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ اور آنحضرتؐ کی خادمہ ام ایمن سے اس امر کا اظہار کیا۔ اس نے جواب دیا کہ تم نے خبر کر دی ہے۔ آئندہ اس معاملہ میں ذرا فکر نہ کرو ہم عورتیں خود ہی ازواجِ طاہرات سے مل کر اس کام کو سر انجام دے لیں گی کیونکہ عورتوں کی بات اس کام میں زیادہ تر مفید ہوتی ہے۔ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ام ایمن نے اول اس بات کا مجھ سے ذکر کیا۔ بعد ازاں دیگر ازواجِ پیغمبرؐ کو خبر دی۔ اور ہم سب مل کر عائشہؓ کے گھر میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اول حیرت آمیز اور صہرت خیز باتوں کا ذکر کر کے خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا۔ اور ان کی سلیقہ شکاری اور امور کئی و جزئی کے انتظام کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر آج فاطمہ کے کام میں وہ مخدومہ زندہ ہوتیں۔ تو ہماری آنکھیں روشن اور دل خوش ہوتے۔ یہ تذکرہ سن کر آنحضرتؐ ابدیدہ ہوئے۔ اور فرمایا خدیجہ کا مثل و نظیر کہاں سے مل سکتا ہے۔ اس نے میری تصدیق اس وقت میں کی۔ جبکہ سب لوگ میری تکذیب کرتے اور جھٹلاتے تھے اور اپنا تمام مال و اسباب میری خوشنودی اور رضامندی کے لئے صرف کر دیا۔ دینِ خدا کی مدد کی۔ اور میں نے خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندگی ہی میں ایک گھر کی بشارت دی جو حق تعالیٰ نے اس کے لئے بہشت میں چاندی اور زمرد سے خلق فرمایا ہے۔ اس وقت میں نے بات چیت کرتے تھے سابقت کی۔ اور عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ! خدیجہ الکبریٰ کے جو اوصاف حضرتؐ بیان فرما رہے ہیں۔ وہ محض اسی قابل اور ان اوصاف کی سزاوار اور اہل ہیں۔ اب حضرت کے ابن عم خواہش کرتے ہیں کہ آپ ان کو ان کی حلیہ جلیلہ کے پاس آنے کی اجازت دیں۔ اور دیرینے نبوت و ولایت کے ان دو گوہروں کو رشتہٴ اتصال میں پروریں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے ام سلمہؓ علیؑ نے تو اس امر کا ذکر مجھ سے نہیں کیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ ایک شرم و حیا والا مرد ہے۔ اس لئے مشرّم کے مارے آپ کی خدمت میں عرض نہیں کر سکا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے ام ایمن سے فرمایا۔ کہ علیؑ کو بلاؤ۔ امیر المومنینؑ رستے میں انتظار کر رہے تھے۔ ام ایمن نے وہاں آ کر عرض کی۔ آئیے رسول خداؐ آپ کو یاد فرماتے ہیں۔ امیر المومنینؑ اندر آئے۔ اور شرم و حیا کے مارے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! تم اپنی اہلیہ سے ملاقات کرنا چاہتے ہو؟ امیر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ہاں سید المرسلینؑ

نے کل رات کا وعدہ کر کے حکم دیا۔ کہ فاطمہ کے جہیز کی تیاری کی جائے۔ اور بستر اور برتنوں وغیرہ کو درست کیا جائے۔ اور اس کی تزئین و تسمین کی جائے۔ اور جو درہم ام سلمہ کے سپرد کئے تھے۔ ان میں سے دس درہم امیر المومنین کے حوالے کئے۔ کہ خرما۔ روغن اور پنیر خرید لائیں۔ وہ جا کر پانچ درہم کا روغن چار درہم کے خرما اور ایک درہم کا پنیر خرید کر لائے۔ اور لا کر حضرت خیر البشر کی خدمت میں پیش کیا۔ رسولؐ نے چڑھے کا دسترخوان منگایا۔ اور اپنے دستہائے مبارک سے سب چیزوں کو باہم ملا کر عیس تیار کیا۔ اور وہ ایک کھانا ہے۔ جو ان تینوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ جب عیس تیار ہو چکا۔ تو امیر المومنین سے فرمایا۔ کہ باہر جاؤ۔ اور جو کوئی ملے۔ اس کو اپنے ہمراہ لے آؤ۔ امیر المومنین باہر آئے۔ دیکھا کہ جمعیت کثیر در دولت پر جمع ہے۔ واپس جا کر عرض کی یا رسول اللہ! بہت سے آدمی موجود ہیں۔ فرمایا۔ ایک ایک جماعت کو انذر لاؤ۔ کہ کھانا کھا کھا کر باہر چلے جائیں۔ آنحضرتؐ کے ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ آخر میں جب حساب کیا۔ تو معلوم ہوا کہ سات سو آدمیوں نے آنحضرتؐ کے دست حق پرست کی برکت سے سیر ہو کر کھایا۔ جب سیدۃ النساء کا ولیمہ ہو چکا۔ تو سرور کائنات نے ایک ہاتھ میں علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا۔ اور دوسرے ہاتھ میں فاطمہ کا ہاتھ لیا۔ اور دونوں کو ان کے آرام گاہ میں لائے۔ اور فاطمہ کا سر اپنے سینہ مبارک پر رکھ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور امیر سے فرمایا۔ یا علیؑ تمہاری بیوی بہت اچھی بیوی ہے۔ اور امیر کو بھی فاطمہ کے سپرد کر کے فرمایا۔ اے فاطمہ! تیرا شوہر بہت اچھا شوہر ہے۔ بعد ازاں دونوں کو گھر کے اندر بھیج دیا۔ اور دروازے کے دونوں کو اڑا اپنے دست حق پرست میں مقام کران کے حق میں جمعیت اور برکت کی دعا فرمائی۔ اور خدا تعالیٰ کے سپرد کر کے واپس تشریف لے گئے۔ اسابنت عیسیٰ کو وہاں دیکھ کر پوچھا۔ تمہارا یہاں توقف کرنے کا کیا باعث ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ! لڑکیوں کو زفاف کے وقت کچھ ضرورت ہوا کرتی ہے۔ میں اس لئے یہاں ٹھہر گئی ہوں۔ فرمایا۔ حق تعالیٰ تمہاری دنیا اور آخرت کی حاجتوں کو پورا کرے۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ کہ آنحضرتؐ اسی وقت دوبارہ ہمارے گھر میں واپس تشریف لائے۔ اور ایک روایت کے موافق زفاف سے چوتھے روز پھر وہاں آئے۔ ہم دونوں عبا اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ جب ہم نے آپ کی آواز مبارک سنی۔ اٹھنے لگے۔ ہم کو قسم دے کر فرمایا۔ کہ اسی حالت میں ہوا اور آ کر ہمارے بستر پر بیٹھ گئے۔ اور اپنے دونوں ہاتھ مبارک اندر داخل کر لئے۔ میں نے حضرت کا دایاں پاؤں اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اور فاطمہ نے بائیں پاؤں اپنے سینے پر رکھا۔ اور ہم سے باتوں میں مشغول ہوئے۔ اور ہم کو اپنی تعلیم سے بہرہ ور اور سعادت مند فرماتے رہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ اے بھائی! اٹھ کر تھوڑا سا پانی لاؤ۔ جب میں پانی لایا۔ تو چند آیات اس پانی پر پڑھ کر مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اس پانی کو پیو۔ اور کچھ سہنے دو۔

جو پانی باقی چھوڑا تھا۔ وہ میرے سر منہ اور سینے پر پھینک دیا۔ اور فرمایا۔ اَذْهَبَ اللَّهُ عَنْكَ الرِّتْمَ حَسَنًا يَا أَبَا الْحَسَنِ وَطَهَّرَكَ تَطْهِيرًا۔ (اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ تجھ سے بے پیدی کو دور کرے اور تم کو خوب طرح پاک پاکیزہ کر دے) پھر فرمایا۔ اے بھائی اور پانی لاؤ جب میں لایا۔ تو فاطمہ کے لئے بھی وہی طریقہ عمل میں لائے۔ بعد ازاں مجھ کو باہر بھیج دیا۔ اور فاطمہ سے میرا حال دریافت فرمایا۔ فاطمہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صفات کمال سے موصوف ہیں۔ لیکن قریش کی بعض عورتیں کسی وقت مجھ کو ملامت کرتی ہیں۔ کہ تمہارا شوہر فقیر ہے۔ فرمایا اے بیٹا! تمہارا باپ فقیر نہیں اور تمہارا شوہر بھی فقیر نہیں۔ تمام روٹے زمین کے سونے اور چاندی کے خزانے ہمارے سامنے پیش کئے گئے۔ ہم نے ان کو قبول نہیں کیا اور فقیر کو اپنا فخر جان کر خدا کی مرضی کو اختیار کیا۔ اے بیٹا! جو کچھ تم جانتے ہیں۔ اگر تم کو کبھی اس کا علم ہو تو ساری دنیا تمہاری نظر میں حقیر و ذلیل ہو جائے۔ خدا کی قسم تمہارا شوہر از روئے اسلام تمام اصحاب سے اقدم اور اول ہے۔ اور علم میں ان سب سے بڑھ کر ہے۔ اے میری نور چشم! حق تعالیٰ نے تمام اہل عالم سے دو شخصوں کو انتخاب کیا ہے۔ تمہارا باپ کو اور تمہارے شوہر کو۔ تمہارا شوہر بہت اچھا شوہر ہے۔ خبردار ہرگز اس کی نافرمانی نہ کرنا۔ اور ہر وقت مطیع فرمان اور فرمانبردار رہنا۔ بعد ازاں مجھ کو طلب فرمایا اور مجھ کو بھی فاطمہ کی ولداری اور پاس داری کی بابت بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ اور زری اور لطف کی طرف رہنمائی کر کے فرمایا۔ فاطمہ میرا پارہ بگڑے جب تم اس کو خوشحال رکھو گے۔ مجھ کو مسرور و خوشحال رکھو گے اور اگر اس کو محزون و غمگین رکھو گے مجھ کو محزون و غمگین رکھو گے۔ پھر ہم کو خدا کے سپرد کر کے واپس تشریف لے جانا چاہتے تھے کہ فاطمہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میرے لئے ایک کنیز مقرر فرمائیے۔ تاکہ بعض کاروبار میں میری مدد کیا کرے۔ فرمایا۔ میں تم کو خادمہ عطا کروں۔ یا ایسی چیز دوں۔ جو خادمہ سے بہتر ہو۔ فاطمہ نے عرض کی۔ خادمہ سے بہتر چیز عطا فرمائیے فرمایا۔ ہر روز سُبْحَانَ اللَّهِ تینتیس دفعہ اور اَلْحَمْدُ لِلَّهِ تینتیس دفعہ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ تینتیس دفعہ کہو۔ تاکہ ان سو کلموں سے قیامت کے دن ہزار حصے اپنے نامہ اعمال میں دیکھے اور اپنے اعمال کی ترازو کو سنگین اور بھاری پائے یہ فرما کر باہر تشریف لے گئے۔ امیر المؤمنین ارشاد فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم! فاطمہ نے مجھ کو کبھی ناراض نہیں کیا۔ اور کبھی میری نافرمانی نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہوئیں اور میں نے بھی ان کو ناراض اور رنجیدہ نہیں کیا۔

اور اس واقعہ کے متعلق ایک لطیف کتب اہل تذکرہ مثل سبعیات وغیرہ میں نظر سے گزرا ہے۔ کہ جب جناب سیدہ کو معلوم ہوا۔ کہ میرا مہرزہ کی قیمت یعنی چار سو درہم مقرر ہوا ہے۔ تو آنحضرت کی خدمت میں عرض کی۔ سب لوگوں کی بیٹیوں کے ہر درہم و دینار کے ہوتے ہیں۔ اور آپ کی بیٹی کا مہر بھی درہم و

دینار کا مقرر ہوا ہے۔ پس فرق کیا ہوا آپ حق تعالیٰ سے درخواست کریں۔ کہ میرا ہر آپ کی امت کی شفا مقرر کیا جائے۔ آنحضرتؐ نے درگاہ باری میں التماس کی جو فوراً مقبول ہوئی۔ اور جبرائیل امین ایک پارچہ حریر لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ جس میں دو سطریں لکھی تھیں۔ ان سطروں کا مضمون یہ تھا۔ کہ حق تعالیٰ نے فاطمہؑ زہرا کا ہر اس کے پدر بزرگوار کی امت عاصی کی شفاعت مقرر کیا ہے۔

اور بیان کرتے ہیں کہ جناب سیدۃ النساء نے اس پارچہ حریر کو تبرک کے طور پر محفوظ رکھا۔ اور جب وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ اس پارچہ کو میرے ساتھ قبر میں دفن کر دیں۔ تاکہ جب کل کو قیامت کے روز اٹھوں تو اس پارچہ کو اپنی حجت قرار دے کر اپنے والد بزرگوار کی گنہگار امت کی شفاعت کروں۔ اور حق تعالیٰ نے جناب سیدۃ النساء کو چھ فرزند عطا فرمائے۔ تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔ حسن حسین، زینب ام کلثوم، رقیہ اور مسن جن کا صل ساقط ہو گیا۔ اور اسی مرض میں جناب سیدۃ نے شہادت پائی۔ آپ کی وفات سید المرسلین کی رحلت سے چھ مہینے یا اس سے کم مدت بعد مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔ آپ کے اوصاف کمال اور شمائل پسندیدہ کا ذکر اس مختصر رسالے میں نہیں ہو سکتا۔

منقبت شواہد النبوة میں منقول ہے کہ اسماء بنت عمیس جناب سیدۃ النساء سے روایت کرتی ہیں۔ کہ جب علی مرتضیٰ پہلی رات میرے پاس آئے۔ تو میں اس جناب سے ڈری۔ اس لئے کہ میں نے سنا کہ زمین آپ سے کلام کرتی تھی۔ صبح کو جناب رسول خدا سے میں نے اس امر کا ذکر کیا۔ حضرت نے سجدہ طولانی بجا لاکر فرمایا۔ اے بیٹی تجھ کو طہارت نسل کی بشارت ہو۔ حق تعالیٰ نے تیرے شوہر کو جملہ مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔ اور زمین کو حکم دیا ہے۔ کہ مشرق سے مغرب تک جو واقعات اس پر گزریں سب اس کے سامنے پیش کیا کرے۔

باب پنجم

امیر المؤمنین امام العالمین اسد اللہ الغالب علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ کے علم و کشف اور اس کے متعلقات کے بیان میں

منقبت - تفسیر بحر الدرر اور ریاض القدس میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین نے مجھ سے فرمایا۔ اے عبداللہ! نماز عشا سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا۔ جب میں گیا۔ تو فرمایا

اے عبداللہ تو الحمد کے الف لام کے معنی بھی جانتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین بہتر جانتے ہیں۔ پھر ایک پہر رات تک الف اور لام کے معنی میں اس قدر حقائق بیان فرمائے۔ جن کا ایک ششم بھی میرے دل میں نہ گزرا تھا۔ پھر حائے الحمد کی تفسیر کے متعلق معارف بیان کرنے میں رات کا دوسرا حصہ پورا کر دیا۔ بعد ازاں اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ اے عبداللہ جو کچھ میں نے بیان کیا۔ تو نے سنا؟ میں نے عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین! ہاں میں نے سنا اور حیران ہوا۔ اس وقت فرمایا۔ يَا عَبْدَ اللَّهِ لَوْ كَتَبْتُ فِي مَعَانِي الْفَاتِحَةِ اَلَّذِي تَسْبِعِينَ بَعِيْرًا يَعْنِي اَلْعَبْدَ اللّٰهِ اِذَا كُنْتَ فِي سُوْرَةِ الْاٰتِحَةِ كَمَا تَقْرَأُ لَمْ يَكُنْ لَكَ دُوْرٌ۔

نیز ارشاد فرمایا۔ جو کوئی سورہ فاتحہ کو درست طور پر پڑھے وہ آتش دوزخ سے بے خوف ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس کے معنی واجبی طور پر جانتا ہو۔ وَجَبَتْ لَكَ الْجَنَّةُ وَ اَلْكَمَلَةُ اللّٰهُ بِرُؤْيَيْتِهِ وَقَوْلَيْتِهِ یعنی بہشت اس کے لئے واجب ہو جاتا ہے۔ اور حق تعالیٰ اس کو اپنے قرب اور دیدار سے معزز فرماتا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اپنا علم آنجناب کے علم کے مقابل میں ایسا پایا جیسے سند کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ اور ابن فخری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا۔ لَوْ شِئْتُ لَأَوْقَرْتُ بِدَبَّاءٍ بِسَبْعِ سَبْعِينَ بَعِيْرًا۔ یعنی اگر میں چاہتا تو باوہم اللہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لا دیتا۔ نیز اسی بزرگوار سے روایت ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین نے فرمایا۔ اگر میں چاہتا۔ تو تمام لوگوں کے حالات سے خبر دیتا۔ لیکن مجھے اس امر کا خیال ہے کہ کہیں میری محبت میں اس شریعت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے منکر نہ ہو جائیں۔

منقبتؑ۔ حبیب السیر حلد ثانی میں مرقوم ہے کہ امیر المؤمنین ایک دن اپنے کسی صحابی سے فرماتے تھے کہ قرآن میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ خشکی ہو یا تری میں۔ میدان میں یا پہاڑ میں۔ دن میں یا رات میں۔ جس کا مجھ کو سب سے بڑھ کر علم نہ ہو۔ کہ وہ کس کی شان میں اور کون سے وقت میں نازل ہوئی ہے۔

نیز کتاب مذکور میں منقول ہے کہ کلام۔ تفسیر۔ فقہ۔ معانی۔ منطق۔ نحو۔ صرف وغیرہ تمام علوم ظاہری و باطنی کے عاملوں کی مسند جناب امیر المؤمنینؑ سے درست ہوتی ہے۔ اور تمام علوم آپ ہی سے منسوب ہیں۔

منقبتؑ۔ روضۃ الشہداء میں منقول ہے کہ سلطان الاولیا علی مرتضیٰ فرمایا کرتے تھے کہ خاتم انبیاء نے مجھ کو علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے ہیں۔ کہ ہر ایک باب سے اور ہزار باب مجھ پر مکشف

ہو گئے ہیں۔ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نظم فرمایا ہے۔ نظم

نبی درگوش او یک علم و رواو و نال اندر و لش صد علم بکشاو

چو شہر علم وین پیغمبر آمد و رآں شہر بیشک حیدر آمد

منقبت ۲۱۔ کتاب فصل الخطاب میں ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے علم کو دس

جزوہ پر پیدا کیا۔ ان میں سے نو جزو تو صرف امیر المومنین کو عطا فرمائے۔ اور ایک جزو تمام عوالم پر تقسیم فرمایا۔

اور خدا کی قسم کہ مرتضیٰ علیٰ اس ایک حصّے میں بھی ہم سب پر شریک غالب ہے (یعنی اس ایک جزو میں

بھی اس جناب کا حصّہ ہم سب سے بڑھ کر ہے۔)

نیز اسی بزرگوار سے مروی ہے کہ علم الہی کے چھ سدس (پنچ) ہیں۔ پانچ سدس تو فقط امیر المومنین

کا حصّہ ہیں۔ اور ایک سدس تمام لوگوں کے لئے ہے۔ اور اس چھٹے سدس میں ہمارے ساتھ

شریک ہے۔ یہاں تک کہ ہم سب سے بڑھ کر علم ہے۔

منقبت ۲۲۔ شرح ترقی۔ شواہد النبوة اور حبيب السیر میں منقول ہے۔ کہ علی بن ابی طالب عارفونکا

سرور ہے۔ اور اس جناب کی ایسی باتیں ہیں۔ کہ آپ سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ اور ان کے بعد بھی کوئی شخص

ایسا کام نہ کر سکے گا۔ یہاں تک کہ ایک روز منبر پر جا کر فرمایا۔ اے لوگو! مجھ سے عرش کے ماسوا اور

تمام چیزوں کی بابت جو چاہو سوال کرو۔ کیونکہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان بے شمار علوم ہیں۔ اور

لعاب رسالت پناہ کا اثر ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو

چسٹائی ہے۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ اگر تورات و انجیل سے

بات کرنے کا حکم ہو۔ تو میں مسند بچھاؤں اور اس پر بیٹھ کر خبر دوں۔ ان تمام چیزوں سے جو ان دونوں کتابوں

میں ہیں چنانچہ ان دونوں والے اس باب میں میرے قول کی تصدیق کریں۔

اور شواہد النبوة میں روایت ہے۔ کہ جب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے یہ بات فرمائی۔ اس وقت

اس مجمع میں ایک شخص وعلب بمانی موجود تھا۔ اس نے از روئے انکار واکراہ کہا۔ اس شخص

نے بات کو بہت لمبا چوڑا کیا ہے۔ یعنی بہت لمبا چوڑا دعویٰ کیا ہے۔ آج میں اس سے ایک ایسا سوال

کرتا ہوں۔ جس کے جواب سے وہ عاجز اور قاصر رہ جائے گا۔ پس اٹھ کر کہا یا امیر المومنین میرا ایک سوال ہے۔

فرمایا۔ وائے ہوتجہ پر۔ اگر تو توفیٰ اور دانائی کے لئے سوال کرتا ہے۔ تو کہ نہ جنگ و جدل اور تعنت کی رو

سے۔ وعلب نے کہا تو نے ہی مجھ کو اس پر آمادہ کیا ہے۔ یہ کہہ کر سوال کیا۔ ھَلْ ذَايَتَ رَبِّكَ حَتَّىٰ عَرَفْتَهُ۔

یعنی کیا تو نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے کہ اس کو پہچان لیا ہے۔ ایسے فرمایا۔ لَمْ أَعْبُدْ رَبًّا

لَمَّا رَأَىٰ - یعنی میں نے پروردگار کی عبادت نہیں کی۔ جب تک کہ اس کو نہیں دیکھا۔ وعلب نے کہا۔
 كَيْفَ رَأَيْتَهُ - یعنی تو نے کیوں کر اس کو دیکھا۔ فرمایا۔ مَا رَأَيْتُهُ الْعَيُّونَ بِمَشَاهِدَةِ الْعَيَّانِ لَكِنَّ
 آتَهُ الْقُلُوبَ بِحَقَائِقِ الْعُرْفَانِ - یعنی اس کو سر کی آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ لیکن دیدہ بہر یعنی
 باطن کی آنکھ نے برہان عقلی اور حجت کشفی کے طور پر اس کو دیکھا ہے۔ یہ سن کر وعلب نے ایک چیخ ماری
 اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آکر بولا۔ میں نے خدا سے عہد کیا کہ پھر امتحان کے
 طور پر سوال نہ کروں گا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ تجھے اختیار ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ تفسیر حانظی میں بیخ البلاغۃ سے اس طرح منقول ہے۔ کہ بعض اصحاب
 نے جناب امیر المؤمنین سے یہ سوال کیا تھا۔ اور امیر نے ان کے جواب میں عبارت مذکورہ بالا فرمائی
 ہے۔ وَاللَّهِ أَغْلَمُ بِحَقَائِقِ الْأُمُورِ۔

منقبت ۱۰۰ نزل السائرین۔ میں ابن فخری سے منقول ہے کہ میں نے امیر المؤمنین کو کوفہ
 کے منبر پر دیکھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ پہنے اور حضرت کا عمامہ مبارک سر پر رکھے۔ اور
 آنحضرت کی توار صائل کئے۔ اور سردار کائنات کی انگلشتی مبارک انگلی میں پہنے ہوئے فرماتے تھے۔
 مجھ سے جو چاہو پوچھو۔ پیشتر اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ کیونکہ میرے چھوٹے پہلوؤں کے درمیان جو مقام دل
 ہے علم کثیر موجود ہے خدا کی قسم اگر میرے لئے مسند بچائی جاتی۔ اور میں اس مسند پر بیٹھ کر اہل توریت کیلئے
 توریت سے اور اہل انجیل کو انجیل کے موافق فتوے دیتا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ توریت اور انجیل کو گویا کرتا
 اور وہ خلقت سے کہتیں۔ کہ علی نے بالکل ان احکام کے مطابق فتوے دیا ہے۔ جو ہم میں نازل ہوئے
 ہیں حالانکہ تم لوگ ان کتابوں کو پڑھتے ہو۔ اور نہیں سمجھتے ہو۔

اور ایک روایت کے موافق صحائف اور ہدایتہ السعداء میں منقول ہے کہ آنجناب نے فرمایا۔ اگر
 ایک مسند میرے لئے بچائی جاتی۔ اور میں اس پر بیٹھتا۔ تو اہل توریت میں توریت کے موافق اور اہل
 انجیل کے درمیان انجیل کے موافق اور اہل زبور کے درمیان زبور کے موافق۔ اور اہل اسلام میں قرآن
 کے موافق حکم کرتا۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ بالمش شکستن یعنی مسند بچانے سے کنایہ ہے۔ فراغت پانا۔ اور متکبر و
 مختار ہونا۔ یہی وجہ ہے۔ جو شواہد النبوة میں جنید بغدادی قدس سرہ سے منقول ہے۔ کہ اگر امیر المؤمنین
 کرم اللہ وجہان لہ ائمی جھگڑوں سے جو تقویت دین کے لئے مخالفین سے کئے گئے۔ فرصت پاتے تو اس
 میں شک نہیں کہ آنجناب سے اس قدر علم حقائق و معارف منقول ہوتے۔ کہ لوگوں کے دل انکے ضبط کرنے

اور یاد رکھنے کی تاب نہ لاتے۔ قطعہ

دلش بجرے است پراز گوہر علم
کلامش غیرت عقد لال است
زبانش منظر امر ایذات است
بیانش سر بسر سحر حلال است
چنان بر دے حقائق منکشف شد
کہ دانا بر جواب ہر سوال است

منقبت ۱۔ شواہد النبوة میں مرقوم ہے کہ جب امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ شہر کو فرمیں تشریف لائے۔ تو لوگوں نے آپ پر ہجوم کیا۔ ان کے درمیان ایک جوان تھا۔ اس نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ ایک روز امیر المؤمنین نے نماز صبح سے فارغ ہو کر ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں جگہ ایک مسجد ہے۔ اور اس مسجد کے منقل ایک گھر ہے۔ اُس گھر میں ایک مرد اور ایک عورت آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ دونوں کو میرے پاس حاضر کر۔ وہ شخص جا کر دونوں کو بلا لایا۔ امیٹرنے ان کی طرف منکر کے فرمایا۔ آج کی رات تم دونوں میں بہت جھگڑا ہوا۔ اس جوان نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! میں جب اس عورت سے نکاح کر کے اس کے پاس گیا۔ مجھ کو اس سے سخت نفرت پیدا ہوئی۔ اگر میرا مقدر ہوتا تو میں اسی وقت اس کو اپنے پاس سے نکال دیتا۔ اس وقت سے وہ برابر مجھ سے جھگڑتی رہی۔ یہاں تک کہ جناب کا حکم پہنچا۔ اس وقت حضرت نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن پر مخاطب کے سوا دوسرے کو واقف نہ کرنا چاہیے۔ یہ سنتے ہی سب کے سب وہاں سے اٹھ کر الگ ہو گئے۔ تب آپ نے عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اس جوان کو پہچانتی ہے۔ وہ بولی نہیں۔ فرمایا۔ میں بیان کروں جس سے تو پہچان لے لیکن شرط یہ ہے کہ انصاف اور راستی کو ہاتھ سے نہ دے۔ اور سچ بتائے۔ عورت نے عرض کی۔ میں سچائی اور راستی سے قدم نہ ہٹاؤں گی۔ فرمایا تو فلاں بنت فلاں ہے۔ یعنی تیرا نام فلاں ہے۔ اور تو فلاں عورت کی بیٹی ہے۔ اور تیرا ایک چچو اچھائی تھا تم دونوں ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے۔ ایک رات تو قضائے حاجت کے لئے باہر گئی۔ اور اس نے تجھ سے مجامعت کی۔ اور تو اسی رات حاملہ ہو گئی۔ اور اس کو تو نے اپنی ماں پر بظاہر کیا۔ اور باپ سے پوشیدہ رکھا۔ جب وضع حمل کا وقت قریب آیا۔ تو رات تھی۔ تیری ماں تجھ کو گھر سے باہر لے گئی جب بچہ پیدا ہوا۔ اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیواروں کے باہر جو لوگوں کے قضائے حاجت کا مقام ہے رکھ دیا۔ ایک کتے نے آکر اس کو سونگھا۔ تو نے ایک پتھر اس کی طرف پھینکا۔ اتفاقاً وہ پتھر پتھے کے سر پر لگا۔ اور شکستہ کر دیا۔ تیری ماں نے اس کا سر باندھا۔ پھر اس کو تم وہیں چھوڑ کر چلی گئیں۔ اور اس کا حال کچھ بھی تم کو معلوم نہ ہوا۔ اس عورت نے دل اور زبان سے اس کی تصدیق کر کے اقرار کیا کہ صورت حال بالکل اسی طرح ہے۔ لیکن اس واقعہ کی میرے اور میری ماں کے سوا اور کسی کو خبر نہ تھی۔ تب حضرت نے فرمایا۔ کہ

جب صبح ہوئی۔ تو فلاں قبیلے کے ایک شخص نے اس بچے کو وہاں سے اٹھا کر پرورش کرنا شروع کی یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا۔ اور ان لوگوں کے ہمراہ کوفہ میں آ کر تھے سے نکاح کیا۔ اور اس جوان سے فرمایا کہ اپنا سر ننگا کر۔ اس نے اپنے سر کو ننگا کیا۔ تو اس شگلی کا نشان اس کے سر میں صاف ظاہر معلوم ہوا۔ اس وقت ارشاد فرمایا۔ اے عورت یہ وہی تیرا بیٹا ہے۔ اور تو اس کی ماں ہے خدا تعالیٰ نے تجھ کو حرام سے محفوظ رکھا۔ اپنے بیٹے کو لے۔ اور چلا جا :

قاسم کا ہی شعر ہے۔

شعر

بعلم غیب در کوفہ زن از شوہر جدا کردہ بمعنی مادر و فرزند بودند آن زن و شوہر!

منقبت ش۔ نیز شواہد النبوة میں جناب بن عبداللہ الازدی سے منقول ہے۔ کہ میں جنگ جمل و صفین میں جناب امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی رکاب مستطاب میں حاضر تھا۔ اور مجھے اس باب میں شک نہ تھا کہ حق ہماری طرف ہے۔ لیکن جب میں نہروان کے جنگل میں شامل ہوا۔ تو یہ خیال میرے دل میں گزرا کہ یہ سب لوگ ہمارے اقربا اور نیک اشخاص ہیں۔ ان کا قتل کرنا نہایت سخت اور مشکل ہے صبح کو پانی کا لوٹا لے کر لشکر گاہ سے باہر نکلا۔ اور نیزہ زمین میں گاڑ کر ڈھال اس پر رکھی۔ اور اس کے سایہ میں بیٹھ کر سوچنے لگا۔ ناگاہ امیر المؤمنین وہاں تشریف لائے۔ اس وقت آپ کا چہرہ آفتاب تاباں کی طرح چمک رہا تھا۔ اور مجھ سے پوچھا۔ تیرے پاس کچھ پانی ہے؟ میں نے لوٹا آگے کر دیا۔ لوٹا ہاتھ میں لے کر اتنی دوڑ گئے کہ نظر سے غائب ہو گئے۔ بعد ازاں واپس آ کر وضو کیا۔ اور اس ڈھال کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ ناگاہ میں نے ایک سوار دیکھا۔ حضرت نے اس کا حال دریافت کیا۔ میں نے عرض کی یا امیر المؤمنین! یہ سوار آپ کو تلاش کرتا ہے۔ فرمایا۔ اس کو بلا جب میں نے بلایا۔ تو اس نے آگے آ کر عرض کی یا امیر المؤمنین! مخالفین نہروں سے گزر کر دریا سے پار ہو گئے ہیں۔ فرمایا۔ وہ ہرگز نہیں گزرے۔ اس سوار نے کہا۔ خدا کی قسم وہ گزر گئے۔ فرمایا۔ غلط ہے۔ وہ سوار بولا۔ خدا کی قسم جب تک میں نے ان کے نشانوں کو دریا کے اُس پار نہیں دیکھا۔ میں نہیں آیا۔ فرمایا۔ بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے گرنے اور قتل ہونے کی جگہ یہاں ہے۔ اور ان میں سے صرف دس سے کم زندہ رہیں گے۔ اور میرے اصحاب میں سے صرف نو شخص قتل ہوں گے۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ امیر کا حال معلوم کرنے کے لئے ایک میزان ہاتھ لگ گئی ہے۔ اور میں نے خدا سے عہد کیا۔ کہ اگر مخالفین نہروں سے گزر گئے ہوں گے تو پہلا شخص جو امیر سے مقابلہ کرے گا میں ہوں گا۔ ورنہ لشکرِ خدا کے بہادروں کے ساتھ جنگ کرنے پر ثابت قدم اور مستقل رہوں گا۔ جب میں نے صفوں سے گزر کر دیکھا۔ تو ان کے نشانات جہاں تھے۔ وہیں قائم تھے وہاں سے ذرا بھی حرکت نہ کی تھی۔ اس وقت آنجناب نے میری بیٹھ کو بلا کر فرمایا۔ اب تو اصل حقیقت تجھ پر ظاہر ہو گئی۔ میں نے

عرض کی۔ بیشک یا امیر المؤمنینؑ۔ ارشاد فرمایا۔ اپنے کام میں مشغول رہ۔ کہ تو ایک کو قتل کرے گا۔ اور دوسرے سے مقابلہ کرتا رہ جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ کہ میں نے ایک دشمن کو قتل کیا۔ اور دوسرے کے مقابل ہو کر اس پر زخم لگایا۔ اور اُس نے مجھ پر وار کیا۔ اور ہم دونوں بیخوہو کر زمین پر گر پڑے۔ اور اس وقت تک بیہوش رہے۔ کہ امیر المؤمنین جنگ سے فارغ ہو گئے۔ الغرض جب شہار کیا گیا تو جیسا کہ آج جناب نے فرمایا تھا۔ ویسا ہی ظہور میں آیا۔ ان کے نو آدمی باقی رہے۔ باقی مارے گئے۔ اور جناب کے اصحاب منتظاب سے صرف نو شخص شہید ہوئے اور ایک شخص کو حضرت نے خبر دی تھی۔ کہ تجھ کو فلاں جگہ فلاں خرے کے درخت پر سولی چڑھائیں گے۔ اور جیسا کہ فرمایا تھا۔ بعینہ واقع ہوا۔

منقبت^۹۔ نیز کتاب شواہد النبوة میں مرقوم ہے۔ کہ ایک دن حجاج نے کیل بن زیاد کو طلب کیا۔ کیل بھاگ گئے۔ اس لعین نے ان کی قوم کے وظیفے بند کر لئے۔ کیل نے اپنے دل میں کہا۔ میری عمر اخیر ہو گئی ہے مناسب نہیں ہے۔ کہ اپنی قوم کو محروم کر دوں۔ خود ہی اس کے پاس چلے آئے۔ حجاج نے کہا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح تجھ پر قابو پاؤں۔ کیل بولے۔ میری عمر کچھ تھوڑی رہ گئی ہے۔ جو تیرا جی چاہے۔ سو کر اس لئے کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے مجھ کو پہلے سے خبر دی ہے۔ کہ میرا قاتل تو ہی ہے۔ حجاج نے فوراً قتل کر دیا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

منقبت^{۱۰}۔ نیز کتاب شواہد النبوة میں مرقوم ہے۔ کہ ایک روز حجاج نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ امیر المؤمنین کے اصحاب میں سے ایک کو گرفتار کروں۔ اور اس کو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کروں۔ اُس کے خاندانوں نے کہا۔ ہم قنبر سے بڑھ کر صحبت رکھنے والا اور کسی کو نہیں جانتے۔ پس قنبر کو طلب کیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ علی کے دین اور مذہب سے بریت اور بیزاری ظاہر کر۔ قنبر نے کہا۔ اس کے دین سے بڑھ کر اور بہتر دین کی طرف مجھ کو رہبری کر۔ حجاج بولا میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔ جس طور سے قتل ہونا چاہتا ہے۔ پس نہ کرے۔ قنبر نے کہا۔ تجھے اختیار ہے جس طرح تو آج مجھ کو قتل کرے گا۔ اسی طرح کل (قیامت کے دن) میں تجھے قتل کروں گا۔ کیونکہ مگر صادق کے وصی برحق نے مجھ کو خبر دی ہے کہ حجاج تجھ کو ظلم سے قتل کرے گا۔ الغرض اس لعین کے حکم سے قنبر کو شہید کیا گیا۔

منقبت^{۱۱}۔ نیز شواہد النبوة میں مسطور ہے۔ کہ جناب امیر المؤمنین نے براہ بن عازب سے فرمایا تھا۔ جب میرے نور دیدہ حسین کو مخالفانِ دین شہید کریں گے۔ تو تو اُس کی مدد کرے گا۔ جب یزید ملعون نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا۔ تو براہ بن عازب نے کہا۔ کہ سید کو نین رسول الشقیین کے وصی نے سچ فرمایا تھا۔ کہ امام حسین شہید ہو گئے۔ اور میں اپنی غفلت کے سبب ان کی مدد نہ کر سکا۔ اور بہت ہی ندامت اور شرمندگی کا اظہار کیا۔

منقبت^{۱۲}۔ نیز کتاب شواہد النبوة میں ہے۔ کہ امیر المؤمنین ایک سفر کو جلتے ہوئے جب کہ بلا میں وارد ہوئے

تو اپنے دائیں اور بائیں طرف دیکھا۔ اور روتے روتے اس جنگل سے گزرے۔ اور فرمایا: خدا کی قسم! یہ ہے ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ اور ان کے شہید ہونے کا مقام۔ حاضرین نے دریافت کیا۔ یا امیر المؤمنین! یہ کونسی جگہ ہے؟ فرمایا۔ یہاں کچھ لوگ قتل ہوئے گئے۔ جسے حساب بہشت میں داخل ہوں گے۔ اس وقت کسی شخص نے بھی آپ کے کام ولایت نظام کی تاویل کو نہ سمجھا۔ یہاں تک کہ روز عاشورہ واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام واقع ہوا۔ شاہ طیب قدس سرہ فرماتے ہیں:-

نظم

بہشت منزل عشاق موعی آلِ علیؑ
ہزار لعنتِ حق بر عدوئے آلِ علیؑ
ترا کہ دعویٰ حُبِ خدا و مہربانی است
مسابیحِ دہے رُوز سوئے آلِ علیؑ
جہان و ہر چہ در دستِ طیبِ نازم
ز روئے قدر بیک تار موعی آلِ علیؑ

منقبت^{۱۱۱}۔ نیز شواہد النبوة میں منقول ہے۔ کہ جب امیر المؤمنین نے کوفہ سے لشکر طلب کیا۔ تو اہل کوفہ نے بہت سی قبیل و قال اور بحث مباحثہ کے بعد لشکر بھیجا۔ لشکر پہنچنے سے پہلے حضرت نے اپنی زبان خارق بیاں کفر ارشاد فرمایا کہ کوفہ سے بارہ ہزار ایک آدمی آ رہے ہیں۔ جناب امیر کا ایک صحابی بیان کرتا ہے۔ جب میں نے یہ بات سنی۔ تو لشکر کی گزرگاہ پر جا کر بیٹھ رہا۔ اور ایک ایک کو شمار کیا۔ جو تعداد کہ آپ نے فرمائی تھی۔ اس سے نہ ایک کم تھے۔ نہ ایک زیادہ۔

منقبت^{۱۱۲}۔ نیز شواہد النبوة۔ حبیب السیر اور تاریخ اعظم کوفی میں لکھا ہے۔ کہ جنگِ صفین کے زمانے میں ایک روز جناب امیر کے اصحاب پانی کو محتاج ہو گئے۔ ہر چند ادھر ادھر دوڑے۔ مگر پانی کا کہیں نشان نہ ملا۔ حضرت نے ان کو ذرا رستے سے ایک طرف کو ہٹ کر چلنے کا حکم دیا۔ بیابان میں ایک ویر (معبد) نظر پڑا۔ اصحاب نے دیرانی سے پانی طلب کیا۔ اس نے کہا۔ پانی یہاں سے دو فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ اصحاب نے عرض کی یا امیر المؤمنین! پیشتر اس کے کہ ہم میں طاقت نہ ہے۔ پانی پر پہنچنے کی اجازت دیجئے۔ فرمایا۔ یہ پتھر جو میرے پاؤں کے نیچے ہے۔ پانی کے اوپر ہے۔ اسکو اٹھانے کی کوشش کرو۔ بہت سے اصحاب نے مل جل کر ہر چند زور لگایا۔ مگر اس پتھر کو حرکت نہ دے سکے۔ اس وقت حضرت پتھر سے نیچے آتے۔ اور اپنی دو انگلیوں سے اس پتھر کو چپتہ پر سے دوڑا لے دیا۔ اس کے نیچے سے نہایت صاف اور شیریں پانی نکلا۔ جو کما رس سفر میں اس سے بہت پانی نہ پیا تھا اس لئے ساتی کو شری عنایت سے سنبے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور جتنا پیا بھر کما ساتھ لے لیا۔ پھر جناب نے اس بھاری پتھر کو اٹھا کر بدستور سابق اس چپتہ روح افزا پر رکھ دیا۔ اور آپ کے حکم سے اس کو مٹی سے پاٹ دیا۔ جب راہب نے یہ حال مشاہدہ کیا۔ اپنے دہر (گرجا) سے نیچے اُتر آیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کیا آپ پیغمبر مُسل ہیں؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی۔ فرشتہ مُترب ہیں؟ فرمایا۔

نہیں۔ پھر اس نے عرض کی۔ یہ فرمائیے کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں محمد بن عبد اللہ خاتم الانبیاء صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہوں۔ دیرانی نے یہ سُن کر عرض کی۔ ہاتھ لائیے کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ امیر المؤمنین نے اپنا ہاتھ اس کو دیا۔ اس نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کے بعد امیر نے اس سے پوچھا۔ تو نے آج کس وجہ سے اپنے باپ دادا کا مذہب ترک کر کے اسلام کو اختیار کیا؟ اس نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! ہم نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔ اور اپنے علماء سے سنا ہے۔ کہ اس جگہ ایک چشمہ ہے۔ اور اس کے اوپر ایک پتھر ہے۔ جس کو پیغبر یا وصی پیغبر کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور نہ کوئی اس کو اٹھاڑ سکتا ہے۔ جب یہ کام میں نے آپ سے مشاہدہ کیا تو میں اپنی آرزو اور تمنا کو پہنچ گیا۔ اور جس چیز کا منتظر تھا۔ اس کو پایا۔ جب امیر المؤمنین نے اس دیرانی کی یہ باتیں سنیں۔ تو اس قدر گریہ فرمایا۔ کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مَدْيَسًا وَ كُنْتُ فِيْ كُنْتَبِهِ مَدْنًا كُوْرًا۔ یعنی اُس خدا کا شکر و احسان ہے۔ جس نے مجھ کو فراموش نہیں فرمایا اور میرا ذکر اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ پس وہ راہب حضرت کے ہمراہ رہا۔ اور شامیان شوم سے جنگ کر کے درجہ شہادت پر فائز ہوا اور امیر المؤمنین نے اس کے جنازے پر نماز پڑھی۔ اور اس کے لئے خدائے تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت کی دعا فرمائی۔ اور جب کبھی اس کو یاد کرتے تو فرماتے وہ مومن ہے۔

منقبت ۱۵۔ نیز شواہد النبوة اور دلائل النبوة میں لکھا ہے۔ کہ قیصر روم نے عمر بن الخطاب کے عہد میں ایک خط بھیجا۔ جس میں چند دقیق سوالات درج تھے۔ عمر نے خط پڑھا۔ اور خط لے کر امیر المؤمنین کے پاس آئے امیر نے خط کو دیکھا۔ اور فوراً قلم دوات منگا کر جواب لکھا اور بند کر کے قیصر کے ایلچی کے حوالے فرمایا۔ ایلچی نے پوچھا۔ یہ جواب لکھنے والا شخص کون ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا تو نہیں پہچانتا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابن عم۔ داماد اور وصی ہے۔

منقبت ۱۶۔ شواہد النبوة اور حسیب السیر میں مرقوم ہے کہ ایک دن معاویہ نے کہا۔ کیونکہ معلوم کریں کہ علی ابن ابی طالب پہلے دنیا سے رحلت کریں گے۔ یا میں؟ حاضرین مجلس نے جواب دیا۔ ہم کو اس کا طریقہ معلوم نہیں۔ معاویہ نے کہا۔ میں اس بات کو علی سے ہی معلوم کرتا ہوں۔ کیونکہ جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ حق ہی ہوتا ہے۔ ذکر باطل۔ بعد ازاں اپنے تین معتبر شخصوں کو بلا کر کہا۔ تم تینوں مل کر کوفہ کا سفر کرو جب کوفہ ایک منزل رہ جائے۔ تو وہاں سے ایک ایک دن کے فاصلے سے یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے کوفہ میں داخل ہو۔ اور میرے مرنے کی خبر بیان کرو۔ لیکن سب کے سب بیماری کی قسم۔ اور مرنے کے دن۔ اور

گھڑی اور مقام قبر اور نماز میت ادا کرنا وغیرہ امور میں متفق رہو۔ وہ تینوں شخص معاویہ کی تلقین کے موافق اپنے دلوں میں قرار دے کر شام سے روانہ ہوئے۔ جب کوفہ کے قریب پہنچے۔ ایک پہلے روز کوفہ میں گیا۔ اہل کوفہ نے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا شام سے۔ پوچھا۔ کیا حال ہے۔ بولا۔ معاویہ مر گیا بعض اشخاص نے یہ خبر امیر المؤمنین کی خدمت میں جا کر عرض کی۔ شاہ ولایت پناہ نے ذرا بھی اس خبر کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ دوسرے دن ایک شخص نے آکر معاویہ کے مرنے کی خبر پہنچائی۔ بعض اصحاب نے پھر یہ خبر حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ مگر بالکل التفات نہ فرمائی۔ تیسرے روز قیس بن شخص آیا۔ اور پہلے دو شخصوں کی طرح معاویہ کے مرنے کی خبر دی۔ پھر لوگوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین! یہ خبر تحقیق ہو گئی۔ اور درجہ صحت کو پہنچ گئی کیونکہ آج جو شخص آیا ہے۔ وہ بالکل پہلے دو شخصوں کی طرح معاویہ کے مرنے کی خبر دیتا ہے۔ فرمایا تم لوگ معاویہ کے مکر و فریب اور اس کی چالوں سے غافل اور بے خبر ہو۔ خدا کی قسم وہ نہ مرے گا۔ جب تک کہ علی کی وارطی خون سے رنگین نہ ہو۔ اور ابن آکلتہ الاکبا یعنی گفتار جگر خوار کا بیٹا (ہندہ جگر خوار کا فرزند) اس پر عبت اور ہنسی مذاق نہ کرے۔ ان تینوں شخصوں نے واپس جا کر یہ خبر معاویہ کو پہنچائی۔ اور وہ اس خبر کے سننے سے نہایت خوشحال اور فرحناک ہوا۔

اور پوشیدہ نہ رہے کہ امیر المؤمنین اس وجہ سے معاویہ کو ابن آکلتہ الاکبا قرار دیا کرتے تھے۔ کہ جنگ احد میں اس کی ماں ہندہ نے حضرت محمد مصطفیٰ کے چچا جناب حمزہ سید الشہداء کا جگر نہایت اشتیاق سے تلاش کر کے کھایا تھا۔ چنانچہ ملا سعد الدین لفتنا زانی نے اس حکایت کو نظم کیا ہے۔

قطعہ

| | |
|-----------------------------------|----------------------------------------------------|
| داستانِ پسہ ہند مگر نہ شنیدی | کہ از دوز سہ تن او بہ پیمبر چہ رسید |
| پدر او در دندانِ پیمبر بکست | مادر او جگر عم پیمبر بکشد |
| او بہ ناحق حق و اما و پیمبر گرفت | پسہ او سر فرزند پیمبر برسد |
| بر چنین قوم تو لعنت بکنی شرمت باد | لَعْنَةُ اللَّهِ يَزِيدُ أَوْ عَلَى قَوْمٍ يَزِيدُ |

منقبتؐ۔ نیز شواہد النبوة میں مذکور ہے۔ کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے اپنے ایک خطبہ میں بغداد کے قتل عام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ نبی عباس میں سے ایک شخص کو شتر قربانی کی طرح قتل کر رہے ہیں۔ اور وہ اتنا مقدور نہیں رکھتا کہ اس بلا کو اپنے آپ سے دفع کرے۔ وائے ہواس پر وائے ہواس پر۔ وہ اپنی قوم میں کس قدر ذلیل و خوار ہوا ہے۔ اس لئے کہ اپنے پروردگار کے امر کو چھوڑ کر دنیا بے دلوں کی طرف رُخ کر لیا ہے۔ اس کے بعد اسی خطبہ میں فرمایا ہے۔ اور اگر میں چاہوں تو تم کو ان کے ناموں اور

کینتوں اور قتل کا ہوں سے خبردار کروں۔

منقبت ۱۸۔ نیز شواہد النبوة میں منقول ہے۔ کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے جنگ صفین کے روز بلند آواز سے پکارا۔ یا ابا مسلم! یعنی ابو مسلم کہاں ہے۔ محمد حنفیہ نے عرض کی۔ وہ آخری صف میں ہے۔ فرمایا۔ اے فرزند میری عرض ابو مسلم خولانی سے نہیں۔ بلکہ ابو مسلم صاحب ہمیش میرا مطلوب و مقصود ہے۔ جو مشرق کی طرف سے سیاہ (دلوں) انشانوں کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اور اس قدر جنگ کرے گا۔ کہ حق تعالیٰ اس کے سبب سے حق کو اپنے مکر پر قائم کرے گا۔ کیا ہی اچھے میں وہ لوگ جو علاقے دین میں اس کے ساتھ موافقت کریں اور ظالموں کو تباہ اور ٹکونسا کرنے میں خوب جدوجہد اور کوشش کریں۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ ابو سلم نے اگرچہ اس لعن اور ناسزا کہنے کے طریق کو جو بنی امیہ کے زمانے میں امیر المؤمنین کی نسبت شائع اور جاری تھا۔ بند کر دیا۔ اور بنی امیہ کو بالکل نیست و نابود لیکن کوتاہی کی۔ کیونکہ اس وقت میں امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ امام اور خلیفہ برحق و احق تھے۔ ابو سلم نے فتوحات حاصل کرنے کے بعد ملک کو منصور دو انقی کے سپرد کر دیا۔

منقبت ۱۹۔ معارج النبوة میں ابن عباس سے منقول ہے۔ کہ جب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات نماز صبح ادا فرماتے تھے تو روئے مبارک اصحاب کی طرف کرتے تھے۔ اور اس شیخ المذنبین کے انوار جمیں کی شاعروں سے اندوہ و غم کی تاریکی دوستوں کے دلوں سے دور ہوجاتی تھی۔ ایک روز نماز صبح کے حسب معمول جبیں مبارک صحابہ کی طرف نہ فرمائی۔ اور اشارہ سے علی بن ابی طالب کو محرز فرما کر اپنے ہمراہ مسجد سے باہر لائے۔ اصحاب کو حقیقت حال کی کچھ خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ علی کو ہمراہ لے کر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے حجرہ میں داخل ہوئے۔ اور ایڑ سے فرمایا کہ حجرے کے دروازے پر توقف کرو۔ اور آنے والوں کو اندر آنے سے منع کرو بات یہ تھی۔ کہ امام حسین پیدا ہوئے ہیں۔ اور فرشتے زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اور مبارکباد دیتے ہیں۔ اسی اثناء میں ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے۔ امیر کو دروازہ پر کھڑا دیکھ کر پوچھا کہ آنحضرت کہاں ہیں۔ فرمایا حجرے میں ہیں۔ اور مجھ کو آنے والوں کو روکنے کے لئے یہاں کھڑا کر گئے ہیں۔ ابو بکر نے کہا۔ مجھ کو اندر آنے کی اجازت ہے؟ امیر نے فرمایا۔ آنحضرت ایک کام میں مشغول ہیں۔ پوچھا۔ کس کام میں ہیں۔ فرمایا۔ ایک فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے۔ اور فرشتے اس کی زیارت اور مبارکباد کے لئے آ رہے ہیں۔ اور اس وقت تک ایک لاکھ چوبیس ہزار فرشتے زیارت کو آچکے ہیں۔ اور ابھی اور آ رہے ہیں۔ ابو بکر اس تعداد کے معین کرنے اور اس بات پر امیر المؤمنین کے مطلع ہونے کی کیفیت سے نہایت متعجب اور حیران رہ گئے۔ ایک ساعت کے بعد عمر بن الخطاب اور عثمان بن عفان اور باقی اصحاب بھی وہاں آکر جمع ہو گئے۔ اور حضرت کے منتظر تھے۔ کہ حضرت رسالت پناہ باہر تشریف لائے

ابوبکرؓ نے جو کچھ امیر المؤمنینؓ سے سنا تھا حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی۔ تم کو اس بات پر کس نے مطلع کیا۔ اور فرشتوں کی تعداد کیوں کر معلوم کرنی۔ عرض کی میں افواجِ ملائکہ کے آنے سے واقف ہو جاتا تھا۔ اور جو جماعت آتی تھی۔ وہ اپنی زبان میں بیان کرتی تھی۔ میں ان تعدادوں کو جمع کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس حد تک پہنچ گئی۔ یہ سن کر آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ رَاكَكَ اللَّهُ عَقْلًا يَا عَلِيُّ (اے علیؓ خدا تیری عقل کو اور زیادہ کرے)

منسبیت۔ معارجِ النبوة اور زہرۃ الریاض میں منقول ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَجْبَبُوا اِذَا عَمِيَ اللّٰهُ (اللہ کی دعوت کو قبول کرو) کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی روح نازنین کا طائرِ سردرہ نشین اعلیٰ علیہ السلام کی طرف پرواز کر گیا۔ اور حضرت کا بدن مبارک روضہ متبرک کے اندر نقابِ احتجاب میں پوشیدہ رہا۔ اس کے دس روز بعد ایک اعرابی ہاتھ میں تازیانہ لئے اور منہ پر نقاب ڈالے مسجد میں داخل ہوا۔ اور حاضریں سے مخاطب ہو کر بولا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ يَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ جو کچھ تم سے فوت ہوا ہے حق تعالیٰ اس کا عوض تم کو عطا فرمائے۔ اِنْ كَانَ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ فَاَللّٰهُ حَتّٰی لَا یَلُوْهُنَّ اَبْدًا عَظْمًا اَجْرَ کُمْ وَغَفَرَ ذَنْبَکُمْ مَا اَعْظَمَ مُصِیْبَتَکُمْ بِمَوْتِ سَيِّدِکُمْ (اگر محمدؐ نے انتقال کیا ہے تو اللہ زندہ ہے۔ کبھی نہ مرے گا۔ وہ تمہارا اجر زیادہ کرے۔ اور تمہارا گناہ معاف کرے۔ تمہارے سردار کی موت کے سبب تمہاری مصیبت بہت ہی عظیم اور بزرگ ہو گئی ہے) اور کہا تمہارے پیغمبر کا وہی کون ہے۔ ابوبکرؓ نے علمی مرتضیٰ کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے امیر المؤمنینؓ کرم اللہ وجہہ کی طرف منکر کر کے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ يَا حَتّٰی (اے جو ان تم پر میرا سلام ہو) جناب امیرؓ نے فرمایا۔ عَلَیْکَ السَّلَامُ يَا مَضْرُوْرٍ وَّصَاحِبِ الْبِیْئْرِ تجھ پر بھی سلام ہو اے مضر اور اے صاحبِ بیئر یعنی کوئیں والے)۔ ابوبکرؓ اور تمام حاضرین مسجد امیر المؤمنینؓ کے جواب سے حیران رہ گئے۔ اعرابی بولا۔ اے جو ان! تو نے میرا نام کس طرح جانا۔ اور تجھ کو صاحبِ بیئر کیوں کہا۔ امیرؓ نے فرمایا۔ مجھ کو میرے بھائی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔ اور نیز تمام حال مجھ سے بیان فرمایا ہے۔ اگر تو چاہے تو میں تجھ سے بیان کروں۔ مضر نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا علیؓ ابن ابی طالب اور ارشاد فرمایا تو عرب کا رہنے والا ہے اور نیز نام مضر اور نیز سے باپ کا نام وارم ہے۔ اور تیری عمر تین سو ساٹھ برس کی ہو چکی ہے۔ ابتداء میں جب تو سو برس کا ہوا۔ تو اپنی قوم کو ڈرایا اور سید کائنات کے ظہور رسالت کی ان کو بشارت دی اور کہا کہ تمہارا (زمین مکہ) سے ایک شخص ظاہر ہو گا جس کے ہنسائے چاند سے زیادہ نورانی اور اس کا کلام شہد سے زیادہ شیریں ہو گا۔ جو کوئی اس سے تمسک کرے گا۔ (یعنی مطیع و فرمانبردار ہوگا) وہ دارین یعنی دنیا و آخرت میں نجات پائے گا۔ وہ میتوں اور مسکینوں کا باپ ہو گا۔ اور صاحبِ شمشیر ہو گا۔ دراز گوش

یعنی گدھے پر سوار ہوگا۔ اور اپنی جوتی میں پیوند لگائے گا۔ اور شراب اور زنا کو حرام کرے گا۔ اور قتل کرنے اور سو دکھانے سے منع کرے گا۔ خاتم انبیاء اور سید اولیاء ہوگا۔ اس کی امت پانچ وقت نماز پڑھا کرے گی۔ اور ماہ رمضان کو روزوں میں گزار کرے گی اور بیت اللہ کا حج کیا کرے گی۔ لے میری قوم تم اس پر ایمان لاؤ۔ جب تو نے ان لوگوں کو اس امر کی طرف رہنمائی کی۔ تو وہ تجھ سے مقابلہ سے پیش آئے۔ اور تیری ایذا رسانی اور تباہی میں کوشش کی۔ اور تجھ کو ایک گہرے کوئیں میں ڈال دیا۔ اور تیرے فکر و تردد سے مطمئن ہو گئے۔ چنانچہ تو اب تک اس کوئیں میں محبوس اور بند تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ تو حق تعالیٰ نے تیری قوم کو سیلاب سے ہلاک کیا۔ اور تجھ کو اس قید سے نجات دی۔ بعد ازاں عالم غیب سے تیرے کان میں آواز پہنچی۔ کہ اے مضر محمد مصطفیٰ صلعم کا انتقال ہو چکا ہے اور تو اس کے اصحاب میں سے ہے۔ مدینہ میں جا کر اس کی قبر کی زیارت کر۔ اس لئے کہ تو رات اور دن منزلیں طے کرتا رہا یہاں پہنچا ہے۔ تاکہ آنحضرت کی قبر کی زیارت سے مشرف ہو۔ جب مضر نے یہ باتیں سنیں تو رونے لگا۔ اور عرض کی۔ یا علیؑ آپ نے اس قضیے کو کیوں کر معلوم کیا۔ اور اس حال پر کہاں سے واقف ہوئے۔ امیر نے فرمایا۔ مجھ کو سید کائنات صلعم نے خبر دی تھی کہ مضر میرے انتقال کے بعد یہاں آئے گا۔ جب تم اس سے ملو۔ تو میرا سلام اس کو پہنچانا۔ جب مضر نے سلام کی تو شہزادی سنی اور آنحضرت کی پیغام کی سعادت سے کامیاب ہوا۔ تو آگے بڑھ کر امیر کے سر پر بوسہ دیا۔ اور بیٹھ گیا۔ امیر نے زمین نے فرمایا اے مضر! اپنے چہرے سے برف اٹھا دے۔ جب اُس نے برف اٹھایا۔ تو ایک ایسا نور اس کی پیشانی سے نکلا۔ کہ تمام مسجد روشن ہو گئی۔ بعد ازاں اس نے عرض کی میرے کچھ سوال ہیں۔ جن کے جوابات سے نبی یا اُس کے وصی کے سوا اور کوئی واقف نہیں ہے۔ امیر نے فرمایا۔ سوال کر۔ بولا۔ وہ تڑکونسا ہے جو ماں اور باپ نہیں رکھتا اور وہ مادہ کونسی ہے۔ جو ماں باپ نہیں رکھتی۔ اور وہ تڑکونسا ہے جو بن باپ کے پیدا ہوا۔ اور وہ رسول کونسا ہے کہ جو نہ تو قوم جن سے ہے۔ نہ بنی آدم سے۔ اور نہ ملائکہ سے۔ اور نہ جو پاؤں سے۔ اور نہ درندوں سے۔ اور وہ قبر کونسی ہے۔ جس نے اپنے صاحب کو اپنے ساتھ سیر کرائی۔ اور وہ حیوان کونسا ہے جس نے اپنے اصحاب کے ڈرایا اور وہ جسم کونسا ہے جس نے کھایا۔ مگر پیا نہیں۔ اور وہ زمین کونسی ہے جس پر ابتدائے پیدائش سے صرف ایک دفعہ سورج چمکا ہے۔ اور پھر کبھی نہ چمکے گا۔ اور وہ جہاد کونسا ہے۔ جس نے زندہ چیز جنی۔ اور وہ عورت کونسی ہے۔ جس سے تین ساعت میں بچہ پیدا ہوا۔ اور وہ دوساکن کون سے ہیں جو کبھی حرکت نہ کریں گے۔ اور وہ دو متحرک کون سے ہیں جو کبھی ساکن نہ ہوں گے اور وہ دوست کون سے ہیں جو کبھی دشمن نہ ہوں گے۔ اور وہ دودشمن کون سے ہیں جو کبھی دوست نہ ہوں گے اور وہ شے کونسی ہے۔ اور لاشی کونسی ہے۔ اور سب چیزوں سے خوبصورت چیز کونسی ہے اور سب سے بدصورت کونسی۔ اور رحم میں کونسی چیز سب سے پہلے وابستہ ہوتی اور بنتی ہے۔ اور وہ چیز کونسی ہے۔

جو قبر میں سب آخز میں گرتی ہے۔ جب مہض نے یہ میں سوال دریافت کئے تو ایڑنے سب کے جواب تفصیل وار بیان فرمائے۔ کہ اول تو نے یہ سوال کیا ہے کہ وہ نہ کو نسا ہے۔ جو ان اور باپ نہیں رکھتا۔ وہ آدم ہے۔ اور ماہہ جو بن باپ پیدا ہوئی۔ حضرت حوا رضی اللہ عنہا ہے۔ اور وہ نہ جو بن باپ پیدا ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ اور وہ رسول جو نہ جن وانس سے ہے نہ ملائکہ سے اور نہ چوپاؤں سے اور نہ درندوں سے۔ وہ غراب یعنی کوآ ہے جس کو حق تعالیٰ نے قابل کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَدْحَثُ فِي الْأَرْضِ (پس اللہ نے ایک کوئے کو مبعوث کیا۔ جو زمین کو کھوڑتا تھا) اور وہ قبر جس نے اپنے صاحب کو سیر کرائی۔ وہ مچھلی تھی۔ جس نے یونس علیہ السلام کو تیس روز اپنے پیٹ میں رکھا۔ اور سندر کے اطراف و جوانب کی سیر کرائی۔ اور وہ حیوان جس نے اپنے اصحاب کو ڈرایا۔ وہ چیونٹی تھی۔ جو اپنی قوم کے ساتھ رزق کی تلاش میں نکلی تھی۔ اور چیونٹیاں اس ستون پر پڑھ رہی تھیں۔ جو حضرت سلیمان کے سر پر تھا۔ اس چیونٹی نے کہا کہ ہوشیار اور خبر دار ہو کہ حضرت سلیمان کے سر پر مٹی نہ گرے۔ اور پیغمبر خدا کو تم سے ایذا نہ پہنچے۔ اور وہ جسم جس نے کھایا۔ مگر پیا نہیں۔ اور پھر کھایا بھی نہیں۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا۔ جو جادو گروں کے جادو کو نکل گیا۔ اور اس کی شان میں یہ آیت آئی۔ تَلَقَّفَ مَا يَأْتِي الْكُوفَ۔ (ان کی تمام باطل صنعتوں کو نکل گیا) اور وہ زمین جس پر ایک دفعہ سے زیادہ سورج نہیں چمکا اور پھر نہ چمکے گا۔ وہ دریائے نیل تھا۔ جس کو حق تعالیٰ نے قوم موسیٰ کے لئے شکافہ کیا۔ اور اس کی نہ کو ظاہر کیا اور سورج اس پر چمکا چنانچہ اس کی تہ سے گرد اٹھی۔ اور قوم کے گرجانے کے بعد پانی پھر مل گیا۔ اور پہلی حالت پر آگیا اور وہ جماد جس سے حیوان پیدا ہوا۔ ایک پتھر تھا۔ جس سے ناقہ صالح نکلا۔ اور وہ عورت جس نے تین ساعت میں بچہ جنا۔ مریم ہے۔ جو ایک ساعت میں حاملہ ہوئی۔ اور ایک ساعت دروزہ میں مبتلا رہی۔ اور حضرت عیسیٰ کو جنا۔ اور وہ دوساکن جو متحرک نہیں ہوتے۔ آسمان اور زمین ہیں۔ اور حرکت سے مراد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مراد ہے۔ اور وہ دو متحرک جو ساکن نہیں ہوتے۔ سورج اور چاند ہیں۔ اور وہ دوست جو کبھی دشمن نہ ہوں گے۔ جسم اور جان ہیں۔ اور وہ دشمن جو کبھی دوست نہ ہوں گے۔ موت اور زندگی ہیں شئی مومن ہے اور لاشی کا فر۔ اور سب سے زیادہ خوبصورت نبی آدم کی صورت ہے۔ اور سب سے زیادہ بد صورت بدن بے سر ہے۔ اور سب سے پہلے جو چیز رحم میں بستہ ہوتی ہے۔ وہ انگشت شہادت ہے۔ اور وہ چیز جو سب سے اخیر میں قبر کے اندر گرتی ہے۔ وہ ریڑھ کی ہڈی ہے جو کمر کے اخیر پر ہے۔

مہض نے جب اپنے سوالات کے جواب سنے۔ اٹھ کر شاہ مروان کے فرقہ ہالوں اور ناصیہ میمون پر بوسہ دیا۔ اور اصحاب مستطاب نے جو اس مجلس میں موجود تھے۔ اس سر دفتر اولیا اور سرور اصفا و کم اللہ جہ کے سر مبارک پر بوسہ دیئے۔ اور جناب کو علم رسول کا وارث اور آنحضرت کا وصی جان کر آپ کے فضائل اور

مناقب زبانوں پر جاری کئے۔ اُس وقت حضرت نے عرض کی یا علی مجھ کو سرور کائنات کے مقدمہ مطہر کی رہنمائی فرمائیے تاکہ اُس ذات عالی صفات کے فوت ہونے پر گریہ و زاری کروں۔ امیر المؤمنین نے ایک رہبر کو اس کے ساتھ کر دیا جس نے مقدمہ مطہر پر اس کو پہنچا دیا۔ مضمون قبر مبارک کو بغل میں لیا۔ اور اپنا سینہ اُس درج ایمان پر رکھا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ ایک ساعت مضر کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ دنیا سے اس کی مفارقت کا وقت قریب ہے۔ جب ایک ساعت کے بعد اندر جا کر دیکھا مگر مقدمہ تبرک پر سر رکھے ہے۔ اور اس کی روح عالم بالا کو پرواز کر چکی ہے۔ اصحاب نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ اور سید الشہداء حضرت رضی اللہ عنہ کی قبر کے نزدیک دفن کر دیا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

منصبت۔ نیز معارج النبوة اور زہرة الریاض میں ابن عباس سے منقول ہے۔ کہ ایک یہودی شام میں ہر شنبہ کو تورین پڑھا کرتا تھا۔ ایک شنبہ کو توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت (تعریف) چار مقام پر دیکھی۔ ان مقامات کو کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ دوسرے شنبہ کو آٹھ جگہ لکھا دیکھا۔ ان مقامات کو بھی کاٹ کر آگ میں ڈال دیا اس سے اگلے شنبہ کو بارہ مقام پر حضرت کی تعریف لکھی دیکھی۔ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور بولا کہ میں ہر چند جلال و عظمت محمد کی تعریفوں اور آپ کے کمال کی صفات کو محو کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ تو مقامات میں مندرج اور ثابت ہو جاتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک روز یہ نوبت ہو جائے گی کہ تمام توریت آنحضرت کی تعریف بن جائے۔ بعد ازاں اپنے دوستوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال دریافت کیا اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ محمد جو تھا مگر میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ اس کا نہ دیکھنا ہی بہتر ہے۔ اس یہودی نے کہا۔ توریت کے حق کا واسطہ تم مجھ کو اُس کی زیارت سے منع نہ کرو۔ پس منزلیں طے کرتا ہوا شام سے مدینہ میں وارد ہوا۔ اول ہی اول سلمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ سلمان نہایت وجہ اور خوش محاورہ تھے سمجھا کہ حضرت رسالت اب یہی ہیں۔ پوچھا۔ اَنْتَ مُحَمَّدٌ کیا تم محمد ہو۔ حالانکہ اس وقت حضرت کے انتقال کو تیس روز گزر چکے تھے۔ سلمان نے رو کر جواب دیا۔ میں ان کا غلام ہوں۔ یہودی نے کہا۔ محمد کہاں ہیں؟ سلمان متفکر ہوئے۔ کہ اگر کہتا ہوں۔ انتقال کر گئے طالب اپنے مطلوب کو نہ پہنچے نا امید ہو کر واپس ہو جائے گا۔ اور اگر کہوں کہ زندہ ہیں تو خلاف واقع ہے۔ بس یہی کہا کہ آج کو ان کے اصحاب کے پاس لے چلوں۔ پس یہودی کو لے کر مسجد میں آئے۔ صحابہ وہاں پر نہایت محزون و مغموم بیٹھے تھے۔ یہودی نے یہ گمان کر کے کہ آنحضرت اپنے صحابہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ کہا۔ اَلَسَّادِمُ عَلَیْکُمْ یَا اَبَا الْقَاسِمِ وَ یَا مُحَمَّدٌ جب اُس اجنبی شخص نے حبیب کا نام لیا۔ اصحاب سے یکبارگی نالہ و فریاد کی آواز بلند ہوئی۔ اور تمام مجلس میں گریہ و زاری کا شور مچ گیا۔ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے سر اٹھا کر فرمایا تو کون ہے؟ کہ تو ہماری مصیبت کو تازہ کر رہا ہے۔ اور ہمارے زخموں پر نمک چھڑک رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو اس ملک کا رہنے والا نہیں ہے۔ اور تجھ کو آنحضرت کے انتقال کی خبر نہیں۔ ایک مہینہ ہوا کہ وہ فلک نبوت کا چاند حقائق

میں آگیا اور دوستوں کو اپنے فراق میں مبتلا کر گیا یہودی نے اپنے حسرت بھرے دل سے ایک دردناک آہ کھینچ کر کہا۔

نظم مولف

سو ختم یک سرور آتشِ دانِ درد آہنچہ با من کرد غم با کس نہ کرد
کاش مادرِ سنگ زانے جائے من جائے شیرم زہرِ دوائے دردِ من

(کاش کہ ماں مجھے نہ جنتی۔ اور میری جگہ پتھر پیدا ہوتا۔ اگر جنتا تھا تو دودھ کی جگہ زہر دیتی) اگر ماں نے مجھے جنتا تھا تو کاش کہ میں توریث نہ پڑھتا۔ اور اگر پڑھتا۔ تو محمد کے اوصاف اس میں نہ دیکھتا۔ جب آپ کے اوصاف دیکھے تھے تو آنحضرت کے دیدار سے مشرف ہوتا۔ بعد ازاں کہا۔ کہ کوئی شخص ہے۔ جو آنحضرت کی صورت اور سیرت کی تعریف مجھ سے بیان کرے۔ امیر نے فرمایا۔ مجھ سے سُن۔ بولا۔ آپ کا نام کیا ہے۔ فرمایا۔ علیؑ۔ عرض کی۔ میں نے آپ کا نام توریث میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ بیشک آپ آنحضرت کے وصی ہیں۔ اب آنحضرت کا حلیہ مبارک بیان کیجئے۔ امیر نے فرمایا۔ حضرت کا چہرہ مبارک اس قدر روشن تھا کہ اس کے مقابل آفتاب تاریک معلوم ہوتا تھا۔ اور آپ کا قد دل پذیر نہایت معتدل تھا۔ اور سر مبارک مدد اور گول تھا۔ اور پیشانی کشادہ۔ اور آنکھیں سیاہ۔ اور بھروسے علی ہوئیں اور وراثت کھلے کھلے۔ جب حضرت مسکراتے تو لبوں سے نور چمکتا تھا۔ اور حضرت کی دونوں ہتھیلیاں گھر کے کاروبار کرنے کی وجہ سے چکی کی طرح سے سخت ہو گئی تھیں۔ آپ کا شکم مبارک پیٹھ سے جالکا تھا۔ اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ٹہر نہوت واضح اور ظاہر تھی۔ اور آپ کے گوشت پوست اور خون کے درمیان قلمِ قدرت سے کلمہ لَوْلَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اور اُس کے بیرونی طرف میں تَوَجَّهْ حَيْثُ شَدَّتْ خَلَقٌ (جس طرف تیرا جی چاہے۔ متوجہ ہو۔ پس وہ تیرے واسطے ہے) لکھا ہوا تھا۔

جب امیر المؤمنینؑ نے آنحضرت صلعم کے علامات اور نشانات اس طرح بیان فرمائے۔ تو یہودی بولا حدیث یا علیؑ اے علیؑ تم نے سچ کہا۔ میں نے توریث میں بھی ایسا ہی دیکھا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں۔ کہ حضرت کے لباس میں سے کوئی کپڑا ہو۔ تو میں اس سے آنحضرت کی بوٹے مبارک کو سونگھوں۔ امیر نے سلمانؑ سے فرمایا۔ کہ جا کر آنحضرت کا خرقہ مبارک لے اور مسلمان نے در دولت پر آکر آواز دی۔ سیدۃ النساء کو سنا کہ رسول کے فراق میں زار زار رو رہی ہے۔ اور اماہین حسن اور حسینؑ ماں کے سامنے بیٹھے ساتھ رو رہے ہیں۔ اور اشعار ذیل کا مضمون ادا کر رہے ہیں :-

نظم

اے نورِ دیدہ رفتی و مارگزا شتی سرگشتگان بے سروپارا گزا شتی
رفتی بے یزیم وصل و بدت جفائے ہجر مجروحِ خستہ اہلِ وفا را گزا شتی

تو راحتِ جراحت ہر سینہٴ ولیک مرہمِ بردہ دروہلا راگزاشتی

جب مسلمان نے دروازہ کھٹکھٹایا جنابِ سیدہؓ نے فرمایا۔ کون ہے جو بیٹیوں کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اور ہم غریبوں کی احوال پر سی کرتا ہے؟ مسلمان نے جواب دیا۔ اہل بیت کا خادم مسلمان ہے۔ اور امیر المؤمنینؑ نے مجھ کو بھیجا ہے۔ اور آنحضرتؐ کا جہتِ مبارک طلب فرمایا ہے۔ سیدہ النساءؓ نے فرمایا کون ہے جو میرے باپ کا جہر پہننے۔ اور کون اس امر بزرگ میں سہی کر سکتا ہے۔ مسلمان نے یہودی کے واقعہ کا ذکر کر کے تمام قصہ بیان کیا سیدہ النساءؓ نے وہ خرقہ متبرکہ نکالا۔

منقول ہے کہ اس خرقہ میں سات جگہ لیف خُرمَا کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ مسلمان کے ہاتھ بھج دیا۔ اصحابؓ نے اس کو سونگھا اور سر اور آنکھوں سے لگا کر یہودی کے حوالے کیا۔ اس نے اس کی خوشبو سونگھی اور قبر مطہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر نیازِ مژدانہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنْ قَبِلْتَ اِسْلَامِيْ فَاَقْبِضْ رُوْحِيْ فِي السَّاعَةِ۔ یعنی کلمہ پڑھا اور یوں دعا کی کہ خدا اگر تو نے میرا اسلام قبول کر لیا ہے تو میری رُوح کو اسی وقت قبض کر لے۔ یہ کہا۔ اور مرگیا۔ اصحابِ منتطاب نے اس کی تجویز و تکفین کر کے بقیعِ غوقد میں اس کو دفن کر دیا۔

منقبت ۲۲۔ تفسیرِ فخر الدین رازی اور ترجمہٴ انخاص میں مرقوم ہے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد قیصر روم کی طرف سے ایک خطِ مدینہ طیبہ میں آیا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ سورہ فاتحہ تمہاری طرف سے ہم کو پہنچا۔ اور اس کے معنوں سے ہم واقف ہوئے لیکن اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں ایک شبہ گزرتا ہے کہ اگر تمہارا دین برحق ہے اور اس کے قبول کرنے سے ضرور طریقِ قیوم اور صراطِ مستقیم پر پہنچ سکتے ہیں تو اس کا طلب کرنا تمہیں حاصلِ ربِّے فائدہ ہے۔ اور اگر درحقیقت اپنے دین میں شک رکھتے ہو۔ پس ایمان جو یقین کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ تا حال تمہارے دل میں متحقق اور ثابت نہیں ہوا۔ اس شبہ کو دور کرو۔ اور مَعْصُوْبٍ عَلَيْهِمْ کو نساگروہ ہے؟ اور ضَالِّیْنَ سے کونسا فرقہ مراد ہے؟ اگر تم ان سوالات کا جواب مفصل روانہ کرو گے تو ہم تمہارے دیں میں آجائیں گے۔ اور دینِ اسلام کو قبول کر لیں گے۔ جب یہ خط پہنچا۔ تو تمام صحابہ نے بابِ مدینہٴ عظمیٰ رسالتِ مآب کی طرف رجوع کیا۔ جب امیر المؤمنین قیصر روم کے سوالات سے خبردار ہوئے تو فرمایا۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے معنی ہیں۔ تَبَلِّغْنَا عَلَیْهِ فِي الدُّنْيَا وَ اِهْدِنَا طَرِيْقَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جو راہِ راست کہ ہم کو تو نے عطا فرمائی ہے۔ ہم کو دنیا میں ہماری زندگی کے زمانے میں اس پر ثابت اور قائم رکھ۔ اور جب ہم اس دنیا کے فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ کریں۔ تو اس ثبات اور استقامت کی برکت سے جنت کی طرف ہماری رہبری اور رہنمائی کر۔ اور دوسری آیت میں جو اِنَّ هَذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمٌ فَاتَّبِعُوْهُ

یہ میرا راستہ مستقیم اور سیدھا ہے۔ پس تم اس کی پیروی کرو) فرمایا ہے اسی پر دلیل ہے۔ اول تو اس آیت میں صراط کی استقامت یعنی راہ کا مستقیم اور سیدھا ہونا فرمایا اور اس کی تحقیقت معین فرمائی۔ پھر اس کی پیروی اور متابعت کی طرف جس سے اس پر ثابت اور قائم رہنا مراد ہے۔ رہبری فرماتا ہے۔ اور غضوب علیہم سے یہودی یعنی قوم یہود مراد ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے حق میں دوسرے مقام پر دَبَاءٌ وَبَعْضٌ مِّنَ اللّٰهِ۔ (اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوئے) فرماتا ہے۔ اور ضالین سے قوم نصاریٰ مراد ہیں۔ کیوں کہ ان کی شان میں آئیہ وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ۔ اور وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہو گئے، نازل ہوا ہے۔ اور جو کوئی محمد اور ان کے اہل بیت کے طریق سے منحرف ہو۔ ایسی حکم میں داخل ہے۔ اور قیصر روم کے خط کے آخر میں لکھا تھا۔ کہ قرآن میں وہ کون سی سورت ہے۔ جس میں دوزخ کے دروازوں کی شمار کے موافق سات آیتیں ہیں۔ اور سات حروف تہجی سے اس میں نہیں ہیں کہ ہم نے انجیل میں پڑھا ہے۔ کہ جو کوئی اس سورت کو پڑھے۔ دوزخ کے ساتوں دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے انہی جوابات کے آخر میں تحریر فرمایا۔ کہ وہ سورہ فاتحہ ہے۔ جس کو سبع المثانی کہتے ہیں۔ اور وہ سات حرف ک ث جیم۔ نون۔ شین۔ ظا۔ خا اور فآ ہیں۔ اس میں نہیں ہیں۔ وہ یہی سورہ ہے۔ جو تم کو پہنچا ہے جس کے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں تم کو شبہ ہے۔ اُس خط کو اپنی مہر سے مزین کر کے بھیج دیا قیصر روم نے پڑھا تو دین اسلام کی حقیقت اس پر ظاہر ہو گئی۔ لیکن اپنی قوم سے ظاہر نہ کر سکا۔ دل میں اسلام قبول کیا۔ اور مسلمان اسیروں کو واپس بھیج دیا۔

منقبت ۲۱۔ تفسیر ثعلبی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا ہے۔ اور ہر ایک حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اور امیر المومنین علی کو قرآن کا ظاہری اور باطنی علم حاصل ہے۔ اور حرف سے اس قول میں شاید قرأت مراد ہو یعنی قرآن سات قراتوں پر نازل ہوا ہے۔ یا حرف سے اصل مراد ہو کہ سات اصل پر نازل ہوا ہے۔ محکم۔ منشاہ۔ نص ظاہرہ۔ مجمل۔ ماقول۔ ناسخ اور منسوخ۔

منقبت ۲۲۔ اربعین علامہ جواد اللہ میں مرقوم ہے۔ کہ جب حدیث اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔ بعض خوارج نے سنی۔ تو از روئے حدیث ان کی قوم کے دس عالموں نے امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ہم میں سے ہر ایک شخص آپ سے ایک ہی سوال کرے گا۔ اگر حضرت نے ہم میں سے ہر شخص کے سوال کا جدا جدا جواب دیا۔ تب ہم جائیں گے کہ تم بیشک علم رسول کے شہر کا دروازہ ہو۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ پوچھو جو کچھ تمہارے جی میں ہے۔ تب ایک نے آکر سوال کیا۔ علم بہتر ہے یا مال۔ فرمایا۔ علم بہتر ہے مال سے۔ اس نے کہا۔ کس دلیل سے فرمایا اس لئے کہ علم پیغمبروں کی میراث ہے۔ اور مال قارون۔ ہامان اور فرعون کی میراث۔ دوسرے نے پوچھا۔ علم

بہتر ہے کہ مال۔ فرمایا۔ علم مال سے بہتر ہے۔ کیونکہ مال کا تو خود نگہبان ہے۔ اور علم خود تیرا نگہبان ہے تیرے کے جواب میں فرمایا۔ کہ علم مال سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ مال والے کے دشمن بہت ہیں۔ اور علم والے کے دوست بہت۔ چوتھے نے بھی وہی سوال کیا۔ جواب میں فرمایا۔ علم بہتر ہے مال سے۔ کیونکہ مال صرف کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔ اور علم صرف کرنے سے بڑھ جاتا ہے۔ پانچویں کے جواب میں فرمایا۔ مال سے علم بہتر ہے کیونکہ صاحب مال کو بخینل کہتے ہیں۔ اور صاحب علم کو کریم چھٹے نے بھی سوال کیا۔ جواب میں فرمایا۔ علم بہتر ہے مال سے۔ اس لئے کہ مال کی چور سے حفاظت کرنا ضروری ہے۔ اور علم کو حفاظت کی ضرورت نہیں۔ ساتویں کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ علم مال سے بہتر ہے۔ کیونکہ صاحب مال سے کل روز قیامت کو حساب طلب کریں گے اور صاحب علم سے نہیں۔ آٹھویں کو جواب دیا۔ کہ علم مال سے بہتر ہے۔ کیونکہ مال مدت کے بڑھنے سے پڑانا ہو جاتا ہے۔ اور علم پڑانا نہیں ہوتا۔ نویں عالم کے جواب میں فرمایا کہ مال سے علم بہتر ہے۔ اس لئے کہ علم سے دل روشن ہو جاتا ہے۔ اور مال کی محبت سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ دسویں نے سوال کیا۔ علم بہتر ہے کہ مال۔ فرمایا علم مال سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ مالدار فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور صاحب علم کہتا ہے۔

ہے۔ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔ (ہم نے تیری عبادت نہیں کی۔ جو تیری عبادت کا حق ہے)

اور ان جوابات کے بعد فرمایا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں علی بن ابی طالب کی جان ہے۔ اگر تم سوال کرتے رہو۔ جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ تو ہر سوال کا جواب تازہ اور غیر مکرر دیتا رہوں گا جب ان خوارج نے امیر المؤمنین سے اس طرح کا علم اور دانائی مشاہدہ کی۔ دسوں شخص اپنے پیروؤں اور تابعین سمیت نائب ہوئے۔ اور تو بہ کر کے مومن ہو گئے۔

منقبت ۲۵۔ فصل الخطاب اور محارف میں امیر المؤمنین سے روایت ہے۔ کہ ایک روز سید کائنات علیہ افضل الصلوات وولت سر میں تشریف رکھتے تھے۔ مجھ سے فرمایا۔ يَا أَحْسَنُ خُذْ يَا لَبَابِ قَانَ الْمَلَأِيكَةَ عِنْدِي وَيَأْخُذْ وَنَ حِثِّي۔ یعنی اے بھائی! دروازہ بند کر لو۔ کیونکہ فرشتے میرے پاس موجود ہیں۔ اور مجھ سے تعلیم دین اور ارشاد دراہ یقین حاصل کرتے ہیں۔ پس گروہ گروہ ملائکہ آتے تھے اور آنحضرت سے تعلیم لے کر جاتے تھے۔ میں نے ان کی آوازیں سن کر معلوم کر لیا کہ تین سو تیس فرشتے ہیں۔ جب آنحضرت تعلیم دینے سے فارغ ہوئے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ فرشتے جو گئے ہیں۔ تین سو تیس فرشتے تھے۔ فرمایا۔ ہاں۔ لیکن تم نے کیونکہ معلوم کیا۔ میں نے عرض کی۔ سَمِعْتُ ثَلَاثِمِائَةٍ وَثَلَاثِينَ صَوْتًا فَعَلِمْتُ أَنَّهُمْ ثَلَاثِمِائَةٍ وَثَلَاثُونَ۔ یعنی میں نے تین سو تیس آوازیں سُنیں۔ اس سے میں نے جانا کہ وہ تین سو تیس تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ کر فرمایا۔ زَادَكَ اللَّهُ إِيْمَانًا وَعِلْمًا يَا عَلِيُّ رَأَى

علیٰ خدا تیرے ایمان اور علم کو زیادہ کرے ۔

منقبت ۲۷۔ نیز فضل الخطاب میں لکھا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک ریوانی عورت کو لائے جس نے زنا کیا تھا۔ عمر نے اس کے رحم کرنے کا حکم دیا۔ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ فرماتے تھے۔ **رُفِعَ الْقَلْبُ عَنْ ثَلَاثٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَبْرَأَ وَعَنِ الْغُلَامِ حَتَّى يَذْرُوكَ وَعَنِ النَّاسِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ**۔ یعنی خدا تعالیٰ نے تین شخصوں سے قلم اٹھایا ہے (ان کا گناہ نہیں لکھا جاتا) اول ریوانہ سے یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے۔ دوم بچے سے جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے۔ سوم۔ سونے والے سے یہاں تک کہ وہ جاگ اٹھے۔ **فَحَلَّتْ عَنْهَا بِسْ عَمْرٍ** نے حضرت کا یہ قول سنا۔ تو اس مجنون کے سنگسار کرنے سے درگزر کیا۔ اور امیر المؤمنین کے قول کی طرف رجوع کیا۔ اور فرمایا۔ **عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ**۔ یعنی عورتیں علی بن ابی طالب کی مانند جنمنے سے عاجز ہیں۔ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ضرور ہلاک ہو جاتا۔

منقبت ۲۸۔ تفسیر فخر رازی اور کنز العرفان میں آیت کریمہ **لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ حُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِلا مَا أَكَلُوا لَوْ كَانُوا يَدْرُسُونَ** اور اعمال نیک بجالائے کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس چیز میں جو انہوں نے کھایا ہے، اس کے بیان میں لکھا ہے کہ عمر بن الخطاب کے زمانہ حکومت میں قدامت بن مطعون نے شراب پی۔ خلیفہ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ قدامت نے آیت مذکورہ پڑھ کر کہا۔ مجھ پر حد واجب نہیں خلیفہ نے اس سے ہاتھ روک لیا۔ جب یہ خبر امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کو پہنچی۔ تو دارالشرع میں تشریف لائے اور فرمایا۔ اے ابو حفص! اتنے قدامت کو حد لگانا کیوں چھوڑ دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اس نے یہ آیت میرے سامنے پڑھا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ قدامت اس آیت کے تحت میں داخل نہیں۔ کیوں کہ حرام کام تکب ہوا ہے اور اہل ایمان اس آیت کے بموجب حرام کو حلال نہیں جانتے۔ پس اس کو واپس بلا کہ اس قول سے جو اس نے کہا ہے توبہ کر۔ اور توبہ کرانے کے بعد حد جاری کر۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کر۔ کیونکہ وہ ملت اسلام سے خارج ہے۔ جب یہ خبر قدامت کو پہنچی۔ تو اس نے توبہ کی۔

منقبت ۲۹۔ روضۃ الاحباب دفتر ثانی اور حبیب السیر جلد اول میں مرقوم ہے کہ کاتبی عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قبیلہ جہینہ کی ایک عورت کو لائے اور بیان کیا کہ اس نے نکاح کرنے اور شوہر سے خلوت واقع ہونے کے چھ جہینے بعد بچہ بنا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے بلا تا مل اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا جب امیر المؤمنین اس واقعہ کی کیفیت سے مطلع ہوئے۔ دارالشرع میں آکر فرمایا۔ اگر اس سیاست گچے جاری کرنے میں تاخیر کرو۔ تو اولیٰ واجب ہے اس لئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ **وَحَمَلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا** اور اس کا حمل اور دودھ پلانے

کی مدت (دونوں مل کر تیس مہینے ہوتے ہیں) اس آیت سے حل کی کم از کم مدت اور دودھ پلانے کی مدت کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے۔ اور مدتِ فصال یعنی دودھ پلانے کی مدت کلامِ الہی۔ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ اور ماہیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں کے موافق پورے دو سال ہے پس حل کی کم از کم مدت چھ مہینے ہوگی۔ اس لئے اس عورت کا زنا کرنا یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ عثمانؓ نے ان مقدمات پر غور کرنے کے بعد ایک شخص پیچھے سے بھیجا۔ كَقَوْلِ الْعَجَلَةِ مِنَ الشَّيْطَانِ (جلد بازی شیطان کا کام ہے) کے موافق اس عورت کے سنگسار کرنے میں جلد بازی نہ کریں لیکن آدمی کے سپہنے تک کام ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

بیت

نوش دار دک پس از مرگ بسہراب و ہند نہ دید فائدہ گر ہمہ تریاک بود!
منقبت ۲۹ کتاب مطول کے فن بدیع کی بحث میں مرقوم ہے۔ کہ امیر المؤمنین علیؑ نے معاویہ کے نام ایک خط اس عبارت فصیح میں تحریر فرمایا۔ عَذْرَاكَ عَذْرَاكَ فَصَارَ قَصَارُ ذَلِكَ ذَلِكَ فَاحْشَ فَاحْشَ فَعَلَّكَ فَعَلَّكَ تَهْذَى بِهَذَا۔ یعنی تجھ کو تیری عزت نے مغرور کیا پس اس کا انجام تیری ذلت ہوگی پس تو اپنے فعل کی بدیوں سے ڈر۔ شاید کہ خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ تجھ کو راہِ راست کی طرف ہدایت کرے۔ اور اس نام نہ نامی کو قنبر کے ہاتھ سے روانہ فرمایا تھا۔ جب وہ معاویہ کے پاس پہنچا۔ تو معاویہ نے قنبر کے قد کی درازی پر نظر کر کے مسخر اپن سے کہا۔ اَهْلٌ عِنْدَكَ خَيْرٌ مِنَ السَّمَاءِ۔ یعنی کیا تیرے پاس آسمان کی کچھ خیر ہے؟ قنبر نے جواب دیا۔ ہاں۔ اِنَّ الْعِلَىٰ فِي قَفَاءِكَ وَمَلَكَ الْمَوْتِ فِي هَوَاثِكِ۔ یعنی امیر المؤمنین علیؑ تیرے پیچھے آ رہے ہیں اور عزرائیل فرشتہ تیری تلاش میں ہے۔ معاویہ شرمندہ ہو کر خاموش رہ گیا۔ پس قنبر جو تھے پہنے اس کے قالین پر چلے تاکہ جا کر معاویہ سے ملاقات کرے۔ معاویہ نے کہا فَاحْشَمَ نَعْيِكَ (جو تے آثار و) قنبر بولے هَذَا وَاَدَى الْمُقَدَّسِ۔ یعنی اے معاویہ تو کہ جو تے آثار نے کو کہتا ہے۔ جس طرح حق تعالیٰ نے کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا۔ کہ اے موسیٰ اپنے جو تے آثار وے۔ تو وادی مقدس طولے میں ہے۔ اے معاویہ! کیا یہ بھی وادی مقدس ہے۔ معاویہ کو کچھ جواب نہ آیا۔ اور شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔

پس معاویہ نے امیر المؤمنین کے جواب میں لکھا۔ عَلِيٌّ قَدَرِيٌّ غَلِيٌّ قَدَرِيٌّ۔ یعنی میری ہنسٹیا میرے مرتبے کے موافق جوش مارتی ہے۔

نیز مطول اور مختصر معانی میں لکھا ہے کہ علی مشتق ہے۔ عَلُو سے اور عَلُو کے معنی ہیں۔ تمام چیزوں سے بلند۔ اور معاویہ عَزَّ سے مشتق ہے۔ اور عَزَّ کے کنے کی آواز کو کہتے ہیں۔

اور بعض کتب معتبرہ میں لکھا ہے۔ کہ معاویہ نے اپنی بناوٹ کے زمانے میں ایک مسجد بیت المال کے

روپے سے تعمیر کرائی۔ اور اس پر فخر و مباہات کرتا تھا۔ جب یہ خبر جناب امیر المؤمنینؑ کے گوش مبارک میں پہنچی تو فی البدیہہ یہ تین بیٹیں لکھ کر اس کو بھیج دیں۔

اشعار

سَمِعْتُكَ تَبْدِي مَسْجِدًا مِنْ خِيَانَةٍ وَأَنْتَ بَعُونَ اللَّهَ غَيْرَ مَوْفِقِي!

یعنی میں نے سنا ہے کہ تو خیانت سے ایک مسجد تعمیر کر رہا ہے۔ حالانکہ تو عنایتِ خدا سے توفیق نہ پائے گا۔

كَمْ طُعْمَةٍ الزَّمَانِ مِنْ كَسْبِ فَرْجِهَا جَزَى مَثَلًا لِلْخَائِنِ الْمُتَصَدِّقِ
یعنی زمانِ عورت کی طرح جو اپنی فرج کی کمائی سے کھانا کھلاتی اور تصدق کیا کرتی تھی۔ اور یہ خیانت کا رصدا دینے والے کے لئے ضرب المثل ہو گئی ہے۔

وَقَالَ لَهَا أَهْلُ الْبَصِيرَةِ وَالْقَضَى لَكَ الْوَيْلُ لَوْ تَزَوَّجْتِ وَلَا تَتَصَدَّقِي

یعنی اہل بصیرت اور اہل تقویٰ یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت یعنی زمان سے جب کہ وہ حاض خدمت ہوئی۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! میں زنا سے صدقہ دیتی ہوں۔ ارشاد فرمایا۔ لَوْ تَزَوَّجْتِ وَلَا تَتَصَدَّقِي۔ یعنی تو زنا نہ کر۔ اور صدقہ نہ دے۔

منقبت۔۔۔ مصابیح القلوب میں مرقوم ہے کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ شہ کوفہ میں اپنے دوستوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک نخلستان میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے خرماتنا دل فرما رہے تھے۔ رشید بھجری نے کہا۔ کیسا اچھا خرماتنا ہے۔ فرمایا میری وفات کے بعد تجھ کو اس درخت کی لکڑی پر سولی چڑھائیں گے رشید بیان کرتے ہیں۔ کہ امیر المؤمنین کی وفات کے بعد میں ہر روز اس درخت کی تواضع کیا کرتا تھا۔ کہ خشک نہ ہو جائے۔ ایک دن وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درخت مرجھا گیا ہے۔ میں نے کہا۔ افسوس میری اجل قریب آگئی۔ دوسرے روز جو وہاں گیا۔ تو دیکھا۔ کہ اس میں سے آدھا تنہ کاٹ کر کنوئیں کی چرخی کا ستون بنا لیا ہے۔ اس سے اگلے روز ایک شخص میرے پاس آیا۔ کہ امیر عبید اللہؑ تجھ کو بلاتا ہے۔ جب میں اس کے محل کے دروازے پر پہنچا۔ تو دیکھا۔ کہ وہ درخت کا آدھا تنہ وہاں پڑا ہے اس پر پاؤں مار کر کہا۔ مجھ کو تیرے لئے لائے ہیں۔ الغرض مجھ کو ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ وہ شقی بولاعلیٰ بن ابی طالب کے کچھ جھوٹ بیان کر۔ میں نے جواب دیا۔ خدا کی قسم۔ حضرت نے کبھی جھوٹ نہیں فرمایا۔ اور اس جناب نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ تو میرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ کر سولی پر چڑھائے گا۔ بولا میں اُس کو جھوٹا کروں گا۔ تیرے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا۔ اور زبان چھوڑ دوں گا۔ پھر اس مردود کے حکم سے رشید

معلوم رہے کہ اہل عروض نے اس بحر کو ناقوس سے اخذ کر کے اس کا نام بحر ناقوس رکھا ہے۔ اس کے ہر ایک مصرع میں چار فَعْلَن ہوں۔ بسکون عین۔ اور یہ بحر مثنیٰ مستعلن ہے۔ اور کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جِوَان تینوں کا پہلا مصرع ہے۔ اس کی تقطیع اس طرح ہے۔ لَا ! ب ا ش ب ا ع ہ م ر ہ م ک س و ر (لَا اِیٰ) فَعْلَن لَآءَ ب ہ ا ش ب ا ع ہ ا ئے مفتوح (لَا هَا) فَعْلَن۔ اِ لْ لَ فَعْلَن لَآءَ ب ہ ا ش ب ا ع ہ ا ئے مضمومہ (لَا هُوَ) فَعْلَن (اسی طرح اور مصرعوں کی تقطیع ہو سکتی ہے)

ترجمہ۔ بیت اول۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ۔ حق اور صدق ہے۔ حق اور صدق ہے۔ مبالغہ کی وجہ سے مکر آیا ہے۔

ترجمہ۔ بیت دوم۔ دُنیا نے ہم کو فریب دیا۔ اور ہم کو اپنے میں مشغول کر لیا۔ اور ہم کو سہواً اور خطا میں ڈالا۔ راستہ ہوا کے معنی حیران و سرگشتہ کرنا ہے۔ اس لحاظ سے استہو و تننا کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم کو دُنیا نے حیران اور سرگشتہ کر دیا۔ (مترجم)

ترجمہ۔ بیت سوم۔ اے دنیا کے بیٹے! دنیا جماعت اور قرن اور قرن کو فنا کرتی ہے۔ ترجمہ۔ بیت چہارم۔ ہمارا کوئی دن نہیں گزرتا۔ مگر یہ کہ وہ ہمارے ایک رکن کو سست و کمزور کر دیتا ہے۔

ترجمہ۔ بیت پنجم۔ ہم نے باقی رہنے والے گھر کو ضائع کیا۔ اور سر اٹے فانی کو اپنا وطن بنایا۔ ترجمہ۔ بیت ششم۔ ہم نے دنیا میں جو تفسیرات اور کوتاہیاں کی ہیں۔ اس کا حال ہم کو اسی روز معلوم ہوگا۔ جبکہ مرے گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی یا امیر المؤمنین! ناقوس جو کچھ کہتا ہے۔ کیا نvarsارے بھی اس کو جانتے ہیں فرمایا۔ اگر وہ جانتے۔ تو کبھی عیسیٰ کو خدا نہ مانتے۔ دوسرے روز میں نے جا کر دیرانی سے کہا تجھے مسیح کی تم ناقوس کو بجا۔ جس طرح کہ کل بجاتا تھا۔ اور میں ابیات مذکورہ بالا پڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ میں مصرع ذہباً اَلْوَيَوْمَآءِ مِنْتَنَا۔ پر پہنچا۔ تب دیرانی نے کہا۔ خدا کی قسم سچ بتاتا تجھ کو یہ بات کس نے بتائی؟ میں نے کہا۔ کہ اس مرد نے جو کل میرے ساتھ تھا۔ بولا۔ کیا اس میں اور تمہارے بیخبر میں کچھ قرابت ہے؟ میں نے کہا۔ سرور انبیا کا پسر عم ہے۔ دیرانی نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے تو ریت میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ سب پیغمبروں کے آخر میں ایک پیغمبر ہوگا کہ اس کا وصی ناقوس کی آواز میں تفسیر کرے گا۔ پھر میرے ہمراہ امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ عَلٰی دٰیْنِ الْاِسْلَامِ۔

منقبت۔ نیز کتاب مذکور میں اسناد طویل کے ساتھ امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔

کہ ایک اعرابی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ناقہ کی قیمت کے بابت ستر درہم کا دعویٰ کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے اعرابی! کیا تو مجھ سے قیمت پوری نہیں لے چکا؟ وہ بولا نہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ میں ناقہ کی قیمت تجھ کو دے چکا ہوں۔ اعرابی نے کہا۔ ایک شخص کو منصف مقرر کیجئے۔ جو مجھ میں اور آپ میں حکم کرے پس آنحضرتؐ نے اعرابی کی اتفاق رائے سے ابو بکرؓ کو حکم مقرر کیا۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ اے اعرابی! تیرا پیغمبرؐ پر کیا دعویٰ ہے۔ اعرابی نے کہا۔ کہ ناقہ کی قیمت کے ستر درہم۔ پھر آنحضرتؐ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپ نے اس کے ناقہ لینے کا اقرار تو کر لیا ہے۔ اب اپنی بات کے ثبوت کے لئے (کہ ستر درہم دے دیئے ہیں) دو گواہ پیش کیجئے۔ یا ستر درہم اس کے حوالے کیجئے۔ اسی اثنا میں عمرؓ بن الخطاب بھی آگئے آنحضرتؐ نے اعرابی کی اتفاق رائے سے عمرؓ کو حکم (پنچ منصف) بنایا۔ عمرؓ نے بھی بعینہ ابو بکرؓ کی طرح فیصلہ کیا۔ یہ سن کر آنحضرتؐ غضب آلود ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرماتے تھے۔ میں اس شخص کو چاہتا ہوں۔ جو حکم خدا کے مطابق فیصلہ کرے۔ پس اعرابی کی اتفاق رائے سے امیر المؤمنینؓ کرم اللہ وجہہ کو حکم مقرر کیا گیا۔ امیر المؤمنینؓ نے پوچھا۔ اے اعرابی! رسولؐ خدا پر تیرا کیا دعویٰ ہے؟ وہ بولا کہ ناقہ کی قیمت کے ستر درہم۔ پھر پیغمبرؐ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے رسولؐ خدا! آپ کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا۔ میں ناقہ کی قیمت دے چکا ہوں۔ بعد ازاں اعرابی سے کہا پیغمبر صلعم فرماتے ہیں کہ میں ناقہ کی قیمت دے چکا ہوں۔ کیا وہ سچ کہتے ہیں؟ اعرابی بولا۔ نہیں۔ امیر المؤمنینؓ نے تلوار میان سے نکال کر اعرابی کی گردن اڑادی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! تم نے اعرابی کو کیوں قتل کیا؟ عرض کی۔ اس لئے کہ اس نے رسولؐ خدا کی تکذیب کی اور جھوٹا بتایا۔ اور جو کوئی آپ کی تکذیب کرے۔ اس کا قتل کرنا حلال ہے۔ اور اس کو مار ڈالنا واجب ہے۔ آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا۔ مجھے قسم ہے۔ اس ذات کی جس نے مجھے صدق و راستی کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ کہ اے بھائی! تو نے اعرابی کے قتل کرنے کے باب میں حکم خدا کی خلاف ورزی نہیں کی۔ یعنی جو کچھ خدا کی رضامندی تھی۔ تجھ سے ظہور میں آئی۔

جَزَاكَ اللَّهُ فِي الدَّارِ الْخَيْرِ

منقبت ۳۵۔ نیز کتاب مذکور میں اسناد طویل کے ساتھ اصبح بن نباتہ سے منقول ہے۔ کہ جب امیر المؤمنینؓ خلافت ظاہری کے تخت پر بیٹھے۔ اور لوگوں نے آپ سے بیعت کر لی۔ تو رسولؐ کا عامہ سر پر رکھے۔ آنحضرتؐ کا خرقہ متبرک پہنے۔ اور علی بن سید الثقلینؓ پاؤں میں ڈالے۔ اور خاتم انبیاء کی تلوار حائل کئے منبر پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ اِحْسَانِهِ قَدْ رَجَعَ الْحَقُّ اِلَىٰ مَكَانِهِ۔

یعنی خدا کا شکر ہے اس کے احسان پر کہ حق اپنے مقام پر واپس آ گیا، اور فرمایا۔ اے لوگو! جو چاہو پوچھو۔ قبل اس کے کہ تجھ کو نہ پاؤ۔ اسی اثناء میں اشعث بن قیس نے اٹھ کر کہا۔ یا امیر المؤمنین! تم مجھ سے کیوں کر جزیہ لیتے ہو۔ حالانکہ اُن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ اور ان کی طرف کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا۔ امیر نے فرمایا۔ اے اشعث! اللہ تعالیٰ نے بے شک کتاب اور پیغمبر ان کے لئے بھیجا ہے۔ اور ان کا ایک بادشاہ تھا۔ ایک رات اس نے بیہوش ہو کر اپنی بیٹی کو اپنے بستر پر طلب کیا۔ اور اس سے ہم بستری کی۔ جب اس کی قوم نے سنا۔ تو کہا۔ اے بادشاہ تو نے ہمارے دین کو تباہ کر ڈالا۔ باہر نکل تاکہ ہم تجھ کو پاک کریں۔ اور تجھ پر حد جاری کریں۔ بادشاہ نے ان سے کہا۔ تم میری بات سُنو۔ اگر میرے پاس کوئی دلیل و برہان اور کچھ ثبوت نہ ہو تو مجھ کو اس امر کے بدلے جس کا میں مرتکب ہوا ہوں۔ جو چاہو۔ سزا دو۔ بعد ازاں یہ تقریر کی۔ اے لوگو! کیا تم جانتے ہو۔ کہ خدا نے ہماری ماں تُو کو آدم سے پیدا کیا۔ اور آدم نے اُس سے اپنا عقد کیا۔ اور اسی طرح اپنے بیٹوں کا اپنی بیٹیوں سے نکاح کیا۔ لوگوں نے کہا سچ کہا تم نے۔ بادشاہ نے کہا۔ میرا یہ کام بھی ویسا ہی ہے۔ پس قوم نے اسی دلیل کی رو سے اپنے محرمات سے نکاح کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے علم کو ان کے سینوں سے محو کر دیا۔ اور کتاب کو ان کے درمیان سے اٹھالیا۔ اس لئے وہ کافر ہیں کہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور منافقوں کا حال ان سے بھی زیادہ تر سخت ہے۔ اسی اثناء میں ایک اور شخص نے اگر عرض کی یا امیر المؤمنین! مجھے اس علم کی طرف رہنمائی فرمائیے جن کے وسیلے سے خدا تعالیٰ اٹھکونجا تو سے فرمایا کہ دنیا میں جیزوں سے قائم ہے۔

(۱) عالم جو اپنے علم پر عمل کرے۔ اور اس کو بیان کرے۔

(۲) مالدار جو اپنے مال میں اہل دین کے لئے بخل نہ کرے۔

(۳) فقیر جو صابر ہو۔ جب عالم اپنے علم کو پوشیدہ کرے۔ اور غنی بخیلی اختیار کرے۔ اور فقیر صبر نہ کرے۔

اُس وقت دلیل اور ثبوت ہے۔ یعنی اس وقت دنیا ہلاک ہو جائے گی۔ اور عارفانِ خدا شتاس جانتے ہیں۔ کہ دارِ دنیا کھنکھ کی طرف رجوع کرے گا۔ اور لوگ مسجدوں اور جماعت کی کثرت پر فریفتہ اور مغرور نہ ہوں۔ بعض گروہ ایسے ہیں کہ ان کے بدن تو جمع ہیں۔ اور ان کے دل پر پریشان اور جلا جلا ہیں۔ اے لوگو! خلقِ خدا کے تین گروہ ہیں۔ زاہد۔ راعب۔ صابر۔ زاہد وہ ہے۔ جو دنیا کی کسی چیز سے جو اُس کی طرف آئے۔ خوش نہ ہو۔ اور دنیا کی کسی چیز کے جلتے رہنے سے مخزون و غلگین نہ ہو۔ اور صابر وہ ہے جو دنیا کی آرزو نہیں کرتا۔ لیکن جب ہاتھ آجاتی ہے۔ تو اس سے متعرض ہوتا ہے (یعنی اس کو استعمال کرتا ہے) اس لئے کہ وہ اس کی عاقبت کی جزا کو جانتا ہے۔ اور راعت حاصل شدہ دنیا کے حلال و حرام کی ذرا پروا نہیں کرتا۔ سائل نے عرض کی یا امیر المؤمنین! مومن کا نشان کیا ہے۔ فرمایا۔ مومن کا نشان یہ ہے۔ کہ

اس چیز کی طرف نظر کرے جس کو خدا نے اس پر واجب کیا ہے۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو۔ اور اس چیز میں نظر نہ کرے جس میں خدا کی مخالفت ہے۔ اور اس سے بیزار ہو۔ سائل نے کہا۔ یا امیر المؤمنین! سچ فرمایا۔ یہ کہا اور پوشیدہ ہو گیا۔ امیر نے مسکرا کر فرمایا۔ یہ شخص میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے۔

منقبت ۳؎ کفایت المؤمنین میں لکھا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں خالد بن ولید کو ایک جماعت کثیر کے ساتھ قبیلہ بنی حنیفہ پر جو مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے میں دیر کر رہے تھے بھیجا تاکہ ان کو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرے۔ خالد اس قبیلہ پر غالب آیا۔ اور غنائم اور بہت سے اسیر پر قابض ہوا۔ جب اسیروں کو مسجد میں لائے۔ تو ایک سردار قبیلہ کی لڑکی خولہ نام بھی ان اسیروں میں تھی جب اس کی نظر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس و مطہر پر پڑی۔ تو قبر کے نزدیک جا کر بے انتہا گریہ و زاری کرنے کے بعد عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس شکایت لے کر آئی ہوں جب خلیفہ کی نظر اس لڑکی پر پڑی۔ تو کہا لے لڑکی تو کیا شکایت کرتی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ہم کلہ لڑا لہ اللہ اللہ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللہ کے قائل ہیں۔ ہم کس لئے اسیر کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا۔ تم نے زکوٰۃ کو روک لیا۔ خولہ نے کہا۔ یہ واقعہ اس طرح پر نہیں ہے۔ جیسا کہ لوگوں نے آپ سے بیان کیا ہے۔ بلکہ حضرت رسالت پناہ کے عہد میں ہمارے ہاں یہ دستور تھا۔ کہ ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کر کے فقیروں اور محتاجوں کو دیتے تھے۔ ہم نے کہا۔ کہ اب بھی تم اسی دستور کے مطابق عمل کرو۔ انہوں نے ہماری التماس کو قبول نہ کیا اور ہم غریبوں کو اسیر کر لیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا یا امیر المؤمنین! تم اس لڑکی سے کیا بات کرتے ہو۔ کیونکہ یہ اسیری کے بعد اس قسم کے عاجزانہ کلمات کہتے ہیں۔ خولہ نے کہا۔ میں سچ کہتی ہوں۔ تم جو چاہو سو کرو۔ پھر خلیفہ وقت نے اپنی زبان گوہر فشاں سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں یہ قاعدہ تھا۔ کہ اصحاب میں سے جو شخص کسی اسیر کے سر پر کپڑا ڈالتا تھا۔ اور دوسرا شخص اس کپڑے پر کوئی چیز زیادہ نہ کرتا۔ تو وہ اسیر اسی سے متعلق ہوا کرتا تھا۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔ دو شخصوں نے اس خیال سے کہ خولہ کو اپنی زوجہ بنا لیں۔ اس پر کپڑا ڈالا۔ خولہ نے کہا۔ لا والد۔ خدا کی قسم نہیں۔ بہرگز یہ خیال پورا نہ ہو گا۔ اور یہ امر محال وقوع میں نہ آئے گا۔ اور کوئی شخص میرا مالک نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس شخص کے جو اس بات کو بتائے۔ جو ولادت کے وقت مجھ سے وقوع میں آئی۔ اور جو کلام میں نے پیدا کر کے وقت کیا۔ اس کو بیان کرے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا۔ کہ اے لڑکی! تو بیتابی اور بے قراری کی حالت میں یہ بے کار اور لاحاصل باتیں بنا رہی ہے۔ وہ بولی۔ خدا کی قسم۔ میں اس قول میں سچی ہوں۔ جھوٹی نہیں۔ اسی اثناء میں سرور غالب علیٰ ابن ابی طالب مسجد میں تشریف لائے۔ اور یہ

یہ اجزا مفصل طور پر سن کر فرمایا۔ اے لوگو! ذرا ٹھہرو کہ میں اس لڑکی سے اس کے حالات کی بابت سوال کروں۔ بعد ازاں فرمایا۔ اے خولہ! تو کیا کہتی ہے؟ اس نے عرض کی۔ کہ یہ لوگ میرے مالک بننے کا قصد رکھتے ہیں۔ اور میں اس شخص کی منتظر ہوں۔ جو مجھے اس واقعہ کی خبر دے۔ جو پیدائش کے وقت مجھ سے واقع ہوا۔ فرمایا۔ دل سے میری طرف توجہ کر۔ اور غور سے سن۔ کہ جب تو ماں کے پیٹ میں تھی۔ اور تیری ماں پر دروزہ کی شدت ہوئی۔ تو اُس نے ہاتھ اٹھا کر یہ دُعا کی۔ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ نِي مِنْ هَذَا الْمَوْتُودِ یعنی اے خدا مجھ کو اس بچھے کی ولادت میں سلامتی عطا فرما۔ اُس وقت اس کی دعا قبول ہوئی۔ اور تو نے پیدا ہو کر کہا۔ لَوْلَا اَللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط اور کہا اے ماں! تو میرا نکاح میرے سردارِ میڈلر نام سے کرنا۔ اور اس کو میرے شکم سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو لوگ اس وقت وہاں موجود تھے۔ تیری ان باتوں سے حیران ہوئے۔ اور جو کچھ تجھ سے سنا تھا تانبے کے ایک ٹکڑے پر لکھا۔ اور اس کو تیری ماں نے تیری پیدائش کے مقام میں دفن کر دیا۔ جب اس پر موت کے آثار ظاہر ہوئے۔ تجھ کو اس کی حفاظت کرنے کی وصیت کی۔ اور جب تجھ کو اسپر کیا گیا۔ تو تم نے اپنی تمام کوشش اس تانبے کے ٹکڑے کو حاصل کرنے پر صرف کی۔ اور گھر سے نکلنے وقت اس کو نکال کر اپنے دائیں بازو پر باندھ لیا۔ اب تو اس تختہِ موسیٰ کو نکال کر اس فرزند کا مالک بنیں ہوں۔ اور اس کا نام محمد ہوگا۔

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے خولہ کو دیکھا کہ رو بقبلہ بیٹھ کر یوں دُعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمُفْضَلُ الْمَتَّانُ اَوْ زِعْنِيْ اَنْ اَشْكُوْكَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَاَنْتَ تَعْطِيْهَا لِاَحَدٍ اِلَّا وَاَنْتَ هَا عَلَيَّ (اے خدا تو فضل و احسان کرنے والا ہے۔ مجھ کو الہام کر کہ میں تیری اس نعمت کا جو تو نے مجھ کو عطا فرمائی ہے۔ شکر ادا کروں۔ اور تو نے اپنی نعمت کسی کو نہیں دی۔ مگر یہ کہ اُس پر اس کو کامل کیا ہے) اور اس تختہ میں کو نکال کر حاضرینِ مجلس کے سامنے ڈال دیا۔ جب صحابہ نے اس قسم کا عجیب و غریب واقعہ مشاہدہ کیا۔ تو سب نے کہا۔ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيْثُ قَالَ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلَيْ بِاَبْصَحَ فرمایا رسول خدا نے جیسا کہ فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے) اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے ابوالحسن! یہ لڑکی آپ کی ملک اور آپ کا حق ہے۔ امیر المؤمنین نے خولہ کو اذروئے احتیاط اس اہانتِ عیس کے (جو ان دنوں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھی) سپرد کیا۔ تاکہ اس کا کوئی ولی پیدا ہو۔ ایک ہیضے کے بعد خولہ کا بھائی آیا۔ اور بہن کی طرف سے وکیل ہو کر امیر المؤمنین کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

بیت

برو علم یک ذرہ پوشیدہ نیست کہ پیدا و پنہاں بنزدش کیلیست

مستفقت۔ نیز کتاب مذکور میں ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص آذربایجان کے علاقے میں ایک اونٹ رکھتا تھا جس کے کرایہ پر اس کے عیال و اطفال کی گزاراں موقوف تھی۔ ایک روز مستی کے زور میں مہار تڑا کر بیابان کی طرف چلا گیا۔ اس شخص نے ہر چند کوشش کی۔ مگر اُس کو نہ پکڑ سکا۔ آخر کار اس کے بعض رشتہ داروں نے اس سے کہا۔ کہ سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کی زندگی میں جب ایسی مشکلات پڑتی تھیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کیا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ آنجناب کی بے ریا دعا کی برکت سے وہ مشکلات آسان کر دیتا تھا۔ اب اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا سے رحلت کی ہے۔ تو حضرت کا ایک جانشین ہے۔ اس کے پاس جانا چاہیے۔ تاکہ اس کی دعا کی برکت سے شتر بے مہار قابو میں آجائے۔ اونٹ والے نے مدینہ میں پہنچ کر خلیفہ ثانی کی خدمت میں اپنا حال عرض کیا۔ فرمایا۔ تجھ کو استغفار کرنا چاہیے۔ تاکہ مدعا حاصل ہو۔ اُس نے عرض کی۔ اے امیر میں نے بہت استغفار کیا۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ فرمایا۔ تو خیر میں ایک خط لکھا دیتا ہوں۔ تجھ کو چاہیے کہ دیر ہی کر کے اس اونٹ کے سامنے ڈال دے۔ تاکہ تیرا مطلب حاصل ہو جائے۔ بعد ازاں ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

اے جماعت ہائے جن اور لے گروہ شیاطین! یہ خط امیر المؤمنین عمر کی طرف سے تمہارے نام ہے۔ تم کو چاہیے۔ کہ اس نافرمان اونٹ کو مطیع و فرمانبردار کر دو۔ اور اس حکم کی مخالفت سے ڈرو۔ اُس مرد نے اُس خط و اپنے جلے دل کا تعویذ بنایا۔ اور آذربایجان کی طرف روانہ ہو۔ راوی کہتا ہے میں نے امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں جا کر عرض کی۔ فرمایا۔ نبی کے مجربے کے مطابق کرامت ظاہر نہیں ہوتی۔ مگر وصی سے۔ جب میں نے یہ بات سنی۔ تو میں انتظار کرنے لگا۔ کہ کوئی شخص آذر بائیجان سے آئے۔ اور اُس سے اونٹ والے کا حال معلوم کروں۔ آخر کار ایک روز دیکھا کہ وہی شخص آ رہا ہے چند قدم آگے بڑھ کر اس سے ملا۔ اور حال دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ کہ جب میں نے وہ خط اونٹ کے آگے ڈالا۔ اُس نے مجھ پر حملہ کیا۔ اور زمین پر گرا دیا۔ میرے بھائی نے چند اور آدمیوں کی مدد سے وہاں آ کر بہت کوشش اور سخت تردد کر کے مجھ کو اس کے پنجے سے چھڑایا۔ بعد ازاں بہت عرصہ بیمار پڑا رہا۔ اور یہ زخم جو میرے چہرے پر ہے۔ اسی وقت میں لگا ہے۔ جب میں تندرست ہوا۔ اور ذرا سجال ہوا۔ تو کہا۔ کہ امیر المؤمنین عمرؓ کے پاس جا کر اپنا حال بیان کروں۔ تاکہ میرے عیال و اطفال کے لئے معاش کا انتظام کریں۔ جب وہ دارالشرع کو چلا۔ تو میں اُس کے ہمراہ گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا احوال سن کر فرمایا۔ حق تعالیٰ نے ہر کام کے لئے ایک شخص پیدا کیا ہے۔ ع۔ ہر کارے دہر مے دہر مے دہر مے دہر مے۔ لے ابن عباسؓ تم اس شخص کو علی بن ابی طالب

کے پاس لے جاؤ۔ اور اس کا تمام حال ان کی خدمت میں عرض کرو۔ جب میں اور وہ شخص حضرت کی خدمت میں پہنچے دیکھ کر مسکرائے اور اس شخص سے فرمایا۔ جہاں تیرا اونٹ ہے۔ وہاں جا کر یہ دعا پڑھ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوَجِّهُ اِلَیْكَ بِبِنْدِكَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ وَاَهْلِ الْبَيْتِ الَّذِیْ اِخْتَارْتَهُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ اَللّٰهُمَّ ذَلِّ لِیْ صُعُوْبَتَهَا وَاكْفِنِیْ شَرَّهَا فَاِنَّكَ اِنْكَافِیْ وَالدُّعَا فِیْ دَالِ الْعَالَمِ الْقَاهِرِ۔

دلے خدا میں تیرے نبی کے واسطے سے جو نبی رحمت ہے۔ اور ان کی اہل بیت کے واسطے سے جن کو تو نے تمام عوالم پر فوقیت دی ہے۔ تیری طرف متوجہ ہونا ہوں۔ اے خدا اس مصیبت کی سختی کو میرے لئے آسان اور سہل کر۔ اور مجھ کو اس کے شر سے بچا۔ اس لئے کہ تو بچانے والا۔ اور عافیت دینے والا اور غالب اور قاہر ہے) وہ شخص یہ دعا یاد کر کے آذربائیجان کو چلا گیا۔ دوسرے سال ہم نے دیکھا۔ کہ اس اونٹ کو لے کر حج کو آیا۔ اور شاہِ ولایت پناہ کے لئے تحفے اور ہدیئے لایا۔ آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اپنا سال تو خود بیان کرتا ہے۔ یا میں بیان کر دوں اُس نے عرض کیا یا امیر المؤمنین! آپ ہی بیان کیجئے۔ فرمایا جب تیری نظر اونٹ پر پڑی۔ تو تو نے وہ دعا پڑھی۔ اونٹ نہایت فروتنی اور عجز و نیا ز کے ساتھ تیرے سامنے آکر بیٹھ گیا اور تیری اطاعت کے لئے گردن جھکا دی اور فرمانبردار ہو گیا۔ وہ شخص بولا۔ خدا کی قسم! باسکل اسی طرح واقع ہوا جیسا کہ جناب نے ارشاد فرما دیا۔ بعد ازاں وہ ہر سال حج کو آیا کرتا تھا۔ اور اُس اونٹ کی کمائی سے اس کو بہت ہی نفعے حاصل ہوئے۔ اور نہایت مال دار ہو گیا۔

اس وقت حضرت امیر المؤمنینؑ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عبداللہ! اگر کسی شخص کو کسی کام میں کوئی مشکل پیش آئے۔ یا مال میں کچھ نقصان ہو۔ یا اہل و عیال میں کچھ بیماری ظاہر ہو۔ وہ نضوع و شوع کے ساتھ دعلے مذکور پڑھ کر درگاہِ باری تعالیٰ میں تضرع و زاری کرے۔ ضرور اس کی حاجت پوری ہوگی۔

منقبت۔ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ ایک روز امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ چاہتا تھا کہ محمدؐ میں اور یعقوب علیہ السلام میں مناسبت اور شاہدت ہو۔ پس جس طرح اس جناب کو بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے۔ اسی طرح مجھے بارہ بیٹے عنایت کئے۔ اور جس طرح یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو بوسف علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کے بارے میں وصیت کی تھی۔ اسی طرح میں بھی تم کو حسنؑ اور حسینؑ کے باب میں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے سامنے اور میری غیبت میں ان دونوں کی متابعت اور ان کے اوامر کی فرمانبرداری کرنا۔ کیونکہ یہ دونوں موجب ارشاد و تائید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ان بہشت کے سردار ہیں۔ عبداللہ نے جو امیر المؤمنین کا ایک بیٹا تھا۔ عرض کیا یا امیر المؤمنین! کیا محمد صغیرؑ ان کے برابر نہیں ہے؟ یہ بات سن کر حضرت کا دنگ مبارک متغیر ہو گیا۔ اور نہایت غضبناک ہو کر فرمایا۔ اے عبداللہ

تو میرے جیتے جی ایسی جرات کرتا ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ تو بسترِ خواب میں قتل کیا گیا ہے۔ اور کسی کو یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ تجھے کس نے قتل کیا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ مختار کے زمانہ میں عبداللہ رضوان اللہ علیہ اس سے ناراض ہو کر بصرہ کو مصعب بن زبیر کے پاس روانہ ہوا۔ رات کو ایک منزل میں اُترا۔ صبح کو دیکھا کہ بسترِ خواب پر قتل کیا ہوا پڑا ہے۔ اور معلوم نہ ہوا کہ اس کے قتل کا کیا سبب ہے۔ اور اس کا قاتل کون ہے؟۔ مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ روضۃ الشہداء میں لکھا ہے۔ کہ بقول اشہر امیر المؤمنینؑ کے اٹھارہ بیٹے تھے۔ اس قول کی بنا پر یہ دونوں قول ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں۔ کہ آپ کے کل اٹھارہ بیٹے تھے۔ جن میں سے چھ بیٹوں نے بچپن میں انتقال کیا۔ چنانچہ محسن کا حل ساقط ہوا۔ جس وقت کہ امیر المؤمنینؑ نے بارہ کی تعداد کو زبان مبارک سے بیان فرمایا۔ اس وقت بارہ بیٹے زندہ موجود تھے۔ اس تقدیر پر دونوں قول صحیح ثابت ہوئے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِّ اَلْاُمُوْر۔

منقبت ۳۹۔ نیز کتاب مذکور میں امام حسین رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ ایک روز امیر المؤمنینؑ کرم اللہ وجہہ کے سامنے سورہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ تلاوت کر رہا تھا۔ جب میں دَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا۔ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا اور انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہوا ہے آج کے روز وہ زمین اپنے حالات بیان کرے گی) فرمایا۔ وہ انسان جو زمین سے سوال کرے گا اور زمین اس سے اپنی خبریں بیان کرے گی۔ میں ہوں۔ اس وقت ابن الکوٹام ایک شخص حاضر تھا۔ اس نے عرض کیا۔ یا امیر المؤمنینؑ! آئیہ کریمہ۔ عَلٰی الْاَوْعْرَافِ رِجَالٌ یُّعَدُّوْنَ لَیْسِمَاہُمْ (اعراف پر کچھ مرد ہیں۔ جو ان کو اُنکی پیشانی سے پہچانتے ہیں) سے کیا مراد ہے۔ اور صاحب اعراف سے کون لوگ مقصود ہیں؟ فرمایا۔ مردان اعراف ہم ہیں۔ کہ اپنے دوستوں اور ناصروں کو ان کے چہروں سے شناخت کریں گے اور ہم بہشت کے درمیان کھڑے ہوں گے۔ وائے ہے اس شخص پر جس کا ہم انکار کریں۔ اور اثنائے تقریر میں کسی دفعہ ابن الکوٹام سے خطاب کر کے وَیَحٰکَ (وائے ہوتجھ پر) فرمایا حالانکہ ابن الکوٹام شیع کا اظہار کرتا تھا۔ اور جنگ نہروان تک یہ راز پوشیدہ تھا۔ اس جنگ میں ابن الکوٹام نے خوارج کی طرف سے نکل کر شاہ مردان کے لشکریوں سے مقابلہ کیا۔ اور جہنم واصل ہوا۔ اور اس کی اصل حقیقت وہاں پر ظاہر ہوئی۔

اور ایک اور شخص نے آکر عرض کیا۔ یا امیر المؤمنینؑ! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ فرمایا۔ کیوں جھوٹ کہتا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ خدا کی قسم۔ آپ دل کے رازوں پر پوری پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ اور شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

اس وقت ایک اور شخص نے حاضر ہو کر بیان کیا۔ کہ یا امیر المؤمنینؑ میں آپ کو اور آپ کے فرزندوں کو دوست

رکھتا ہوں اور آپ آنحضرت کے خاندان کے محامد و فضائل اور مناقب و سجد و بی شمار بیان کئے اور آپ کی کرامات و معجزات کے اظہار میں بہت کوشش کی۔ فرمایا۔ اے شخص یہ جو کچھ تو کہہ رہا ہے۔ اس کی تیرا دل تصدیق نہیں کرتا۔ بلکہ محض نفاق کے طور پر بیان کرتا ہے کیونکہ ہم اپنے سچے محبوب اور حقیقی مخلصوں کے آثار و علامات کو خوب پہچانتے ہیں۔ اور پانچ شخص ہمارے خاندان کے دوست کبھی نہیں ہو سکتے۔ خواہ وہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں۔ اول درپوش۔ دوم مخنث۔ سوم پشت انداز۔ چہارم۔ حرام زادہ پنجم۔ وہ شخص جس کی ماں ایام حیض میں اس سے حاملہ ہوئی ہو جب اس شخص نے یہ باتیں سنیں۔ ریخندہ ہو کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔ اور اسی کا پیرو بن گیا۔ یہاں تک کہ اپنے پیشوا کے ہمراہ یاوران امیر سے جنگ کر کے جہنم داخل ہوا۔

بیت مؤلف

عیانت برحک حُب اک امام اہم حلال زادہ کلام و حرام زادہ کلام

منہجبتؑ۔ نیز کتاب مذکور میں عمران نے اپنے باپ میثم۔ تمار سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ لے میثم! اگر معاویہ تجھ کو بلا کر مجھ سے تبرا کرنے کو کہے۔ تو کیا کرے گا۔ میں نے عرض کی۔ میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا۔ اور آپ کی دوستی کے دامن سے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ فرمایا خدا کی قسم! وہ تیرے قتل کرنے اور سولی چڑھانے کا حکم دے گا۔ میں نے کہا۔ یا مولیٰ! میں صبر کروں گا اور سزا و جہان کے سبب آپ کی محبت و موت اور طریق اعتقاد کی رُو سے روگردان نہ ہوں گا۔ بیت مؤلف

اگر سنگ جفا ریز دوگر تیر بلا بارو دل از کویت نخواہم کند تا جان در بدن دارم
فرمایا۔ اگر تو ایسا کرے گا۔ تو آتش و دوزخ سے محفوظ اور مصون رہے گا۔ اور میرے ہمراہ بہشت میں ہوگا۔

عمران بیان کرتا ہے۔ کہ میرے باپ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ ایک روز ایسا ہوگا کہ تجھ سے معاویہ مجھے طلب کرے گا اور تو کہے گا کہ میرا باپ مکہ میں ہے۔ وہ کچھ سپاہیوں کو تیرے ساتھ قادیسیہ میں مقرر کرے گا۔ تاکہ مکہ سے واپس ہوتے وقت مجھ کو گرفتار کر کے اس کے پاس لے جائیں۔ میں نے یہ خبر امیر المومنینؑ سے سنی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب اس بات کو مدّت ہوگئی۔ تو میرا باپ حج کو گیا۔ اسی زمانے میں معاویہ نے اس کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ اور اس کے غلاموں نے آکر ہمارا گھر گھیر لیا۔ اور اس کی تلاش میں بہت سعی کوشش کی۔ جب نہ پایا۔ تو مجھے معاویہ کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا۔ تیرا باپ کہاں ہے۔ اس کو حاضر کر۔ میں نے کہا۔ کہ حج کو گیا ہے۔ اور اس وقت کہ معظ میں ہے۔ پس اپنے خادموں کی ایک جماعت کو میرے ہمراہ قادیسیہ میں بھیج دیا اور ہم اتنے دنوں قادیسیہ میں مقیم رہے۔ کہ میرا باپ واپس آ گیا۔ جب اس کو گرفتار کر کے معاویہ کے پاس لے گئے، تو اس نے کہا۔ اے میثم! اگر تو اپنی زندگی چاہتا ہے۔ تو علی بن ابی طالب پر نذرین کر۔

اس نے کہا کہ امیر المؤمنین علیؑ کے دشمنوں اور نفرین کرنے والوں پر ابداً اباد تک خدا کی لعنت ہو۔ میں اس قسم کا ظلم ہرگز اپنے اوپر روا نہ رکھوں گا۔ تب معاویہ کے حکم سے اس کو عمران بن حریث کے گھر کے دروازے پر اٹھا لٹکا دیا۔ اور چار روز کے بعد اس کے منہ سے خون جاری ہوا۔ اور اس حال میں کہتا تھا۔ مجھ سے سوال کرو۔ تاکہ میں تم پر بنی امیہ کے فسادات اور برائیاں ظاہر کروں۔ جب اس کی باتیں معاویہ کو پہنچیں۔ تو حکم دیا کہ بیشم کے منہ میں لگام دے دیں۔ تاکہ بات نہ کر سکے۔ جب اس کے منہ میں لگام دیا گیا۔ تو اسی روز جوار رحمت ایزدی میں واصل ہوئے۔ اور اول شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل کے منہ میں لگام دی۔ وہ معاویہ تھا۔ نیز منقول ہے کہ ان چار دنوں میں ہر چند بیشم نے نماز فریضہ کے ادا کرنے کے لئے اجازت مانگی معاویہ نے جواب دیا۔ جب تک تو علیؑ بن ابی طالب پر لعنت نہ کرے گا۔ تیری نماز کب قبول ہو سکتی ہے۔

کتاب خلاصۃ المناقب میں امیر المؤمنین کی محبت کا عین و جہیں بیان کی ہیں۔ ظاہر۔ باطن تحقیق جو محبت کہ وجہ ظاہر سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ ایمان مورت ولایت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ وَ لٰیحَ الْاٰلِیٰنَ اٰمَنُوْا (الذکر لوگوں کا ولی ہے۔ جو ایمان لائے) اور امیر المؤمنین اہل ولایت کا امام ہے کَمَا قَالِ النَّبِیُّ لِعَلِیٍّ اَنْتَ اِمَامٌ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمَوْ مِئَةٍ بَعْدِی (چنانچہ آنحضرتؐ نے علیؑ سے فرمایا۔ اے علیؑ تو میرے بعد ہر مومن اور مومنہ کا امام ہے) پس اہل ولایت ایمان کے سبب سے جناب امیر کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اہل نفاق عدم ایمان کی وجہ سے دوست نہیں رکھتے۔ اور جو محبت کہ وجہ باطن سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ جنبت محمد رسول اللہ کا دل ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَلْحُبَّةُ وَمَا فِیْهَا مِنْ النَّعِیْمِ مِنْ نُوْرِ قَلْبِیْ رَحْمَتٌ وَّرَاسٌ کُلِّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِیْ (اور امیر کی محبت رسولؐ کے دل میں ہے۔ اس لئے اہل ایمان امیر کو دوست رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ جنت کے حصہ دار ہیں اور صاحبان نفاق اگرچہ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن دوست نہیں رکھتے۔ کیونکہ یہ جنت سے بے بہرہ ہیں۔ اور وہ انکے نصیب میں نہیں۔ اور وہ محبت جو وجہ تحقیق سے متعلق ہے۔ یہ ہے کہ اعیان ثابتہ چونکہ احدیت کی تجلی سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے تمام اعیان کے معارف و اسرار کو اس تجلی کے ساتھ انسان کے اندر رکھا ہے۔ اور روح اعظم ان صورت علیہ ذاتیہ کا منظر ہے۔ اور اس کی جوہریت ذات کا سبب یعنی جلوہ گاہ ہے اور اس کی نورانیت علم کی جلوہ گاہ ہے۔ چونکہ وہ درحقیقت محمدؐ ہے۔ اس لئے علیؑ ذات قدیم کا جلوہ ہوا۔ اس لئے کہ علیؑ باطن محمدؐ ہے۔ پس جس شخص میں کربال ذات و صفات کا ظہور زیادہ تر ہے۔ وہ علیؑ کو زیادہ تر دوست رکھتا ہے۔ اور جس کے اندر وہ ظہور کرتا ہے۔ اس کو علیؑ کی دوستی بھی کتر ہے۔ نظم مؤلف

از ازل دایم در دل باہر لئے تفضی
تو تیا سے دیدہ جاں خاک پائے تفضی

لے خوشامانیکہ در راہ و فائش گشہ خاک
 مژوہ عمر اید باد ابر آں کہ صدق دل
 دوستی مرتضیٰ بگزیں بجال لے شیخ شہر
 صد ہزاراں ورد گر خوانی نثار دہیچ سود
 بے تکلف مینویسم فی الحقیقت نیست کس
 مادر لے رائے او ہر کس کہ جوید گمراہ است
 ہاں گدائے باب علم احمدی شوا ز خرد
 گریناید باورت سوئے گدائے ادیبیں
 زابتلائے دنیا دول پاک دل شو پس بگو
 بغض و کینہ راز دل بیگانہ کن لے یار من
 بود قوت پاکش انوار تجلی حضور
 تو غذائے روح خود کردی ہم حقد و حسد

جنت الفردوس مشتاق تھائے اویو!

آنکہ چون کشفی است مشتاق تھائے مرتضیٰ

مشقیت^{۱۲}۔ احسن الکبار میں مرقوم ہے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک سوداگر ہزار دینار ابو بکر کے سپرد کر کے حج کو گیا۔ جب کچھ مدت کے بعد مدینہ میں واپس آیا۔ تو حضرت ابو بکر کا انتقال ہو چکا تھا اور عمر بن الخطابؓ اس کے جانشین ہو چکے تھے۔ سوداگر نے دارالشرع میں آکر ہزار دینار کا مطالبہ کیا۔ عرضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے اس بات کی کچھ خبر نہیں۔ عائشہ سے تحقیق کرنا چاہیے۔ شاید اس کو معلوم ہوا۔ جب اُم المؤمنینؓ سے دریافت کیا گیا۔ جواب ملا۔ مجھے کچھ خبر نہیں سوداگر نہایت پریشان ہوا۔ اور پہلی واقفیت کے سبب سلمانؓ کے پاس جا کر سارا حال بیان کیا۔ سلمانؓ اس کو شاہ ولایت مآب کی خدمت میں لائے۔ اور تمام حال عرض کیا۔ امیر المؤمنینؓ نے مسجد سید المرسلینؐ میں تشریف لاکر فرمایا لے ابو حفص! عائشہؓ سے اجازت لو۔ تاکہ جس جگہ امانت و فن ہے۔ میں اس جگہ کا نشان دوں۔ عمرؓ نے کہا اسے ابو الحسن! فرمائیے۔ کیا ابو بکرؓ نے آپ پر اس راز کو ظاہر کر دیا تھا۔ فرمایا۔ لے ابو حفص! تو ابو بکرؓ کا محرم راز تھا۔ اور اب اس کا وصی ہے۔ جب کہ تجھ سے نہ کہا۔ تو مجھ سے کیونکر کہتا۔ لیکن خالق ابو بکرؓ نے زمین کو حکم فرمایا ہے۔ کہ مشرق سے مغرب تک جو واقعات اس پر گزریں۔ وہ مجھ سے بیان کرے۔ بعد ازاں ام المؤمنینؓ

رضی اللہ عنہما کے گھر پر تشریف لے گئے۔ اور ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ قدام کھو دیں۔ جب کھودا تو ایک برتن نکلا جس میں ہزار دینار تھے۔ جب امیر المؤمنین کے طفیل سے حقدار کو حق پہنچ گیا اور ابو بکرؓ کی گردن سے بھی دین ساقط ہو گیا۔ تو بجز دنیا و تمام حاضریوں کو یا ہوئے۔ کہ علی بن ابی طالب کی تعریف کس کی زبان سے ادا ہو سکتی ہے۔ جو ہر وادی میں سب سے آگے ہے۔ علم و فراست ہو۔ کہ قوت و شجاعت سخاوت ہو۔ کہ مجاہدہ و ریاضت۔ نیز پیغمبر سے نسبت اور قربت ان سب امور میں سب پر فائق ہے۔ کوئی اس جناب کا ہمسر نہیں۔

منقبت۔ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ عمر بن الخطاب کے عہد میں دو سوداگر تجارت کو گئے تھے۔ دونوں کی عورتیں حاملہ تھیں۔ اتفاقاً ایک ہی دن دونوں کے بچے پیدا ہوئے۔ ایک کے لڑکا۔ اور دوسری کے لڑکی۔ چونکہ عرب میں اکثر جاہلوں میں رسم تھی کہ لڑکیوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اس لئے لڑکی کی ماں نے چالاک کر کے اپنی لڑکی کو لڑکے کی جگہ رکھ دیا۔ اور آپ لڑکے پر قابض ہو گئی۔ لڑکے کی ماں جب اس چال بازی سے واقف ہوئی تو بہت رو دکدا و زحمت مباحثے کے بعد دارالشرع میں آ کر فریاد کی خلیفہ نے حکم دیا۔ کہ دوسری عورت کو بلوائیں جب وہ حاضر ہوئی۔ تو فرمایا۔ لے عورت! تو نے اپنی لڑکی سے اس عورت کا لڑکا کیوں تبدیل کر لیا۔ بولی۔ یا امیر المؤمنین یہ محض تہمت ہے۔ جو مجھ پر لگائی گئی ہے۔ لڑکا میرا ہی ہے۔ چونکہ یہاں کوئی گواہ موجود نہ تھا۔ اور شریعت میں گواہ بغیر کوئی معاملہ صاف نہیں ہو سکتا اس لئے خلیفہ نے کہا۔ کہ اس مقدمے کو علی بن ابی طالب کے پاس لے جاؤ۔ کیونکہ بیعت

مقتدائے دین باستحقاق اوست مفتی مطلق علی الاطلاق اوست

(دینی پیشوا و درحقیقت وہی ہے بالعموم قسم کے مسائل میں فتویٰ دینا اسی کا کام ہے)

الغرض سلمان فارسیؓ دونوں عورتوں کو امیر المؤمنین کی خدمت میں لائے۔ اور صورت حال عرض کی۔ امیر المؤمنین نے ترازو۔ بٹے اور شیشی طلب فرمائی۔ اور ایک عورت سے فرمایا کہ اس شیشی کو اپنے دودھ سے بھرے جب شیشی بھر چکی۔ تو اس کو تول کر دودھ گرا دیا۔ پھر دوسری عورت سے اسی طرح وہ شیشی دودھ سے بھروائی اور وزن کر کے دودھ کو گرا دیا۔ بعد ازاں حکم دیا۔ کہ لڑکا اس عورت (مدعیہ) کا ہے۔ اور لڑکی اس دوسری (مدعا علیہ) کی جب یہ خبر عمر بن الخطاب کو پہنچی۔ عرض کی اے ابوالحسن! آپ نے اس امر عجیب کو کیونکہ تشخیص کر لیا۔ فرمایا۔ لے ابو حفص! لڑکی کی ماں کا دودھ ہلکا ہوتا ہے۔ اور لڑکے کی ماں کا دودھ بھاری اس لئے تولنے سے یقین ہو گیا۔ کہ لڑکا بھاری دودھ والی عورت کا ہے۔ اور لڑکی ہلکے دودھ والی کی۔ بعد میں اس دست دراز عورت نے خود بھی اقرار کر لیا۔ کہ لڑکی میری ہی ہے۔

منسبیت^{۴۳}۔ نیز کتاب مذکور میں عمر وعاص سے منقول ہے۔ کہ ابو بکرؓ کے بعد جب عمر بن الخطابؓ مسند نشین ہوئے۔ تو ایک یہودی عالم نے آکر کہا۔ کہ تم میں کتاب خدا اور سنت مصطفیٰؐ کا سب سے بڑا عالم کون ہے عمرؓ نے علیؓ کی طرف اشارہ کیا۔ اس عالم نے کہا۔ کہ اے خلیفہ! جبکہ تو خود اقرار کرتا ہے کہ وہ اعلم ہے۔ تو پھر لوگوں سے تو بیعت کیوں لیتا ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا۔ وہ اس کام کی طرف التفات نہیں کرتے۔ پس یہودی نے امیر المؤمنین سے مخاطب ہو کر عرض کی۔ تو ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ عمرؓ نے دعویٰ کیا ہے۔ امیرؓ نے فرمایا۔ تو جو کچھ چاہتا ہے۔ پوچھ۔ تاکہ میں جواب دوں۔ بولا۔ میں تم سے تین اور تین اور ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ تو سات کیوں نہیں کہتا۔ بولا۔ اول۔ تین سوال کرتا ہوں۔ اگر تم نے جواب دیا۔ تو پھر دوسرے سوال بھی کروں گا۔ امیرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے تیرے سوالات کے جواب دے دیئے۔ تو تو دین اسلام میں آ جائے گا۔ یہودی نے اس شرط کو قبول کر کے عرض کی۔

(۱) خون کا وہ قطرہ جو اول ہی اول زمین پر ٹپکا ہے۔ کونسا ہے؟

(۲) وہ چشمہ کونسا ہے جو اول زمین پر جاری ہوا؟

(۳) وہ درخت کونسا ہے جو اول زمین پر پیدا ہوا؟

فرمایا۔ تمہارے اعتقاد میں وہ ہابیل کا خون تھا۔ جس کو قابیل نے قتل کیا۔ اور دراصل ایسا نہیں ہے بلکہ وہ حوا کے پیٹ کے خون کا قطرہ ہے۔ جو شیدت کے وجود سے پہلے زمین پر گرا۔ اور تمہارے عقیدے میں پہلا چشمہ بیت المقدس میں تھا۔ اور یہ درست نہیں۔ بلکہ وہ چشمہ حیات ہے جس کو حضرت ذوالقرنین کے عہد میں پایا۔ اور مچھلی اس میں گر کر زندہ ہو گئی۔ اور موسیٰ اور یوشع بن نون اس پر پہنچے۔ اور تم لوگ کہتے ہو۔ کہ پہلا درخت زیتون۔ جو نوحؑ نے کشتی کے واسطے لگایا۔ اور ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ عجوبہ (کھجور کی قسم) ہے جس کو آدم علیہ السلام بہشت سے اپنے ہمراہ لائے۔ اور درخت کی تمام اقسام اسی سے پیدا ہوئیں۔ یہودی نے ان تینوں سوالوں کے جواب سن کر کہا۔ اس خالق کی قسم! جو رات اور دن کا پیدا کرنے والا ہے۔ کہ میرے باپ ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی زبانی اسی طرح لکھا ہے۔ اب تین اور سوالوں کے جواب فرمائیے :-

اول۔ یہ کس تین نام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کتنے امام ہیں؟

دوم۔ وہ کون سے بہشت میں رہیں گے؟

سوم۔ وہ پہلا پتھر کونسا ہے۔ جو آسمان سے زمین پر اترتا؟

فرمایا۔ بارہ امام عادل ہیں۔ اور ان کو کسی ظالم کا ظلم نقصان نہیں دیتا۔ اور کسی مخالف کی مخالفت سے متنگدل نہیں ہوتے۔ اور سید کائنات بہشت عدن میں ہوں گے۔ اور یہ (بارہ امام) بھی آنحضرتؐ کے

ساتھ ہوں گے۔ اور پہلا پتھر جو زمین پر آیا۔ تمہارے علم میں بیت المقدس کا پتھر ہے۔ اور یہ درست نہیں۔ بلکہ وہ حجرِ اسود ہے۔ جو بیت الحرام میں ہے۔ جس کو جبرئیل آسمان سے لائے یہودی نے کہا۔ خدا کی قسم! میں نے بھی کتاب ہارون میں ایسا ہی دیکھا ہے۔ اور ساتواں سوال یہ ہے۔ کہ خاتم النبیا کے وصی کی عمر کتنی ہے۔ اور وہ مارا جائے گا۔ یا اپنی موت سے مرے گا۔ فرمایا پیغمبرِ آخر الزمان کا وصی میں ہوں اور میری عمر تریسٹھ سال کی ہوگی۔ اور تلوار کے زخم سے شہید ہوں گا۔ میرا قاتل ناقہ صالح کے پے کرنے والے سے بدتر ہوگا۔ یہودی زار زار رونے لگا اور کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ وَ صِحْبِي رَسُوْلُ اللهِ (میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا اور کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ محمد خدا کا رسول ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو رسولِ خدا کا وصی ہے) پھر ایک ورقِ خطِ عمرانی میں لکھا ہوا اپنی آستین سے نکال کر جناب امیر کے ہاتھ میں دیا۔ آنحضرتؐ اس کاغذ کو دیکھ کر بہت روئے۔ یہودی نے عرض کی۔ اے خیر المرسلین کے وصی رونے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا۔ یہ سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو یاد کیا ہے۔ کیونکہ اس ورق میں میرا نام لکھا ہے۔ یہودی نے کہا۔ مجھے بھی نشان دیجئے۔ کہاں لکھا ہے حضرت نے انگشتِ مبارک اس پر رکھ کر فرمایا۔ میں تو ریت میں ہابیل کے نام سے اور انجیل میں سیورا کے نام سے بھی موسوم ہوں۔ اور اسی طرح روتے تھے اور فرماتے تھے۔ الحمد للہ کہ اس نے میرا نام کتبِ سماویٰ اور صحفِ ابرار میں ثبت فرمایا ہے۔ اور مجھ کو فراموش نہیں کیا۔

منقبت۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ قدوہ اصحابِ عمر بن الخطاب کے زمانہ میں یہود کے چند علمائے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ اے امیرِ مومنان! ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے چند سوالات کریں۔ اگر جواب پائیں۔ تو دینِ محمدی پر ایمان لے آئیں۔ عمر نے فرمایا۔ جو چاہو۔ پوچھو۔ وہ بولے۔ ہم کو آسمان کے قفلوں اور کنجیوں سے آگاہ فرمائیے۔ اور وہ رسول کو نسا ہے۔ جو قوم جن و انس سے نہ تھا۔ اور اپنی قوم کو ڈرایا۔ اور وہ پانچ تن کون سے ہیں جن کی پیدائش رحم کے بغیر ہوئی ہے۔ اور فرمائیے ایک۔ دو تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ سات۔ آٹھ۔ نو۔ دس۔ گیارہ اور بارہ کیا ہے۔ عمر بن الخطاب نے ایک ساعت غور کر کے فرمایا مجھے معذور رکھو۔ کیونکہ مجھے معلوم نہیں۔ لیکن تم کو ایسے شخص کے پاس لے چلتا ہوں۔ جو خدا و رسول کے حکم کا سب سے زیادہ عالم اور اس امت میں سب سے افضل ہے۔ اور یہودیوں کو ساتھ لے کر ابوالمرثدین کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور صورت حال بیان کی۔ امیر نے ان سوالات کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ آسمان کے قفل سووہ شکر ہے اور اس کی کنجیاں لَوَالِہِ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ۔ کے حروف ہیں۔ اور وہ رسولِ جن و انس سے نہیں اور اپنی قوم کو ڈرایا۔ وہ چیونٹی ہے۔ کہ جب حضرت سلیمان کا لشکر اس کی قوم پر سے گزرا۔ اُس نے ان سے کہا۔ اپنے

گھروں میں گھس جاؤ۔ تاکہ شکر تم کو پامال نہ کر دالے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ ادْعُوْا مَنَّا كُنُومًا لَّا يَخْطِبُكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ**۔ (اے جیونیتو! اپنے گھر میں داخل ہو جاؤ۔ کہیں سلیمان اور اس کے لشکر تم کو پامال نہ کر دیں) اور وہ پانچ جن جن کی پیدائش رحم سے نہیں ہوئی۔ آدمؑ۔ نوحؑ۔ عیسیٰؑ جو اژدہا میں جاتا تھا۔ ناقہ صالح اور گوسفند ابراہیمؑ (جو اسمعیل کا فدیہ ہوا) اور ایک خدا کے حمل جلا رہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور دو آدمؑ اور حواؑ ہیں۔ اور تین موالیہ ثلاثہ (یعنی جہادات۔ نباتات اور حیوانات) ہیں۔ اور چار آسمانی کتابیں۔ یعنی تورات موسیٰؑ انجیل عیسیٰؑ زبور داؤدؑ اور فرقان محمدؑ اور پانچ روزانہ پانچ وقتی نماز ہے۔ اور چھ بوجب آیہ کریمہ **وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ** (اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو چھ روز میں پیدا کیا) اور چھ دن ہیں جن میں حق تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور عالم کو پیدا کیا۔ اور جہان ستہ اور شمش جہت بھی کہہ سکتے ہیں اور سات بوجب آیہ **وَبَيْنَنَا هُوَ وَبَيْنَكُمْ سَبْعٌ شِدَادٌ** (اور ہم نے تمہارے اور سات آسمان پیدا کئے) سات آسمان ہیں جن کو خدا نے تمہارے سر پر خلق فرمایا ہے۔ اور آٹھ وہ آٹھ فرشتے ہیں۔ جو عرش کے اٹھانے والے ہیں۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ **وَيَعْمَلُ عَرْشَ رَبِّكَ لَيْلًا نَّهَائِيَةً**۔ (اور تیرے پروردگار کے عرش کو آج کے دن آٹھ اٹھائیں گے۔ اور تو آیات ہیں۔ جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھیجی گئیں۔ چنانچہ قرآن میں فرماتا ہے۔ **تَسْمَعُ آيَاتِ بَيْنَاتٍ** (ہم نے موسیٰ کو نو آیات بینات کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا) اور دس وہ عشرہ یعنی دس روز ہیں۔ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا۔ کہ تیس روز کوہ طور میں رہو گے۔ اس میں چار دس روز بڑھا کر کامل کیا۔ کہ چالیس روز ہو گئے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔ **رَوَاعِدًا مَّا مَوْسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَمَّمْنَاهَا بَعَثْنَاهُ** (اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور ایک عشرہ کے ساتھ یعنی دس روز بڑھا کر کامل کیا) اور عقول عشرہ بھی اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں۔ اور جو چیز کہ گیارہ ہے۔ وہ یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ قرآن میں خبر دیتا ہے۔ **إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا** (میں نے گیارہ ستارے خواب میں دیکھے) اور وہ جو بارہ ہیں وہ بارہ چشمے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ظاہر ہوئے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ **إِنْ أَضْرِبَ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَا عَشَرَ عَيْنًا**۔ (ہم نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارے۔ پس اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے) جب یہودیوں نے امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے یہ باتیں منیں۔ تو بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ اور محمدؑ اس کا رسول ہے اور تو یاعلیٰؑ رسول کا وصی اور جانشین ہے۔ جس طرح ہارون حضرت موسیٰ کا وصی تھا۔ اور سب ایک بار مسلمان ہو گئے۔ **الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى التَّوْفِيقِ**۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ کتاب الغرائب میں لکھا ہے۔ کہ وہ یہودی تین آدمی تھے۔ دو تو ایمان

لے آئے اور ایک نے کہا۔ میں بھی ایمان لے آؤں۔ اگر آپ میرے چند سوالوں کا جواب دیں۔ امیر نے فرمایا پوچھو۔ اس نے عرض کی کہ دراج (تمیز) مرغاً قمری۔ چغندر (اُتو) گھوڑا اور گدھا کیا کہتے ہیں۔ فرمایا۔ دراج کہتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اَسْتَوٰی (رحمن عرش پر غالب ہوا) اور مرغاً کہتا ہے۔ اَذْکُرُّوَاللّٰهَ یَا عٰفِلُوْنَ۔ (اے غافلو خدا کا ذکر کرو)۔ اور قمری کہتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ مَبْغَضٌ مَّحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مَحَمَّدٍ (اے خدا محمد اور آل محمد کے دشمنوں پر لعنت کر)۔ اور چغندر کہتا ہے یُبْحٰنَ رَبِّیَ الْمَعْبُوْدَ (میرا رب جو قابل عبادت ہے۔ بزرگ و برتر ہے) اور گھوڑا جہاؤ کے روز کہتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَصْرَعٌ عِبَادَکَ الْهُوْمِیْنَ عَلٰی لُکَاذِیْنَ (اے خدا اپنے مومن بندوں کی کافروں کے مقابلے میں مدوک) اور گدھا عشاء یعنی سوال جھٹھ محصول لینے والے پر لعنت کرتا ہے۔ اور ابلیس کو دیکھ کر آواز دیتا ہے۔ سائل نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا۔ میں نے بھی تورینت میں ایسا ہی پڑھا ہے۔ اب میرا سوال اصحاب کہف کی بابت ہے۔ فرمایا۔ حق تعالیٰ نے قرآن میں ان کے حال سے خبر دی ہے۔ بعد ازاں قصہ مذکورہ کو اَدَل سے آخر تک مفصل طور پر بیان فرمایا۔ وہ تیسرا یہودی بھی اسلام سے شرف ثَمَا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ فغانی میلاد الحرمہ کا شعر ہے

امام اوست کہ داندر موز منطق طیر نہ آنکہ رہزن مردم شود بدواند دوام

منقبت نیز کتاب مذکور میں ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ قیصر روم نے بہت سا مال سرور انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ مال مدینہ میں پہنچا۔ تو آنحضرت کا انتقال ہو چکا تھا شاہ روم کے ایلچیوں نے سارا مال قیصر کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ جو کوئی ان تین مسکوں کا جواب دے۔ وہی وصی پیغمبر ہے۔ مال اس کے حوالے کرو۔ اور اگر کوئی شخص ان تین سوالات کا جواب نہ دے سکے تو مال واپس لے آؤ۔ شاہ روم کا ایلچی ابوبکر کے پاس آیا اور عرض کی کیا تو رسول خدا کا خلیفہ ہے۔ جواب دیا۔ ہاں ایلچی نے کہا۔ مجھ کو خبر دیجئے (۱) وہ چیز کونسی ہے۔ جو خدا کے واسطے نہیں (۲) وہ کون سی چیز ہے۔ جو خدا کے پاس نہیں (۳) وہ کیا چیز ہے۔ جس کو خدا نہیں جانتا۔ ابوبکر نے ان سوالات کے ظاہر پر نظر کر کے کہا۔ یہ کیا کفر ہے جو تو کہتا ہے۔ اور عمر بن الخطاب بھی اس سے بہت ہی سختی سے پیش آئے۔ ابن عباس نے کہا۔ یہ کیا انصاف ہے کہ تم سائل کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہو۔ اس سے کہہ دو کہ ہم نہیں جانتے شیخین رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کیا تو جانتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ لیکن میں اس شخص کو جانتا ہوں۔ جو ہم سب سے زیادہ تر عالم ہے۔ اور وہ علی بن ابی طالب ہے۔ دونوں نے فرمایا جزاک اللہ سچ کہاں قیصر روم کے ایلچی کو ابی المؤمنین کے پاس لائے۔ اور اس وقت آپ قرآن شریف کی تحریر سے فارغ ہو چکے تھے۔ رسول قیصر نے سلام و تحیات عرض کرنے کے بعد مذکورہ سوالات پیش کئے۔ فرمایا۔ جو چیز کہ خدا کے واسطے نہیں۔ وہ

شریک ہے۔ اور جو چیز کہ خدا نہیں جانتا۔ وہ تنہا قول ہے جو کہتے ہو کہ علیؑ خدا کا بیٹا ہے۔ اور خدا اُس کو اپنا بیٹا نہیں جانتا۔ چنانچہ قرآن میں فرماتا ہے۔ **يَمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**۔ یعنی خدا نہیں جانتا کہ آسمانوں اور زمینوں میں اس کا کوئی بیٹا ہے۔ اور جو چیز کہ خدا کے پاس نہیں ہے۔ وہ ظلم ہے۔ یہ جہالتِ سنِ کر قیصر کا ایلیچی بولا۔ **اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ وَصِيَّ رَّسُوْلِ اللّٰهِ**۔ اور مال کو امیر المؤمنین کے سپرد کر دیا۔ اور آنحضرتؐ نے وہ مال اہلِ ایمان پر تقسیم کر دیا۔

منقبت ۳۲۔ نیز کتاب مذکور میں اصبح بن نباتہ سے منقول ہے کہ عمر بن الخطاب کے عہد میں پانچ شخصوں کو زنا کی علت میں گرفتار کر کے دارالشرع میں لائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک پر جدا جہاد جاری کرنے کا حکم دیا۔ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کیا میں اس کے موافق حکم کروں۔ جو خدا نے فرمایا ہے۔ اور رسول خدا نے مجھ سے بیان فرمایا ہے۔ یہ فرما کر ہر ایک کے لئے جدا حکم فرمائے۔ ایک کو قتل کیا گیا۔ دوسرے کو سنگسار کیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ تیسرے کو پوری حد لگائی۔ چوتھے کو ادھی حد۔ پانچویں کو تعزیر کر کے چھوڑ دیا۔ عمرؓ نے کہا۔ اے ابوالحسن! ایک معاملے میں ان پانچ شخصوں کے لئے آپ نے مختلف حکم دیئے فرمایا۔ جس کو قتل کیا گیا۔ وہ کافر ذمی تھا۔ کہ اُس نے مسلمان عورت سے زنا کی تھی۔ اور جس شخص کو سنگسار کیا گیا۔ وہ مُصَنِّع تھا۔ یعنی عورت رکھتا تھا۔ اور اس کا سنگسار کرنا واجب تھا۔ اور جس شخص کی پوری حد لگائی گئی۔ وہ مجرّد تھا۔ اور چوتھا شخص جس کو نصف حد لگائی گئی۔ وہ غلام تھا۔ اور پانچواں شخص دیوانہ تھا۔ اُس کی حد صرف تعزیر ہے۔ اس کے ثابت ہونے کے بعد تمام اہلِ مدینہ امیر المؤمنین کی مدد و ثنا کرنے لگے۔ اور سید المرسلین کے علم کا وارث جانا۔

منقبت ۳۳۔ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین نے جویرہ بن مسہر سے فرمایا۔ جبکہ وہ کھیت پر جانے کا عزم کئے ہوئے تھا۔ کہ رستے میں تجھ کو ایک شیر ملے گا۔ اُس سے نہ ڈرنا۔ اور کہہ دینا۔ اے ابوالحارث! اسد اللہ الغالب نے مجھ کو تیرے شر سے امان بخشی ہے۔ شیر نے پانچ دفعہ ہمہمہ کیا۔ اور سر اگے کوچھا کر چلا گیا۔ جب وہ شخص واپس آیا۔ امیرؓ نے فرمایا۔ کیسی گزری عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! جو کچھ جناب نے فرمایا تھا۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا۔ باقی سرگدشت آپ خود بیان فرمائیں۔ فرمایا۔ شیر نے پانچ دفعہ ہمہمہ کیا۔ اس نے عرض کی۔ ہاں۔ فرمایا۔ اس کی مراد یہ تھی۔ کہ میرا سلام شیر خدا کو پہنچا دینا۔

منقبت ۳۴۔ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ چند شخصوں نے امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر

ہو کر عرض کی۔ ہم چاہتے ہیں کہ باقی عمر جناب کی خدمت میں بسر کریں۔ اور آپ کے دشمنوں سے لڑیں۔ تاکہ شہادت کا درجہ حاصل کریں۔ حضرت نے نور ولایت سے معلوم کر لیا۔ کہ وہ از روئے اخلاص و اعتقاد نہیں کہتے۔ فرمایا جاؤ اور سروں کو منڈا کر آؤ۔ وہ لوگ ارد گرد سے سروں کو منڈا کر دوسرے روز حاضر ہوئے۔ فرمایا۔ تم لوگ جو کچھ کہتے ہو۔ وہ صدق دل اور اعتقاد سے نہیں کہتے۔ کیونکہ جب تم سر کے بالوں کو نہیں دیتے۔ تو سروں کو کیوں کر دو گے۔

منقبت^{۲۹}۔ نیز کتاب مذکور میں حبیش بن جنادہ سے منقول ہے کہ جب لوگ ابو بکر سے بیعت کر رہے تھے۔ تو میں اس وقت امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ اے حبیش! تجھ کو معلوم ہے کہ یہ مرد جس سے آج لوگ بیعت کر رہے ہیں۔ کتنی مدت دنیا میں رہے گا۔ میں نے عرض کی نہیں فرمایا۔ اتنی مدت حکومت کرے گا۔ اور اپنی موت مرے گا۔ پھر عمر اس کا جانشین ہو گا۔ اور اتنی مدت حاکم رہے گا۔ پھر ایک شخص اس کو زخم لگائے گا۔ پھر عثمان اس کا جانشین ہو گا۔ اور اتنے برس کے بعد مسلمان جماع کر کے اس کو قتل کر ڈالیں گے بعد ازاں لوگ نہایت الحاح و زاری سے مجھ کو اپنا امیر بنائیں گے۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں مجھ سے مخالفت اور نفاق اختیار کریں گے۔

راوی کہتا ہے کہ جو کچھ مخبر صادق کے وصی برحق نے خلفائے ثلاثہ کی مدت سلطنت وغیرہ کی بابت خبر دی تھی۔ میں نے دیکھا کہ بعینہ اسی طرح ظہور میں آیا۔ اور سر موافقت نہ ہوا۔

منقبت^{۳۰}۔ نیز کتاب مذکور میں ہے کہ سوید بن علفہ نے امیر المؤمنین کے پاس آکر کہا۔ کہ میرا گذر وادی قری سے ہوا۔ میں نے دیکھا کہ خالد بن عرفطہ نے وفات پائی۔ آپ اس کے لئے استغفار فرمائیں۔ فرمایا وہ نہ مرے گا۔ جب تک لشکر ضلالت اثر کا ہر اول نہ بنے۔ اور حبیب بن حمو اس کا علم وار نہ ہو۔ حبیب مذکور اس وقت وہاں موجود تھا۔ کھڑے ہو کر عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! میں تو آپ کا شیعہ ہوں۔ میں ہرگز ہرگز مخالفتوں کا علم دار نہ بنوں گا۔ فرمایا۔ آج تو ایسا کہہ رہا ہے۔ لیکن ضرورتاً ان کا علم اٹھائے گا۔ اور باب الشعبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تو اس دروازہ سے علم لے کر داخل ہو گا۔

الغرض جب کہ بلا کا واقعہ جانکاہ پیش آیا۔ تو عبید اللہ بن زیاد سردار اور عمر بن سعد سپہ سالار تھے اور علم حبیب کے ہاتھ میں تھا۔ اور بموجب ارشاد امیر المؤمنین باب الشعبان سے داخل ہوا۔

منقبت^{۳۱}۔ نیز کتاب مذکور میں ابراہیم بن محمد اشعری سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین کچھ مال بصر میں بھیجنا

۱۰ باب الشعبان اب باب الفیل کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تبدیلی عہد معاویہ میں بنی امیہ کی عداوت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ چنانچہ آگے چل کر مصنف کتاب نے خود اس کا ذکر کیا ہے۔ مترجم عفی عنہ۔

چاہتے تھے۔ ایک شخص نے آکر عرض کی لے وصی سید المرسلین! جو مال آپ بصرے میں بھیجنا چاہتے ہیں میرے حوالے کیجئے۔ تاکہ وہاں کے حاکم کو پہنچا دوں۔ اور اس شخص نے اپنے دل میں ٹھان رکھا تھا۔ کہ جب مال ہاتھ آجائے گا۔ تو مکہ تہ میں لے جا کر اپنے صرف میں لاؤں گا حضرت نے فرمایا۔ ہاں تیرے حوالے کروں تاکہ تو مکہ تہ میں لے جائے۔ یہ سن کر وہ شخص شرمندہ ہوا۔ اور حضرت کی مجلس سے اٹھ کر چلا گیا۔

منقبت ۱۵ نیز کتاب مذکور میں ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ کہ جب امیر المؤمنین عہد و میثاق لینے کے لئے مقام ذی قار میں فروکش ہوئے۔ فرمایا کہ کل صبح ہزارم دو کوفہ سے ہمارے پاس پہنچیں گے میں متفکر ہوا کہ مبادا کم اور زیادہ نہ ہوں۔ اور لوگ بے اعتقاد ہو جائیں۔ اگلے روز صبح کو جب وہ لوگ آئے۔ تو میں رستے پر جا کر شمار کرنے لگا۔ نو سو ننانوے شخص آئے اور گزر گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا تعجب ہے کہ ایک آدمی کم ہوا۔ اتنے میں ایک شخص صوف کی تبا پہنے اور لڑائی کے آلات تن پر سجائے۔ یہاں باں سے ظاہر ہوا۔ اور خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا امیر المؤمنین و وصی خیر المرسلین اپنا دست حق پرست نکالئے۔ تاکہ آپ کی شرف بیعت کی برکت سے دونوں جہان میں سرفراز اور مت زہوں۔ اور حضور موفو السورور میں اس قوم سے جنگ کر کے درجہ شہادت پر فائز ہوں اور سعادت اپنے ساتھ بہشت میں لے جاؤں۔ امیر المؤمنین نے اپنا دست مبارک اس کو دے کر فرمایا۔ کہ مجھ کو میرے بھائی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی۔ کہ اولیں نام میری امت کے ایک مرد سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ جو خدا کا آزاد کردہ ہے۔ اور قبیلہ ربیعہ اور مضر کے گوسفندوں کے بالوں کے شمار کے موافق میری امت کے آدمی اس کی شفاعت سے بہشت میں جائیں گے اور وہ شہید ہوگا۔ جبکہ اہل بنگاوت سے تمہاری لڑائی ہوگی۔ راوی کہتا ہے۔ کہ جب ہزار آدمی کی تعداد ٹھیک ہوگئی۔ تو میں بہت خوش ہوا۔ اور اویس رضی دقرنی اب جنگ صفین میں بموجب ارشاد امیر المؤمنین شہید ہوئے۔

منقبت ۱۶ نیز کتاب مذکور میں ابن عباسؓ۔ عمار یا سمر جابر انصاری۔ مالک اشتر۔ اور قتادہ اسود کنذی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جب شاہ ولایت پناہ شام کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک روز راستے سے باگ پھیری۔ اور ایک ساعت ہر طرف دیکھتے رہے۔ آخر کار گھوڑا ایک طرف کو ہنکا یا۔ اصحاب نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! کیا وجہ ہے کہ راہ شام سے باگ موڑ لی۔ اور اس جنگل کا رخ کیا۔ فرمایا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ تم کو نظر نہیں آتا۔ اور شاہ غیب تم کو دیکھتا نہیں ہوتا۔ ایک جنگل میں ایک دیر ہے اور اس میں ایک نصرانی دین عیسیٰ پر کار بند ہے۔ زنا رکمر پر باندھے۔ ناقوس بجانے پر تیار ہے۔ میں جاتا ہوں کہ اس کا زنا رتوڑوں۔ اور اس کا ناقوس ٹکڑے ٹکڑے کروں۔ اگر تم بھی میری موافقت کرتے ہو۔ تو آؤ

میرے ساتھ چلو۔ اصحاب امیر المؤمنین کے ہمراہ ہو کر دیر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب لشکر ظفر از دیر کے قریب پہنچا تو اس نصرانی نے دیر سے سر باہر نکال کر شاہ ولایت کو دیکھا کہ لشکریوں میں اس طرح نظر آتے ہیں جیسے چاند ستاروں میں۔ حال دریافت کرنے کی غرض سے پوچھا۔ اے جوان سرخ رو۔ کہاں سے آرہے ہو۔ اور کس طرف کا ارادہ ہے؟ شاہ ولایت پناہ نے فرمایا۔ میں مدینہ سے آتا ہوں۔ جہاد کی غرض سے شام کو جا رہا ہوں۔ شاہ ولایت کی زیارت سے نصرانی کے دل میں ایمان کا نور جلوہ گر ہوا۔ اور اس کو ولایت اسلام کی سرحد میں داخل کر دیا۔ پھر اس نے سوال کیا کہ اے جوان! تو فرشتہ ہے۔ یا انسان؟ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ میں انسانوں اور جنوں کا مقتدا اور فرشتوں کا پیشوا ہوں۔ نصرانی نے کہا۔ میں انجیل پڑھتا رہا ہوں۔ اور اس میں طاب طاب پڑھا ہے۔ اسے آفتاب عالم تاب کیا وہ جناب کا نام ہے؟ فرمایا طاب طاب محمد مصطفیٰ کا نام ہے اور میرا نام شتطیا ہے۔ عرض کی تو ریت میں میت میت آپ کا نام ہے؟ فرمایا میت میت حضرت مصطفیٰ کا نام ہے۔ اور میرا نام ایلیا ہے۔ نصرانی بولا کیا آپ مسیح ہیں۔ کہ آسمان سے اترے ہیں۔ تاکہ اہل عالم کے رنج و عنقا کو دور کریں۔ فرمایا۔ میں عیسیٰ نہیں ہوں۔ لیکن عیسیٰ میرے دوستوں اور محبوبوں میں سے ہے۔ نصرانی نے کہا۔ کیا آپ موسیٰ ہیں۔ کہ ید بیضا اور عصا لے کر آئے ہیں۔ تاکہ خلقت کو معجزات دکھاؤ۔ فرمایا میں موسیٰ نہیں ہوں۔ لیکن وہ بھی میرے دوستوں اور بھائیوں میں سے ہے۔ بولا۔ اپنے معبود کا واسطہ اپنا نام اور نسب ظاہر کیجئے۔ فرمایا۔ ہر قوم اور ہر گروہ میں میرا نام جدا جدا ہے۔ چنانچہ عرب میں مجھ کو ہلّ ائی کہتے ہیں اور مجھ کو اس نام سے تلاش کرتے ہیں۔ اور طائف والے مجھ کو تمجد کہتے ہیں اور اہل مکہ مجھ کو باب البلد جانتے ہیں اہل آسمان میرا نام احد لکھتے ہیں۔ نرک مجھ کو بلیا کہتے ہیں۔ اور زنگی جیلان۔ اور ہندو کشن کشن کہتے ہیں۔ اور فرنگی حامی عیسیٰ۔ اور اہل خطایا بولیا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور عراق میں امیر النخل کے نام سے مشہور ہوں اور خراسان میں جبد کے نام سے نامزد ہوں۔ اور آسمان اول میں میرا نام عبد الحمید ہے۔ اور دوسرے آسمان میں عبد الصمد اور تیسرے میں عبد الحمید اور چوتھے آسمان میں میرا نام ذوالعلیٰ ہے۔ اور پانچویں آسمان میں میرا نام علی اعلیٰ ہے۔ حضرت رب العزت نے مجھ کو امارت کی سند پر بٹھایا ہے اور امیر المؤمنین نام رکھا ہے۔ اور خواجہ دوسرا محمد مصطفیٰ نے مجھ کو ابوتراب فرمایا ہے۔ اور میرے باپ نے میری کنیت ابو الحسن رکھی ہے اور میری ماں نے ابو العشر کنیت مقرر کی ہے۔

نصرانی ان حکایات کو سن کر ناقوس بجانے کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس بے زبان میں سے آواز نکالی۔ شاہ ولایت پناہ نے فرمایا۔ تجھے کچھ معلوم ہے کہ تیرا ناقوس کون سی سُر بجا رہا تھا اور کون سا نغمہ نکال رہا ہے۔ اور کیا کہتا ہے۔ اور راگ کس کو تلاش کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ یہ کانسے سے بنا ہے۔ اور میں خاک کا پتلا ہوں۔ خاک

کاسی کی زبان کو کیا جانے اور اندھا خط کیوں کر پڑھے۔ شاہ ولایت پٹانے فرمایا سلیمان پرندوں اور چوٹیوں کی زبان جانتے تھے۔ اور اُن کی تشریح کر سکتے تھے۔ میں مصطفیٰ معلیٰ کا وہی ہوں۔ اگر میں بیان کروں۔ کہ تیرا ناقوس کیا کیا کہتا ہے۔ تو کچھ بعید نہیں ہے پھر فرمایا۔ کہ ناقوس سُبُوْمٌ قَدَّوْمٌ سُبْحَانَ رَوْفَاتٍ اَنْتَ حَقٌّ اَنْتَ حَقٌّ کہتا ہے۔ بعد ازاں ناقوس کی آواز سے ایک تسبیح تعلیم کی۔ اور اس بے نوا کو نوا کی طرف متوجہ کیا نصرانی نے جب یہ بات شاہ ولایت سے سنی اور ایسی برہان مشاہدہ کی۔ اپنے آپ کو دیر کی لمبڈی سے نیچے کھڑے گرا دیا۔ اور کبوتر کی طرح پلٹیاں کھانے لگا۔ حضرت رب العزت نے فرشتہ کو حکم دیا کہ اس کی خبر لے۔ اور اس کو ہوا میں پکڑ کر زمین پر پہنچا لے۔ جب وہ زمین پر پہنچا۔ تو جگر سے ایک نعرہ مارا جو آسمان پر پہنچا۔ ذیل کی بیت کا مضمون زبان پر جاری کیا۔ بیت

بسکدیریا ولبت جام محبت خورده ام
گوش گرو و نست کر از نعره مستان ام

اور چاروں نصرانی جو اس دیر میں تھے جب انہوں نے اس کا نعرہ سنا۔ اُس کی طرف دوڑے اور اس سے حال پوچھا۔ اُس نے کہا۔ ہمیں نے انجیل میں پڑھا ہے۔ کہ ایک خوبصورت اس دیر میں آئے گا۔ وہ مدح و ثنا کا سزاوار ہوگا۔ جو کوئی اس پر ایمان لائے گا۔ وہ نجات پائے گا۔ اور جو کوئی اس کی اطاعت نہ کرے گا۔ وہ دوزخ میں جائے گا۔ نصائے نے جب یہ بات راہبوں سے سنی امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مسلمان ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اَدْنٰی اِلٰہِ سَلَام۔

منسبیت۔ نیز کتاب مذکور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب امیر المؤمنین جنگ جمل کو تشریف لے جا رہے تھے تو عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! ہمارا لشکر کم ہے۔ اور مخالفوں کا بہت۔ اگر آپ اس قدر توقف فرمائیں کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ تو بہت مناسب ہے۔ فرمایا کل کو اس رستے سے ہمارے لشکر کے تین جھتے نو دار ہوں گے۔ ہر جھتے میں پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ سپاہی ہوں گے۔ جب دو سردار ہوں۔ تو میں سوار ہو کر کوفہ کی طرف چلا۔ کہ ناگاہ ایک غبار نو دار ہوا۔ اور اس میں سے ایک لشکر عظیم ظاہر ہوا۔ ان میں سے ایک شخص نے نکل کر مجھ سے پوچھا۔ تو کون ہے؟ میں نے جواب دیا۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ اس لشکر کا علمدار کون ہے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ فلاں۔ میں نے کہا کہ تمہارے لشکر کی تعداد کتنی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ۔ اس کے بعد میں نے کچھ رستہ اور طے کیا۔ اتنے میں ایک غبار نظر آیا۔ اور اس میں سے اسی قدر لشکر ظاہر ہوا۔ اور اُن سے وہی سوال و جواب ہوئے۔ جو اوپر گزرے۔

العرض میں نے تینوں جھتوں سے ملاقات کی۔ اور تینوں کی تعداد کو دریافت کیا۔ اور جیسا کہ منبر صادق کے وصی برحق نے خبر دی تھی۔ بالکل اُس کے مطابق پایا۔ اس کے بعد امیر المؤمنین کی خدمت میں واپس آیا۔ فرمایا کہاں سے آتے ہو۔ میں نے عرض کی کہ جب کل امیر المؤمنین سے تین جھتوں کا ذکر سنا۔ تو مجھے خیال ہوا کہ کہیں اُن کی

تعداد میں کمی نہ ہو۔ اس لئے جا کر تینوں جھٹوں کو دیکھا۔ ویسا ہی پایا۔ جیسا کہ عالمِ علم سلوٹی نے ارشاد فرمایا تھا۔ بعد ازاں امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ اے ابنِ عم! کل ہم میں اور اس باغی قوم میں لڑائی ہوگی۔ اور ہم خدا کی برکت سے ان پر فتحیاب ہوں گے۔ اور ان کے مالوں کو تقسیم کریں گے۔ اور ہر ایک شخص کو پانسو درہم ملیں گے۔ جب دوسرا دن ہوا۔ فرمایا۔ تم لڑائی میں پہل نہ کرو۔ ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ پس اس قوم نے آکر ہم پر نیزوں کے وار کئے۔ جب ہم نے چاہا۔ کہ لڑائی شروع کریں۔ تو فرمایا۔ کہ ابھی فرشتوں کا لشکر نازل نہیں ہوا۔ کس لئے جلدی کرتے ہو۔ جب زوال کا وقت قریب آیا تو آنحضرتؐ کی زرہ زیب تن فرما کر جنگ کی طرف متوجہ ہوئے۔ لشکرِ مخالف نے شکست کھائی اور بہت سا مال ہمارے لشکر کے ہاتھ آیا۔ تقسیم کرنے کے بعد دریافت فرمایا۔ کہ ہر ایک شخص کو کتنا کتنا حصہ ملا۔ اہل لشکر نے عرض کی۔ کہ ہر ایک کو پانچ سو درہم۔ اور دو ہزار باقی ہیں۔ فرمایا۔ وہ میرا اور حسن حسینؑ اور محمد حنفیہؑ کا حصہ ہے۔ پس جیسا کہ آنجناب نے ارشاد فرمایا تھا۔ ہر ایک کو پانچ سو درہم حصے میں آئے۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسا عدل ہے۔ جناب نے یہ نہ فرمایا کہ دو ہزار باقی ماندہ میرا حصہ ہے۔ بلکہ چاروں کے نام لئے تاکہ آپ بھی سب لڑکیوں کے برابر رہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ابو بکر رضی اللہ عنہ سے خطاب کر کے فرمایا۔ کَفَى وَكُفَّ عَنِّي فِي الْعَدْلِ سَوَاءٌ (میرا ہاتھ اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں) منہبت ۵۵ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ طلحہ اور زبیر نے جنگِ جمل کے روز کہا۔ ہم ایسا شخص چاہتے ہیں جس کو علیؑ سب سے زیادہ دشمن رکھتے ہوں۔ تاکہ یہ خط اس جناب کو پہنچائے۔ ایک شخص نے آکر کہا۔ مجھ سے بڑھ کر علیؑ کا دشمن کوئی نہ ہوگا۔ انہوں نے پوچھا۔ تو کس درجہ پر علیؑ کی عداوت رکھتا ہے۔ اس نے کہا۔ یہ تمنا رکھتا ہوں۔ کہ وہ (علیؑ) اپنے اصحاب سمیت میرے اندر ہو۔ اور کوئی شخص مجھے ایسی تلوار لگائے۔ کہ میں دو ٹکڑے ہو جاؤں۔ اور وہ تلوار میرے خون میں تر نہ ہو۔ پس خط اس کے حوالے کر کے کہا۔ تو اس کو پہنچا تا ہے؟ اگر نہیں پہنچا تا۔ تو ہم نشان دیتے ہیں۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ رسولؐ کی چتر پر سوار ہے۔ اور تیند کائنات کا عمامہ سر پر رکھے ہے۔ اور صاحبِ نقاب تو سین کی کان ہاتھ میں لئے ہے۔ اور اصحابِ منقلب رسالت تا ب اس کے پیچھے قطار باندھے ہیں کہ ہر ایک شیر دلیر کی مثل و نظیر ہے۔ تجھ کو لازم ہے کہ ان کا لحاظ رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ تجھ کو بارہ بارہ کڑوا لیں۔ الغرض اس شخص نے آکر خط امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دیا۔ امیر نے خط پڑھا۔ اور خط کا مضمون مفصل طور پر اس سے بیان کیا۔ اور جو کچھ طلحہ اور زبیر نے زبانی کہا تھا۔ اس کے بیان کرنے سے پہلے ہی اس طرح لفظاً لفظاً بیان فرمایا۔ گویا وہاں موجود تھے۔ اور جو کچھ اس نامہ بردار نے اُن سے کہا تھا۔ وہ بھی ظاہر کر دیا۔ اور اس کو قسم دی کہ کبانی الواقع ایسا ہی تھا؟ اس نے کہا۔ یا امیر المومنینؑ واقعاً ایسا ہی تھا۔ اور اس وقت تک مجھ سے بڑھ کر جناب کا کوئی دشمن نہ تھا۔ اب میرے اعتقاد میں مجھ سے بڑھ کر آپ کا کوئی دوست نہیں ہے۔

اور جو کوئی جناب کی رائے عالم آرائے کے مخالف ہے میں اس سے بیزار ہوں۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ کہ لے شخص! تو جا کر ان سے کہہ کہ تم نے اپنی اور اپنے لشکریوں کی عورتوں کو تو پر مے میں بٹھایا ہے۔ اور آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کو فوج کے درمیان لائے ہو۔ اور لوگ دیکھتے ہیں۔ کہ اس محاذ میں رسول خدا کی زوجہ ہے۔ اور عائشہ سے کہہ۔ کہ تو نے خدا کا قول اور رسول خدا کی بات کو قبول نہ کیا۔ اور گھر سے نکل آئی۔ اور نامحرموں کے درمیان آکر بچھ رہی ہے۔ اور جن لوگوں نے تجھے اس بات پر آمادہ کیا ہے۔ کل قیامت کے دن کس طرح رسول خدا کو منہ دکھائیں گے۔ اور ان کو شرمساری کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ پس اس مرد فرزانہ نے مردانہ وار واپس جا کر جو کچھ امیر المومنین نے فرمایا۔ ان کو جاسنایا۔ اور پھر لشکر نظر اثر امیر المومنین میں واپس آگیا۔ اور بلایر حاضر خدمت رہا۔ یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔

منقبت ۱۵۰ نیز کتاب مذکور میں ابو الفضل کرمانی سے منقول ہے۔ کہ اس نے روز جمعہ برسر منبر اسناد و طویل کے ساتھ روایت کی۔ کہ عمر بن الخطابؓ کے عہد حکومت میں ایک عابدہ عورت تھی۔ جب وہ حاطہ ہوئی۔ تو ایک روز اس کا دل کباب کو چاہا۔ اپنے شوہر سے کہا۔ میرے لئے کباب لا۔ اس کا شوہر ایک مرد درویش اور نیکو کار تھا۔ کہنے لگا اگر کوئی چیز میری بساط میں ہو۔ تو میں تم سے کبھی دریغ نہ کروں۔ اس وقت ایک گائے ان کے گھر میں گھس آئی۔ عورت نے کہا۔ اس کو ذبح کر کے تھوڑے سے کباب تیار کر۔ مرد نے کہا۔ لوگوں کی گائے تم پر کس دلیل سے حلال ہوئی؟ ذرا صبر کر۔ کہ رزقوں کا تقسیم کرنے والا کوئی ایسا سبب پیدا کرے کہ تیرا مطلب پورا ہو جائے۔ اور گائے کو گھر سے نکال دیا۔ دوسری دفعہ پھر وہ گائے اندر گئی۔ اور مرد اور عورت میں وہی گفتگو ہوئی۔ اور گائے کو باہر نکال کر دروازے پر قفل لگا دیا۔ تیسری دفعہ وہ گائے اپنے سینگوں سے دروازہ توڑ کر اندر چلی آئی۔ ہر کام کے لئے ایک دلیل و برہان ہوا کرتی ہے یقین جان لے۔ کہ اس گائے میں ہمارا کچھ حق ضرور ہے۔ جو تین دفعہ پھر پھر کہہ سائے گھر میں آئی ہے۔

القصة جب عورت نے مرد کو گائے کے ذبح کرنے پر جرأت دلائی۔ تو اس نے اس کو ذبح کیا۔ اور بہت جلد کچھ گوشت کے کباب تیار کئے۔ جب کباب کی بو ہمسایہ کے دماغ میں پہنچی جو کہ ان کا دشمن تھا۔ تو اس نے کوٹھے پر چڑھ کر حقیقت معلوم کی۔ اور جان لیا کہ وہ کس کی گائے ہے۔ پھر جا کر اس کے مالک کو اطلاع دی۔ کہ فلاں شخص نے تیری گائے ذبح کر لی ہے۔ اور ابھی چڑھاؤ آتا رہا ہے۔ جب گائے والے نے اس کو دیکھا تو اس کے بیان کو درست پایا۔ اہل محلہ کو جمع کر کے اس مرد درویش کو عمر بن الخطاب کے پاس لے گیا۔ عمر نے پوچھا۔ تو نے اس شخص کی گائے کو کیوں ذبح کیا۔ درویش نے وہی دلیل جو اس کی عورت نے حلیت کے بارے میں اس سے بیان کی تھی۔ بیان کی۔ عمر بن الخطاب نے فرمایا۔ اے شخص! کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے؟ لوگوں کی گائے کو اس

دلیل سے ذبح نہیں کر سکتے۔ پھر حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں۔ اس غریب کو نہایت شور و غل مچاتے بازار سے لئے جا رہے تھے۔ کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ اور حقیقت حال سے مطلع ہو کر فرمایا صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَدَانِے سچ فرمایا ہے۔ پھر حکم دیا۔ کہ اس شخص کو پھر دارالشرع میں لے چلو کہیں بھی آتا ہوں۔ اس وقت دارالشرع میں آکر فرمایا۔ اے اباحض! کیا میں آج اس مرد کے بارے میں وہ حکم کروں۔ جو رسولؐ نے مجھ سے فرمایا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یا اباحض! حکم آپ کا ہی حکم ہے۔ فرمایا۔ گائے کے مالک کو قتل کر ڈالیں۔ اور اس کا سر گائے کے سر کے برابر رکھ کر عدل خداوندی کا تماشا دکھیں۔ جب آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اے ابواحسن۔ آپ نے اس گائے والے کو کس لئے قتل کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے ابوحض! مجھ سے جناب رسولؐ خدانے فرمایا تھا۔ کہ میری وفات کے بعد ایک روز ایسا واقعہ پیش آئے گا۔ تم کو چاہیے کہ گائے والے کا سر کاٹ کر گائے کے سر کے ساتھ ایک جگہ رکھنا۔ کہ واقعہ ضری طرح اسرار الہی میں سے ایک سر ظاہر ہو گا۔ پس جناب امیر نے دونوں سرول کو ایک جگہ رکھ کر اس لئے حتمی میں سے ایک اسم اس طرح بڑھا۔ کہ کوئی نہ سمجھا ناگاہ اس مرد کا سر بلند آواز سے پکارا! اے مسلمانو! جانو اور گواہ رہو۔ کہ میں نے اس شخص کے باپ کو ناحق قتل کیا تھا۔ اور گائے کو غضب کر کے لے گیا تھا۔ حق تعالیٰ امیر المؤمنین کو جزائے خیر دے۔ کہ دار دنیا میں مجھ سے فضاں لیا۔ اور عاقبت کے عذاب اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنے سے بچھڑا دیا۔ بعد ازاں گائے کا سر گویا ہوا۔ اور تمام واقعہ مذکورہ کو بیان کیا۔ اس حال کے دیکھنے اور اس گفتگو کے سُننے سے اہل مدینہ سے ایک شور نکلا۔ اور سب یکساں گویا امیر المؤمنین کی مدح و ثناء بیان کرنے لگے۔ اور عمر بن الخطاب نے حضرت کی دونوں جھوٹوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور کہا

لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَّتْ عَمْرٌ (اگر علی نہ ہونے۔ تو عمر ضرور ہلاک ہو جاتا)

منقبت ۵۵۔ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ عمر بن الخطاب کے زمانے میں چند عورتیں ایک لڑکی کو لائیں۔ اور بیان کیا کہ اس لڑکی کا زالہ بکارت زنا سے ہوا ہے۔ خلیفہ اس عورت کی جو مدعیہ تھی۔ اور عورتوں سمیت امیر المؤمنین کے پاس لائے۔ حضرت نے ہر ایک عورت کو جدا جدا کر کے بٹھایا۔ اور اس مدعیہ کو ایک اور مکان میں۔ بعد ازاں ایک عورت کو بلا کر اتر لوار کھینچ کر فرمایا۔ اگر تو جھوٹ کہے گی۔ تو تیرا سترن سے اڑا دوں گا۔ اس عورت نے کہا۔ یا امیر المؤمنین! الامان الامان۔ اصل قصہ یہ ہے۔ کہ اس یتیم لڑکی کو اس مدعیہ کا شوہر اس کے سپرد کر کے سفر گیا ہے۔ اور اس نے اس خیال سے کہ جب اس کا شوہر سفر سے واپس آئے گا۔ تو اس لڑکی سے نکاح کر لے گا۔ ہمسایہ کی عورتوں کو بلایا۔ اور انہیں شراب پلائی اور اس لڑکی کو بھی جبراً شراب دی۔ اور ہمسایہ کی عورتوں سے مل کر انگلی کے ساتھ اس کی بکارت کو زائل کیا۔ جب یہ مقدمہ

تحقیق اور ثابت ہو گیا تو ارشاد فرمایا کہ دین محمدی میں آج تک میرے سوا کسی شخص نے گواہوں میں تفریق نہیں کی۔ جیسا کہ دانیال علیہ السلام نے اپنے بچپن میں کی تھی۔ حاضرین نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین ہم نے دانیال کی حکایت نہیں سنی۔ فرمایا۔ دانیال یتیم تھا۔ اور ایک بڑھیا عورت اس کی پرورش کرتی تھی۔ اور بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ تھا۔ اس کے دو قاضی تھے۔ ان کا ایک زاہد و درست تھا۔ جس کی عورت نہایت جمیل و شکیل اور پاکیزہ خصال عبادت گزار تھی۔ وہ زاہد کبھی کبھی بادشاہ سے ملنے اور باتیں کرنے جایا کرتا تھا۔ ایک روز بادشاہ نے زاہد کو ایک ضروری کام کے لئے کہیں باہر بھیج دیا۔ چونکہ زاہد ان قاضیوں سے آشنائی رکھتا تھا۔ جلتے ہوئے کہا۔ کہ ذرا گھر سے خبردار رہنا۔ دونوں نے بسر و چشم قبول کیا۔ دونوں ہر روز زاہد کے گھر پر آتے۔ اور دروازے پر آکر بال بچوں کی خیر و عافیت پوچھ کر چلے جاتے۔ ایک روز اتفاقاً دونوں کی نظر زاہد کی زوجہ پر جا پڑی اور اس پر عاشق ہو گئے۔ اور اس سے کہا۔ کہ تم ہم سے ہمبستری کر عورت چونکہ نہایت عبادت گزار اور خدا سے مستحقہ تھی۔ اس امر بیخ قبول ذکر سکی۔ بولے ہم تجھے زنا کی تہمت لگائیں گے اور سنگسار کرنے کا حکم دیں گے۔ وہ پارسا بولی۔ سنگسار نہ قبول۔ مگر زنا قبول نہیں۔ دونوں قاضیوں نے بادشاہ کے پاس جا کر کہا۔ کہ زاہد اپنی عورت کو ہمارے حوالے کر گیا تھا۔ وہ زنا کار ہے۔ ہم نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا۔ کہ اس نے زنا کیا۔ بادشاہ نے اس بات سے نہایت رنجیدہ خاطر ہو کر کہا۔ مجھ کو تمہارے قول پر پورا اعتماد ہے۔ لیکن تین روز کی ہملت دو۔ اس کے بعد تم اسے سنگسار کرنا۔ جب تیسرا دن ہوا۔ تو وزیر نے بادشاہ کے پاس آکر عرض کی کہ لوگوں میں اس امر کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اور کوئی شخص بھی یقین نہیں کرتا کیونکہ یہ عورت اپنے شوہر سے بھی بڑھ کر عابدہ اور زاہدہ ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اے وزیر! کیا کوئی تدبیر ہو سکتی ہے۔ جس سے اس عورت کے سنگسار کرنے میں تاخیر ہو جائے۔ وزیر باہر آیا تاکہ اس باب میں کچھ غور کرے۔ جب وہ کوچہ سے گزر رہا تھا۔ اس وقت ایک لڑکا دانیال نام لڑکوں میں کھیل رہا تھا۔ بولا۔ اے لڑکو! آنکھیلیں میں تمہارا بادشاہ بنوں۔ اور فلاں لڑکا زاہد کی بیوی۔ اور فلاں فلاں لڑکے قاضی جنہوں نے زاہد کی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی ہے۔ اور بادشاہ کے پاس جا کر گواہی دی ہے۔ بچوں نے کہا اچھا ایسا ہی کرو پس دانیال نے مٹی کا ایک ڈھیر جمع کیا۔ اور سرکنڈے کی ایک تلوار بنا کر اپنے آگے رکھی۔ اور کہا اس ایک گواہ کو جو قاضی ہے۔ فلاں جگہ لے جاؤ۔ اور دوسرے گواہ کو جو دوسرا قاضی ہے۔ فلاں جگہ لے جاؤ۔ پھر اس ایک کو بلوا کر پوچھا۔ کہ اس عابدہ عورت نے کس شخص سے زنا کیا ہے۔ اور کونسی جگہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ فلاں شخص سے اور فلاں مقام میں۔ پھر اس کو اپنی جگہ پر بھیج دیا۔ پھر کہا۔ کہ دوسرے قاضی کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا۔ تو اس نے کہا۔ اس نے تو گواہی دے دی ہے۔ کہ کسی شخص نے اس عابدہ سے زنا کیا ہے اور کس جگہ کیا ہے۔ تو بھی گواہی دے۔ اس نے کہا۔ کہ فلاں شخص سے اور فلاں مقام میں چونکہ دونوں گواہوں نے فاعل اور متمازن کے بارے

میں مختلف گواہی دی۔ اور ان کے بیانات میں اختلاف تھا۔ پھر بیان کیا۔ کہ قاضیوں نے اس عابدہ عورت پر اپنے مطلب کے لئے کہ وہ ان کی درخواست کو قبول نہ کرتی تھی۔ تہمت لگائی ہے۔ اسے سچو امانادی کرو۔ کہ قاضیوں نے جھوٹی گواہی دی ہے۔ اور عابدہ عورت کو زنا کی تہمت لگائی ہے۔ دونوں کو قتل کیا جائے گا۔ سب فلاں مقام پر حاضر ہوں۔ جب وزیر نے دانیال علیہ السلام سے یہ داستان سنی۔ تو بادشاہ کے پاس آکر تمثیل کے طور پر بیان کی۔ پس بادشاہ نے قاضیوں کو طلب کیا۔ اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے شہادت لی۔ اور دونوں سے فاعل یرکان اور وقت زنا کی بابت سوال کیا۔ دونوں کے بیانات اس باب میں بالکل مختلف پائے گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ منادی کی جائے کہ لوگ فلاں مقام پر جمع ہوں۔ تاکہ بے دیانت قاضیوں کو جنہوں نے زائد کی عابدہ عورت کو جھوٹ موٹ زنا کی تہمت لگائی ہے قتل کیا جائے۔ لوگ اس روز مقررہ مقام پر جمع ہو گئے۔ اور قاضیوں کو قتل کیا گیا۔ حاضرین مجلس نے جب یہ بات امیر المؤمنین کی زبانی سنی۔ سب کے سب آپ کی مدح و ثنا کرنے لگے۔ اور جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا يَا وَصِيَّ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ کے نعرے بلند کئے۔

منقبت ۵۵۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ اصحاب کبار میں سے ایک بزرگ نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! چند باتیں میرے دل میں تھیں۔ کہ رسول مقبولؐ سے دریافت کروں گا۔ لیکن نہ کر سکا۔ آپ ان کا جواب ارشاد فرمائیں۔ فرمایا۔ پوچھو۔ اس نے عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین! ایک وقت آدمی ایک چیز خواب میں دیکھتا ہے اور جب بیدار ہوتا ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہاتھ میں تھی۔ اور بعض وقت خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ ذرا بھی صحیح نہیں ہوتا۔ نیز کبھی ایک شخص کو خواب میں دیکھتا ہے۔ کہ اس کو دوست رکھتا ہے۔ اور ایک کو دشمن رکھتا ہے۔ حالانکہ ان کے درمیان کسی قسم کی جان پہچان نہ تھی۔ اور بعض وقت ایک چیز مدتوں آنکھ سے دیکھتا اور کان سے سنتا ہے۔ اور عرصہ کے بعد ضرورت کے وقت بھول جاتا ہے۔ اور بلا ضرورت یاد آ جاتی ہے اس کا بھید کیا ہے؟ فرمایا۔ جو کچھ آدمی خواب میں دیکھتا ہے۔ اس کا راز بموجب آیۃ ذیل اَللّٰهُ يَتَوَقَّى الْاَلْفُ نَفْسٍ جَائِعٍ مَوْتَهَا۔ وَالَّتِي كُفِّرَتْ فِي مَنَامِهَا فِيمَسْكُ الْتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يَزِي سُلُّ الْوَحْدَىٰ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ ^{۱۰} کہ اللہ وفات دیتا ہے نفسوں کو ان کی موت کے وقت۔ اور نفس نہیں مرتے۔ ان کو ان کے سونے وقت۔ پس جن نفسوں کے لئے موت کا حکم جاری ہو چکا ہے۔ ان کو بند کر لیتا ہے اور باقیوں کو مدت مقررہ تک چھوڑ دیتا ہے (کہ جو شخص سوتا ہے۔ اس پر موت کا شکر ضرور ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ اُس نے اس وقت خواب میں دیکھا۔ جبکہ روح بدن سے مفارقت کرتی ہے۔ وہ عالم ملکوت سے ہوتا ہے۔ وہ رحمانی خواب ہے۔ البتہ سچ اور درست ہوتا ہے۔ اور جو کچھ اس وقت دیکھتا ہے۔ جبکہ روح بدن سے متعلق ہے۔

وہ شیطانی خواب ہے۔ اور یہ جو ایک شخص کو دکھتا ہے۔ اور اس کو درست رکھتا ہے۔ اور دوسرے کو دکھتا ہے اور دشمن رکھتا ہے۔ حالانکہ ان میں باہم کسی کی جان پہچان اور معرفت نہیں ہوتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے رُوحوں کو بدنوں سے دو ہزار سال الوہیت (سال الوہیتی جس کا پچاس روز ہزار سال کا ہوتا ہے) پہلے پیدا کیا۔ اور ان کا قراگاہ ہوا میں تھا۔ کہ ایک دوسرے سے ملاقات کر کے گھوڑوں کی طرح ایک دوسرے کو سونگھتے تھے جنہوں نے کہ اس روز ایک دوسرے کو شناخت کر لیا۔ اُن کو اُن سے اُلفت ہوتی ہے۔ اور جنہوں نے اس روز ایک دوسرے کو شناخت نہیں کیا۔ ان کے درمیان بُغض اور عداوت ہوگی۔ اور یہ چیز کہ ساہا سال دیکھی اور سُنی ہوتی ہے۔ اور ضرورت کے وقت بھول جاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر ایک دل کے گرد چاندنی طرح ہالہ ہوتا ہے۔ جب وہ ہالہ دل کے گرد آجاتا ہے اور اس کو گھیر لیتا ہے۔ تو جو چیزیں اس نے دیکھی اور سُنی ہوتی ہیں ان کو بھول جاتا ہے۔ حضرت کا یہ بیان سُن کر وہ شخص بولا۔ اے وحیِ خیر المرسلین! آپ نے سچ فرمایا۔

مصنفت^{۵۹} نیز کتاب مذکور اور تنبیہ الغافلین مصنفہ ابو اللیث سمرقندی میں ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے۔ کہ ایک روز حضرت عمرؓ بن الخطاب کی ابتداء خلافت میں ہم اور عمرؓ امیر المؤمنین علیؓ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے جب ہم حجر الاسود کے پاس پہنچے۔ تو عمرؓ نے کہا میں جانتا ہوں کہ تو ایک سیاہ پتھر ہے کوئی نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ کہ رسول خداؐ نے تجھ کو بوسہ دیا ہے۔ تو میں ہرگز تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اے ابوصفص! چپ رہ۔ کیونکہ وہ نفع اور نقصان پہنچاتا ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ اے ابوالحسن! تم یہ بات کہاں سے کہہ رہے ہو۔ فرمایا۔ قرآن مجید سے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ **وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِدْرِمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا إِنَّ لِقَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۗ** (اور یاد کر اس وقت کو جبکہ تیرے پروردگار نے بنی آدم کی ذریعات کو اُن کی پشتوں سے لیا۔ اور اُن کو اپنے نفسوں پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ انہوں نے جواب دیا۔ بیشک تو ہمارا پروردگار ہے۔ ہم نے گواہ بنایا ہے۔ کہ قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو۔ کہ اس بات سے غافل اور بے خبر تھے۔) (اعراف ۲۶)

یعنی خدا نے ذریتِ آدم کو پیدا کیا۔ اور ان کو معلوم کر دیا کہ وہ ان کا پروردگار ہے۔ اور یہ اس کے بندے۔ پس ان کے لئے ایک تحریر لکھی۔ اور اس پتھر کے بیچ میں رکھ دی۔ اور فرمایا۔ اے حجر اسود۔ تو گواہ رہنا جو شخص تیرے پاس آئے۔ اور تجھ کو بوسہ دے۔ قیامت کے دن اس کے واسطے گواہی دینا۔ پس یہ پتھر نفع اور نقصان دیتا ہے۔ یہ سُن کر عمرؓ نے کہا۔ نَتَّعَوْذُ بِاللَّهِ مِنْ مُعْضَلَةٍ لَيْسَ لَهَا أَبُو حَسَنِ یعنی میں اس مشکل قضیے سے خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کے حل کرنے کے لئے ابوالحسن موجود نہ ہو۔ ملا حسن کا سنی نے فرمایا ہے۔ نظم

اے بندہ مرفوع توازنہ فلک ارفع
 ماہ عرب شاہ عجم مفتح عالم!
 شاہنشاہ دین شیعہ خدا ہمسر زہرا
 ہم اعظم وہم اعلم وہم افضل وکل
 ہست او سپر شرع و ولی عہد پیغمبر
 از بعد نبی غیر علی کیست کہ اورا
 فرماندہ اقلیم سلونی کہ بمعنی
 مے برودہ زروئے تو ضیا شمع مشعشع
 سلطان سرا پردہ ایوان ملع
 نفس نبی اللہ سر و سرور مجمع
 ہم مہتر وہم بہتر وہم اورع و صبح
 روشن کن این دائرہ سطح مرتب
 گویند بحق میرا مہ شاہ مشفق
 گنجینہ آدم شد و مجموعہ یوش

منقبت ۱۱۱ - تاریخ اعمم کوفی میں لکھا ہے کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مملکت شام کی تسخیر کی غرض سے لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا۔ تو اکابر مہاجر و انصار کو طلب کر کے ان سے رائے لی۔ ہر ایک نے ایک ایک رائے اور صلاح دی۔ بعض نے کہا کہ لشکر بھیجنا چاہیے۔ بعض نے صلاح دی کہ خود جانا چاہیے۔ آخر کار امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے دولت سرا پر حاضر ہو کر عرض کی۔ اے ابوالحسن! آپ کی کیا رائے ہے؟ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ اگر لشکر بھیجو۔ تو فتح و ظفر کا یقین رکھو۔ اور اگر خود جاؤ۔ تو نصرت خداوندی پر بھروسہ کرو۔ کیونکہ دونوں حالتوں میں تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔ اور فتح و ظفر رونما ہوگی۔ ابو بکر نے کہا بَشْرَاكَ اللَّهُ يَا أَبَا الْحَسَنِ! اے ابوالحسن خدا تجھے بشارت دے۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ یہ کہتے کہاں سے ہیں۔ فرمایا میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ دین اسلام تمام دنیوں پر روز قیامت تک غالب رہے گا۔ ابو بکر نے کہا۔ اے ابوالحسن! جیسا کہ آپ نے اس حدیث سے مجھ کو خوش کیا۔ خدا تعالیٰ آپ کو بہشت کی زیادتی سے خوش کرے۔ اور اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اے مسلمانو! یہ شخص مجھ صادق کا وصی اور ان کے علم کا وارث ہے۔ جو کوئی اس بات کی سچائی میں شک رکھے۔ وہ بیشک منافق اور زندیق ہے۔ الغرض امیر المؤمنین کی فرمائش کے موافق بڑی بڑی فتوحات حاصل ہوئیں۔

منقبت ۱۱۲ - نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ ایک روز مسجد کوفہ میں ایک شخص نے آکر کہا۔ یا امیر المؤمنین! میرا ارادہ ہے۔ کہ بیت المقدس میں جا کر عبادت میں مشغول ہوں۔ فرمایا۔ جو ارادہ کہ تو نے تیار کیا ہے۔ اس کو کھائے۔ اور سواری کو فروخت کر کے اس مسجد میں سکونت اختیار کر۔ کیونکہ یہ مسجد دنیا کی چار متبرک مسجدوں میں سے ہے۔ اور دو رکعت نماز جو یہاں ادا کی جائے۔ دوسری مسجد کی دس رکعت سے افضل ہے۔ اور مجلہ اس کے فضائل کے ایک یہ ہے۔ کہ طوفان کے وقت وہ تنور جس سے پہلے پانی جوش مار نکلا۔ اسی مسجد کے ایک گوشہ میں تھا۔ اور جہاں پر پانچواں ستون ہے۔ ابراہیم نوح۔ اور یس علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے۔ اور موسیٰ

علیہ السلام کا عصا مدت تک یہاں رہا ہے۔ اور یغوث اور یعوق بت یہیں توڑے گئے ہیں۔ اور روز قیامت کئی ہزار مخلوقات یہاں سے معشور ہوگی۔ کہ ان کا حساب اور عقاب نہ ہوگا۔ اور اس مسجد کے صحن میں بہشت کا ایک مرغزار (چراگاہ) ہوگا۔ اور آخری زمانے میں یہاں سے تین چٹھے ظاہر ہوں گے۔ صاف پانی کا چشمہ۔ وودھ کا چشمہ روعن کا چشمہ۔ اور اس کے دائیں طرف ذکر ہے۔ اور اس کے بائیں جانب مکر ہے۔

منقبتؑ۔ نیز کتاب مذکور میں مسطور ہے۔ کہ جب امیر المؤمنین شام کو جاتے ہوئے کربلا کی سرزمین میں پہنچے۔ تو دریائے فرات پر خرشے کے چند درخت دیکھ کر آپ کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا۔ ابن عباس کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ اے عبداللہ! تم جانتے ہو۔ یہ کونسی جگہ ہے۔ وہ بولے۔ میں نہیں جانتا۔ فرمایا۔ اگر تم جانتے تو جس طرح میں روتا ہوں۔ اسی طرح تم بھی روتے۔ اور اس قدر روئے کہ لیش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور ایک آہ سینہ پر درو سے نکال کر فرمایا۔ اے آخ مجھ کو آل ابی سفیان سے کیا واسطہ پڑا ہے۔ اور امام الشعلین امیر المؤمنین حسین رضوان اللہ علیہ کو اپنے پاس بلا کر فرمایا۔ اے جگر گوشہ رسولؐ اور نور دیدہ بتول بلاؤں۔ اور مصیبتوں پر صبر کرنا چاہیے۔ جو مصائب آج تمہارا باپ ابی سفیان سے دیکھ رہا ہے۔ کل تم بھی ان کے ہاتھ سے دیکھو گے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر ایک ساعت زمین کربلا کے گرد چکر لگایا۔ اور اس طرح تلاش اور تجسس کرتے پھرتے تھے۔ جیسے کسی کی کوئی چیز گم ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں گھوڑے سے اتر کر پانی طلب کیا۔ اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور سرتکیہ پر رکھ کر سو گئے۔ اور اسی وقت نہایت بیقراری کی حالت میں جاگ اُٹھے۔ اور ابن عباسؓ کو بلا کر فرمایا۔ اے بھائی! میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ ابن عباس نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! خیر ہو۔ بیان فرمائیے۔ فرمایا میں نے مردان سفید روی ایک جمات دیکھی۔ کہ تلواریں حامل کئے اور سفید علم ہاتھوں میں لئے آسمانوں سے اترے۔ اور اس زمین کے گرد ایک خط کھینچا۔ اور ان درختوں نے اپنی شاخیں زمین پر ماریں اور تازہ خون سے بھری ہوئی ایک ندی جاری تھی۔ اور میرا بیٹا حسین خون کی ندی میں پڑا ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور کوئی شخص اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ اور مدد طلب کر رہا ہے۔ اور کوئی اس کی مدد نہیں کرتا۔ ان مردوں نے کہا اے فرزند ابنِ مصطفیٰ و مرتضیٰ مبرکرو۔ اور جان لو کہ تم بدترین مخلوق کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ اور بہشت عنبر سرشت اور رضوان و خالان جناب تمہارے دیدار فرحت آثار کے مشتاق ہیں۔ اور میرے پاس آکر مجھے تعزیت دے کر کہا۔ اے ابوالحسنؑ تم کو بشارت ہو کہ خدا تعالیٰ قیامت کے روز حسینؑ کے دیدار سے تمہاری آنکھیں منور کریگا۔ اور جب میں نے یہ ہولناک خواب دیکھا جلد جاگ اٹھا۔ اس خدا کی قسم ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں علیؑ کی جان ہے۔ مجھ صادق اور رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اہل بنادت کی جنگ کو جانتے وقت کربلا میں تم ایسا خواب دیکھو گے۔ بعد ازاں امیر نے فرمایا۔ اے ابن عباسؓ! اس زمین کو کربلا

کہتے ہیں۔ کہ میرے حسین اور اس کے شیعوں اور فاطمہ تول بنت رسول کی اولاد میں سے ایک جماعت کو اس خاک میں دفن کریں گے۔ اور اہل آسمان اس زمین کو کرب و بلا کہتے ہیں۔ اور اس سرزمین کی خاک سے قیامت کے دن ایک جماعت کو اٹھائیں گے۔ کہ یہ بے حساب و عقاب بہشت میں جائیں گے۔ اے عبداللہ! آؤ اس زمین کے گرد پھر میں شاید کہ ہرنوں کی آڑمگاہ ہم کو مل جائے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں ہم اس زمین کے گرد پھرے یہاں ہم کہ ہرنوں کے رہنے میں پہنچے۔ امیر المؤمنین ہرنوں کی کچھ مینگنیاں اٹھا کر سونگھتے تھے۔ مینگنیوں کا رنگ زعفرانی تھا۔ اور ان میں سے مشکِ اذفر کی سی بو آ رہی تھی۔ فرمایا۔ اے عبداللہ! تم کو کچھ ان کی کیفیت کی بھی خبر ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں سمیت اس زمین سے گزر رہے تھے جب اس مقام پر پہنچے۔ تو کچھ مینگنیاں اٹھا کر سونگھیں۔ اور ہرن بھی آ کر ان کے گرد کھڑے ہو گئے۔ اور میں بھی ولایت کی طاقت سے یہاں موجود تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے جب ہرنوں کی مینگنیاں دیکھیں۔ بہت بہت روئے۔ اور حواریوں نے بھی ان کے ساتھ گریہ و زاری کی۔ اور عرض کی یا روح اللہ! ان مینگنیوں کو سونگھنے اور رونے کا باعث کیا ہے؟ فرمایا۔ خاتم الانبیاء کے فرزندوں کو اس سرزمین میں شہید کریں گے۔ اور ان کو ناحق قتل کیا جائے گا۔ اور یہ مینگنیاں اس وجہ سے خوشبودار ہیں۔ کہ ہرنوں نے اس سرزمین کی گھاس چری ہے۔ اے بارخدا! وصی مصطفیٰ کو نصیب کر کہ اس زمین میں پہنچ کر میری طرح ان مینگنیوں کو سونگھیں۔ تاکہ تسلی حاصل ہو۔ اے عبداللہ! ان مینگنیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ میں لے کر اپنے ناک کے آگے رکھا ہے۔ اور درازی مدت کی وجہ سے زرد ہو گئی ہیں۔ یہ باتیں کر کے زار زار روئے۔ چنانچہ آپ کی آواز مبارک بلند ہو گئی۔ اور یہ ہوش ہو گئے۔ حاضرین نے جب یہ حال دیکھا۔ تنگدل ہو کر بہت روئے جب امیر المؤمنین ہوش میں آئے۔ تو اٹھ کر چار سلام سے اٹھ کر رکعت نماز پڑھی۔ بعد ازاں امام الثقلین حسینؑ سے فرمایا۔ اے فرزند! صبر میں ثابت قدم رہ۔ کہ بلا ورنج دوستان خدا کا حصہ ہے۔ اور دنیا مصیبت اور رنج کا مقام ہے۔ یہ دنیا کا رنج و غم چشم زدن میں گزر جاتا ہے۔ نظم مؤلف :-

راحت دنیا چوزہ ہر اندر نبات محنتش مانند برقبے نبات

گرچہ اول نوش آخر نیش ہست نیش او بانوش ہم آغوش ہست

پھر روئے مبارک آسمان کی طرف کیا۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی۔ اے خدا میرے فرزندوں کے قاتلوں کی عمروں سے برکتیں اٹھالے۔ اور ان کو بے یار و مددگار اور مغلوب کر۔ اور کچھ مینگنیاں اٹھا کر رومال میں باندھ۔ اپنے کپڑوں میں دکھ لیں اور فرمایا۔ اے عبداللہ! معلوم ہے۔ کہ جب ان مینگنیوں کا رنگ تبدیل ہو کر خون کا رنگ ہو جائے یقین کر لو کہ میرے نوریدہ حسینؑ کی شہادت کا وقت آ پہنچا۔ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں وہ رومال اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور ہر وقت اس کی خبر لیتا رہتا تھا۔ اور امیر المؤمنین نے جب سے

کر بلا میں وہ خواب دیکھا تھا۔ ہمیشہ آپ کا رنج و غم بڑھتا جاتا تھا۔ اور امام حسین کے انجام کار کو سوچتے رہتے تھے نیز زبیر بن ارقم نے روایت کی ہے۔ کہ جب ابن لمجم لعنۃ اللہ علیہ و علی اعدائہ نے امیر المؤمنین پر تلوار لگائی۔ امیر بے خود ہو کر جمال احدیت میں مستغرق ہو گئے۔ ایک ساعت کے بعد جب آنکھ کھولی۔ امام حسین کو اپنے سینہ بے کینہ سے لگا کر رور و کر فرماتے تھے۔ اے میرے دل کے مقصود! اور اے میری جان کی مراد! اور اے پیغمبرِ آخر الزمان کی یادگار! میں دیکھتا ہوں کہ دشمن تم کو قتل کریں گے۔ اور تم سے بے مہری اور بے وفائی سے پیش آئیں گے۔ میں نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! کس کی تاب و طاقت ہے۔ کہ حبیبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند و بلند پر ایسا ظلم کرے۔ فرمایا۔ اے ابن ارقم! بدترین امت اور راندہ غضبِ حضرت رب العزت کے سوا اور کسی سے یہ کام ہو سکتا ہے؟ خدا تعالیٰ اس کو نیکی اور خیر عطا نہ فرمائے۔ اور ایسی حالت میں اس کو موت نصیب کرے۔ کہ شراب پیئے ہو۔ زہیر بیان کرتا ہے۔ کہ امیر المؤمنین سے یہ کلمات سن کر میں اس طرح لرزے میں آیا۔ جس طرح آندھی سے گھاس کا تنکا لرزا کرتا ہے۔ اور بے اختیار رونے لگا۔ فرمایا۔ اے زہیر! رونے سے کیا فائدہ ہے؟ جبکہ حکم ربانی یہی ہے اور قضائے آسمانی اسی طرح جاری ہے۔

منقبت ^{۱۱۱} نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ جب ابو موسیٰ اشعری نے فارس اور کرمان کو فتح کرنے کے بعد عمر بن الخطاب کی خدمت میں خط لکھا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ کہ تمہارا خط پہنچا۔ اور حال معلوم ہوا۔ اور عنایت ربانی سے فتح و نصرت کے حاصل ہونے اور ولایت فارس و کرمان پر قابض ہونے کی کیفیت بخوبی واضح ہوئی۔ اس نعمت و دولت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا۔ اور یہ جو لکھا تھا۔ کہ یہ خط بیابانِ خراسان کی سرحد سے لکھا گیا ہے۔ خبر دار ہرگز وہاں نہ جانا۔ اور جو شہر مفتوح ہو چکے ہیں۔ وہاں ایک نیک خصال پسندیدہ کردار نائب مقرر کر کے خود بصرہ میں آکر قیام کرو۔ اور ملک خراسان کی فتح سے ہاتھ اٹھاؤ۔ کیونکہ ہم کو خراسان سے اور خراسان کو ہم سے کچھ تعلق اور سرور کار نہیں ہے۔ کاش کہ ہمارے اور خراسان کے درمیان لوہے کے پہاڑ اور آگ کے دریا اور سد سکندری کی طرح ہزار دیواریں حائل ہوتیں۔ اسی اثنا میں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ وہاں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے ابوصحن! تم نے ایسا کیوں لکھا ہے۔ بولے اس لئے کہ خراسان ایک ایسی ولایت ہے جو شور و شر سے پُر اور یہاں سے بہت دُور ہے۔ اور وہاں کے باشندے جیلہ ساز اور منافق ہیں۔ فرمایا۔ اگرچہ دُور ہے۔ لیکن ملک خراسان کے خصائص اور آثار بہت ہیں۔ اور جو کچھ میرے دل پر حال ہوا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس ملک میں ایک شہر ہے جس کا نام ہرات ہے۔ اس کو ذوالقرنین نے بنایا ہے اور عزیزِ پیغمبرِ اسلام نے وہاں نماز پڑھی ہے۔ زمین صالح اور نہریں جاری ہیں۔ اور اس کے ہر دروازے پر ایک فرشتہ کھڑا ہے اور تلوار کھینچے بلاؤں کو ہنکا تا ہے۔ اور اس سے پہلے کسی شخص نے اس شہر کو فتح نہیں کیا۔

نیز خراسان میں ایک شہر ہے خوارزم۔ اور وہاں حدود اسلام سے ایک حد ہے۔ جو شخص وہاں مقام کرے۔ اس کو اتنا ثواب ہوگا جیسا کہ کوئی راہ خدا میں جہاد کرے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو وہاں سکونت کرے۔ اور اس سرزمین میں رکوع و سجود کرے۔ نیز خراسان میں ایک شہر بخارا ہے۔ اس میں کچھ مرد ہوں گے جو کثرت ریاضت سے اپنے قالبِ عنصری کو چڑھے کی طرح ملیں گے۔ اور اہل سمرقند کا بھلا ہو کہ وہ زمینِ خدا تعالیٰ کی عبادت اور پرستش کا مقام ہے۔ لیکن آخری زمانہ میں وہ ترکوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے۔ اور اہل شافہ و فرغانہ کے حق میں خدا تعالیٰ کی تقدیرات ہیں۔ خوشحال اس شخص کا جو ان مقامات میں چند رکعت نماز پڑھے۔ اور خراسان میں ایک شہر ہے جس کا نام سنجاب ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو وہاں مرے کیونکہ جو کوئی وہاں مرے گا۔ شہید ہوگا۔ لیکن شتر بلخ ایک وفد تباہ ہو چکا ہے۔ اور دوسری وفد ویران ہوگا۔ تو پھر کبھی آباد نہ ہوگا۔ اور خوشحال اہل طالقان کا۔ کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی خزانے ہیں۔ مگر چاندی سونے کے نہیں۔ بلکہ وہ مرو ہیں جو حق تعالیٰ کو پہچانتے ہیں۔ جو پہچاننے کا حق ہے۔ اور جب میرا فرزند مہدی ظاہر ہوگا۔ تو یہ اس کے اصحاب میں ہوں گے۔ اور اہل ترمذ کا خدا بھلا کرے۔ کہ وہاں ایسے مومن ہوں گے۔ کہ خدا کی رضا و خوشنودی اور محمد مصطفیٰ اور ان کے اہلبیت کی دوستی کے سوا اور کچھ ان کے دل میں نہ گزرے گا۔ لیکن انکی ہلاکت طاعون سے ہوگی۔ لیکن شہر اشتر بہ آخری زمانے میں ایک دشمن غالب ہوگا۔ اور وہاں کے تمام باشندوں کو قتل کرے گا۔ اور سرخیز میں ایک بھاری زلزلہ آئے گا۔ اور وہاں کے اکثر باشندے خوف سے ہلاک ہوں گے۔ اور سخنان میں کچھ لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے نہ گزرے گا۔ یعنی دل میں اثر نہ کرے گا۔ اور دین اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اور آخری زمانے میں ایسا ریت برسے گا کہ اہل شہر ریت کے بیچے دب کر ہلاک ہو جائیں گے۔ لیکن عذاب ہو کو شنگ پر کہ وہاں سے تیس درجاں نکلیں گے۔ ہر ایک درجاں اس درجہ بے باک اور ناپاک ہوگا۔ کہ اگر وہ تمام بندگانِ خدا کو قتل کر ڈالے۔ تو اس کو ذرا بھی پرواہ نہ ہو۔ اور اہل نیشاپور گرج اور بجلی سے ہلاک ہوں گے۔ اور وہ شہر آبادی اور کثرت باشندگان کے بعد ایسا ویران ہوگا۔ کہ کبھی آباد نہ ہوگا۔ اور گرگان (رججان) میں ایسے مرد ہوں گے۔ جن کے دل سخت اور بہت فاسق ہوں گے۔ لیکن بھلا ہو تو مشن کا کہ وہاں نیک لوگ بہت ہوں گے۔ اور وہ سرزمین اصلاح کرنے والوں سے کبھی غالی نہ ہوگی اور وامغان میں جب باشندگان کی کثرت ہو جائے گی۔ تو وہ شہر ویران ہو جائے گا۔ اور اہل سمنان مہدیٰ آخر زمان کے ظہور تک ہمیشہ تنگ روزی اور پریشان حال رہیں گے۔ اور طبرستان میں نیک اور صالح آدمی بہت کم ہوں گے۔ اور فاسق و بدکار بکثرت اور کوہ ہاموں سے اس شہر کے باشندوں کو نفع پہنچے گا۔ اور شہر سے میں فتنہ انداز (فغان) لوگ ہی ہوں گے۔ اور ہمیشہ وہاں سے فتنہ اٹھتا ہے گا۔ اور آخری زمانے میں دلیلیوں کے ہاتھ سے تباہ اور

ویران ہوگا۔ اور اس دروازہ پر جو پہاڑ سے متصل ہے۔ اس قدر خلقت ماری جائے گی جن کا شمار خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور دروازہ مذکور پر میں آدمی بنی ہاشم سے ناز پڑھیں گے جن میں ہر ایک خلافت کا دعویٰ لار ہوگا۔ اور ایک بزرگ شخص کو جو ایک پیغمبر کا ہم نام ہوگا بچا لیں رات اور دن مجبوس کر کے قتل کروا لیں گے۔ اور ولایت صفا بان (اصفہان) کے کاشتکاروں اور اہل لے کو قحط اور وبا کے سبب بہت صدمہ پہنچے گا۔

جب امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے اس قسم کی باتیں فرمائیں۔ اور خراسان کے شہر مد کا حال بیان کیا۔ تو عمر نے کہا۔ لے ابوالحسن! آپ نے مجھ کو خراسان کے قحط کرنے کی ترغیب دلائی۔ فرمایا لے ابوحنص! جو کچھ میں نے مکاشفہ سے دیکھا تھا۔ اس کو تم سے بیان کر دیا۔ اور جو کچھ میں نے بیان کیا۔ اس میں کسی قسم کا شک شبہ نہیں ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے۔ کہ تم خراسان کو چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ خراسان کی فتح بنی امیہ کے لئے ہے۔ آخر میں بنی ہاشم کے لئے۔

منقبت ۷۴۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ جب طلحہ زبیر نے بیعت توڑنے اور امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی مخالفت اختیار کرنے کو اپنی دنیا و آخرت کے لئے بہتر جان کر یہ رائے قرار دی کہ مکہ معظمہ میں چلے جائیں اور جیسا مصلحت ہو۔ عمل میں لائیں۔ پس امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو ہم مکہ معظمہ میں جا کر عمرہ بجالانے کا عزم رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ تم عمرہ کے لئے نہیں جانتے۔ بلکہ تمہارے دل میں جو خیال ہے اس سے میں واقف ہوں۔ اور میں نے ابتداء ہی میں تم سے مکرر کہہ دیا تھا۔ کہ مجھ کو خلافت ظاہری کی باطل خواہش نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے خلفائے ثلاثہ کے لئے تجویز کیا۔ تمہارے لئے بھی کرتا ہوں تم نے قبول نہ کیا۔ اور قسمیں کھائیں کہ نفاق کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اور اپنے قول اور عہد پر ثابت قدم رہیں گے۔ آج دوسرا خیال کر کے مکر اور بیوفائی اختیار کی۔ حق تعالیٰ تمہارے دل کا حال خوب جانتا ہے۔ جہاں چاہو جاؤ۔ کل کو خدا تعالیٰ کو جواب ضرور دینا ہوگا۔ یہ دونوں مرہبکائے مجلس سے اٹھ کر چلے آئے۔ اور مکہ کو روانہ ہوئے۔ اور مکہ میں پہنچ کر امیر المؤمنین عائشہؓ کو اپنے ساتھ متفق کر کے لشکر جمع کیا۔ اور پھر سے کارخ کیا۔ جب ان کا لشکر امیر المؤمنین کے لشکر ظفر اثر کے مقابل ہوا۔ تو حضرت نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اس طرح دعا کی۔ لے خداوند طلحہ نے اپنی طوع و رغبت کے ساتھ مجھ سے بیعت کر کے عہد کو توڑ ڈالا۔ اس کو اس سے زیادہ جہلت نہ دے۔ اور مجھ کو اس کے مکر و کید سے چھڑا دے اور زبیر نے صلہ رحم کے حق کو مد نظر نہ رکھا۔ اور مجھ میں اور اہل اسلام میں لڑائی ڈلوائی۔ حالانکہ وہ اپنے ظلم کرنے کو جانتا ہے۔ اور پشیمان نہیں ہوتا۔ خدایا۔ اس کے شر کو مجھ سے کفایت کر۔ امیر المؤمنین کی دعا قبول ہوئی اور طلحہ اور زبیر دو دن کے اندر ہی قتل ہو گئے۔

منقبت ۷۵۔ نیز کتاب مذکور۔ روضۃ الاحباب اور عبید السیر میں منقول ہے۔ کہ جب طلحہ اور زبیر کے

لشکریوں کی شوشی حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے امیر کے آدمیوں کو زخمی کیا۔ تو فرمایا۔ کوئی شخص ایسا ہو۔ جو اس مصحف کلاس باغی گروہ کے پاس لے جائے اور ان کو قرآن مجید کے اوامر و نواہی کی طرف دعوت کرے بنی مجاشع کے ایک جوان سلم نامی نے آگے آ کر عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! میں اس کام کو انجام دوں گا۔ فرمایا۔ اے جوان! یہ لوگ کتاب خدا کی تعظیم اور عزت نہ کریں گے اور تجھ کو قتل کر ڈالیں گے۔ کیا تو پسند کرتا ہے۔ اس نے عرض کی۔ بیشک مجھے منظور ہے۔ فرمایا۔ اول تیرے دونوں ہاتھ تلوار سے قطع کریں گے۔ پھر تجھے زخم لگا کر مار ڈالیں گے۔ **بیت مؤلف :-**

بارسہ نہ زتن و پایا بہ رہ عشق ہماں

کہ دریں راہ کسے باہر و سامان نہ رود

جوان نے عرض کی۔ کہ جب خدا کی رضا و خوشنودی مجھ کو حاصل ہوگی تو جو بلا مجھ پر آئی ہو اٹھے۔ ذرا بھی پرواہ نہیں۔ **بیت مؤلف :-**

عاشق آنست کہ در راہ تمنائے وصال

گر رود سر ز سرش خواہش جانان نہ رود!

امیر المؤمنین نے اس کو دعائے خیر سے یاد فرمایا۔ جب اس جوان نے شیر نیرمان کے ہاتھ سے قرآن لیا۔ تو اس بیت کا مضمون اپنی زبان پر جاری کیا۔ **بیت مؤلف :-**

بُیمن رہبری عشق میر دم بدر ہے کہ زیر پائے بجز نیشتر سے آید!

جب قرآن لے کر اہل بغادت کے پاس پہنچا تو ان سے کہا۔ اے لوگو! امیر المؤمنین نے جو محمد مصطفےٰ کا وصی اور ان کا پسر عم اور داماد ہے۔ اس کلام الہی کو جس کی تعظیم اور عزت کرنا ایمان کی نشانی ہے۔ بھیجا ہے۔ اور خود کو معزول کر کے فرمایا ہے کہ میں تم سے کلام خدا کے موافق عمل کرتا ہوں۔ مجھ سے مخالفت نہ کرو۔ اور لڑائی سے پیش نہ آؤ اور خدا کی نارضا مندی سے ڈرو۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت ابدی میں نہ ڈالو۔ جب اس جوان نیک آئین نے یہ نصح رنگین بیان کئے ان کے پیروؤں میں سے ایک شخص نے اس خوش کردار پر تلوار کا ایک وار کیا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈلے۔ اس با ایمان نے قرآن کو بازوؤں کے زور سے اپنے سینہ بے کینہ سے لگا لیا۔ آخر ہر طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور شہید کر ڈالا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس قسم کی تحریکات کے ذکر کرنے سے معاذ اللہ صحابہ کی شکست اور تنقیص مقصود نہیں ہے۔ بلکہ محض امیر المؤمنین کے کشف کا اظہار کرنا مطلوب ہے۔ اور اگر کوئی معترض اس مقام پر اعتراض کرے۔ تو اس کا اعتراض مجھ پر نہیں۔ بلکہ اعثم کوئی پر ہوگا۔ جو خود اصحاب میں داخل اور اس روایت کا

راوی ہے۔ بندہ حقیر و فقیر محض ایک ناقل ہے اور بس۔

منقبت ۲۲ کتاب مذکور اور روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے۔ کہ امیر المومنین نے جنگِ جمل کی فتح کے بعد چند روز بھرے میں قیام فرمایا۔ جب کوئی طرف کوچ کرنے کا عزم کیا۔ تو اپنے لشکر گاہ میں ایک منبر نصب کرایا۔ اور منبر پر جا کر حمد و ثنا اے الہی بجالانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد اس قوم کی کارگزاری اور اپنے معاندوں کے سلوک کا ذکر فرمایا۔ مندر بن جا رو عبدی اس مجمع میں حاضر تھا۔ کھڑا ہوا۔ اور جانے وغیرہ کے متعلق چند سوال کئے۔ امیر المومنین نے اس روز خطبہ سے لے کر قیام قیامت تک جو امور غریبہ اور واقعات عجیبہ ظہور پذیر ہوں گے۔ بیان فرمائے۔ کہ ہر شہر میں کیا فتنہ رونما ہوگا اور وہ کیونکر خراب و ویران ہوگا۔ اور اس کی تخریب و بربادی کا ذمہ وار کون ہوگا۔ اور شرق اور مغرب میں کتنے واقعات وقوع میں آئیں گے۔ اور کس کس پر واقع ہوں گے۔ مؤلف کتاب فتوح (تاریخ کوفی) کا بیان ہے کہ ہم نے اس خطبہ کو طوالت اور سامعین و ناظرین کے ملال خاطر کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔

بعد ازال جناب ولایت آب علیہ السلام نے فرمایا۔ اے لوگو! معلوم ہے۔ اور خبر دار رہو کہ قیامت بدترین مردم اور شرار خلق پر قائم ہوگی۔ اور اس روز۔ روز جمعہ اور محرم الحرام کی پہلی تاریخ ہوگی۔ حاضرین کو لازم ہے کہ یہ خبر غائبوں کو پہنچائیں۔

باب ششم

جناب امیر المومنین کے خوارق عادات اور ظہور کرامات
معجز آیات اور ان کے متعلقات کے بیان میں ،

منقبت ۱ شواہد النبوة میں مرقوم ہے۔ کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ امیر المومنین جس وقت رکاب میں پاؤں رکھتے۔ تو قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتے۔ اور جب تک دوسرا پاؤں رکاب میں پہنچتا۔ ختم کر دیتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سواری کے وقت اونٹ کے کھڑا ہونے تک ختم فرمادیتے۔

منقبت ۲ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے امیر المومنین کی دعا سے دو دفعہ آفتاب

عالمِ کتاب کو غروب ہونے کے بعد واپس کیا ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت کی زندگی میں شہِ سحری میں فتحِ خیبر کے بعد منزلِ صہبائیں۔ اور دوسری دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد۔

ام سلمہ بنت عقیس۔ جابر بن عبد اللہ انصاری اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ منزل (صہبا) مذکور میں امیر المؤمنین جناب سید المرسلین کے پاس موجود تھے۔ کہ آنحضرت پر وحی کے آثار نمودار ہوئے اور وحی کی گرائی کے سبب سر مبارک بھی امیر کے آغوشِ متبرک میں رکھ دیا کہ نزولِ وحی کا وقت اتنا طویل ہوا کہ آفتابِ غروب ہو گیا اور امیر المؤمنین نے نماز عصر بیٹھے ہوئے اشارے سے ادا فرمائی۔ جب وحی کا وقت گزر گیا۔ تو سرورِ کائنات نے پوچھا۔ اے بھائی! نماز عصر تم سے فوت ہو گئی۔ عرض کی یا رسول اللہ! میں نے اشارے سے ادا کر دی ہے۔ فرمایا۔ اے بھائی! دعا کرو۔ تاکہ خدا تعالیٰ تمہاری دعا کی برکت سے آفتاب کو واپس لے آئے۔ اور تم نماز عصر کو اس کے وقت میں ادا کرو۔ امیر المؤمنین نے اٹھ کر دعا کی چھپا ہوا سورج پھر واپس آیا۔ کہ اس کی شعاعیں پہاڑ اور جنگلوں پر چمکنے لگیں۔ اور تمام روئے زمین کے لوگوں نے اپنی آنکھ سے اس امر کا مشاہدہ کیا۔ اور سخت متعجب اور حیران ہوئے۔ اسما بنت عقیس بیان کرتی ہیں۔ کہ غروب ہوتے وقت سورج سے ارہ کی سی ایک آواز نکلتی تھی اور مجزہ مذکور کتاب طحاوی شفا اور صواعقِ محرقہ میں بھی مسطور ہے۔

دوسری دفعہ جب یہ کرامات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ظہور میں آئی ہے اس کا بیان اس طرح پر ہے کہ جب اخترا و جِ دلایت یعنی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے کوفہ کا رخ کیا۔ رستے میں فرات سے عبور کرنا چاہا۔ کہ نماز عصر کا وقت آ پہنچا۔ آپ نے اپنے کچھ اصحاب سمیت نماز عصر ادا کرنے کی غرض سے قیام فرمایا۔ اور باقی صحابہ چونکہ چارپایوں کے گزارنے میں مشغول تھے۔ نماز عصر ان سے فوت ہو گئی۔ اور اس باب میں بعض پیروانِ امیر المؤمنین نے باہم تذکرہ کیا۔ جب امیر المؤمنین نے ان کی باتیں سنیں۔ تو قوا و مطلق سے درخواست کی کہ آفتاب کو واپس کر دے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے امیر المؤمنین کی التماس کو قبول فرمایا۔ اور غروب شدہ آفتاب کو بلند کیا۔ یہاں تک کہ باقی اصحاب نے بھی نماز ادا کی۔ اور سورج کے دوبارہ چھپتے وقت ایسی خوفناک آواز سننے میں آئی۔ کہ لوگوں نے نہایت خوف زدہ ہو کر تسبیح و تہلیل کرنی شروع کی۔ اور بہت سے اکابر سلف نے اس باب میں اشعار کہے ہیں۔ حکیم سنائی فرماتے ہیں ۷

قوتِ حسرتش ز بہر نماز داشته چرخ را ز گشتن باز
تاوگر بار بر نشاند بہ زین خسرو چرخ را تہمتن دین

اور متوجہ جمال ازلی شاہ نور الدین نعمت اللہ ولی نے جو والد کی طرف سے ساتویں پشت میں اور والدہ کی طرف سے چھٹی پشت میں (غَفَرَ اللَّهُ ذُنُوبَهُمَا) مؤلف کا جد ہے۔ اپنے دیوان با برہان میں فرمایا ہے۔

نظم

باطن احمد علی مرتضیٰ است ظاہر احمد امام انبیاء ست !
آفتاب از حکم حید بازگشت مرد مرآے حکم مرتضیٰ است
سید میر حاج انسی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ بیت

تا کئی در وقت ادائش آسپہ ایزد فرض کرد
باز گردید از سوئے مغرب مکرر آفتاب

شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں :-

آسمان از زاہ مغرب بازگشت لے مومنان تا بجا آور و امر خرابن یکتا علی
فغانی کہتے ہیں :- بیت

امام اوست کہ قرص خوراز اشارت او بجائے فرض پسین باز گردواز رو شام
ملاحسن سلیمی فرماتے ہیں۔ بیت

آنگد گشت از برائے او راجع مہر و وار مرتضیٰ علی است
ملاقات اسم کا ہی کا قول ہے :- بیت

بحکم اوست گردوں زانجہت بہر نماز او بجائے خویش آمد بار دیگر خسر و خادو
باتفی کہتا ہے۔ بیت

از بہر تو و و کرت برگشت خور و خادو چون معجز نبی کو زو ماہ بر فلک شق

منقبت۔ نیز شواہد النبوة میں منقول ہے۔ کہ اہل کوفہ نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! اب کے سال

دریائے فرات بہت طغیانی پر ہے۔ اور تمام کھیتیاں ضائع کر دی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر جناب خدا تعالیٰ سے پانی کم ہونے کی دعا فرمائیں۔ آپ اٹھ کر اندر گھر میں تشریف لے گئے اور لوگ دروازے پر منتظر

تھے۔ ایک ساعت کے بعد باہر تشریف لائے۔ فرقہ رسول پہننے ہوئے تھے۔ اور چہرہ مبارک ماہ تاہاں

کی طرح چمک رہا تھا۔ گھوڑا منگا کر سوار ہوئے۔ اور امیر المؤمنین حسن اور امام الثقلین حسین علیہما السلام

آپ کے ہمراہ اور تمام آدمی ان کی رکاب میں روانہ ہوئے جب فرات کے کنارے پر پہنچے۔ گھوڑے سے

اُتر کر دو رکعت نماز بجالائے۔ پھر اٹھے اور عصا ہاتھ میں لے کر پانی کی طرف اشارہ کیا۔ ایک گز پانی کم ہو گیا۔ فرمایا

اتنا کافی ہے؟ عرض کی۔ اس سے بھی اور کم چاہتے ہیں۔ پھر اشارہ کیا۔ ایک گز اور کم ہو گیا۔ بعد ازاں اشارہ فرمایا۔ ایک گز اور اتر گیا۔ اس وقت لوگ چلا اٹھے۔ یا امیر المؤمنین اسی قدر کافی ہے۔

منقبت۔ نیز شواہد النبوة میں مذکور ہے کہ امیر المؤمنین نے ایک روز منبر پر فرمایا میں ہوں عبد اللہ اور برادر رسول خدا۔ اور وارث مصطفیٰ۔ اور سیدۃ النساء سے نکاح کرنے والا۔ اور سردار اوصیاء جو کوئی میرے سوا یہ دعویٰ کرے۔ خدا تعالیٰ اس کو اپنے عذابوں میں گرفتار کرے گا۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا۔ ایسا کون ہے جس کو یہ بات بھلی نہ لگے کہ وہ کہے میں ہوں عبد اللہ اور میں ہوں برادر رسول اللہ۔ یہ کلمہ کہتے ہی ایک قسم کا جنون اس کے دماغ میں پیدا ہو گیا۔ اور ایسا بے حال ہوا کہ اس کو ٹانگوں سے گھسیٹ کر سجدے سے باہر ڈالا۔ جب اس کی قوم سے پوچھا گیا۔ کہ کبھی پہلے بھی اس کو یہ عارضہ تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

منقبت۔ نیز شواہد النبوة میں مرقوم ہے کہ جب امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے اہل کوفہ کو ترغیب دلائی کہ محمد بن ابی بکر کی فریاد کو پہنچو۔ اور اس کی داورسی کرو۔ لیکن انہوں نے آپ کی التماس قبول نہ کی۔ اس وقت یوں دعا فرمائی۔ اے بار خدا! ایسے شخص کو اُن پر مسلط کر جو کبھی ان پر رحم نہ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ یوں دعا فرمائی۔ اے خدا! بنی ثقیف کا ایک غلام ان پر تعینات کر۔ اسی رات کو حجاج طائف میں پیدا ہوا اور اس کے ہاتھ سے اہل کوفہ کو جو تکلیفات اور صدمات پہنچے وہ ظاہر و باہر ہیں۔

منقبت۔ نیز شواہد النبوة میں مذکور ہے کہ ایک نیکو کار اور صالح شخص کا بیان ہے کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے۔ اور مخلوقات میدانِ حشر میں حساب کے لئے جمع ہے۔ میں نے صراط سے گذر کر دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوض کوثر کے کنارے پر بیٹھے ہیں۔ اور امامین علیہم السلام لوگوں کو پانی دے رہے ہیں۔ میں نے آگے جا کر عرض کی۔ مجھے پانی دو۔ مگر نہ دیا۔ میں نے رسول خدا کی خدمت میں جا کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! ان کو حکم دیجئے کہ مجھ کو پانی دیں۔ رسول نے فرمایا۔ تجھ کو پانی نہ دیں گے اس لئے کہ تیرے ہمسائے میں ایک خارجہ ہے جو علی پر لعنت کرتا ہے۔ اور تو اس کو منع نہیں کرتا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! مجھ کو اتنی طاقت نہیں کہ اس کو منع کر سکوں۔ رسول نے ایک چھری مجھے دی۔ اور فرمایا۔ جا کر اُسے قتل کر دے۔ میں اُسے خواب ہی میں قتل کر کے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے حسن! اس کو پانی دو۔ امام علی علیہ السلام نے مجھ کو پانی دیا۔ میں نے پیالہ آپ سے لے لیا۔ معلوم نہیں کہ یہاں یا نہیں۔ خوف زدہ ہو کر اٹھ بیٹھا۔ اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہوا۔ یکایک آواز بلند ہوئی کہ فلاں شخص اپنے بستر پر قتل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حاکم کے آدمیوں نے آکر ہمسایوں کو گرفتار کر لیا میں نے حاکم کے پاس جا کر کہا۔ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے اسے اس خواب کو صحیح کر دیا ہے۔

اور سارا خواب اس کے روبرو بیان کیا۔ اس نے کہا۔ جزاک اللہ خیراً۔ جاؤ چلے جاؤ۔ تم سب بالکل بے قصور ہو۔

منقبت ۱۶۔ نیز شواہد النبوة میں منقول ہے کہ ایک شخص مدینہ میں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کو ناسر اور بڑا کہا کرتا تھا۔ سعد بن مالک نے اس کے لئے بد دعا کی۔ اتفاقاً وہ شخص ایک روز اپنے اونٹ کو باہر چھوڑ مسجد میں آکر ایک مجمع کے درمیان بیٹھا تھا۔ کہ اونٹ اپنی جگہ سے اٹھ کر مسجد میں گھس آیا۔ اور اس کو اپنے سینہ کے نیچے دبایا۔ اور کچل کچل کر مار ڈالا۔

منقبت ۱۷۔ نیز شواہد النبوة میں حسین اصغر محدث علی بن الحسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ابراہیم بن ہشام مخزومی والی مدینہ ہر روز جمعہ کو مجھے منبر کے نزدیک بٹھا کر امیر المؤمنین کی اہانت میں زبان کھولتا۔ اور ناسر کہتا۔ ایک جمعہ کو مجمع کثیر مسجد میں صبح تھا۔ میں منبر کے پہلو میں سوچتے سوچتے سو گیا۔ دیکھا کہ قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شق ہوئی۔ اور اس میں سے ایک مرد سفید لباس پہنے نکلا۔ اور کہا۔ اے عبداللہ! اس شخص کی باتیں تجھ کو غمگین کرتی ہیں؟ میں نے عرض کی کہا ہاں۔ فرمایا۔ آنکھ کھول کر دیکھ کہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ جب میں نے آنکھ کھول کر دیکھا۔ تو وہ منبر سے گرا اور مر گیا۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ نقل مذکور کے مطابق ایک واقعہ جس سے امیر المؤمنین کی کرامت ظاہر ہوتی ہے ۱۲ھ میں شہر اجیر میں ظاہر ہوا۔ صورت واقعہ یہ ہے۔ کہ سعید نام شقی کا ایک دوست تھا۔ جس کے خادم کا نام عثمان تھا۔ جب اس سے بوجہ بشریت کوئی قصور ہو جاتا۔ تو اس کا آقا اس سے کہتا میں کیا کروں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے نام کا ادب مجھ کو مانع ہے۔ ورنہ تجھے سزا دیتا۔ ایک روز اس شقی نابکار نے از روئے جہل و نادانی بکو اس کرتے ہوئے اپنے دوست سے کہا۔ کہ میں تمہاری مشکل آسان کر دیتا ہوں۔ تم اس کا نام علی رکھ دو۔ اور پھر اس کی گردن توڑا کرو۔ اتفاقاً وہ شقی بے ایمان تین روز کے بعد اپنے چند صحابوں کے ہمراہ نشانہ پر تیر اندازی کرنے کے لئے سوار ہوا۔ جب میدانِ صلاح میں گھوڑا دوڑا یا۔ ناگاہ ایک سید بختی کے گھوڑے کے مقابل آکر ایسی فریب کھائی کہ سر کے بل زمین پر جا پڑا۔ اور اُس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اور سینہ پھٹ گیا۔ اور ناک اور آنکھوں سے لہو بہنے لگا۔ اور اسی وقت روح بدن سے مفارقت کر گئی۔ اور درکاتِ اسفل السافلین میں جا کر مقام کیا۔ چونکہ وہ مردود۔ بادشاہی خاندان سے تھا۔ اس لئے اس کے رشتہ داروں نے اس کو قدوة العارفين خواجہ معین الدین نور اللہ مصلح کے روضہ میں دفن کیا۔ واقعہ مذکورہ کے دو روز بعد خلافت پناہی ظل اللہی نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ ممالکِ ہند خواجہ قدس سرہ کے مرقم مقدس کے طواف کو آئے۔ جب دو درمان سلطنت کی نظر کھینچا۔ اثر ایک تازہ قبر پر پڑی تو حاضرین سے دریافت فرمایا۔ یہ

کس کی قبر ہے؟ ایک مقرب سلطنت نے اس شقی کا نام اور اس کی گستاخی کی ساری کیفیت عرض کی۔ خلافت پناہ نے غضب میں آکر از روئے اعراض و اعتراض فرمایا۔ جب اس شقی کا عقیدہ تھا۔ تو اسب یہ ہے کہ اس مکان شریف میں مدفون نہ ہو۔ القصد شاہی حکم کے موافق اس کا جسد پُر حسد وہاں سے نکال کر ایک مزبلہ گندہ میں ڈال دیا۔ اور کتوں نے اس کے تن نجس کو کاٹ کاٹ کر کھالیا۔ بیعت

زول عدلوت اود و درارتا نخوری ز تیغ لفظ نبی زخم عادی من عاداہ

منقبت ۹ نیز کتاب شواہد النبوة میں منقول ہے۔ کہ امیر المؤمنین نے ایک شخص سے فرمایا۔ کہ تو ہمارے لشکر کی خبریں معاویہ کو پہنچاتا ہے۔ اس نے انکار کیا۔ فرمایا۔ تو قسم کھاتا ہے؟ اس نے قسم کھائی۔ فرمایا اگر تو اس قسم میں جھوٹا ہو۔ تو خدا تجھے اندھا کرے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ وہ شخص سات روز کے بعد نابینا ہو گیا۔ کہ اس کی لاشھی پکڑ کر لے جاتے تھے۔

منقبت ۱۰ نیز شواہد النبوة اور حبیب السیر میں مرقوم ہے۔ کہ ایک دن امیر المؤمنین نے حاضرین مجلس کو قسم دی کہ جس شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ اس جناب نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَعَلَيْ مَوْلَاةٍ۔ وہ شہادت ادا کرے۔ انصاریں سے بارہ شخصوں نے اٹھ کر شہادت دی۔ سوا ایک شخص کے کہ اس نے یہ حدیث رسول سے سنی تھی۔ اور شہادت کو پوشیدہ کرتا تھا۔ شاہ ولایت پناہ نے فرمایا۔ اے فلان تونے گواہی کیوں نہ دی۔ حالانکہ تونے بھی سنی تھی۔ اس نے عرض کی کہ بڑھاپے کی وجہ سے نسیان (بھول) مجھ پر غالب ہو گیا ہے۔ امیر المؤمنین نے قبلہ کی طرف منہ کر کے یوں دعا فرمائی۔ اے خدا اگر یہ شخص جھوٹ کہتا ہے تو اس کے بدن پر سفیدی ظاہر کر۔ یعنی برص کا مرض ایسے مقام پر جس کو عمار مڑو صائب سکے۔ راوی کہتا ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک سفیدی پیدا ہو گئی تھی۔

زید بن ارقم سے مروی ہے۔ کہ میں بھی اس مجلس میں تھا۔ اور شہادت کو چھپایا تھا۔ اس لئے خدائے عزوجل نے اپنے عدل بے عدیل سے میری آنکھوں کی روشنی کو زائل کر دیا۔ اور ہمیشہ زید اس شہادت کے چھپانے پر ندامت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اور حضرت اکرم الاکر میں جل جلالہ سے امرزش طلب کیا کرتے تھے۔

اور کتاب امالی میں جابر انصاری سے اس طرح مروی ہے۔ کہ امیر المؤمنین نے منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ پڑھا جس میں حمد و ثنائے باری تعالیٰ اور نعت محمد مصطفیٰ نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان فرمائی۔ بعد ازاں اشعث بن قیس۔ خالد بن یزید۔ براد بن عاذب اور انس بن مالک سے خطاب کر کے ارشاد

فرمایا۔ اے اشعث اگر تو نے حدیث مَن كُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلَيْ مَوْلَاہُ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو۔ اور تو شہادت کو ادا نہ کرے۔ اور اے خالد! اگر تو نے رسول سے یہ حدیث سنی ہو۔ اور آج میری ولایت کے واسطے تو گواہی نہ دے۔ خدا تعالیٰ تجھ کو جاہلیت کے طریق پر موت دے۔ اور اے عازب اگر تو نے اس حدیث کو رسول خدا سے سنا ہو۔ اور گواہی نہ دے۔ تو خدا تجھے ایسی موت دے۔ جہاں سے تو نے ہجرت کی ہو۔ اور اے انس! اگر تو نے یہ حدیث سنی ہو۔ اور تو گواہی نہ دے۔ تو اللہ تعالیٰ جب تک تجھ کو ایسے برص میں مبتلا نہ کرے۔ جس کو عمامہ نہ ڈھانپ سکے۔ تجھ کو موت نہ دے انس نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! بڑھاپے کی وجہ سے مجھ پر بھول غالب ہو گئی ہے۔ اور اس وقت یہ حدیث مجھے یاد نہیں رہی اور ان دوسرے تین صحابہ نے ایک ایک عذر معروض خدمت کر کے شہادت کو چھپایا۔ جابر انصاری بیان کرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے اشعث کو دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئی تھیں۔ اور کہا کرتا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ امیر المؤمنین نے میرے حق میں دنیا کے عذاب کی بددعا فرمائی۔ اور عذابِ آخرت کے لئے بددعا نہ فرمائی۔ اور خالد جب مرا۔ تو اُس کے کنبہ والوں نے اس کے گھر میں دفن کیا۔ جب اس کے قبیلہ والوں نے سنا۔ تو اس کے گھر کے دروازے پر گھوڑے اور اونٹ پائے کئے گئے۔ اور یہ جاہلیت کی رسم اور اس زمانے کا طریقہ تھا۔ اور ابن عازب کو معاویہ نے بین کا والی مقرر کیا تھا۔ اُس نے وہیں انتقال کیا۔ اور اس نے وہیں سے ہجرت کی تھی۔ اور میں نے اُس بن مالک کو دیکھا کہ وہ برص میں مبتلا ہوا۔ اور ہر چند عمامے سے اس کو چھپاتا تھا۔ مگر وہ نہ چھپتا تھا۔ الغرض جو کچھ امیر مومنان اور پیشوا اُسے صدیقان کی زبانِ معجز بیان پر جا رہا تھا۔ بچینا ویسا ہی ظہور میں آیا۔

منقبت ۱۱۱ نیز شہادۃ النبوة اور دلائل النبوة میں مرقوم ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین نے رجبہ میں ایک شخص سے ایک سوال کیا۔ اس نے خلاف واقعہ عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ اے شخص تو جھوٹ کیوں کہتا ہے اس نے جواب دیا میں ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔ فرمایا۔ میں تیرے حق میں بددعا کروں گا۔ اگر تو نے جھوٹ کہا ہوگا تو خدا تعالیٰ تجھ کو اندھا کرے۔ وہ بولا۔ بددعا کیجئے۔ امیر نے دعا فرمائی۔ راوی بیان کرتا ہے۔ خدا کی قسم۔ وہ کذاب رجبہ سے باہر نہ نکلا تھا کہ اندھا ہو گیا۔

منقبت ۱۱۲ دلائل النبوة میں مسطور ہے۔ کہ فراس بن عمر رضی اللہ عنہ کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں صداع یعنی درد سر عارض ہو گیا تھا۔ آنحضرت نے اس کی دونوں آنکھوں کے پورے کو اپنے دست مبارک میں پکڑا۔ اس کی پیشانی پر ایک بال خارِ ریش کے بال جیسا آگ آیا۔ اور وہ درد سر سے جان بچا رہا۔ اور جس زمانے میں کہ حوازی نے امیر المؤمنین پر خروج کیا۔ فراس بھی ان سے مل گیا۔ وہ بال اس کی پیشانی سے گر گیا۔ فراس اس سے بہت مضطرب ہوا اور بہت جوع فرغ کی۔ لوگوں نے اس سے کہا۔ تجھے معلوم ہے اس کا

سبب یہ ہے کہ تو نے امیر المؤمنین پر فروع کیا۔ اس نے اس بات کو مان لیا اور توبہ کی کہتے ہیں کہ وہ بال اس کی پیشانی پر پھر ظاہر ہو گیا۔ اور وہ درد جاتا رہا۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے اس بال کو گرنے سے پہلے بھی دیکھا تھا۔ اور جب گر گیا تو بھی دیکھا۔ اور جب پھر آگ آیا۔ تو بھی دیکھا۔

منقبت ۱۳ کتاب مصابیح القلوب میں لکھا ہے۔ کہ ایک خارجی نے صورت سے امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے پاس آ کر بلند آواز سے بات کی۔ امیر نے اس کو بلند آواز سے پکارا۔ وہ کتابن گیا۔ ایک شخص نے عرض کی یا امیر المؤمنین! آپ نے اس شخص کو دم مہکایا وہ کتا ہو گیا۔ آپ کو معاویہ کے دغا کرنے میں کونسی چیز مانع ہے فرمایا اگر میں چاہتا۔ تو معاویہ کو جنازے کے تختے پر ڈال کر میرے سامنے لاتے۔ اور ذرا بھی توقف نہ ہوتا۔ لیکن ہم خازنانِ خدا ہیں۔ یعنی جس چیز میں کوئی ستر خدا ہوتا ہے۔ اس سے ہم معرض نہیں ہوتے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **بَلْ هُمْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يُعْمَلُونَ**۔

دیکھو وہ معزز اور مکرم بندے ہیں۔ بات میں اس پر سبقت نہیں کرتے اور اس کے امر کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کو پڑھ کر فرمایا۔ کہ آخرت کا عذاب و نکال دنیا کے عذاب و عقاب سے بہت زیادہ سخت ہے۔

منقبت ۱۴ نیز مصابیح القلوب میں امام حسن عسکری رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب امیر المؤمنین جنگِ صفین کو جا رہے تھے۔ ایک جنگل میں اترے ہوئے تھے۔ کہ حضرت نے طہارت کے لئے جلنے کا ارادہ کیا۔ منافقوں کی ایک جماعت نے کہا آؤ چل کر اس کی عورتوں کو دیکھیں۔ امیر المؤمنین اپنی صفائی باطن کے سبب ان کے مافی الضمیر پر مطلع ہو گئے۔ وہاں پر دو درخت تھے۔ جو ایک دوسرے سے ایک فرسخ کے فاصلے پر کھڑے تھے۔ قبیلے فرمایا۔ ان دونوں درختوں کو آواز دے۔ کہ محمد مصطفیٰ کا وہی تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ تم دونوں ایک دوسرے سے آلو۔ دونوں درخت ہجرت زدہ شتا قوت کی طرح ایک دوسرے کی طرف چلے اور اگر تم ہمتوش ہو گئے پھر قبر سے فرمایا۔ مجھ کو درختوں کے پردے کی ضرورت نہیں۔ اپنی اپنی جگہ چلے جائیں۔ درخت بہت جلد اپنی اپنی جگہ قائم ہو گئے۔ امیر المؤمنین صحرا میں جا کر بیٹھ گئے۔ جب منافق آپ کی طرف دیکھنے کا ارادہ کرتے تھے۔ اندھے ہو جاتے تھے۔ اور جب منہ پھیر لیتے تھے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتیں۔ یہاں تک کہ امیر المؤمنین فارغ ہو گئے۔

منقبت ۱۵ نیز مصابیح القلوب میں امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے مارا ہسی کو پکڑا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ دیکھو ہسی اسرائیل کو پکڑا ہے۔ اس نے انکار کیا۔ فرمایا۔ پانچ روز کے بعد ایک دھواں اس شخص کے سر اور داغ سے نکلے گا اور مر جائے گا۔ جب پانچ روز گزر گئے اس کے سر اور داغ سے اس قدر دھواں نکلا کہ وہ مر گیا۔ ورنہ کے بعد بھی لوگ اس کی قبر پر موجود تھے۔ کہ امیر المؤمنین نے اس کی قبر پر ایسی

ٹھوکہ ماری۔ کہ وہ چھٹ گئی۔ اس مرد نے اٹھ کر کہا جو کوئی علی بن ابی طالب کی بات کو رد کرے۔ اس نے خدا و رسول کے حکم کو رد کیا۔ بعد ازاں امیر کے حکم سے قبر میں چلا گیا۔ اور قبر اسی طرح برابر ہو گئی۔

منقبت ۱۱۔ مصابیح القلوب میں مذکور ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین - جبہ میں بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے میں ہوں۔ عبداللہ - برادر رسول خدا۔ اور میرے سوا رسول خدا کے بھائی ہونے کا اور کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکتا۔ مگر جو کذاب ہو۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا۔ میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس مدعی کا گلا ایسا پکڑا گیا کہ اسی وقت اس کی روح جہنم کو سدھاری۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ نقل مذکور سے کسی قدر ملتا جلتا ایک واقعہ جو امیر المؤمنین کے خارق عادت اور کرامت پر مشتمل ہے۔ اس فقیر کے سامنے ظہور میں آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک روز میرے والد کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا۔ یا حضرت۔ معاویہ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہم صوفی ہیں اور قولہ مشہورہ الصوفی لا تمدن حب لہ (صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا) کے موافق ہمارا مشرب صلح کل ہے مسائل نے کہا۔ اگرچہ آپ کا احوال خجستہ مال بالکل آپ کے قول کے مطابق ہے۔ لیکن حکم آید و آتانا السائل فلا ننہو۔ (مسائل کو محروم نہ رکھو اور اس سے سخت آوازی سے پیش نہ آؤ) طالبوں کی مشکلات کا حل کرنا کمال کی علامت ہے۔ بسکرا فرمایا۔ ظاہر اس سے بڑی تقصیر صادر ہوئی۔ کہ کوئی مؤمن اپنے بیٹے کو معاویہ کے نام سے نام نہ نہیں کرتا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص عبداللہ نام نے اپنے باپ حاجی صالح نام سے جا کر کہا۔ مجھ کو آج معلوم ہوا کہ میرے عبداللہ مشکین قلم تشیع کا پہلو رکھتے ہیں۔ اور مجلس کا واقعہ من و عن بیان کیا۔ اس کے باپ نے کہا۔ اسی وقت میری طرف سے جا کر کہنا۔ کہ حاجی صالح کہتا ہے۔ اگر میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا۔ تو میں اس کا نام معاویہ رکھوں گا جو کچھ اس کے باپ نے کہا تھا اس نے میرے والد ماجد سے جبکہ وہ کتابت میں مشغول تھے۔ آ کر بیان کیا۔ چونکہ بہت ہی متحمل مزاج اور حوصلے والے شخص تھے۔ اس سے عذر خواہی کے از روئے شفقت و مہمت جوان کا جبلی خاصہ مخا فرمایا۔ اے عبداللہ! یہ طریقہ لائق آدمیوں کا نہیں ہے کہ ایک شخص کے حالات دوسرے شخص سے جا کر بیان کئے جائیں۔ انب یہ ہے۔ کہ آئندہ یہ طریقہ چھوڑ دو۔ الغرض اس کو نصیحت کرتے اور وعظ فرماتے ہوئے ان کے حال میں تغیر اور جذبے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور یہ نوبت پہنچی۔ کہ مستی کے عالم نے اہل مجلس میں اس قدر اثر کیا کہ حاضرین پر سخت رقت طاری ہوئی۔ بعد ازاں قلم ہاتھ سے رکھ کر اہل مجلس سے دریافت کیا۔ کہ پوچھنے میں کیا پیدا ہوتا ہے۔ جواب دیا۔ کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دس مہینے اور کم از کم چھ ماہ ہے۔ فرمایا۔ اپنے باپ سے جا کر کہہ دے۔ کہ اگر تو چھ مہینے دنیا میں زندہ رہا۔ تو ہم فقر کی ٹوپی سر پر نہ رکھیں گے اور امیر برحق اور امام مطلق کی حقیقی محبت کا دم نہ بھریں گے۔ خدا کی قسم چار مہینے میں وہ متعصب اس دُنیلے فانی سے رخصت ہو کر عالم

باقی میں اپنے مقام مقرر میں جا رہا۔ میرے والد اس کے مرنے کی خبر سن کر اس قدر متاسف ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت فرمایا۔ یہ فقیر سی اور درویشی کا طریقہ نہ تھا۔ جو مجھ سے ظاہر ہوا مجھ کو لازم تھا۔ کہ اس کے حق میں نیک دعا کرتا۔ کہ وہ ائمہ معصومین کے دوستوں میں سے ہوتا لیکن تقدیر تبدیل نہیں ہو سکتی اور یہ بیت پڑھنے لگے۔ بیت

ورس ائذ طوطی صفتم واشتہ اند
انچہ استا وازل گفت ہماں مگوم

منقبت ۱۸۔ نیز مصابیح القلوب میں مرقوم ہے۔ کہ ایک روز امیر المؤمنین ایک انار کے خشک درخت کے پاس بیٹھے تھے اور شیعوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی۔ فرمایا۔ کیا آج میں تم کو ایک نشانی دکھاؤں جیسے بنی اسرائیل پر ماندہ موسیٰ نازل ہوا۔ حاضرین مجلس نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! ہاں۔ فرمایا۔ اس درخت پر نظر کرو۔ جب انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ درخت حرکت میں آکر سبز ہو گیا۔ اور اسی وقت بارور ہوا۔ اور اس قدر پھیل لگے۔ کہ کبھی کسی شخص نے ویسا پھیلاؤ درخت نہ دیکھا تھا۔ پھر فرمایا۔ اے مومنو! ایک اٹھو۔ اور بسم اللہ کہہ کر انار توڑو۔ حاضرین نے تعمیل حکم کی۔ بعض نے تو ہاتھ پھیلا کر انار توڑ لئے۔ اور جس جوں جوں ہاتھ لہا کرتے تھے۔ ٹہنی اونچی ہوتی جاتی تھی۔ حاضرین نے عرض کی یا امیر المؤمنین! کیا سبب ہے کہ بعض کے ہاتھ تو ٹہنی تک پہنچتے ہیں۔ اور بعض کے نہیں پہنچتے۔ فرمایا۔ بعض جو میرے محب ہیں۔ ان کے ہاتھ تو پہنچتے ہیں۔ اور جو دشمن ہیں ان کے ہاتھ نہیں پہنچتے۔ اور کل قیامت کو بھی یہی حال ہوگا۔ ہمارے دوست بہشت میں مصنع تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جب میوے کی خواہش کریں گے۔ درخت جھک جائے گا۔ یہ لوگ میوہ چن لیں گے۔ چنانچہ خدا ارشاد فرماتا ہے۔ وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَتَذَلَّلُ وَانْزَخْنَاهُ مِنْ شَجَرٍ رَبَّاهُ اَلْبَهْتِ كَلَّمَهُ لَمَّا جَاءَ اَنْزَلْنَا مِنْ اَلسَّمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقْنَاهُ اَللّٰهُ (بہشت کا پانی یا جو رزق اللہ نے تم کو دیا ہے۔ اس میں سے ہم کو بھی دو) وہ جواب میں کہیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ حَرَمَ مَهْمَا عَلٰى الْكَافِرِيْنَ. یعنی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں یعنی بہشت کی نعمتوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔

منقبت ۱۹۔ نیز مصابیح القلوب میں مرقوم ہے کہ ایک روز امام حسن علیہ السلام نے جناب امیر المؤمنین سے انار طلب کیا۔ اس وقت حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مسجد کے ستون کی طرف پھیلا لیا۔ ایک سبز شاخ ستون سے ظاہر ہوئی۔ اس پر سے چار انار توڑ کر امام کو دئے۔ اور فرمایا۔ اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ حاضرین نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! یہ انار کہاں کے ہیں؟ فرمایا۔ بہشت کے۔ وہ بولے۔ کیا آپ اس پر قادر ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ میں بہشت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں۔

منقبت ۱۹ - نیز مصباح القلوب میں ہبیرہ بن عبدالرحمن سے منقول ہے۔ کہ میں ایک دن کوفہ میں جناب امیر المؤمنین کی خدمت میں گیا۔ مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے ہبیرہ! تیرا دل اپنے اہل و عیال کی طرف مائل ہے۔ جو مدینہ میں ہیں۔ میں نے عرض کی کہ ہاں۔ فرمایا۔ نماز عشاء پڑھ کر میرے گھر کی چھت پر آنا۔ جب میں گیا۔ تو فرمایا۔ آنکھیں بند کر۔ میں نے بند کر لیں۔ فرمایا۔ کھول دے۔ جب آنکھیں کھول کر دیکھا۔ تو اپنے آپ کو امیر المؤمنین کی خدمت میں مدینہ میں اپنے گھر کی چھت پر پایا۔ فرمایا۔ اپنے اہل و عیال کے پاس جا کر ہمدانہ کر۔ میں ان کو دیکھ کر امیر کی خدمت میں واپس آیا۔ فرمایا۔ آنکھیں بند کر۔ جب بند کر لیں۔ فرمایا۔ کھول۔ جب کھولیں۔ تو کوفہ میں امیر کے کھوٹھے پر پایا۔ فرمایا۔ اے ہبیرہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ جادوگر عورت ایک رات میں عراق سے ہندوستان میں جاتی ہے۔ اور وہ جادو کفر کے اس بات پر قادر ہو۔ ہم ایمان دار ہو کر کس طرح اس امر پر قادر نہ ہوں۔ اور معلوم رہے کہ آصف برخیا کے پاس کتاب خدا سے ایک علم تھا۔ وہ تخت بلقیس کو شہر سبا سے جو ایک ہینے کی راہ پر تھا۔ ایک طرفۃ العین یعنی آنکھ چھپکنے کی مدت میں سلیمان علیہ السلام کے پاس لے آیا۔ میں کہ خیر المرسلین کا وصی ہوں۔ اور مجھ کو چاروں کتابوں کا علم ہے۔ کس طرح اپنی خواہش کے پورا کرنے پر قادر نہ ہوں۔

منقبت ۲۰ - نیز مصباح القلوب میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز مشرکان عرب میں سے تین شخصوں نے آکر کہا۔ اے محمد تو دعویٰ کرتا ہے۔ کہ میں ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ اور عیسیٰؑ سے افضل ہوں حالانکہ ابراہیم خلیل اللہ تھے۔ اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ۔ اور تو نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ابراہیم خلیل اللہ تھے۔ تو میں حبیب اللہ ہوں۔ اور حبیب خلیل سے بہتر ہوتا ہے۔ اور اگر موسیٰ نے کوہ طور پر حق تعالیٰ سے کلام کیا۔ میں نے شب معراج عرش اعظم پر حق تعالیٰ سے باتیں کیں۔ اور شریعت طریقت اور حقیقت کے امرار سے تو تے ہزار باتیں سیکھیں۔ بعد ازاں ہاتھ پر ہاتھ مادر زبان معجز بیان سے فرمایا۔ یا علی میری خبر لو۔ امیر المؤمنین فوراً حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے نہایت بشاشت اور کمال سرور سے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور پوچھا۔ اے بھائی تم کہاں تھے عرض کی۔ فلاں نخلستان میں۔ فرمایا۔ میرا پیرا بہن یہن کران تین شخصوں کے ہمراہ یوسف بن کعب کی قبر پر جاؤ۔ دعا کرو۔ تاکہ تمہاری دعا کی برکت سے حق تعالیٰ اُس کو زندہ کرے۔ امیر المؤمنین جناب تید المرسلین کا پیرا بہن زینب تن فرما کر ان تینوں شخصوں کے ہمراہ باہر تشریف لے گئے۔ ام سلمہ کہتی ہیں۔ کہ میں بھی آنحضرت کی اجازت سے وہاں گئی۔ دیکھا کہ امیر المؤمنین ابن کعب کی ٹوٹی چھوٹی قبر پر جا کر کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے قبر والے! اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ۔ قبر حرکت میں آکر چھٹ گئی۔ اور اس میں سے ایک بوڑھے نے اٹھ کر کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا وَصِيَّ خَيْرِ

المسلمین۔ امیر نے فرمایا۔ تو کون ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ میں یوسف بن کعب صاحب الماخذ و ہوں تین سو سال ہوئے۔ کہ میں نے دنیا سے رحلت کی ہے۔ اس وقت ایک آواز میرے کان میں آئی کہ کوئی شخص کہتا ہے۔ اے یوسف! خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کے لئے اٹھ۔ وہ مشرک ایک دوسرے کو دیکھ کر کہنے لگے۔ ایسا نہ ہو کہ تشریش کو معلوم ہو جائے کہ ہماری خواہش کے سبب محمد سے ایسا مجروح ظاہر ہوا ہے پھر کہا۔ یا علی! اُس شخص سے کہہ دیجئے کہ اپنے مقام پر واپس چلا جائے۔ امیر نے فرمایا۔ اے یوسف سو رہو۔ کہ قیامت قریب ہے۔ وہ قبر میں چلا گیا۔ اور قبر خود بخود برابر ہو گئی۔

منقبت ۱۱۔ روضۃ الصفا جلد ہفتم میں مرقوم ہے۔ کہ مدو و بابل میں ایک نہر ہے۔ کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے وہاں کے ایک باشندے پر ایک خاص رقم مقرر کر رکھی ہے۔ کہ ہر سال فدا کی راہ میں دے۔ اگر وہ مقررہ رقم دے دیتے ہیں تو پانی ان کی نایوں میں چڑھتا ہے۔ ورنہ بند ہو جاتا ہے۔

منقبت ۱۲۔ تفسیر امام حسن عسکری رضوان اللہ علیہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے خطاب کر کے فرمایا۔ تم میں سے کس شخص نے شب گذشتہ ایک ہزار سات سو درہم ایک مؤمن کا قرض ادا کیا ہے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! میں نے ادا کیا ہے۔ فرمایا۔ اے بھائی! مجھے اس باب سے جبرئیل امین نے مطلع کیا ہے۔ اب تم نے جو کچھ کیا ہے یا روں سے خود بیان کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ! میں رات کو جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک منافق ایک مؤمن کو ستا رہا ہے۔ جب مؤمن نے مجھ کو دیکھا۔ بولا۔ یا علی! میری فریاد کو پہنچو۔ کہ اس شخص کے ایک ہزار سات سو درہم مجھ پر قرض ہیں۔ اور میں درویش اور بے مقدر ہوں۔ آپ اس سے کہیں کہ وہ مجھے مہلت دیدے۔ میں نے جواب دیا۔ میں اس سے مہلت نہ مانگوں گا۔ کیوں کہ اس کا مجھ پر احسان ہوگا۔ بلکہ حق تعالیٰ سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ تیری مشکل آسان کر دے۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی اے خدا! بحق محمد وآل محمد اس بندہ مؤمن کا قرض ادا کر دے۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور ایک آواز آئی۔ کہ لے ابو الحسن! اس بندے سے کہہ دو کہ زمین پر ہاتھ مارے۔ اور جو کچھ ہاتھ آئے اٹھالے کہ حق تعالیٰ تمہاری خاطر سے سونا بنا دے گا۔ اس نے زمین سے چند ٹکڑا اور ڈلیا لیا اٹھا لیں۔ حق تعالیٰ نے اُن کو سونا بنا دیا۔ میں نے کہا۔ اپنا قرض ادا کر۔ اور باقی تیرا مال ہے۔ خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات نے فرمایا۔ اے بھائی! مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ کہ اگر ایک ہزار سات سو کو ایک ہزار سات سو میں ہزار دفعہ ضرب دیں۔ اس کے عدد کو خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اس قدر محل اور مقام بہشت میں اور اس سے دو چند خدمتگار اور غلام حق تعالیٰ نے علی ابن ابی طالب کو عطا فرمائے ہیں۔

منقبت ۱۳۔ تفسیر مذکور میں منقول ہے۔ کہ امیر المؤمنین مسجد کو ذمہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے۔

کہ ایک شخص نے وہاں آکر کہا۔ کہ مجھے اس بات کا سمجھنا تعجب ہے کہ دنیا دوسروں کے پاس تو ہے۔ اور تمہارا ہاتھ میں نہیں۔ فرمایا۔ تو گمان کرتا ہے۔ کہ ہم دنیا کو چاہتے ہیں اور ہم کو نہیں ملتی۔ پھر ہاتھ پھیلا کر ایک مٹھی بھر لٹکر اٹھائے۔ وہ حضرت کے ہاتھ میں آتے ہی بیش قیمت موقی بن گئے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ اگر میں چاہتا تو ایسا ہی ہوتا۔ یہ کہہ کر ہاتھ سے پھینک دیئے۔ اور وہ بدستور سابق لٹکر ہو گئے۔

منقبت ۲۳ راحت القلوب مصنفہ شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ میں مسطور ہے کہ ایک دن چند یہودیوں نے مسخرین سے ایک فقیر کو امیر المؤمنین کے پاس بھیج کر کہا۔ شاہ مرداں۔ شیریزدان آ رہا ہے۔ جا کر اس سے کچھ سوال کر۔ اس محتاج نے آکر اپنے فقر و فاقہ کا حال عرض کیا۔ امیر المؤمنین نے ہر چند تلاش کیا۔ اپنے پاس کچھ نہ پایا۔ صفائی باطن سے یہودیوں کے بد ارادے پر آگاہ ہو کر سائل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر دس دفتہ رو روٹ پھر کر دم کیا۔ اور فرمایا۔ مٹھی بند کر۔ وہ درویش حضرت کے حکم کے موافق یہودیوں کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ شاہ مردان نے تجھے کیا دیا۔ وہ بولا۔ کچھ نہیں دیا۔ لیکن دس دفتہ میرے ہاتھ پر دروٹ پڑ کر دم کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ مٹھی بند کر لے۔ یہودیوں نے ہنس کر کہا۔ مٹھی کھول۔ جب اس نے مٹھی کھولی۔ دس دینار نرش آس کی مٹھی میں تھے۔ یہ عجیب و غریب معجزہ دیکھ کر اس قدر یہودی مسلمان ہوئے۔ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْوَسْلَام۔

منقبت ۲۴ عیون اخبار الرضا میں امام علی موسیٰ رضا رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ نصاریٰ کی بحث میں قریش کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی۔ کہ ان کے مردوں کو زندہ کریں۔ آنحضرت نے امیر المؤمنین سے فرمایا۔ اے بھائی! اس قوم کے ہمراہ ان کے مقبروں پر جا کر ان لوگوں کے نام لے کر آواز دو۔ جن کو زندہ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور بلند آواز سے کہو۔ اے فلان و فلان۔ رسول خدا تم کو حکم دیتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے اٹھو۔ جب امیر نے وہاں آکر آواز دی۔ تو مردوں نے خاک سے اٹھ کر سید المرسلین اور امیر المؤمنین کی نعت اور منقبت کرنی شروع کی۔ مولانا عبدالرحمن جامی فرماتے ہیں :-

نظم

| | |
|----------------------------------|------------------------------------|
| آسمان برتر از فیروزہ طارم آمدہ | اے جنابت بجدہ گاہ عرش اعظم آمدہ |
| در گہت در باب دین باب معظم آمدہ | تا کہ در باب تو نازل شد علی بابہا |
| گز شرف بالاتر از ایوان اعظم آمدہ | در گہت کو یافتہ باب کبریاست |
| چرخ صدرہ بردت با قامت خم آمدہ | بر امیر اکمل یا بد بار در ایوان تو |

بہر اسیائے ممت انفاس جان افزائے تو روح پر درجوں دم عیسیٰ مریم آمدہ

منقبت زہرۃ الریاض اور کفایت المؤمنین میں مرقوم ہے۔ کہ ایک مجلسی غلام نے شاہ ولایت پناہ کی خدمت میں آکر عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! میں نے ایک روز لالچ میں آکر غیر کے مال سے کچھ چڑایا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ پر حکم شرعی جاری فرمائیں۔ اور مجھ کو اس گناہ سے اسی جہان میں پاک کر دیں۔ فرمایا۔ جس مال میں سے تو نے چڑایا ہے۔ شاید مال نصاب میں سے ہو۔ اس نے عرض کی کہ وہ حد نصاب کو نہیں پہنچتا۔ جب اس نے تین دفعہ اقرار کیا۔ آنجناب نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ ایک خادم نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ وہ غلام اپنا کٹا ہوا ہاتھ بائیں ہاتھ میں لئے حضرت کی مجلس سے باہر آیا۔ اور خون کے قطرے اس کے ہاتھ سے ٹپک رہے تھے۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس سے ملاقات ہوئی پوچھا۔ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے۔ جواب دیا۔ امیر المؤمنین! وصی سید المرسلین! پیشوائے سفید رویاں۔ مولائے جملہ انس و جان۔ غالب کل عالم علی ابن ابی طالب نے۔ ابن عباس نے کہا۔ آنحضرت نے تو تیرا ہاتھ کاٹا۔ اور تون کی مدح و ثنا کرتا ہے۔ اس غلام نیک فرجام نے جواب دیا کہ میں کیوں کر اس جناب کی مدح اور منقبت بیان نہ کروں۔ حالانکہ آپ کی محبت میرے گوشت اور خون میں ملی ہوئی ہے۔ اور میرا ہاتھ حق پر کاٹا ہے۔ نہ کہ باطل پر۔ ابن عباس نے حضرت کی خدمت میں پہنچ کر جو کچھ اس غلام سے سنا تھا۔ تفصیل عرض کیا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ اے بھائی ہمارے بعض دوست ایسے ہیں کہ اگر ہماری محبت کی وادی میں ان کو ناحق طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں۔ تو بھی ہماری محبت کے سوا اور کوئی خیال ان کے دل میں نہ گزرے گا۔ اور بعض دشمن ایسے ہیں کہ اگر ہم پوری پوری محبت اور مہربانی کے ساتھ ان کے گلے میں اتار دیں۔ تو بھی ہماری عداوت کے سوا اور کچھ ان کے خاطر فائز میں نہ آئے گا۔ بعد ازاں امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم جا کر اس غلام کو لے آؤ۔ امام عالی مقام نے اس کو لاکر حاضر کیا فرمایا۔ اے غلام! میں نے تیرا ہاتھ کاٹا۔ اور تو میری مدح و ثنا کرتا ہے۔ غلام نے نہایت عجز و نیاز سے عرض کیا۔ اے مولا ابیت مؤلف۔

منکہ ہاشم ثنائے تو گویم کہ خدا و رسول گفتہ ثنات

میر ہی کیا مجال کہ ایسے بزرگوار کی تعریف کر سکوں۔ جس کی مدح و ثنا خدا اور رسول نے فرمائی ہے۔ حضرت نے اس کا ہاتھ کٹی ہوئی جگہ پر اپنے ہاتھ سے رکھ کر روئے مبارک اس پر ڈال دی۔ اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا۔ فوراً اس کا ہاتھ درست ہو گیا۔ گویا کٹا ہی نہ تھا۔ قدوۃ ابراہیم عطار نے کتاب منطق الطیر میں اس واقعہ کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔ بیعت۔

از دمِ عیسیٰ کے گزرنہ خواست اور دم دست بریدہ کردہ راست

ایضاً صاحبِ صمیمی ملا حسن سیدی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دیوان میں اس قصیدے کو بطور حکایت نظم کیا ہے۔

منقبتؑ۔ زہرۃ الریاض اور احسن الکلیار میں مشیم تمنا سے مروی ہے کہ ایک روز میں ہنہر کو فہم جناب امیر کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور اصحابِ کبار کی بھی جماعت موجود تھی۔ کہ یکا یک ایک شخص قبائے نر پہنے اور زر و عمامہ سر پر باندھے اور ایک تلوار زیب کمر کئے آیا۔ اور بولا تم میں کونسا شخص ہے جس نے اپنی عمر میں میدانِ جنگ سے کبھی فرار نہیں کیا۔ اور کمال اور ناموری میں سب سے فائق ہے۔ اور اس کی ولادت بیت اللہ میں ہوئی ہے۔ اور اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ پسندیدہ میں درجۃ اعلیٰ کو پہنچا ہوا ہے۔ اور تمام غزوات میں مصطفیٰ کا ناصر و مددگار رہا ہے۔ اور عمر و عنتر کو قتل کیا ہے۔ اور درخیمبر کو ایک حملے میں اکھاڑا ہے۔ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اے سعید بن الفضل بن الربیع وہ شخص میں ہوں۔ پوچھ جو کچھ پوچھنا چاہے میں پورا غم زدوں اور یتیموں کا ملجا و ماولے۔ اور اسیروں اور خستہ و لولوں کا مرہم۔ میں ہوں وہ شخص کہ مجھ پر بلا ہائے عظیم وارد ہوں۔ اور بوجہ حکمِ ایہ مجیدہ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الصّٰدِقِیْنَ (خدا اصحابِ روں کو دوست رکھتا ہے) میں ان بلاؤں پر صبر کروں۔ میں ہوں وہ شخص جس کے اوصافِ توریت۔ انجیل۔ زبور اور فرقان میں مرقوم ہیں میں ہوں۔ قَدْ وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ میں ہوں صِرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ اعرابی نے کہا۔ ہم کو ایسا معلوم ہوا ہے۔ کہ تو رسولِ خدا کا وحی اور اولیاء اللہ کا پیشوا ہے۔ اور سید المرسلین کے بعد زمین اور آسمان کی حکومت تیرے واسطے ہے۔ فرمایا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ سوال کر۔ جو کچھ تیرا جی چاہے۔ اعرابی نے کہا۔ میں ساٹھ ہزار مردوں کی طرف سے جن کو عقیم کہتے ہیں۔ ایچی بن کرایا ہوں۔ اور ایک مردہ لایا ہوں جس کے قاتل میں اختلاف ہے۔ اگر آپ اس کو زندہ کر دیں تو ہم کو تحقیق طور پر معلوم ہو جائے کہ رسولِ خدا کے وحی اور اپنے دعوے میں بے ریا ہو ابنِ مشیم بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے مجھ سے فرمایا۔ کہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر کو فہ کے گلی کوچوں میں منادی کر دے۔ کہ جو کوئی ان کرامات کا جو حق تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کو عطا فرمائی ہیں۔ مشاہدہ کرنا چاہئے کل نجف میں جا کر حاضر ہو۔ میں نے حسبِ ارشاد تمام کوفے میں منادی کر دی۔ دوسرے روز صبح کی نماز سے فارغ ہو کر جنگل کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اہل کو فہ آپ کی رکاب میں تھے۔ جب مقامِ مقررہ پر پہنچے۔ تو فرمایا اس اعرابی اور جنازے کو حاضر کرو۔ جب وہاں لاکر جنازے کا سر کھولا تو دیکھا کہ ایک جوان ہے۔ جو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا ہے۔ سر کہیں ہے۔ اور پاؤں کہیں نہ پایا لے اعرابی۔ اس کو قتل ہوئے کتنے دن گزرے ہیں۔ اس نے عرض کی۔ کہ اکتالیس روز ہو چکے فرمایا۔ اس کے خون کا طالب کون ہے۔ عرض کی۔ قوم کے پچاس آدمی اس کے خون کے طالب ہیں۔ فرمایا۔ اس کو اس کے

چھانے قتل کیا ہے۔ جس کا نام حریش بن حسان ہے۔ اس نے اپنی لڑکی اس سے بیاہی تھی۔ اس نے اس کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کر لیا تھا۔ اس وجہ سے قتل کیا گیا۔ اعرابی نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! واقعہ قرابت کی صورت تو یہی ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ لیکن میں اس پر راضی نہ ہوں گا۔ جب تک آپ اس کو زندہ نہ کریں گے۔ اس وقت آپ نے اہل کوذ کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ اے اہل کوذ بنی اسرائیل کی گائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم الانبیاء کے وصی سے بڑھ کر معظم اور مکرم نہیں ہے۔ کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے اس گائے کا ایک عضو اس مقتول پر لگایا جس کو قتل ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا۔ میں بھی اپنا ایک عضو اس مرنے پر لگانا ہوں جو اس چیز سے جس کو بنی اسرائیل نے اس مقتول پر لگایا تھا معزز اور مکرم ہے۔ یہ فرما کر اپنا دایاں پاؤں اس مقتول پر لگا کر فرمایا۔ فَصْرٍ بِأَذِنِ اللّٰهِ يَا مَدْرَكَ بْنِ خَنْظَلِ بْنِ عَيْشَانَ (اے مدرک بن خنظل بن عیشان اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔) وہ جوان زندہ ہو گیا۔ اور پکارا۔ لَبَيْكَ يَا حُجَّةَ اللّٰهِ فِي الْاَيَّامِ وَالْمَنْصُورِ بِالْفَضْلِ فِي الْاَيَّامِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (حاضر ہوں حاضر ہوں۔ اے زمانہ کی حجت۔ اور رسول خدا علیہ السلام کے بعد تمام مخلوقات میں افضل و اعلیٰ) امیر المؤمنین نے فرمایا۔ تجھ کو کس نے قتل کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میرے چچا حریش بن حسان نے۔ جب لوگوں نے یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھا۔ تو بااثر بلند امیر المؤمنین کی مدح و ثنا کرنے لگے۔ بعد ازاں حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے اعرابی اور اے جوان اب تم جاؤ اور اپنی قوم کو اس چشم دید واقعہ کی خبر دو۔ انہوں نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! ہم نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جناب کی خدمت سے جدا نہ ہوں گے و و نون شخص خدمت اقدس میں رہے۔ اور کس فیوضات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ وہ و نون شخص امیر المؤمنین کی خدمت میں سرفراز و ممتاز رہے۔ اور بزبان نیاز اور بلسان ایجاز اخلاص کا اعتقاد کا اظہار کرتے رہے۔ جیسا کہ ذیل کی غزل بے بدل میں اس کی تصویر دکھائی گئی ہے۔ جو قدوة المحققین شاہ طیب قدس سرہ (جو والدہ کی طرف سے چوتھی پشت میں اس فقیر کے جد ہوتے ہیں) کی تصنیف سے ہے۔ غزل

| | |
|----------------------------|---------------------------|
| یا علی حُبِّ تست در دل ما | غیر ازین نیست بیچ حاصل ما |
| حق تعالیٰ چو خلیق ما میکرد | تخم مہر تو کاشت در دل ما |
| جاوواں خاک آستانہ تست | مسکن و مستقر و منزل ما |
| دست از دامنت رہانہ کنیم | حل نگرود ز غیب مشکل ما |

ہر چہ خواہد بگوئے کو ز حد دشمن جاہل مجادل ما
گرچہ مانا قسیم یا جیدر لطف تو کامل و مکمل ما
ہست طیب ز نسل آل علی
کے بود ہر خبیث قائل ما

منقبت ۲۵ نیز احسن الکبار میں انس بن مالک سے مروی ہے۔ کہ نوحی دمشق میں ایک گاؤں ہے جس کا نام نہندف ہے۔ وہاں سے ایک بساط یعنی فرش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لائے۔ آنحضرت نے مجھ کو عمرؓ - عثمانؓ - ابو بکرؓ - طلحہؓ - زبیرؓ - سعدؓ - اور عبدالرحمنؓ کو بلانے کے لئے بھیجا۔ جب صحابہؓ مذکور حاضر ہوئے۔ اس فرش کو کھچایا۔ اور علیؓ تم تفضی سے فرمایا۔ بیٹھو۔ اور مجھ کو اور دوسرے صحابہ کو بھی بیٹھنے کا حکم دیا اور امیر المؤمنینؓ سے فرمایا۔ اے بھائی! ہوا سے کہو۔ کہ اس فرش کو اٹھائے۔ امیر المؤمنینؓ کے حکم سے ہوانے فرش کو اٹھا کر بلند کیا۔ پھر فرمایا۔ نیچے اُتار۔ اس نے اُتار دیا۔ فرمایا۔ اے یارو! تم جانتے ہو۔ یہ کونسی جگہ ہے۔ وہ بولے نہیں۔ ارشاد فرمایا۔ ہم غارِ اصحاب کہف کے دروازے پر آئے ہیں جس کا ذکر خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔ پھر فرمایا۔ اُٹھ کر سلام کرو۔ ایک ایک نے اُٹھ کر اصحاب کہف پر سلام کیا۔ انہوں نے کسی کے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب امیر المؤمنینؓ اُٹھ کر وہاں گئے۔ تو اصحاب کہف نے سبقت کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَخَيْرِ الْوَصِيَّةِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ۔ کہا صحابہ نے کہا۔ اے ابوالحسن! ہم نے سلام کیا۔ تو انہوں نے ہمارے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ امیر المؤمنینؓ نے فرمایا۔ اے اصحاب کہف! اصحاب رسولؐ نے سلام کیا۔ تم نے ان کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ اور مجھ کو سلام کرنے میں تم نے سبقت کی۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم سلام نہیں کرتے اور جواب نہیں دیتے۔ مگر نبی کو یا وصی کو اور آپ محمدؐ کے وصی ہیں۔ اور آپ فاطمہؓ اور حسینؓ اور آل طہ و یاسین ہیں۔ اور حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ يٰسَیْنٍ (ص ۱۱۱) اہم اسکے بندے ہیں۔ ہم کو اس کا حکم بجالانا لازم اور ضروری ہے۔ اور آپ کی اطاعت خدا و رسولؐ کے حکم سے ثقلین یعنی تمام جن و انس پر واجب ہے۔ اس سبب ہم نے آپ سے کلام اور سلام کیا اصحاب ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ بعد ازاں امیر المؤمنینؓ نے فرمایا۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائے۔ ہم بیٹھ گئے۔ امیر نے ہوا کو بساط اٹھانے کا حکم دیا۔ ہوانے اس کو اٹھا کر بلند کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امیر کے حکم سے زمین پر اُتار دیا۔ امیر المؤمنینؓ نے نیچے اُتر کر پاؤں زمین پر مارا۔ بیٹھے پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہوا۔ وضو کیا۔ اور اصحاب سے فرمایا۔ تم بھی وضو کرو۔ کہ ہم انشاء اللہ صبح کی ایک رکعت

ناز رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادا کریں گے۔ بعد ازاں ہوانے ایٹر کے حکم سے بساط کو بلند کیا تھوڑی دیر کے بعد نیچے آتارنے کا حکم دیا۔ جب نیچے رکھا گیا۔ تو ہم نے اپنے آپ کو مسجد رسول میں پایا۔ کہ آنحضرتؐ نماز صبح کی ایک رکعت ادا کر چکے تھے۔ ہم نے دوسری رکعت آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو فرمایا۔ اے انس! تم مجھ کو خبر دیتے ہو۔ یا میں بتاؤں؟ میں نے عرض کی۔ یا سید المرسلین! بات آپ کے الفاظ میں پیاری معلوم ہوتی ہے۔ پس تمام گذشتہ حالات بیان فرمائے گویا کہ آپ ہمارے ہمراہ تھے۔

اور اصحاب بساط سے منقول ہے۔ کہ جب ہوا بساط (فرش) کو اٹھاتی تھی۔ تو اس قدر بلندے جاتی تھی۔ کہ ہم آسمانی فرشتوں کی آوازیں سنتے تھے۔ کہ وہ دشمنان آل محمدؐ پر لعنت کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ وَلَا تَنْقُصْ۔ قاسم کا ہی فرماتے ہیں۔ بیت۔

صبارا ساخت مر کب جانب اصحاب کہف آمد بلے ہچول سلیمان بود اور اباو فرمانبر
منقبت^{۶۹}۔ نیز کتاب مذکور میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ ایک روز مدینہ میں ابو مصام
عیسیٰ نے ناقد پر سوار ہو رسول کے پاس آکر کہا تم میں سے کون شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ سلمان فارسی
نے کہا۔ اے اعرابی! کیا تو روشن چہرے والے بزرگ کو نہیں دیکھتا۔ جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند
کی طرح چمک رہا ہے۔ اور دونوں جہان کا آقا اور پیشوا ہے۔ اعرابی نے آنحضرتؐ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر
تو پیغمبر ہے تو بتا کہ قیامت کب ہوگی۔ اور یزید کب برسے گا۔ اور میرے ناکہ کے پیٹ میں کیا ہے۔ اور میں
کل کو کیا کھاؤں گا۔ اور کہاں مرؤں گا۔ یہ سوالات سن کر صاحب۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ خَاموش ہو رہے۔
اُسی وقت جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ قَوْلَهُ نَقَالِي۔ اِنَّهُ عِنْدَنَا عَلِمَ السَّاعَةَ وَيَنْزِلُ
الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِمَا تَعْمَلُ
اَرْضٍ تَمُوتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔ اُسی کے پاس ہے۔ قیامت کا علم۔ اور وہی بارش کو نازل کرتا
ہے۔ اور رحموں کے اندر کا حال وہی جانتا ہے۔ اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا۔ اور کسی
نفس کو معلوم نہیں ہے۔ کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ ابو مصمام نے عرض کی۔ ہاتھ دراز کیجئے کہ میں آپ سے اسلام
کی بیعت کرتا ہوں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اور تو اس کا رسول ہے۔
آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے ابو مصمام! اسی ناکے جن کی پیٹھ سرخ۔ شکم سفید اور آنکھ سیاہ ہو۔ میں کے پیش قیمت
اسباب اور حجاز کے لرے ہوئے۔ تمہارے لئے میرے ذمہ ہیں۔ اور امیر المؤمنین سے فرمایا۔ اے بھائی! ایک
تسک (دوست آویزا) اس مضمون کا لکھو۔ امیر نے لکھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَسُوْلُ اللّٰهِ

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف نے صحت نفس، کمال عقل اور جواز امور کی حالت میں اقرار و اعتراف کیا ہے۔ کہ ابوصمصام عیلے کے لئے اتنی ناقہ پشتِ سُرخ، شکم سفید، سیاہ چشم، بین کے بیش بہا اسباب اور حجاز کے نقد سے لے ہوئے میرے ذمے ہیں۔ اور بہت سے اصحاب کو اپنی طرف سے گواہ کیا۔ ابوصمصام وہ حجت یعنی دست آوریز لے کر اپنے قبیلے کی طرف چلا گیا۔ اور اس کا قبیلہ بھی ایمان لایا۔ جب کچھ عرصے کے بعد اپنا قرض وصول کرنے کے لئے پھر مدینہ منورہ میں آیا۔ تو جناب رسولِ خدا کا انتقال ہو چکا تھا۔ پوچھا پیغمبر کا وصی کون ہے؟ جو اس کے قرض کو ادا کرے۔ کیوں کہ وصی پر قرض کا ادا کرنا واجب ہے۔ لوگوں نے ابوبکرؓ کا حوالہ دیا۔ ابوصمصام نے ابوبکرؓ کے پاس جا کر قرض کا مطالبہ کیا۔ اور جو تمسک امیر المؤمنینؓ کا لکھا ہوا پاس موجود تھا۔ پیش کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے اعرابی تو ایسی چیز کا دعویٰ کرنا ہے۔ جو عقل میں سماتی نہیں۔ خدا کی قسم رسولِ خدا کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور دلیل زرہ فاضلہ کے سوانہ چاندی چھوڑی ہے نہ سونا۔ ابوصمصام نے کہا۔ رسولِ خدا نے مجھے خبر دی تھی کہ میرا وصی اس قرض کو ادا کرے گا۔ سلمان! ابوصمصام کا ہاتھ پکڑ کر حجرہ امیر المؤمنین کے دروازے پر لے گیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ فرمایا۔ اے سلمان! کیا تمہارے ساتھ ابوصمصام ہے؟ ابوصمصام نے کہا اے سلمان! یہ کون شخص ہے؟ جو دروازے کے پیچھے سے میرا اور تیرا نام لے رہا ہے سلمان نے جواب دیا۔ اے اعرابی یہی تو وہ شخص ہے جو نصوص قرآنی اور احادیث حبیبِ سبحانی کے موافق رسولِ خدا کا وصی ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا۔ اَنَا مَدِينَةٌ اَلْعِلْمِ وَعَلَيْهَا بَابُهَا اَنْتَ وَمِنِّي بِنَزْلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى نِيْزًا اَشْرًا فَرَمَايَا عَلِيٌّ خَيْرَ الْبَشَرِ مِنْ اَبِي فَقَدْ كَفَرَ۔ اور یہی وہ شخص ہے کہ غروب شدہ آفتاب کو اس کی خاطر سے پھر واپس لایا گیا۔ تاکہ اُس کی نماز فوت نہ ہو۔ اور یہ وہ شخص ہے کہ مسجد سیدہ بارہ کے صحن میں صغار و کبار اور مہاجرین و انصار کے روبرو آفتاب نے سات بار اس کو سلام کیا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے رسولِ خدا کے ہمراہ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے اور رسولِ خدا سے دو بیعتیں کیں (۱) بیعت عقبہ (۲) بیعت شجرہ۔ اور کسی بیعت میں حضرت سے تخلف اور روگردانی نہیں کی۔ یہ وہ ہے۔ جو ہر آلِ رسول کا معدن اور بتول کا شوہر ہے۔ یہ وہ شخص ہے۔ جس کے باب میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اگر علیؓ نہ ہوتا۔ تو فاطمہؓ کا کوئی کفو اور جوڑ نہ تھا۔ یہ وہ بزرگوار ہے۔ جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَسِقًا لَا يَسْتَوُونَ۔ نیز اس کی شان میں ارشاد فرمایا۔ اَجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللّٰهِ۔ نیز اُس کی شان میں فرمایا۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا وَرَحْمَةً

یہ وہ شخص ہے کہ خدا تعالیٰ نے غدیر خم کے روز اس کے حق میں یہ آیت بھیجی۔ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ**۔ نیز روز مبارکہ اس جناب کو اپنے حبیب کا نفس فرمایا۔ **أَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ** راہِ مبارکہ یہ وہ شخص ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ **لَا يَسْتَوِي الْأَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ** **أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ**۔ نیز اس کی اور اس کی اہل بیت کی شان میں فرمایا۔ **إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ** راہِ مبارکہ یہ وہ بزرگوار ہے جس نے رکوع کی حالت میں سائل کو انگوٹھی عطا کی اور یہ آیت اس کی شان میں نازل ہوا۔ **إِنَّمَا وَلِيَتُكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ** الغرض سلمان اسی طرح حضرت امیر کے مناقب اور فضائل بیان کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ شاہ اولیا کی اجازت سے حجرہ میں داخل ہوئے۔ ابو مصعب نے سلام کے بعد اپنا قرض طلب کیا۔ امیر نے فرمایا کہ مدینہ میں منادی کریں۔ کہ جو شخص رسول خدا کے قرض کی ادائیگی کو دیکھنا چاہیے وہ کل علی الصباح مدینہ کے باہر حاضر ہو۔ دوسرے روز جناب امیر المؤمنین اپنے فرزندوں اور احباب سمیت شہر سے باہر نکلے اور کوئی کلمہ امام حسن رضوان اللہ علیہ کے کان میں کہہ کر ابو مصعب سے فرمایا کہ میرے بیٹے کے ساتھ ریت کے اس ٹیلے کے پاس جا کر تیرا قرض وہاں پر ادا ہوگا۔ ابو مصعب امام حسن کے ساتھ جا رہا تھا اور عین خدا دیکھ رہی تھی۔ اور منافقین آپس میں اٹالے کناٹے کر رہے تھے کہ اس ریت کے ٹیلے سے کیا حاصل ہوگا جب وہاں پہنچے تو امام حسن نے دو رکعت نماز پڑھی اور چند کلمات زبان سے کہہ کر رسول کا عصا مبارک اس ریت کے ٹیلے پر مارا ٹیلہ چھٹ گیا۔ اور ایک سفید پتھر اس سطح پر ہوا۔ جس پر نوک دو سطریں لکھی تھیں۔ **سَطْرٌ قَوْلِ لَوْلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ** دوسری سطر **لَوْلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَنِّي** **وَلَوْلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**۔ پھر امام حسن نے عصا پتھر پر مارا کہ وہ چھٹ گیا۔ اور اس میں سے ناقہ کی مہار ظاہر ہوئی۔ امام نے فرمایا۔ اسے ابو مصعب مہار کو پکڑو۔ وہ مہار پکڑ کر کھینچا آ رہا۔ یہاں تک کہ اسی قسم کے باسازو سامان مطلوب انہی عدد ناقے اس میں سے نکلے۔ ان کو لے کر امیر المؤمنین کے پاس آیا۔ امیر نے فرمایا۔ کیا رسول خدا کا قرض ادا ہو گیا۔ اس نے عرض کی۔ کہ ہاں وصول ہو گیا۔ امیر نے تحریر رسول اس سے واپس لے کر حسن کے سپرد کی۔ اور فرمایا۔ کہ جب میرا انتقال ہو تو اس کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ اور فرمایا۔ اسے لوگوں کو خبردار اور آگاہ ہو۔ کہ رسول خدا نے مجھ کو خبر دی تھی۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان ناقوں کو ناقہ صالح سے دو ہزار سال پہلے اس پتھر میں پیدا کیا ہے۔ **طاحسن سلیبی رحمۃ اللہ علیہ** نے اس باب میں فرمایا ہے۔

نظم

کردہ بہ معجز ادا قرض رسول خدا قرض رسول خدا کردہ بہ معجز ادا
عہد نبی را وفا غیر علی کس نہ کرد غیر علی کس نہ کرد و عہد نبی را وفا

منقبت۔ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی محمد ص سے امیر المؤمنین کے چند خالو تھے یعنی حضرت ابیطالب کے باجے (یعنی ہم زلف) ان میں سے ایک جوان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بھائی

نے آکر کہا: یا امیر المؤمنین! میرا بھائی دنیا سے رحلت کر گیا ہے۔ میں اس کی جدائی سے سخت محزون ہوں۔ فرمایا کیا تم اس کو دیکھنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا۔ اس کی قبر کہاں ہے۔ جب قبر کا پتہ بتایا تو حضرت نے اس کی قبر پر پہنچ کر کھڑو کر لگائی۔ کروی زبان میں ایک آواز بلند ہوئی۔ امیر نے فرمایا۔ اے فلان! تو عرب کا باشندہ تھا کروی زبان میں کیوں بولتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس کا باعث یہ ہے چونکہ میں تمہاری متابعت کے مطابق نہ تھا۔ اس لئے مرنے کے بعد میری زبان میں تغیر ہو گیا۔

منقبتؑ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے۔ کہ ایک روز خلافت ظاہری کے زمانے میں امیر المؤمنین بازار کوفہ میں جارہے تھے۔ ایک یہودی کو دیکھا۔ کہ وہ سر پر ہاتھ مار کر کہہ رہا ہے۔ اے مسلمانو! تم جاہلیت کے طریق پر عمل کر رہے ہو۔ اور اسلام کا قاعدہ نہیں برتتے۔ امیر نے فرمایا۔ اے یہودی۔ تجھے کیا تکلیف پیش آئی۔ اس نے جواب دیا۔ میں سوداگر ہوں۔ اور میرے ساتھ گدھے مال اور سب سے بھرے ہوئے تھے۔ جب میں سا باطلامائن سے گزرا۔ تو رہزن ان کو اڑالے گئے۔ امیر نے فرمایا۔ خاطر جمع رکھ۔ کہ تیرا مال ضائع نہ ہوگا۔ اور قنبر کو حکم دیا۔ کہ دلدل پر زین ڈالو۔ جب وہ زین ڈال چکا۔ تو سوار ہو کر قنبر اور اصبع بن نباتا سے فرمایا۔ یہودی کو میرے آگے لے چلو۔ جب چلتے چلتے اس مقام پر پہنچے۔ جہاں مال گم ہوا تھا۔ تو چابک سے ایک خط کھینچ کر فرمایا۔ تم سب اس خط کے اندر آ جاؤ۔ اور اس سے باہر نہ آنا۔ نہیں تو چون تم کو اڑالے جائے گا پھر دلدل کو جولان دے کر فرمایا۔ اے جنو! خدا کی قسم اگر اس یہودی کے گدھے تم نے نہ بیٹے تو جو عہد کہ میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ ٹوٹ جائے گا۔ اور تم کو ذوالفقار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔ جن یکبارگی پکاراٹھے۔ یا وصی نبیر المرسلین! ہم خدا و رسول کے فرمانبردار اور آپ کے اطاعت گزار ہیں۔ ہماری تقصیر معاف کیجئے۔ اور ساتھ گدھے بدستور لے لے بے کم و کاست نمودار ہوئے۔ امیر المؤمنین نے ان کو یہودی کے حوالے کر کے فرمایا۔ دیکھ تو سہی۔ تیرا سب مال قائم ہے۔ کچھ کم تو نہیں ہوا۔ اس نے عرض کی۔ کہ نہیں سب بدستور قائم ہے۔ جب وہ یہودی کوفہ میں پہنچا۔ تو امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ کہ رسول کا نام اور آپ کا نام اور آپ کے فرزندوں کا نام تو ریت میں کیا ہے۔ فرمایا۔ رسول کا نام تو ریت میں طاب طاب ہے۔ اور میرا نام ایلیا ہے۔ اور میرے بیٹوں کا نام بھی اور سقیقی ہے۔ یہودی نے تصدیق کر کے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ وَصِي رَسُوْلِ اللهِ۔

منقبتؑ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ ایک روز سیدہ کائنات علیہا افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات کی وفات کے بعد سلمان فارسی مدینہ سے بیت الحزن بقیع میں جناب سیدۃ النساء علیہا التیمتہ والثناء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب سیدہ نے پوچھا اے سلمان! میرے

باپ کی وفات کے بعد اہل مدینہ کو تم نے کیسا پایا۔ عرض کی لین دین اور خرید و فروخت میں مصروف ہیں۔ فرمایا۔ میں یہ پڑھتی ہوں کہ میرے شوہر سے اُن کی دلی محبت کی کیا کیفیت ہے۔ سلمان نے جواب میں عرض کیا کہ ظاہر میں محبت اور مودت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے باطن کا حال خدا ونبی اور ولی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ اے سلمان! اس خدا کی قسم جس نے آدمیوں کو خاک ہوا پانی اور آگ سے پیدا کیا اور دانہ کو شکافہ کر کے پھلوں کو خلق فرمایا۔ کوئی مخلوق نہ مرے گا کہ ہمارے دشمنوں کو عالم آخرت میں بدترین صورت نہ دیکھے۔ اور ہمارے دوستوں میں سے کوئی نہ مرے گا۔ کہ اس کو مخلوق اولین و آخرین بہترین صورت میں نہ دیکھے۔ اے سلمان! کیا تو نے میرے شوہر سے نہیں سنا۔ کہ فرمایا ہے۔ کہ جو کوئی ہماری دوستی کا دعویٰ کرے۔ اس کو چاہیے کہ فخر کی چادر کو تازہ کرے۔ سلمان بیان کرتے ہیں کہ ہم یہی بات کر رہے تھے۔ کہ امام المشرق والمغرب وہاں تشریف لائے۔ اور مجھ میں اور سیدۃ النساء میں جو گفتگو ہوئی تھی۔ لفظاً لفظاً بیان فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے سلمان میرے ساتھ آؤ۔ میں آپ کے ساتھ جو لیا۔ جب مدینہ سے نکل کر خندق سے گذرے۔ تو اپنی روانے مبارک میرے منہ پر ڈال کر فرمایا۔ آنکھیں بند کرو۔ اور میرے ساتھ چلو۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد روانہ میرے منہ پر سے اتار کر فرمایا۔ آنکھیں کھولو جب آنکھیں کھولیں۔ تو صفا اور مروہ رک کے پہاڑ نظر آئے اور ایک قطمانے وہاں پچھتے دے رکھے ہیں۔ حضرت نے اس کے پاس جا کر سلام کیا۔ اس نے جواب میں کہا

عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ۔ دوسری دفعہ سلام کیا۔ اس نے جواب میں کہا۔ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا وَصِيَّ خَيْرِ الْمُرْسَلِينَ۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ تو نے اس ویرانہ میں کیونکر مسکن بنایا ہے۔ کہ یہاں نہ پانی ہے۔ نہ دانہ۔ اس نے فصیح زبان سے جواب دیا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَوْ اَللهُ اَوَّالُهٗ وَاٰخِرُهٗ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَاُوَّلُوْهُ وَاَشْهَدُ اَنْ عَلِيًّا وَرِثِيْهُ

کی قسم ہے۔ کہ جب ہم کو جھوک لگتی ہے تو آپ کے دشمنوں پر لعنت کرتے ہیں۔ سیر اور سیراب ہو جاتے ہیں۔ تب امیر المؤمنین نے واپسی کے بعد فرمایا۔ اے سلمان! میرے محبوب اور مویلوں کو بہشت اور دیلا راہی کی بشارت ہو۔ اور جس طرح ہم مدینہ سے آئے تھے۔ اسی طرح وہاں پر واپس آگئے۔

منقبت ۳۳ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین نے بابل کی مرزبان میں ایک سرک کھوپری بڑی دیکھی۔ اس سے خطاب کر کے فرمایا۔ اے حججہ (کھوپری) تو کون ہے اس نے جواب دیا۔ میں فلان بن فلان۔ فلان ملک کا بادشاہ تھا۔ امیر نے فرمایا۔ میں علی رضی جناب محمد مصطفیٰ کا وصی ہوں۔ مجھ سے بیان کر۔ جو کچھ تو نے اپنی زندگی میں دیکھا۔ جو کچھ عمل میں لایا۔ کھوپری نے بون شروع کیا۔ اور اقل سے آخر تک اپنی عمر کے تمام برس حالات ایک ایک کر کے بیان کئے۔ اور جس جگہ میں کھوپری نے حضرت

امیر سے کلام کیا تھا۔ لوگوں نے وہاں ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ اداس کا نام مسجد مجھ (کھوپری کی مسجد) رکھا ہے۔ اور اس علاقے میں وہ مسجد اس قدر مشہور ہے کہ لوگ وہاں جا کر نماز پڑھتے اور قاضی الحاجات سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔

منقبت ۲۴ نیز کتاب مذکور میں عثمان بن عقیل سے منقول ہے۔ کہ اہل خراسان کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ سلطان الپ ارسلان کے باپ امیر داؤد نے سید ابوعلی بن عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ علوی پر ایک تہمت لگا کر اس کو قید کر دیا۔ اور ہزار دینار اس سے وصول کئے۔ اور اس کو تکلیف دیتا تھا۔ ایک رات داؤد نے امیر المؤمنین کو خواب میں دیکھا۔ کہ کانور سے بھاڑا ہوا ایک شیشہ اس کو دے کر فرمایا۔ ابوعلی کو چھوڑ دے کہ وہ میرا فرزند ہے۔ اور جو کچھ اس سے لیا ہے۔ وہ بھی واپس کر دے۔ جب بیدار ہوا تو اس کو وہ خواب یاد نہ رہا۔ دوسری رات کو خواب میں دیکھا کہ امیر ایک گھوڑے پر بیٹھے تو اڑھنے فرما رہے ہیں۔ میں نے تجھے نہ کہا تھا۔ کہ سید ابوعلی میرا فرزند ہے۔ اس کو رہا کر دے۔ اور چار آدمی جو سید ابوعلی کے موکل تھے۔ ان کے سر تلوار کے ساتھ بدن سے جدا کئے۔ اور داؤد کے منہ پر ایک ایسا تاج چڑھا کہ اس کی داڑھی کے سب بال گر گئے۔ اور تپ پڑھ گیا۔ جب وہ بیدار ہوا سید ابوعلی کو رہا کیا۔ اور اس کا مال اس کے حوالے کیا۔ اور موکلوں کے بیٹوں کو بنا کر ان کے باپوں کا حال دریافت کیا انہوں نے بیان کیا۔ کہ جس مکان میں سید ابوعلی قید تھا۔ اُس میں آج رات کو کسی نے ان کے سر بدن سے جدا کر دیئے ہیں۔ داؤد نے کہا۔ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ اور وہ بالکل سچا ہوا۔ اور سارا خواب ان سے بیان کیا۔

منقبت ۲۵ نیز کتاب مذکور میں ابو الزبیر سے منقول ہے کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھا کہ تم کو امیر المؤمنین کا کوئی خارق عادت و معجزہ بھی یاد ہے۔ جابر نے فرمایا۔ ایک روز میں چند صحابہ کے ہمراہ جناب کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ فرمایا۔ تم سب جاؤ۔ کہ میں یہاں اس بیوی کے درخت کے نیچے دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔ جب ہم روانہ ہو گئے تو نماز میں مشغول ہوئے۔ خدا کی قسم میں نے درخت کو دیکھا کہ رکوع اور سجود میں حضرت کا ساتھ دیتا تھا۔ اور ہم جبرائیل و سرگردان ہو کر کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا۔ **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ** درخت کی شاخیں بھی درود پڑھتی تھیں۔ بعد ازاں فرمایا **اللَّهُمَّ الْعَن مَبِغِضَ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ شَيْعَةَ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ** (اے خدا محمد و آل محمد کے دشمنوں پر لعنت کر۔ اور محمد و آل محمد کے شیعوں پر رحم کر) تمام ٹہنیوں نے کہا۔ آمین آمین۔

منقبت ۲۶ نیز کتاب مذکور میں حارث اور ہرانی سے منقول ہے۔ کہ میں امیر المؤمنین کے ہمراہ عافروں میں چلا جا رہا تھا۔ میں ایک درخت کے پاس پہنچا۔ جو خشک ہو گیا۔ امیر نے اپنا ہاتھ اس درخت پر مار کر فرمایا۔

لے درخت! اس طرح سرسبز ہو جا۔ کہ پھل بھی تجھ میں لگے ہوں۔ خدا کی قسم! وہ درخت سبز ہو گیا۔ اور ارمود کے پھل اس میں لگ گئے۔ میں نے اس میں سے کھائے۔ اور جتنے چاہے چُٹن لئے۔ دوسرے روز جب میں نے اس درخت کو دیکھا۔ تو بدستور ہر ہا بھرا تھا۔

منقبت ۳۱۶ نیز کتاب مذکور میں حارث سے منقول ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین منبر کو فہ پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ ناگاہ آپ کی نظر ایک کونے پر جا پڑی۔ قنبر سے فرمایا۔ وہاں جاؤ۔ اور جو کچھ وہاں ہے۔ میرے پاس اٹھا لاؤ۔ قنبر کونے کے قریب گئے۔ دیکھا کہ ایک بہت بڑا اور ہیبت ناک سانپ ہے۔ اس کو اٹھا لیا۔ سانپ قنبر کے ہاتھ پر سے گود کر منبر پر چڑھ گیا۔ اور آنحضرت کے کان پر اپنا منہ رکھ کر کچھ بات کی۔ اور پھر واپس ہو کر غائب ہو گیا۔ امیر المؤمنین نے کچھ دیر سوچ کر گریہ فرمایا۔ لوگ نہایت حیران ہوئے۔ فرمایا۔ اے لوگو! تم حیران نہ ہو۔ عرض کی۔ ہم کیوں حیران نہ ہوں۔ کہ اس طرح کا عجیب غریب واقعہ مشاہدہ کیا ہے۔ فرمایا۔ اس سانپ نے نہایت اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ رسول کی بیعت کی تھی۔ چونکہ میں رسول کا وصی ہوں اس سبب سے میرا بھی مطیع و فرمانبردار ہے۔ اور افسوس ہے کہ تم آدمیوں کا یہ حال ہے۔ کہ بعض تو میرے اطاعت کرتے ہو۔ اور بعض نہیں۔ نہایت شرم کا مقام ہے۔ کہ تم ایک سانپ کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

منقبت ۳۱۷ نیز کتاب مذکور میں حارث سے منقول ہے کہ روز جمعہ امیر المؤمنین منبر کو فہ پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ناگاہ ایک اژدہا جس کا سر اونٹ کا سا تھا۔ مسجد کے دروازے سے داخل ہوا۔ اور چلتے چلتے منبر کے پایہ پر پہنچا۔ اور اونچا ہو کر امیر المؤمنین کے کان میں چند باتیں کہیں۔ اور امیر نے اسی کی بولی میں جواب دیا۔ بعد ازاں غائب ہو گیا۔ بعض لوگوں نے تو اس کے خارق (کرامت) ہونے کا یقین کیا۔ بعض نے اس کو جادو کہا۔ امیر نے فرمایا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن اور انس پر مبعوث ہیں۔ اور یہ اژدہا قوم جن کا قاضی تھا۔ اور ان میں ایک جھگڑا ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ بڑی خوریزی واقع ہوئی۔ اور فیصلہ شریعی ان کو معلوم نہ تھا۔ میں نے اس کو سمجھا دیا۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس روز سے اس دروازے کا نام باب الثعبان یعنی اژدہ ہے کہ دروازہ مظہر گیا۔ اور بنی امیہ کے زمانے میں امیر المؤمنین کی مخالفت کی بنا پر وہاں پر باہتی باندھا گیا۔ اور باب الفیصل نام رکھا گیا۔ لیکن لوگ باب الثعبان ہی کہتے رہے۔ رافسوس آج کل باب الفیصل کے نام سے مشہور ہے۔ (۱۲ متر حجم)

منقبت ۳۱۸ نیز کتاب مذکور میں حارث سے منقول ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین بنی اسد کے قبرستان میں کھڑے تھے۔ ناگاہ ایک شیر آپ کی طرف آیا۔ حافریں اس کی ہیبت سے خوفزدہ ہوئے۔ امیر نے ان

کو خاموش رہنے کا حکم دیا۔ شیر نے آکر امیر کے پاؤں میں سر رکھ دیا۔ اور تضرع و زاری شروع کی۔ امیر نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ تو خدا کے حکم سے واپس چلا گیا۔ اور اس کے بعد اس طرف نہ آنا۔ اور یہ بات میری طرف سے تمام ورنندوں کو پہنچا دینا۔ شیر بہت منت و زاری کر کے واپس چلا گیا۔

منقبت ۱۱۰ نیز کتاب مذکور میں موسیٰ بن محمد العابد سے منقول ہے۔ کہ ایک روز بچپن کے زمانے میں میرا باپ مجھ کو اپنے کندھے پر اٹھائے۔ امیر المؤمنین کے مرقد منور کے طواف کو لے جا رہا تھا۔ راستے میں نے ایک شیر کو دیکھا۔ جس کا ہاتھ زخمی تھا۔ کہ اسی مقام شریف کو جا رہا ہے۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کو الہام ہوا ہے کہ اپنا ہاتھ امیر کی تربت منور سے مس کرے۔ پس شیر نے اپنے مجروح ہاتھ کو مرقد منور سے ملا۔ اور شفا یاب ہو کر واپس چلا گیا۔

منقبت ۱۱۱ نیز کتاب مذکور میں ابن بواب سے منقول ہے۔ کہ خالد بن عبد الملک مروانی نے جو شام کا حاکم تھا۔ مجھ کو خط لکھ کر بلا یا۔ تاکہ میں امیر کو سب (دشنام وہی) کروں۔ میں اس بات سے واقف ہو کر بھاگ گیا۔ اور ابن صفوان نے جو ابو خلف عجمی کی اولاد سے تھا۔ مجھ سے گھوڑا طلب کیا۔ تاکہ خالد کے پاس جا کر امیر کو ناسزا کہے۔ چونکہ میں نے نہ دیا۔ اس لئے چار میل پیادہ یا چل کر مدینہ میں پہنچا۔ اور خالد کی موفقت میں منبر پر جا کر قبیلہ کی طرف رخ کر کے سب کرنا شروع کیا۔ اور کہا اے خداوند! محض تیری اور تیرے رسول کی محبت کی خاطر اور خون عثمانؓ کے مطالبے کی عرض سے سب کرتا ہوں۔ اور رسولؐ علیؑ کو خیانت کا رجاتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے۔ کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھا تھا اس پر نیند نے غلبہ کیا۔ اس نے خواب میں دیکھا۔ کہ قبر رسولؐ شگافتہ ہو گئی ہے۔ اور اس میں سے ایک ہاتھ باہر نکلا۔ اور کہا۔ اگر تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو خدا کی لعنت تجھ پر ہو۔ اور خدا تجھے اندھا کرے اور ابن صفوان اندھا ہو کر منبر سے اُترا۔ اور اپنے بیٹے سے کہا۔ اٹھ کر کوئی چیز مجھے دے۔ کہ اس پر تکیہ کروں۔ اس کا بیٹا جب اس کو باہر لایا۔ تو بیٹے سے پوچھا۔ کوئی بلا۔ لوگوں کو پہنچی ہے۔ یا کوئی ظلم ظاہر ہوا ہے۔ لڑکے نے جواب دیا۔ کہ یہ تیرے اس جھوٹ کی سزا ہے۔ جو تو نے منبر رسولؐ پر جا کر کہا اور اس شخص کی توہین اور بے عزتی کی۔ جس کی دوستی خدا و رسولؐ کے حکم سے تمام مومنوں پر فوج ہے اور وہ آخر عمر تک اندھا رہا۔ کہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔

منقبت ۱۱۲ نیز کتاب مذکور میں حسین بن عبدالرحیم تمار سے منقول ہے۔ کہ میں ایک دن ایک فقیہہ کی مجلس سے اٹھ کر سلیمان شاد گانی کے پاس گیا۔ سلیمان نے پوچھا۔ کہاں سے آرہے ہو میں نے جواب دیا کہ فلان فقیہہ کی مجلس سے آتا ہوں۔ پوچھا۔ وہاں کیا ذکر تھا۔ میں نے جواب دیا۔ کہ امیر المؤمنینؓ

کے بعض مناقب کا ذکر ہو رہا تھا۔ سلیمان نے کہا۔ خدا کی قسم۔ میں تجھ سے امیر المؤمنین کی ایک فضیلت بیان کروں۔ جو میں نے ایک قریشی سے سنی ہے۔ وہ کہتا تھا۔ کہ عمر بن الخطاب کے زمانے میں قبرستان بقیع حرکت میں آیا۔ اہل مدینہ نے فریاد کی۔ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اپنے ہمراہ لئے مدینہ سے باہر آئے تاکہ دعا کریں۔ کہ خدا قبروں کو زلزلے سے سکون عطا فرمائے۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور زلزلے کا اثر بڑھتے بڑھتے شہر کی دیواروں کے قریب آ گیا۔ اہل مدینہ نے نہایت اضطراب اور اضطراب کی حالت میں مجبوراً یہ ارادہ کیا کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ یہ سن کر عمر اصحاب کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ اے ابوالحسن! زلزلہ پیدا ہو گیا ہے جس سے شہر ویران ہو رہا ہے۔ مصحح

یک توجہ از تو در کاسے و صد عالم مراد

ذرا توجہ فرمائیے۔ اور اہل شہر کی مشکل آسان کیجئے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اصحاب رسولؐ سے سو آدمی حاضر ہوں۔ جب وہ حاضر ہوئے۔ تو حضرت نے ان میں سے دس آدمی مثل سلمان فارسی۔ ابو زر غفاری یا سر اور مقداد وغیرہ کو انتخاب کر کے اپنے ساتھ لیا۔ اور اہل مدینہ نے بھی آپ کی رفاقت کی۔ جب بقیع میں پہنچے۔ تو زمین پر پاؤں مار کر تین بار فرمایا۔ مَا لَكَ مَا لَكَ مَا لَكَ - تجھے کیا ہو گیا۔ تجھے کیا ہو گیا۔ تجھے کیا ہو گیا۔ فوراً زلزلہ ساکن ہو گیا۔ اور لوگ جلاوطنی کے دغدغے سے فارغ البال ہو گئے۔ اور امیرؐ کو دعائیں دینے لگے۔ تب جناب امیر المؤمنین نے فرمایا۔ کہ میرے بھائی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو لوگوں کی اس جمعیت اور استغاثہ اور زلزلے کی خبر دی تھی۔

اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول ہے۔ کہ سورہ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ كَمَا تُدْبِلُ اس قضیہ سے آگاہ کرتی ہے۔ کہ قَوْلُ تَعَالَى وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا فِي الْاِنْسَانِ مِنْ اٰتِي اَبْنِ اَبِي طَالِبٍ مراد ہیں۔ کہ جب زلزلہ ہوگا۔ انسان زمین سے کہے گا۔ مَا لَكَ مَا لَكَ مَا لَكَ (تجھے کیا ہو رہا ہے تجھے کیا ہو رہا ہے۔) (ذالزال)

منقبت^{۳۲} نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ جناب عمر بن الخطاب کے عہد خلافت میں ابو عبد اللہ انصاری نے وفات پائی۔ اور مبلغ اسی ہزار دینار ترکہ اور ایک لڑکا تین برس کا وارث چھوڑا۔ اس کی بیوی نے بشریت اور جانی کے تقاضے سے شوہر کر لیا۔ جب وہ لڑکا بارہ سال کا ہوا۔ اور تکلیفات عقلی اور شرعی سے واقف ہو گیا۔ تو ایک روز دیکھا۔ کہ اس کی ماں کچھ درہم اپنے شوہر کے دامن میں ڈال

رہی ہے۔ یہ دیکھ کر لڑکے نے کہا۔ اے ماں لَا یَسْتَحِبُّ مِنَ اللّٰهِ طِجَّہُ خُذَا سے شرم نہیں آتی۔ کہ میرا مال غیر کے حوالے کرتی ہے۔ عورت کو جب معلوم ہو گیا۔ کہ اب اس کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ لڑکے سے کہا۔ تو ابو عبد اللہ کی نسل اور میرے شکم سے نہیں ہے۔ بلکہ نذر خرید غلام ہے۔ کہ ابو عبد اللہ نے تجھ کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غازیوں سے خریدا تھا۔ اور فرزند ہی سے نام زد کر دیا تھا۔ لڑکے نے اس امر کی شکایت خلیفہ زمان سے کی۔ جب عورت کو معلوم ہوا۔ کہ لڑکے نے استغاثہ دار کیا ہے۔ تو اس نے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے سات سو درہم دے کر سات جھوٹے گواہ تیار کئے۔ جب لڑکے نے خلیفہ نامی کی خدمت گرامی میں اپنا حال بیان کیا۔ تو آپ نے ارفع کو عورت کے بلانے کے لئے بھیجا جب وہ حاضر ہوئی۔ تو فرمایا۔ لے عورت! تو اس بچے کے مال کو کس لئے صرف کرتی ہے۔ جو کچھ تیرا مہر ہے۔ وہ اور کل مال کا آٹھواں حصہ لے کر باقی مال بچے کے حوالے کر۔ اُس نے جواب دیا۔ یہ بچہ ابو عبد اللہ کا نذر خرید غلام ہے۔ خلیفہ نے گواہ طلب کئے۔ عورت نے ان ساتوں جھوٹے گواہوں کو دارالشرع میں حاضر کیا۔ اور انہوں نے اس عورت کے قول کے مطابق گواہی دی۔ خلیفہ نے ان کی شہادت کو قبول کر کے لڑکے کو قید خانے بھیج دیا۔ دو مہینے یا بروایت دیگر چار مہینے قید میں رہ کر ایسا ضعیف اور زار و نزار ہو گیا۔ کہ مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ ایک روز نہایت عجز و زاری کے ساتھ قید خانے کے محافظ سے کہا۔ اے خواجہ! میرے کچھ سانس باقی ہیں۔ میری موت قریب ہے۔ اگر مہربانی فرما کر دروازہ کھول دو۔ تو ذرا تازہ ہوا مجھے لگ جائے۔ محافظ نے رحم کھا کر دروازہ کھول دیا۔ بچہ اپنے غم و اندوہ میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ کہ ناگاہ ابو شحمر بن عم کا وہاں سے گزر ہوا اس کے گلے میں طوق دیکھ کر پوچھا۔ لے لڑکے تو کس قصور پر اس سزا کا سزاوار ہوا ہے۔ لڑکے نے کہا۔ کہ میں نے خطا تو کوئی نہیں کی۔ لیکن تیرے باپ نے میرے باپ کا مال پامال کر دیا۔ اور مجھ کو اس حالت میں رکھ چھوڑا ہے۔ ابو شحمر نے کہا۔ علی مرتضیٰ کے پاس جا۔ اس کے وسیلے سے تجھ کو رہائی ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا۔ کہ مجھے جانے نہیں دیں گے۔ ابو شحمر نے ضامن ہو کر اُس کو چھڑوا دیا۔ جب وہ امیر المؤمنین کے حجرے کے پاس پہنچا۔ تو ضعف و ناتوانی کے سبب اس کا پاؤں پھسلا۔ اور زمین پر جا گرا۔ امیر المؤمنین نے اس کو زمین سے اٹھایا۔ اور نہایت لطف و مہربانی فرما کر اس کا حال دریافت فرمایا۔ اس نے عرض کی۔ کہ میں ابو عبد اللہ انصاری کا بیٹا ہوں۔ اور سارا حال مفصل طور پر بیان کیا۔ امیر المؤمنین ابو عبد اللہ کا نام سن کر روئے۔ اور فرمایا۔ تیرے باپ نے رسول کی خدمت میں ستر قرآن ختم کئے تھے۔ پھر قبز سے فرمایا۔ اس یتیم کے سر کی جوئیں دو کر دو۔ اور اس کو نہلا دھلا کر سفید کپڑے پہناؤ۔ قبز نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ پھر اس کا ہاتھ اپنے دست حق پرست میں پکڑ کر دارالشرع میں تشریف لائے

اور فرمایا۔ اے ابوحنس! تم نے اس یتیم کو مال غیر کے حوالے کیوں کیا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے ساری حقیقت بیان کی۔ امیر نے مسکرا کر فرمایا۔ اس عورت کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوئی۔ تو فرمایا۔ اے عورت! تو اپنے حقیقی بیٹے کی کیوں دشمن ہو گئی ہے؟ اس نے اپنے قول پر اصرار کیا۔ امیر نے عادل کو اہل کو طلب فرمایا۔ اس نے وہی ساتوں گواہ پیش کئے۔ امیر نے ان سے پوچھا۔ تم کیا گواہی دیتے ہو۔ انہوں نے جو کچھ خلیفہ زمان کے سامنے کہا تھا۔ اسی کو دہرایا۔ خلیفہ نے کہا۔ اے ابوحنس میں کسی کو بلاؤ جو تکلیف نہیں دیتا۔ امیر نے قسم فرما کر حکم دیا کہ فصد کرنے والے کو بلاؤ اور ایک طشت لاؤ۔ جب فصاد اور طشت دونوں موجود ہو گئے۔ تو فرمایا کہ لڑکے کے دائیں ہاتھ میں اور عورت کے بائیں ہاتھ میں فصد کریں۔ آپ کے حکم سے دونوں کو فصد لگائی گئی۔ اور بموجب ارشاد دونوں کا خون ایک طشت میں لیا حضرت نے اپنی روانے مبارک اس طشت میں ڈال کر اسے حسنیٰ سے ایک اسم پڑھ کر اس پر دم کیا۔ فوراً اس طشت میں سے آبِ ازل بندہ زمرہ پیدا ہوا کہ یا امیر المؤمنین اور اے وصی خیر المرسلین! میں اس لڑکے کی حقیقی مال ہوں۔ نبوی اغراض کی بنا پر میں تم سے بیزار سی ظاہر کی تھی حاضرین اس واقعہ غریبہ اور حادثہ عجیبہ کے دیکھنے سے نہایت متعجب اور متحیر ہوئے۔ پھر امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے فرمانے سے اس عورت اور چھوٹے گواہوں کو تعزیر دی گئی۔ اور ابو عبد اللہ کا ترکہ اس کے بیٹے کے سپرد کیا گیا۔

منقبت ^{بک} نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ ایک روز قدوہ اصحاب عمر بن الخطاب کے عہد میں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ مسجد مدینہ میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ آج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا ہے۔ کہ اے بھائی سلمان فارسی نے اس عالم فانی سے انتقال کیا۔ جاؤ اور اس کی تجہیز و تکفین کر کے اس پر نماز پڑھو۔ آنحضرت کی وصیت کے مطابق میں ملائح کو جاتا ہوں تاکہ اس کے کفن و دفن کے کاروبار کو انجام دوں۔ بعض اصحاب نے تو آپ کے قول کی تصدیق کی۔ اور بعض نے انکار کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے از روئے استہزاء واستخفاف کہا۔ یا علی! اس کا کفن بیت المال سے لیجئے۔ امیر نے فرمایا۔ وہ بزرگوار اس قسم کے کفن سے مستغنی ہے۔ پس کچھ صحابہ نے مدینہ سے باہر تک حضرت کی مشائعت کی۔ امیر المؤمنین کی بارگاہ ان کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور ظہر کی نماز سے پہلے مدینہ میں واپس آ کر فرمایا میں سلمان علیہ الرحمہ کو ملائح میں دفن کر آیا۔ بعض منکرین نے اس تاریخ کو یاد رکھا یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد ملائح سے اس مضمون کا خط آیا۔ کہ سلمان نے فلاں تاریخ اور فلاں روز انتقال کیا۔ اور جنگل کی طرف سے ایک شخص ظاہر ہوا۔ اور اس کی تجہیز و تکفین کر کے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور دفن کر کے نظروں سے غائب ہو گیا۔

مؤلف حقیقہ عرض کرتا ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اہل تاریخ و اخبار نے اختلاف کیا ہے چنانچہ شواہد النبوة میں لکھا ہے کہ سلمان نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں مدائن میں وفات پائی۔ اور صاحب حبیب البیہ نے امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ وہ بزرگوار ۳۲ھ ہجری میں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں بہشتِ عنبرِ سرشت کو سدھا لے ڈالنے لگا۔

تَعَالَى أَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْأُمُورِ۔

منسبیت ^{۱۵} نیز کتاب مذکور میں امام حسن عسکری رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کی طرف توجہ فرمائی۔ اور امیر المؤمنین کو مدینہ میں اپنا قائم مقام اور نائب مناب کیا۔ منافقوں نے موقع پا کر کہا۔ اس وقت چونکہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں۔ ان کا فنا کر دینا آسانی سے میسر ہو سکتا ہے۔ پس چند بد بختوں نے ایتر کے رستے میں ایک گہرا کنواں کھود کر خس و خاشاک سے ڈھانپ دیا۔ اور ان منافقوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ چودہ شخصوں کو سیاہ لباس پہنا کر عقبہ کے سر پر بٹھایا۔ اور کندوں سے بھرے ہوئے مٹکے ان کے حوالے کئے۔ تاکہ ان کو اوپر سے لٹھکا کر سردر کا نثار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ مزینہ کو بھڑکائیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے عقبات اور کوئیوں کے حالات مفصل طور پر آنحضرت سے بیان کر دیئے۔ اور جب امیر المؤمنین کچھ مومنوں کو ہمراہ لے کر رسول کے استقبال کے لئے اس کوئیں پر پہنچے تو دلدل نے امیر المؤمنین کی طرف منہ کر کے اپنی زبان میں عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین آپ خبر دار ہیں کہ منافقوں نے آپ کی راہ میں کنواں کھود کر گھاس اور تنکوں سے اس کو پاٹ دیا ہے امیر نے فرمایا۔ تو چلا چل کر کنواں زمین کے برابر ہو جائے گا۔ دلدل تنکوں پر پاؤں رکھ کر اوپر سے گذر گیا۔ دشمن جو گھات میں لگے ہوئے تھے۔ حیران اور کھٹکے رہ گئے۔ امیر نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا۔ کہ راستے پر سے کوڑا کرکٹ صاف کر دو۔ کیونکہ پیغمبر خدا تشریف لارہے ہیں۔ جب تنکے ہٹائے۔ ایک گہرا کنواں نمودار ہوا۔ آنحضرت نے دلدل سے پوچھا۔ یہ کنواں کس نے کھودا ہے۔ اور کس نے کھودنے کا حکم دیا ہے۔ دلدل نے تیس آدمیوں کا نام لیا۔ کہ انہوں نے بل جمل کر یہ کام کیا ہے۔ حاضرین نے عرض کی۔ اس معاملہ کی سردر کا نثار کو بھی اطلاع کر دیجئے۔ فرمایا۔ حق تعالیٰ نے بذریعہ وحی ان کو خبردار کر دیا ہے۔ اور آنحضرت نے بھی اپنے ہمراہی اصحاب سے فرمایا۔ جبرئیل نے منافقوں کے اس مکر سے مجھے خبر دی ہے۔ جو انہوں نے مدینہ میں علی بن ابی طالب کے ساتھ کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ مخالفوں نے یقین نہ کیا۔ اور یہ گمان کیا کہ علی کی وفات کی خبر پہنچ گئی ہے۔ اور ہم سے چھپائی جاتی ہے۔ اسی اثنا میں امیر المؤمنین اصحاب کی ایک جماعت کو ہمراہ لئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا واقعہ عرض کیا۔ ان

ملعونوں نے اس کو جادو پر محمول کیا اور کہا کہ معاذ اللہ محمد اور علی دونوں جادو میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔

انقصہ آنحضرت نے مدینہ کا رخ کیا۔ اور رات کے آخری حصے میں عقبہ کے پاس پہنچے۔ سلمان ناقہ ہٹکاتے تھے۔ اور حذیفہ بن الیمان آگے آگے مہار کھینچتے جاتے تھے۔ اور عمار یا شمر و ایسے یا بائیں پہلو پر جا رہے تھے۔ اور چودہ شخصوں نے جو اس فرقہ گمراہ سے عقبہ کی چوٹی پر تھے۔ کنکروں سے بھرے ہوئے مٹکوں کو اوپر سے لٹھکایا۔ ناقوں نے ذرا بھی گھبراہٹ ظاہر نہ کی اور آرام اور سکون سے گزر گئے۔ آنحضرت نے حذیفہ سے اور ایک روایت کے موافق عمار یا شمر سے فرمایا۔ کہ عقبہ کی چوٹی پر جا کر ان منافقوں کے انٹوں کو ڈنڈے لگائے۔ تو انہوں نے منافقوں کو زمین پر گرا دیا۔ ان کے اعضا زخمی ہو گئے۔ اور جب تک زندہ رہے ان کے زخم اچھے نہ ہوئے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ یہ عقبہ کے کید و مکر کی علامت ہے۔

منقبت ۱۲۸ کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ قاتل الکفرۃ والزندیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ام فرہ نام ایک عورت تھی۔ جو نہایت عبادت گزار نیکو کار اور اہل بیت کی معتقد تھی۔ ایک دن اس کو ایک منافق مالدار کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ اس پاکدامن نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و مناقب اور تحریف و توصیف میں بہت کچھ بیان کیا۔ اس منافق نے سب شیخین کی تہمت لگا کر اس کو اس قدر مارا۔ کہ وہ ہلاک ہو گئی۔ اس کے شوہر نے استغاثہ اور طلب اعانت کرنے کے بعد اس کو دفن کر دیا۔ اور جناب امیر کے در دولت پر حاضر ہوا۔ چونکہ آنجناب اس روز وادی قریٰ میں تشریف فرما تھے۔ اس لئے ادھر کا رخ کیا۔ اور واپس آتے ہوئے زیارت سے مشرف ہوا۔ بے شمار گریہ و زاری اور زار و قطار رونے کے بعد سارا واقعہ عرض خدمت کیا۔ امیر المؤمنین نے اس (مظلومہ) کی قبر پر جا کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اور ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ يَا مُعْجِزَ النَّفْسِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَيَا مُنْشِئَ الْعِظَامِ الدَّارِسَاتِ بَعْدَ الْفُوتِ اَحْيِ لَنَا اِمَمَّ فَرَوْتَهُ وَاجْعَلْهَا عِبْرَةً لِمَنْ عَصَاكَ يَعْنِي لے مرنے کے بعد نفسوں کو زندہ کرنے والے۔ اور لے بودی ہڈیوں کو فوت ہونے کے بعد زندہ اٹھانے والے۔ ام فرہ کو ہمارے لئے زندہ کر دے۔ اور اس کو اپنے عاصی اور نافرمان بندوں کے لئے عبرت کا باعث کر۔ بعد ازاں اس کی قبر کی طرف نگاہ کی۔ ایک شکاف دیکھا جس میں سے ایک پتندہ انار کا دانہ جو بیج میں لئے اندر جاتا اور باہر آتا تھا اور امیر کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ ناگاہ قبر شکافتہ ہو گئی۔ اور ام فرہ سندس کی ایک چادر سر پر اوڑھے باہر آئی۔ اور امیر المؤمنین کو سلام کے عرض کی۔ لے مولائے مومن! بے ایمان منافق چاہتے ہیں کہ تیری ولایت کے نور کو پوشیدہ کریں۔ لیکن نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ يٰرَبِّدُّوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ يَاقُوْا هِهْمَ وَاَللّٰهُ مُتَقَدِّمٌ نُّوْرِهِ وَاَسُوْرَ

کِسْرَةَ الْكَافِرُونَ (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مومنوں سے بھجادیں۔ اور اللہ اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے۔ اگرچہ کافر کراہت کریں) اس کے بعد ام فرودہ کئی سال زندہ رہی۔ اور اس سے بچے پیدا ہوئے۔ اور بموجب قول مشہور السَّعِيدُ مَنْ سَعِدَ فِي بَطْنِ أُمَّتِهِ (نیک نجات وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں نیک نجات اور سعید ہو) اس کے لڑکے کربلا کے دشت خونخوار میں امام الثقلین امیر المؤمنین حسین رضوان اللہ علیہ کے ہمراہ سعادتِ شہادت پر فائز ہوئے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ کتاب کفایۃ المؤمنین میں جو کتاب خزائن الجرائح کا ترجمہ ہے۔ سلمان فارسی سے منقول ہے۔ کہ جب میں نے ام فرودہ کا قصہ امیر المؤمنین کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ اُس کی قبر پر تشریف لائے۔ میں نے اس کی قبر کے کناروں پر چار سفید پرندے دیکھے جن کی چونچیں سرخ تھیں۔ اور ہر ایک کی چونچ میں ایک ایک دانہ انار کا تھا جو انار کا طرح سرخ تھا۔ اور وہ اس کی قبر میں آتے جاتے تھے جب انہوں نے شاہ ولایت پناہ کو دیکھا۔ اپنے بازوؤں کو پھیلا لیا۔ اور سب نے ایک دم مل کر آواز بلند کی۔ اور کچھ باتیں حضرت کی خدمت میں عرض کیں۔ جو ہماری سمجھ میں نہ آئیں۔ امیر نے فرمایا۔ لَوْ فَعَلْتَ كَذَا يَعْنِي فِي النِّسَاءِ اللَّهُ يَسَاهِي كَرُونَ گا۔ اور ام فرودہ کی قبر کے برابر کھڑے ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اس طرح دعا فرمائی۔ يَا مُعْجِي الْمَوْتِي اَلَا دَعَا سَے فَا رَغَّ هُو نَے كَے بَعْدَ اِي كَ بَاتَفَّ نَے بَلَدًا وَا زَا نَے كَہَا۔ یا امیر المؤمنین! جو کچھ خاطر مبارک میں ہے۔ حکم فرمائیے۔ آپ نے ام فرودہ کی قبر کی طرف اشارہ فرمایا۔ قبر شکافۃ ہو گئی اور ام فرودہ لباس مذکور پہننے باہر آئی۔

منقبت ۱۴۲ نیز کفایۃ المؤمنین شیخ عبدالواحد بن زید قدس سرہ سے مروی ہے۔ کہ میں ایک دفعہ حج کو گیا تھا۔ اثنائے طواف میں دو لڑکیاں دیکھیں جو طواف کر رہی تھیں۔ اور آپس میں اپنے دعا کے مطالب اس طرح قسمیں کھاتی تھیں۔ وَحَقِّ الْمُنْتَجَبِ لِلْوَصِيَّةِ الْمَأْكُورَةِ بِالشَّوَابِ وَالْعَادِلِ فِي الْفَضِيَّةِ وَبَعْلِ فَاطِمَةَ الزَّكِيَّةِ الْمَرْضِيَّةِ یعنی اس شخص کے حق کی قسم ہے جو وصیت کے واسطے برگزیدہ اور منتخب کیا گیا ہے۔ اور راستی اور سویت کے ساتھ حکم کرنے والا۔ اور معاملاتِ مقدمات کے حکم میں عدل کرنے والا۔ اور فاطمہ زکیہ مرضیہ کا شوہر ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا۔ تمہارے مدوح کا نام کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ امیر مومنان پیش رو متقیان تقسیم کنندہ دوزخ و بہشت۔ سرورِ غالب علی بن ابی طالب میں نے کہا۔ تم اس کو پہچانتی ہو۔ جواب دیا کہ ہم کیوں نہ پہنچائیں۔ کہ ہمارا باپ جنگِ صفین میں آپ کے ہم کاب شہید ہوا۔ اور اس کے انتقال کے بعد ہمارے گھر میں تشریف لائے۔ اور ہماری ماں گریہ یافت فرمایا۔ اے ضعیف! کیوں کر گزران کرتی ہے۔ ماں نے عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین! خیریت سے گذرتی ہے ہم دونوں

بہنیں آپ کی مشائعت کے لئے گھر سے باہر گئیں۔ اور چھوٹی بہن کی دائیں آنکھ باپ کی جدائی کے غم میں اندھی ہو گئی تھی۔ جب حضرت کی نظر فیض انہم پر پڑی۔ آہ و رونا ک بھر کر یہ بیت زبان معجزہ بیان پر جاری فرمائی۔

بیت

قَدَمَاتِ وَاللَّهُمَّنْ كَانَ يَكْفُلُهُمْ فِي التَّائِبَاتِ وَفِي الْأَوْسَفَارِ وَالْحَضَرِ

ان کا باپ مر گیا ہے۔ جو مصیبتوں اور حادثوں اور سفر اور حضر میں ان کی کفالت اور خبر گیری کیا کرتا تھا (بوزاں اپنا دست مبارک اس کی آنکھوں پر پھیرا۔ وہ فوراً ایسی روشن ہو گئی۔ کسوٹی میں دھاگہ پر ولیتی ہے۔

منقبت^{۲۸} نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ ارباب سیر اور اصحاب خبر جمہم اللہ نے اس طرح نقل

کیا ہے۔ کہ جب جنگ صفین میں امیر المؤمنین کے لشکر ظفر اشکو قیام کئے ہوئے بہت مدت ہو گئی۔ اور اہل شکر نے

بھوک کی زیادتی اور اپنی خوراک اور جانوروں کے چارے کی کمی کی شکایت کی۔ کہ یا امیر المؤمنین ہمارے

پاس ایک روز کا کھانا اور جانوروں کے لئے ایک رات کا چارہ باقی نہیں رہا۔ اس لئے ہم کمال مضطرب

اور بیقرار ہو رہے ہیں۔ دوسرے روز نماز صبح کے بعد وہ آفتاب اوج ولایت ایک بلند ٹیلے پر تشریف

لے گئے اور رب الارباب سے اس قوم باصواب کے مویشیوں کے چارے اور خوراک اور دیگر ضروریات

کی توسیع و توقیر کے واسطے دعا کر کے واپس تشریف لائے۔ ابھی وہ اپنے قیام گاہ تک نہ پہنچے

تھے کہ ایک قافلہ غیب سے وہاں پہنچا۔ اور گوشت آٹا خرما۔ سلعے ہوئے کپڑے وغیرہ ضروریات انسانی

اور چارپاؤں کے لئے چارہ اور جھول وغیرہ جملہ ضروریات مہیا ہو گئیں۔ جب اصحاب کھانے پینے وغیرہ

کے متعلق تمام اسباب سفر خرید کر چکے۔ تو اہل قافلہ صفین سے جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ بعد ازاں کچھ

معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں آئے تھے اور کہاں چلے گئے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔

منقبت^{۲۹} نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ ایک خارجی اور ایک مؤمن ایک مقدمے کے فیصلے کیلئے

جناب امیر المؤمنین کی خدمت میں آئے۔ جب مؤمن کا حق پر ہونا ظاہر ہوا۔ تو آپ نے شریعت عزا اور ملت

بیضی کے موافق فیصلہ کر دیا خارجی نے کہا۔ یا علی! آپ نے عدالت کی رُو سے فیصلہ نہیں کیا۔ امیر نے

غضب ناک ہو کر فرمایا۔ اے دشمن خدا تو مسخ ہو جا۔ وہ اسی وقت کتے کی صورت میں ہو گیا۔ اور کپڑے اپنے

بدن نجس سے اتار دیئے۔ جب اس قسم کا معجزہ باہر دیکھا۔ تو اضطراب اور گریہ وزاری کرنے لگا۔ اور اپنی چشمِ عمیدہ سے

حیرت کے آنسو برسار رہا تھا۔ جناب امیر کو اس پر رحم آیا۔ دُعا فرمائی۔ اور وہ پھر اصلی صورت پر آ گیا۔ اس وقت امیر المؤمنین امام

المساکین فرمایا۔ اے صفا بن خیاب جو سلیمان کا وصی تھا تخت بلقیس کے لانے پر قادر تھا جس کا ذکر حق تعالیٰ قرآن میں کرتا ہے

قَالَ الَّذِينَ عَدُّوا عِلْمًا أَنَا الْكِتَابُ أَنَا آتَيْنَكَ قَبْلَ أَنْ يَزُونَكَ لِيَاكُ طَرَفًا كَذَا (اس شخص نجس کے پاس کتاب کا کچھ علم

تھا۔ کہا کہ میں اس سخت کو تیری آنکھ چھپکنے سے پہلے تیرے پاس آؤں گا، آیا خدا کے نزدیک سلیمان افضل ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ نے عرض کی کہ نعم انبیا محمد مصطفیٰ افضل ہے۔ فرمایا۔ اگر اس جناب کے وحی ایسا معجزہ ظاہر ہو تو کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! آپ کو معاویہ کے ساتھ جنگ کرنے کی کیا ضرورت تھی اس کو بھی ایک شائے سے کتے کی صورت کر دیتے۔ آپ نے یہ آہ کر یہ تلاوت فرمائی۔ **قَوْلًا لِّمَن لَّا يَجْعَلُ عَلَيْهِمُ آثْمًا لَّعَنَهُمُ عَذَابٌ أَلِيمٌ** یعنی ان لوگوں کے عذاب و عقاب میں جلدی نہ کر۔ کیونکہ تم نے ان کیلئے خوب طرح عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

منقبت ۱۸ نیز اس کتاب میں یہی مضمون ابن مسنن بن نباتہ سے اس طرح سے منقول ہے کہ ایک روز میں امیر المؤمنین کے چھپے چھپے جا رہا تھا۔ ایک قریشی نے پاس آکر کہا۔ یا علی تو نے بہت سے مردوں کو قتل کیا۔ اور بہت سے بچوں کو یتیم کیا۔ امیر نے غضب میں آکر اس سے فرمایا۔ او کتے جا۔ دور ہو جب میں نے نظر کی۔ تو وہ کالا کتا بن گیا تھا۔ دم پلاتا تھا۔ اور غوغو بھول بھول کر کے زمین پر لوٹتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت کو رحم آیا۔ دعا کی۔ اور وہ اصلی صورت پر واپس آ گیا۔ اور حضرت امیر اللہ الغالب کے پاؤں میں سر رکھ کر توبہ کی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ اے خیر المرسلین کے وحی! قادر حقیقی نے آپ کو ایسے ایسے معجزات و کرامات پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ معاویہ کو جو آپ کا مخالف ہے۔ دفع نہیں کیا جاتا۔ فرمایا۔ **نَحْنُ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ** کو تسبیح یا القَوْلِ وَنَحْنُ بِأَمْرِهِ عَامِلُونَ۔ یعنی ہم خدا کے کم بندے ہیں۔ اس کے حکم بغیر کسی کام پر سبقت نہیں کرتے۔ اور اس کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اور جو کوئی رضائے خدا کے برخلاف اپنی خواہش نفسانی کے موافق کام کرنا جائز سمجھتا ہے۔ وہ عذاب آخرت میں گرفتار ہوگا۔ اور آخرت کا عذاب و عقاب دنیا کے عذاب و عقاب سے بہت زیادہ سخت ہے۔

منقبت ۱۹ نیز کتاب مذکور میں ابو الحسن بن علی بن ہارون منعم سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ راضی جو خلفائے بنی عباس میں سے ایک خلیفہ تھا۔ نہایت مجادلے اور مباحثے کے ساتھ کہا کرتا تھا۔ کہ علی ابن ابی طالب نے معاویہ کے ساتھ جنگ کرنے میں خطا کی تھی۔ اور میں ہر چند دلائل واضح اور براہین قاطعہ سے امیر المؤمنین کا حق پر ہونا ثابت کرتا تھا۔ اس کو قبول نہ کرتا تھا۔ بلکہ اس کا عناد اور بڑھتا جاتا تھا۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ یہ اپنے اس عقیدے پر اصرار کرتا ہے۔ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ چند روز کے بعد مجھے بلا کر کہا کہ مجھ پر ظاہر ہو گیا۔ کہ معاویہ باغی تھا۔ اس لئے کہ آج کائنات میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا۔ جس کا سر گتے کے سر جیسا تھا۔ میں نے اس سے اس شکل کی تبدیلی کی وجہ پوچھی۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں علی ابن ابی طالب کے خطا پر کہا کرتا تھا۔ اور معاویہ کو اس سے زیادہ حق دار جانتا تھا۔ اس سبب سے میری صورت متغیر ہو گئی۔ چونکہ یہ خدا کے غضب کا نشان ہے۔ اس لئے میں اس خواب کو دیکھ کر متنبہ ہو گیا۔ اور توبہ کی۔ کہ اس کے بعد آئینہ

کے حق میں بے ادبی نہ کروں گا۔

منقبت ۱۰۰ - نیز کتاب مذکور میں سلمان فارسی سے منقول ہے۔ کصحابہ میں سے ایک شخص نے امیر المؤمنین کی خدمت میں آکر عرض کی کہ فلاں شخص جو اکابر بنی عدی سے ہے۔ جہاں کہیں آپ کے مجبوں کو دیکھتا ہے۔ طعن کرتا ہے۔ اور برا بھلا کہتا ہے۔ اور ایذا رسانی اور توہین کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ امیر المؤمنین ایک کمان ہاتھ میں لئے باغات کی طرف روانہ ہوئے۔ ناگاہ اس شخص سے ملاقات ہوئی۔ امیر نے فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ تو میرے مجبوں کو ایذا پہنچاتا ہے۔ وہ بولا۔ اگر میں نے ایذا دی ہے تو کسی کو مجھے منع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ امیر نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ اور کمان کو زمین پر ڈال دیا۔ فوراً اونٹ سے بڑا اتار دیا گیا۔ اور منہ کھولے اس کی طرف دوڑا۔ تاکہ اُسے نکل جائے بشور و غل مچایا۔ اور فریاد کی۔ کیا امیر المؤمنین! الامان! میں نے توبہ کی۔ آئندہ کبھی آپ کے مجبوں اور دوستوں کو ایذا نہ دوں گا۔ امیر المؤمنین نے کمان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کمان کماکان (جیسی کھنٹی) صورت اصلی پر آگئی۔

منقبت ۱۰۱ - مؤلف عرض کرتا ہے۔ اسانید صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مرہ بن قیس نام ایک کافر نہایت مالدار اور صاحب جاہ و مملکت تھا۔ بہت سے کافر بہادر اس کے ملازم تھے۔ ایک روز اُس نے اپنے سنا باؤ اجداد کا حال دریافت کیا۔ بعض تاریخ دانوں نے بیان کیا۔ کہ علی بن ابی طالب نے ہمارے ہزار ہا بزرگوں کو قتل کیا ہے۔ اس نے پوچھا۔ وہ کون سے شہر میں مدفون ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ نجف میں۔ وہ عین دو ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے لے کر روانہ ہوا۔ جب منز لیس طے کر کے نجف کے قریب پہنچا۔ اور سجا اور ساعات اور باقی اور لوگ اس کے بد ارادے سے واقف ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے مقدور بھر شہر کی حفاظت میں پوری پوری کوشش کی۔ آخر کار روضہ مقدسہ میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔ اور روضہ کی فصیل کا دروازہ اینٹ اور گارے سے بند کر لیا۔ اور ادھر ادھر ہر طرف سے چھ روز تک پتھر ڈھیلوں اور تیروں سے اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ آخر وہ ملعون ایک دیوار توڑ کر اپنے رفیقوں سمیت فصیل کے اندر داخل ہو گیا۔ مسلمان جان کے ڈر سے بھاگ نکلے۔ وہ عین روضہ مقدسہ کے اندر گھس گیا۔ اور یہ کلمات زبانِ نبی پر لایا۔ اے علی! تو نے ہی میرے آباؤ اجداد کو قتل کیا ہے۔ اور چاہتا تھا کہ قبر مبارک کو اکھاڑ ڈالے۔ اسی اثنا میں حیدر کرار کی دو انگلیاں ذوالفقار کی دو زبانوں کی طرح قبر سے نکلیں۔ اور اس طرح اس کی کمر میں آکر لگیں۔ کہ وہ طمون دو ٹکڑے ہو کر فوراً دو سیاہ پتھر بن گئے۔ اور اب تک وہ بت سیاہ اسی طرح پرفصیل کے دروازے پر پڑا ہے۔ کہ جو کوئی اس سلطان الاولیاد کی زیارت کو جاتا ہے اس پر لات مار کر فصیل کے اندر داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ فردوسی ذیل کے شعر میں اس واقعہ کی خبر دیتا ہے۔ بیت -

شہیکہ زوبد و انگشت مرہ را بد و نیم
برائے قتل عدو ساخت ذوالفقار انگشت

(یعنی وہ بادشاہ جس نے مُترہ بن قیس کو دو انگلیوں سے دو ٹکڑے کیا۔ اس نے دشمن کے قتل کرنے کے لئے

انگلی سے ذوالفقار کا کام لیا۔) نیز ایک شاعر کا قول ہے۔ بیت

آنست امام کرد و انگشت چوں مُترہ قیس کا فرے گشت

نیز ملا حسن کاشانی نے بھی اس باب میں ایک قصیدہ کہا ہے۔

منقبت ۱۵۰۔ فوحات القدس میں رسک سے جو امیر المومنین کے اصحاب تھے منقول ہے۔ کہ ایک روز

جناب امیرؑ کے ایک پیر و کاندے عرض کی یا امیر المومنین بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے وصی سے بہت معجزات اور براین دیکھے اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے وصی سے معجزات و خوارق عادات مشاہدہ کرتے رہے۔ ہم بھی آپ سے کوئی کرامت دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو اطمینان قلب اور زیادتی یقین کا باعث ہو۔ امیر نے فرمایا۔ تم کو علوم غریبہ کی تاب اور امور عجیبہ کے مشاہدہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ جب

انہوں نے بہت مبالغہ اور نہایت الحاح و زاری کی۔ تو صحابہ کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر قبرستان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ زمین شورہ زار میں پہنچے۔ اور آہستہ آہستہ اسلئے حسنیٰ میں سے ایک اسم پڑھ کر فرمایا۔ اے زمین! ع پر وہ از روئے کار خود بر وار جو خزانے تیرے اندر پوشیدہ ہیں۔ ان کو ظاہر کر۔ ناگاہ اصحاب کیا دیکھتے ہیں۔ کہ جناب کے دائیں طرف جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْوَهَّارُ۔ (باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) کا مضمون و لکشا ظاہر ہوا۔ اور میوہ دار درختوں کے نیچے خوشبودار پانی کی نہریں

جاری ہیں۔ اور غروف سے حوریں نظارہ کے لئے سر جھکائے ہیں۔ اور اصحاب یمن کے حال سے خبر لے رہی ہیں۔ اور بائیں طرف سے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) کا مضمون غم افزا سنائی دے رہا ہے۔ اور عذاب اور جانستان اژدہ سے اور دوزخ کے درکات مشاہدہ ہو رہے ہیں۔ اور اصحاب شمال کے حال کا نقشہ نمایاں ہو رہا ہے جب اصحاب نے ایسا معجزہ دیکھا۔ تو جو لوگ دین میں مستقیم اور پختہ کار نہ تھے۔ انہوں نے شیطان کی طرح قرآن سے وشتناک ہو کر کرامت کو سحر سے نامز و کیا۔ اور جو لوگ کہ صاحب یقین و ایمان تھے۔ ان کے یقین میں زیادتی ہوئی اور کہنے لگے کہ اس حالت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول شاہد ہے۔ الْقَدِيرُ وَرُوضَةُ مَنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حَفْرَةَ مَنْ حَفَرَ فِي التَّيْرَانِ (قبر جنّت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہو۔

منقبت ۱۵۱۔ نیز کتاب مذکور میں خواجہ حسن بھری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین

شہر کوفہ میں اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ عام مومنین کے مقبروں کی طرف متوجہ ہوئے جب وہاں

پہنچے آزیانہ سے تین خط کھینچے۔ اور تین دفعا ایک دینار نکلا۔ اس کو لوگوں کو دکھا کر وہیں دفن کر دیا۔ اور فرمایا۔ تم کو کوئی نیک عمل اٹھائے گا۔ اور وہاں سے واپس آگئے بویض واقعہ کاروں نے کدال لے جا کر اس مقام کو کھودا اور اتنی کوشش کی کہ پانی نکل آیا۔ مگر دیناروں کا کہیں نشان نہ ملا۔ جب یہ خبر آپ کو پہنچی۔ تو ارشاد فرمایا۔ ان دیناروں پر محمد مہدی مقرف ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ان دیناروں پر میرے اولاد میں سے ایک شخص مقرف ہوگا۔ جو امامت کا مرتبہ رکھتا ہوگا۔

منقبت ۱۵ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے کہ خلفائے بنی عباس کے زمانے میں ایک مداح جو بلخ کا باشندہ تھا۔ مصر میں رہتا تھا۔ اور برابر اہل بیت رسول کی مدح کہتا رہتا تھا۔ اور صبح و شام ان کی صفت و ثنا میں مشغول رہا کرتا تھا۔ ایک روز مسجد میں جہاں خردو کلاں اور اونی اور اعلیٰ کا مجمع تھا۔ اور سب عبادت خدا میں مشغول تھے۔ اس نے شاہ ولایت و نور ہدایت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کی مدح پڑھنی شروع کی۔ اور منقبت کے صیقل سے دوستان علی کے دلوں کے آئینہ سے زنگ ملامت صاف کیا۔ اور شاہ ولایت پناہ کے عشق میں ایک من روٹی اور حلوا اس جماعت سے طلب کیا۔ ایک خارجی اس مجمع سے اٹھا۔ اور اس مداح کا ہاتھ پکڑ کر کہا میرے گھر چل۔ تاکہ تجھ پر لطف و احسان کا دروازہ کھول کر تیری حاجت کو پورا کروں۔ پس اپنے گھر جا کر غلام سے کہا۔ گھر کا دروازہ بند کر لے۔ اور جو کچھ میں کہوں اس کو بجالا۔ تاکہ اس کے صلہ میں تجھے آزاد کروں۔ اور اشرفیوں کی ایک حقیقی اور انعام دون۔ بعد ازاں حکم دیا کہ اس رافضی کے ہاتھ اور پاؤں بھیڑ بکری کی طرح باندھ لے۔ اور اس کی دونوں آنکھیں باہر نکال دے۔ اور ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ کر مجھے خوش اور مسرور کر۔ غلام نے وہی عمل کیا جب عالم نے عباسیوں کا لباس پہن لیا۔ اور خارجیوں کے سیاہ دل کی طرح بالکل سیاہ ہو گیا۔ اس ملعون نے غلام سے کہا کہ قبرستان میں جا۔ اور اس مداح کو وہاں ڈال آ۔ تاکہ وہاں نہایت وقت و خواری سے جان دے۔ غلام اس کے کہنے کے بموجب اس کو قبرستان میں لے گیا۔ اتفاقاً اس وقت خضر علیہ السلام امیر المؤمنین کے روضہ مقدسہ کی زیارت کو آئے ہوئے تھے۔ اور قبر مطہر کے گرد طواف کر رہے تھے۔ کہ یکایک قبر سے آواز سنی کہ لے بھائی! مصر کی طرف جاؤ۔ اور اس مداح کی خبر لو۔ جو قبرستان میں بے حال پڑا ہے۔ بعد ازاں تلقین کے دروازے حضرت خضر پر کھولے۔ اور مداح کے ہر عضو پر بیدہ کے لئے ایک ایک اسمِ اعظم تعلیم فرمایا۔ اور فرمایا۔ ان اسماء کو مداح کے کٹے ہوئے اعضاء پر پڑھو۔ اور بہ حکم خدا ان اسماء کی برکت سے اس کے اعضاء کو صحیح و سالم کر دو۔ اور اس سے کہو کہ علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں۔ کہ اسی مسجد میں جا کر اسی طرح ہماری مداح پڑھو۔ اور پہلی طرح سوال کر کے نان و حلوا طلب کرو۔ کہ ایک شخص تم کو اسی گھر میں لے جا کر دسترخوان بچھائیگا۔ اور تمہارے لئے نان اور حلوا لائے گا۔ جب تو گھر میں بیٹھے گا۔ تو ایک عجیب بات معائنہ کر گیگا خضر علیہ السلام بموجب ارشاد امیر ایک

چشم زدن میں گورستان مصر میں پہنچے۔ اور اس مظلوم کی خبر گیری میں مصروف ہوئے۔ اور اس کے کٹے ہوئے اعضاء
اسم خدا کی برکت سے فوراً درست ہو گئے۔ اور انکھیں روشن ہو گئیں۔ اور زبان بولنے کے قابل ہو گئی پاؤں چلنے
اور ہاتھ گرفت کرنے کے لائق ہو گئے جب بالکل تندرست ہو گئے۔ تو امیر المؤمنین کا پیغام اس کو پہنچا یا
مداح جناب امیر کی فرمائش کے موافق اسی مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ اور حضرت کی مدح پڑھنے لگا۔ اور پہلے کی طرح
نان اور حلوا طلب کیا۔ ایک جوان نے اٹھ کر کہا۔ میں تیری حاجت پوری کروں گا۔ اور نان و حلوا دوں گا۔ یہ کہہ کر اس کو
اپنے گھر لے گیا۔ جب مداح نے دیکھا۔ کہ یہ وہی گھر ہے جہاں اس خارجی نے اس کے اعضاء قطع کئے تھے۔ ذرا دل
میں ڈرا۔ پھر دل ہی دل میں کہا۔ چونکہ شاہ ولایت پناہ کا حکم ہے۔ اس لئے خلاف ورزی مناسب نہیں۔ القصد اس
جوان نے دسترخوان بچھایا۔ اور نان و حلوا حاضر کیا۔ مداح نے جب یہ حال دیکھا۔ تو متعجب ہو کر بلا کل اسی جگہ ایک
ظالم نے میرے اعضاء کاٹ کر مجھ کو مرنے کے قریب کر دیا تھا۔ اور تو آج مجھ پر مہربانی کر رہا ہے۔ اور اس طرح شفقت
اور رحمت سے پیش آ رہا ہے۔ میں اس بارے میں حیران اور سرگردان ہوں۔ براہ مہربانی اس راز کو مجھ پر واضح کرتا کہ
میرے دل کو اطمینان حاصل ہو۔ جوان نے کہا۔ جس ظالم نے کل تم پر ظلم کیا۔ وہ میرا باپ تھا۔ اور وہ ظلم و جفا جو
تم پر روا رکھا گیا مجھے بہت بُرا معلوم ہوا۔ اور سخت ناگوار گذرا۔ اور اس سے نہایت محزون و مغموم ہوا جب رات
ہوئی۔ اور سویا۔ تو عالم رویا میں امیر المؤمنین کو دیکھا۔ کہ غضبناک ہو کر میرے باپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا
اے خرس سیاہ (کالے ربچھے) جو کچھ تو نے میرے مداح سے کہا۔ اس کی سزا دیکھی کہ دنیا میں مسخ ہوا۔ اور آخرت
میں دوزخ میں جانے کا حق دار ہو گیا۔ اس خواب کی دہشت سے میری آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سیاہ
ریچھ کی صورت میں تبدیل ہو گیا ہے۔ میں نے اسی وقت زنجیر اس کی گردن میں ڈال دی۔ ابھی وہ ریچھ گھر میں موجود ہے
اٹھ کر دیکھ لو۔ اور شاہ ولایت پناہ کی محبت کے نتیجے سے اپنے دل محزون کو خوش کرو۔ جب مداح اس گھر میں گیا۔
تو ایک کالا ریچھ دیکھا۔ مداح یہ دیکھ کر زمین پر گر پڑا۔ اور شکر خدا میں نہایت عجز و نیاز سے سجدہ بجلا لیا۔ اور اہل
بیت کی مدح و ثنا کرنے لگا۔ اسی وقت غضب الہی کی بجلی چمکی اور اس کالے ریچھ کو جلا کر خاکستر کر دیا جب اس
جوان نے باپ کا یہ حال دیکھا۔ خوار و معذرت کے عقیدے سے بیزار ہو کر اہل بیت کا تو لا اختیار کیا۔ اور ان کے
دشمنوں سے تبر کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی التَّوْفِیْقِ۔

منقبت ۱۰ نیز کتاب مذکور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ مدینہ میں ایک شخص عبداللہ نام
رہتا تھا۔ جو اہل حجاز کا سردار اور عرب میں کرم و سخا کے سبب مشہور و ممتاز تھا۔ خدم و حشم بکثرت اور بزرگانہ اسباب
اور سامان بے شمار موجود تھا۔ اور خاندان مصطفیٰ کا دوستدار تھا۔ اور ترضی علی کی محبت پر بیحد فخر و مہاباات کیا
کرتا تھا۔ اس کے دس بیٹے تھے۔ اور ایک لڑکی جو نہایت خوبصورت اور نیکو کار پاک دامن تھی۔ ایک روز کا ذکر

ہے کہ وہ لڑکی نہانے کے لئے پانی میں اترتی۔ تاکہ غسل کر کے خدا کی عبادت میں مشغول ہو۔ اتفاقاً ایک کرم اس کے رحم میں داخل ہوا۔ اور اُسے ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔ وہ کرم روز بروز رحم میں پلنے اور بڑھنے لگا اور اس سبب سے اس کو تکلیف ہونے لگی۔ آخر اس کا پیٹ بڑھ کر حاملہ عورت کا سا حال ہو گیا۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ آخر بہتان لگانے اور ان کہنی کہنے لگے۔ اور قوم اور قبیلہ والوں نے طاعت کرنی شروع کی۔ اور اس کو ہر طرح لعنت اور پھٹکار دینے لگے۔ ہر چند وہ عقیقہ اپنی پاک دامنی کا اظہار کرتی تھی۔ لیکن کوئی شخص اس بات پر کان نہ دھرتا تھا۔ آخر کار جب باپ کو یہ خبر پہنچی۔ تو اس نے اپنا عامہ زمین پر دسے مارا۔ اور لباس پھاڑ ڈالا۔ اور بولا۔ میں عرب میں شرمندہ ہو گیا۔ اور نہایت بیاباں ہو کر فغان و زاری کرنے لگا۔ آخر کار اس کے قتل کرنے پر تیار ہوا۔ تاکہ اس کے بدن ناپاک کو کاٹ کر زمین کا پیوند کر دیں۔ اس کی گردن میں رسی باندھ کر گھر سے نکالا۔ لوگ کھڑے تماشاً دیکھ رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر اس عقیقہ پاک دامن نے اپنا روٹے نیاز آسمان کی طرف اٹھایا اور درگاہ قاضی الحاجات میں یوں استغاثہ کیا کہ اسے عالم السرا والخصیات۔ اے خدائے غیب دان تو میرے حال سے خوب آگاہ ہے۔ کہ مجھ سے کوئی حرکت ایسی ظاہر نہیں ہوئی۔ جس سے میں اس عذاب و سزا کی حق دار بنوں۔ اور اس غم عالم میں گرفتار ہوں۔ میری نیت عمان کی پاک دامنی کا واسطہ پیغمبر آخر الزمان کی دختر نیک اختر خاتون قیامت کے نقاب کا تقدق۔ جس کو زیارت کے واسطے آسمان پر لے گئے۔ اور اس معصومہ کی پشیمین چادر کی حرمت کا طفیل جس کا اشارہ توریت میں بھی مذکور ہے۔ مجھ کو اس تہمت سے چھڑا۔ اور میری عفت و عصمت سب پر ظاہر کر۔ میں موت سے نہیں ڈرتی کیونکہ وہ ضروری اور حتمی ہے۔ اور ہر زندہ کو بموجب حکم کل نفس ذالذات الموت (ہر جاندار موت کا ذائقہ چکھے گا) مرنے سے چارہ نہیں۔ لیکن مجھے اپنے باپ کی رسوائی کا غم ہے۔ کہ وہ میرے سبب سے خلقت میں شرمسار ہو رہا ہے۔ اور میں اس کے اندر وہ غم کو دیکھ کر غمگین و غموم ہوں کہ وہ میری وجہ سے ندامت اور حسرت کے آنسو بہا رہا ہے۔ اس وقت بیکامیک مشکل کشائے حاضر و غائب اسد اللہ بن ابی طالب کا خیال دل میں گذرا۔ اور کوئی طرف منکر کے یوں فریاد کرنے لگی۔ آیا مَوْلَاہِیْ اَذْرُکِنِیْ۔ یعنی اے میرے آقا میری خبر لیجئے۔ اور جلدی کیجئے۔ کیوں کہ :-

بیت

تو طیبی و درد منداں را از شفاخانہ تو در مان است

(تو ہی میرا طیب ہے۔ اور میں بیمار ہوں۔ اور تیرے شفاخانہ ہی سے مجھے دوائے شفا عطا ہوگی) اس وقت امیر المومنین کرم اللہ وجہہ اپنے اصحاب متطاب کے مجمع کثیر میں مسجد کوفہ کے اندر وعظ فرما رہے تھے کہ ناگاہ عالم غیب سے ایک ہاتف نے اس درد رسیدہ پاک دامن لڑکی کا حال آپ سے بیان کیا۔ اور اس کی رہائی کی

نہایت تاکید کی۔ امیر نے فرمایا۔ اے مومنو! اس وقت ایک مشکل پیش آئی ہے جو باعث رنج و ملال ہے۔ اور میرے بغیر اس کا حل ہونا محال ہے۔ اب میں اس عقدے کو حل کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ جاتا ہوں۔ وہاں سے واپس آ کر اس کا حال بیان کروں گا۔ قنبر رضی اللہ عنہ نے ہمراہ جانے کی التماس کی۔ جو منظور ہو گئی۔ فرمایا اٹھ جلدی کر کہ وقت بہت تنگ ہے۔ اور دیر کا موقع نہیں۔ میرے پاؤں کی پشت پر اپنا پاؤں رکھ کر آٹھ کھیں بند کر لے۔ اور دل کو بیدار رکھ۔ الغرض وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور عینی دیر میں کہ آصف برخیا تخت بلقیس کو سہلے اٹھا کر سلیمان کے دربار میں لائے۔ اس سے بہت جلد امیر المؤمنین مدینے میں جا پہنچے۔ اس وقت وہاں ایک عام بل چل پڑ رہی تھی۔ اور شور و غل مچا ہوا تھا۔ اور ہر طرف بھیڑ بھاڑ ہو رہی تھی۔ اس ہجوم میں دس بھائی آب و آرتلوں میں کھینچنے اس لڑکی کے خون بہانے کو تیار تھے۔ اور کثرت غم و اندوہ سے آنسوؤں کے دریا بہا رہے تھے۔ امیر المؤمنین نے ان سے فرمایا۔ کہ اس پاکدامن کے قتل سے باز آؤ۔ اور خبردار۔ اس کو کسی قسم کا آزار نہ دو۔ امین عباس اور مدینہ کے باشندے حضرت کی تشریف آوری کا حال سن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور لڑکی کا باپ بھی حاضر خدمت ہوا۔ اور ایک دردناک آہ بھر کر عرض کی۔ یا مولا! اس دختر بد اختر سے مجھ کو یہ رسوائی حاصل ہوئی ہے۔ اور میری ساری عزت و آبرو خاک میں مل گئی ہے۔ حضرت نے اس کو نعل میں لیا۔ اور نہایت نہربانی اور لطف و کرم سے پیش آ کر ارشاد فرمایا۔ تو اس بات سے غمگین نہ ہو۔ اور کسی قسم کا غم نہ کھا تیرنی لڑکی گناہ کی آلائش سے بالکل پاک اور عصمت و پاک دامنی کے نور سے شرفیاب اور ممتاز ہے۔ دیکھو بہتر مشقال وزن کا ایک کرم اس کے رحم میں داخل ہوا ہے جو اس کی فصیحت اور رسوائی کا باعث ہو رہا ہے پھر ایک طشت طلب فرمایا۔ کہ اس کو میند اور برف کے پانی سے بھر لائے۔ انہوں نے عرض کی کہ اس موسم میں نہ بارش ہے اور نہ برف۔ امیر نے اپنی انگشتیں مبارک کا گلیند آسمان کی طرف کیا۔ فوراً حکم خدا سے دو سیاہ بادل کے ٹکڑے ڈھال کی طرح کے ہوا میں ظاہر ہوئے۔ اور برسنا شروع کیا۔ اور اس طشت کو میند کے پانی سے بھر دیا۔ بعد ازاں اوپر کی طرف سے برف کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور بارش کے پانی میں آ ملا۔ پھر کچھ لوسن منگا کر پانی اور برف میں ملایا۔ اور حکم دیا۔ کہ اس جنگل میں ایک خیمہ کھڑا کر دیں اور اس لڑکی کو چندا مانت گزارا اور ایما ندار عورتوں کے ہمراہ اس خیمہ میں لاکر نہایت آرام سے اس طشت میں بٹھادیں اور خدا کی قدرت کی طرف متوجہ ہوں۔ جب حضرت کے ارشاد کی تعمیل کر چکے۔ تو وہ کرم لڑکی کے رحم سے نکل کر پانی میں آ پڑا۔ اور اس پاکدامن کو تکلیف سے نجات دی۔ جب ترازو میں اس کو تول کر دیکھا۔ تو اس کا وزن ٹھیک بہتر مشقال نکلا۔

منقبت ۵۵۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ ایک روز امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ منبر پر وعظ فرما رہے

تھے۔ کہ جب شہسوارِ عرصہ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ اور رازدارِ قَابِ قَوْسَيْنِ اذْذِي نے خاکِ دانِ دنیا سے طائرِ اعلیٰ کی طرف سفر کرنے کا عزم فرمایا۔ تو پانی سے بھرا ہوا کوزہ آپ کے سر ہانے دھرا ہوا تھا۔ جب روانگی کے وقت حضرت کا دامن اس سے لگا۔ تو وہ زمین پر اوندھا ہو گیا۔ اور پانی گرنے لگا۔ اور برقی نے برق کی طرح چلنا شروع کیا۔ جب حضرت معراج سے واپس تشریف لائے۔ تو کوزے سے پانی بہ رہا تھا۔ اور بسترِ مبارک اسی طرح گرم تھا۔ ایک یہودی مجلس میں موجود تھا۔ جب اس نے یہ خبر سنی تو یقین نہ آیا اور اسی انکار کی حالت میں اٹھ کر گھر چلا گیا۔ وہاں جا کر اپنی بیوی کو دیکھا۔ کہ آٹے میں ہاتھ بھرے بیٹھی ہے۔ اور گوندھنا چاہتی ہے۔ اور پانی کا انتقال کر رہی ہے۔ جب شوہر کو دیکھا۔ تو بولی۔ گھر میں اتنا بھی پانی نہیں ہے کہ میں آٹا گوندھ لوں۔ چشمہ پر جا کر جلد گھڑا بھرا۔ وہ گھڑا اٹھا کر چشمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور گھڑا بھر کر رکھ دیا۔ اور غوطہ لگانے کی نیت سے چشمہ کے کنارے پر گیا۔ اتفاقاً گھڑا گر پڑا۔ اور پانی بہنے لگا۔ یہودی نے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر دھر دیئے۔ اور خود پانی میں غوطہ مارا۔ جب پانی سے باہر نکلا۔ اپنے آپ کو ایک ننگی لڑکی پایا۔ دریا کا کنارہ نہ وہاں کوئی رشتہ دار نہ کوئی آشنا۔ نہایت حیران ہوا۔ آخر کار جب کچھ نہ بن پڑا۔ تو وہاں سے روانہ ہوا۔ ناگاہ ایک ہندی سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے اُس کو نشا دیکھ کر ترس کھایا۔ اور میدان ڈھانپنے کو کھڑے دیئے۔ پھر اس کا حال دریافت کیا۔ اس نے اپنا سارا قصہ کہہ سنایا۔ آخر کار شہر کی طرف روانہ ہوئی۔ جو دیکھتا سوجان سے اس کا خریدار ہو جاتا۔ آخر کار ایک مالدار نے اس سے عقد کر لیا۔ اور اپنے گھر میں داخل کیا۔ چھ سال شوہر کے گھر میں بسر کئے۔ اور پانچ بیٹے جنے۔ ایک روز دریا پر جانا ہوا۔ اور نہانے کے لئے غوطہ لگایا۔ جب سر باہر نکالا۔ تو اپنے آپ کو اصل حالت پر دیکھا کہ وہی چشمہ ہے۔ جہاں پہلے غوطہ مارا تھا۔ اور کپڑے پتھر پر رکھے ہیں۔ اور پانی گھڑے سے گر رہا ہے۔ اور خاک میں مل رہا ہے۔ سخت متحیر اور نہایت پریشان ہوا۔ کپڑے پہن گھڑا اٹھا گھر کی راہ لی۔ عورت کو دیکھا۔ کہ آٹے میں ہاتھ ڈالے اسی طرح بیٹھی ہے۔ گھڑے کو گھر میں رکھ مسجد کو روانہ ہوا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ امیر المومنین اسی طرح منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے ہیں۔ اسی وقت معراج کی تصدیق کی۔ اور نہایت نادم و شرمسار ہو کر رویا۔ اور امیر المومنین کی خدمت میں عرض کی کہ مجھ کو اسلام کا طریقہ فرمائیے۔ اور کفر کے زنگ سے میرا سینہ صاف کیجئے۔ کیوں کہ میں کفر اور کافری سے بیزار ہوں۔ اور نہایت اعتقاد دلی اور عقیدت مندی سے شاہراہ اسلام کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ جب تک پانچ پتھے نہ جنے۔ ہماری تصدیق نہ کی۔ بعد ازاں اس کو اسلام کا کلمہ پڑھایا۔ اور کفر کا زنگ اس کے دل و جان کے آئینہ سے صاف کیا۔

منقبت ۵۹۔ نیز کتاب مذکور میں سید علی واعظ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ کہ سرور کائنات صلعم

کی وفات کے بعد ایک روز جناب امیر المومنین مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں فرمایا۔ اے لوگو! اگر سید آخر الزمان نے دنیا سے آخرت کی طرف کوچ فرمایا۔ تو میں حکم پروردگار آنجناب کا وصی اور قائم مقام و نائب ہوں۔ جو مشکل تم کو پیش آئے۔ اس کے حل کرنے کے لئے میری طرف متوجہ ہو کیونکہ پوشیدہ باتیں مجھ پر ظاہر ہیں۔ اور غیب کا حال مجھ پر آشکارا اور روشن ہے۔ اولین و آخرین کا علم میرے نزانے کا گوہر ہے۔ اور آسمان اور زمین کے راز میرے سینے میں موجود ہیں اور مار کے حال سے خبر دار اور واقف ہوں۔ اور سفید و سیاہ کا تمام حال مجھ پر روشن ہے۔ ہوا کے پرنندوں اور دریا کی مچھلیوں کا حال مجھ پر ظاہر و آشکار ہے۔ اور جو کچھ تھا۔ اور ہے اور ہوگا۔ سب کا مجھ کو علم ہے۔ اور ہر شہر و دریا کے باشندوں کی عبادت اور بندگی سے خوب واقف ہوں۔ اگر میں چاہوں تو مشرق کو مغرب کر دوں۔ اور عورت کو مرد۔ اور زمین کو آسمان اور جا بلقا کو جا بلسا بنا دوں۔ ایک مشرک اس مجمع میں موجود تھا۔ جو قارون کا خزانہ رکھتا تھا۔ اور کثرت مال کی وجہ سے بڑا تکبر اور تفاخر کیا کرتا تھا۔ جب حضرت کا یہ کلام سنا۔ تو دل سے انکار کیا۔ جب مسجد سے نکلا۔ تو غضب الہی میں گرفتار ہو کر مسخ ہو گیا۔ اور کتا بن گیا جب اپنا یہ حال دیکھا۔ تو بہت پشیمان ہوا اور مسجد میں واپس گیا۔ تاکہ امیر المومنین اپنی نظر عنایت سے مالا مال کر کے اس کے دروے در مان کا علاج فرمائیں۔ جب اندر گیا۔ تو مومنوں نے اس کو وضو کرنا شروع کیا۔ اور پتھر اور ڈنڈے مار کر باہر نکال دیا۔ جب رستہ نہ ملا۔ تو گھر کو بھاگا۔ اور اپنی خوابگاہ میں جا کر ریشمی بستر اور دیبا کے نہالچے پر لیٹ گیا۔ جب اس کی بیوی نے دیکھا کہ اس کے شوہر کے بستر پر کتا ٹیٹا ہے۔ تو باندیوں سے کہہ کر اس کو نکلوا دیا۔ اور پتھر اور ڈنڈوں سے خوب اس کے دانت توڑے۔ اور گھر سے باہر نکال دیا۔ جب میدان میں پہنچا۔ محمد کے کتوں نے اس پر حملہ کیا اور دوڑ کر اپنے دانتوں اور پنجوں سے بچاڑ ڈالا۔ اور وہ ہیکل شہر سے نکال دیا۔ لاجپار ہو کر جنگل کا رخ کیا۔ اور تیرہ مہینوں میں جا رہا۔ اور سات سال تک اس جنگل میں حیران و سرگردان پھرتا رہا۔ کوئی چیز اس کے حلق سے نہ اترتی تھی۔ اور نہ خدا اس کو موت دیتا تھا۔ اس بیابان میں ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ رات دن اس کے گرد چکر لگاتا تھا۔ اور برف مینہ اور گرمی سردی کی تکلیفیں جھیلتا تھا۔ جب وہ منافق کتا گم ہو گیا۔ تو اس کی قوم اور قبیلہ نے اس کو تلاش کرنا شروع کیا۔ ہر چند کوشش کی۔ مگر کہیں نشان نہ ملا۔ آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ کسی دشمن نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کو ملک عدم کا راہی کیا۔ اس کا ماتم کیا گیا۔ اور تعزیت کی رسم ادا کی گئی۔ اس دشمن خدا کے گھر میں ایک عورت تھی۔ نہایت ایمان دار اور پاک اعتقاد اور بہت ہی حسین و جمیل۔ اس کا دل محمد و آل محمد کی محبت سے مالا مال اور مہمور تھا۔ وہ پری پیکر شوہر کے ماتم میں سیاہ پوش ہوئی۔ اور سات سال تک اس لباس میں رہی۔ گویا چہمہ آب حیات ظلمات میں روپوش

تھا۔ اور رگتا راسی کے غم میں حسرت واندوہ کے آنسو بہا تھی۔ عورتوں نے ہر چند اس کو رونے پٹینے اور ماتم داری کرنے سے منع کیا۔ اور کہا کہ اگر شوہر مر گیا۔ تو کیا ہوا۔ تیر سے ایک ایک بال پر ایک ایک شوہر قربان ہے۔ جب عورتوں کی باتوں سے طول و محزون ہوئی۔ تو شاہ مرداں کی خدمت میں جا کر عرض کی۔ مجھ پر ایک مشکل پڑی ہے۔ اور مجھ کو کمال رنج لاحق ہوا ہے۔ حلال مشکلات اور سہلال معضلات نے فرمایا۔ اپنی مشکل کا حال بیان کر۔ تاکہ تیری مشکل حل کروں۔ اور تیرا دلی رنج دور کروں اس نے عرض کی کہ ایک روز میرا شوہر اکیلا گھر سے نکلا۔ اوسے پتہ ہو گیا۔ اس بات کو سات برس ہو چکے ہیں۔ ہر طرف تلاش کیا گیا۔ اور ہر قسم کی کوشش کی گئی۔ مگر کہیں نہ کچھ پتہ لگا۔ نہ کچھ خبر ملی۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ اسے عورت! تیرا شوہر زندہ ہے۔ لیکن نہایت بد حال اور پریشان ہے۔ گھر میں جا کر کھانا تیار کر۔ اور کھانا لے کر اپنے محرموں کے ہمراہ ترمجنوں کی راہ لے۔ اور دو فرسخ راہ طے کر کے جب بائیں طرف ایک ریت کا ٹیلہ نظر آئے۔ اس کے آس پاس اپنے شوہر کی تلاش کر۔ یہ سن کر عورت نہایت خوش ہوئی۔ گھر جا کر قسم قسم کے کھانے تیار کئے۔ اور ترمجنوں کی راہ لی۔ ریت کے ٹیلہ پر پہنچ کر ہر طرف نگاہ دوڑائی۔ ایک عمت کے بعد ایک کتا ظاہر ہوا۔ جب اس کی نظر ٹیلے کی چوٹی پر پڑی۔ تو اور چڑھنا چاہا۔ لیکن ضعف و ناتوانی کے سبب چڑھ نہ سکا۔ عورت اپنے آدمیوں سمیت نیچے آئی۔ وہ کتا اس کے پاؤں میں گر کر بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو عورت نے اپنے غلام سے کہا۔ کہ ترس کھا کر اس کتے کو کچھ روٹی اور کچھ حلوا دے۔ غلام نے روٹی کا ٹکڑا اُس کے آگے ڈالا۔ مگر (ضعف جاذبہ) کمزوری کے سبب کھا نہ سکا۔ عورت نہایت حیران ہوئی۔ اور اپنے ہاتھ سے پانی کا پیالہ کتے کے آگے رکھا۔ جب پینے کا ارادہ کیا۔ تو سیاہ خاک پیالے میں نمودار ہوئی۔ یہ دیکھ کر عورت حیران رہ گئی۔ اور کہنے لگی۔ اسے خالق ارض و سما تو دانا اور بینا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ یہ کیا بات ہے؟ مجھ کو امیر المؤمنین نے فرمایا ہے۔ کہ ترمجنوں میں جا۔ وہاں اپنے شوہر سے ملے گی۔ اس کے گلشن مراد سے گل مراد چھنے گی۔ میں نے ان کے فرمانے کے موافق اس جنگل میں گردش کی۔ اور اس کتے کے سوا اور کوئی چیز مجھے نظر نہ آئی۔ اور یہ مجھے یقین ہے کہ اس بزرگوار کا قول کبھی خلاف ہنہ نہیں ہوتا ہے۔ بعد ازاں وہاں سے روانہ ہوئی۔ اور امیر المؤمنین کی خدمت میں آ کر اپنی حسرت و ناکامی پر خوب روئی۔ اور عرض کی۔ کہ جناب نے فرمایا تھا۔ کہ ترمجنوں میں جا۔ وہاں اپنے شوہر سے ملے گی۔ آپ کے فرمانے سے اس بیابان کو طے کیا۔ وہاں ایک کتے کے سوا اور کسی کو نہ دیکھا۔ امیر نے فرمایا۔ اسے عورت! تیرا شوہر وہی کتا تھا۔ جو تو نے وہاں دیکھا۔ اور اُسے دیکھ کر حیران و سرگردان ہوئی عورت نے جب یہ بات سنی۔ امیر کے پاؤں میں گر پڑی اور نہایت تضرع و زاری کر کے عرض کی اسے

امیر مومنوں اور اے مقتداے متقیوں! اس راز کو کھول کر بیان فرمائیے۔ فرمایا۔ تیرا شوہر مشرک تھا۔ اس نے خدا و مصطفیٰ سے دشمنی کی۔ اور میری ولایت میں شک کیا۔ خدا تعالیٰ نے اسے مسخ کر دیا۔ عورت بیچارہ نے جب یہ بات سنی تو نہایت غم و نیاز سے عرض کی۔ لے ولی برحق۔ خالق بے چون کے حق کا واسطہ اور پیغمبر رہنا کا تصدق ولایت کی طاقت سے میرے شوہر کو اصلی صورت میں مجھے دکھا دیجئے اور میرے دل عمودیہ سے اس رنج و غم کو دور کیجئے۔ فرمایا اس کتے کے گلے میں رستی ڈال کر میرے پاس لاؤ یہ رستی کر عورت بہت خوش ہوئی۔ اور پھر اپنے آڈیوں کو لے کر بیابان میں گئی۔ اور کتے کی گردن میں رستی ڈال کر جناب امیر کے پاس آئی۔ جب وہ کتاب حاضر ہوا۔ تو خجالت اور شرم کے مارے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ اور زار زار رویا۔ امیر المؤمنین نے قاضی الحاجات کی درگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر اس کے لئے دعا فرمائی۔ فوراً اصلی صورت پر ہو گیا۔ اسی طرح لباس پہنے اور بگڑی سر پر رکھے زمین پر گر پڑا۔ اور زار و زار عرض کی۔ لے امیر المؤمنین! میں نے آپ کے بارے میں شک کیا۔ اور اپنے کئے کی سزا پائی۔ اب میں شرک سے بیزار ہوا۔ میرے حال پر لطف و رحم فرمائیے۔ اور ہدایت کی راہ دکھائیے۔ امیر نے جب دیکھا کہ دین اسلام کی خواہش اس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ تو زبان مبارک تلقین کے لئے کھولی۔ اور اس کا ایمان تسلیم فرمایا۔ وہ شخص دین محمدی پر ایمان لایا۔ اور اہل یقین میں داخل ہوا۔

منقبت نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ جب امیر المؤمنین نہروان سے فتح پا کر واپس آئے۔ راستے میں دو راہ آیا۔ ایک راستہ کہ نہر پیسے کو جاتا تھا۔ اور ایک دوسری نہر کو۔ ایک رستہ میں تو پانی تھا۔ اور دوسرا پانی سے خالی تھا۔ حضرت اپنے لشکر کو لے کر بن پانی والی راہ سے روانہ ہوئے۔ اور نہایت تیزی سے اس رستہ بے آب کو طے کیا۔ چونکہ وہاں نہایت گرم تھی۔ اہل لشکر پر پیاس نے غلبہ کیا۔ اور کثرت حرارت سے ان کے منہ اور لب خشک ہو گئے۔ بعض منافقوں نے طعن و ملامت شروع کی مومن ان کی باتوں سے نہایت آزرده خاطر ہوئے۔ اور حضرت کی خدمت میں ان کی سخت کلامی کا ذکر کیا۔ اور بے آبی سے شملہ آتش کی طرح فریاد کی۔ فرمایا سب اہل لشکر حاضر ہوں۔ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیں۔ حضرت کے خیمے کے آگے ایک لہشتہ تھا۔ آپ کے حکم سے قبر نے اُس کو کھودا نیچے سے ایک بھاری پتھر نکلا۔ حضرت نے نہ نفس نفیس اپتھر کو اٹھا کر دو رو پھینک دیا۔ ایک زہینہ ظاہر ہوا۔ قنبر سے فرمایا۔ اندر جاؤ۔ اور ہر طرف دیکھو جہاں کر کے ساری کیفیت بیان کر دو۔ قنبر حسب الارشاد اندر گئے۔ اور واپس آ کر عرض کی۔ کہ جب میں پینتیس زینے نیچے اُترا۔ تو پتھر کا ایک دروازہ نظر آیا۔ جس پر قفل لگا ہوا ہے معلوم نہیں اس کی کنجی کہاں ہے اور ویسے اس دروازے کا کھولنا مشکل بلکہ محال معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے اپنے عمامے میں ایک کنجی نکال کر قنبر کے حوالے کی۔ اور فرمایا دروازے کی طرف جاؤ۔ اور پانی کا ایک پیالہ لاؤ۔ جب دروازہ کھولا تو پانی کا ایک حوض دیکھا اور اُس کے

کنارے پر ساتی کوڑکھو موجود پایا۔ یہ دیکھ کر اس کو حیرت پر حیرت ہوئی۔ امیر نے پانی سے بھر کر ایک پیالہ اس کو دیا۔ اور فرمایا: اے قنبر! پانی سے جاؤ۔ اور پیاسوں کی حاجت روائی کرو۔ قنبر پانی کا پیالہ لے کر باہر آیا۔ امیر المومنین کو اپنی جگہ کھڑا دیکھا۔ چاہا کہ کچھ زبان سے کہے۔ اور راز کو فاش کرے۔ امیر نے فرمایا: کیا تو نے دشت ارژنہ کا قصہ نہیں سنا۔ جو یہاں تعجب کرتا ہے۔ پھر حضرت نے اس پانی کے پیالے سے تمام اہل لشکر اور لشکر کے سارے حیوانات کو سیراب فرمایا۔ اور پھر وہ پیالہ اسی طرح پانی سے بھرا ہوا تھا۔

منقبت ۳۱ نیز کتاب مذکور میں علی حجازی سے مروی ہے۔ کہ جب سرور غالب علی بن ابی طالب عمارؓ یا سرور نصیر اور دیگر اصحاب کے ہمراہ بغداد سے واپس ہو کر حاکم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرات کے کنارے پہنچے۔ نصیر کے دل میں خیال گزرا۔ کہ ہم فرات کو کس راہ سے عبور کریں۔ اور کون سے گھاٹ کی طرف متوجہ ہوں۔ شاہ ولایت نور فرست سے اس کے دل میں خیال پر آگاہ ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اے نصیر! فرات کے کنارے پر جا کر بلند آواز سے کہے: حججہ علی بن ابی طالب دریاقت کرتا ہے۔ کہ ہم کس گھاٹ کی طرف جائیں اور فرات کو کہاں سے عبور کریں۔ جب نصیر نے دریا کے کنارے پر جا کر آواز دی اور حججہ کو بکارا۔ تو سات ہزار حججہ نام شخصوں نے جواب دیا۔ کہ فرات میں حججہ نام اشخاص بہت ہیں۔ شاہ دلدل سوار کس حججہ کو چاہتے ہیں نصیر نے شاہ ولایت سے عرض کی۔ فرمایا: حججہ ابن کرہ کو چاہتا ہوں۔ نصیر نے پھر آواز دی۔ حضرت حججہ بن کر کہہ کر طلب کرتے ہیں۔ فرات سے آواز آئی۔ کہ کر کہہ بھی بیحد و بیشمار ہیں۔ کونسا کر کہہ جناب کو مطلوب ہے۔ نصیر نے جو سنا تھا۔ عرض کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ کہ کر کہہ بن مرمرہ کو چاہتا ہوں۔ جب نصیر نے حججہ بن کر کہہ بن مرمرہ کو بکارا۔ تو اس شخص نے لہیک کہا۔ اور بولنے غلام بیان کر کہ امیر المومنین کیا حکم دیتے ہیں۔ اس نے کہا۔ کہ وہ فرماتے ہیں۔ فرات کا گذر گاہ کہاں ہے۔ اور خلقِ خدا کے عبور کرنے کا مقام کونسا ہے۔ بولا۔ اے لڑکے کیا تیری عقل جاتی رہی ہے۔ اور دیوانہ ہو گیا ہے۔ بھلا! جو شخص میرا اور میرے باپ دادا کا نام جانتا ہے۔ اُسے اتنی خبر نہیں کہ فرات کا گھاٹ کہاں ہے۔ تو کس لئے اس کے حالات سے غافل ہے۔ اور اپنی نادانی سے خوارج کی طرح جاہل ہے۔ اے نصیر! تجھ کو معلوم رہے۔ کہ میں ایک ہزار سات سو برس سے اس دریا میں رہتا ہوں۔ اور پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ نصیر نے جب یہ باتیں سُنیں۔ تو نہایت بے کل اور بیقرار ہوا۔ اور حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ کہ حججہ کے زندہ ہونے کی دعا فرمائیں۔ ابھی حضرت کی دعا ختم نہ ہوئی۔ کہ حججہ زندہ ہو کر دریا سے نکلا۔ اور آکر حضرت کی رکاب کو بوسہ دیا۔ جب نصیر نے یہ عجیب و غریب واقعہ مشاہدہ کیا۔ تو کافر ہو گیا۔ اور بولایا علی تو خدا ہے۔ اور رہنما ہے۔ اور کریم و رحیم تو ہی ہے۔ اور جبار و ستار تو ہی ہے۔ امیر المومنین نے کافر ہوجانے کی وجہ سے ذوالفقار کے ساتھ اس کا سترن سے اڑوایا۔ اور

پھر دعا فرما کر زندہ کیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ امیر المؤمنین نے ستر دفعہ نصیر کو قتل کیا۔ اور پھر زندہ کیا۔ قاسم کاہی فرماتے ہیں :-

بیت

زلطف و قہر او بر دوزندہ شد صدرہ ہمانا بودا عجا ز سبجا کارا و یکسر

مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ خطبۃ البیان سے امیر المؤمنین کے کلام نصرت آیات کی شرح میں باہضائل کے اندر یہ لکھا گیا ہے کہ امیر نے فرمایا۔ اَقْتُلْ مَوْتَانِیْنِ وَاَحْيِیْ مَوْتَانِیْنِ یعنی میں ہوں وہ شخص جو دوبار قتل کرتا ہوں اور دوبارہ زندہ کرتا ہوں۔ یہاں ستر بار مروی ہے۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ مذکور کے زندہ کرنے سے پہلے اس قسم کا معجزہ حضرت سے ظاہر ہوا ہوگا۔ اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا ہوگا۔ اور اگر یہی معجزہ مراد ہے۔ پس پہلا قول زیادہ ترجیح ہے۔ کیوں کہ آپ کا کلام معجزہ نظام اس پر جاری ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْر۔

المقصہ حضرت حججہ سمیت فرات سے عبور کر کے کوفہ میں واپس آئے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ حججہ ستر سال اور زندہ رہا۔ بعد ازاں عالم آخرت کو سدھارا۔ بیت

آمدی بازا ز جراثمت تازہ کردی مینہ را بار دیگر زندہ کردی کشتہ دیرینہ را

منقبت :- نیز کتاب مذکور میں سلمان فارسی سے منقول ہے کہ ایک روز امام حسن رضوان اللہ علیہ جناب امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ اور قرآن کے سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا حال بیان کرتے تھے۔ اسی اثنا میں ذکر کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عَلِمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ (میری امت کے علمائے اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں) اور آپ یا امیر المؤمنین اس امت میں سب اولیا سے افضل اور تمام علماء سے اعلم ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا تھا۔ آپ کو کیا چیز عنایت کی ہے۔ امیر المؤمنین نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے فوراً ایک ابر کا ٹکڑا ہوا میں نمودار ہوا۔ اور اونٹ کی طرح آپ کے آگے آ کر زمین پر سینہ لگا کر بیٹھ گیا۔ امیر امین کو لے کر اس پر سوار ہوئے۔ اور میں بھی آنجناب کے اشارے سے اس پر بیٹھ گیا۔ اور بادل نے پرندے کی طرح اُڑنا شروع کیا۔ اور ایک خشک درخت کے پاس جا کر اُڑا۔ امیر المؤمنین نے امام حسن سے فرمایا۔ درخت کی طرف متوجہ ہو۔ اور اس سے حال دریافت کرو۔ جب حضرت نے بموجب ارشاد امیر المؤمنین اس درخت سے سوال کیا۔ تو اس نے اپنا حال اس طرح سے بیان کیا۔ کہ لے شاہ سزاؤں دو جہان علیٰ عالی مقام رات کو اس مقام پر عبادت کیا کرتے تھے۔ ان کے قدم فرحت لزوم کی برکت اور میمنت سے میں ہر بھرا اور تروتازہ رہتا تھا۔ جب سے رسول خدا صلعم نے اس دار فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت فرمائی ہے۔ حضرت نے اُنا ترک کر دیا ہے۔ آپ کی جدائی کے غم سے میری یہ حالت

ہو گئی ہے۔ امیر المؤمنین کی خدمت میں میرا حال عرض کیجئے۔ کہ میری سرسبزی کے لئے دُعا فرمائیں۔ امام علیؑ کا مقام نے جب اس کا حال خدمتِ اقدس میں عرض کیا! تو امیر نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ حق تعالیٰ نے اس درختِ فرخندہ بخت کو سرسبز اور ہر ابھر کر دیا۔ اور اس کے نیچے پانی کا ایک چشمہ جاری کیا۔ بعد ازاں بادل وہاں سے اُڑا۔ اور ایک بھر بے پایاں کے کنارے جا کر اُترا۔ میں نے وہاں پر ایک پرندہ اونٹ کے برابر دیکھا جس کے پر گر گئے تھے۔ اور بازو شکستہ ہو گئے تھے۔ اور مخزون و طولِ سمندر کے کنارے بیٹھا تھا۔ امیر المؤمنین نے امام حسنؑ سے فرمایا۔ اس بے بال و پر پرندے سے اس انقلاب کی کیفیت دریافت کر کے مجھ سے بیان کرو امام نے جا کر حال دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا۔ اے شاہزادہ دنیا و دین میں ایک فرشتہ ہوں۔ امیر المؤمنین کے ساتھ صدر بہشت میں میرا مکان تھا۔ اور وہاں عبادت کیا کرتا تھا۔ جب سلطان انبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دنیا کو رخصت کر کے عالم آخرت کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ میں اپنے عبادت خانے سے الگ ہوں۔ اور اس دُوری کے سبب گریہ وزاری کرتا ہوں۔ میرے بال و پر شکستہ ہو گئے۔ اور میرا راحت و آرام جاتا رہا۔ امیر المؤمنین کی خدمت میں عرض کیجئے۔ کہ میرے حق میں دُعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالیٰ مجھ کو بال و پر عطا فرمائے۔ امام حسنؑ نے اس کا سارا حال حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ امیر المؤمنین نے اس کے لئے دُعا فرمائی۔ فوراً بال و پر عطا ہوئے جب اس کو پر و بال مل گئے۔ تو دریا کے کنارے سے اڑ کر امیر المؤمنین کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ اور تہنیت و سلام کے ادا کرنے کے بعد عرض کی۔ اے سرماج خلق آپ کو اور آپ کے دوستوں کو ملکِ عمام کے حکم سے روضہ رضوان اور حور و غلمان کی بشارت ہو۔ امیر نے فرمایا۔ اے فرشتہ! تو بہشتِ جاوداں اور نعمتِ بیکران کی بشارت کیونکر دیتا ہے؟ فرشتہ نے عرض کی۔ کہ خالقِ مطلق اور قادر بر حق نے اپنی رحمت خاص سے ایک سمندر خلق فرمایا ہے اور اس میں بیشمار پرندے خلق فرمائے ہیں۔ جس وقت کوئی بندہ اطاعت کا طریقہ اختیار کرے۔ اور اعتقادِ ولی سے لَدَالَةِ الرَّسُولِ کہے۔ تو دریائی پرندے پانی سے سر نکال کر شوق و نشاط کی تیاری کرتے ہیں اور جب مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ زبان پر جاری کرے۔ تو کثرتِ ذوق و طرب سے اپنے بازوؤں کو جھاڑتے ہیں اور اگر وہ بندہ آپ کا نام مبارک زبان پر نہ لائے۔ تو شور و غل مچا کر بارگاہِ الہی میں عرض کرتے ہیں۔ اے بار خدا! اپنی رحمت کو اس بندے سے دور رکھ۔ جس نے اس کلمے کو ناقص رکھا۔ اور اگر آپ کا نام لے تو اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

بعد ازاں وہ بادل پھر ہوا میں اُڑا۔ اور یا جوج و ماجوج کی سرحد میں جا کر اُترا۔ وہاں ہمیں نے ایک گروہ کو دیکھا۔ جن میں سے بعض کے قد تو پچاس گز کے تھے۔ اور بعض کے نوے گز کے۔ اور ان کے اعضا بھی ان کے قد کے مناسب تھے۔ وہاں سے روانہ ہو کر ایک نہایت شور و غل والے شہر میں اُترا۔ اور نقاروں، نغموں

اور باجوں کی آوازیں ہمارے کانوں میں آئیں۔۔۔ دونوں شہزادوں نے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا۔ کہ یہ شور و غل کیسا ہے۔ فرمایا۔ اس شہر میں شور و غل کی یہ وجہ ہے کہ اس کا اتصال بزح شمس سے ہے۔ اور شمس میں سے اس قدر زور و شور کی آواز نکلتی ہے۔ کہ اگر خلقت اس آواز کو سُن پائے۔ تو اس کے خوف اور ہیبت سے بچتے مرجائیں۔ اور حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں۔ اس وجہ سے تہلیل و تکبیر اور نقارہ و نفیر پر یہاں کے باشندوں کی اوقات بسر ہی ہوتی ہے۔ بعد ازاں دونوں صاحب زادوں نے عرض کی۔ اے پدر بزرگوار اب وطن مالوف یعنی شہر مدینہ کی طرف تشریف لے چلئے۔ جناب امیر کے حکم سے بادل نے تھوڑی دیر میں مدینہ میں پہنچا دیا۔

منہبیت۔۔۔ محذوم جہانیاں قدس سرہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک روز عمر بن الخطابؓ اپنی خلافت کے عہد میں امیر المؤمنین علیؓ کے دولت خانے میں رونق افروز تھے۔ کہ ایک قافلہ مکہ معظمہ کو روانہ ہوا۔ اور ثابت نے جو زائد صحابہ میں سے تھا۔ آکر کہا۔ کہ میرے قافلہ کے سپرد کر دیجئے تاکہ میں فراغت سے سفر کروں۔ جب قافلہ سالار دونوں امیروں سے وداع ہونے آیا۔ تو اس کی سفارش کر کے حوالہ کر دیا گیا قافلے والے حتی الامکان اس کی تعظیم و تکریم میں نہایت کوشش کرتے تھے۔ چونکہ ثابت ایک وجیہ اور خوبصورت جوان تھا۔ ایک عورت نے اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ وہ زور و روع میں کم ہائمی تھا۔ اس کی طرف ذرا بھی التفات نہ کی۔ عورت نے کہا تجھے ایسی بلا اور تہمت میں گرفتار کر دوں گی جس کی شرمندگی سے کبھی نہ چھوٹے گا۔ ثابت نے جواب دیا۔ کہ خدائے تعالیٰ عادل ہے۔ عورت نے غلبہ شہوت کی وجہ سے اپنی مزہد ایک غلام سے حاصل کی۔ اور حاملہ ہو گئی۔ جب وہ حمل سے واقف ہوئی۔ تو اس کو ثابت کے سر تھوپنے کا ارادہ کیا۔ ایک رات ثابت کو سوتا دیکھ کر اپنے زیورات کا ڈبہ اس کے اسباب میں چھپا دیا۔ صبح کو شور مچایا۔ کہ میرا مال چور لے گئے۔ قافلہ سالار نے کہا۔ اس جنگل میں ہم گنتی کے چند مرد ہیں۔ کوئی شہر اور گاؤں تو نہیں ہے۔ کہ سراغ نہ مل سکے۔ لوگوں کے اسباب میں تلاش کرو۔ کیونکہ یہاں سے باہر نہیں جاسکتا۔ سب کا اسباب بکھیر لیا۔ کہیں نہ ملا۔ عورت نے کہا۔ ثابت کا اسباب بھی دیکھو۔ بعض مومنوں نے جو اس کے حالات سے خوب واقف تھے۔ کہا۔ اس بزرگوار سے ایسی بد حرکت ہرگز وقوع میں نہیں آسکتی۔ عورت بولی۔ میرا گمان اس پر ہے۔ جب تلاش کیا۔ تو زیورات کا ڈبہ اس میں سے نکل آیا۔ بعد ازاں عورت نے کہا۔ کہ یہ حمل بھی ثابت ہی کا ہے۔ کہ ایک رات جبرائیلؑ سے زنا کیا تھا۔ چوری اور زنا کے ثابت ہو جانے کے بعد قافلہ سالار نے ثابت کے گلے میں سٹکا ڈال کر اس عورت سمیت خلیفہ وقت کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

روایت میں ہے کہ اس روز مدینہ منورہ میں بل چل پڑ گئی۔ جب یہ وحشت ناک خبر امیر المؤمنینؓ کے

گوش مبارک میں پہنچی۔ امام حسنؑ کو بھیجا کہ میرے آنے تک ثابت کو اسی طرح رہنے دیں۔ ساتھ ہی خود بھی پہنچ گئے اور اکرم رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم سوچ سچہ کیوں حکم نہیں دیا کرتے خصوصاً قتل کے باب میں۔ بعد ازاں امام حسنؑ ہی کو عورت کے بلانے کے لئے بھیجا۔ عورت نے پوچھا۔ مجھے کس نے بلایا ہے۔ فرمایا۔ امیر المؤمنینؑ علیؑ نے۔ دل میں کہنے لگی کہ افسوس اب میری رسوائی کا وقت آگیا۔ جب وہ حاضر ہوئی۔ تو امیرؑ نے اس سے فرمایا۔ تو مجھے پہچانتی ہے۔ میں علیؑ ابن ابی طالب ہوں۔ میرے سامنے خلاف نہ کہنا۔ اور سچ بیان کر دینا کہ اصلی واقعہ کیا ہے۔ اور یہ حمل تجھ کو کس کا ہے؟ وہ بولی کہ ثابت کا۔ اور خلیفہ زمان کے سامنے چوری بھی ثابت ہو چکی ہے۔ جب جناب امیرؑ نے دیکھا کہ عورت سچ نہیں کہتی۔ اور اپنے قول پر اصرار کرتی ہے۔ تو امام حسنؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ وہ نیم عصا (لٹھیا) اور پلاس کا ٹکڑا، ڈاکڑے کا ٹکڑا (جو گھر کے ایک کونے میں رکھا ہے۔ لاڈ۔ جب لے آئے۔ تو پھر نہایت تاکید سے فرمایا۔ کہ سچ بیان کر دے کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ جب اس سمجھانے اور تاکید کرنے سے کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ تو عورت کو لٹا کر نیم عصا اور وہ کپڑا اس کے پیٹ پر رکھا۔ اور فرمایا۔ اے پیٹ کے بچے! جو کچھ حق اور سچ ہے۔ بیان کر۔ بچہ بحکم قادر مختار بولا۔ میں سچ عرض کرنا ہوں۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور محمد مصطفیٰ خاتم انبیاء ہے۔ اور مرضی حضرت مصطفیٰ کا وصی ہے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ میں یہ بات نہیں پوچھتا۔ یہ بتا کہ تو کس شخص کا لطف ہے؟ اور وہ زیور کا ڈبہ ثابت کے اسباب میں کیونکر چلا گیا۔ بچہ نے جواب دیا۔ اے وصی خیر المرسلین! اس عورت نے کئی بار اپنے آپ کو ثابت کے سامنے پیش کیا۔ جب وہ بزرگوار اس کی طرف تلفت نہ ہوا۔ تو اس نے ایک غلام سے زنا کیا۔ اور میں اس غلام کا لطف ہوں۔ اس غمخ کے مار سے اپنا زیورات کا ڈبہ ثابت کے اسباب میں چھپا دیا۔

القدس اس صاف معجزے کو دیکھ کر سب خلقت حیران رہ گئی۔ اور خلیفہ زمان کے حکم سے عورت کو سنگسار کیا گیا۔ پھر خلیفہ اور دیگر اصحاب نے نہایت عجز و نیاز سے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! یہ نیم عصا اور پارچہ پلاس کیا چیز ہے۔ فرمایا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ میں اسی مسجد میں سرور کائنات مفرج موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ ثابت بیچارہ آیا۔ آنحضرتؐ نے نہایت لطف و مرحمت سے اس کی طرف دیکھ کر مجھ سے ارشاد فرمایا۔ کہ ایک روز ثابت کو ایک عورت زنا اور چوری کی تہمت لگائے گی۔ اور اس کے لئے سنگسار کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اس کی خلاصی کی تدبیر کیا ہوگی؟ اس وقت یہ لکڑی اور گڑی کا ٹکڑا مجھے دے کر فرمایا۔ جب اس قسم کا قافیہ پیش آئے۔ تو اس لکڑی اور کپڑے کو عورت کے پیٹ پر رکھنا۔ لطف جو رحم میں ہوگا۔ کلام کرے گا۔ اور جو کچھ حق ہوگا۔ بیان کرے گا۔ عرضی اللہ عنہ نے اٹھ کر امیر المؤمنین کے دونوں ابروؤں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور ان کے دونوں دست حق پرست اپنی دونوں آنکھوں پر بھیر کر

فرمایا۔ خدا کی قسم یا علی! آنحضرتؐ کے جانشین آپ ہی ہیں۔ نہ کہ اور کوئی۔ خدا تعالیٰ عمر کو آپ کے بغیر ایک لحظہ بھی دُنیا میں نہ رکھے۔

مؤلف عن مرتبہ سبجان اللہ۔ ان دونوں بزرگواروں میں باہم ایسا تعلق ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اور بعض گمراہ جاہل خیال مجال میں پڑ گئے ہیں۔ اسے خدا تمام امت محمدی کو اپنے بے انتہا فضل اور لطف و عنایت کی مدد سے راہِ راست کی طرف ہدایت فرما۔ اور نادانی و جہالت کے تاریک پروردگار کو ان کی آنکھوں پر سے اٹھا۔ تاکہ وہ سب کو ایک دیکھیں اور ایک جانیں۔ بحق الحق و اہلہ۔

باب ہفتم

جناب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کے ہد و وسع کے بیان میں

فصل الخطاب میں مرقوم ہے۔ کہ برادرِ مصطفیٰ و غریقِ بحر بلا و حریقِ نارِ دلا و مقتدائے اولیا و اصفیاء امام المشرق و المغرب ابو الحسن علی بن ابی طالب کو طریقت میں شانِ عظیم اور حقیقت میں ایک درجہ رفیع و اعلیٰ حاصل ہے۔ اور اصولِ حقائق کے نکات بیان کرنے میں پوری پوری مہارت رکھتے تھے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شَيْخُنَا فِي الْأَصُولِ وَالْبَلَاءِ عَلَى الْمُرْتَضَى كَدَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ۔ یعنی ہمارا امام علمِ طریقت اور معاملاتِ طریقت میں علی مرتضیٰ ہے۔ اس لئے کہ علمِ طریقت کو اہل طریقت اصول کہتے ہیں۔ معاملاتِ طریقت بلا کشتی اور دکھ اٹھانا ہیں۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا امیر المومنین! مجھے کچھ وصیت فرمائیے فرمایا۔ لَا تَجْعَلَنَّ أَكْبَرَ شُغْلِكَ لِأَهْلِكَ وَوَلَدِكَ وَإِنْ يَكُنْ أَهْلَكَ وَوَلَدُكَ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَوْلِيَاءَهُ وَإِنْ كَانَ أَهْلَكَ وَوَلَدُكَ مِنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ فَمَا هُمْكَ وَشُغْلِكَ لِأَعْدَاءِ اللَّهِ۔ ترجمہ یعنی تو اپنے اہل و عیال اور اولاد کے کاروبار کو اپنا بڑا شغل نہ بنا کیونکہ اگر یہ خدا کے دوستوں میں سے ہیں تو خدا نے بزرگ و برتر اپنے دوستوں کو ضائع نہ کریگا۔ اور اگر وہ خدا کے دشمنوں میں سے ہیں۔ تو تو خدا کے دشمنوں کی غم خواری اور بہرہ روی کیوں کرتا ہے۔

قطعہ

فرزند بندہ ایستہ خدایا غمش مخور! تو کیستی کہ بز خدا بندہ پروری

گر مقبل است گنج سعادت از ان اوست ورنہ برات رنج زیادت چہ میبری
 منقبت ۱- نیز کتاب مذکور میں کشف المحجوب سے منقول ہے۔ کہ ایک دن ایک شخص نے امیر المؤمنین
 سے یہ سوال کیا۔ کہ سب سے زیادہ پاکیزہ کس کو نسا ہے۔ فرمایا۔ غِنَاءُ الْقَلْبِ بِاللّٰهِ سُبْحَانَہُ یعنی جو دل
 خدائے عزوجل کی عنایت سے توانگرا و مستغنی ہو جائے۔ دنیا و مافیہا کا موجود نہ ہونا اس کو محتاج اور مفلس نہیں
 کرنا اور وہ ماسوائے اللہ کے موجود ہونے سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ رباعی

خاکش بر سر کزیں سر اے اندیشہ
 بر بامے نمائند و زبائے اندیشہ
 اندیشہ نیستی چہ دامن گیر د
 آں را کہ ز مستی خدائے اندیشہ

منقبت ۲- ترجمہ مستقصے میں منقول ہے کہ جب ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے صحبت میں طلحہ اور
 زبیر نے بصرہ پر غلبہ پایا۔ تو طلحہ نے بیت المال میں جا کر جب بے شمار روپیہ موجود پایا۔ تو آیہ ذیل کی تلاوت کی
 وَعَدَ كُمْ اللّٰهُ مَخَانِیْمَ كَثِیْرَةً تَتَّخِذُوْنَہَا قَعَبَیْنًا لَّكُمْ هٰذِکَ الَّذِیْ تَدْعُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی تَمَّ سَمَّیْہُ غَنَیْمَتُوْنَ
 کے پانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یہ غنیمت تم کو جلدی اور فوری عطا کی ہے) اور جب امیر المؤمنین کو م اللہ و جہان
 پر فتح یاب ہوئے۔ اسی مکان رہیت المال میں داخل ہوئے جب آپ کی نظریض اثر دیناروں پر پڑی۔ تو زبان
 گوہر نشان سے فرمایا۔ اے زر سرخ مجھے دھوکہ نہ دے۔ اور اے سیم سفید میرے سوا کسی اور کو فریب نہ دے
 کیونکہ میں تمہارے ناز و انداز اور عشوہ پر فریفتہ نہ ہوں گا۔ اور تمہارے جلوہ نمائی پر مائل نہ ہوں گا۔ اور یہ حدیث
 نبویؐ تلاوت فرمائی۔ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِیْبٌ اَوْ كَعَابِرٌ سَبِیْلٍ۔ یعنی دنیا میں اس طرح رہ
 گویا تو غریب اور مسافر ہے یا راستے کے عبور کرنے والا اور (رہگزر) راستے پر سے جانے والا ہے۔

رباعی
 معشوقہ دہر چوں کند جلوہ گری
 دروے نہ کنی نظر اگر دیدہ وری
 در دایر فنا کہ از ثباتست بری
 مانند غریب باش یا رہگزوری
 یہی وجہ ہے کہ حکیم سنائی مدلیقۃ الحقائق میں ارشاد فرماتے ہیں :-

مثنوی
 کو دک از زرد و سرخ بشکبند
 مرد بر زرد و سرخ نغریبند
 شیر زاتش ہمیشہ پرہیزد
 جان حیدر در آ زنا و یزد
 اور شیخ عطار قدس سرہ بھی فرماتے ہیں :-

مثنوی
 سوار دین پسر عم پیمبر
 شجاع شرع و صاحب حوض کوثر
 ز جودش ابر و دریا پر تو سے بود
 پچشمش عالم پر زر جوئے بود
 نہ ہرگز آرزوئے سیم و زر داشت
 نہ ہرگز سوئے سیم و زر نظر داشت

چُنجانِ در راہِ معنی سُر خرد بود
کہ سیمِ وزر بچشمش خاکِ کر بُود
تو لے زر زرد گردا زنا امید ی
تو نیز لے سیم میکش ایں سفیدی
چو دنیا آتش و آوشیر بودہ
ازیں معنی ز دنیا سیر بودہ
اگر چہ کم نشیند گر سنہ شیر
نخورد او نانِ دنیا یک شکم سیر
ازالِ جسٹے بدنیافقہ و فاقہ
کہ دنیا بود پیشش سہ طلا قہ

مؤلف نے کتاب شاہدِ قدسی میں یہ شہنوی کی چند بیتیں دنیا کی مذمت میں عرض کی ہیں۔ جو بموجب
حُبِّ اللّٰہِ نُبِّا رَأْسُ کُلِّ حَظِیئَةٍ وَ تَوَكُّکَ اللّٰہِ نُبِّا رَأْسُ کُلِّ عِبَادَةٍ۔ یعنی دنیا کی محبت ہر گناہ
کی اصل ہے۔ اور دنیا کو ترک کرنا سب عبادتوں کا راس و رئیس ہے، اس کا ترک کرنا شاہدِ عبادت کی زمینت
اور اس کی محبت خطا و عصیان کا سرمایہ ہے۔ نظم

ہر کہ از دل ترک دنیا کردہ است
بلئے در فردوس اعلیٰ کردہ است
بیچ مرے دل بایں بیوہ نہ بست
بیچ نامرے ازیں بیوہ نہ دست
جملہ مرہاں طلا قش گفتہ اند
لیک نامرداں باوخوش خفتہ اند
ہر کہ او مر دا ست خود سوئش ندید
ہیچکے برابر و درویش ندید
آنکہ نامردا ست در دام دی است
مرغ جانش سر بسر لام دی است
چہیت دنیا؟ ساحر مکارہ
در پٹے او یک جہاں آ دارہ
چہیت دنیا؟ معدن کذب دروغ
شع بزمش ہمچو درے بیفروغ
چہیت دنیا؟ مسکن حرص و ہوس
طالبانش خوار مانند مگس
چہیت دنیا؟ منزل ویرانہ
سر بسر از مکہ دام و دانہ
چہیت دنیا؟ مایہ دیوانگی
قرب او بخشد ز حق بیگانگی
چہیت دنیا؟ دشمن دیر بینہ
دشمن دیر بینہ پُر کیسنہ
چہیت دنیا؟ سر بسر خواب و خیال
حاصل دنیا و بال آمد و بال
حاصل دنیا بود بے حاصل
عاقلا نش غرق بحر غافل

منصبت سے تفسیر حافل و فخر رازی۔ ترجمۃ النواص۔ صحائف۔ ہدایۃ السعادات اور ذخیرۃ الملوک میں مرقوم ہے
کہ امیر المؤمنین جو کہ روز نہایت بلاغت اور کمال فصاحت کے ساتھ منبر پر خطبہ فرما رہے تھے۔ پُرانا
لباس جو بیچونڈل سے بھرا ہوا تھا۔ زیب تن کئے۔ اور ایک تلوار جس میں لیٹ خرم کا بند تھا۔ دست مبارک

میں لئے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دل میں گذرا۔ کہ یہ حالت امیر المؤمنین کے شاہان و سرور نہیں
 آنحضرت کرم اللہ وجہہ علم ولایت سے اس کے دلی خیال پر آگاہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ لَقَدْ رَفَعْتُ مَرْقَعِي
 حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَافِعِهَا مَا لِعَلِيٍّ وَزَيْنَةَ الدُّنْيَا كَيْفَ اَفْرَحُ يَلَدًا تَقْتَنِي وَوَلِيًّا
 لَوْ يَبْقَى وَكَيْفَ اسْتَبَعُ وَحَوْلِ الْحِجَابِ زَبَطُونِ عَزَّتِي وَكَيْفَ اَرْضَى يَاكَنَّ امْسِيًّا
 الْمَوْءُ مِينَيْنِ وَلَا اُشَارُ كُهُمَّ فِي حُشُونَةِ الْعَيْشِ وَشَدَائِدِ الضَّمْرِ وَالْبَلَاؤِ۔
 یعنی مجھے اس قدر ہیوند پر ہیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی۔ اور علی کو دنیا کی زینت اور الارش سے
 کیا سر و کار ہے۔ جس کا پھول کاٹا ہے۔ اور اس کا نوش (شہداء نیش زہر بلاؤں تک) ہے۔ اور میں کیونکر
 اس لذت سے خوش ہوں۔ جو تھوڑی دیر میں ختم اور فنا ہو جائے گی۔ اور میں کس طرح پیٹ بھر کر کھاؤں
 جبکہ ملک حجاز میں بہت سے پیٹ خالی اور بھوکے ہوں گے۔ اور بھوک کی زیادتی سے پیچ و تاب کھاتے
 ہوں گے۔ اور میں کیوں کر اس بات سے خوش ہوں کہ مجھ کو امیر المؤمنین کہیں۔ اور مسلمان اپنا مقتدا
 اور پیشوا جانیں اور میں سختیوں اور مشکلوں میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ اور بھوک اور تنگی
 معاش و احتیاج میں ان کے ساتھ موافقت نہ کروں۔

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ ان کلمات بابرکات کے سننے سے حاضرین مجلس فردوس آئیں پر
 رقت طاری ہوئی اور سب زار زار روئے۔

منقبت۔ حبیب السیر جلد اول میں مرقوم ہے کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی عقیل رضی
 تنگی معاش کے سبب معاویہ کے پاس گئے کیونکہ بیت المال سے دو درہم روزانہ وظیفہ مقرر تھا۔ اور خواہش
 کی۔ کہ اس میں اضافہ کیا جائے۔ تاکہ فراغت سے زندگی بسر ہو۔ ایک دفعہ رات کے وقت کچھ کھانا پکوا کر
 امیر المؤمنین کی ضیافت کر کے گھر پر بلایا۔ اور اثنائے گفتگو میں اپنی مفلسی کا اظہار کیا۔ اور مقررہ وظیفہ
 میں زیادتی کرنے کی خواہش کی۔ امیر نے پوچھا۔ کہ اس دعوت کا سامان کہاں سے بہم پہنچایا عرض کی۔ کہ
 کئی دن روزانہ ڈیڑھ درہم خرچ کیا۔ اور آدھا درہم بچایا۔ اور جمع کر کے اس دعوت پر صرف کیا۔ امام المؤمنین
 نے فرمایا۔ اس حساب سے معلوم ہوا۔ کہ ڈیڑھ درہم روزانہ تمہاری وجہ معاش کے لئے کافی ہے۔ پھر
 کس لئے تنگی معاش کی شکایت کرتے ہو؟ عقیل نے مکرر اپنی درخواست پر زور دیا۔ امیر المؤمنین نے اس سے
 چھپا کر ایک سوے کا ٹکڑا اجزاع کے شعلہ پر لال کر کے بے خبر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس نے مضطرب ہو کر
 کہا۔ لے بھائی! اپنے میرا ہاتھ کیوں جلا دیا۔ فرمایا۔ لے عقیل جب تم کو دنیا کی اس قدر آگ کی برداشت
 نہیں ہے۔ تو پھر کیونکر اس بات کو جائز رکھنے ہو۔ کہ میں اہل اسلام کے حقوق میں سے تمہارے حصے سے

زیادہ تم کو دوں۔ اور اس وجہ سے عیاذُ باللہ آتشِ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤں عقیل اس بات کی تا کو نہ پہنچے۔ اور امیر المومنین سے رنجیدہ ہو کر دمشق کو چلے گئے۔ اور امیر المومنین اس بات سے بہت ملول اور آزرده خاطر ہوئے۔

اور ترجمہ مستقلے میں منقول ہے کہ عقیل کے دمشق میں پہنچنے پر معاویہ نے ان کی خاطر تواضع کرنے میں بہت کوشش کی۔ آخر کار ایک روز یہ درخواست کی۔ کہ منبر پر جا کر امیر المومنین اور سبطین کو برا بھلا کہے عقیل نے اس کی صحبت کو ترک کر دیا۔ اور وہاں سے بے خبر نکل آئے۔ اور پھر امیر المومنین کی خدمت میں واپس آ کر توبہ کی۔

منقبت ۱۵ حبیب السیر جلد دوم میں مرقوم ہے۔ کہ احادیث صحیحہ میں متواتر وارد ہوا ہے۔ کہ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے کبھی تین دن پے در پے بیٹ بھم کر کھانا نہ کھایا۔ اور اکثر اوقات بجو کی روٹی کے ساتھ سان کی طرف بھی رغبت نہ فرماتے تھے۔ جب آپ کے اہل بیت کھانا تناول فرمانے کو کہتے تو آپ جواب میں ارشاد فرماتے۔ یَحْسَبُنِي الطَّعَامَ مَا يَقْدِمُ ظَهْرِي۔ یعنی میرے لئے اتنا ہی کھانا کافی ہے۔ جو میری پیٹھ کو قائم رکھے۔ اور مجھ کو میرے پروردگار کی عبادت کرنے سے نہ روکے۔

منقبت ۱۶ نیز کتاب مذکور میں عدی بن ثابت سے روایت ہے کہ میں ایک روز فالو سے کی رکابی سلطان الاولیاء علی مرتضیٰ کی خدمت میں لے گیا۔ ذرا بھی رغبت نہ فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ میں اس چیز کا کھانا پسند نہیں کرتا۔ جو سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے تناول نہ فرمائی ہو۔

منقبت ۱۷ نیز کتاب مذکور میں عدی سے مروی ہے کہ ایک روز امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے دو کڑے موٹے کپڑے کے خریدے۔ اور قبز سے فرمایا۔ ان میں سے جو پسند ہو۔ لے لو۔ قبز نے ایک چھانٹ لیا اور دوسرا کرا حضرت نے خود پہنا۔ اس کی آستینیں لمبی معلوم ہوئی۔ اس لئے جس قدر آپ کی انگشت ہائے مبارکٹ سے زائد تھیں اس کو کاٹ ڈالا۔

منقبت ۱۸ اس امر کے بیان میں۔ کہ ایامِ بیض کے روزے کا حکم حق تعالیٰ نے اصل میں امیر المومنین کو دیا ہے۔ اور دوسرے مومنوں کو بالتبعیت۔

عمدۃ الابرار میں امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ کہ میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آنحضرت نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ لے بھائی! یہ جبرئیل موجود ہیں اور تم کو خدا کی طرف سے سلام پہنچا کر کہتے ہیں کہ فرمانِ خدا یہ ہے کہ ہر مہینے میں تین روز روزے رکھا کرو۔ پہلے روز کے روزے میں دس ہزار سال کے روزوں کا ثواب پاؤ گے۔ اور دوسرے میں تیس ہزار سال کے

روزوں کا ثواب عنایت ہوگا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ ثواب میری ہی ذات سے مخصوص ہے یا جو کوئی یہ تین روزے رکھے۔ اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ رسول نے فرمایا۔ جو کوئی تمہاری پیروی اور متابعت کی نیت کر کے یہ تین روزے رکھے گا۔ اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ تین روزے کون سے ہیں۔ فرمایا کہ ایامِ بیض (تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخ ہر مہینے کی)

منقبت ۹ روضۃ الشہداء میں جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں خدائے بیگانہ کی وحدانیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے احمد محمود صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس آسمان نیل گوں کے نیچے مرتضیٰ علی سے بڑھ کر کوئی زاہد نہیں دیکھا کہ دنیا سے فانی کے مال و مناع سے بالکل قطع تعلق کر کے ریاضت کے منظر پر محض مشاہدہ الہی کے امیدوار تھے۔

منقبت ۱۰ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ امیر المؤمنین کے عہد خلافت میں بصرے سے لے کر سعد سمرقند تک تمام ملک آپ کے قبضہ اقتدار میں تھا۔ اور آپ اس درجہ متواضع تھے کہ کوفہ کے بازار میں پیادہ پاجلا کرتے تھے۔ چنانچہ جو لوگ اپنے دنیوی کاروبار میں مشغول ہوتے۔ اور اپنے امیر سے واقف نہ ہوتے جب وہ حضرت کے گرد ہجوم کر لیتے تو نہایت مہربانی اور شفقت سے فرماتے۔ اے مسلمانو! علی کو راہ دو۔ جب لوگ آپ کی دلنوازا آواز سننے۔ رستہ چھوڑ دیتے۔

منقبت ۱۱ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ روایات صحیحہ میں اسانید صحیحہ سے وارد ہوا ہے۔ کہ ایک روز امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ اپنے ضروری اسباب کو خرید کر خود اٹھائے لئے جا رہے تھے آپ کے ایک خادم نے آکر عرض کی۔ یہ بوجھ مجھے دیجئے۔ کہ میں اٹھاؤں۔ فرمایا۔ اَبُو الْعِيَالِ اَحَقُّ اَنْ تَحْمِلَ۔ یعنی صاحب عیال ان کا بوجھ اٹھانے کا زیادہ ترحق دار ہے خادم نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین۔ اور اسے وصی خیر المرسلین! آپ رسول خدا کے خلیفہ برحق ہیں۔ اور مومنوں کے امام اور پیشوا ہیں۔ اس لئے یہ بات آپ کے شایاں اور مناسب نہیں ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا۔ لَا يَنْقُصُ الرَّجُلُ مِنْ كَمَالِهِ مَا يَحْمِلُ اِلَى عِيَالِهِ۔ یعنی عیال کے لئے بوجھ اٹھانے سے مرد کے کمال میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔

منقبت ۱۲ ذخیرۃ الملوک مضاف میر سید علی ہمدانی قدس سرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ جب امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ خلافت ظاہری پر مسند نشین ہوئے۔ تو امین کو اپنی صحبت سے الگ کر دیا۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ حسن سلام اللہ علیہ سیرت اور صورت میں سب مخلوقات کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تر مشابہت رکھتے تھے۔ اس لئے آپ

ان کی حرمت اور ان کی بات کو رد نہ فرماتے تھے۔

منقبت ^{۱۶} نیز کتاب مذکور میں ابن عباس سے منقول ہے کہ امیر المومنین ہفتہ میں ایک صاع جو کا آٹا پسوا کر کدو میں بھر لیتے۔ اور اس کے سر پر مہر لگا دیتے ہیں۔ اور کبھی اس میں سے ایک روٹی پکا کر افطار کرتے۔ اور کبھی ایک تھیلی بھر آٹے ہی پر قناعت کرتے۔ پھر بند کر کے مہر لگا دیتے۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا امیر المومنین! آپ اس پر مہر کیوں لگاتے ہیں؟ فرمایا۔ اس وجہ سے کہ کہیں حسین اس میں کچھ بیجیہوں کا آٹا نہ ملا دیں۔ ایک روز عرب کا ایک بادشاہ امام حسن کی زیارت کے لئے مسجد میں آیا۔ اس وقت لوگ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے تھے۔ اور امیر المومنین کرم اللہ وجہہ وہاں بیٹھے تھے۔ اور کدو آگے رکھے افطار کر رہے تھے۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا۔ تو امیر المومنین نے ایک مٹھی آٹا اس کو دیا۔ اس نے پگڑی کے ایک کونے میں باندھ لیا۔ اور امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب دسترخوان بچھا۔ اور رنگارنگ کے کھانے اس پر چنے گئے۔ تو اس شخص نے اس میں سے کچھ کھانا اٹھا کر عرض کیا۔ کہ ایک شخص مسجد میں بھوک کے مارے جو کا آٹا کھا رہا ہے۔ مجھ کو اس پر رحم آیا۔ اگر اجازت ہو۔ تو یہ کھانا اس کو پہنچا دوں امام حسن نے رو کر فرمایا۔ وہ محتاج جو تو نے دیکھا ہے۔ وہ دین و دنیا کا بادشاہ اور خلیفہ وقت ہے۔ اس نے خود اس حالت کو اختیار کیا ہے۔

منقبت ^{۱۷} نیز کتاب مذکور میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ ایک روز میں نے عرض کی۔ یا امیر المومنین! کیا ہی اچھا ہو کہ آپ نیا لباس پہنیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کے امیروں (حاکموں) کو حکم دیا ہے۔ کہ اپنا کھانا اور پہننا ادنیٰ ترین رعیت جیسا رکھیں تاکہ مال دار اپنی زندگانی میں ان کی پیروی کریں۔ اور ضعیف اور مفلس لوگ فقر و فاقہ کی وجہ سے غم و افسوس میں مبتلا نہ ہوں۔

منقبت ^{۱۸} نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک روز بازار میں جا کر تین درہم کو ایک پیرا بن خریدی۔ اور اس کی آستین اور دامن جس قدر ہاتھ کے سروں اور ٹخنوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ کاٹ ڈالے۔ حاضرین نے عرض کی۔ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ فرمایا۔ یہ پاکیزگی کے زیادہ تر قریب اور تواضع کے زیادہ تر مناسب ہے۔ اور مومنوں کی پیروی کے لئے زیادہ تر سزاوار ہے۔

منقبت ^{۱۹} نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ جب نماز کا وقت داخل ہوتا۔ تو امیر المومنین علیؑ

سناہت مضطرب ہوتے اور رنگ مبارک متغیر ہو جاتا۔ حاضرین عرض کرتے۔ یا امیر المؤمنین! آپ کو کیا صدمہ پہنچا۔ جو اس قدر اضطراب اور بے چینی لاحق ہوئی۔ جواب میں فرمایا۔ کہ اس امانت کی ادائیگی کا وقت آ پہنچا۔ کہ زمین و آسمان جس کے اٹھانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

منقبت ^{۱۶} تفسیر حسینی میں منقول ہے۔ کہ آپ کی عبادت کا یہ حال تھا۔ کہ ہر رات آپ کے خلوت خانے سے ہزار تکبیر احرام کی آواز سنتے تھے۔ اور نماز میں استغراق و محویت کی یہ نوبت تھی۔ کہ جب تک احد میں جب مخالفین کا تیر آپ کے پائے مبارک میں لگا۔ اور اس کی پیکان اس طرح گڑ گئی۔ کہ اس کا نکالنا سخت مشکل ہو گیا۔ اور امیر المؤمنین علیؑ سلام بھی زنبور سے کھینچنے کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکے۔ آخر کار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب علی بن ابی طالب نماز میں کھڑے ہوں۔ تو زنبور سے پکڑ کر نکال لیں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت نے خود ہی ایسا فرمایا تھا۔

الغرض جب نماز کے وقت تیر کو پائے مبارک سے نکالا۔ تو تمام مصلیٰ خون سے بھر گیا۔ اور امیر المؤمنینؑ کو ذرا بھی زہر نہ ہوئی۔ چنانچہ شیخ عطار قدس سرہ نے اس واقعہ کو نظم فرمایا ہے۔ بیت -

چنان شد در نماز او مجوسجاں کہ از پائش بروں کردند پیکان
اور محقق نامی ملا عبدالرحمن جامی نے تحفۃ الاحرار میں اس واقعہ کو پورا نظم کیا ہے۔ مثنوی

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| شیر خدا شاہ ولایت علی | صیقلی شربِ حنفی و جلی |
| روزِ احد چوں صفین بجا گرفت | تیر مخالف بہ تفلش جا گرفت |
| غنجہ پیکان بگل او نہفت | صد گل راحت ز گل او شکفت |
| روئے عبادت سوئے محراب کرد | پشت بدر و سر اصحاب کرد |
| خنجر الماس چو بند اختند | چاک بہ تن چوں گلشن انداختند |
| غرغہ بخوں غنجہ زنگار گوں | آمد ازاں گلبن احساس بروں |
| گل گل خوشش بمصلا چکید | گفت چو فارغ ز نماز آں بدید |
| کہیں ہمہ گل چسیت تہ پائے من | ساختہ گلزار مصلائے من |
| صورتِ حالتش چو نمودند باز | گفت کہ سو گند بہ دانائے راز |
| کہ الم زخم ندارم خبر | گرچہ ز من نیست خبر دار تر |
| طاہر من صدر نشین شد چہ پاک | گر سو دم تن چو قفس چاک چاک |
| جامی از آلائش تن پاک شو | در قدم پاک وواں خاک شو |

باشد ازاں خاکِ بگرے رسی گردِ شگافی و بمر دے رسی

منقبت ^۱ منقول ہے۔ کہ ایک روز امیر المومنین و امام المتعبدین نے افطار کے وقت ایک سوکھی روٹی نکالی۔ اور اس کو توڑنا چاہا۔ تین دفعہ زور کیا۔ مگر توڑ نہ سکے۔ یہ حال دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ یا امیر المومنین! آپ نے خیبر کا دروازہ جو اتنا بڑا اور اس قدر بھاری تھا۔ دو انگیلوں سے اکھاڑ کر اپنی سپر بنایا تھا۔ آج روٹی کے توڑنے میں یہ ضعف و ناتوانی کیسی؟ فرمایا۔ اے شخص! وہ قوت حق کے واسطے تھی۔ اور یہ ضعف و ناتوانی اپنے نفس کے واسطے ہے۔ ایک شاعر ہندی نے اس واقعہ کو کیا ہی دلچسپ پیرائے میں ادا کیا ہے۔ نظم (محسن)

تشکیل ایسے کہ بہتر روئے روشن ماہِ کامل سے رحیم ایسے بدی کا حرفِ زائل یک قلمِ دل سے
سخی ایسے کہ جیتے جی لیا بدلہ نہ قاتل سے ضعیف ایسے کہ توڑا ناں جو حضرت نے شکل سے
قوی ایسے کہ دروازہ اکھاڑا شدہ نے خیبر کا

بابِ ہشتم

امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کی سخاوت اور اس کے متعلقات کے بیان میں

منقبت ^۱ امالی زبداۃ المحققین شیخ شہید رحمۃ اللہ علیہ میں باسناد طویل خالد بن ربیع سے مروی ہے۔ کہ ایک دن امیر المومنین کرم اللہ وجہہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ ایک اعرابی کو دیکھا۔ کہ کعبہ کے پر سے لپٹا ہوا کر رہا ہے۔

يَا صَاحِبَ الْبَيْتِ الْبَيْتِ بَيْتِكَ وَالصَّيْفُ صَيْفُكَ وَكُلُّ صَيْفٍ مِّنْ صَيْفِكَ قَرِيٌّ وَاجْعَلْ لِي قَرَامِي مِثْلَكَ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ الْمَعْفُورَةِ۔ یعنی اے اس گھر کے مالک! یہ گھر تیرا گھر ہے۔ اور یہ مہمان تیرا مہمان ہے۔ اور تو نے اپنے ہر مہمان کے واسطے ایک مہمانی و ضیافت مہیا فرمائی ہے۔ پس میرے لئے اس رات میں اپنی مغفرت اور آمرزش کو مہمانی قرار دے۔

امیر المومنین نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ تم اس اعرابی کا کلام سن رہے ہو۔ انہوں نے

عزیز کی کہ ہاں۔ فرمایا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ خدا اس سے بزرگ و برتر ہے۔ کہ اپنے مہمان کو رد کرے یعنی خالی واپس کر دے۔

جب دوسری رات ہوئی۔ تو امیر المؤمنین نے اس اعرابی کو دیکھا کہ اسی رکن سے لپٹا ہوا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ يَا عَزِيزُ فِي عِزِّكَ فَلَا اَعَزُّ مِنْكَ فِي عِزِّكَ اَعَزَّتِي بِعِزِّكَ فِي عِزِّكَ لَا يَعْلَمُ اَحَدٌ كَيْفَ هُوَ اَتَوْجِهَةٌ اِلَيْكَ وَاَتَوْسَلُّ بِكَ بِمُحَمَّدٍ وَاِلَ مُحَمَّدٍ عَلَيْكَ اَنْ تُعْطِيَنِي مَا لَا يُعْطِيَنِي اَحَدٌ غَيْرُكَ وَاَصْرِفْ عَنِّي مَا لَا يَصْرِفُهُ اَحَدٌ غَيْرُكَ۔
یعنی اے خدا کہ اپنی عزت کے عالم میں عزیز و بزرگ ہے۔ پس تیری عزت کے مقابلے میں کوئی تجھ سے بڑھ کر عزیز و بزرگ نہیں ہے۔ اپنی عزت کا واسطہ اس عالم عزت میں کہ کوئی شخص نہیں جانتا۔ کہ وہ کیسا ہے۔ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور محمد و آل محمد کی حرمت کے واسطے سے تجھ سے متوسل ہوتا ہوں۔ تجھ پر لازم ہے۔ کہ تو مجھے وہ چیز عطا کرے۔ جو تیرے سوا اور کوئی مجھے نہ دے اور مجھ سے اس چیز کو دور کر دے۔ جو تیرے سوا اور کوئی دور نہ کرے۔ جناب امیر المؤمنین نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ یہ سُریانی زبان میں اسم اکبر ہے۔ اور اس لغت سے میرے حبیب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبردار فرمایا ہے۔ سبحان اللہ! اعرابی نے خدا سے بہشت کا سوال کیا۔ اور اس کو پایا۔ اور دوزخ سے نجات پانے کا سوال کیا۔ اور اس کو حاصل کیا۔

تیسری رات کو پھر امیر المؤمنین نے اس اعرابی کو دیکھا کہ اسی رکن سے لپٹا ہوا کہہ رہا ہے۔ يَا مَنْ يَجْرِي لَهٗ مَكَانٌ وَّلَا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ وَّكَانَ بِلَا كَيْفِيَّةٍ اُرْزِقِ الْاَعْرَابِيَّ اَرْبَعَةَ اَلْفٍ دِرْهَمٍ۔ یعنی اے وہ خدا کہ اُس کے لئے مکان سزاوار نہیں ہے۔ اور نہ اس سے کوئی مکان خالی ہو سکتا ہے اور اس کو استمرار و استقرار بلا کیفیت حاصل ہے۔ تو اعرابی کو چار ہزار درہم عطا فرما۔ امیر اعرابی کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ اے اعرابی! تو نے خدا سے مہمانی طلب کیا۔ خدا نے تجھ کو عطا فرمائی۔ تو نے بہشت کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے مرحمت فرما۔ تو نے دوزخ سے نجات پانے کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دوزخ سے نجات بخشی۔ اب آج کی رات چار ہزار درہم کا سوال کرتا ہے؟ اعرابی نے پوچھا۔ تم کون شخص ہو؟ فرمایا۔ میں علی بن ابی طالب ہوں۔ یہ سن کر اعرابی بولا۔ آپ ہی تو میرا مقصود و مراد ہیں۔ اور میری حاجت آپ کے ہی ذریعہ پوری ہوگی۔ امیر نے فرمایا تو چار ہزار کس عرض سے چاہتا ہے۔ عرض کی۔ ایک ہزار تو بیوی کے مہر میں دوں گا۔ ہزار سے قرض ادا کروں گا، اور ہزار میں مکان خریدوں گا۔ اور ایک ہزار وجہ معاش اور گزارے کے لئے فرمایا۔ جب تو مکہ سے مدینہ

میں آئے تو میرے گھر پر آنا۔ کہ تیری مراد پوری ہوگی۔ اعرابی نے ایک ہفتہ تو مکہ معظمہ میں قیام کیا بعد ازاں مدینہ میں پہنچ کر آواز دی۔ کوئی ہے جو مجھے علی ابن ابی طالب کے گھر کا پتہ بتائے۔ امام حسین نے فرمایا۔ میں لے چلوں گا کہ وہ میرے باپ ہیں۔ پھر امیر المؤمنین کی خدمت میں آکر اس کا حال عرض کیا۔ امیر نے جناب فاطمہ سے دریافت کیا۔ گھر میں کچھ ہے۔ کہ اعرابی کو کھلاؤں۔ عرض کی۔ کچھ نہیں۔ تب سلمان فارسی کو بلا کر فرمایا۔ جو باغ جناب رسول خدا نے میرے لئے لگایا ہے۔ اسے فروخت کر دو۔ سلمان نے چند روز میں وہ باغ بارہ ہزار درہم کو فروخت کر کے روپیہ حاضر کیا۔ امیر نے چار ہزار درہم حسب وعدہ اعرابی کو مرحمت فرمائے۔ اور چالیس درہم اور خرچ کے لئے اس کو عطا کئے باقی روپیہ حق داروں میں تقسیم کر دیا۔ جب گھر میں آئے تو جناب فاطمہ نے عرض کی۔ آپ نے وہ باغ جو میرے پدر عالی مقدار نے لگایا تھا۔ فروخت کیا ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ ایسی قیمت پر جس کا عامل (نقد) اور آجل (ادھار) اس سے بہتر ہے۔ عرض کی۔ قیمت کہاں ہے۔ فرمایا مانگنے سے پہلے محتاجوں کو تقسیم کر دی اور مجھے شرم آئی۔ کہ ان کو سوال کرنے کی ذلت و خواری سے ذلیل و خوار کروں۔ فاطمہ زہرا نے عرض کی۔ کہ میں بھوکے ہوں۔ حسین بھی بھوکے ہیں۔ اور شک نہیں ہے۔ کہ آپ کی حالت بھی ایسی ہی ہے۔ افسوس کہ اس بھوک کی حالت میں باغ کی قیمت میں سے ایک درہم بھی نہ ملے۔ کہہ کر اٹھ کر دادامن پکڑ لیا۔ امیر نے فرمایا۔ اے فاطمہ۔ مجھے چھوڑ دو۔ عرض کی۔ نہ چھوڑوں گی۔ جب تک میرے باپ مجھ میں اور آپ میں حکم نہ فرمائیں۔ اسی وقت جبرئیل امین نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ خدائے عزوجل آپ کو سلام کے بعد فرماتا ہے۔ علی کو میرا سلام پہنچاؤ۔ اور فاطمہ سے کہو۔ کہ علی کا دادامن چھوڑو۔ حضرت امیر المؤمنین کے گھر میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ فاطمہ علی کا دادامن پکڑے ہیں۔ فرمایا۔ اے میری نور چشم! تو نے علی کا دادامن کس لئے پکڑا ہے۔ عرض کی۔ اے پدر عالی مقدار! انہوں نے باغ بارہ ہزار درہم میں فروخت کیا۔ اور تمام روپیہ مجھنا ہوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ایک درہم ہمارے لئے نہ لائے۔ کہ اس سے کھانا کھاتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے دختر نیک اختر! جبرئیل نے آکر بیان کیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ فاطمہ سے کہہ دو کہ علی کا دادامن چھوڑو۔ سیدۃ النساء نے عرض کی۔ میں اللہ سے استغفار کرتی ہوں۔ اور آئندہ ایسا نہ کروں گی۔ فاطمہ فرماتی ہیں۔ کہ میرے والد ماجد ایک طرف کو تشریف لے گئے۔ اور علی کسی اور طرف کو چلے گئے۔ آنحضرت بہت جلد واپس آئے۔ اور سات درہم سیاہ جبری لاکر مجھ کو دئے۔ اور فرمایا۔ یہ درہم لو۔ اور جب علی آئیں۔ ان سے کہو۔ کہ تمہارے لئے ان درہموں کا کھانا خرید لائیں۔ چند لمحہ کے بعد امیر نے آکر فرمایا۔ کیا رسول خدا تشریف لائے تھے کہ ان کی بو مجھے

آتی ہے۔ فاطمہ نے عرض کی۔ ہاں تشریف لائے تھے۔ کچھ دے گئے ہیں۔ کہ ہم اس کے عوض کھا خرید لیں
 امیر نے درہم ہائے مذکورہ لے کر فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْهَيْبَةُ هَذَا مِنْ رَزَقِ اللّٰهِ
 اور امام حسنؑ سے فرمایا۔ میرے ساتھ بازاری چلو۔ رستے میں ایک شخص ملا۔ کہ کھڑا کہہ رہا تھا۔ مَنْ يَفْرِضُ الْمَوْلَى
 الْوَفَىٰ۔ یعنی کون ہے۔ جو خداوند صادق الاقرار کو قرض دے۔ امیر نے امام حسنؑ سے فرمایا اے فرزند!
 تم یہ درہم اس شخص کو دیتے ہو؟ امام حسنؑ نے حسب ارشاد وہ سب درہم اس کے حوالے کر دیئے۔ فرمایا۔
 اسے بیٹھا جو تھوڑا دیتا ہے وہ بہت دینے پر بھی قادر ہے۔ یہ کہہ کر ایک شخص کے مکان کی طرف کوچلے۔ تاکہ
 اس سے کچھ قرض لیں۔ ناگاہ رستے میں ایک اعرابی ناقلے ملا۔ اور بولا۔ اے علیؑ۔ یہ ناقہ مجھ سے خرید
 لیجئے۔ حضرت نے فرمایا۔ میرے پاس قیمت موجود نہیں ہے۔ اس نے کہا۔ میں ادھار دیتا ہوں۔ امیر نے
 سو درہم میں وہ ناقہ خرید لیا۔ اور امام حسنؑ سے فرمایا۔ کہ اس ناقہ کو پکڑ لو۔ امام حسنؑ نے ناقہ کی مہارت تمام لی چند
 لمحہ کے بعد ایک اور اعرابی ملا۔ اور بولا۔ اے علیؑ یہ ناقہ بیچتے ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ بوجھا کتنے کو خریدتا ہے۔
 فرمایا۔ سو درہم کو۔ اعرابی نے ایک سو ستتر درہم آپ کے حوالے کئے۔ امام حسنؑ نے حسب ارشاد جناب امیرؑ
 ناقہ اس کے حوالے کر دیا۔ اور دونوں پہلے اعرابی کی تلاش میں چلے۔ جس سے ناقہ خرید لیا تھا۔ تاکہ اس کی قیمت ادا
 کریں، رستے میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی جگہ بیٹھا ہوا دیکھا کہ کبھی وہاں نہ دیکھا تھا۔ جب
 حضرت کی نظر مبارک جناب امیر پر پڑی۔ مسکرا کر فرمایا۔ اے بھائی! تم اس اعرابی کو ڈھونڈتے ہو۔ جس سے ناقہ
 خرید لیا تھا عرض کی کہ ہاں۔ فرمایا۔ اے ابوالحسنؑ جس نے ناقہ فروخت کیا۔ وہ جبرئیلؑ تھا۔ اور جس نے خریدا۔
 وہ میکائیلؑ اور وہ ناقہ بہشت کا ناقہ تھا۔ اور درہم پر وردگار کی طرف سے۔ ان کو خیر و نیکی سے خرچ کرو۔
 اور اقرار یعنی کمی رزق سے نہ ڈرو۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ ناقہ مذکور کی فروخت کا حال مختلف روایات سے کتابوں میں وارد ہوا ہے۔
 چنانچہ زہرۃ الریاض میں مرقوم ہے۔ کہ جب امیر المومنینؑ کے گھر میں تین روز فاقہ رہا۔ تو جناب سیدۃ النساء
 نے اپنی چادر فروخت کرنے کو دی۔ اور امیر المومنینؑ نے اس کو چھ درہم میں فروخت کیا۔ اور استحق کو دے
 دیئے۔ پس ایک شخص ناقہ کی مہارت میں پڑے آیا۔ اور عرض کیا یا امیر المومنینؑ! یہ ناقہ خریدتے ہو؟
 فرمایا۔ اس کی قیمت میرے پاس نہیں ہے۔ وہ بولا۔ سو درہم کو ادھار دیتا ہوں۔ امیر قیمت طے ہونے کے
 بعد ناقہ لے کر روانہ ہوئے۔ رستے میں دوسرا شخص ملا۔ اس نے کہا کہ ایک سو ساٹھ درہم کو یہ ناقہ دیتے ہو۔ فرمایا
 ہاں۔ جب خریدار رقم مذکور حوالے کر اور ناقہ کی مہارت پکڑ کر چلا گیا۔ تو پہلا شخص جس نے ادھا بیچا تھا۔ آیا۔ اور قیمت
 کا مطالبہ کیا حضرت نے قرض ادا فرمایا۔ اور باقی ساٹھ درہم جناب سیدہ کے حوالے کئے۔ جب یہ خبر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی فرمایا۔ اے بھائی بیچنے والا جبریلؑ ہے۔ اور خریدار میکائیلؑ۔ اور وہ ناقہ فاطمہؑ کی سواری کا ہے۔ جس پر قیامت کے دن سوار ہوں گی۔

اور اربعین جارا اللہ زمشتری میں امام جعفر صادقؑ سے اس طرح مروی ہے۔ کہ ایک مسلمان فارسی نے چھ درہم جناب فاطمہؑ کو نذر دیئے۔ اسی اثنا میں امیر المومنینؑ نے جناب سید المرسلینؑ کے پاس سے آکر کھانا طلب کیا۔ جناب سیدہ نے عرض کی۔ میرے پاس ان چھ درہم کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں جن کو سلمان لائے ہیں۔ اور میں چاہتی ہوں۔ کہ حسینؑ کے لئے کھانا تیار کروں۔ پس امیر وہ درہم لے کر کھانا خریدنے کی خاطر باہر تشریف لے گئے۔ ناگاہ ایک شخص ملا۔ جو یہ کہہ رہا تھا۔ مَنْ يَقْرَضُ الْمَوْلَى الْوَفَى امیر نے درہم اس کے حوالے کر دیئے۔ اور واپس آکر فاطمہؑ زہراؑ سے یہ حال بیان فرمایا۔ فاطمہؑ نے فرمایا۔ بے شک وہ وفا کرے گا۔ امیر المومنینؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ رستے میں ایک اعرابی ملا۔ جو ایک ناقہ ساتھ لئے تھا۔ حضرت امیر کو دیکھ کر کہنے لگا۔ اے ابوالحسنؑ اس ناقہ کو خریدتے ہو فرمایا۔ اس کی قیمت میرے پاس موجود نہیں ہے۔ اس نے کہا۔ ادھار لے لیجئے۔ امیر نے سو درہم کو خرید لیا۔ اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ راہ میں دوسرا اعرابی ملا۔ عرض کی یا علیؑ اس ناقہ کو بیچتے ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس نے پوچھا۔ کتنے کو؟ فرمایا۔ تین سو درہم کو۔ پس اعرابی تین سو درہم دے کر ناقہ لے گیا۔ اور امیر المومنینؑ نے گھر میں تشریف لا کر سارا قصہ جناب سیدۃ النساءؑ سے بیان کیا اور آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا۔ اے بھائی! میں تم سے بیان کروں۔ یا تم خود ہی بیان کرتے ہو۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ کی زبان مبارک سے بات بہت بھلی لگتی ہے آنحضرت نے فرمایا۔ اے بھائی! کیا تم ان دونوں اعرابوں کو جانتے ہو۔ امیر نے عرض کی۔ رسول خدا بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ بَيْعٌ بَيْعٌ يَا أَبَا الْحَسَنِ أَعْطَيْتَهُ سِتَّةَ دَرَاهِمَ آعْطَاكَ اللَّهُ بَلَدًا مَغْنَمًا دَرَاهِمًا۔ یعنی اے ابوالحسنؑ تم کو خوشخبری ہو۔ تم نے نو چھ درہم اس کو دیئے۔ اور اللہ تم نے تم کو اس کے عوض میں تین سو درہم عطا فرمائے۔ بیچنے والے جبریلؑ۔ اور خریدار میکائیلؑ تھے۔ اور ایک روایت کے موافق اسرا فیلؑ تھے۔

منقبتؑ۔ کتاب فوحات القدس میں منقول ہے۔ کہ سلطان اولیا علی رضی اللہ عنہم کا یہ دستور تھا۔ کہ دو تین روز کے بعد کو ذ سے باہر تشریف لاتے۔ اور مقام محفہ الصفا میں بیٹھ کر دریا کا نظارہ فرماتے ایک روز کا ذکر ہے کہ وہاں بیٹھے تھے۔ کہ دریا میں ایک کشتی نمودار ہوئی۔ اس میں ایک جوان بیٹھا تھا۔ جب وہ کنارہ پر پہنچی۔ تو جوان کشتی سے اتر کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آداب و نیاز سجا لایا۔

حضرت اس کو ہمراہ لے کر گھر تشریف لائے۔ اور مہمان نوازی کا حتیٰ ادا کیا۔ بعد ازاں اس سے دریافت فرمایا۔ تم کہاں کے باشندے ہو۔ اور اس شہر میں کس طرح آنا ہوا۔ اور تم کو کس سے کام ہے۔ جوان نے جواب دیا۔ میں یمن سے آ رہا ہوں۔ اور یمن میں دو بادشاہ ہیں۔ ایک مومن ایک کافر۔ آدھا ملک کافر کا ہے۔ اور آدھا مومن کا۔ میں یمن میں سبزی فروشی کا پیشہ کرتا ہوں۔ اور میری دکان کافر بادشاہ کے محل کے دروازے پر ہے۔ اور اس کی ایک لڑکی ہے۔ جو نہایت حسین و جمیل اور بیحد خوبصورت ہے۔ ایک روز پوری زیب و زینت لگا کر حمام میں آئی۔ جب مجھ کو دکان میں بیٹھا دیکھا۔ تو برق اُتار ڈالا۔ اور مجھے اپنا شیفٹہ اور فریفتہ بنا لیا۔ اور مجھ سے کہا۔ لے جوان! ہر روز ہمارے لئے بلا ناغہ ایک ٹوکری سبزی کی لایا کرو میں اس ماہ رو کو دیکھ کر دیوانہ ہو گیا۔ اور آہ دردناک جگر سے نکالی۔ اور کہا۔ **نظم مولف**

تاغمت دیرانہ سینہ بہ درد آباد کرو دل زدرد و جان و جاں از درد دل فریاد کرو
 آہ از رویت کہ در جانم فلکند آتشے واد از خویت کہ بردل سہ بسیر بیداد کرو
 یعنی تیرے غم نے میرے دیران سینے کو آباد کر کے میرے جان و دل کو درد میں مبتلا کیا ہے تیری رو
 اور خود و نول کے دونوں میری جان اور دل کے لئے بیداد کن اور بیداد گر ہیں۔

الغرض ہر روز اس کے دروازے پر سبزی کی ٹوکری لے جاتا رہا۔ چند روز کے بعد دربان میرے حال کو تاڑ گئے۔ اور میرا جانا بند کر دیا۔ میں ان کی ممانعت سے بے اختیار چلا اٹھا۔ اور گریبان بھاڑ ڈالا۔ ایک بے درد محرم نے بادشاہ کو خبر دی کہ محلے کا سبزی فروش حضور کی دختر نیک اختر پر عاشق ہو گیا اور نالہ و فریاد کرتا ہے۔ اور رسوائی پر نوبت پہنچ گئی ہے۔

جب میں اُس کی محبت میں بالکل از خود رفتہ اور بے قرار ہو گیا۔ تو مجبوراً بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور اس سے لڑکی کی خواستہ گاری کی۔ بادشاہ نے جب میری بات سنی۔ تو نہایت غضب ناک ہو کر میرے قتل کا حکم دیا۔ جلا مجھ کو سولی کے نیچے لے گئے۔ خوف کے مارے میری جان لبوں پر آگئی۔ اس وقت سولی کے نیچے نہایت عجز و نیاز کے ساتھ سجدہ بجالایا۔ اور دل و جان سے متوجہ ہو کر یوں دعا کی۔

کے لئے رحیم کار ساز اور طے کریم بندہ نواز! اپنے کرم و رحم کا تصدق مجھ کو وصال کی دولت سے محروم نہ رکھ۔ میری دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ایک چوبدار نے آکر خبر دی۔ کہ اس جوان کو بادشاہ بلا تا ہے۔ جلا دوں نے رستی میری گردن سے نکال دی۔ اور کھینچتے کھینچتے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ کا ایک وزیر نہایت عاقل اور بانڈہ بیر تھا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اس جوان کو معاف کر دے۔ اور اس کے قتل سے باز آ۔ میں ایک ایسا کام اس کے ذمے لگاتا ہوں۔ جو اس کے امکان سے باہر ہے۔ اس تدبیر اس کو بند کروں گا

الغرض اس وزیر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر تو بادشاہ سے رشتہ داری کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کی دختر سے مواصلت کا خواستگار ہے۔ تو علی بن ابی طالب سے جا کر مقابلہ کر۔ اور ہمارے لئے اس کا سر آتا۔ لانا کہ ہم تجھ کو دامادی کی شرط سے ممتاز کریں۔ اور تو اپنی مراد ولی اور منشا ئے قلبی پر فائز ہو۔

اے میزبان مہربان! میں اس غرض سے اس ملک میں آیا ہوں۔ اور اس تردد میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے۔ میں ایک اجنبی مسافر ہوں۔ اور علی کو نہیں جانتا۔ اور اس تک نہیں جاسکتا۔ اگر تو میری رہنمائی کر کے میری مشکل آسان کر دے۔ تو بڑی مہربانی ہوگی۔ شاہِ ولایت پناہ نے فرمایا یہ کام بہت آسان ہے۔ میں تیری مشکل آسان کروں گا۔ اور تیرے درد کا علاج کر دوں گا۔ اور اگر تو دریا کے کنارے پر ہی کہتا۔ اور اس مطلب کو ظاہر کرتا۔ تو میں اس کی طرف رہبری کرتا۔ اور تیری مشکل حل کر دیتا۔ یہ فرما کر جو ان کے ہمراہ دریا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور دریا کے کنارے پر بیٹھ کر ذوالفقار اس کو دے کر فرمایا۔ میں ہوں علی بن ابی طالب میرا سر تار کے لئے جا۔ اور اپنی حاجت کو پورا کر۔ جو ان نے جب تلوار چلانے کی غرض سے ہاتھ اٹھایا۔ اس کا ہاتھ تلوار سمیت ہوا میں کھڑا رہ گیا۔ اور حیرت کے دریا میں غرق ہو گیا۔ ایسے نے فرمایا۔ اے جو ان تو تلوار مار کر میرا سر جدا کیوں نہیں کرتا۔ بولا میرا ہاتھ تو خشک ہو گیا۔ اور بالکل حرکت نہیں کرتا۔ ایسے نے دعا پڑھ کر اس کے ہاتھ پر دم کی۔ اُس کا ہاتھ فوراً اچھا ہو گیا۔ جو ان نے یہ معجزہ دیکھا۔ تلوار ہاتھ سے رکھ دی اور حضرت کے پاؤں میں گر کر عرض کی۔ میری اور اس لڑکی کی ہزار جانیں آپ پر سے قربان ہوں۔ اب میں دل و جان سے آپ کا عاشق ہوں۔ اور اس آستانہ مبارک کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گا۔ امیر المومنین نے ملک یمن کی طرف رخ کر کے ولایت کے ہاتھ سے یمن کی طرف تلوار چلائی۔ پھر وہاں کے مومن بادشاہ کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔ میں نے آج تلوار لگائی۔ اور اس کا فر بادشاہ کو درکِ اسفل میں پہنچایا۔ جب یہ جو ان یمن پہنچے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ اور اس بادشاہ کا فر کا ملک اور اس کی لڑکی اس کے حوالے کر دو پھر وہ خط جو ان کے ہاتھ میں دیا۔ اور اُس کو اسی وقت یمن میں پہنچا دیا۔ جو ان نے جب وہ خط مومن بادشاہ کو پہنچایا۔ تو اس نے حکم دیا۔ سب خورد و کلاں کو طلب کریں۔ اور بادشاہ کافر کے وزیر سے حال دریافت کیا۔ وزیر نے کہا۔ کہ ہمارا بادشاہ آج تختِ سلطنت پر بیٹھا تھا۔ ناگاہ ایک تلوار بجلی کی طرح چمکتی ہوئی نمودار ہوئی۔ اور اس کا سر اڑا دیا۔ جب بادشاہ مومن نے اصل حال بیان کیا۔ تو انہوں نے اسی وقت شاہِ ولایت کی اطاعت کے لئے سر جھکا دیئے۔ اور کافر بادشاہ کا ملک اور اس کی بیٹی اس جو ان کے حوالے کر دی گئی۔ اور ملک یمن کے باشندے جو اس کے تصرف میں تھے۔ سب سلمان ہو گئے۔

منہجت۔ نیز کتاب مذکورہ میں منقول ہے۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات

میں شاہ ولایت پناہ ایک روز کو منظر سے تنہا بغیر ذوالفقار کے سوار ہو کر گلستان کی طرف روانہ ہوئے۔ جب کچھ دور نکل گئے تو یکایک ایک غبار اٹھا اور اس میں سے ایک سوار ظاہر ہوا۔ جو جنگی سپاہیوں کی طرح مسلح جنگی تن پر سجائے۔ گز گاؤں سے قریب سبزین پر رکھے۔ گنبد دوار کی طرح ایک خود آہنی سر پر دھرے۔ اور ایک طویل نیزہ ہاتھ میں لئے۔ اور ایک تیغ صاعقہ کردار میں حمل کے گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے جب اس کی نظر اسد اللہ الغالب پر پڑی۔ غضب میں آ کر پوچھا۔ تو کون ہے؟ اور کہاں کا رہنے والا ہے۔ اور نام و نسب کیا ہے۔ جلد بیان کر۔ پیشتر اس کے کہ ملک عدم کی راہ لے۔ شاہ ولایت نے فرمایا۔ تیزی کو چھوڑ دے۔ کیونکہ شیر کو شکار کا ذرا بھی خوف نہیں ہوتا۔ اور غرور کو نرک کر کے اسلام کی شاہراہ پر آجا۔ تاکہ نجات پائے اور آخرت میں درجات رفیعہ پر ممتاز و سرفراز ہو۔ یہ کلمات سن کر وہ کافر جوش میں آیا۔ اور نیزہ لے کر حملہ آور ہوا۔ شاہ ولایت نے دست مبارک سے اس کا نیزہ چھین کر جنگل میں پھینک دیا۔ کافر نے تلوار سنبھالی۔ صاحب ذوالفقار نے تازیانہ سے اس کی تلوار کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔ اس نے گز اٹھا کر چاہا کہ فریق مبارک پر مے لے۔ امیر نے چابکدستی کر کے ایک ہاتھ میں گز اور ایک ہاتھ میں اس کا مکہ بند پکڑ کر زین سے اونچا اٹھالیا۔ اور ہاتھ پر سنبھال کر فرمایا تو کون ہے اور کس ملک کا رہنے والا ہے۔ اور کیا کام کرتا ہے۔ اور تیرا کیا نام ہے۔ وہ کافر کچھ دیرا بر بہار کی طرح روتا رہا جناب امیر نے فرمایا۔ شیر مر دموت سے نہیں ڈرا کرتے۔ تیرے رونے کا کیا باعث ہے؟ اس نے عرض کی اے دلاور نام آور! جان کے ڈر سے رونا بیشک ننگ و عار کا باعث ہے۔ لیکن میرا رونا اس وجہ سے ہے کہ میں اپنے یار کے وصال سے محروم رہا۔ میرا نام زعد جنگلی ہے۔ اور میں ممالک مغرب کا رہنے والا ہوں اور وہاں کے نامور بہادروں میں انتخاب ہوں۔ بلا و مغرب میں ایک بادشاہ رفیع القدر و بلند مرتبت حارث بن ربیع ہے۔ میں اس کا برابر اور زادہ اور بندہ فرمان ہوں۔ اس کے کوئی لڑکا نہیں۔ جو اس کا جانشین ہو۔ لیکن ایک بیٹی ہے۔ جو فرط صن و جمال سے خورشید زنب کو ذرہ حقیر سمجھتی ہے۔ میں ایک روز شکار کو گیا ہوا تھا۔ اور شکار کی تلاش میں دوڑ دوڑ پکر رہا تھا۔ لڑکی کو شکار گاہ میں دیکھ کر عاشق ہو گیا۔ اور صبح امین شکار کی تاک میں لگا رہا لیکن مجھے یہ خبر نہ سہتی کہ وہ نازنین غمزے کے تیرے مجھے شکار کر لے گی۔ جب میں گھر پہنچا۔ تو طاقت طاق ہو گئی۔ اور دل و جان سے اُس کا مشتاق ہو گیا۔ اپنے چچکے پاس جا کر خواستگاری کی۔ اس نے جواب دیا۔ کہ اگر تو چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی تجھ کو دے دوں۔ اور تیری ملاو کو بر لاؤں۔ تو تنہا مکہ کا سفر کر۔ اور وہاں جا کر علی بن ابی طالب کا سر لا۔ اور اگر یہ کام نہیں کرتا۔ تو ادھر کا خیال چھوڑ دے ہیں۔ وصال محبوب کی آرزو میں ہتھیار بدن پر سجا کر علی کی لڑائی کے لئے روانہ ہوا۔ ایک مہینہ ہو چکا۔ کہ رات دن سفر میں ہوں۔ اور اپنے دلدار کی آرزو میں اشک حسرت برسا رہا ہوں تم کو دیکھا۔ تو یہ خیال کیا۔ کہ تہا را گھوڑا چھین لوں۔ اور تم کو علی کی تلاش میں بھیجوں۔ تاکہ پتہ لے کر مجھے بتائے اور

میری مشکل کا آسان کرے۔ لیکن اس کی خبر نہ تھی۔ کہ تمہارے ہاتھ میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ اور سرت ہی میں جان دوں گا۔ لے دلا اور آفرین ہے تجھ پر کہ دیر ہی کر کے نچھ جیسے نامور بہادر کو بغیر ہتھیار کے ایسا لاپارا اور عاجز کر دیا جب شاہ دلدل سوار نے یہ باتیں سنیں۔ گھوڑے سے اتر پڑے۔ اور فرمایا۔ لے شخص! علی میں ہی ہوں۔ میرے ہاتھ باندھ لے اور تلوار سے میرا سر قلم کر لے۔ کیونکہ میں رضا کے حق کا طالب ہوں اور کئی دفعہ اپنا سر دشمن کے حوالے کر چکا ہوں جبکہ میرے قتل سے تیرا کام بنتا ہے اور طلب پورا ہوتا ہے تو خدا کی رضا کے لئے تیری مطلب برآری کرتا ہوں۔ کا فر نے جب یہ حالات مشاہدہ کئے تو تعریف و ثنا کرنی شروع کی۔ اور بولا۔ کافرین ہے۔ تیری ہمت پر۔ کبھی کسی شخص نے ایسا کام نہیں کیا اور نہ آئندہ کرے گا۔ پس دل و جان سے اسلام کی طرف متوجہ ہوا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ اور شیر خدا کے ہاتھ پاؤں پر بوسہ دیا۔ امیر نے فرمایا۔ غم نہ کھا۔ اور ذرا بھی ٹکرنہ کر۔ کہ میں تیرا مطلوب تجھ کو پہنچاؤں گا۔ اور اس کو تیرا قرین و ہم نشین بناؤں گا۔ میرے گھوڑے پر بیٹھ جا۔ کہ دونوں مل کر بلا و مغرب کو چلیں۔ اور وہاں جا کر تمہارے مطلب کی بات کریں پس وہ شخص دلدل پر سوار ہو گیا۔ اور ایک چشم زون میں ممالک مغرب میں پہنچ گیا۔ اتفاقاً بادشاہ مغرب کی بیٹی نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور آنحضرت کی رہبری سے مسلمان ہو گئی۔ اور اس بات پر مامور ہو گئی۔ کہ کل علی بن ابی طالب کا استقبال کرے۔ اور ایمان کو تازہ کر کے کلمہ شہادت زبان پر جاری کرے جب وہ بیدار ہوئی۔ تو علی الصبح شہر سے نکل کر جنگل کو روانہ ہوئی۔ تاکہ شاہ ولایت پناہ کے پاس پہنچی۔ اور دیکھ کر بھول کی طرح کھل گئی۔ اور نہایت ادب سے عرض کی۔ لے ابن عم رسول اور لے زوج بتول پہنچی۔ اور دیکھ کر بھول کی طرح کھل گئی۔ اور نہایت ادب سے عرض کی۔ لے ابن عم رسول اور لے زوج بتول آپ پر میرا سلام ہو۔ بعد ازاں بیان کیا۔ یا علی رات میں نے حضرت محمد مصطفیٰ کو خواب میں دیکھا۔ کہ میری طرف آئے اور مسکرا کر فرماتے تھے۔ ہماری محبت اپنے دل میں قائم کر۔ اور اسلام اختیار کر۔ تاکہ ہمیشہ کی دولت سے مالا مال اور سعادت ابدی سے خوشحال اور فارغ البال ہو۔ میں نے کفر سے توبہ کی۔ اور ایمان لائی۔ بعد ازاں حضرت نے ارشاد فرمایا۔ کل میرا بھائی علی بن ابی طالب آئے گا۔ اور تجھ کو حق کی طرف رہنمائی کرے گا۔ اس کے ہاتھ پر ایمان تازہ کرتا۔ اور حق کی راہ میں داخل ہوتا۔ اس حال کے بیان کرنے کے بعد اسلام کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور از سر نو اسلام اختیار کیا۔ اس وقت گردوغبار نمودار ہوا اور گردہ کو اکب کی طرح بے تعدا و لشکر سامنے آیا۔ لڑکی نے عرض کی۔ یہ بادشاہ جو چتر فلک سامہ پر رکھے ہے۔ میرا باپ ہے۔ جو شکار سے آرہا ہے جب شاہ ولایت پناہ نے یہ خبر پائی۔ چھپٹ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ لے بادشاہ! میں ہوں۔ علی بن ابی طالب ابن عم رسول خدا۔ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ آتش و وزخ سے امان پائے۔ اور گلشن فروس میں داخل ہو۔ تو کفر و ضلالت کو چھوڑ کر اسلام اختیار کر۔ اس نے غضب آلود ہو کر شکاریوں کو حکم دیا کہ لے بہادرو۔ تلواریں کھینچ کر اس جوان کا کام تمام کر دو۔ لشکر ہی حکم ملتے ہی شاہ ولایت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور تلوار و سنان اور گرز گراں سے حملہ

کیا۔ حضرت نے رعد غزال کی طرح ایک نعرہ کیا۔ کہ تمام لشکر بیست و پانچ ہو گیا۔ اکثر تو بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے پھر دلیرانہ جولا فی کر کے شاہ مغرب کو زمین سے اٹھالیا۔ وہ پکارا الامان اے شیر مرداں اور اے شیر بیزواں الامان۔ یہ سن کر حضرت نے اس کو زمین پر چھوڑ دیا۔ اور اس نے کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا۔ اور صدق دل سے تمام سپاہ مسلمان ہو گئی اور سب مومن بن گئے۔ بعد ازاں امیر المؤمنین نے رعد اور بادشاہ مغرب کی بیٹی کو طلب فرمایا۔ اور ان دونوں کا باہم عقد کر دیا۔ اور وداع کر کے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ یہ سب کام اس ولایت پناہ سے تین ساعت میں ظہور پذیر ہوئے۔

فنائی کہتا ہے۔ بیست

امام اوست کہ بخشید سر بگاہ مصاف
برآں امید کہ بیگانہ را بر آید کام

منقبت سے نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ مسجد کوفہ میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک اعرابی آیا۔ اور بعد اوائے تحیت و ثنا عرض کی۔ اے پیشوا اے مقتدا اے اصفیاء میں مفلس و دل ننگار اور عیال مند و قرض دار ہوں اور قرض خواہوں کے مطالبے سے سخت تنگ ہوں۔ اور آپ کے سوا دنیا میں کسی کو کریم اور سخی نہیں جانتا۔ امیر المؤمنین چند اصحاب کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے اور چلتے چلتے احمد کوفی کے گھر پہنچے۔ قبر نے اس کو نبر کی جب وہ حاضر ہوا۔ تو امیر نے کمال محبت اور شفقت سے اس کا حال پوچھا۔ اس نے عرض کی۔ یا وصی خیر المرسلین میں چند روز گھر کی تعمیر میں لگا رہا۔ اور ایک بہت اچھا صاف اور روشن مکان بنایا ہے۔ نظم مؤلف

بعد ازاں گفت از سر عجز و نیاز
کائے سرا پا گنج حسن و کان ناز

من کہ وزین گو نہ دولت از کجا
بر گدائے سایہ افسگندہ ہما

بر سر مور سے سلیمانے رسید
بر تن جاں وادہ جانے رسید

غرق بحر حیرت تم زیں واقعہ!
بلکہ مے ہنیم بخواب این واقعہ

تا میسر دولت دیدار شد
بخت خواب آلود من بیدار شد

مکرمت کردی فدایت جان من
کفر عشقت رونق ایمان من

امیر نے فرمایا۔ اے دوست بیگانہ! اس گھر پر کتنا روپیہ خرچ کیا ہے۔ عرض کی۔ اے پیشوا اے ابرار! مبلغ ایک ہزار دینار۔ فرمایا۔ میں اس رقم کے عوض میں ایک سنہری مکان دارالقرار میں حوران گل زخسار سے معمور و آباد تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں۔ احمد نے عرض کی۔ میں اس کا خریدار ہوں۔ اور حضرت کامنوں اور منت گزار ہوں۔ امیر نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر بیع کر دیا۔ احمد نے اپنی بیوی

سے جا کر اس معاملے کا تذکرہ کیا۔ اور اس سے رو بہ طلب کیا۔ اس کی بیوی نے کہا۔ میں بھی اپنے فرزندوں سمیت اس بیع میں شریک ہوں۔ ہم اس مکان جاودانی میں سب مل جل کر رہیں گے۔ احمد نے بیوی کی درخواست مان لی۔ اور زر مطلوب حضرت کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ اور سردار سنی اور رہبر اقیانے سائل کو عطا فرمایا احمد نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین اس بیع کے لئے ایک حجت (قبالہ۔ تمسک۔ دست آویز) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ بیع بلا تمسک بختہ کام نہیں۔ امیر نے تبسم فرمایا۔ اور دوات و قلم طلب فرما کر ایک حجت اس مضمون کی تحریر فرمائی۔ میں کہ علی بن ابی طالب ہوں۔ میں نے ایک گھر بہشت جاوداں میں احمد کوفی کے ہاتھ بیع کیا۔ جس کے حدود اربعہ مفصلہ ذیل ہیں۔ حد اول خانہ رسول آخر الزمان سے ملحق ہے حد دوم میرے گھر سے ملحق ہے۔ حد سوم حسن سبط رسول کے گھر سے ملی ہوئی ہے۔ اور حد چہارم حسین سبط رسول کے گھر سے متصل ہے۔ اور شہدا اور دودھ کی چار نہریں اس میں جاری ہیں۔ میں نے اس کو احمد کوفی کے حوالے کر دیا۔ احمد نے اس قبالہ کو اپنی زوجہ کے سپرد کر کے وصیت کی۔ اگر میں تجھ سے پہلے مر جاؤں۔ تو یہ تمسک میرے ساتھ قبر میں دفن کر دینا۔ اتفاقاً کچھ مدت کے بعد احمد نے اس سرائے فانی سے سرائے باقی کی طرف کوچ کیا۔ جب اٹھانے کے مرنے کی خبر امیر کو پہنچی۔ اس کی تجہیز و تکفین کے لئے تشریف لائے۔ اور اس پر نماز پڑھنے کے بعد اس کی آمرزش کے لئے دعا فرمائی۔ اس کو قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا۔ تو ایک کبوتر ایک کاغذ اپنی چونچ میں لئے آیا۔ اور شاہ ولایت کے دامن میں ڈال کر آسمان کی طرف اڑ گیا۔ جب وہ کاغذ کھولا۔ تو اس میں خط سبز سے یہ مضمون درج پایا۔ یہ خط ہے حق سبحانہ تمہا کی طرف سے علی مرتضیٰ کی طرف

کے تیری بیع میری بیع ہے۔

منسبیت ۱۵ ہدایۃ السعداء میں مرقوم ہے۔ کہ ایک دن ایک سائل نے امیر المؤمنین کے پاس آ کر ایک روٹی طلب کی حضرت نے قبر سے فرمایا۔ اس درویش کو روٹی مے۔ اس نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! روٹی اونٹ پر ہے۔ فرمایا۔ اونٹ سمیت مے مے عرض کی۔ اونٹ قطار میں ہے۔ فرمایا۔ قطار سمیت دسے ڈال۔ قبر فوراً اونٹوں کی مہار ہاتھ سے چھوڑا لگ جا کھڑا ہوا۔ امیر المؤمنین نے اس سے پوچھا کہ قبر تو علیحدہ کیوں ہو گیا۔ عرض کی اے بھروسا اور لے کان عطا! میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں ایسا نہ ہو۔ کہ مجھے بھی ساتھ ہی بخش دیں اور میں خدمت کی سعادت سے محروم رہوں۔ میرے سید علی قاسمی فرماتے ہیں۔

| | | |
|------|----------------------------------|---------------------------------|
| بیت | بارو قطار داد بسائل کو خواست ناں | نفل کند ہمیش سوئے بارو قطار چشم |
| قطعہ | ولایت دستگا با با و شاہا | کفت ابر و دولت دریا مثال است! |
| | شود گردنہ فلک پر گوہر وزر | بہ چشمت کمتر از سنگے سفال است |

منقبت ۳ ذخیرۃ الملوک میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ عید کے روز ضعیف اور مسکین امیر المؤمنین کے در و دولت پر جمع تھے۔ امیر نے باہر تشریف لاکر ابو موسیٰ سے فرمایا کہ بیت المال کا دروازہ کھول کر تین لاکھ درہم محتاجوں میں تقسیم کرے جب ابو موسیٰ تعمیل ارشاد سے فارغ ہوا۔ تو عید گاہ میں جا کر نماز ادا فرمائی۔ اور گھر میں واپس تشریف لائے۔ تو میں حضرت کے ہمراہ گھر میں گیا۔ جو کی چند روٹیاں بے روغن لائے میں نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! اگر آپ فرماتے تو اس مال میں سے ایک درہم کا روغن خرید لاتے۔ تو کیا مضائقہ تھا فرمایا۔ اے ابوہریرہ! کیا تو چاہتا ہے کہ قیامت کے دن میں مجھ کو شرمندہ کرے۔ اور میری پیشانی پر خیانت کا داغ لگائے۔ خدا کی قسم! علیؑ کے نزدیک اور کوئی نعمت اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ کہ وہ قیامت کے میدان میں خیریت کی نجات اور رسوائی سے محفوظ رہے۔ نظم مؤلف

| | |
|----------------------------|------------------------------|
| آں امام برحق از قول نبیؐ | آں پناہ مغربی و مشرقی |
| آں جہان علم را بدر مینیر | آں شہان ملک تکلیں را امیر |
| آں سپہ معرفت را آفتاب | آں زو صل شاہد جاں کامیاب |
| معون علم و حیا صدق و صفا | مخزن علم و عمل خلق و سخا |
| از سخائش گشت مفلس کان زر | بلکہ درو ریانا نذا زور اثر |
| قبلہ را باب عرفاں ذات او | مصحف اصحاب عشق آیات او |
| زو ولایت را بستر تاج شرف | وز فیوض مکہ ثانی نجف |
| شیخ بزم جنت آمد روئے او | عطر افشاں بر جہاں گیسوئے او |
| آفتاب آسمان ہل اتقی | تاجدار انساء لافتی |
| بود زیندہ بفرقش تاج دیں | زانکہ بیشک بود امیر المؤمنین |
| خاک پائش افسر عرش بریں | سایہ اش انوار بخش شمس دیں |
| گرفتند نور ضمیرش بر جہاں | بچوں خود یکسر شود کون و مکان |
| در صحابہ چون در انجم آفتاب | سجدہ گاہ ہر دو کون اور اجناب |
| سرفرازاں خاک برد گاہ او | چوں خس و خاشاک اندر راہ او |
| بر سرش زیندہ تاج سروری | روشن است از بے چراغ رہبری |
| شاہ و تقسیم ولایت ذات او | ماہ گردون ہدایت ذات او |
| سایہ او آفتاب دو جہاں | روشنی بخش ضمیر افس و جان |

منظر عرفان حق اندیشہ اش
برق تیغش شمع بزم دین بود
گشت کشت دین قوی از تیغ او
ہر کہ زوگرداندارے کافر است
چونکہ صائم بود آل شہ بردوام
میکنم نام شریفش بر ملا
جانشین مصطفیٰ یعنی علیؑ
اے خوشانائے کردول زندہ گشت
وصفِ اوچوں ہست بیژن از خیال
معرفت بخشیدن آمد پیشہ اش
پرتو او را طفس آئیں بود
ہم شریعت یافت بر زو آبرو
خویشترق را تا جہنم رہبر است
تا ن جو بروہ غذا آتش وقت شام
ہاں فولائے من شوید لے نہ سما
مجتبےؑ و مرتضیٰ یعنی علیؑ
ہمچو عبیدی و خضر پایندہ گشت
باب دیگر را وہم صوت ز قال

باب نہم

جناب اسد اللہ الغالب کلّ غالب مطلوب کل طالب
امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی
اللہ عنہا کی شجاعت اور اس کے متعلقات کے بیان میں

روضۃ الاحباب، روضۃ الصفا، معارج النبوۃ اور حبیب السیر میں مرقوم و مسطور ہے۔ کہ اکثر مجاہدان میدان
سیر اور مجتہدان معرکہ خیز نے روایت کی ہے۔ کہ جناب مستطاب خیر البریہ علیہ السلام والحقہ کے مدینہ طیبہ میں تشریف
لانے کے دوسرے سال میں آیۃ اذن لِّلَّذِیْنَ یُقَاتِلُونَ بِأَنفُسِهِمْ ظَلِمُوا ۱۔ (جن سے کفار لڑتے ہیں
ان کو بھی اجازت دے دی گئی ہے۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں) کے نازل ہونے سے آہ۔ لکھ دینت کلمہ ولی دین (تمہارا
لئے ہے تمہارا دین اور میرے لئے ہے میرا دین) کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اور جہاد کرنے کی اجازت مل گئی۔ اور کلمہ اَنَا سِیْفُ
السَّیْفِ کے قائل نے اَقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کے حکم کی تعمیل پر کہ ہمت باندھ کر عنانِ عزیمت

جنگِ کفار کی طرف پھیری۔

بہ سال دوم بہترین عباد
کہبت بر قتلِ عدلے ویں
برافراخت را بایتِ غزو و جہاد
چو گفشت خدا اَتَلُو الْمَشْرُکِیْنَ

اور اہل سیر و حدیث کی اصطلاح میں جس لشکر میں کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف رکھتے تھے۔ اور لشکر کشی میں شامل ہوتے تھے۔ اس جنگ کا نام غزوہ ہے۔ اور اس کی جمع غزوات ہے۔ اور جس لشکر میں خود ہمراہ نہ ہوتے تھے۔ بلکہ ان کے سوا اور کوئی شخص ان کا قائم مقام اور سپہ سالار مقرر ہو کر جاتا تھا۔ اس کو سر یہ کہتے ہیں۔ اس کی جمع سرایا آتی ہے۔ اور ایک روایت کے بموجب سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کے تمام غزوات اُنیں تھے۔ اور ایک قول کے موافق اکیس^{۱۱}۔ اور بعض کے نزدیک چوبیس^{۱۲} اور ایک گروہ کے اعتقاد میں ستائیس^{۱۳} تھے۔ اور سرایا کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوات میں اہل کفر و ضلال کے ساتھ جنگ و جدال کا اتفاق ہوا اور بدد۔ احزاب۔ بنی قریظہ۔ مریعہ۔ خیبر۔ وادی النفرے۔ فتح مکہ۔ اور حنین کے معرکوں میں مسلمانوں کو فتح و ظفر نصیب ہوئی۔

منقبت ۱۔ مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب نے تمام غزوات میں آنحضرت کی رفاقت کی اور نامیدین اور نصرت اسلام میں کمال درجہ سعی فرمائی۔ صرف ایک غزوہ تبوک میں ہمراہی سے قاصر رہے۔ کیونکہ آنحضرت نے ہجومِ عدل کے خوف سے ان کو مینہ میں اپنا قائم مقام کر کے فرمایا تھا۔ اے بھائی! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ تبوک لڑائی کے بغیر ہی فتح ہو جائے گا۔ تم میرے اہل و عیال پر نگہ دار رہو۔ تاکہ وہ دشمنوں کے کمر وکیدے سے محفوظ و مضمون رہیں امیر نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ! مجھ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہو۔ اس کے جواب میں سرور کائنات نے ارشاد فرمایا۔ اَمَّا تَرْضَىٰ اَنْ تَكُوْنَ مَعِيَ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسَىٰ غَيْرَ اَنْتَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ چنانچہ حدیث مذکور صحیح مسلم و بخاری میں سعد بن وقاص کی روایت سے اور مسند احمد بن حنبل اور مسند بزار میں ابوسعید خدری کی روایت سے اور اوسط طبرانی اور صواعق محرقة میں ام سلمہ اور ابن عباس کی روایت سے منقول ہے۔

الغرض اسی سال (دوم) میں غزوہ بدر کبریٰ جس کو بدرِ قتال بھی کہتے ہیں۔ وقوع پذیر ہوا اور بموجب آیہ کریمہ۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَاَنْتُمْ اَدْلٰۃٌ ﴿۱۶۷﴾ اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر میں فتح و ظفر عطا فرمائی۔ جبکہ تم ذلیل و خوار تھے، اسلام کی فتح ہوئی۔ اور کفار نے شکست کھائی۔ اس غزوے کا سبب یہ

ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ابی سفیان و دیگر اہل قریش کے ہمراہ بہت سا مال لے کر شام سے مکہ معظمہ کو واپس جا رہا ہے اس لئے تین سواصحاب (جن میں انسی مہاجر اور باقی انصار تھے) کے ہمراہ جن کے پاس شتر اونٹ۔ دربا تیں گھوڑے۔ چھ زرچیں اور آٹھ تواریں تھیں۔ قافلے کو روکنے کے ارادے ۱۲ یا ۱۳ ماہ رمضان المبارک کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ ابوسفیان نے اس واقعہ سے خبر دار ہو کر ضمیمہ غفاری کو مکہ میں بھیجا۔ تاکہ قریش سے مدد طلب کرے۔ تاریخ کی بہت سی کتابوں میں لکھا ہے کہ ضمیمہ کے مکہ معظمہ میں پہنچنے سے پہلے عالمکہ دختر عبدالمطلب نے ایک رات ایسا خواب دیکھا کہ اس کی دہشت سے خوف زدہ ہوئی۔ اور صبح کو عباس سے بیان کیا۔ کہ رات کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش عنقریب کسی بلا میں گرفتار ہوں گے۔ اور میں وہ خواب تم سے بیان کرتی ہوں۔ مگر اس شرط پر کہ کسی کو اس راز سے خبر دار نہ کرے۔ عباس نے اس کے پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کیا۔ عالمکہ نے کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ ایک شتر سوار ابطح (وادی مکہ) میں آ کر کھڑا ہوا۔ اور پکارا اسے قریش! اپنے قتل گاہ کی طرف شتابی کرو۔ اس کے بعد سجدہ میں گیا۔ اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اس سوار نے خانہ کعبہ کے کوسٹے پر چڑھ کر تین بار اسی کلام کو دہرایا۔ پھر میں نے اس کو کہو ابوقیس کی چوٹی پر دیکھا۔ کہ اسی بات کو دہرا رہا ہے۔ بعد ازاں پہاڑ کی چوٹی سے ایک پتھر اڑھکایا۔ اور وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور مکہ میں سنی ہاشم اور سنی زہرا کے سوا کوئی گھر ایسا نہ رہا۔ جس میں کوئی ریزہ اس پتھر کا نہ گرا ہو۔ عباس جب گھر سے نکلے۔ تو بہن کی وصیت کا کچھ خیال نہ رہا۔ اور ولید بن عقبہ سے جو کہ ان کا دوست تھا۔ اس خواب کو ذکر کر دیا۔ اور اسی روز یہ بات سب جگہ شہور ہو گئی۔ اور ابو جہل کے کان تک جا پہنچی۔ دوسرے روز طواف کے وقت عباس سے کہا۔ اے ابو الفضل! کتنے دن ہوئے کہ یہ عورت نبوت کے درجہ پر فائز ہوئی ہے۔ عباس نے کہا۔ کونسی عورت؟ بولا۔ تمہاری بہن عالمکہ جس نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ عباس نے انکار کیا۔ ابو جہل سفابت اور جہالت کی باتیں کرنے لگا۔ اور بولا تم اس پر قناعت نہیں کرتے کہ تمہارے مرد نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اب تمہاری عورتیں بھی پیغمبر کا دعویٰ کرتی ہیں تین دن تک تو صبر کرتا ہوں اور کچھ نہیں کہتا۔ اگر اس خواب کا اثر کچھ ظاہر نہ ہوا۔ تو اطراف عرب میں تمام قبائل کے نام اس مضمون کے خط لکھوں گا۔ کہ سنی ہاشم تمام قبائل عرب سے بڑھ کر دروغگو اور جھوٹے ہیں۔

الغرض جب اس واقعہ کے تیسرے روز ضمیمہ غفاری نے حرم کعبہ میں پہنچ کر ابوسفیان کا پیغام قوم کو پہنچایا قریش کے اکثر اذنی و اعلیٰ لوگوں نے سفر کا سامان تیار کیا۔ اور نوسو چالیس مشرک حضرت پیغمبر صلعم کے مقابلے کو روانہ ہوئے۔ ان کے سات سواونٹ اور سو گھوڑے تھے۔ اور تمام سوار اور بعض پیادے زرہ پوش تھے۔ اور ہر روز ایک رئیس قوم ساری فوج کو لکھنا دیتا تھا۔ اکثر ثقہ راویوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ عباس بن عبدالمطلب

قیقہ بن ریجہ۔ امیر بن خلف۔ حکیم بن حزام۔ نضر بن الحارث۔ ابو جہل بن ہشام۔ سہل بن ہشام اور ہینہ و
نیہ پسران حجاج وغیر لشکر کفار کے رؤسا و عظامیں سے تھے۔

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ جب ابو سفیان بدر میں پہنچا۔ اس کو تحقیق ہوا۔ کہ سپاہ اسلام اُس
کی طرف کو آ رہی ہے۔ تو رستے کو چھوڑ دیا۔ اور دوسری راہ سے قافلہ کو مکہ میں پہنچا دیا۔ اور قیس بن امراء القیس
کو قوم کے پاس بھیج کر پیغام دیا۔ کہ تمہارا باہر آنا صرف قافلے کی حمایت کے واسطے تھا۔ اب کہ تم بخیر و عافیت
حرم میں پہنچ گئے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ تم بھی واپس آ جاؤ۔ قیس نے سرداران قریش سے ملاقات کر کے
پیغام پہنچا دیا۔ ابو جہل نے کہا۔ خدا کی قسم۔ تم واپس نہ جاؤ گے۔ جب تک کہ بدر میں نہ پہنچیں۔ اور وہاں شراب
پنی کر عیش و عشرت نہ منالیں۔ اور جب تم ایسا کر گزریں گے۔ تو ہماری شوکت و حرمت کی شہرت تمام عرب کے اطراف و
جوانب میں ہو جائے گی اور قوم نے مجبوراً ابو جہل کے کہنے پر عمل کیا۔ اور سپاہ اسلام کی طرف کوچ کیا۔ لیکن بنی زہرہ
نے اپنے خلیفہ اجنس بن شریف کی صلاح سے مکہ کی طرف مراجعت کی۔

اور اس طرف سے حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب وادی سفر میں نزول فرمایا۔ تو سنا کہ
سرداران قریش قافلے کی حمایت کو آ رہے ہیں۔ اور آئیے دَسَّادُ دَهْمٌ فِي الْوَمْرِ۔ اور ان سے کام میں مشورہ
لے کے موافق بڑے بڑے صحابہ سے مشورہ لیا۔ جب اکابر مہاجر و انصار نے اخلاص و اتحاد کا اظہار کیا۔
اور جنگ کے باب میں نہایت پختہ دلی سے سب کی رائے متفق ہو گئی۔ اس وقت حضور سرور کائنات نے
ارشاد فرمایا۔ کہ اے صحابہ تم کو بشارت ہو کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو ان دو گروہوں قافلہ اور ان کے حامی و مددگاروں
میں سے دو گنہگار کی حمایت کو آئے ہیں، ایک گروہ پر فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

واقعی روایت کرتا ہے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۶۔ ماہ مبارک رمضان کو وادی بدر میں تشریف
لائے۔ اور علی ابن ابی طالب کو دوسرے صحابہ کے ساتھ خبر گیری پر مقرر فرمایا۔ اور ایک مقام کی طرف
اشارہ کر کے فرمایا۔ مجھے امید ہے۔ کہ اس کوئیں کے پاس جو وہاں پر واقع ہے۔ کچھ خیر ملے گی۔ جب
امیر المؤمنین اپنے ہمراہیوں سمیت اس مقام پر پہنچے۔ تو قریش کے کچھ سستے ملے۔ اور عرض کیا۔ اور اسلم نام و دغلاموں
کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت نے پوچھا۔ قریش کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔
کہ اس سامنے کے ریت کے ٹیلے کے پیچھے۔ بعد ازاں لشکر کی گنتی اور سرداران لشکر کے نام دریافت کئے جب تمام
کیفیت واضح ہو گئی۔ تو اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے۔ اور
وہاں سے کوچ کر کے بدر کے اخیر کوئیں پر آتے۔ اور اصحاب سے فرمایا۔ اس کوئیں کو قریب حوض کھود کر
پانی سے بھر دیں۔ اور لڑائی کے دن مشرکوں کی ایک جماعت نے اس پانی کے پینے کا قصد کیا۔ مسلمانوں نے

منع کرنا چاہا حضرت نے فرمایا۔ پانی پینے دو۔ جن کا فرد نے وہ پانی پیا۔ ان میں سے حکیم بن حزام کے سوا اور کوئی شخص اس معرکے سے زندہ بچ کر نہیں گیا۔

الغرض منزل مذکور میں کفار نمودار ہوئے۔ اور انہوں نے لشکر اسلام کے برابر قیام کیا۔ اور بارہ رمضان کو صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے جوش کو زیب تن کر کے سپاہ ظفر اساس کی صف بندی فرمائی۔ اور رؤسائے قریش نے نہایت تیزی اور تندہی سے صفوں جنگ کو آراستہ کر کے میدان میں پرے جمائے۔ اور شرکین میں سے اول ہی اقل جس نے قدم معرکہ کارزار میں رکھا۔ وہ عقبہ بن ربیعہ تھا۔ کہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر اہل اسلام کے مقابلے کو نکلا۔ اور لشکر اسلام سے فرزندانِ حارث معاذ۔ معوذ اور عوف نے ان سے مقابلہ کرنے کو قدم بڑھایا جب یہ تینوں مشرکوں کے نزدیک پہنچے۔ عقبہ اور شیبہ نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ جواب دیا۔ ہم فلان و فلان انصار سے ہیں۔ کفار بولے۔ ہم کو تم سے کام نہیں ہے۔ ہم اپنے نبی اعمام کو چاہتے ہیں۔ جب وہ واپس گئے۔ تو عقبہ اور شیبہ نے پکار کر کہا۔ اے محمد! ہمارے ہمسروں اور کفووں کو میدان میں بھیج۔ آنحضرت نے حمزہ بن عبدالمطلب علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن الحارث کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ عقبہ حمزہ کے مقابل ہوا۔ اور شیبہ ابو عبیدہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ولید نے جو معاویہ کا ماموں تھا۔ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کو سامنا کیا۔ امیر نے ایک وار میں ولید کو جہنم واصل کیا۔ اور حمزہ نے اپنی شمشیرِ خونریز سے عقبہ کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ اور شیبہ نے ایک کاری زخم عبیدہ کے پاؤں پر لگایا کہ وہ میدان میں گر پڑا۔ اور پنڈلی کی ہڈی کا مغز بہنے لگا۔ اور شیبہ ہمیشہ جیسا سلطان الاولیاء علی مرتضیٰ علیہ السّلام نے التنا نے عبیدہ کی امداد کی۔ اور جاتے ہی شیبہ کو قتل کیا۔ پھر تو لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی۔ سیدرار کی شمشیر آبدار کفار کے خرمن حیات کو تباہ و برباد کرنے لگی۔ جس طرف وہ شمشیر حمل آور ہوتا۔ مشرکوں کی فرج خوار و ذلیل ہو کر بھاگ نکلتی۔ نظم۔

| | |
|-----------------------------------|--------------------------------|
| امیر لشکریں پیشوائے اہل یقیں | کہ ہادی رہ اسلام خواہد رہیر او |
| بجو وقت حلاز زندباگ برنگا در خویش | قدم بہ قلعہ گردوں زندنگار او |
| دلاور یکہ جو تیغ دوسر کش زینام | شود دونیم دل خصم و برابر او |
| بہ کوہ قاف چو خنجر کشد بروز مصاف | شود شکاف شکاف از نہیب خنجر او |
| امام صفدر غالب کہ بود رولت دیں | ہمیشہ در کف روایت مظفر او! |

اور اہل اسلام کے اور بہادر بھی شاہِ ولایت کی حمایت میں بہت کشتش و کوشش بجا لائے۔ اور ان کی ستانِ جاں ستان مشرکوں کو دوزخ میں بھیجتی رہی۔ اس وقت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ورگاہِ قاضی

الحاجات میں دست مناجات بلند کئے۔ اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ اہل اسلام کی فتح و نصرت کے لئے دعا فرمائی۔ آنحضرتؐ کی چشم ہائے مبارک پر آنکھ غالب ہوئی۔ اور اسی وقت آنکھ کھول کر مسلمانوں کی آمد کے لئے ملائکہ مقربین کی افواج کے نزول کی بشارت حاضرین کو پہنچائی۔ اور آیہ وافی ہدایہ۔ سَبِّحُوْهُمُ الْجَمْعَ وَيُوْتُوْنَ الدُّبُرَ عَزَّوَجَلَّ عَقْرِبَہِمْ یہ جماعت کفار شکست کھانے کی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے (اور ان کے مڑسیاہ ہو گئے) زبان وحی ترجمان پر جاری فرمایا۔ اور ریت کی ٹمٹھی اٹھائی اور آیہ۔ وَشَآهَتِ الْوَجُوْہِ۔ (اور ان کے مڑسیاہ ہو گئے) پڑھ کر مشرکوں کی طرف پھینک دی۔ اور اسلامی لشکر کو فتح کی بشارت دے کر کفار کے مقابلے پر جرات دلائی۔

امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ بدر کے روز تین دفعہ پہلے در پہلے تیز ہوا جلی پہلی دفعہ، جبیر ٹیل ہزار فرشتے لے کر آئے۔ دوسری دفعہ میکائیل ہزار فرشتے لے کر۔ اور تیسری دفعہ اسرافیل ہزار فرشتوں کے ہمراہ لشکر اسلام کی مدد کو آئے۔ اُس روز فرشتے نور کی شمشیر اور زر و گچھیاں سر پر باندھے اہل حق گھوڑوں پر سوار تھے۔

القصد جب پروردگار کی مدد آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شامل حال ہوئی۔ کفار بھاگ نکلے۔ ان کے شتر آدمی مارے گئے۔ اور شتر انہیں ہوئے۔ ستر مقتولین میں سے چھتیس آدمی شیریز داں شاہ مردان علی ابن ابی طالب کی شمشیر آبدار سے واصل جہنم ہوئے۔ محمد ان کے چند اشخاص کے نام یہ ہیں۔

عاص بن سعید۔ حنظلہ بن سفیان براور معاویہ۔ طعنبہ بن عدی۔ نوفل بن خالد۔ رمنہ بن الاسود۔ عمر بن عثمان۔ عم طلحہ بن عبداللہ۔ عثمان و مالک برادران طلحہ۔ مینہ بن الحجاج سہمی اور ابو جہل بعین معاذ و معوذہ فرزندان عفرات کی تلوار سے واصل جہنم ہوا۔ اور عبداللہ بن مسعود نے فتح کے بعد اس ملعون کا سر آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اسیروں میں سے چند قیدیوں کے نام درج ذیل ہیں۔

عباسؓ۔ عقیلؓ۔ ابوالعاص۔ ابو عزیز۔ عمرو۔ وہب۔ سہیل۔ عقبہ بن معیط۔ اور نصر بن الحارث۔ ان میں سے عباس اور عقیل تو مسلمان ہو گئے۔ اور عقبہ اور نصر اسد اللہ الغالب کی ذوالفقار کی تحریک سے اسفل السافلین کو سدھارے۔ اور باقی قیدی فدیہ سے کر رہا ہوئے۔ اور اہل توحید سے چودہ شہید ہوئے چھ مہاجر سے اور آٹھ انصار سے اور ابو عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب شہداء مہاجرین کی شمار میں ہیں۔

منقول ہے کہ عبیدہ رضی اللہ عنہ شبیہ کی تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑے۔ تو ان کو اٹھا کر رسول خداؐ کے پاس لے گئے۔ عرض کی۔ یا سید المرسلین! کیا میں شہید ہوں؟ آنحضرتؐ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ ہاں تم شہید ہو۔ اور واپسی کے وقت ابو عبیدہ کی روح عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔ ان کی عمر بقول صاحب مقصد اقصیٰ انسی سال تھی۔ جب یہ نامور فتح حاصل ہو چکی۔ اور کفار اپنے مُردوں کو چاہ بدر میں پھینک کر چلے گئے تو سید ابرار

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیدر کرار اور دیگر اصحاب اختیار کے ہمراہ اس کوئیں پر تشریف لے گئے اور ان کشتوں کے نام لے کر فرمایا۔ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَاتِي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَ رَبِّي حَقًّا۔ جو کچھ تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا۔ کیا تم نے اس کو حق پایا۔ میرے پروردگار نے جو وعدہ فرمایا تھا۔ میں نے تو اس کو حق پایا، عمر بن الخطابؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ان بے جان جسموں سے بات کرتے ہیں۔ فرمایا تم ان سے زیادہ سُننے والے نہیں ہو۔

جب آنحضرت نے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ تو ادنیٰ صفر میں ایک ٹیلے پر بیٹھ کر غنیمتوں کو تقسیم کیا۔ اور ابو جہل کے اونٹ کو مخصوص فرمایا۔ اور روضۃ الاحباب میں مذکور ہے۔ کہ منیہ بن حجاج کی تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا۔ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمائی۔ لیکن اکثر کتب معتبرہ میں ایسا نظر سے گزرا ہے کہ شمشیر مذکور جبرئیل امین بہشت سے لائے تھے۔ چنانچہ حکیم سنائی نے حدیقہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

بیت

ذوالفقار سے کہ از بہشت خدا بفرستادہ بود۔ شرک زوائے

اور مورخین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آٹھ آدمی بعض ضروریات کے سرانجام دینے کے سبب آنحضرت کی اجازت سے اس غزوے میں حاضر نہیں ہوئے۔ ابو الہباب عبدالمنذر جو آنحضرت کی طرف سے مدینہ میں نلیفہ تھا۔ عاصم بن عدی۔ حارث بن وہاب۔ حوات بن جبیر۔ حارث بن صابہ۔ سعد بن زید۔ طلحہ بن عبید اللہ اور عثمان بن عفان۔ بدر کے حاضرین میں غنائم کو تقسیم کر کے ان کا حصہ بھی عطا فرمایا۔

منقبت۔ نیز کتب مذکور میں مرقوم ہے کہ ہجرت کے تیسرے سال اُحد کی لڑائی ہوئی۔ اس کی کیفیت اس طرح ہے۔ کہ ابوسفیان تین ہزار لشکر شیطان کو جن میں سات سو زہ پوش تھے۔ اور دو سو گھوڑے۔ اور تین ہزار اونٹ ان کے ساتھ تھے۔ ہمراہ لے کر مدینہ منورہ پر چڑھ آیا۔ عباس نے مکہ معظمہ سے ایک خط حضرت کی خدمت میں ارسال کیا۔ اور اس واقعہ کی خبر دی۔ سید المرسلین نے ارادہ کیا کہ مدینہ میں قلعہ بند ہو کر کفار کی مداخلت فرمائیں۔ لیکن بعض جنگ جو بہادروں کی الحاح و مبالغہ کے سبب نہایت کراہت کے ساتھ ۱۴ شوال کو نماز جمعہ کے بعد عبداللہ بن مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کر کے ایک ہزار بہادروں کے ہمراہ جن میں سو آدمی زہ پوش تھے۔ کفار کی جنگ کو روانہ ہوئے۔ اور عبداللہ بن مسعود اثنائے راہ میں تین منافقوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ اور لشکر اہل اسلام میں تین علم تھے۔ سید المرسلین کا علم خاص امام الاشجعین اسد اللہ الخالب کے دست مبارک میں تھا۔ اور ایک علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں۔ ایک جناب بن المنذر کے ہاتھ میں تھا۔

القصد روز شنبہ ۱۵ شوال کو علی الصباح کوہ احد کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے
آنحضرت نے صفوف لشکر کو درست اور عکاشہ بن محسن اسیدی کو میمنہ پر مقرر فرمایا۔ اور ابوسلمہ کو میسرہ پر
اور ابوعبیدہ اور سعد کو ہر اول میں مقرر فرمایا۔ اور مقداد بن عمرو کو ساتھ لشکر میں تعینات کیا۔ اور عبداللہ بن
جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ پانی کے دو چشموں کا محافظ بنایا۔ جو لشکر کے بائیں طرف تھے۔ اور وصیت
کی۔ کہ کسی حالت میں وہاں سے حرکت نہ کرے۔ اور ابوسفیان نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ خالد بن ولید کو میمنہ
پر اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ پر مقرر کیا۔ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو سوتیر اندازوں پر امیر بنایا۔ اور علم کو
طلحہ بن ابی طلحہ کے جو نامور بہادروں میں سے تھا۔ اور آنحضرت نے خواب میں اپنے آپ کو اس کا قاتل تعبیر فرمایا
تھا۔ سپرد کیا۔ جب جنگ کا میدان گرم ہوا۔ طلحہ مذکور نے میدان شجاعت میں قدم بڑھا کر مبارز طلب کیا۔ اور
شیر خدا علی مرتضیٰ سیل رواں کی طرح اس بد اختر کی طرف چھپٹے۔ اور ذوالفقار کے ایک وار میں اس کا کام
تمام کیا۔ طلحہ کے قتل ہونے کے بعد اس کے بھائی مصعب نے اس ظلم کو اٹھا کر مبارز طلب کیا۔ اور عاصم بن
ثابت کا تیر کھا کر جہنم واصل ہوا۔ اور اس کا دوسرا بھائی بھی عاصم کا تیر کھا کر دوزخ کو سدھارا۔ اور عثمان حضرت
حمزہ کی تلوار سے مارا گیا۔ آخہ کار بنی عبدالدار کا ایک غلام علم کفار اٹھا کر میدان میں آیا۔ اور جیدر کرار
کی ذوالفقار کے وار سے دارالبوار کی راہ لی۔ اور کشف الغمہ میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ کفار
کی طرف سے دو شخصوں نے علم برداری کر کے مبارز طلبی کی۔ اور سب کے سب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ
کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اور مورخین و محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ امیر المومنین جیدر کرار نے تمام
معرکوں میں خصوصاً جنگ اُحد میں تمام اصحاب خیر البشر سے بڑھ کر شجاعت دکھائی۔ اور مشرکین کو نکست دے کر
پسپا کیا۔ اور باقی مسلمان مال غنیمت کے حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اور جو جماعت کہ خواجہ کوثر
رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے دونوں چشموں کے درے پر متعین تھی۔ اپنے سرواکی رلے
کے خلاف مال غنیمت کے طمع میں میدان میں اتر آئی۔ اور خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل۔ عبداللہ محافظ و درہ
کو اس کے چند رقعاً سمیت قتل کر کے لشکرِ اسلام کی پشت کی طرف سے اند داخل ہوئے۔ اور تلواریں کھینچ کر
مسلمانوں پر پڑے۔ اور ان کو مغلوب کر لیا۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ اور باقی بھاگ گئے۔ ہر چند
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو پکارتے تھے۔ مگر کوئی نہ سنتا تھا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ لڑائی
کے عین وسط میں چودہ آدمیوں سے زیادہ آنحضرت کی خدمت میں باقی نہ رہے۔ اور ان کے نام یہ ہیں۔ علی ابن
ابی طالب ابو بکر بن ابی قحافہ۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ زبیر بن عوام۔ طلحہ بن عبداللہ ابو عبیدہ جراح
حباب بن المنذر۔ ابو جاد۔ عاصم بن ثابت۔ حارث بن صمد۔ سہل بن حنیف۔ سعد بن عبادہ۔ محمد بن سلمان

اور جب لڑائی کا زور ہوا۔ تو ان چودہ بزرگواروں میں سے بھی چھ فرار ہو گئے۔ اور باقی آٹھ جہاں نشاںوں نے
مرنے کی دل میں ٹھکان کر باہم عہد کیا۔ کہ آنحضرت کی رکاب میں شہید ہو جائیں گے۔ اور میدان سے قدم باہر اٹھائیں
گے ان کے نام یہ ہیں۔ امیر المؤمنین علیؑ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ ابو دجانہ۔ حادث۔ جنابؓ۔ عاصم۔ بشیر۔ ان ناموروں نے
مشرکوں کے مقابلے میں شجاعت و مردانگی کے آثار ظاہر کئے۔ اور باوجود دشمنوں کی کثرت اور ہجوم سپاہ کے
ان میں سے کسی کو ذرا سادہ مہ بھی نہیں پہنچا۔ آخر کار سپاہ کفار کی مار دھاڑ سے ان آٹھ صحابہ کرام میں سے جنہوں نے
مر جانے اور میدان سے قدم نہ اٹھانے پر باہم بیعت کی تھی۔ شاہ عالی مقام کرم اللہ وجہہ کے سوا اور کوئی میدان میں نہ
رہا سب کے سب فرار کر گئے۔ اس حال میں جناب خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وائیں اور بائیں نظر اٹھائی
تو علی بن ابی طالب کے سوا اور کسی کو نہ دیکھا۔ فرمایا۔ اے بھائی! تم کیوں نہ گئے اور کس لئے اہل فرار کا ساتھ نہ دیا۔ امیر
نے جواب میں عرض کی۔ یا رسول اللہ! اَکْفَرُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ اِنَّ لِي بِكَ اَسْوَةٌ۔ یعنی اے رسول خدا
کیا میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاؤں۔ مجھ کو آپ کی پیروی اور تاسی ہے۔ اور خدا کی قسم۔ اس مقام سے
قدم نہ اٹھاؤں گا۔ یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں یا یہ کہ حق تعالیٰ حضرت کو فتح و نصرت عطا فرمائے۔ اس وقت کفار کی
تین زبردست اور کثیر التعداد پارٹیوں نے یکے بعد دیگرے آنحضرت صلعم پر حملہ کیا۔ اور ہر دفعہ حیدر کرانے ذوالفقار
کے وار سے ان ملائکہ کے سر و کانات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دفع کیا۔ پہلے فریق سے ہمشام بن امیہ
مخزومی کو قتل کیا۔ اور باقی بھاگ گئے۔ اور دوسری جماعت سے عمرو بن عبداللہ نجفی کو واصل جہنم فرمایا۔ اور باقی کفار
حضرت کے شمشیر آبدار کے خوف سے بھاگ گئے۔ اور تیسری پارٹی سے بشر بن مالک عامری کو دوزخ میں بھیجا۔
اور باقی شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ اس کے بعد کفار اشرار میں سے کسی کو جنگ کرنے کی جرأت باقی نہ رہی۔
اور یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے۔ کہ جب کفار فرار کر گئے۔ اور میدان جنگ ان کی سنجاست سے پاک ہو گیا
تو سرور کائنات صلعم نے فرمایا۔ اے بھائی! سنئے ہو کہ ایک فرشتہ رضوان نام جو خازن بہشت ہے۔ آسمان پر کہہ
رہا ہے۔ لَوْ فَتِيَ الرَّعِيْلُ مَا لَوْ سَيِّفَ الرَّوْدِ وَالْفَقَارِ (علیؑ کے سوا اور کوئی بہادر جوان نہیں۔ اور ذوالفقار
کے سوا اور کوئی تلوار جو ہر وار نہیں) اس بشارت کے سننے سے امیر المؤمنین امام شجاعین اسد اللہ الغالب
پر ایسا ذوق و سرور طاری ہوا۔ کہ زار زار رونے لگے۔ اور خدا کی نعمت کا شکر بجالائے۔ اسی اثنا میں جبرئیلؑ نے
عرض کی۔ یا رسول اللہ! علیؑ سے جو جو امر دوسری اور شجاعت آپ کی محبت میں ظاہر ہوئی ہے۔ اس کو دیکھ کر تمام ملائکہ
کو کمال تعجب ہو رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کیوں نہ ہو۔ اِنَّهُ رَحِيْمِي وَ اَنَا مِنْهُ یعنی وہ مجھ
سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبرئیل نے گزارش کی۔ اَنَا مِنْكُمْ ا یعنی میں تم دونوں سے ہوں۔ اور
اکثر کتب میر میں منقول ہے۔ کہ غزوہ احد میں حضرت خیر البشر صلعم نے خود بنفس نفیس بھی جنگ فرمائی ہے۔

مثنوی۔ دران روز از دست برو قضا! ہو دندان آں سرور انبیاء
یکے سنگ خورد و شکستے رسید شد از عقد و رعل و مہاں پدید

اور صحیح ترین روایت میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص کے بھائی عقبہ نے ابوسفیان کے کہنے سے حضرت کو یہ پتھر مارا تھا۔ اور روضۃ الصفا میں مرقوم ہے۔ کہ احد کے روز عبداللہ بن تمیمہ، عقبہ ابی وقاص۔ عبداللہ بن شہاب زہری۔ اور ابی بن حلف نے باہم عہد باندھا تھا کہ رسول کو قتل کریں گے۔ اور بعض مورخین عبداللہ بن حمید اسدی کو بھی ان چاروں میں شمار کرتے ہیں۔ اور ابن تمیمہ اور عقبہ علیہما اللعنتہ نے اس قدر پتھر حضرت پر برسائے کہ آپ کے رنسا سے مجروح ہو گئے۔ اور خود کے حلقے پیشانی مبارک میں گڑ گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان ملعونوں کی تلوار کے وار سے آنحضرت ایک گڑھے میں جا پڑے۔ اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ابلیس لعین نے چٹا کر کہا۔ کہ محمد قتل ہو گئے۔ اور اس خبر کے شائع ہونے سے اہل اسلام کو زلزلہ طواغیت اور ان میں تفریق پڑ گئی۔ اور کفار اشرار نہایت مسرور اور خوشحال ہوئے۔ اور اول جس شخص نے آنحضرت کو گڑھے میں دیکھ کر شناخت کیا۔ وہ کعب بن مالک انصاری تھا۔ بیکار کر کہا۔ اے مسلمانو! سید المرسلین زندہ و سلامت میں۔ یہ سن کر مسلمان ہر طرف سے حضرت کی طرف دوڑے۔ اول امیر المؤمنین خدمت میں پہنچے۔ پھر طلحہ۔ طلحہ نے اس گڑھے میں داخل ہو کر جھکائی۔ اور آنحضرت نے اپنے پاؤں اس کی پیٹھ پر رکھے اور امام الاحمسن نے حضرت کے ہاتھ پکڑ کر وہاں سے اٹھایا۔ اور یہ بات پایہ صحت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ آنحضرت نے ان پانچ کافروں کے حق میں بددعا فرمائی۔ جنہوں نے آپ کے قتل کرنے پر باہم عہد کیا تھا۔ بعض تو اسی معرکہ میں مارے گئے۔ اور باقی سال کے اندر اندر جہنم واصل ہوئے۔

اور مقصد اقصیٰ میں مرقوم ہے کہ ابی بن حلف لعنہ اللہ نے آنحضرت پر حمل کیا۔ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اس کا مقابلہ کیا۔ اور اس شقی کے ہاتھ سے نیزہ کھا کر شہید ہو گئے۔ اور آنحضرت صلعم نے بھی سہل بن حنیف کے ہاتھ سے نیزہ لے کر اے ملعون کی گردن پر مارا۔ اُسے نیزہ کھا کر بھاگ نکلا۔ اور اس زخم کے درد سے گانے کی طرح فریاد کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی حال میں واصل جہنم ہوا۔ اور بعض روایات میں وارو ہوا ہے۔ کہ ایک دفعہ زید بن وہب نے عبداللہ بن مسعود سے پوچھا میں نے سنا ہے کہ احد کے روز علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ابودجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کے سوا حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں کوئی نہ گیا تھا۔ یعنی باقی سب بھاگ گئے تھے۔ یہ خبر سچ ہے یا نہیں؟ اس نے جواب دیا۔ کہ شروع میں جبے شکر اسلام نے فرار اختیار کیا۔ تو امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کے سوا اور کوئی شخص آنحضرت کے پاس باقی نہ رہا تھا۔ ایک ساعت کے بعد عامر بن ثابت۔ ابودجانہ۔ سہل بن حنیف اور طلحہ بن عبد اللہ حضرت کی خدمت میں

والپس آئے۔ اور لڑنے پر مستعد ہو گئے۔ زید نے پھر سوال کیا۔ کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کہاں تھے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ وہ بزرگوار بھی ایک طرف کوچل دیئے تھے۔ اور جب عثمان بن عفان کا حال دریافت کیا۔ تو جواب دیا۔ کہ وہ جناب بھی لڑائی سے تیسرے روز نمودار ہوئے۔ کیونکہ وہ منزلِ عربیض میں جا کر ٹھہر گئے تھے۔ رسولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے عثمانؓ! تم اس واقعہ میں عربیض چلے گئے تھے۔

امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اس ہولناک دن میں ابو دجانہ اور سعد وقاص تینوں ایک ایک طرف سے مشرکوں کو جٹانے میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے خوشی دکھائی۔ چنانچہ اکثر کتبِ سیر میں لکھا ہے۔ کہ اُحد کے دن اور صحابہ مثل ابو عبیدہ جراح۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ ابو طلحہ انصاری نے بھی خوب شجاعت اور مردانگی کی داد دی۔ اور طلحہ کی دو انگلیاں ابنِ قتیہ کی تلوار سے کٹ گئیں۔ اور مالک بن زبیر کے تیر سے ایک آنکھ بھی بیکار ہو گئی۔

الغرض جب لڑائی ختم ہوئی۔ حضرت خیر البریہ علیہ وآلہ السلام والتحیہ کچھ صحابہ کے ساتھ جو کہ اکرا جمع ہو گئے تھے شعب احمد میں تشریف لے گئے۔ اور ہند زوجہ ابوسفیان والدہ معاویہ اور دیگر قریشی عورتوں نے جب میدان کو دلاوران شمشیر زن سے خالی پایا۔ تو شہدائی طرف متوجہ ہوئیں۔ اور حنظلہ بن ابی عامر و اہب کے سوا جس کا لقب غنیل الملائک ہے۔ تمام شہیدوں کو مُتَمَدِّد کر ڈالا۔ (یعنی اعضا کاٹ ڈالے) اور ہند نے حضرت کے عم نامہ راحمہؓ کا جگر شکمِ مبارک سے نکال کر چبایا۔ اسی لئے اس کو اُکتہ الاکباد (جگر خوارہ) کہا کرتے تھے۔ ان واقعات کے بعد ابوسفیان اور اس کے ہمراہیوں نے شعبِ اُحد کے پاس آکر باوا ز بلند بیکار کر کہا۔ کہ محمدؐ قوم میں موجود ہے۔ یا نہیں حضرت کے اشارے سے کسی نے جواب نہ دیا۔ اور خاموش ہو رہے۔ ابوسفیان نے پھر بیکار کر کہا۔ کہ کیا ابنِ خطاب اور ابنِ ابو قحاذ ہیں یا نہیں کسی نے جواب نہ دیا۔ اور بروایتِ مقصدِ اقصیٰ اسد اللہ الغالب نے فرمایا۔ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ اور تیری باتیں سن رہے ہیں۔ تب ابوسفیان نے بتوں کی مدد و ثنا کر فی شروع کی۔ اور کہا۔ اَعْلَى هُبَلٍ اَعْلَى هُبَلٍ (ہبل معزز ہوا۔ ہبل معزز ہوا) اصحاب نے حضرت کے حکم سے جواب دیا۔ اَللّٰهُ اَعْلَىٰ وَاَجَلُ (اللہ بزرگ و برتر ہے) پھر ابوسفیان نے کہا۔ اَلْعُرْيَانُ لَنَا وَاَلْعُرْيَانُ لَكُمْ (عُرْتِ لے (عزت) ہمارے لئے ہے۔ اور تمہاری کوئی عزت نہیں ہے) مسلمانوں نے جواب دیا۔ کہ اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَاَلْوَا مَوْلَانَا لَكُمْ (اللہ ہمارا مولا ہے۔ اور تمہارا کوئی مولا نہیں ہے) ابوسفیان نے کہا ہم سالِ اُحدہ تم سے منزلِ بدر میں لڑیں گے۔ امامِ الاشعری نے بموجب ارشادِ سید المرسلین فرمایا۔ منظور ہے۔ اور ابوسفیان مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

اکثر اہل سیر نے روایت کی ہے۔ کہ جنگِ اُحد میں قریشیاتیں مشرک قتل ہوئے۔ ان میں سے بقول

محمد بن اسحاق بارہ شخص امیر المؤمنین جیدر کرار کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

طلحہ ابن ابی طلحہ۔ اس کا بیٹا ابوسعید۔ اور سبائی کلدہ۔ ابو عبد اللہ بن جمیل۔ ابوالحکم بن انفس۔ ولید بن حذیفہ۔ اس کا سبائی امیہ۔ ارطاط بن شریح۔ ہشام بن امیہ۔ عمر بن عبد اللہ جحمی۔ بشیر بن مالک صواب۔ غلام نبی عبدالدار۔ اور بروایت روضۃ الاحباب مسلمانوں کے ستر آدمی اور ایک روایت کے موافق پینٹھ شہید ہوئے۔ ان میں سے چار تو مہاجر تھے۔ اور باقی سب انصار۔ اور شہدائے مہاجرین میں سے ایک حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے۔ اور کتب معتبرہ میں وحشی قائل حمزہؑ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں جبیر بن مطعم بن عدی کا غلام تھا۔ اور جنگ بدر میں میرے آقا کا چچا تقیہ بن عدی حمزہؑ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ اس لئے جبیر نے احد کی طرف آتے ہوئے مجھ سے کہا۔ اگر تو حمزہؑ کو قتل کرے۔ تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔ اور رستے میں کسی وقت ہند بھی اپنے باپ عقبہ کے قتل ہو جانے کا انتقام لینے کی وجہ سے مجھ کو اس امر پر ترغیب و تحریص کیا کرتی تھی۔ اور کہتی تھی۔ اگر یہ کام تیرے ہاتھ سے ہو جائے۔ تو میں خاص طور پر تیری پروکش کروں گی۔ احد کے دن جبکہ معرکہ جنگ و جدال خوب گرم ہو رہا تھا۔ میں میدان میں گیا۔ حمزہؑ کو دیکھا۔ کہ مست شیر کی طرح میدان میں آیا اور مشرکوں کی صفوں کو اٹ پلٹ کر دیا۔ اس وقت سباع عبدالعزیٰ خزاعی نے جس کی ماں مکہ میں عورتوں کا خلتہ کیا کرتی تھی۔ مسلمانوں کے برابر آکر مبارز طلب کیا۔ اور حمزہؑ نے اس کے آگے اول اس کی ماں کے پیشے پر اس کو ملامت کی۔ بعد ازاں ایک تلوار کی ضرب سے اس کو خاک میں ملا دیا۔ میں اس وقت ایک پتھر کے پیچھے گھات میں بیٹھا تھا۔ جب حمزہؑ میرے نزدیک پہنچا۔ میں نے دار کیا۔ اور میری تلوار ناف کے نیچے لگ کر دوسری طرف سے پار نکل گئی۔ اس نے میری طرف رُخ کیا۔ اور اسی وقت زمین پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ بعد ازاں ہند حمزہؑ کی لاش پر آئی۔ اور اس کے کان کاٹ لئے۔ اور جگر نکال کر چبایا۔

منقول ہے کہ جب کفار و مشرکین نے مکہ کی طرف مراجعت کی۔ تو مسلمان شہدائے حالات معلوم کرنے میں مشغول ہوئے۔ حضرت رسالت ﷺ نے فرمایا۔ حمزہؑ کا کیا حال ہے۔ میں اُن کو نہیں دیکھتا۔ امیر المؤمنین علیؑ کرم اللہ وجہہ اپنے چچا کی تلاش کرنے لگے۔ ناگاہ اُن کا جسد مبارک ایک مقام پر پڑا ہوا دیکھا۔ اُن کے حالِ ناز پر خوب آنسو بہائے۔ اور صورت واقعہ آکر آنحضرت کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت رسول اللہ ﷺ ہی وہاں تشریف لے گئے۔ جب اپنے عم نامدار کو مُشَدِّد ہوا دیکھا۔ نہایت محزون ہوئے۔ اور فرمایا۔ خدا کی قسم! جب قریش پر قابو پاؤں گا۔ تو ستر اشخاص کو مُشَدِّد کروں گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوا۔ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوِّقْتُمْ بِهِ وَلَا يُنْصَرُكُمْ لَهُمْ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ۔ (نحل ۱۲۸) اگر تم کسی کو

عقاب کرو۔ تو جیسی تکلیف تم کو دی گئی ہے۔ ویسی ہی تکلیف دو۔ اور اگر تم صبر کرو۔ تو بیشک وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے، جناب سرور کائنات نے آیہ مذکور کے منشاء کے موافق صبر کیا۔ اور اپنے ارادے کو ترک فرمایا۔ اور قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اور حمزہ رضی اللہ عنہ حضرت سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ اور مؤلف اعمار الایمان نے اُن کی عمر اٹھ سال بیان کی ہے۔ اور ان کی کنیت ابوالحلیٰ لکھی ہے اور بعض نے ابو عمارہ بیان کی ہے۔ اور شہدائے مہاجرین میں سے ایک عبداللہ بن حبش۔ آنحضرتؐ کا چھوٹی زاد بھائی تھا بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن عبداللہ نے دعا کی۔ اے خدا اس لڑائی میں ایسے شخص کو میرا مقابل کر جو نہایت قوی اور زبردست ہو۔ اگر مجھ پر غالب ہو جائے تو میرے ناک کان کاٹ لے۔ جب تیرے دربار میں حاضر ہوں اور تو مجھ سے پوچھے کہ تیرے ناک اور کان کس لئے کاٹے گئے۔ میں عرض کر دوں کہ تیری اور تیرے رسولؐ کی محبت میں۔ اور تو میری بات کی تصدیق کرے اور فرمائے ع

گوش و بینی بریدہ مائی

یعنی تیرے کان اور ناک ہماری راہ میں کاٹے گئے ہیں۔

سعد سے مروی ہے کہ عبداللہؓ نے صبح کے وقت یہ آرزو کی۔ اور میں نے شام کو دیکھا۔ کہ کفار اس کے ناک اور کان کاٹ کر لے گئے ہیں۔ اس کو حضرت حمزہؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ اور اس کی عمر چالیس سال سے اوپر تھی۔ اور مہاجرین میں سے ایک شہید مصعب بن عمیر ہے۔ کہ مدینہ کے بہتے باشندوں نے اس کی کوشش سے اسلام اختیار کیا۔

مقصداً قضیٰ میں لکھا ہے۔ کہ جب مسلمانوں نے معرکہ احد سے فرار کیا۔ اس وقت مہاجرین کا علم مصعب کے ہاتھ میں تھا۔ اس جری نے جھاگنے کا خیال تک نہ کیا۔ اور برابر میدان میں قدم جمائے رہا۔ ابن قتیہ نے اس کا دایاں ہاتھ تلوار مار کر کاٹ ڈالا۔ اس نے علم کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس آیت کی تلاوت کی وَ مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (محمد فقط خدا کا رسول ہے اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں) ابن قتیہ نے دوسری طرف سے بائیں ہاتھ بھی قلم کیا مصعب رضی اللہ عنہ نے دوسری دفعہ وہی آیت پڑھی۔ اور علم کو اپنے دونوں کٹے بازوؤں کے دباؤ سے سینے سے لگا لیا۔ ابن قتیہ نے نیزہ مار کر اس مرحوم کا کام تمام کر دیا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

کہتے ہیں کہ مصعب مال و متاع دنیا سے اس قدر خالی تھا۔ کہ جب شہید ہوا۔ تو ایک چمڑے کا کپڑا ترک چھوڑا۔ کہ جب اس کا سر اس سے ڈھانپتے تھے۔ تو پاؤں کھل جاتے تھے۔ اور جب پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔

بیت غلام ہمت آئم کہ زیر حرنج کبود زہر چہ رنگ تعلق پذیر و آزاد است

نظم مؤلف

مشور خانقاہ و خانہ و باغ و سہرا مغرور کہ ایں نقشے است برآبے کرد و سوئے عدم وارد
بر تجرید آشا باش و ازین شطہ بچو ببط بگذر کہ چوں ماہی شود غرق آنکہ با خود وہ درم وارد

اور شہدائے انصار میں سے ایک ذکوان بن قیس ہے۔ اور وہ اہل بدر میں داخل ہے۔ آنحضرت نے اُس کی شان میں فرمایا جو کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے کہ وہ بہشت کے بزمے پر چلتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ ذکوان کی طرف نظر کرے۔

اور روضۃ الصفا میں منقول ہے کہ جب سلمان احد کو روانہ ہوئے۔ تو ذکوان نے اپنے بال بچوں کو وداع کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ اب ملاقات کب ہوگی۔ جواب دیا۔ کہ قیامت کے دن۔ اور جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اس زور شور سے جنگ کی۔ کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور لڑائی کے آخر میں آنحضرت نے فرمایا۔ کسی کو ذکوان کی بھی خبر ہے۔ امام الا شجین کرم اللہ وجہہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں نے دیکھا۔ کہ ایک سوار اس کے قتل کے درپے ہو رہا ہے۔ اور کہتا ہے۔ مجھ کو نجات نہ ہو۔ اگر تو نجات پا جائے۔ پھر اس کے کندھے پر تلوار ماری۔ اور میں نے اس سوار کو پشت زین سے زمین پر گرا کر قتل کر ڈالا۔ جب غور سے دیکھا۔ تو وہ ابوالحکم بن افسس تھا۔

اور شہدائے انصار میں سے ایک شہید حنظلہ ہے۔ واقعی سے روایت ہے۔ کہ اس نے جنگ احد کے قریب ہی نکاح کیا تھا۔ اور لڑائی کی رات کو آنحضرت کی اجازت سے مدینہ میں رہ کر اپنی بیوی سے زفاف کیا۔ اور اسی حالت میں میدان جنگ کا رخ کیا۔ اور ایک ساعت لڑ کر شہید ہو گئے۔ آنحضرت نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ فرشتے اس کو غسل دے رہے ہیں۔ جب مدینہ میں تشریف لائے۔ اور اُس کا حال اس کی زوجہ سے دریافت کیا۔ اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! جہاد کا شوق اس قدر غالب تھا۔ کہ رفع جنابت کئے بغیر ہی ہتھیار لگا کر میدان جنگ کو چل دیا۔ اس بات کے ثابت ہونے پر آنحضرت نے حنظلہ کو غسل الملائکہ کا لقب دیا۔ اور شہدائے انصار میں ایک عمر بن الجموع ہے۔ جس کے چار بیٹے آنحضرت کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور خود لنگڑا ہونے کی وجہ سے لڑائیوں میں جانے سے معذور رہتا تھا۔ اس دفعہ جہاد کے لئے تیار ہو کر روانہ ہوا۔ ہر چند لوگوں نے کہا کہ لنگڑے پر جہاد واجب نہیں۔ کیس علیّ الأَعْرَجِ حَسْرَجٌ مگر کچھ اڑد ہوا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس لنگڑے پاؤں سے بہشت حاصل کروں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لَاحِقًا كَادَ عَلَيْكَ

تجربہ پر جہاد واجب نہیں۔ عمر نے مکرر التماس کی۔ آخر کار رخصت مل گئی۔ اور اپنے بیٹے اور سارے کے ساتھ شہید ہوا۔

واقعی سے مروی ہے کہ احد کے روز جب متوحش خبریں مدینہ منورہ میں پہنچیں تو عورتیں تحقیق کرنے کی غرض سے لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ام المؤمنین عائشہؓ نے بھی ادھر کا رخ کیا۔ رستے میں عمرو کی بیوی کو دیکھا۔ کہ اپنے شوہر۔ بھائی اور بیٹے کو اونٹ پر لا دے ہوئے لا رہی ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ بولی الحمد للہ سید کائنات کی۔ ذات فائض البرکات صبح و سالم ہے۔ ان کی سلامتی میں سب نصیبتیں آسان اور سہل ہیں۔ اسی اثنا میں اونٹ بوجھ کی زیادتی کے سبب چلنے سے رہ گیا۔ اور زانو کے بل گر گیا۔ ہر چند سختی کی۔ مگر نہ چلا۔ حضرت کی خدمت میں پہنچ کر اپنا حال عرض کیا۔ حضرت نے اپنی زبان معجزہ بیان سے فرمایا۔ اِنَّ الْجَمَلَ مَأْمُوْنٌ (اونٹ مامور ہے) بعد ازاں دریافت فرمایا۔ کہ عمر نے روانگی کے وقت کیا کہا تھا۔ اس کی عورت نے جواب دیا۔ کہ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِيْ اِلٰى اَهْلِيْ (اے خدا مجھ کو میرے اہل عیال کی طرف واپس نہ کرنا) آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں جاتا۔ نیز آنحضرتؐ نے اُس کو بشارت دی۔ تیرا شوہر بیٹا۔ اور بھائی بہشت میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر بسر کر رہے ہیں۔ اور منجملہ ان کے ایک انس بن نضر ہے۔ منقول ہے کہ انس نے اس روز عمر بن الخطابؓ کو دیکھا۔ کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ متفکر و متبحر ایک گوشے میں بیٹھے ہیں۔ انس نے پوچھا کیا حال ہے؟ وہ بولے کہ رسولؐ نے شہادت پائی۔ یہ سن کر انسؓ نے کہا۔ پھر ہماری زندگی کس کام آئے گی۔ اُٹھو۔ اور دشمنوں سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ مارے جاؤ جب ان میں سے کسی نے بھی ساتھ نہ دیا۔ تو تواریمان سے نکال کر میدان کا رخ کیا۔ اور اس قدر لڑائی کی کہ شہید ہو گیا۔

بیان کرتے ہیں کہ اس مرحوم نے اسی زخمِ بدن پر کھائے (رحمۃ اللہ علیہ) اور منجملہ ستر اشخاص کے خارجہ بن زید سعد بن زبیع یمان بن جبل (جو نادانستگی کی حالت میں اہل اسلام کے ہاتھ سے شہید ہوا) اور عبداللہ بن جبیر اور وہ جماعت جو چشموں کے شگاف کی محافظت میں ثابت قدم رہی۔ شہید ہوئے۔ اور جس شہید کا جنازہ لاتے تھے۔ آنحضرتؐ اُس کو حمزہؓ کے پہلو میں رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔ چنانچہ حمزہؓ پر ستر و فود نماز پڑھی اور ایک قول یہ ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے شہداء پر نماز نہیں پڑھی۔ اور مذہب شافعی کے مجتہدوں نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ اور اہل اخبار اس بات پر متفق ہیں کہ شہداء کو بغیر غسل دیئے اسی مقام میں دفن کر دیا اور اسی روز شام کے وقت جب آنحضرتؐ نے مدینہ میں مراجعت فرمائی تو رستے میں جس قبیلے کے پاس سے گذرتے۔ اس کے مرد اور عورتیں سب رستے پر آ کر آپ کی صحت و سلامتی پر خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ اور

کہتے تھے۔ آپ کے سوا اور تمام مصیبتیں سہل اور آسان ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں میں سے اکثر مصیبت زدہ تھے۔ اور یہ بات پابہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ جنگ احد کے دوسرے روز خیر پہنچی۔ کہ ابوسفیان مراجعت سے پیشان ہوا۔ اور پھر اپنے ہمراہیوں سمیت جنگ کے ارادے سے مدینہ کو آ رہا ہے۔ اس لئے حضرت نے اپنا علم امیر المؤمنین کے سپرد کیا۔ اور اسی جماعت کے ہمراہ جو احد کے دن آنحضرت کے ہمکاب تھے دشمنوں سے لڑنے کے ارادے سے روانہ ہو گئے۔ اور منزل حمر الاسد تک تشریف لے گئے۔ کفار نے جب اہل اسلام کی کثرت کا حال سنا۔ تو فرار کر کے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور آنحضرت صلعم نے مدینہ سکینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

منقبت ۳۔ نیز کتب مذکورہ میں لکھا ہے۔ کہ ہجرت کے چوتھے سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر تن زہا و صحابہ کو اہل نجد کی ہدایت پر مامور فرمایا۔ اور منذر بن عمر و ساعدی کانان کا امیر مقرر کیا۔ جب وہ منزلیں طے کر کے مقام بصرہ پر پہنچے۔ تو عامر نے جو قوم یہود کا امیر تھا۔ ایک جمعیت کثیر فراہم کر کے ایک شخص کے سوا جس کا نام عمر تھا۔ تمام صحابہ کو قتل کر ڈالا۔ جب عمر مدینہ میں واپس پہنچا۔ اور سارا حال بیان کیا۔ تو آنحضرت نے صحابہ کے تلف ہونے پر افسوس کیا۔ اور عامر کے لئے بد دعا فرمائی چنانچہ وہ ملعون اسی روز گھوڑے سے گر کر اسفل السافلین کو سدھارا۔ اس وقت عمر نے عرض کی کہ میں نے بھی واپسی کے وقت قبیلہ عامر کے دو آدمیوں کو سوتا دیکھ کر قتل کر دیا ہے یہ سن کر آنحضرت کا قلق اور زیادہ ہوا اور عمر کو خطا و سہو سے منسوب کر کے فرمایا۔ وہ دونوں شخص مومن تھے۔ اب ان دونوں کا خون بہا اور ان کا واجب ہے اور اسی وقت یہود بنی نضیر (جو اہل اسلام کے خلیف تھے) کے حصار میں تشریف لے گئے اور ان دو شخصوں کی دیت کے باب میں ان سے امداد طلب کی۔ یہودیوں نے اول تو قبول کر لیا۔ پھر دل میں عذر و بیوفائی کا ارادہ کیا۔ جبرئیل نے ان کے خیال فاسد سے آنحضرت کو اطلاع دی۔ اس لئے مدینہ میں واپس چلے آئے اور محمد بن سلمہ کی معرفت بنی نضیر کو وہاں سے نکل جانے کا پیغام بھیجا۔ اور ان کے خیال فاسد سے آگاہ کر کے فرمایا کہ اس تاریخ سے دس روز گزر جانے کے بعد تم میں سے جو کوئی اس علاقے میں پایا جائے گا۔ ہمارے حکم سے قتل کیا جائے گا۔ وہ ان گراہوں نے اس تہدید پر پیغام سے خوفزدہ ہو کر سفر کی تیاری شروع کر دی۔ اور آخر کار عبداللہ بن ابی کے بہکانے سے وہیں توقف کرنے کی صلاح قائم کر لی۔ آنحضرت نے ابن مکتوم کو ایک جماعت کے ہمراہ مدینہ میں اپنا جانشین چھوڑا۔ اور علم حضرت علی بن ابی طالب کے ہاتھ میں دے کر بنی نضیر کی طرف متوجہ ہوئے اور عصر کی نماز ان کے قلعے کے نیچے پہنچ کر ادا فرمائی۔ اور پندرہ روز تک محاصرہ رہا۔ اور محاصرہ کے دنوں میں غرور نام ایک تیر انداز نے خیر المرسلین کے خیمہ کی طرف تیر پھینکا۔ جب رات ہوئی۔ تو حضرت اسد اللہ الغالب

لشکر گاہ سے غائب ہو گئے۔ بعض اصحاب نے آپ کی غیبت کا حال آنحضرت سے عرض کیا۔ فرمایا: وہ تمہاری کسی ضرورت ہی کے واسطے باہر گئے ہوں گے۔ اسی اثنا میں شاہ شجاعت خصال نے غرور پر غرور کا سرنجس لا کر حضرت کے پاؤں میں ڈال دیا۔ اور عرض کی۔ یہ اس ملعون کا سر ہے جس نے آنحضرتؐ کے خیمے کی طرف تیر چلایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کی کیفیت دریافت کی۔ امام الاشبہیین رحمہ اللہ وجہاً نے عرض کی۔ میں نے اس میں آثار شجاعت دیکھ کر خیال کیا۔ شاید اس کی جرأت اس کو اس بات پر آمادہ کرے کہ رات کو قلعہ سے نکل کر جس کو غافل پائے۔ قتل کر ڈالے۔ اس لئے میں گھات میں جا بیٹھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا۔ کنگلی تلوار ہاتھ میں لئے نو آدمیوں کے ہمراہ قلعے سے باہر آیا۔ میں نے اس پر حملہ کر کے اس کا سر تن سے اتار لیا۔ اور اس کے ہمراہی بھی بہت قریب ہیں اگر آپ اجازت دیں۔ تو امید ہے کہ ان پر بھی فتح پاؤں۔ آنحضرت نے ابو وجانہ اور ہبل بن حنیف کو اٹھ اور آدمیوں سمیت امام الاشبہیین کے ہمراہ کر دیا۔ اسد اللہ الخالی نے غرور کے رقیقوں کو جا لیا۔ اور سب کو قتل کر کے ان کے سر ہائے نامبارک سید کائنات کی خدمت میں حاضر کئے۔ اور آنحضرتؐ کے حکم سے ان سروں کو بنی خلمہ کے گھر کے دروازے پر رکھا دیا۔ جب بنی نضیر مجاہد سے تنگ آ گئے۔ تو آنحضرتؐ کی خدمت میں آدمی بھیج کر درخواست کی۔ کہ ہم کو اس ملک سے نکل جانے کی اجازت دیں۔ فرمایا: آج یہ درخواست قبول نہیں ہو سکتی۔ مگر اس شرط پر کہ اپنے ہتھیار ہمیں چھوڑ دو۔ اور جس قدر مال تمہارے مویشی اٹھا سکیں لے جاؤ۔ باقی یہیں رہنے دو۔ یہودی مجبوراً اس شرط پر راضی ہو گئے۔ اور جلا وطنی اختیار کی۔ بعض خیر کے قلعوں میں اور بعض اور اطراف میں متفرق ہو گئے۔

منقبت۔ نیز کتب مذکورہ میں مرقوم ہے۔ کہ ہجرت کے پانچویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ نبی مصطلق کا سردار حارث بن ضرار ایک لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہے ناچار سردار کائنات نے تیاری کی اور مہاجرین کا علم امام الاشبہیین علی رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا۔ اور انصار کا علم سعد بن عبادہ کے سپرد کیا۔ اور قدوہ اصحاب عمر بن الخطاب کو مقدمہ لشکر میں متعین فرمایا۔ اور مینہ پر زید بن حارث کو اور بیسر سے پر عکاشہ بن محسن کو مقرر کیا۔ اور اس ترتیب و آئین سے دشمنان دین کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اس سفر میں بہت سے منافق غیبت کے لالچ میں ساتھ ہوئے۔ اور سپاہ اسلام میں تیس گھوڑے تھے اور اہل اہل المؤمنین میں سے ام سلمہ اور عائشہؓ اس غزوہ میں حضرت کے ہمراہ تھیں۔ جب حارث بن ضرار سید ابرار کی تشریف آوری سے مطلع ہوا تو صفوان نام ایک پہلوان کو اپنا علم دار بنا کر میدان میں قدم رکھا جب لڑائی شروع ہوئی۔ تو جید کرار نے مالک نام ایک نامی شجاع کو اس کے بیٹے سمیت ذوالفقار کی ضرب کو نیم کیا۔ اور ابو قتادہ کو جو مشرکوں کا علمدار تھا۔ دو پارہ کر ڈالا۔ حضرت کی یہ شجاعت دیکھ کر کفار و مشرکین پر سخت

خوف طاری ہوا۔ اور باقی مسلمانوں نے فتح و نصرت سے مخصوص ہو کر وہیں مشرکوں کو قتل کیا۔ اور باقی قوم اسیر ہوئی۔ اور ان کا سارا مال غنیمت میں داخل ہوا۔ چنانچہ کشف الغم میں مرقوم ہے کہ امام الاشجعین کرم اللہ وجہہ نے زندہ بنت حارث بن ابی ضرار کو اسیر کر کے خیر البشر کی خدمت میں پیش کیا۔ اور آنحضرتؐ نے اس کا نام جویر یہ مقرر کر کے ازواج مطہرات میں داخل فرمایا۔

منقبت۔ نیز کتب مذکورہ میں منقول ہے۔ کہ اسی سال میں غزوہ خندق جس کو جنگ اتراب بھی کہتے ہیں۔ واقع ہوا۔ اہل تاریخ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب سرور کائنات نے یہودی نبیٰ نصیر کو جلاوطن کر کے متفرق کر دیا۔ تو ہر ایک قوم نے ایک ایک طرف سکونت اختیار کی۔ اور بعض نواحی خمیر میں جا بسے۔ اس وقت ان کے رؤسا کی ایک جماعت مثل حجی اخطب۔ کنانہ۔ ابو عامر وغیرہ قریبا بیس آدمی مل کر مکہ میں گئے۔ تاکہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ پر ترغیب و ترغیبیں دلا کر باہمی معاہدے کو مستحکم کر لیں۔ ابوسفیان نے بہادری کی ایک جماعت کے ساتھ کعبہ میں جا کر قسم کھائی۔ کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے محمدؐ کے مقابلے سے باز نہ آئیں گے۔ اور اسی طرح ادر قبائل کی طرف متوجہ ہو کر ان سے بھی اسی قسم کے عہد لئے۔ پھر ابوسفیان نے لشکر شیطاں کو جمع کیا۔ اور چار ہزار آدمی۔ ڈیڑھ ہزار گھوڑے۔ اور تین سو اونٹ لے کر باہر نکلا۔ اور در سے قبائل کی جمعیت بھی مرا نظر آئے ان میں ان سے ملحق ہو گئی۔ اور وہ ہزار کا لشکر مدینہ پر چڑھ گیا۔ جب یہ خبر حضرت کو پہنچی تو مشورے کے بعد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے خندق کھودنے کی صلاح قرار پائی۔ اور تین ہزار مہاجر و انصار کی جمعیت کو ہمراہ لے کر کوہ سلع کے دامن میں جو مدینہ کے قریب ہے خندق کھودنے میں مصروف ہوئے مسلمانوں نے نہایت گوشش اور محنت سے کام لے کر کچھ روز میں خندق کا کام پورا کر دیا۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سلمان فارسی اکیلے دس مرد کے برابر کام کرتے تھے۔ ایک روز قیس نے ان کو نظر لگا دی۔ مرگی کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ اور کام سے رہ گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ قیس کے وضو کے پانی سے سلمان کو دھوؤ۔ اور اس کے برتن کو ان کی پیٹھ کے پیچھے اوندھا کر کے رکھ دیں۔ جب آپ کے فرمانے کے موافق عمل کیا گیا۔ تو سلمان تندرست ہو گئے۔

مؤلف مناقب مرتضوی عرض کرتا ہے۔ کہ خندق کھودنے کے زمانے میں نہایت عجیب و غریب معجزات جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات سے ظاہر ہوئے۔ انشاء اللہ کتاب اعجاز مصطفوی میں جس کی تکمیل پیش نظر ہے۔ ان کا ذکر کیا جائے گا۔

القصد جب مشرکوں کے لشکروں نے اہل اسلام پر چڑھائی کے ارادے سے مدینہ الاسلام کے میدان میں اجتماع کر کے اہل ایمان کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے درمیان بڑے بڑے نامور پہلوان اور نامی سپہ سالار عربی عبدودو

جیسے موجود تھے۔ جو فوراً شجاعت و کمال جرات اور استعمال آلات حرب و اسلحہ ادوات طعن و ضرب میں قبائل عرب کے درمیان نہایت مشہور و معروف تھا۔ اور بہادران عرب اس کو ہزاروں کا مقابل خیال کرتے تھے۔ چنانچہ عمر بن الخطاب فرماتے تھے۔ کہ ایک روز ہم قریش کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا۔ بہت سا مال لے کر تجارت کے لئے شام کو جا رہے تھے۔ ناگاہ قریباً ایک ہزار لٹیروں نے رستہ روک لیا اور قافلے والے مال و جان سے ناامید ہو گئے۔ اسی اثنا میں عمرو بن عبدود تلوار میان سے نکال کر شیر زبان اور پیل دمال کی طرح مخالفوں پر حملہ آور ہوا۔ یہ دیکھتے ہی لٹیروں نے بھاگ نکلے۔ اور اہل قافلہ صبح و سلامت وہاں سے گزر گئے۔ اور عمرو بن عبدود بدر کی لڑائی میں زخم کھا کر بھاگ گیا تھا۔ اور امداد میں کسی وجہ سے شامل نہ ہو سکا تھا۔ اس لئے اس کا ارادہ تھا کہ اس جنگ و محراب میں شریک ہو کر تلافی یافت کرے۔ اور اپنی بہادری اور شجاعت کو تمام قبائل عرب میں مشتہر اور منتشر کر دے۔

الغرض چند کار آزمودہ سپاہیوں مثل عکرمہ بن ابوجہل۔ ہبیرہ بن ابی وہب۔ نوفل بن عبد اللہ۔ ضرار بن خطاب اور ماسرجونی محارب سے تھا، کے ہمراہ خندق کے کنارے پر آیا۔ اور ایک تنگ مقام تلاش کر کے اپنے گھوڑوں کو ایک ایک تازیانہ لگایا۔ اور وہ جست کر کے خندق پر سے کو کر اندر آ گئے۔ اور خالد بن ولید اور ابوسفیان اور دیگر کفار نے خندق کے کنارے پر پرہ جمایا۔ عمرو بن عبدود نے ان سے کہا۔ تم ہمارے ساتھ خندق کے پار کیوں نہیں آتے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ضرورت کے وقت ہم بھی عبور کر آئیں گے۔ الغرض عمرو بن عبدود نے دلیرانہ قدم آگے بڑھایا۔ اور باوازلند مبارز طلب کیا۔ مسلمان چونکہ اس کی پہلوانی اور شجاعت سے واقف تھے۔ اور اس ملعون کے تیور اور مردانگی کو خوب جانتے تھے۔ اس لئے ایسا خوف ان پر چھایا۔ کہ کسی کے بدن میں خون نہ رہا۔ اور سر جھکا کر چپ چاپ رہ گئے۔ جب کسی شخص نے اس کا جواب دیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی ایسا دوست ہے۔ جو اس دشمن کے شر کو ہمارے سر سے دور کرے۔ اس وقت سلطان تخت ولایت برہان بخت حمایت امام الأشجعین امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب نے عرض کی یا رسول اللہ اَنَا يَا رِزْءُ (میں اُس سے مقابلہ کروں گا) مگر اجازت نہ ملی۔ دوسری دفعہ پھر عمرو نے مبارز طلب کیا۔ امام الأشجعین نے پھر اجازت مانگی۔ مگر حضرت نے اجازت نہ دی۔ تیسری بار عمرو نے کہا۔ تمہارے درمیان کوئی مرد نہیں ہے جو میدان میں آکر مجھ سے مقابلہ کرے؟ اسد اللہ الغالب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ مجھے اجازت دیجئے۔ تاکہ اس سے جنگ کروں۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت نے اپنی تلوار جو ذوالفقار کے نام سے نامزد تھی۔ اس جنگ میں جناب امیر کو عطا فرمائی۔ اور اپنی خاص زرہ پہنائی۔ اور علمائے متبرک ان کے سر پر رکھا۔ اور یوں دُعَا فَرْمَائِي۔ اَللّٰهُمَّ اَعْنَهُ عَلَيَّ۔ یعنی اے بار خدا! علی کو عمرو بن عبدود پر تھیاب کر۔ بعد ازاں مناجات کے لئے

دست مبارک اٹھا کر درگاہ باری تعالیٰ میں عرض کی۔ اے خدا! تو نے عبیدہ کو بدر کے دن مجھ سے جدا کر لیا۔ اور حمزہ کو احد کے روز مجھ سے چھڑا لیا۔ یعنی میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے۔ لَوَاتَدْرَفِي فِخْرَدَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ (مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ اور تو سب سے اچھا وارث ہے) پس امام الاشعین پیادہ پا روانہ ہوئے اور اس کے آگے پہنچ کر فرمایا۔ اسے عمرو بن عبدود! میں نے سنا ہے۔ کہ تیرا یہ قول ہے۔ کہ جو کوئی مجھ سے تین سوال کرے ان میں سے ایک سوال قبول کر لیتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ امیر نے فرمایا۔ میں تجھ سے تین سوال کرتا ہوں۔ اول یہ کہ تو گواہی دے۔ کہ خدا واحد و یکتا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ اس کا رسول اور صحبہا ہوا ہے۔ اور اس پروردگار کی فرمانبرداری کر۔ جو سب کا خالق ہے۔ عمرو نے جواب دیا۔ کہ مجھ سے اس بات کی توقع نہ رکھ۔ امیر نے فرمایا۔ دوسری بات مان لے۔ وہ بولا۔ وہ کیا ہے۔ فرمایا۔ لڑائی سے باز آ۔ اور اپنے ملک کو واپس چلا جا۔ اس لئے کہ اگر محمد کا کاروبار درست ہو گیا۔ اور وہ اپنے دشمنوں پر فتیاب ہوئے۔ تو تو حضرت کے معاونوں اور مددگاروں میں شمار ہو گا۔ اور اگر کام برعکس ہوا۔ تو جنگ اور مقابلہ کئے بغیر ہی تیرا مقصد حاصل ہو گیا۔ اس ملعون نے جواب دیا کہ قریش کی عورتیں بھی اس طرز پر بات نہیں کرتیں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی شخص نے اپنی نذر پر قابو پایا ہو۔ اور نذر کو پورا کئے بغیر ہی واپس چلا جائے۔ اور جنگ بدر سے فرار کرتے وقت اس نے نذر کی تھی کہ جب تک انتقام نہ لے لوں گا بدن پر تیل نہ ملوں گا۔

الغرض جب اس نے ان دونوں باتوں سے انکار کیا۔ تو حضرت امیر نے فرمایا۔ تو بس اب میرا اور تیرا مقابلہ ہی ہو گا۔ عمرو نے ہنس کر کہا۔ اچھا یہ بات ہے۔ کہ میں گمان نہ کرتا تھا۔ کہ دیران عرب میں سے کوئی مرد مجھ سے اس امر کی درخواست کر سکے گا۔ تو واپس چلا جا۔ کیونکہ ابھی تو عمر ہے۔ اور ابھی تیرا وہ وقت نہیں ہے۔ کہ مردانِ میدان میدان جنگ میں آکر مقابلہ کرے۔ حالانکہ مجھ میں اور تیرے باپ میں باہم دوستی تھی۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ تیرا خون میرے ہاتھ سے گرایا جائے۔ امیر نے جواب میں فرمایا۔ اگر تو نہیں چاہتا کہ میرا خون تیرے ہاتھ سے گرایا جائے۔ تو میں تو چاہتا ہوں کہ تیرا خون گراؤں۔ اور تجھے قتل کروں۔ عمرو یہ بات سُن کر بہت برہم ہوا۔ اور غصہ میں آکر گھوڑے سے اتر آیا۔ اور اپنے گھوڑے کو پٹے کیا۔ اور تلوار میان سے نکال کر نہایت غصہ اور غضب سے امیر پر چلا گیا۔ امیر المومنین نے اس کی ضرب کو روکنے کے لئے ڈھال سر پر روکی۔ اس مردود نے بے دھڑک ایسی تلوار حضرت امیر کے سر پر لگائی۔ کہ اگر وہ ضرب پتھر کے پہاڑ پر پڑتی تو پارہ پارہ ہو کر گر پڑتا۔ الغرض تلوار کے وارنے خود کو ایسا تشکاف دیا کہ اس کا اثر سر مبارک تک پہنچا۔ اس وقت جیدہ کلار نے ذوالفقار کی ایک ضرب سے اس ملعون نابکار کے بدن کو مہر کے بوجھ سے سبک بار کیا۔ اور اس کا سر نجس تن سے اڑا کر بہ آواز بلند تکبیر کہی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کی آواز سنی۔ جان لیا۔ کہ وہ لعین مقتول ہوا۔

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رضیٰ علیٰ اور عمر و ایک دوسرے سے نزدیک ہوئے۔ تو اس قدر گروغبار اٹھا۔ کہ ہم ان کو نہیں دیکھتے تھے۔ ایک لحظہ کے بعد تکبیر کی آواز سنی۔ اس سے معلوم کیا۔ کہ امیرؓ نے اس کافر کو قتل کیا۔

القصد عمر و کے قتل ہو جانے کے بعد مزار بن خطاب اور ہبیرہ بن ابی وہب نے امیرؓ پر حملہ کیا۔ اور امیرؓ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ضرار نے جب حیدر کرار کو دیکھا۔ تو ذرا بھی قرار نہ کیا۔ اور فوراً میدان سے فرار کر گیا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا۔ کہ اس قدر تیزی سے بھاگنے کا کیا سبب ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے اس وقت موت آنکھوں سے نظر آگئی تھی۔ لیکن ہبیرہ نے کچھ دیر قیام کیا۔ آخر کار ذوالفقار کا زخم اس کو لگا۔ تو اپنی زہر وہیں پھینک میدان کو خالی کر گیا۔ اور نوفل بن عبداللہ مخزومی میدان جنگ سے بھاگا۔ اور گھوڑے پر سے خندق میں جاگرا۔ مسلمانوں نے اس پر پتھر برسائے۔ اس نے چلا کر کہا۔ کہ اس کے بیٹے بھی تو قتل کر سکتے ہیں۔ امیر المؤمنینؓ نے خندق میں اتر کر ذوالفقار کے ایک وار سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ عکرمہ۔ ہبیرہ۔ مرداس اور ضرار نے معرکہ جنگ سے فرار کر کے عمر و بن نوفل کے قتل ہو جانے کی خبر اپنی سپاہ کو پہنچائی۔ ابو سفیان اپنے رفیقوں سمیت بھاگ گیا۔ اور منزل عقیف تک کہیں دم نہ لیا۔

کہتے ہیں کہ جب اسماء اللہ الغالب نے عمر و کو قتل کیا تو اس کی زہر۔ لباس اور ہتھیاروں کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی۔ جب عمر و کی بہن اس کی لاش پر آئی۔ اور اس کو اس حال میں پڑا ہوا دیکھا تو کہنے لگی۔ یعنی اس کو کسی بزرگ اور کریم ہمسرے نے قتل کیا ہے۔ جب اس کو معلوم ہوا۔ کہ میرا بھائی حیدر کرار کی تلوار سے مارا گیا ہے۔ تو اس کی لاش پر یہ دو شعر پڑے۔

أَشْعَارُ

لَوْ كَانَ قَاتِلُ عَمْرٍو عَنِّي قَاتِلُهُ لَكُنْتُ أَبِئِكْ عَلَيْهِ أَحَدًا لَوْلَا
لِكِنَّ قَاتِلَهُ مَنْ لَوْ يَعَابُ بِهِ مَنْ كَانَ يُدْعَى قَدِيمًا بِنَيْضَةِ الْبَلَدِ

(یعنی اگر اس کا قاتل اس کے سوا اور کوئی ہوتا۔ تو میں اس پر ہمیشہ تک گریہ و زاری کیا کرتی لیکن اس کا قاتل ایسا شخص ہے جو کسی طرح معیوب اور عیب دار نہیں ہے۔ اور کوئی عیب اس میں پایا نہیں جاتا۔ اور قدیم سے اپنے شہر کا رئیس اور مقبول خلائیق ہے۔)

القصد جب امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب ذوالفقار صاعقہ باز سے کفار و مشرکین کے خرمن ہستی کو خاک سیاہ کر کے خوشی خوشی آفتاب تاباں کی طرح چمکتے دیکتے چہرے کے ساتھ جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں واپس آئے۔ اور عمر و کا سر آنحضرت کے قدمہائے مبارک میں ڈال دیا۔ تو چند بیتیں فرمائیں۔ جن کا آخری حصہ یہ ہے۔

اشعار

عَبْدَ الْحَجَّارَةِ مِنْ سَفَاهَةِ رَأْيِهِ وَعَبْدَاتُ رَبِّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابِ
لَوْ تَحَسَّبَنَّ اللَّهُ خَا زِلَ دِيْمِنِهِ وَنَبِيِّهِ يَا مَعْشَرَ الْأَحْزَابِ

(یعنی اس نے اپنی سفاہت اور کم عقلی سے پتھروں کی پوجا کی۔ اور میں نے صواب رائے اور درستی عقل سے محمدؐ کے پروردگار کی عبادت کی۔ اے گروہ احزاب! تم ہرگز یہ گمان نہ کرو۔ کہ خدا اپنے دین اور اپنے پیغمبر کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔)

اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو نوازش بشیراں اور التفات بے پایاں سے ممتاز و سرفراز فرما کر ارشاد فرمایا۔ لَمَّا رَزَّ عَلَيَّ يَوْمَ الْخُنْدِ قِ أَفْضَلُ مِنْ أَعْمَالِ أُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (یعنی روز خندق علی کا کفار سے جنگ کرنا قیامت تک میری امت کے تمام اعمال سے بہتر اور افضل ہے۔)

زینب علی عمر و چوں کشتہ کشت فلک نامہ ذآتش در نوشت
رسول خدا گفت از یک ولی کہ دور روز خندق مصافح علی
یہ از ہر عمل کا مذہبیں روزگار کنند اہل دین تا بہ روز شمار

اور کشف الغمہ۔ حبیب السیر اور معارج النبوة میں مسطور ہے کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما رسول مقبول کی مجلس میں موجود تھے۔ دونوں نے اٹھ کر امام الاطمین کے سر مبارک پر بوسہ دیا۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیہ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْفِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو لڑائی سے بچالیا۔ اور اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے) جو اسی روز نازل ہوا تھا۔ تلاوت کیا۔ نظم

نضرب ذوالفقار شش روزیہ بجا ہزاراں سر بہر سو پائمال است
اگرستم کشتیغِ خلاشش بمیدانِ دغا کمتر ز زال است
چہ جائے پور دستمال شیر افلاک بہ دست اوزبوں ترا ز غزال است

اور روایت میں آیا ہے۔ کہ قریش نے آومی بھیج کر ان دونوں کافروں کی لاشیں طلب کیں۔ اور ان کے عوض میں روپیہ دینا چاہا حضرت نے فرمایا۔ ہم کو ان نجس لاشوں اور اس غیبتِ روپے کی ضرورت نہیں ہے۔ اٹھا کر لے جاؤ۔ اور یہ غزوہ اجمالی طور پر صحائف اور ہدایتہ السعداء میں بھی سورہ احزاب کے تحت میں مذکور ہے۔ منقبت ۱۰۔ اور اسی روز غزوہ بنی قریظہ واقع ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب احزاب کے لشکر نکلتا تھا کہ کھجواگ گئے۔ تو حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مظفر منصور کو وہ سلع کے دامن سے

مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور دو توفیق کے موافق جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کے گھر میں آکر بدن مبارک سے رستے کا گردوغبار دھو کر نماز ظہر ادا کرنے کے لئے قیام فرمایا۔ اسی اثنا میں جبرئیل امین سر پر دستار سفید باندھے۔ ایک اونٹ پر سوار ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کی۔ یا سید المرسلین! خدا آپ کو معاف فرمائے۔ کہ آپ نے ہتھیار بدن سے اتار ڈالے۔ حالانکہ ملائکہ بیکتور مسلح ہیں۔ حکم خداوندی یہ ہے کہ اسی وقت بنی قریظہ کی جنگ کو روانہ ہو جاؤ۔ اور میں اب ان کے قلعے میں زلزلہ ڈالنے کے لئے جاتا ہوں بعد ازاں بلال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدینہ کی گلی کوچوں میں آواز دی کہ جو شخص امر خدا کا مطیع اور حضرت مصطفیٰ کا پیروں ہے۔ نماز عصر کو حصار بنی قریظہ کے آس پاس جا کر ادا کرے۔ لشکر اسلام اور اصحاب عظام حضرت خیر الانام کے علمبردار اسد اللہ الغالب بن ابی طالب کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ پھر سرور کائنات مسلح ہو کر چند اصحاب کرام کے ہمراہ پیچھے سے تشریف لے گئے۔ اس غزوة میں کل تین ہزار آدمی ہمراہ کاہتھے۔ اسد اللہ الغالب سے مروی ہے۔ کہ جب میں ان کے قلعے کے پاس پہنچا۔ تو کچھ لوگوں نے مجھے دیکھ کر آواز بلند کی۔ قَدْ جَاءَكُمْ قَاتِلٌ عَمِيْرٌ۔ یعنی عمرو کا قاتل تمہارے پاس آ پہنچا۔ میں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَظْهَرَ الْاِسْلَامَ وَدَمَعَ الشِّرْكَ (اس خدا کا شکر ہے جس نے اسلام کو ظاہر کیا۔ اور شرک کی بنیاد کھینچ دی۔ اور علم لشکر کو زمین میں گاڑ دیا۔ کفار نے قلعے کے اوپر سے آنحضرت کو سبّ تم کرنا۔ اور برا بھلا کہنا شروع کیا۔ اس لئے میں نے ابوقتاہہ کو علم کی نگہبانی پر مامور کیا۔ اور خود آنحضرت کے استقبال کو گیا۔ اور عرض کی۔ کہ یا سید المرسلین! آپ یہود عنود کے قلعے کے پاس تشریف لے نہ جائیں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب حق تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ فرمایا۔ کیا تم نے ان سے کھلم کھلا کوئی ایسی بات سنی ہے جو میری ایذا کا باعث ہو۔ میں نے عرض کی۔ ہاں۔ فرمایا۔ جب مجھے دیکھیں گے تو ایسی باتیں زبان پر نہ لائیں گے۔ اور اس قلعے کے نزدیک تشریف لے جا کر فرمایا۔ يَا اَحْوَةَ الْبُرْدَةِ وَالْخَنَازِيرِ۔ لے بندروں اور سوڑوں کے بھائیو! خدا و رسول کے حکم سے نیچے آترو۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ يَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا كُنْتُ جَهْوَلًا وَلَا فُحَّاشًا۔ لے ابو القاسم تو بہت جاہل اور گالیاں دینے والا نہ تھا۔ آج تجھے کیا ہو گیا۔ اس بات کے سُننے سے آنحضرت پر اس قدر جیسا غالب ہوئی کہ دوش مبارک سے روا اور ہاتھ سے نیزہ چھوٹ کر گر پڑا اور چند قدم پیچھے ہٹ گئے۔

الغرض دس روز یا دو تیسے پندرہ روز بنی قریظہ محاصرے میں رہے۔ اور سلطان الاولیاء علی رضی اہل اسلام کی ایک جماعت کی رفاقت میں قلعے کے اطراف و جوانب میں پتھروں اور تیروں کے ساتھ لڑائی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حق سبحانہ نے ان کے دل میں ایسا رعب اور خوف ڈالا۔ کہ لڑائی سے ہاتھ روک کر قلعے سے

باہر نکل آئے۔ اور یہ شرط پیش کی۔ کہ سعد بن معاذ کو ہمارے معاملہ میں حکم (منصف ثالث) بنایا جائے۔ آنحضرت نے یہ شرط منظور فرمائی۔ اور سعد کو مدینہ سے طلب کر کے حکم مقرر فرمایا۔ سعد نے کہا۔ کہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ نبی قریظہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ اور عورتوں اور بچوں کو مسلمان بردہ بنائیں۔ اور ان کے مالوں کو باہم تقسیم کر لیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اسے سعد تو نے وہ حکم کیا۔ جو حق تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا تھا۔

منقول ہے کہ جب یہودان بنی قریظہ قلعہ سے نیچے اترے۔ محمد بن سلمان کے مردوں کے جنوں کو بارہا دیتے سات سو تھے۔ ہاتھ اور گردنیں باندھ کر مدینہ میں لے گیا۔ اور عبداللہ بن سلام کو عورتوں بچوں اور ان کے ہتھیاروں اور مال و متاع کے انتظام کے لئے مقرر فرمایا۔ اور اس قلعے میں ڈیڑھ ہزار تلواریں تین ڈزہیں اور پانسو ڈھالیں۔ اور عورتیں۔ برتن۔ بھیڑ۔ بکریاں۔ اونٹ۔ چوپائے اور مویشی بکثرت ہاتھ آئے جب آنحضرت مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ تو حکم دیا۔ کہ شہر کے باہر ایک خندق کھودیں۔ اور ذمیر کو اس جماعت کے قتل کرنے پر مقرر فرمایا۔ کہ ان کو تھوڑے تھوڑے کر کے امیر المؤمنین علی کے سامنے خندق کے کنارے لاکر قتل کرنا تھا۔ اور ان مقتولوں میں کعب بن اسود اور حنی بن اخطب مشاہیر قوم میں سے تھے۔

منقبت ۲۔ روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں منقول ہے۔ کہ ہجرت کے چھٹے سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیبر پہنچی۔ کہ بنی سعد نے لشکر جمع کیا ہے۔ اور ارادہ ہے کہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کریں۔ اور چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ مل کر مدینہ پر چڑھائی کریں۔ اس لئے اسلحہ الخالب علی بن ابی طالب کو سو آدمیوں کے ہمراہ موضع فدک میں بھیجا۔ شاہ ولایت پناہ رات کو چلتے تھے۔ اور دن کے وقت چھپ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ موضع سح میں پہنچے۔ وہاں پر ایک شخص سے مل کر دشمنوں کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ اے امیر المؤمنین میں تم کو ان کے سر پہ لے جاتا ہوں۔ بشرطیکہ مجھ کو امان دو۔ امیر نے اس کی بات مان لی۔ وہ شخص مسلمانوں کو بے خبر اس جماعت کے سر پہ لے گیا۔ اہل اسلام نے امیر کے حکم سے لوٹنا شروع کیا۔ اور بنی سعد بھاگ گئے۔ ثابت ہو چکا ہے کہ پانسو اونٹ۔ اور دو ہزار بھیڑ۔ بکریاں اصحاب کے ہاتھ آئیں ان میں سے امیر المؤمنین نے چند اونٹ حضرت سرور کائنات صلعم کے لئے جدا کئے۔ اور باقی مالوں کو اہل قریہ پر تقسیم کر دیا۔ اور فتح و فیروزی کے ساتھ مدینہ منورہ کو مراجعت کی۔

منقبت ۳۔ دستور الحقائق صحیح نسائی۔ صحائف تشریح و شروح لامیہ۔ شواہد النبوة۔ روضۃ الاحباب روضۃ الصفا۔ حبیب السیر اور معارج النبوة میں لکھا ہے۔ کہ جہو مفسرین و مؤرخین اس باب میں متفق ہیں۔ کہ ہجرت کے ساتویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب وعدہ صادقہ صادقة وَعَدَّكُمْ لِلَّهِ كَثِيرَةً تَأْخُذُ وَنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ۔ فتح خیبر کے ارادے سے ایک ہزار چار سو جانباز دلاوروں کو

ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا مسافت طے کرنے کے بعد منزل منزل میں فرکوش ہوئے خیبر کے یہودیوں کو جب آنحضرت کی تشریف آوری کی خبر ملی۔ تو رات اور دن کے وقت کچھ یہودی مسلح ہو کر قلعے سے باہر آتے اور حالات دریافت کر کے اندر واپس چلے جاتے۔ لیکن جس رات کو آنحضرت وہاں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر خواب غفلت کو ایسا غالب کیا۔ کہ طلوع آفتاب تک کسی کی بھی آنکھ نہ کھلی۔ اور سب کے سب بے خبر پڑے سوتے رہے۔ صبح نہایت بے قراری اور اضطراب کی حالت میں بیلچے اور تھیلے اٹھا کر قلعے سے باہر آئے تاکہ اپنے اپنے کھیتوں میں جا کر کاروبار زراعت میں مشغول ہوں۔ بیکاروں کی نظر لشکر اسلام پر جا پڑی۔ فوراً واپس ہو کر قلعوں میں داخل ہو گئے۔ جب آنحضرت نے یہودیوں کا یہ حال دیکھا۔ تو فرمایا: **خَبَرْتُ خَيْبَرَ** (میں نے خیبر کو آزمایا) اس وقت خیبر یوں نے اپنے قلعوں کو مضبوط کر کے تیر اور پتھر پھینکنے شروع کر دیے۔ غازی بہادروں نے محاصرے کے قائم رکھنے میں سعی و کوشش کی پوری پوری داد دی۔ اور ہر روز شجاعت اور مردانگی کا حق ادا کرتے رہے تھوڑے ہی عرصوں میں نطاش۔ شق۔ صعوبت تینوں قلعے فتح ہو گئے۔ اور صحیح روایتوں میں وارد ہے۔ کہ قلعہ قوص کے محاصرے کے دنوں میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درد شقیقہ عارض ہو رہا تھا۔ اس لئے خود یہ نفس نفس محرم کہ جنگ میں قدم رنج نہ فرماتے تھے۔ بلکہ ہر روز اشرف و اعیان مہاجر و انصار میں سے کسی ایک کو علم لشکر کے قلعہ والوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کرتے تھے۔

احادیث صحیحہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ایک روز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علم لے کر قلعے کے نیچے تشریف لے گئے۔ اور بے نیل مرام وہاں سے فرار کر آئے۔ اور دو دفعہ قزوہ اصحاب عمر بن الخطاب نے مسلمان بہادروں کو لے کر کفار سے جنگ کرنے کے لئے معرکہ جنگ میں قدم رکھا۔ اور مقصود کے حاصل کئے بغیر ہی فرار کیا جب رات کے وقت شام کا عباسی شامیانہ اس آبنوی رنگ حجرے پر لگا یا گیا۔ تو خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے فرمایا۔ **اَلْعُظْمٰیْنَ الرَّایَۃَ عَنَّا رَجُلًا کَثْرًا اَغْبَرَفْتَا رِجْحِبُ اللّٰهِ دَرَسُوْلَهُ وَیَجِبُ اللّٰهُ دَرَسُوْلَهُ یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ**۔ بیشک میں کل صبح ایسے شخص کو بابت (علم) عطا کروں گا جو بار بار صلے کرنے والا۔ اور میدان سے فرار نہ کرنے والا ہے۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح دے گا۔

اولاد امیر المومنین کرم اللہ وجہہ اس غزوے کے شروع میں آشوب چشم کے عارض ہو جانے کے سبب مدینہ ہی میں رہ گئے تھے۔ اس اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مفارقت آپ کے ضمیمہ منیر پر گراں گزری۔ اور اس نور دیدہ کی جدائی کا عالم آنکھوں کے درد سے بدرجہا بڑھ گیا۔ باوجود درد و الم کے سید عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے۔

سہل بن سعد سعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جس رات آنحضرت کی زبان مبارک پر یہ کلمہ جاری ہوا۔ اصحاب میں ایک شہر وغل برپا ہو گیا کہ دیکھئے کل صبح علم ہم میں سے کس کو عطا فرمائیں گے۔ بریدہ بن الحصیب بیان کرتا ہے کہ جس شخص کو آنحضرت سے تقرب اور نزدیکی رکھنے کا امکان تھا۔ وہ امید رکھتا تھا۔ کہ علم مجھ کو ہی ملے گا۔ اور قریش کے کچھ آدمی آپس میں یہ تذکرہ کرتے تھے۔ کہ یہ تو طے شدہ بات ہے۔ کہ اُس مرد سے مراد علی بن ابی طالب تو ہرگز ہوتی نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کی آنکھیں ایسی پر آشوب ہیں کہ وہ اپنے پاؤں پر بھی نظر نہیں کر سکتے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ کلام امیر المؤمنین نے سنا۔ تو بارگاہ ایزدی میں یوں مناجات فرمائی

اللَّهُمَّ لَوْ مَعْطَى لَنَا مَنَعْتَ وَ لَوْ مَانَعْنَا لِمَا أَعْطَيْتَ۔ (یعنی اے خدا! جس چیز کو تو منع کرے۔ اس کو کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ اور جو تو عطا فرمائے اس کو کوئی منع نہیں کر سکتا۔)

الغرض جب صبح ہوئی۔ تو بہادران نامی اور دلاوران گلامی سلطان دوسرے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالی کے دروازے پر جمع ہوئے۔ اور ان سب سالاران نامور میں سے ہر ایک کو یہ گمان تھا۔ کہ شاید اس سعادت عظمیٰ اور موہبت کبرے پر میں ہی فائز ہوں گا۔ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے۔ کہ میں حضرت رسول اللہ کی آنکھ کے برابر گھٹنے ٹیک کر اٹھا۔ اس امید پر کہ شاید علم مجھ کو ہی مل جائے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ میں نے اس روز کے سوا کبھی امارت (حکومت۔ حاکم بننا) کی خواہش نہیں کی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر مبارک سے باہر تشریف لائے۔ تو ارشاد فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ لوگوں نے ہر طرف سے آوازیں بلند کیں۔ اور پکار پکار کر عرض کی۔ یا حضرت! ان کی تو آنکھیں ایسی پر آشوب ہیں۔ کہ وہ اپنے پاؤں کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ فرمایا۔ ان کو لے آؤ۔ اسی اثنا میں امیر المؤمنین واپس تشریف لے آئے۔ آنحضرت نے آپ کا سر مبارک اپنے زانوئے متبرک پر رکھ کر اپنا آب و دہن ان کی آنکھ میں بگایا۔ اسی وقت آشوب زائل ہو گیا۔ اور ان کی نگہیں تروتازہ اور پہلے سے بھی بہتر اور بڑھ کر روشن ہو گئیں، بعد ازاں ان کے بارے میں دعا فرمائی۔ اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَزْنَ وَالْقَمَرَ (اے خدا تو اس سے گرمی اور سردی کی اذیت کو دور کر دے)، امیر المؤمنین علی السلام فرماتے ہیں۔ کہ رسول صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے پھر کبھی مجھ کو سردی اور گرمی کی اذیت نہ ہوئی۔

اور ابن یسے سے مروی ہے۔ کہ امیر المؤمنین سخت شدت کی گرمی میں روٹی دار کپڑا پہنتے تھے۔ اور اس کی ذرا پروانہ کرتے تھے۔ اور سخت جاڑے کے موسم میں باریک لباس پہنتے اور ذرا بھی ان کو ناگوار معلوم نہ ہوتا۔ اور اس کے بعد جیتے جی پھر کبھی اس قرۃ العین اولیاء کو آشوب چشم کا غرض نہ ہوا اور حدیث۔ لَا تُعْطِيَنَّ السَّرَايَةَ..... کا شان نزول جیسا کہ مذکور ہوا۔ احادیث کی اکثر کتب معتبرہ خصوصاً صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں

نیز اوسط طبرانی اور صواعق محرقة ابن حجر میں بھی اسی طرح مرقوم و مسطور ہے۔

الغرض جب آنکھ کے آشوب (ردہ ششم) سے خلاصی پائی۔ تو حضرت رسالت پناہ صلعم نے اپنا رایت فتح آیت ان کو عطا فرمایا۔ اور اپنی زرہ ان کو پہنا کر اور زوال الفقار ان کی کمر میں باندھ کر فرمایا۔ اے بھائی! لڑائی کرو۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ تمہارے سبب سے ایک شخص کو بھی ہدایت کر دے۔ تو تمہارے واسطے ہزار مرخ بانوں والے اونٹوں کو راہ خدا میں تصدق کر دینے سے بہتر ہے۔ اس کے بعد امیر المؤمنینؑ بنائید رب العالمین جب ارشاد سید المرسلینؐ آگے کو روانہ ہوئے۔ جب آپ قلعہ قوص کے نزدیک پہنچے۔ تو وہاں پہنچ کر علم کو سنگریزوں کے ڈھیر میں جو دروازے کے قریب تھا۔ گاڑ دیا۔ اس وقت ایک یہودی عالم قلعہ کے اوپر موجود تھا۔ اس نے پوچھا۔ کہ اے علم دار تو کون ہے۔ اور تیرا نام کیا ہے۔ حیدر کرار نے جواب میں فرمایا۔ میں ہوں علی ابن ابی طالب یہودی عالم نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا۔ عَجَلْبُنْتُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيَّ مَوْسَى۔ یعنی توریت موسیٰ کی قسم ہے کہ تم غلوب ہو گئے۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے پہل جو شخص اپنی قوم کو ساتھ لے کر مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ سے باہر آیا۔ و حارث یہودی مرحب کا بھائی تھا۔ اور لڑائی شروع کر دی۔ اور دو مسلمانوں کو شہید کیا۔ اس وقت امیر المؤمنینؑ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور ایک ہی وار میں دوزخ کو راہی کیا۔ مرحب کو جب بھائی کے مارے جانے کی خبر ہوئی۔ تو ہتھیار لگا کر خیبر شجاعوں کی جماعت کو ساتھ لے کر نہایت تندی و تیزی کے ساتھ بھائی کا عوض لینے کے لئے باہر آیا۔ مرحب نہایت بلند قد تن آورا اور پُر دل بہادر تھا۔ اُس کی سنان تین من وزنی تھی۔ اور شجاعت اور بہادری میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ تلوار کندھے پر رکھے۔ عمامہ سر پر باندھے اور اُس پر خود رکھے ہوئے میدان میں آیا۔ اور یہ رجز پڑھنے لگا۔

قَدْ عَلِمْتُ خَيْبَرُ أَتَى مَرْحَبُ
شَاكِي السَّلَاحِ بَطْلٌ مُحَرَّبُ!

(یعنی خیبر کو معلوم ہے۔ کہ میں ہتھیار بند ولیہ جنگ جو مرحب ہوں) اپنی شجاعت اور جلاوت و شہادت کا اس قدر اظہار کیا۔ کہ مسلمانوں میں سے کسی نے بھی میدان میں آنے اور اس سے مقابلہ کرنے کی جرات نہ کی۔ اور ایک دوسرے کا منہ تلکتے رہے۔ یہ دیکھ کر شاہ مردان شیر رحماں نے اُس کی طرف توجہ فرمائی اور یہ رجز زبان مبارک پر جاری فرمایا۔

أَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي أُحِي حَيْدَرَ
ضَوْعَا مِ اجَامٍ وَ لَيْتَ قَسْوَرَةَ

(میں وہ ہوں۔ کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ میں نیستان کا شیر اور شیروں کا شیر ہوں) اور مرحب نے خواب میں دیکھا تھا۔ کہ ایک شیر اس کو مار رہا ہے۔ جب امیر المؤمنینؑ نے پہلا مصرع رجز کا پڑھا۔ جس میں یہ ذکر ہے۔ کہ میرا نام حیدر یعنی شیر ہے تو اس کو اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہو گئی لیکن قضائے الہی

کو بدل نہ سکا۔ میدان میں آیا اور آگے بڑھ کر امیر المؤمنین کے سر پر تلوار کا وار کرنا چاہا۔ مگر امیر المؤمنین نے سبقت کر کے اس ملعون غدار کے سر پر ذوالفقار اس انداز سے لگائی کہ ڈھال خود اور دستار سے گزر کر قبر میں زمین تک سب کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔ پھر تو مسلمان شاہ مردان کی امداد سے میدان میں داخل ہوئے اور کفار کو قتل کرنے لگے خیمہ کے نامی بہادروں اور رؤسا میں سے سات شخص امیر المؤمنین کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور باقیوں نے بھاگ کر قلعہ کا رخ کیا۔ شاہ مردان ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ اسی اثنا میں ایک دشمن نے امیر المؤمنین کے ہاتھ پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ ڈھال آپ کے ہاتھ سے پھوٹ گئی۔ اور دوسرا کافر ڈھال اٹھا کر بھاگ نکلا۔ شاہ مردان اس واقعہ سے نہایت خشمناک ہوئے۔ اور ایک جہت میں خندق سے پار ہو کر قلعہ قموص کے دروازے پر جا پہنچے۔ اور اپنا پنجہ فولادی حلقہ در میں مارا اور دروازہ آہنی کو اکھاڑ کر سپہ بنالیا۔

نظم سپہ در زمان جدال و قتال بیفتاد از دست شاہ رجال
بر شفت زان شاہ عالی اثر در قلعہ را کند و کردش سپہ

اور امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ امیر المؤمنین نے قلعہ کا دروازہ پکڑ کر ہلایا۔ یہاں تک کہ اس کو اکھاڑ ڈالا۔ اور تمام قلعہ کو ایسا زلزلہ ہوا کہ صفیہ دختر حمی اخطب سخت سے گر پڑی۔ اور اس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔

بیت

کف کافی آنشاه جو امر ماں ید اللہ بود وگر نہ کے تواند آدمی کندن در خیمہ
دیعنی شاہ مردان کا ہاتھ دراصل خدا کا ہاتھ تھا۔ ورنہ آدمی درخیمہ کو کیوں کڑا کھاڑ سکتا ہے)
اور بعض راویوں کا عقیدہ ہے۔ کہ درخیمہ آٹھ سو من وزن رکھتا تھا۔ اور بعض نے تین ہزار من بیان کیا ہے۔

صواعق محرقة میں منقول ہے کہ امیر المؤمنین نے درخیمہ کو اکھاڑ کر اپنی پیٹھ پر رکھا۔ یہاں تک کہ سب مسلمان اس پر سے گذر کر قلعہ میں داخل ہوئے۔ پھر سپہ بنا کر جنگ کرنے میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ بعد ازاں اس کو اپنے ہاتھ سے گرا دیا۔ اور چالیس آدمی مل کر اس کو اٹھا سکے۔ اور کشف الغمہ میں منقول ہے۔ کہ ستر آدمی اس کے اٹھانے سے عاجز تھے۔

شعوی نبردیک آل دست با اقتدار کو گید زوزن در آل حصار
کہ گودت بڑے بسوئے سپہ پشش سپہ بوسے وقبہ مہر

القصہ جب خیبری یہودیوں نے یہ امر عجیب مشاہدہ کیا۔ تو الامان الامان کا شور مچایا۔ اور پناہ کے

طالب ہوئے۔ شاہ مردان نے پیغمبرِ آخر الزمان سے اجازت لے کر ان کو امان دی۔ اور دروازے کو پیٹھ کے پیچھے کی طرف انہی بالشت کے فاصلے پر ڈال دیا۔ فردوسی کہتا ہے ۵

شہیکہ تا بہ دوا انگشت در زخیر کند بر آماز پے اسلام صد ہزار انگشت

اور کہتے ہیں کہ جب فتحِ خیبر کی خبر جناب خیر البشر کو پہنچی۔ نہایت خوش ہوئے۔ اور امیر المؤمنینؑ سے ملاقات کرتے وقت فرمایا قَدْ بَلَغَنِي نَبَأُكَ الْمَشْكُورُ وَصَدَيْتُكَ الْمَدْكُورُ قَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ وَرَضِيْتُ أَنْ أَعْنُكَ۔ (مجھ کو تمہاری قابلِ شکر گذاری خبر اور تمہاری قابلِ ذکر کارگزاری معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تم سے رضا مند ہوا۔ اور میں بھی تم سے راضی ہوا)۔ یہ سن کر امیر المؤمنینؑ پر رقت طاری ہوئی۔ چنانچہ رخصتہ مبارک پر آنسو جاری ہو گئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ اے بھائی یہ خوشی کا رونا ہے۔ یا غم کا۔ عرض کی یا رسول اللہ! یہ سرورِ شادمانی کا رونا ہے۔ اور میں کیوں کرمسرد و مفرحانک نہ ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ اور آپ مجھ سے راضی ہوئے۔

اور یہ بات پایہِ صحت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ امیر المؤمنینؑ نے خیبر یوں کر اس شرط پر امان دی تھی۔ کہ ان میں سے ہر ایک شخص ایک بار شتر غلام اٹھا کر اس علاقے سے چلا جائے اور باقی تمام مال و اسبابِ کمالات کے پاس چھوڑ جائیں۔ اور اگر کوئی چیز چھپا کر لے جائیں گے۔ تو ان کا خون بدر ہوگا۔ کمانہ بن ابی الحقیق نے اونٹ کی ثابت کہاں سونے اور زیور سے بھر کر چھپالی۔ جب اس کی خیانت ظاہر ہو گئی۔ تو شرط مذکور کے موافق اس یہودی کا خون مباح ہو گیا۔ اور خاتمِ انبیاء علیہ اشرف التمام کا تذکرہ محمد بن مسلمہ کے سپرد کر کے فرمایا۔ کہ اپنے بھائی کے خون کے عوض جو کہ اس جنگ میں شہید ہوا تھا۔ اس کو قتل کر ڈالے۔ اور باقی یہودیوں کو معاف کر دیا۔ اور تمام مسلمانوں کو خیبر کے قلعوں میں سے بے شمار مال اور بے انتہا اجناس اور بہت سے برے اور بیشمار لوشی غنیمت میں ہاتھ آئے منجملہ ان کے قلعہ قومس سے سو جو شش۔ چار سو تلواریں۔ ہزار نینے اور پانسو کمانیں دستیاب ہوئیں۔ اور ان غنیمتوں میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ حضرت اقدس نبوی سے مخصوص ہوا۔ باقی تمام مال (۲/۳) مسلمانوں میں تقسیم ہوا اور صفیہ دخترِ حبیہ کو کمانہ کی زوجہ تھی۔ وحیہ کلبی کے حصے میں آئی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی عوض میں کوئی چیز وحیہ کو عنایت فرمائی۔ اور مدتِ عدا کے پورا ہونے پر صفیہ کو اپنے نکاح میں لائے۔ اور خیبر سے مراجعت کے وقت منزلِ صہبا میں اس سے زفاف واقع ہوا۔ اور بروایتِ روضۃ الاحباب آنحضرتؐ نے وحیہ کلبی سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ امیرانِ خیبر میں سے ایک کنیز اس کو دیں گے۔ اس لئے اُس نے آنکر عرض کی۔ کہ اب وعدہ وفا کی کا وقت ہے۔ فرمایا۔ جس کو چاہو لے لو۔ وحیہ نے صفیہ کو پسند کیا۔ حضرت سے عرض کیا گیا۔ کہ صفیہ ہارون اور موسیٰ کی نسل سے ہے۔ وہ حضرت کے سوا کسی کو سزاوار نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کو طلب فرما کر دیکھا اس کا

معاوضہ مرحمت فرمایا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ صفیہ کے چچا کی لڑکی وحیدہ کو دی۔ اور اس کو آزاد کر دیا۔ اور اس کی آزادی کو اس کا مہر قرار دیا۔ اور صفیہ کے استبراک کی مدت گزرنے تک صبر کیا۔ اور منزل مذکور میں اس سے زفاف واقع ہوا اور فتح خیبر کے روز جعفر بن ابی طالب اور ان کی زوجہ بنت عیسیٰ رضی اللہ عنہما اور ابو موسیٰ اشعری مع پانچ دیگر اشعریین کے جو تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ حبشہ کی طرف سے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعفر کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا۔ میں نہیں جانتا ان دونوں امور میں سے کس ایک سے زیادہ خوش ہوں۔ جعفر کے آنے سے یا خیبر کی فتح سے۔ اور جعفر اور اس کے ہمراہیوں کو خیبر کی غنیمتوں سے حصہ عطا فرمایا۔

منقول ہے۔ کہ جب سرور کائنات صلعم نوح خیبر میں پہنچے۔ مخضہ بن مسعود کو فذک کی طرف بھیجا تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی طرف دعوت دے۔ اہل فذک نے اول سخت سخت جواب دیئے۔ لیکن جب سنا کہ خیبر کے قلعے فتح ہو گئے۔ تو اپنے ایک رئیس کو مصالحت کے واسطے بھیجا۔ اور یہ بات قرار دی کہ ان کی نصف زمینیں والیان رسول سے متعلق رہیں۔

اور مقصد اقصیٰ میں لکھا ہے۔ کہ فذک کی طرف امیر المؤمنین کو بھیجا۔ اور مصالحت حضرت امیر کے ہاتھ پر واقع ہوئی۔ پس جبریل نے حاضر ہو کر عرض کی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ حوالہ فذک اور جو کچھ اس میں حق خدا اور حق رسول ہے۔ فاطمہ اور حسنین کو دے دیں۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء علیہا التحیۃ والثناء کو طلب فرما کر ایک حجت درست آوین لکھ کر حوالے کی۔ اور وہ معظمہ اس وثیقہ کو آنحضرت کی وفات کے بعد ابوبکر کے پاس لائیں۔ اور بیان کیا کہ یہ ایک حجت ہے۔ جو رسول خدا نے میرے اور حسنین کے واسطے تحریر فرمائی ہے۔

منقبت ۱۰ مقصد اقصیٰ۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر اور معارج النبوة میں مرقوم ہے کہ راویان اخبار خیبر البشیر نے تاریخ کی کتب معتبرہ میں غزوہ حنین کا حال اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ ہجرت کے آٹھویں سال میں جب فتح مکہ کی خبر ملک عرب میں ہر طرف مشہور ہوئی۔ تو اکثر قبائل نے سید کائنات کی اطاعت اختیار کی۔ مگر بنی ہوازن اور بنی ثقیف نے آنحضرت کی مخالفت پر اتفاق کر کے مالک بن نصری کو اپنا سردار بنایا۔ بقول صاحب مقصد اقصیٰ تیس ہزار اور بروایت روضۃ الاحباب چار ہزار آدمی جمع کر کے اپنے عیال و اطفال اور مال و متاع لے کر واہمی حنین کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور دریدہ چشمی کو آنکھوں سے اندھا اور ایک سو بیس سال کا تجربہ کار بوڑھا۔ اور نہایت صاحب الرائے اور صاحب تدبیر تھا۔ اپنے ساتھ لیا۔ جب دریدہ

اوطاس میں پہنچا۔ تو اُس نے بچوں کے رونے اور عورتوں کے بولنے چالنے کی آوازیں سنیں۔ پوچھا یہ کیسی آوازیں ہیں؟ رفیقوں نے جواب دیا۔ کہ لشکر والے مالک بن نصر کی حکم سے اپنے اہل و عیال اور اموال و اسباب کو ہمراہ لائے ہیں۔ تاکہ جنگ کرنے میں سُستی نہ کریں۔ دُیدہ نے اس رائے کو نادرست جانا۔ اور مالک سے کہا۔ مال و عیال کا ساتھ لانا بہادر دلاوروں کے شایان شان نہیں ہے۔ کیونکہ اگر بھاگنے کی ضرورت پڑھائے۔ تو بھاگنے والاں کو کوئی چیز بھاگنے میں سدراہ نہ ہو۔ یہی مناسب ہے۔ کہ عورتوں اور بچوں کو واپس کر دو۔ تاکہ اگر شکست ہو جائے۔ تو وہ دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر نہ ہوں۔ مالک نے اس بات کی طرف توجہ نہ کی اور آگے کو روانہ ہوا۔ اور دریدہ نے ناراض ہو کر ساتھ چھوڑ دیا۔

القصد جب ہوازن اور ثقیف کے متفق ہونے کی خبر آنحضرتؐ نے سُنی۔ عتاب بن اسید کو کہ معظلم میں اپنا غلیظہ مقرر کر کے دوہزار سوار سپاہ خاصہ اور دو ہزار مطلقائے مکہ کو اور ایک روایت کے موافق سولہ ہزار جانباہاز من چلے بہادروں کو ہمراہ لے کر ماہ شوال کے عشرہ اول میں کفار کی طرف کوچ فرمایا۔ اس لشکر میں مہاجرین کے تین علم تھے۔ کر شاہ مردان رضی علیہ السلام، عمر بن الخطاب اور سعد بن ابی وقاص ان کے محافظ تھے اور انصار کے دو علم تھے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اس سفر میں ہر قوم اور قبیلہ کا علیحدہ علیحدہ علم تھا۔ منقول ہے کہ جب وہ لشکر مکہ معظلم سے باہر نکلا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نظر سخت اثر اس کثرت و شوکت پر پڑی۔ تو زبان مبارک سے یہ کلمات جاری ہوئے۔ کہ ہم آج کے دن قلت سپاہ کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے اور اس بات کے مُنہ سے نکلنے کی وجہ سے حُنین میں اول و اول لشکر سید الثقلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکست کھائی۔ اور آیت لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كُنْتُمْ يَوَاقِمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَخْبَيْتَكُمْ كُنْتُمْ كَافِرَاتٍ لِّمَنْ دَارَكُمْ الرَّبُّ لَمَّا لَمْ يَكُنْ لَكُمْ رَاحَةٌ وَرَبُّكُمُ اللَّهُ تَعَالَى نے بہت سے مقامات میں اور روزِ جنگ حُنین میں تمہاری مدد کی۔ جبکہ تم کو تمہاری کثرت نے حیرانی میں ڈالا، اس باب میں نازل ہوا۔

القصد جب سپاہ اسلام وادی مذکور میں پہنچی۔ تو رستہ تنگ ہونے کی وجہ سے کئی حصوں میں تقسیم کر دی گئی۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مختلف راہوں سے اس وادی میں داخل ہوئی۔ مالک اپنے رفیقوں سمیت تیر و کمان سے لیس ہو کر گھات میں بیٹھا تھا۔ سامنے آتے ہی ان پر تیر برسائے شروع کر دیئے۔ اہل اسلام پر رعب طاری ہوا۔ اور بھاگنا شروع کیا۔ پہلے پہل نبی صلعم کی جماعت نے میدان سے پاؤں باہر رکھے۔ جس کا سرگروہ خالد بن ولید تھا۔ اور اس روز مسلمانوں کے لشکر میں اس قدر بھاگ پڑی کہ صاحب کشف الغمہ کی روایت کے موافق دس آدمیوں سے زیادہ جن میں نو ہاشمی تھے۔ کوئی شخص جناب رسولی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ رہا۔ اور ان کے نام یہ ہیں۔ علی ابن ابی طالب عباس بن عبدالمطلب

فضل بن العباس - ابوسفیان بن الحارث - نزل بن الحارث - عبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب - عقبہ وعتبہ
 پسران ابولہب - عائشہ بن جماعت اور امین بن ام ایمن - اور ایک روایت میں ہے - کہ اس روز امیر المؤمنین
 علیؑ - عباسؑ - ابوسفیان - اور عبداللہ بن مسعود کے سوا اور کوئی شخص آنحضرت کی خدمت میں ثابت قدم
 نہ رہا - جب سرور کائنات نے اہل اسلام کا شکست کھا کر بھاگنا مشاہدہ فرمایا - تو باواز بلند ان کو
 صبر و ثبات کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتے تھے - اَنَا الَّذِي وَلَا كَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
 (میں پیغمبر ہوں اور اس میں کسی قسم کا جھوٹ نہیں ہے - اور میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں) لیکن ان پر
 ایسی دہشت طاری ہو رہی تھی - کہ کوئی بھی اُس مخبر صادق کے قول کو نہ سنا تھا - آنحضرتؐ اس روز سفید خچر
 پر سوار تھے - ابوسفیان ہاشمی اس خچر کی باگ پکڑے تھا - اور عباس بن عبدالمطلب دائیں طرف سے
 رکاب میں ہاتھ ڈالے کفار کے حملے کو روکتے تھے - اسی اثنا میں مالک حضرت کی طرف متوجہ ہوا - امین نے
 اس کے آگے آکر مقابلہ کیا - اور شہادت پائی - اس کے بعد پھر مالک نے خاتم الانبیاء تک پہنچنے کی کوشش
 کی - مگس کا گھوڑا شطرنج کے گھوڑے کی طرح خشک ہو کر رہ گیا - اور جب تیسرا بار کے اصحاب نے میدان سے
 فرار کیا - تو ابوسفیان (بنی امیہ) اور ان لوگوں نے جنہوں نے کراہت سے کلمہ توحید زبان پر جاری کیا تھا - شامت
 کرنی شروع کی - اور بکواس کرنے لگے - لیکن صفوان بن امیہ باوجودیکہ ابھی تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا - مغموم و
 مخزون ہو کر کہنے لگا - کہ اگر قریش میں سے کوئی شخص ہم پر حاکم ہو - تو میرے نزدیک بنی ہوازن کے حاکم ہونے
 سے بہتر ہے - محمود بن اسحاق شبیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ سے روایت کرتا ہے - کہ جب سید الثقلین جنگ حنین کی
 طرف متوجہ ہوئے تو میں اس ارادے سے کہ موقع پا کر اپنے باپ اور بھائی کا جو احد میں مارے گئے تھے -
 انتقام لوں گا - اس سفر میں گیا - اور جب اہل اسلام بھاگ گئے - تو تلوار کھینچ کر آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ کیا چونکہ
 دائیں طرف سے عباس اور بائیں طرف سے ابوسفیان ہاشمی حفاظت کر رہے تھے - اس لئے میں نے عقب
 سے آکر چاہا کہ تلوار کا دار آنحضرتؐ پر کروں - ناگاہ آگ کا شعلہ ایسا بھڑکا کہ قریب تھا کہ مجھے چلا دے میں نے
 کمال خوفزدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں - اسی اثنا میں خاتم الانبیاء نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا - اُوْنُ مِيتِي -
 (میرے پاس آ) میں بموجب ارشاد آنحضرتؐ کے پاس گیا - میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا - اَللّٰهُمَّ اَذِيبْ
 عَنهُ الشَّيْطَانَ (یعنی اے خدا اس سے شیطان کو دور کر) خدا کی قسم اس وقت آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 میرے نزدیک اپنی جان سے زیادہ عزیز معلوم ہوئے - پھر میں نے آنحضرتؐ کی اجازت سے کفار سے مقابلہ کرنا
 شروع کیا - اور صحیح روایات میں وارد ہوا ہے - کہ جنگ حنین کے دن صبح کے وقت مسلمانوں کے فرار کرنے
 کے بعد عباس نے آنحضرتؐ کے فرمانے سے بلند آواز کے ساتھ مسلمانوں کو پکارا - يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ يَا

اصْحَابِ الشَّجَرَةِ يَا اصْحَابِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ دے گروہ انصار! اے اصحابِ شجرہ! اے اصحابِ سورہ بقرہ سپاہِ اسلام کے عباس رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر اطراف و جوانب سے قریباً سو آدمی انصار وغیرہ سے آنحضرت کی خدمت میں جمع ہوئے اور مشرکوں پر ہلکا کیا۔ آنحضرت نے سنگریزوں کی ایک مٹھی ہاتھ میں لے کر کفار کی طرف ڈال دی اور کوئی شخص ایسا نہ رہا جس کی آنکھ میں کچھ نہ کچھ ریت نہ پڑی ہو۔ پس مشرکوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ میدانِ جنگ سے فرار کر گئے۔

کشف الغمہ اور بعض اور کتابوں میں لکھا ہے کہ اس معرکہ میں ایک مشہور کافر ابو خزول نام ایک اونٹ پر سوار میدان میں آیا۔ اور رجز پڑھ کر مہار ز طلب کیا۔ دلاوران سپاہِ اسلام اس کے طولِ قامت اور بزرگی جسم کی ہیبت سے رعب زدہ ہو کر ایسے خاموش ہوئے کہ کوئی بھی اس کے مقابلے کو میدان میں نہ نکلا۔ یہاں تک کہ شاہِ ولایت پناہ اس بد بخت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ذوالفقار کے ایک ہی وار میں اس کو جہنم کی طرف روانہ فرمایا۔ اس کے قتل ہونے سے سپاہِ اسلام کا حوصلہ بڑھ گیا اور کفار کا ستارہ اقبالِ ہستی و زوال کی طرف مائل ہوا۔ منقول ہے کہ اس لڑائی میں مسلمانوں میں چار شخص شہید ہوئے۔ اور کفار و مشرکین کے ستر آدمی مارے گئے۔

کشف الغمہ میں روایت ہے کہ ان ستر میں سے چالیس کافر امامِ اشجعین امیر المؤمنین کی تلوار سے جہنم واصل ہوئے کہتے ہیں کہ جو کفار اس معرکہ سے شکست کھا کر بھاگے۔ وہ تین حصوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک گروہ تو مالک کے ساتھ قلعہ طائف میں چلا گیا۔ اور ایک فریق نے بطنِ نجد کی راہ لی۔ اور ایک جماعت بھاگ کر اوٹاس میں چلی گئی سید کا نثات صلعم نے ابو عامر اشعری کو ایک جماعت کے ہمراہ جن میں اس کا بھتیجا ابو موسیٰ اشعری اور زبیر بن العوام شامل تھے۔ ان مشرکوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ جو اوٹاس میں مقیم تھے ابو عامر شہید ہوا۔ اور ابو موسیٰ نے اس کا قائم مقام ہو کر کفار سے مقابلہ کرنے اور قلعہ کو خالی کرنے میں بہت کوشش کی۔ تین کفار قتل ہوئے اور اوٹاس فتح ہو گیا۔ ان دونوں لڑائیوں میں چھ ہزار برسے۔ چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار اونٹ چاندی اور چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ۔ بکریاں غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ آنحضرت نے عباد بن بشر انصاری سے فرمایا کہ منزیٰ بن جحرانہ میں مال غنیمت کی حفاظت کرے۔ اور خود لشکر لے کر قلعہ طائف پر چڑھ گئے اور علمِ خاصہ امیر المؤمنین کو عطا فرمایا۔ اور ابو علیہہ جراح کو ہزار دوں کے ہمراہ ہراول مقرر کیا۔ جب حضرت کا لشکر طائف میں جا پہنچا۔ تو کفار نے قلعہ کو مستحکم کر کے تیر چلانے اور پتھ مارنے شروع کر دیے۔ ادھر سے مسلمان بھی برس برس پیکار ہوئے اور اس شکل میں بہت سے آدمی مجروح ہوئے۔ اور محاصرے کے دنوں میں اصحابِ آنحضرت سے بارہ شخص ورنہ شہادت پر فائز ہوئے۔ عبداللہ بن ابی بکر اور عبداللہ بن ابی امیہ برادر ام سلمہ اسی شمار میں ہیں۔ محاصرہ طائف کے

زمانے میں حضرت رسالت پناہ نے جب ولایتِ انتباہ امیر المؤمنین کو ایک جماعت کے ہمراہ اس امر پر مقرر فرمایا۔ کہ اس علاقے میں گشت لگائیں۔ جہاں کہیں کوئی بت پائیں۔ توڑ ڈالیں۔ رستے میں قبیلہ خثعم کے کچھ دلاوروں سے جناب امیر کی مٹ بھینٹ ہوئی۔ شہاب نامی ایک بہادر جو اپنی قوم میں شجاعت و شہامت میں نامور تھا۔ باہر آیا اور سامنے آکر مبارک طلب کیا۔ امیر المؤمنین علی نے ذوالفقار کی ایک ضرب سے دارالبوار کو روانہ فرمایا۔ باقی ماندہ بھاگ گئے۔ شاہ مردان اس علاقے کے بتوں کو توڑ کر آنحضرت کی خدمت میں واپس آگئے۔ جناب سرور کائنات نے امیر المؤمنین کو غلوت میں طلب کیا۔ اور دیر تک راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ اور اتنا طول ہوا۔ کہ اصحاب متعجب اور حیران ہو گئے۔ آخر کار عمر بن الخطاب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ نے ہماری عدم موجودگی میں اپنے ابن عم سے غلوت کی۔ اور بہت سے راز بیان کئے۔ فرمایا۔ **يَا عُمَرُ مَا اَنْتَ بَشِيْرٌ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ اَنْتَ جَاهٌ**۔ یعنی اے عمر میں نے اپنی مرضی اور رائے سے اس سے کوئی راز نہیں کہا۔ بلکہ خدا کے حکم سے راز کی باتیں کہیں۔ بیعت

بفرمانِ دارائے راز جہاں کشادہ مابیں راز با او زباں

القصہ جب طائف کے محاصرے کو اٹھارہ روز گزار گئے۔ اور حضرت خیر البشر پر واضح ہو گیا کہ اس قلعہ کا فتح ہرگز آسان نہیں تو وہاں سے منزلِ جفرانہ میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں پر جنین کی غنیمتوں کو تقسیم فرمایا۔ اور مکہ معظمہ کے نو مسلموں کی جماعت کو تالیفِ قلوب کا نظر سے بے انتہا عطیات سے مالا مال کر دیا۔ اور ہاجرین و انصار کے جہاں باز بہادروں کو ان پر اعتماد و وثوق رکھنے کی وجہ سے کچھ کم کم عطا فرمایا۔ انصار اس بات سے ناراض ہو گئے اور کہنے لگے۔ کہ پیغمبر نے قریش اور دیگر قبائل عرب کو اپنی عنایات سے مالا مال کر دیا۔ اور ہم کو ان کے برابر نہ دیا۔ حالانکہ ہم ہمیشہ سخت سخت مصیبتیں بھیلتے اور سختیاں اٹھاتے ہیں۔ اور ابھی تک مشرکوں کا خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے جب یہ بات آنحضرت کے گوش مبارک میں پہنچی تو حکم دیا کہ انصار کے رؤساء و اکابر ایک خیمہ میں جمع ہوں۔ اور ان کے سوا اور کوئی شخص وہاں نہ جائے۔ پھر شاہِ ولایت پناہ کو ہمراہ لے کر وہاں تشریف لے گئے۔ اور ان کی دلجوئی اور اطمینان خاطر کے لئے تنقیر فرمائی۔ اور اپنی ہر بانی اور محبت بھری باتوں سے ان کے دلوں کو تسلی دی۔ اور فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو۔ کہ اور لوگ اونٹ اور بھینٹ بکریاں لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم رسول خدا کو ساتھ لے کر اپنے وطن میں واپس جاؤ۔ نیز فرمایا کہ انصار میرے مخصوص روز و ہر ہیں۔ اگر سب لوگ ایک رستے پر چلیں۔ اور انصار دوسرے رستے پر۔ تو میں انصار کی راہ پر چلوں گا۔ لے خدا ان کو ان کی اولاد کو بخش دے۔ انصار اس بشارت کو سن کر اس قدر روئے۔ کہ ان کی ڈاڑھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔

منقبت ۱۰۔ نیز کتب مذکورہ میں مرقوم ہے۔ کہ ہجرت کے آٹھویں ہی سال میں حیدر کرار حسب فرمانِ سید

ابرار ڈیڑھ سو سوار کے ہمراہ بیت خانہ فلس کو ویران کرنے کے ارادے سے قبیلہ طے میں تشریف لے گئے۔ اور اس بت خانے کو تباہ کیا۔ عدی بن حاتم حضرت امیر المؤمنین کی تلوار کے خوف سے شام کو بھاگ گیا۔ اور اس کی بہن اور بہت سے برے اور بے شمار مال و اسباب ہاتھ آئے۔ حضرت امیر نے غنائم کو تقسیم کیا۔ لیکن حاتم کی بیٹی کو اسیروں میں داخل کیا۔ اور اپنے ہمراہ لے گئے۔ رسول نے اس ضعیفہ کو اس کے حسب منشاء اس کے وطن مالیف میں بھیج دیا۔ جب فخر حاتم اپنے بھائی سے ملی۔ تو اس کو جناب سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کے حالات سے خبردار کر کے مدینہ روانہ کیا۔ اور عدی ہجرت کے دسویں سال میں آکر مسلمان ہو گیا۔

منقبت۔۔ کشف النعم۔ حبیب السیر اور معارج النبوة میں مرقوم ہے۔ کہ ہجرت کے نویں سال میں غزوہ تبوک کے بعد ایک اعرابی نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر عرض کی۔ کہ عرب کی ایک قوم وادی الرمل میں جمع ہے اور چاہتے ہیں کہ اہل یشرب پر چھا پاریں۔ اس لئے نبی آخر الزمان نے حضرت ابوبکرؓ کو علم عنایت فرمایا۔ اور اصحاب صفہ کی ایک جماعت کا سردار بنا کر وادی الرمل کی طرف روانہ فرمایا۔ تاکہ وہاں جا کر ان کے شر کو رفع کرے۔ حالانکہ وہ لوگ ایسی وادی میں اترے ہوئے تھے۔ جہاں پر پتھر اور وخت بیشمار تھے۔ اور وہاں پہنچنا بہت مشکل تھا۔ مگر تاہم حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں پہنچے مگر جب کفار نے اطراف و جوانب سے یکبارگی سپاہ اسلام پر حملہ کیا تو مسلمان شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ تب آنحضرتؐ نے دوسرا علم قدوس اصحاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم کو دیگا۔ آنجناب کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس مہم کے تدارک کے لئے روانہ فرمایا۔ مگر فاروق بھی صدیق کی طرح واپس آگئے۔ بعد ازاں عمر و عاص اس مہم کے ذمہ دار بنے۔ اور وہ بھی بے نیل مرام پسیا ہو کر مدینہ میں چلا آیا۔ پھر آنحضرتؐ نے اسد اللہ الغالب کو علمدار بنایا۔ اور اپنی سپاہ ظفر پناہ کی ایک جماعت کا سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ شیخین اور عمر و عاص اس لشکر میں ہمراہ جائیں۔ اور شاہ ولایت پناہ کی رائے سے تجاوز نہ کریں۔ اور خود مسجد اتراب تک مشایعت فرمائی۔ اور شیر یزدان کی شان میں۔۔۔ بیعت

و دعا ہائے کہ برب نار سیدہ نویدنا شیخینا ہا شنیدہ

اس ستیاب الدعوات نے دعائیں کر کے وادی الرمل کی طرف رخصت فرمایا۔ امیر المؤمنینؓ رات کو چلتے تھے۔ اور دن کو رستے سے ایک طرف ہو کر آرام فرماتے تھے۔ جب مساکن مشرکین کے نزدیک پہنچے۔ تو آہستہ آہستہ اس راہ سے روانہ ہوئے۔ جو عم عادی پر منہتی ہوتی تھی۔ اور خود بنفس نفیس لشکر کے آگے آگے چلتے تھے۔ عمر و عاص نے شاہ عالی مقام کے حرکات و سکنات سے معلوم کر لیا۔ کہ وہ جناب فتح پائیں گے۔ اس لئے ارادہ کیا کہ اس مہم کو درہم برہم کر دے۔ اور شیخین سے کہا کہ اس رستے میں وحشی جانوروں اور بھیڑیوں کا بہت خطرہ ہے۔ مصلحت یہ ہے۔ کہ وادی کی جانب اعلیٰ سے شہنجان اسلام شیخون ماریں۔ شیخین رضی اللہ عنہما نے یہ بات امیر المؤمنینؓ

کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش کی۔ مگر منظور نہ ہوئی۔ صدیق اور فاروق نے امیر المؤمنین کی متابعت اختیار کی اور عمر و عاص کی بات نہ مانی۔ اُس نے مضطرب ہو کر اہل لشکر کو ڈرانا اور خوف دلانا شروع کیا۔ اور شاہ ولایت کی متابعت اور پیروی سے ہٹایا۔ لیکن کسی نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ کی۔ امیر المؤمنین اپنی رائے صواب نمائے کے موافق مسافت طے کرتے ہوئے علی الصباح یکا یک ان کے سر پر چاٹنے اور اس قوم پر انجام پر تیغ انتقام کھینچ کر حملہ آور ہوئے۔ وہ جماعت ذوالفقار کے انوار کی تاب نہ لاسکی۔ اور چمکا ڈر کر طرح آفتاب کی شعاعوں سے فرار اختیار کیا۔ اور ملک داد گرنے اس والی ملک ولایت کو فتح و ظفر عطا فرمائی۔ اور سورہ وَالْعَا دِیَاتِ اس باب میں نازل ہوا۔ اور حضرت رسالت مآب نے اصحاب کو فتح کی بشارت دی اور جب امیر المؤمنین حسب وخواہ اعدائے دین کی ہم سے فارغ ہو کر مظفر و منصور نواح مدینہ منورہ میں واپس آئے۔ تو سرورِ خیبر ال نے اپنے یاروں کو شاہ مردان کے استقبال پر مامور فرمایا۔ اور خود ان کے آگے آگے روانہ ہوئے۔ جب امیر المؤمنین نے جناب سید المرسلین کو دیکھا۔ گھوڑے سے پیادہ ہو گئے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اسے بھائی! سوار ہو جاؤ۔ کہ خدا و رسول تم سے راضی ہیں۔ امیر المؤمنین کثرت شادمانی و سرور کی وجہ سے رونے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لَوْلَا يَا آخِي أَتَفْقُ لِيَقُولَ فَيْدِكَ طَوَائِفٌ مِنْ أُمَّتِي مَا قَالَتِ النَّصَارَى فِي الْمَسِيحِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَقُلْتُ فَيْدِكَ أَلَيْسَ قَوْلًا لَوْ تَمَرُّ بِسَلَاءٍ إِلَّا أَخَذُوا وَالتَّرَابُ مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْكَ وَمِنْ فَضْلِ طَهُورِكَ يَسْتَفْشُونَ مِنْهُ الْحَدِيثُ

دلے بھائی! اگر مجھے یہ ڈرنہ ہوتا۔ کہ میری امت کے بعض گروہ تیرے باب میں وہ بات کہیں گے جو نصاریٰ نے مسیح عیسیٰ بن مریم کے باب میں کہی۔ تو میں بیشک آج کے دن ایک بات کہتا۔ کہ جس گروہ پر سے تیرا گزرتا وہ تیرے پاؤں تلے کی مٹی لیتے۔ اور تیری طہارت کی زیادتی کے سبب اس مٹی سے شفا طلب کرتے.... الخ

چنیں گفت آن روز خیر الانام
 وگر نہ حدیثے ز قدر علی
 کہ بہر کہ کرے زامت گذر
 نہاے بجائے قد مہاش سر
 ز خاک قد مہاش برداشتے
 ازاں آبرے دگر داشتے

منقبت^{۱۲}۔ مقصد اقصیٰ۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر اور معارج النبوة میں منقول ہے۔ کہ ہجرت کے دسویں سال میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ میں کو جاؤں۔ اور اپنے کلام ہدایت انجام کی مین و برکت اور حسام بہرام انتقام کی ضربت سے وہاں کے باشندوں کو باویہ ضلالت سے نکال کر شاہراہ اسلام پر لائیں سید المرسلین نے ایک علم تیار کر کے آنجناب کے

حوالے فرمایا۔ اور اپنے دست مبارک سے عمامہ پر نوران کے سر پر باندھا۔ اور لگے اور پیچھے کی طرف اس کے دوسرے چھوڑ دیئے۔ اور اس میدانِ دغا کے شیر بہادر کے کانوں کو نصاب کے جواہرات بے بہا سے گراںبار کر کے روانگی کی اجازت عطا فرمائی۔ امیر المؤمنین تین مسلمان ہمراہ لے کر اس ملک کو روانہ ہوئے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو مشرکوں کی ایک جماعت مقابلے سے پیش آئی۔ حضرت نے اول تو ان کو ملت بیفیکہ کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ اور فرمایا۔ تم اسلام اختیار کرو۔ جب اس جماعت نے حضرت کا ارشادِ رضا مندی سے نہ سنا۔ تو ناچار لڑائی پر مستعد ہوئے۔ دونوں طرف کے بہادروں نے خوب دادرما لگی دی۔ کفار کے بیس آدمی مارے گئے۔ اور باقی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ امام الاشجعین نے دوسری دفعہ ان کے آگے جا کر اسلام کی دعوت فرمائی۔ انہوں نے کلمہ توحید زبان پر جاری کیا۔ اور اپنے مالوں سے حقِ خدا جدا کیا۔

روضۃ الاحباب میں برابنِ غاذب سے اس طرح روایت ہے۔ کہ میں بھی اس مہم میں جناب امیر کے ہم رکاب تھا۔ جب یمن میں اعدائے دین نے امیر المؤمنین کے مقابل میں آکر میدان میں قدم رکھا۔ تو حضرت امیر نے سپاہ کو آراستہ فرمایا۔ اور میدانِ جنگ میں جا کر جناب رسالت پناہ کا خط ان کے سامنے پڑھا۔ اور ان کو ایمان کی طرف دعوت دی۔ قبیلہ ہمدان سب ایک بارگی مسلمان ہو گئے۔ شاہ مروان نے بذریعہ خط سارا حال جناب رسالت مآب کو لکھ بھیجا۔ آنحضرت خط کے مضمون سے خبر پا کر نہایت خوش ہوئے۔ اور سجدہ شکر بجالائے اور فرمایا۔ اَللّٰمُ عَلٰی اَلْهَمْدِ اَنْ۔ (ہمدان پر میرا سلام ہو) اور امیر المؤمنین ابھی یمن ہی میں تھے۔ کہ سید المرسلین نے حجۃ الوداع (حجِ آخری) کی نیت کر کے جناب امیر کو اطلاع بھیجی۔ اور وہ جناب سرور کائنات سے رستے ہی میں آکر ملحق ہو گئے۔

مشنوی

گم بہت در خدمتِ مصطفیٰ
 شد از سالکانِ طریقِ وفا
 بہ اوصافِ اشرفِ موصوفِ شد
 برد سر کو بین مکشوفِ شد
 در اسلام کارش بجائے رسید
 کہ چشمِ فلک مثل اُوکس نہ دید

اور تمام مواقع اور محارک میں حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں شجاعت و ہدایت کے لوازمات بجالائے۔ اور خدا کے الطاف و اعطاف سے مفتخر و ممتاز ہو کر تمام امصار و اقطار میں علم و ولایت و کرامت بلند کیا۔

شنوی
 زرائش اساس شریعت متین
 دلش مہبط نور علم الیقین
 ضمیرش منور با نورِ وحی!
 کلامش مفسر بہ انوارِ وحی

اور اسی سال میں موضع غدیر خم میں آنحضرت نے جناب امیر کو حکم الہی اپنا خلیفہ اور نائب مناب بنایا۔ اور اس کے چوراسی روز بعد اس وارِ فنا سے دارِ بقا کو رحلت فرمائی چنانچہ اس کا محل بیان باب آیات و احادیث

میں مذکور ہوا۔ لیکن بابِ خلافت میں مفصل ذکر کیا جائے گا۔

اب ہم ان غزوات کا ذکر کرتے ہیں۔ جو امیر المومنین کو سرور کائنات صلعم کے بعد پیش آئے حبیب السیر اور کجبر المناقب میں لکھا ہے کہ شاہِ دلائت کو ایامِ خلافت میں تین گروہ یعنی ناکشین۔ قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنے کا اتفاق ہوا۔ ناکشین سے طلحہ وزیر اور وہ جماعت مراد ہے جنہوں نے حضرت امیر کی بیعت توڑنے کی جرأت کی۔ اور اس جنگ کو مورخین جنگِ جمل کہتے ہیں۔ کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مخالفت میں طلحہ وزیر سے موافقت کی تھی۔ اور لڑائی کے دن جمل (اونٹ) پر وار تھی۔ اس روز جناب امیر المومنین حیدرکار کو فتحِ عظیم حاصل ہوئی۔ اور مخالفوں کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور قاسطین سے معاویہ اور وہ جماعت مراد ہے۔ جنہوں نے امیر المومنین کے ساتھ جنگ کرنے میں اس کی مدد کی۔ اور یہ جنگ صحرائے صغین میں واقع ہوئی۔ اور بہت سی خونریزی اور سخت سہی و کوشش کے بعد آخر کار مصالحت پر اس کا انجام ہوا۔ اور حکیم کا قنقیہ شیعہ وقوع میں آیا۔ اور مارقین خوارن نہروان کو کہتے ہیں۔ جن کا سردار عبداللہ بن وہب الراسی تھا۔ اور اس جنگ میں بھی امیر المومنین علی کو فتح ہوئی۔ اور ذوی الشہداء اکثر ملا عین کے ساتھ روہ نہروان کے کنارے پر دوزخ کو روانہ ہوا۔

تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگِ جمل کے موقع پر جب کوذی فوج شاہِ ولایت کے زیرِ علم جمع ہوئی اور آپ نے بصرے کی طرف کوچ فرمایا۔ وہاں پہنچ کر قنقاع بن عمرو کو پیغام دینے کے لئے عائشہ اور طلحہ وزیر کے پاس بھیجا۔ اور ان کو مخالفت کی بد انجامی سے ڈرایا۔ اور مصالحت اور موافقت کی طرف رہبری فرمائی قنقاع نے ان کی مجلس میں پہنچ کر ان کو معقول باتیں سنائیں۔ اور صلح و صفائی کی طرف رغبت دلائی۔ ادھر سے بھی عاصم بن کلب سواد میوں کے ہمراہ رسالت کے طور پر جناب شاہِ ولایت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ہدایت آمیز کلمات سے ان کے کانوں کو گراں بار فرمایا۔ ان سواد میوں نے ہدایت اختیار کر کے امیر المومنین سے بیعت کی اور دعا دیتے اور مدح و ثنا کرتے بصرے کو واپس چلے گئے۔ اور آنحضرت جب منزل لیس طے کر کے نواحِ بصرہ میں پہنچے تو مقام زاویہ کو لشکر گاہ بنایا۔ اور آپ کا لشکر بقول صاحبِ الفہم میں ہزار آدمی تھے اور عائشہ اور طلحہ وزیر بھی باہر آئے۔ اور تیس ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ موضع خزیمہ میں مقام کیا۔ اور دوسری دفعہ پھر دوزخوں طرف سے امر مصالحت کی تحریک ہوئی۔ آخر یہ قرار پایا۔ کہ عثمان کے قاتل حضرت امیر کے لشکر گاہ سے باہر چلے جائیں۔ تاکہ ہم فیصل ہو جائے۔ اور اس جماعت میں یانسو سے زیادہ آدمی تھے۔ اور اکثر قبائل عرب کے سرور و سناوید تھے۔ مثلاً مالک اشتر۔ عبد بن القرم۔ عدی بن حاتم۔ خزیمہ بن اوفیہ۔ خالد بن ولید وغیرہ۔ اور جب یہ لوگ شاہِ ولایت پناہ کے لشکر سے جدا ہو کر ایک گوشہ میں چلے گئے۔ تو باہم یہ تذکرہ کیا۔ کہ علی اور طلحہ وزیر کا باہمی مصالحہ

ہمارے قتل پر مبنی ہے۔ اب ہم کو کوئی تدبیر ایسی سوچینی چاہیے جس سے ہم اس ہلاکت سے نجات پائیں بہت سی قیل وقال اور بحث مباحثے کے بعد یہ بات قرار پائی کہ کوئی تجویز نکالیں کہ مصالحت لڑائی سے تبدیل ہو جائے صبح کو جب آفتاب نے اپنا علم زرین بلند کیا۔ تو اس تمام جماعت نے گھوڑوں پر سوار ہو کر عائشہ کے لشکر گاہ پر حملہ کیا۔ اور تیر چلانے شروع کئے۔ اور اس وجہ سے اس لشکر میں ایک شورش عظیم برپا ہو گئی۔ سب نے یہ خیال کیا۔ کہ امیر المؤمنین شیخون کے ارادے سے اُن پر چڑھ آئے۔ ناچار طلحہ اور زبیر نے لشکر کو متب کر کے میدان جنگ میں قدم رکھا۔ اور عثمان کے قاتلوں نے جب دیکھا کہ ان کی تدبیر مقصود کے موافق پڑی۔ تو واپس ہو کر لشکر مبارک میں آئے جب لشکر عائشہ کے ایک دستہ نے اُن کا تعاقب کیا۔ تو مشہور کر دیا۔ کہ یہ طلحہ و زبیر نے چھاپہ مارا۔ ناچار امیر المؤمنین بھی صف آرائی میں مشغول ہوئے۔ صبح کو جب کارگزاران قضا و قدر نے آفتاب کے ہر وجہ زرین کو آسمان کے اونٹ پر دیکھا۔ اور آسمان کے تماشا ثانی نیلا پردہ تان کر نظارے میں مضمون ہوئے۔ تو طلحہ و زبیر نے عائشہ کے ہر وجہ کو زور میں لپیٹ کر اونٹ پر رکھ صف لشکر کے آگے لاکھڑا کیا۔ اور میمنہ اور میسرہ متب کر کے لڑائی شروع کر دی۔ اور امیر المؤمنین نے بھی نہایت شائستگی کے ساتھ صفوں لشکر کو راستہ کیا۔ اور سردار نبیہا کے سفید بچے پر سوار ہو کر فرمایا۔ کوئی شخص لڑائی کرنے میں تعجیل کرے۔ اس وقت دونوں صفوں کے درمیان قیام فرما کر نصیحت کرنی شروع کی۔ اور عائشہ کو حرم رسولؐ سے باہر نکلنے اور اس کے رفیقوں کو بیعت شکنی پر ملامت فرمائی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ زبیر و طلحہ کو پاس بلایا۔ اور یہ دونوں بزرگ اپنے مقام سے حرکت کر کے جناب امیرؓ کے اس قدر نزدیک آ گئے۔ کہ ان کے گھوڑوں کی گرونیں ایک دوسرے سے گزر گئیں۔ اور امام المسلمین نے مقدمات ہدایت آئین ادا کر کے ان سے دریا فت کیا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ تم نے مجھ سے جنگ کرنے کی تیاری کی ہے۔ اور میرا خون حلال جانتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ چونکہ آپ نے مفسدوں اور فتنہ انگیزوں کو اطراف و جوانب سے طلب کر کے ان کو خلیفہ مظلوم کے قتل کرنے پر ترغیب دی۔ اس لئے مسلمانوں پر واجب ہے کہ تم کو خلافت سے علیحدہ کرنے میں بوری پوری کوشش کریں۔ فرمایا۔ تم عثمان کا قصاص مجھ سے طلب کرتے ہو۔ حالانکہ ابھی تک اس کا خون تمہاری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔ آؤ مباہلہ کریں۔ تاکہ جو کوئی عثمان کے قتل پر رضامند ہو۔ عذاب میں گرفتار ہو جائے۔ جب انہوں نے مباہلہ کرنے سے پہلو تہی کی۔ امیر المؤمنین نے زبیر سے فرمایا۔ تمہیں یاد ہو گا کہ ایک روز میں اور تم سرور عالم کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ اور میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لے زبیر! تو میرے بھائی کو دوست رکھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ یا رسول اللہؐ بے شک۔ فرمایا۔ غمغیب تو اس سے جنگ و بدل سے پیش آئے گا۔ اور اس وقت تو ظالم ہو گا۔ مورخوں نے اس واقعہ کو مختلف طریق سے

روایت کیا ہے۔ چونکہ سب روایات کا خلاصہ مضمون زیر کی بناوت سرکشی ہے۔ اس لئے ان کی تکرار کو غیر مفید سمجھ کر ترک کیا گیا۔

القصۃ۔ زیر نے امیر المومنین کی بات سن کر عرض کی۔ کہ یا ابا الحسن! آپ نے ایسی حکایت مجھے یاد دلائی۔ اگر اس سے پہلے یاد ہوتی۔ تو ہرگز آپ کے مخالف نہ ہوتا۔ اب بھی خدا کی قسم آپ سے لڑائی نہ کروں گا۔ پھر عائشہؓ کے پاس جا کر حدیث مذکور بیان کی۔ اور اس معرکے سے نکل جانے کا قصد کیا لیکن اس کے بیٹے عبداللہ نے ملامت کر کے کہا۔ تو علیؓ کی تلواریں سے ڈر گیا۔ اس لئے بھاگتا ہے۔ زیر نے غصے میں آ کر امیر المومنین کے لشکر پر تین دفعہ حملے کئے۔ مگر کسی کو زخمی نہیں کیا۔ بعد ازاں واپس جا کر بیٹے سے کہا۔ اے فرزند! جس شخص پر بزدلی غالب ہو۔ وہ کیوں کر ایسی دلیری کر سکتا ہے۔ اس کے بیٹے نے چونکہ پھر بھی لڑائی کرنے پر زور دیا۔ تو اس کے جواب میں کہا میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ میں ہرگز اس جناب سے لڑائی نہ کروں گا۔ بیٹے نے کہا۔ قسم کے کفار سے میں ایک غلام آزاد کر دے زیر نے اس بات کو قبول کر کے محمود نام غلام کو آزاد کر دیا۔ اور بدستور سابق اپنی صف میں جنگ کرنے کے لئے جا کھڑا ہوا۔ امیر المومنین نے جب دیکھا کہ صلح کی صورت نہیں بن سکتی۔ مسلم نام ایک جوان کے ہاتھ قرآن مجید ان کے پاس بھیجا۔ مسلم نے جا کر کہا۔ اے اہل یعنی! امیر المومنین نے تم کو قرآن مجید کی طرف دعوت دی ہے۔ ایک شخص نے اس کا دایاں ہاتھ تلوار سے جدا کر دیا۔ اس نے قرآن شریف کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ دوسرے شخص نے اس کو بھی کاٹ ڈالا۔ اس مسلمان جاننا بڑے مصحف کو ڈنڈے کٹے ہوئے بازووں میں تنگام لیا۔ آخر ایک اور ضرب سے اس کا کام تمام کر ڈالا۔ چنانچہ باب علم میں یہ واقعہ مفصل طور پر مذکور ہوا۔ الغرض اس وقت لڑائی شروع ہو گئی۔ دونوں طرف کے بہادر میدان میں آ کر داد و شجاعت دینے لگے۔ اور تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے بیابان کی خاک کو کلرنگ کر دیا۔ اور ہر طرف خون کے دریا بہا دیئے۔

شعری

نمود آغاز شمشیر بیانی ز درست پہلوانان سر نشانی
سناں چوں شعلہ آتش برفروخت بہ چشم پر دلاں افتاد و جان سخت
کمان و تیر چوں بیوت باہم جدا شد جسم و جان از ہم بیک دم

اور اس خوفناک دن میں ابتداءً صبح سے شام تک لڑائی کی آگ مشتعل رہی۔ آخر کار جناب حیدر صفر کی فتح ہوئی۔ اور اکثر مخالف میدان جنگ سے فرار کر گئے۔ لیکن جہلائے بصرہ کی ایک جماعت عائشہ کے اونٹ کو احاطہ کر کے لڑائی میں مشغول رہی۔ اس لئے شاہ مردان نے محمد بن ابی بکر مالک اشتر

اور چند بہادروں کو حکم دیا۔ کہ اس اونٹ کو پے کر دو۔ اور ان دلاوروں نے متواتر حملے کر کے اونٹ تک رسائی کی۔ اور مالک اشتر نے پے در پے دوضربوں سے اونٹ کے دو پاؤں کاٹ ڈالے۔ تاہم وہ اونٹ زمین پر نہ گرا۔ مالک اشتر سخت متحیر ہوئے۔ اسی اثنا میں امیر المؤمنینؑ وہاں پہنچے۔ اور فرمایا۔ اے مالک! اونٹ کا ایک اور پاؤں قلم کر دو۔ کہ اس کو شیطان نے تمام رکھا ہے۔ جب مالک اشتر نے آپ کے حسب ارشاد تیسرا پاؤں بھی کاٹ دیا۔ تو وہ اونٹ گر پڑا۔ اور بہ روایت ابو حنیفہ دینوری اس اونٹ کو عین بن ضیعہ کو فی نے پے کیا۔ بہر تقدیر جب ہوج زمین پر آ پڑا۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فریاد بلند کی۔ آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابی بکر سے فرمایا۔ اپنی بہن کی خبر لو۔ محمد نے نزدیک جا کر ہوج کے اندر ہاتھ ڈالا۔ تاکہ معلوم کرے۔ کہ کہیں تیر کا زخم تو نہیں لگا۔ جب محمد کا ہاتھ عائشہ کے ہاتھ سے لگا۔ تو اس نے شور مچایا۔ اور نفرین کرنی شروع کی۔ اور کہا تو کون؟ کہ تیرا ہاتھ اس ہاتھ سے لگا جس سے رسول صلعم کے ہاتھ کے سوا اور کسی کا ہاتھ نہیں لگا۔ محمد بن ابی بکر نے کہا میں تیرا سب سے زیادہ قریبی اور سب سے بڑا دشمن ہوں جب اس نے اپنے بھائی کو شناخت کر لیا۔ تو اس کا دل مطمئن ہو گیا۔ اور امیر المؤمنینؑ نے حکم دیا۔ کہ کوئی شخص بھاگے ہوؤں کا پیچھا نہ کرے۔ اور زخمی کو قتل نہ کرے اور عائشہؓ کو عبداللہ بن خلف کے گھر میں بھیج دیا۔ جو بصرے کا ایک بڑا رئیس تھا۔ اور اس جنگ میں ذوالفقار کا زخم کھا کر دارالبوار کو سدہا راستھا۔

اور کشف الغمہ میں مرقوم ہے۔ کہ جنگِ جمل میں عائشہؓ کے لشکر سے سولہ ہزار سات سو نوے آدمی قتل ہوئے۔ اور شاہِ ولایت پناہ کی سپاہ سے ایک ہزار ستر آدمی شہید ہوئے۔ اور تاریخ گزیدہ میں مرقوم ہے کہ اس معرکہ میں کل آٹھ ہزار آدمی مارے گئے۔ اور ان میں سے ایک ہزار آدمی امیر المؤمنینؑ کے لشکر سے تھے اور باقی عائشہؓ کے لشکر کے آدمی تھے۔ اور روضۃ الصفا میں مذکور ہے۔ کہ اس معرکہ میں قریباً سترہ ہزار آدمی عائشہؓ کے لشکر سے قتل ہوئے۔ اور قریباً تین ہزار پیروان امیر المؤمنینؑ سے شہید ہوئے اور صاحبِ مستقی کے عقیدے میں آنحضرت کے لشکر کے شہداء نو سو سے زیادہ تھے۔ اور بعض مؤرخ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس معرکہ میں دو سو ستر آدمی قبیلہ بنی ضبہ کے تھے۔ جو عائشہؓ کے اونٹ کی مہارت نوبت بنوبت پکڑتے تھے اور ان کے ہاتھ کاٹے گئے۔ اور لشکر عائشہؓ کے مقتولوں میں سے ایک زبیر ہے۔

روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں منقول ہے۔ کہ جب زبیر نے جنگِ جمل میں عمار یاہر کو جہد کرار کے انصار میں دیکھا۔ اور وہ جانتا تھا۔ کہ رسول نے فرمایا ہے۔ اَلْحَقُّ مَعَ عَمَّارٍ یعنی حق عمار کے ساتھ ہے۔ اور اس بنا پر اس کو اپنے باطل پر ہونے کا یقین تھا۔ لہذا فی ختم ہونے کے بعد کعبہ کو روانہ ہوا۔ اتفاقاً وادی السباع میں اس کا گذر ہوا۔ احنف بن قیس چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ جو اس کی قوم

اور قبیلے کے تھے۔ وہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اور اس کا ارادہ یہ تھا۔ کہ فریقین میں سے جو غالب ہوگا۔ اس سے جا ملوں گا۔ احنف نے دور سے زبیر کو آتا دیکھ کر پہچان لیا۔ اور فریقوں سے کہا۔ کون ایسا ہے جو زبیر سے خیر معلوم کر کے مجھے بتائے۔ حاضرین میں سے ایک شخص عمرو بن جرموز نام نے اس خدمت کو قبول کیا۔ اور زبیر کے پاس جا کر دونوں لشکروں کا حال پوچھا۔ زبیر نے جواب دیا۔ کہ فریقین ابھی جنگ میں مشغول تھے۔ کہ میں ادھر کو چلا آیا۔ عمرو نے کہا۔ تو نے کس لئے تخلف اور روگردانی کی۔ زبیر نے کچھ عذر بیان کیا۔ اور اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ ایک لمحہ کے بعد عمرو سے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ ظہر کی نماز پڑھ لوں۔ آیا مجھ کو تیری طرف سے امن ہے یا نہیں؟ عمرو نے کہا۔ امن حاصل ہے۔ پس زبیر نماز میں مشغول ہوا۔ عمرو نے ایک تلوار مار کر اس کا کام تمام کر ڈالا۔

اور تاریخ اعمش کوئی اور کشف الغم سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب زبیر معو کے سے نکل کر قوم بنی تمیم میں فروکش ہوا۔ تو عمرو بن جرموز نے اس کی ضیافت کی۔ جب زبیر سو گیا۔ تو اس کو قتل کر ڈالا۔ اور اکثر محدثین نے روایت کی ہے کہ عمرو اس جرات کا مرتکب ہونے کے بعد زبیر کے گھوڑے پر سوار ہو کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام حال بیان کیا۔ آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اے زبیر کے قتل کرنے والے تجھ کو آتش دوزخ کی بشارت ہو۔ عمرو یہ مُردہ سن کر شتم ناک ہوا۔ اور بولا۔ اگر تیرے لئے قتل کریں۔ تو دوزخ کی بشارت سنیں۔ اور اگر تیرے طرف دار کو قتل کریں۔ تو کافر ہوں۔ اور نہایت غضب میں تلوار کا سر اپنے پیٹ پر رکھ کر اتنا زور لگایا۔ کہ وہ پیٹھ کی طرف سے نکل گیا۔

اور منجد کشتگان جل ایک طلحہ ہے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ جب زبیر معرکہ جنگ سے نکل گیا۔ تو طلحہ نے بھی بھاگنے کا قصد کیا۔ اور مروان بن حکم جو عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں طلحہ کے کوشش کرنے کی وجہ سے کینہ اپنے دل میں رکھتا تھا۔ جب اس کے اس قصد سے واقف ہوا تو ایک زہر آلود تیر کمان میں جوڑ کر لایا مارا کہ طلحہ کا پاؤں رکاب ہی میں جوڑ دیا۔ جب خون جاری ہوا تو اپنے غلام سے کہا۔ مجھے بھرے لے چل۔ غلام اپنے آٹا کے پیچھے بیٹھ کر میدان جنگ سے نکال لایا اور باہر آ کر ایک خرابہ میں گھوڑے سے اُترا اور اسی دیران مکان میں دنیا سے رخصت ہوا۔

اور بعض کتب تاریخ میں منقول ہے۔ کہ جان نکلنے سے پہلے ایک سوار وہاں سے گزرا۔ طلحہ نے پوچھا تو کون سے لشکر سے ہے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ امیر المؤمنین علیؑ کے لشکر سے۔ طلحہ نے کہا۔ ہاتھ آگے لا۔ تاکہ میں تیرے ہاتھ پر امیر المؤمنین کی بیعت کو تازہ کروں۔ اور اپنے آپ کو خدا کی رحمت بے حد کے قابل بناؤں۔ سوار نے ان ابیات کا مضمون اپنی زبان پر جاری کیا۔

نظم
 اے سرموئے دولت سفید نشد بیچ مورتنت سیاہ نماند
 اے حسنِ توبہ آنزماں کردی کہ ترا قوت گناہ نماند

یعنی بڑھاپا آگیا۔ اور دل صاف نہ ہوا۔ توبہ اس وقت کی۔ جب کہ گناہ کی قوت نہ رہی،

اور طلحہ کی درخواست کو قبول کیا۔ اس کے بعد طلحہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو راہی ہوا۔ اس سوار نے حاضر خدمت ہو کر سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ نے نہ چاہا۔ کہ طلحہ کو میری بیعت شکنی پر مصر ہونے کی حالت میں بہشت میں فائز کرے۔ وَاللّٰهُ وَرِیُّ التَّوْفِیْقِ وَمُقَلَّبِ الْقُلُوْبِ وَبِیْدِہِ اَزْمَةُ النَّحْیْقِ وَهُوَ کَاثِفُ الْکُرُوْبِ۔

افد روضۃ الصفا میں شبلی سے مروی ہے۔ کہ جب روزِ جمل مروان بن حکم۔ عمر بن عثمان بن عفان اور اس کے بھائی سعید۔ اور عمر بن عاص وغیرہ کو وصیِ نیر البشر کے حضور میں پیش کیا۔ تو عمار یا سمر نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین! اس منافق جماعت کو مار ڈالنا چاہیے۔ فرمایا۔ میں امیر ان قبلہ کو توبہ کر لینے کے بعد قتل نہیں کرتا۔ بیعت۔

آہنا کہ بجانِ من ید یہا کردند گروست دہد بجز نکوئی نکسم
 کہتے ہیں۔ کہ جب امیر المؤمنین کی نظر مروان طرید رسول پر پڑی۔ تو فرمایا۔ اگر ریح مسکون (دنیا) کی خلقت باہم متفق ہو جائیں۔ تو بھی مروان کے ناخن نہیں لے سکتے۔ اور فرمایا۔ اے مروان اتیری اولاد سے امت کو بہت سی آفتیں پہنچیں گی۔ اور حضرت کا یہ فرمانا۔ اس سرگروہ اہل عناد کی اولاد کی حکومت پر دلالت کرتا تھا۔

اور صحیح روایت میں وارد ہوا ہے کہ جنگِ جمل جمادی الاخرہ ۳۲ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور امیر المؤمنین نے فسخِ پانے کے بعد فرمایا۔ کہ اہل لشکر مالِ غنیمت میں سے ہتھیاروں اور چار پاؤں پر قابض ہو جائیں یا اور مقتولوں کی متاع و جنس کو ان کے وارثوں کو پہنچادیں۔ بعد ازاں بصرہ میں تشریف لائے اور وہاں کے باشندوں پر نظر لطف و کرم فرمائی اور ابن عباس اور مالک اشتر کی معرفت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ مدینہ طیبہ کو واپس چلی جائے۔ ام المؤمنین نے انکار کر دیا۔ پھر آپ جا کر نصیبیں فرمائیں مگر رضامند نہ ہوئی۔ آخر کار امام حسن کے ہاتھ اس مضمون کا پیغام بھیجا کہ اگر تم مدینہ نہ جاؤ گی۔ تو تم کو ازواجِ بیغیرہ سے خارج کر دوں گا۔ اور اس واقعہ کی حقیقت تجھے خوب معلوم ہے۔ یہ سن کر ام المؤمنین جھٹ پٹ مدینہ کو روانہ ہوئیں اور جب تک زندہ رہیں۔ استغفار کرتی رہیں۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ ام المؤمنین کے پاس امیر المؤمنین کے تشریف لانے اور امام حسن کو بھیجنے کا حال باب

فضائل میں مفصل طور پر مذکور ہو چکا ہے۔ جو صاحب پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیں۔ وہ باب مذکور میں ملاحظہ فرمائیں۔

منقبت ۱۱۱۔ حبیب السیر میں منقول ہے۔ کہ محمد ثنیں و موثر بن معاویہ بن ابی سفیان کی طغیان و سرکشی کا حال اس طرح پر تحریر و تقریر فرمایا ہے۔ کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے مخالفوں کو دور کرنے کے لئے اپنے عاملوں کو طلب کیا تھا۔ تو ایک روز مدینہ کے کسی کوچہ میں معاویہ کی کعب احبار سے ملاقات ہوئی۔ اور اس سے کہا مجھے ڈر ہے کہ اہل خلاف ہجوم کر کے عثمان کو قتل نہ کر دیں کعب نے جواب دیا۔ کہ اس حادثہ کا وقوع حسب تقدیر ایزدی ایک ناگزیر امر ہے۔ معاویہ نے کہا۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ اس کے بعد خلافت کس کو ملے گی۔ تو میں اس شخص کی اخلاص و محبت کے شرائط و لوازم عمل میں لاؤں۔ کعب نے جواب دیا۔ کہ عثمان کے بعد یہ منصب تجھ پر قرار پائے گا۔ لیکن سخت خونریزی کے بعد کعب سے یہ بات سن کر اس کو امارت کا سخت لالچ پیدا ہو گیا۔ جب عثمان مارا گیا۔ تو روسائے بنی امیہ کی ایک جماعت جو ابن عم خیر البشر کی قدیمی دشمن تھی۔ اس سے جا ملی۔ اور اس کو شاہ ولایت کی مخالفت پر ترغیب و تحریص دلاتے رہے۔ چونکہ وہ خود بھی ریاست کا طالب تھا۔ اس لئے اس منشاء کو پورا کرنے کی غرض سے ارادہ کیا۔ کہ شامیوں کے عقائد امیر المومنین کی نسبت فاسد کر دے۔ اس واسطے اس کے حکم سے ہر جمعہ کے روز عثمان کے خون آلود پیراہن کو دمشق کی جامع مسجد میں لے جاتے تھے۔ اور لوگوں پر ایسا ظاہر کرتے تھے کہ عثمان کا قتل علی بن ابی طالب کے کہنے سے واقع ہوا ہے۔ اور اس باب میں اس قدر مبالغہ کیا کہ شام کے جنگ جو بہادروں نے قسم کھائی۔ کہ جب تک انتقام نہ لیں گے۔ نہ تو ٹھنڈا پانی پیئیں گے۔ اور نہ نرم بچھونے پر آرام کریں گے۔ اسی اثنا میں عمرو بن العاص جو فن تزویر و مکاری میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ فلسطین سے دمشق میں آ پہنچا۔ اور اہل فتنہ و فساد کا معین و مددگار بنا۔ اور حکومت بصرہ کے لالچ سے معاویہ سے بیعت کی۔ اور باہم دوستی اور اتحاد کے واسطہ و قواعد کو مضبوط کیا۔ اسی حال میں عبداللہ بن عمر الخطاب جو قتل کی وجہ سے امیر المومنین سے ڈرتا تھا۔ معاویہ کے پاس چلا گیا۔ اور ان دو شخصوں کی بیعت اور متابعت کرنے کے سبب سے معاویہ کا کام کمال رونق پکڑ گیا۔ اور تمام شامیوں نے اس کی خدمت میں کمر بستہ ہو کر وصی رسول سے جنگ کرنے کے باب میں اتفاق کیا۔ اور معاویہ نے اسباب جنگ کے فراہم کرنے میں پوری پوری کوشش کر کے تھوڑے ہی دنوں میں ایک لشکر جہاز تیار کیا۔ جب امیر المومنین کو معلوم ہوا کہ چرب زبان فصیح اللسان قاصد دمشق میں بھیجے۔ اور مواظظ دل پسند اور نصائح سو مند بذریعہ خطوط لکھ کر ارسال فرمائے۔ لیکن اس جاہ و مال کے طالب پر ان تحریرات و پیغامات ہدایت آیات کا کچھ بھی اثر

نہ ہوا۔ اور بہکتور بنگاوت و عناد پر تیار رہا۔ اور اطاعت و فرمانبرداری کی طرف ذرا بھی مائل نہ ہوا۔ اور ہر دفعہ یعسوب المسلمین کے خط کے جواب میں کمال بیجیائی سے سخت اور درشت کلمات لکھتا۔ اور قتل عثمانؓ کو آنجناب سے منسوب کرتا تھا۔ اور امیر المومنینؑ کے قاصدوں اور پیغامبروں کو نہایت آرزوہ خاطر کر کے رخصت کرتا تھا۔ جب سلطان الاولیاء کرم اللہ وجہہ پر بخوبی واضح ہو گیا۔ کہ معاویہ کا نزاع تلوار کے سوار فرج نہیں ہو سکتا اور ظالمان شام کی عداوت سیف و سنان سے کام لئے بغیر دور نہ ہوگی۔ تو ناچار سلطنت کے اطراف و جوانب میں فرمان جاری کئے۔ کہ دلاوران گرامی اور شجاعان نامی دارالسلطنت میں جمع ہوں۔ تھوڑی ہی مدت میں شہر کوفہ میں ایک لشکر جمع ہو گیا۔ ایک روز جبکہ قائل کے رؤساء مسجد کوفہ میں جمع تھے۔ جناب شاہ ولایت منبر پر تشریف لے گئے۔ اور حمد و نعت کے بعد ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! تم اپنی ہمت ہائے عالیہ کو اشرار شام اور اصحاب ظلام کے رفع اور ان کے قلع قمع کرنے میں صرف کر دو۔ اور باغیوں سے جنگ کرنے میں پوری پوری کوشش کرو۔ کیونکہ وہ دین کے دشمن اور مسلمانوں کے قاتل ہیں۔ اس وقت مالک اشتر نے کھڑے ہو کر عرض کی یا امیر المومنین! جب تک جان ہمارے بدنوں میں ہے۔ ہم آپ کی متابعت اور معاونت سے دست بردار نہ ہوں گے۔ اور دشمنوں کے ساتھ مقابلہ اور مقابلہ کرنے میں کسی قسم کی تقصیر اور کوتاہی نہ کریں گے۔ آپ نہایت دلجمعی اور تسلی سے لڑائی کی طرف متوجہ ہوں اور اہل شام کے ساتھ جنگ کرنے میں کسی قسم کا تساہل نہ فرمائیں۔ بعد ازاں دیگر اعیان و اشراف مثل عمار یاسر۔ سہل بن حنیف۔ قیس بن سعد بن عبادہ۔ اور عدی بن حاتم طائی وغیرہ نے مالک اشتر کی تائید و تقویت میں کلمات پسندیدہ زبان پر جاری کر کے اہل ضلالت و بنگاوت سے جنگ کرنے پر تھریں و ترغیب کا اظہار کیا۔ جب سب خود و کلاں نے اس باب میں مصمم ارادہ کر لیا۔ تو امیر المومنینؑ ابو مسعود انصاری کو اپنا نائب مقرر کر کے آخر شوال ۳۵ھ کو کوفہ سے روانہ ہوئے۔ چند روز تھک کر کوٹل گاہ مقرر کیا۔ اور اس مقام میں نوے ہزار آدمی شاہ ولایت کے زیر حمایت جمع ہو گئے۔ جن میں ساتھ اہل بداد اور چھ سو اصحاب بیعت الرضوان سے تھے۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے شام کی طرف روانہ ہوئے۔

تاریخ اعثم کوفی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ مردان راہ شام کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ تو دوسری بار آنحضرتؐ اور معاویہ میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور جب امیر المومنینؑ کا لشکر نواح رقفہ میں تھا۔ تو معاویہ کی طرف سے ایک خط وصول ہوا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

اما بعد۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے محمدؐ مستطیع کو برگزیدہ کر کے اس پر اپنی وحی نازل فرمائی۔ اور اس جناب نے امور رسالت کو انجام دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بزرگوار کو مہاجر و انصار میں سے لائق لائق وزیر اور معین و مددگار عطا فرمائے۔ جنہوں نے اخلاص و خدمت گزار کی کا حق ادا کیا۔ اور شریعت کے

قائم کرنے میں سعی جمیل عمل میں لائے اور سب اصحاب و اصحاب سے فاضل و کامل ابو بکر صدیق تھا جس نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مہاتِ خلافت کو انجام دیا۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب بعد ازاں عثمان بن عفان۔ اور تو ہمیشہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کا مخالف رہا۔ اور ان سے عداوت کرتا رہا۔ اور جب وہ دونوں بزرگوار دارالقرار کی طرف روانہ ہوئے۔ تب تو نے عثمانؓ سے جو تیرا قریبی رشتہ دار تھا۔ سخت عداوت اور مخالفت سے کام لیا۔ اور قطع رحم کو جائز رکھ کر اس کے نیک افعال کو لوگوں کی نظر میں بد اعمالیوں کا لباس پہنایا۔ اور مختلف ملکوں سے بہت سے سوار اور پیادے ستیدا برار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم میں طلب کئے یہاں تک کہ انہوں نے اس کے قتل کا قصد کیا۔ اور خود گھر میں بیٹھ رہا۔ اور اس مظلوم خلیفہ کو کسی قسم کی امداد نہ دی۔ یہاں تک کہ وہ مارا گیا۔ اور میں کیم لایزال کی عظمت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اگر تو عثمانؓ کی امداد کو تیار ہوتا۔ اور اہل فساد کو دھمکانا اور نصیحت کرتا۔ تو وہ کبھی تیرے کہنے کو نہ مانتے۔ اور اپنی بیہودہ حرکت کو چھوڑ کر آنجناب کو قتل نہ کرتے۔ اور اس بات کی کہ تو اس خلیفہ مرحوم کے قتل پر راضی تھا۔ دلیل یہ ہے۔ کہ آج اس کے تمام قاتلوں کی نہایت عزت اور اکرام کر رہا ہے۔ اور ان کو طرح طرح کے انعام و احسان سے مالا مال کرتا ہے۔ اگر تو عثمانؓ کے قتل پر رضامند نہ تھا۔ تو لازم ہے۔ کہ اُس کے قاتلوں کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دے۔ تاکہ میں ان سے قصاص لوں۔ بعد ازاں میں حاضر خدمت ہو کر موافقت کا طریق اختیار کروں۔ ورنہ بصورت دیگر میرے پاس تیرے اور تیرے یاہوں کے لئے تلوار کے سوا اور کچھ نہیں۔ والسلام۔

جب ریختِ وحی خیر البشر کی نظر انور سے گزرا۔ تو اس کا جواب اس طرح پر تحریر فرمایا۔

اما بعد تیرا خط وصول ہوا۔ تو نے جو کچھ تبلیغ رسالت اور ہدایت ارباب ضلالت کے واسطے محمد مصطفیٰؐ کے برگزیدہ کرنے کے باب میں لکھا تھا۔ واضح ہوا۔ خدا کا شکر و احسان ہے۔ کہ حضرت عزت نے اس سید ستودہ کو مزید لطف و احسان کے ساتھ تمام پیغمبروں سے ممتاز اور مستثنیٰ فرمایا۔ متواتر خصوصیات سے آپ کے ساتھ جو وعدے فرمائے تھے۔ انہیں پورا کیا۔ اور دشمنانِ دین پر نفع و نصرت عطا فرمائی۔ اور ان کے ذکر جمیل کو عالم کے شرق و غرب میں شہرت دی۔ اور ان کے تابعین کو روز افزوں ترقی عنایت فرمائی۔ اور مجھ کو تیری طرف سے تعجب آ رہا ہے۔ کہ تو اس بات کو لکھتا ہے۔ اور جس نعمت سے خدا تعالیٰ نے ہم کو مخصوص کیا ہے۔ اس کو ہم پر شمار کرتا ہے۔ تیری مثال اس صورت میں اس شخص کی سی ہے۔ جو خرم ہجر کو اور زریہ کرمان کو بھیجے۔ تو یہ بات کس مصلحت سے کہتا ہے اور اس تکرار اور ذکر سے تجھے کیا حاصل ہے؟ شاید تیرا گمان یہ ہے۔ کہ حالات مجھ کو فراموش ہو گئے

ہیں۔ یا یہ کہ میں آنحضرت کے علوشان اور بلند ہی مکان کی معرفت نہیں رکھتا۔ سبحان اللہ! علی بن ابی طالب سے کیوں کہ کہا جاسکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم الشان پیغمبر تھے۔ اور یہ جو تو نے لکھا ہے۔ کہ سب صحابہ میں افضل و اعلیٰ ابو بکرؓ تھا۔ اس کے بعد عمرؓ اور عثمانؓ ان کا تیسرا تھا۔ تجھ کو اس بات سے کیا سروکار! اگر ابو بکرؓ اور عمرؓ نیکو کار تھے۔ تجھے کیا فائدہ؟ اور اگر معاذ اللہ بد اخال تھے تجھ کو کیا نقصان؟ ابو بکرؓ اگر صدیق تھا۔ تو ہمارا صدیق تھا۔ کیونکہ ہماری شرافت اور حقیقت اور ہمارے دشمنوں کی جہالت اور بطلان کی تصدیق کرتا تھا۔ اور اسی طرح سے عمرؓ بھی ہمارا فاروق تھا۔ اس لئے کہ ہمارے لئے حق کو باطل سے جدا کرتا تھا۔ اور عثمانؓ اگر حمیدہ افعال اور پسندیدہ خصال تھا۔ تو اپنی جزا پائے گا۔ اور اگر اس کے اعمال نا ستودہ اور غیر پسندیدہ تھے۔ تو بدی کے شر اس پر چکیں گے کیونکہ اِنَّ الْاَوْبَارَ لَیْفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَیْفِیْ سَجِیْمٍ (نیکو کار بہشت میں ہوں گے۔ اور فاجر و بدکار جہنم میں جائیں گے) اے ہندہ کے بیٹے! مجھے یہ بتا۔ کہ تو کس شمار میں ہے۔ اور پچھلوں کی باتیں کیوں لکھتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ طلقاء اور اولاد طلقاء اور احزاب اور ذریات احزاب کو مہاجر و انصار کے اعمال و افعال میں دخل دینے کی کیا مجال ہے؟ مناسب یہ ہے کہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ اور جو باتیں تیرے طرز و طریق سے باہر ہیں۔ زبان پر نہ لائے۔ نعمت الہی کی قسم ہے کہ جس طرح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اسی طرح ہم کو مہاجرین و انصار پر فضیلت حاصل ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ ہم میں سے جو کوئی شہید ہوا۔ اسی کو ایک خاص شرف عطا کیا گیا۔ کہ غیر کو وہ مرتبہ حاصل نہیں۔ میرے عم نامدار حمزہؓ کو سید الشہداء کہتے ہیں اور میرے بھائی جعفر کو طیب ار ریحی الجنتیہ کہتے ہیں ہمارے مسلمان تمہارے مسلمانوں پر ترجیح اور فوقیت رکھتے ہیں۔ اور ہمارے کافر کفر میں تمہارے کافروں سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو تزکیہ نفس (اپنی تعریف خود کرنا) سے مستعد نہ فرماتا۔ تو اس خط میں اپنے اہل بیت کے کسی قدر ایسے فضائل اور مناقب تحریر کرتا۔ کہ جو مسلمان ان کو سنا۔ اقرار و اعتراف کرتا۔ اگر تجھ کو میرے فضائل کثیرہ اور مناقب مشہورہ فراموش ہو گئے ہیں۔ تو میں ان میں سے کسی قدر بیان کرتا ہوں اے ہندہ کے بیٹے! اس کام سے باز آ۔ اور مجھے اس بات پر آمادہ نہ کر۔ کہ کلمہ حق تجھ سے کہوں۔ تو اس گروہ کے ساتھ جو ہر حیثیت سے تجھ پر سبقت رکھتے ہیں۔ مسافات کا دعویٰ نہ کر معلوم ہے۔ کہ ہم خلاق عالم کی صنائع عجیبہ سے ہیں۔ اور باقی مخلوقات کے حکم میں نہیں ہیں۔ یہ ہمارا کمال حکم ہے۔ کہ لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست اور میل جول رکھتے ہیں مشکوٰۃ ہدایت (چراغ ہدایت یعنی محمد مصطفیٰ) ہم سے ہے اور شجرہ ملعونہ تم سے۔ ہاشم بن عبد مناف ہم سے ہے اور مسگ بد اخلاق یعنی امیہ تم سے۔ شیبہ الحدید عبدالمطلب ہم سے ہے اور کذاب مکذّب تم سے۔ اور طیار بہشت ہم سے ہے۔ اور طیر بد پیغمبر خدا تم سے ہے حمزہ سید الشہداء

ہم سے ہے۔ اور سید ابراہیم کی سنت کا دشمن تم سے سیدہ نساء العالمین ہم میں سے ہے۔ اور ام جمیل حماتہ الحطب تم میں سے اور قاتلان عثمانؓ کے باب میں جو فیصلہ تو نے لکھا ہے۔ سو تجھ کو کسی طرح یہ حق حاصل نہیں ہے کہ عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کرے اور یہ بات میرے لئے بھی شایان نہیں ہے۔ کہ اس جماعت کو تیرے پاس بھیج دوں۔ اور اگر عثمانؓ کی اولاد اپنے باپ کے قاتلوں کا مطالبہ کرے۔ تو حق رکھتی ہے اور اگر تو یہ دعوے کرے کہ میں قوت و مکننت اور تلوار کے لحاظ سے اولاد عثمانؓ سے بڑھ کر ہوں تو مناسب اور سزاوار یہ ہے۔ کہ جس معاملے میں اکابر مہاجر و انصاری نے اتفاق کیا ہے۔ تو بھی ان سے موافقت کرے پھر عثمانؓ کے قاتلوں کو میرے سامنے لا کر دعوے کر سکتا ہے اور اس باب میں جو حجت تیرے پاس ہے۔ ظاہر کر۔ تاکہ وہ معاملہ کتاب الہی اور سنت رسالت پناہی کے حکم کے موافق فیصلہ کیا جائے۔ اور یہ جو تو نے اپنے خط کے آخر میں لکھا تھا۔ کہ ”تیرے اور تیرے پیروؤں کے لئے تلوار کے سوا اور کچھ نہیں“ میں اس فقرے کو بڑھ کر بہت تعجب ہوا۔ لے آکلہ الاکباد (یعنی ہند بکر خوارہ) کے بیٹے! تو نے کس سے سنا۔ اور کب دیکھا کہ عبدالمطلب کی اولاد تلوار سے ڈر گئی۔ اور لڑائی میں دشمن سے پیٹھ پھیر لی۔ تو جلدی نہ کر اور اتنا توقف کر کہ میں تیرے پاس پہنچوں۔ تاکہ تو وہ تلواریں دیکھے۔ جن کے دستے ابھی تک تیرے بھائی ماموں۔ نانا۔ اور ماں کے چپا کے خون میں آلودہ ہیں۔ اگر اس معرکے میں تو نے شکست کھائی۔ تو اصحاب دیں اور ارباب یقین کے عزم و ارادے تیرے مشاہدے میں آجائیں گے۔ اور اگر فتح و نصرت تجھے نصیب ہوئی۔ تو بھی ہماری حقیقت کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ (کیونکہ ہم ضرور اپنے پروردگار کی طرف پلٹ کر جائیں گے۔ وَ السَّلَامُ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔

جب یہ مکتوب ہدایت اسلوب معاویہ کے پاس پہنچا۔ تو سخت متزدد و متحیر ہو کر بہت بیچ و تاب کھائے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں۔ اور کیا جواب لکھوں۔ آخر کار یہ بیت مکہ کرامیہ المؤمنین کے پاس بھیج دیا۔ شعری لَئِنْ يَنْبَغِيْ وَ بَيْنَكَ قِيَاسُ عِتَابٍ غَيْرَ كَطَعْنِ السُّكْحَى وَ صَوَّبِ السَّرْقَابِ (یعنی میرے اور تیرے درمیان جگر دوز نیزوں اور گردنیں اتارنے والی تلواروں کے سوا اور کوئی چیز عتاب اور غصے کا اندازہ نہیں ہے)

اور شاہ ولایت مآب نے اس کے جواب میں یہ آیت تحریر فرمائی۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اٰخَبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (تھیں) یعنی جس کو تو مچا ہے۔ ہدایت نہیں کر سکتا۔ لیکن خدا جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں سے خوب خبردار اور واقف ہے) الغرض جب امیر المؤمنین نواب رقد سے کوچ فرما کر دریائے فرات سے گزے۔ تو زیاد بن نصر اور

شتریح بن ہانی کو سپاہِ مظفر و منصور کا ہراول مقرر فرمایا۔ اور معاویہ نے جب حضرت کے قریب پہنچنے کی خبر سنی تو شامی لشکروں کی جمعیت کا حکم دیا۔ اور اکثر مورخوں کی روایت کے موافق ایک لاکھ بیس ہزار آدمی ساتھ لے کر دمشق سے چلا۔ ابوالاعور سلمیٰ کو جنگ آزمودہ اور تجربہ کار بہادروں کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ ہراول بنا کر آگے بھیج دیا۔ جب زیاد ابوالاعور کے قریب پہنچا۔ اور اس کی سپاہ کو اپنے ہمراہیوں سے زیادہ دیکھا۔ تو تمام کیفیت امیر المؤمنین کی خدمت میں عرض کی۔ امام عالی مقام نے اس جہم کو مالک اشتر کے سپرد فرمایا۔ جب مالک زیاد سے آٹے۔ تو اس کے اور ابوالاعور کے درمیان ایک سخت لڑائی ہوئی اور شام کے وقت ابوالاعور مالک کی توار سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا۔ اور معاویہ سے جا ملا۔ اور ابن ابی سفیان نے صفین کا رخ کیا۔ اور ابوالاعور کو دریائے فرات کی حفاظت پر مقرر کیا۔ ادھر سے اسد اللہ الغالب بھی اس منزل میں آ پہنچے۔ اور معاویہ کے لشکر گاہ کے مقابل میں فرود کش ہوئے جب آپ کو پانی کی بندی کا حال معلوم ہوا۔ صعصعہ بن صوحان کو ایچی بنا کر معاویہ کے پاس بھیجا۔ اور پیغام دیا۔ کہ اس معاملے کا فیصلہ جس کے لئے ہم نے تواروں کو آبِ دمی ہے۔ پانی کی محافظت سے زیادہ تراہم اور ضروری ہے۔ تجھے لازم ہے کہ اپنے لشکریوں کو حکم دے کہ ہماری فوجوں کو پانی لینے سے منع نہ کریں۔ اور صعصعہ نے معاویہ کی مجلس میں جا کر حضرت کا پیغام پہنچایا۔ معاویہ نے اس باب میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ عمرو عاص نے کہا۔ اے معاویہ! کیا تیرا یہ گمان ہے۔ کہ ساتھی کو شہر دریائے فرات کے کنارے پر پیا سا رہے گا۔ حالانکہ عراقی گھوڑوں کی باگیں اس کے قبضہ اقتدار میں ہیں۔

زہے تصور باطل زہے خیال محال

تیرا یہ خیال باطل اور تیرا یہ گمان فاسد ہے۔ ولید بن عقبہ نے کہا۔ ان لوگوں میں سے اکثر عثمان کے قاتل ہیں۔ جنہوں نے کئی روز عثمان پر پانی بند رکھا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم بھی ان کو پیاس کے عذاب میں مبتلا کریں معاویہ نے ولید کی بات مان لی۔ اور صعصعہ کو بے نیل مرام واپس کر دیا۔ لشکر امیر کے ضعیف لوگ بے آبی سے بیتاب ہو گئے۔ اور لشکر نصرت اثر میں ایک مشک پانی کی قیمت تین درہم تک پہنچ گئی۔ ناچار مالک اشتر اور اشعث بن قیس نے حاضر خدمت ہو کر پانی کی کمی کا حال عرض کیا۔ اور بولے کہ اگر حضور کی اجازت پائیں تو ابھی تیغ آبِ دار کی ضرب سے مخالفان نابکار کو ہلاک کر ڈالیں۔ اور صحرائے صفین کو ان کے خون سے دریائے ججون کا نونہ بنا دیں۔ شاہِ ولایت نے ان کو اجازت عطا فرمائی۔ مالک اور اشعث دس ہزار مرد و جہاز ہمراہ لے کر بحرِ ناہید انار کی طرح جوش میں آئے۔ اور بجلی اور ہوا کی طرح ابوالاعور پر حملہ آور ہوئے۔ اور دریائے کنائے پر آگ کے شعلے بلند کر دیے۔ آخر بدبختانِ شام ناصرانِ امام علیہ السلام کی تیغ آبِ دار کی تاب نہ لا کر دریابا

پد سے فرار کر گئے۔ اور سپاہِ نصرتِ مآب نے کنارہ آب پر اپنے خمیے بپراکئے۔ معاویہ نے جب یہ حال دیکھا۔ تو مضطرب ہو کر عمرو عاص سے کہا۔ تیرا گمان علیؑ کے باب میں کیا ہے؟ ہم کو پانی دے گا کہ نہیں؟ عمرو نے جواب دیا۔ وہ کبھی مروت کی آبروریزی نہ کرے گا۔ اور تیری طرح پانی لینے سے نہ روکے گا۔ معاویہ نے نہایت شرم اور خجالت کی حالت میں اپنے ارکانِ دولت میں سے بارہ شخص مثل مقاتل بن زید اور داؤد بکری وغیرہ پانی کی درخواست کرنے کی غرض سے امیر المؤمنین کوم اللہ وجہہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ جب وہ آفتاب آسمانِ دین ان کی رسالت کے مضمون سے آگاہ ہوا۔ تو حمد و ثنائے الہی اور درود رسالت پناہی کے ادا کرنے کے بعد اپنے کچھ مفاتر و مناقب بیان فرمائے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ ہم کسی کو پانی لینے سے منع نہ کریں گے مقاتل بن زید اور داؤد بکری جناب امیر کے مواعظ سے اثر پذیر ہو کر تائب ہوئے۔ اور خدمتِ اقدس ہی میں قیام کیا۔ باقی شامیانِ شوم نے واپس آ کر پانی بند نہ کرنے کی خبر معاویہ کو پہنچائی۔ یہ امر بایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ اس واقعہ کے بعد شاہِ ولایت پناہ نے حجت ختم کرنے کی غرض سے کئی خط معاویہ کو بھیجے اور اس کو راہِ مستقیم کی طرف رہبری فرمائی۔ مگر معاویہ بدستور سابق اپنی ضلالتِ قدیم پر ثابت قدم رہا۔ جب اس تہدید و تاکید سے کچھ مفید نتیجہ نہ نکلا۔ تو ناچار جنگ کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ اور اپنے لشکر کو تین حصوں میں منقسم فرمایا۔ اور ہر حصے پر ایک ایک شخص کو امیر مقرر کیا۔ اور اسی طرز پر معاویہ نے بھی اپنے لشکر شقاوتِ اترکے سات حصے کئے۔ اور ہر حصے پر ایک شخص کو سردار بنایا۔

مثنوی

| | |
|----------------------------|----------------------------|
| مورخ کہ تاریخ عالم نہاد | زاخبا ز صفین چنین کرو یاد! |
| کہ چوں گشت نوید حبش عراق | زارشاد اصحابِ ظلم و شقاق |
| صبا جبکہ خورشید عالی مکالم | بر فراخت اعلام نصرت نشان |
| علم کرد تیغ ظفر انتقام | بر زم سپاہ سیه روز شام |
| امیر نجف شاہ ملک عرب | علی قریشی بنام و نسب |
| بر بست از نطق کرامت کمر | بیاراست از تاج تائید سر |
| بر فراخت رایات دشمن شکن | زارع تو گل پیوشید تن |
| سپر کرد از حفظ پروردگار | بزودست در قبضہ ذوالفقار |
| در آرد دپائے ظلم در رکاب | بر آمد بہ شبدیز گدول شتاب |
| پئے نصرتش جملہ حبش عراق | کہ بودند عاری ز عیب نفاق |
| بر صحرائے صفین کشیدند صف | گرفتہ ہمہ گرز و خنجر بہ کف |

اور اس طرف سے معاویہ بھی بے شرمی کی تلوار کمر میں لگائے۔ اور بے حیائی کی زرہ پہنے اور وقتاً و بدلی نامی کی ڈھال کندھے پر رکھے قباحت کا علم ہاتھ میں لئے عناد و خذلان کے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور سوارانِ اہل بی و ظلال اس کے جلو میں صلح اور مکمل ہو کر صلح و مدار کی حد سے تجاوز کر کے لڑائی پر مستعد ہوئے اور دونوں طرف سے شیرانِ پیشہ دغا اور ہنہنگانِ دریائے ہیجا جوش میں آ کر حملہ آور ہوئے۔ مثنوی

درفش درخشاں برافراختند ازال پس بمیدان کیں تاختند
سناں تیز کردہ ز بہر مصاف کشیدند تیغ جدال از غلاف
صہیل ستوراں برآمد بلند تزلزل درادکان عالم فکند

روضتہ الصفا میں منقول ہے۔ کہ جب اس روز فرقہ ناجیہ اور طائفہ غنیہ اپنے اپنے علموں کے سایہ تلے میدان جنگ میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ تو سپاہِ ظفرِ آل سے ایک شخص عجل بن آثال نام نے میدان میں آ کر مبارز طلب کیا۔ اور لشکرِ شام نام سے اس کا باپ آثال نادانستہ باہر آ کر اس کے مقابل ہوا۔ اور باپ بیٹے باہم مقابل کرتے ہوئے گھوڑوں پر سے زمین پر گر پڑے۔ اس وقت ایک دوسرے کو شناخت کیا۔ اور اپنے اپنے لشکر کو واپس چلے گئے۔ الغرض اس روز ہر طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور خوب خونریزی ہوئی۔

دوسرے روز عبید اللہ بن عمر خطاب میدان میں آیا۔ اور شاہزادہ محمد بن حنفیہ کو مقابلے کے لئے طلب کیا۔ جب محمد حنفیہ نے جانے کا عزم کیا۔ تو اسد اللہ الغالب نے اپنے فرزند ارجمند کو تسکین دی۔ اور خود عبید اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ ذوالفقار کے انوار کی تاب نہ لاسکا۔ اور چرچا گاڑ کی طرح فرادہ کر گیا۔

تیسرے روز ہند کے غلام حریث نے عربین عاص کے اشارے سے میدان میں آ کر امیر المؤمنین کو مقابلے کے لئے طلب کیا۔ جیدر کرانے اس کی طرف توجہ فرمائی۔ اور ذوالفقار کے ایک وار میں اس کو دارالہواد کی طرف کو راہی کیا۔ معاویہ کو اس کے قتل ہونے سے بہت رنج ہوا۔ پھر عبید اللہ بن مسعدۃ الفزاری کی خوش آئندہ وعدوں سے فریب میں لاکر اپنا لباس پہنایا۔ اور شاہِ مرداں کے مقابل میں بھیجا۔ جب جیدر کرانے ذوالفقار کھینچ کر اس کے سر پر مارنے کا ارادہ کیا۔ ابن مسعدۃ نے فریاد بلند کی۔ یا امیر المؤمنین! میں معاویہ نہیں ہوں۔ بلکہ اس نے مکر و فریب سے اپنا لباس مجھے پہنا کر آپ کے مقابل میں بھیجا ہے۔ حضرت نے ہاتھ اس سے روک لیا۔ وہ بدنصیب واپس ہو کر معاویہ کے پاس گیا۔ ہتھکاکا فرزند اس پر ناراض ہوا۔ اُس نے کہا۔ لے معاویہ! جس طرح تو اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے۔ اسی طرح

میں بھی اپنی زندگی چاہتا ہوں۔

اور مقصد اقصیٰ میں مرقوم ہے۔ کہ چوتھے روز عمر و سکونی کو شاہ مردان کے مقابلے میں بھیجا گیا۔ امیر نے بموجب اس شفقت و مہربانی کے جو خلق خدا پر آپ کو بھیجی۔ اول تو عمر و کو ہدایت کی تلقین فرمائی۔ جب اس گرفتار اجل نے ہدایت کو قبول نہ کیا۔ تو کلمہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ فرما کر اس کو نیز سے پر اٹھا کر بلند کیا۔ اور فرمایا۔ نظر کر۔ عمر و نے چلا کر کہا۔ خدا کی قسم میں دوزخ کی آگ کو دیکھ کر شیمان ہوا۔

بعد ازاں مرکز میں پر گہڑا۔ بیت

نہال گلشنِ نفع است نخلِ نمرہ اش کو دران ظفر شاخ است نصرت برگ دولت گل سعادت بر

چھٹے روز مغیرہ بن خالد جو قبیلہ ریح کا سردار تھا۔ اس مال کی وجہ سے جو شام میں اس کی ملک تھا۔ اپنی قوم سمیت امیر المؤمنین کے لشکر سے نکل کر معاویہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعض اقربانے حاضر خدمت ہو کر اس کا حال عرض کیا۔ اس اللہ الغالب ایک حملہ میں شامیوں کی صفوں کو چیر کر مغیرہ کے پاس جا پہنچے اور اس کو وہاں سے لاکر اس کے رشتہ داروں سے ملحق کر دیا۔ اور فرمایا۔ یہ ہے تمہارا رئیس۔ اب مجھ کو اس کی نصرت کی حاجت نہیں ہے۔ اگر تم چاہو۔ تو ہمارے لشکر میں رہو۔ اور اگر اس کا دل اہل شقاوت کی صحبت کی طرف مائل ہو۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ وہاں چلے جاؤ۔

اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے۔ کہ ایک روز ابو سفیان کا غلام امیر نام جو اباب عصبان میں زبان بطالت و بطلان میں ممتاز اور نامور تھا۔ میدان میں آیا۔ اور امیر المؤمنین کو مقابلے میں طلب کر کے صعصعہ بن صعصعہ نے اس کو پکار کر کہا۔ خدا کی لعنت ہو اس شخص پر۔ جس نے تجھ جیسے کتے کو شمشیر خدا کے مقابلے میں بھیجا ہے۔ اسی اثنا میں حضرت فاطمہ الانبیاء کا غلام شمران احمر کا مقابلہ ہو کر درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ احمر نے غرور میں آکر دوبارہ امیر المؤمنین کو میدان میں طلب کیا۔ لوگوں نے کہا۔ اسے گتے! تو اس جناب کا کفو نہیں ہے۔ بولا۔ خدا کی قسم! جب تک علیؑ کو قتل نہ کروں گا۔ واپس نہ جاؤں گا۔ امیر المؤمنین نے میدان میں آکر اس کی طرف توجہ فرمائی۔ اور اس کو بازو سے پکڑ کر اس طرح زمین پر دسے پٹکا۔ کہ اس کے تمام اعضا اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ پھر کریب بن ابرہہ جو مہابت و قوت میں مشہور تھا۔ میدان میں آیا۔ اور حضرت کو مقابلے میں بلایا۔ مرتفع اور حارث ایک دوسرے کے بعد اس بد اختر کے مقابل ہو کر شہید ہوئے اس وقت شاہ ولایت پناہ کریب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن عدی نے عرض کی یا مولا مجھے اس لعین سے مقابلہ کرنے کی اجازت دیجئے۔ اجازت پا کر ایک ساعت مقابلہ کیا۔ آخر کار شہادت پائی۔ امیر المؤمنین اس کی مصیبت سے متاثر ہوئے۔ اور میدان میں آکر کریب کو عذاب آخرت سے خوف دلایا۔ اور

نصیحت فرمائی۔ اس طعن نے کہا۔ یہ تلوار جو میرے ہاتھ میں ہے تجھ جیسے بہت سوں کو قتل کر چکی ہے۔ اور اسد اللہ الغالب پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت نے اس کا وار ڈھال پر روکا۔ ذوالفقار اس طرح اس کے سر پر لگائی۔ کہ قریبوس زمین تک دو ٹکڑے ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر لشکر میں بہت شور ہوا۔ اور دوست اور دشمن نے، اس دست و بازو پر آفرین و تحسین کا غلغلہ بلند کیا۔ اور امیر مومنین اپنی صف میں واپس آ گئے۔ اور محمد حنفیہ کو اپنی جگہ مقرر فرمایا۔ کریب کا ایک چچا زاد بھائی محمد کے مقابلے میں آیا۔ اور بولا جس سوار نے میرے ابن عم کو مارا ہے کہاں ہے؟ محمد نے جواب دیا۔ میں اس کا نائب یہاں موجود ہوں۔ یہ سن کر دشمن نے حملہ کیا۔ اور محمد رضی اللہ عنہ نے ایک ضرب میں اس کو قتل کر ڈالا۔ اسی طرح کریب کے رشتہ دار ایک ایک کر کے محمد پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں تک کہ آٹھ شخص اس بزرگوار کی تلوار سے جہنم کو سدھارے۔ اور کشف الغمیں روایت ہے۔ کہ کریب کے مارے جانے کے بعد معاویہ کے طرف داروں میں سے تین آدمی شاہِ ولایت کے مقابلے میں آکر مقتول ہوئے۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ معاویہ کہاں ہے۔ جو بے بسے خط لکھتا تھا۔ اور شجاعت کے بڑے بڑے دعوے کرتا تھا۔ لوگوں نے معاویہ کے پاس جا کر کہا۔ تم رضی علیٰ تھے مقابلے کے لئے بلاتا ہے۔ جواب میں کہا۔ کہ اس سے جا کر کہہ دو۔ کہ مجھ سے یہ توقع نہ رکھو۔ کیونکہ مجھ کو تجھ سے لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن عروہ بن واؤد جو اس کے طرف داروں میں سے تھا۔ حیدر کرار کے مقابلے میں آیا۔ حضرت نے ذوالفقار سے اس کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔ اور فرمایا۔ اِنطَلِقْ اِلَى النَّارِ (جہنم کو سدھار) اور تکبیر کہہ کر اپنے مقام پر تشریف لے گئے۔ پھر عبدالرحمن بن خالد نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا۔ مالک اشتر نے اس کے برابر آکر ایسی تلوار اس کی ڈھال پر لگائی۔ کہ وہ ٹوٹ گئی۔ اور اس کا سر زخمی ہو گیا۔ پھر میدان سے بھاگ گیا۔ اور معاویہ سے کہا۔ اب اس سے زیادہ ہم کو خون عثمانؓ کے طلب کرنے کی تاب باقی نہیں رہی۔ معاویہ نے کہا۔ تو اتنی جلدی لڑائی سے تنگ دل ہو گیا۔ اور اتنے سے زخم سے جو کھیلنے وقت بچوں کو لگ جایا کرتا ہے۔ زیادہ کرنے لگا۔ عبدالرحمن نے کہا۔ کہ تو یہاں فراغت اور دُغمی سے بیٹھا سیر دیکھ رہا ہے۔ اور ہم نیرول اور تلواروں میں گرفتار ہیں۔ تو بھی ذرا میدان میں چل کر لڑائی کا مزہ چکھ۔ معاویہ ہنس کر امیر نجف کی صف کی طرف متوجہ ہوا۔ اور قبیلہ ہمدان سے مبارز طلب کیا۔ سعید ہمدانی نے اس کے مقابل ہرگز حملہ کیا۔ معاویہ ڈر کر اس طرح بھاگا۔ جیسے چڑیا عقاب سے خوف کھا کر بھاگے۔ اور اپنے خیمے میں جا گھسا۔ اور اس قدر خوفزدہ ہوا۔ کہ کسی سے بات تک نہ کی۔ اسی اثنا میں مالک اشتر رضی اللہ عنہ نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا۔ عبداللہ بن عمر وعاص اس کے مقابل ہوا۔ اور نام و نسب دریافت کیا۔ مالک نے اپنا نام و نسب بتایا۔ یہ سن کر بولا۔ اے چچا اگر مجھے معلوم ہوتا۔ تو میں تیرے مقابلے میں نہ آتا۔ اب میں واپس

جاتا ہوں۔ مالک نے کہا کہ فرار کرنے کی شرم و عار کا کچھ خیال نہیں کرتا۔ بولا تجھ سے بھاگنے میں کچھ عار نہیں۔ معاویہ نے سختی سے اعتراض کیا۔ اور کہا۔ تو اس سے اس قدر کیوں ڈرا۔ تجھ میں اور اشتر میں کیا فرق ہے۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ پھر تو ہی اس کے مقابلے میں کیوں نہیں جاتا؟ معاویہ نے کہا۔ میں اس شخص کے مقابلے میں گیا تھا۔ جو اشتر سے کسی طرح کم نہیں۔ عبداللہ نے کہا۔ یہ بات تو سچ ہے۔ لیکن جب سعید تیرے قریب آیا۔ تو لوطی کی طرح بھاگ آیا۔ معاویہ نے کہا۔ اگر میں علی کے مقابل میدان میں ہوں۔ تو فرار کا عیب کبھی اپنے لئے پسند نہ کروں۔ اتنے میں امیر المومنین کی آواز مبارک اس کے اور عبداللہ کے کان میں پہنچی۔ کہ فرما رہے تھے۔ یا ابن آحکمة الذکبان۔ اے ہندو جگر خوارہ کے فرزند! مسلمانوں کی خوزیزی سے باز آ۔ اور خود میدان میں آ۔ کہ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کریں۔ اگر تو غالب ہوا۔ تو دنیا حاصل کر لے گا۔ اور اگر رب العزت نے مجھ کو فتح عنایت فرمائی۔ تو یہ لوگ رنج و محنت سے نجات پائیں گے۔ معاویہ خاموش رہ گیا۔ عبداللہ نے کہا۔ قول اور عمل میں مطابقت ہونی چاہیے۔ یہ تو حیدر کرار تجھے پکار رہے ہیں۔ اگر تو ابوسفیان کا بیٹا ہے۔ تو باہر میدان میں نکل۔ تاکہ ہم بھی تیری کارگزاری دیکھیں۔ جب امیر المومنین نے معلوم کر لیا۔ کہ معاویہ میدان جنگ میں نہ آئے گا۔ تو دشمنوں کی صفوں پر بھپٹے اور ان کے مینہ اور مسرہ کو درہم برہم کر کے واپس تشریف لے گئے۔ عبداللہ نے اس شجاعت کے مشاہدے سے معاویہ کو متغیر دیکھ کر کہا کہ تو نے سعید سے فرار کیا۔ اور علی کے دیکھنے سے لرز گیا۔ اس حالت میں یہ ہم کینکر سر ہوگی معاویہ نے خفا ہو کر عمرو عاص سے کہا۔ تو دیکھ رہا ہے۔ کہ عبداللہ مجھ سے کیا کہہ رہا ہے۔ عمر نے جواب دیا۔ کہ سچ تو کہا ہے۔ مناسب نہیں ہے۔ کہ علی میدان میں آکر تجھ کو پکارے۔ اور تو قدم آگے نہ بڑھائے۔ معاویہ نے کہا۔ شاید تجھے خلافت کی ہوس ہے۔ جو علی سے جنگ کرنے کی مجھ کو ترغیب دلاتا ہے۔ خدا کی قسم! میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس کے مقابل ہو کر زندہ بچ کر گیا ہو۔ اسی اثنا میں امیر المومنین اپنا لباس تبدیل کر کے میدان میں آئے۔ اور مبارز طلب کیا۔ عمرو عاص نے نہ پہچانا۔ اور مقابلے کے لئے چند قدم آگے بڑھا۔ جناب امیر اس کے قریب نہ جاتے تھے۔ تاکہ وہ دلیر ہو کر قریب آجائے۔ عمر نے اس بات کو بزدلی سمجھا۔ اور چند قدم آگے آکر بولا۔ اے عثمان کے قتل کرنے والو! میں تمہارے اعضاء کو اپنی تیز تلوار سے ریزہ ریزہ کروں گا اگرچہ تمہارا درمیان سب علی ہی کیوں نہ ہوں۔ پس امیر المومنین کے اس کی طرف رنج کرتے ہی بھاگنے لگا۔ امیر نے اس کا رستہ روکا۔ اور ایک نیزہ اس کی زرہ کے دامن میں مارا۔ جب اس کو معلوم ہوا۔ کہ امیر المومنین ہیں۔ تو پیٹھ کے بل گھوڑے سے زمین پر گر پڑا۔ اور اپنے دونوں پاؤں کو اونچا کر دیا۔ چوں کہ پاجامہ نیچے نہ تھا۔ اس لئے اس کی شرمگاہ نمودار ہو گئی۔ امیر نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور اس کے قتل سے ہاتھ روک لیا۔

اور مسکرا کر فرمایا۔ اے عمر و عاص جا۔ کیونکہ تجھ کو تیری شہر مگاہ نے آزاد کیا ہے۔ جب عمر و نہایت شرمندہ ہو کر معاویہ کے پاس گیا۔ اس نے بہت لمن و وطن کی۔ اور مدت تک عمر و سے تمسخر اور ہٹھٹھا مغل کرتا رہا۔

کشف الغمہ میں مرقوم ہے کہ جنگ صفین میں ایک روز امیر المومنینؑ معاویہ کو مقابلے کے لئے طلب فرما رہے تھے۔ کہ بشر بن ابی ارقطاب جو شجاعت میں مشہور تھا۔ امیر المومنینؑ سے مقابلہ کرنے کی نیت سے میدان میں آیا۔ جب امیر نے اُس پر حملہ کیا۔ تو خوف زدہ ہو کر پیٹھ کے بل زمین پر گر پڑا۔ اور عمر و عاص کی طرح اپنی شرم گاہ ننگی کر دی۔ ناچار امیر اس کو اسی طرح چھوڑ کر واپس آگئے۔ اور بشر نہایت بیقراری اور اضطراب کے ساتھ بھاگ گیا۔ لوگ اس کو شناخت کر کے باواز بلند پکارے۔ یا امیر المومنینؑ بشر بن ارقطاب ہے جو آپ کا نہایت سخت دشمن ہے۔ فرمایا۔ جانے دو۔ کہ خدا کی لعنت اس پر ہو۔ معاویہ نے تہقیر مار کر بشر سے کہا۔ لَوْ بَأْسَ عَلَيْكَ فَقَدْ نَزَّلَ لِعَمْرٍ وَمِثْلًا۔ تجھے کیا ڈر ہے۔ عمر و کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آچکا ہے۔

دوسرے روز عذار نام ایک پہلوان میدان میں آیا۔ اور عیاش کو مقابلے کے لئے طلب کیا۔ عیاش نے اس کی درخواست قبول کی۔ اور دونوں گھوڑوں سے پیادہ ہو کر خوب خوب مقابلہ کیا۔ آخر کار عیاش نے تلوار کی ایک ضرب سے عذار کو قتل کر ڈالا۔ اسی اثنا میں دشمن معاویہ کے وعدوں پر فریفتہ ہو کر عذار کے خون کا مطالبہ کرنے کے واسطے میدان میں آئے۔ اور آ کر عیاش کو پکارا۔ امیر المومنینؑ عیاش کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے۔ ان دو میں سے ایک کے تو عین بیچ سے دو ٹکڑے کئے۔ اور دوسرے بد بخت کو بھی دو الفقار کی ضرب سے جہنم واصل کیا۔

اور روضۃ الصفا میں منقول ہے کہ ایک روز ایک شامی بہادر عثمان نام جو کہ بہادری میں سوسوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ میدان میں آیا۔ اور عیاش کی تلوار سے مارا گیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی حمزہ نے لڑائی کا ارادہ کیا۔ امیر المومنینؑ عیاش کے ہتھیار زیب تن کر کے حمزہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور دو الفقار سے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ عمرو بن حصین نے اس خیال سے کہ حمزہ کو عیاش نے قتل کیا ہے۔ امیر پر حملہ کیا۔ آنحضرت نے اس لعین کو اس طرح دو ٹکڑے کیا۔ کہ اُدھا جسم تو زمین پر آگرا۔ اور اُدھا زین پر باقی رہا۔ جب یہ عجیب و غریب صورت لوگوں نے مشاہدہ کی۔ تو عمر و عاص نے کہا۔ کہ علی کے سوا اور کوئی ایسی تلوار نہیں چلا سکتا۔ معاویہ نے انکار کیا۔ عمرو نے کہا کہ لشکر کو حکم دے کہ سب لڑ کر حملہ کریں۔ اگر یہ سوار حیدر کرار ہے۔ تو کبھی مقابلے سے منہ نہ پھیرے گا۔ معاویہ نے ویسا ہی کیا۔ امیر المومنینؑ نے جہاں پر کھڑے تھے۔ دو قدم آگے بڑھا کر اپنے لشکر کو حکم دیا۔ کہ مقابلہ کریں۔ اس روز شامیان شوم سے تینتیس بد بخت ذوالفقار کی ضرب سے دارالبوار کو راہی ہوئے۔

اگلے روز لشکر معاویہ سے مخارق بن عبدالرحمن نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا۔ سپاہ امیر المومنین سے مومن عبدالمرادی نے اس سے مقابلہ کیا۔ اور شہادت پائی۔ اور سلمہ بھی اس سے لڑ کر شہید ہوا۔ اسی طرح دو اور مسلمان اس کے ہاتھ سے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس وقت شاہ ولایت نے ذوالفقار کے ایک وار سے طول میں دو ٹکڑے کر کے زین سے زمین پر گرا دیا۔ بعد ازاں گھوڑے سے اتر کر سات بہادروں کو جو مخارق کے خون کا بدلہ لینے میدان میں آئے۔ محض ذوالفقار کی تحریک سے کمر سے دو ٹکڑے کر کے گرا دیا۔ اس کے بعد کسی نے خوف کے مارے میدان میں قدم نہ رکھا۔ معاویہ ہر چند شام کے دلاوروں کو لڑائی پر ترغیب دلاتا تھا۔ لیکن کسی نے قدم نہ اٹھایا۔

مقصدا قاضی میں مرقوم ہے کہ جنگ صفین کے چھبیسویں روز عمار یا سرنے جنگ کا مصمم ارادہ کر کے مخالفوں پر حملہ کیا۔ حارث نام ایک لعین نے برابر میں آکر اس کو قتل کر ڈالا۔ جب اثنائے محاربت میں اس بزرگوار پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ تو پانی طلب کیا۔ ایک دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا۔ عمار نے تکیہ نہیں اور کسی قدر دودھ اس میں سے پی کر بیان کیا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے۔ کہ اے عمار! تیرا قاتل جہنمی ہوگا اور تیرا متقل جبرئیل اور میکائیل کے درمیان ہوگا۔ تیرے قتل کی علامت یہ ہوگی۔ کہ جب تو پانی طلب کرے گا تو پانی کی جگہ تھکے دودھ دیا جائے گا۔ اب مجھ کو یقین ہو گیا۔ کہ میری شہادت کا وقت آج کا دن ہے۔ اور پھر لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ ایک بد بخت شقی ایسا نام نہ اس بزرگوار کے تہہ نگاہ پر ایسا نیزہ مارا۔ کہ بیتاب ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ جناب امیر کے چند اصحاب نے حملہ کر کے اس کے قاتل کو قتل کر ڈالا۔

اور مستقصد میں ابن عوف سے روایت ہے۔ کہ عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پا کر معاویہ نے کہا۔ جو شخص عمار کا سر کاٹ کر میرے پاس لائے ایک انبان درہموں سے بھر کر اس کو دوں گا۔ ایک لحظہ کے بعد ولید بن عقبہ عثمان رضی اللہ عنہ اور ابن الجواز سکونی عمار کا سر معاویہ کے پاس لائے۔ اور ہر ایک نے دعویٰ کیا۔ کہ میں نے قتل کیا ہے۔ معاویہ نے کہا۔ تم دونوں عبداللہ بن عمر وعاص کے پاس جاؤ۔ تاکہ وہ تمہارا فیصلہ کرے جب وہ اس کے پاس گئے۔ تو عبداللہ بن عمر وعاص نے ولید سے پوچھا۔ تو نے عمار کو کیوں قتل کیا۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے اس پر حملہ کر کے قتل کیا۔ عبداللہ نے کہا۔ اے ولید! تو عمار کا قاتل نہیں ہے پھر سکونی سے اسی طرح سوال کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ ہم دونوں نے اس پر حملہ کیا۔ تو میرا نیزہ کارگر ہوا۔ اور اس نے گھوڑے سے گر کر کہا۔ نجات نہ پائے گا۔ وہ شخص جس نے جبرئیل و میکائیل کی موجودگی میں یہ جہارت کی ہے یہ کہتا تھا اور دائیں اور بائیں نظر کرتا تھا۔ کہ میں نے اس کا سر بدن سے جدا کیا۔ عبداللہ نے کہا۔ حٰذِرَ الْجَوَازِ وَبَشْرَةَ بِالْعَدَاۗءِ۔ (تو انعام لے اور عذاب جہنم سے خوش ہو) سکونی درہموں کا انبان لگا کر معاویہ کے پاس گیا۔

اور عبداللہ کا قول اس کو سنایا۔ وہ سُن کر نہایت ناراض ہوا۔ اور عبداللہ کو اس قسم کی باتوں کے ظاہر کرنے سے منع کیا۔ عبداللہ نے کہا۔ کہ تو اس کا رگڑاری پر ہم سے راضی نہیں ہے۔ کہ ہم اس جنگ میں تیرے ساتھ شریک ہیں۔ اور اب ہم کو ایک بات کے ظاہر کرنے سے منع کرتا ہے۔ جو ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے۔ معاویہ نے کہا۔ تو نے کیا سنا ہے؟ عبداللہ نے کہا۔ میں نے اور بہت سے لوگوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ وہ ارشاد فرماتے تھے۔ **يَا عَمَّارُ سَتَمَلَكَ الْفَيْسَةُ الْبَغَايَةُ**۔ (اے عمار! عنقریب تجھ کو گروہ باغی قتل کرے گا) معاویہ نے کہا۔ عمار کا قاتل وہ شخص ہے جو اس کو لڑائی میں لایا۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ تو اس بنا پر حضرت حمزہ کو محمد مصطفیٰ صلعم نے قتل کیا ہوگا۔ نہ وحشی نے۔ معاویہ ناراض ہو گیا۔ اور تین دن تک عبداللہ سے کلام نہ کیا۔ اور امیر المؤمنین عمار کے مارے جانے سے سخت غمگین ہوئے اور فرمایا۔ **”جو کوئی عمار کی وفات سے رنجیدہ نہ ہو۔ وہ اسلام سے بہرہ نہیں رکھتا۔ خدا قیامت کے روز عمار پر رحمت کرے۔ جبکہ نیک و بد سے سوال کرے گا۔ نیز ارشاد فرمایا۔ جس وقت میں نے رسول خدا کی خدمت میں تین آدمی دیکھے۔ ان کا چوتھا عمار ہوتا تھا۔ عمار کے لئے ایک ہی بار بہشت واجب نہیں ہوا۔ بلکہ بارہا حق اس کے ساتھ تھا۔ اور وہ حق کے ساتھ چنانچہ رسول خدا صلعم نے اس کی شان میں فرمایا ہے۔ **يَدُّ ذُرَّ الْحَقِّ مَعَ عَمَّارٍ حَيْثُ دَارَا**۔ (حق عمار کے ساتھ پھرتا ہے۔ جدھر کو عمار پھرتے) اور امیر المؤمنین نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور خود اپنے ہاتھ سے دفن کیا۔ اور صحیح تر قول یہ ہے۔ کہ عمار کی عمر اکانوے سال تھی لیکن صاحب کف الحقائق کے نزدیک سو سے گذر گئی تھی۔ اور اس کو مروان بن حکم نے قتل کیا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ **مثنوی****

| | |
|-----------------------------|------------------------------|
| روز صفین جو حرب و پیوست | زود شد کار زار دست دست |
| زود عمار یا سر آمد پیش | کہ خدا کرد خواہم این بر خویش |
| آلت و ساز حرب پیش آرید | گر شوم گشتہ زندہ انگارید |
| سال اوورگذشت از صد و پنج | یتغ را بر کشید زود و پنج |
| در مصاف آمد و گفت نسب | کہ منم شیخ دین و پیو عرب |
| کرد جولان و گفت تکبیر سے | سقلہ مروان درابر و تیر سے |
| بے خود از اسپ ہر گلوں افتاد | در زماں جاں بد و ورخ بداد |
| چوں بدیدند مروان نینساں | زود برخواست زان میانہ فغاں |
| کہ شنیدیم ماز قول رسول | کہ بگفت این سخن بشوئے بتول |
| وانکہ عمار بس ہمایون است | قابل او بدل کہ ملعون است |

این زماں کشتہ شد چہ چارہ کنیم
 ہمہ تیغ و سپر بیف گندند
 این سخن چون معاویہ بشنید
 گفت ظن شاخطاست چنین
 آنکہ صد سالہ را بحرب آورد
 پس علی است قاتل عمار
 جملہ راضی شدند و بشنیدند
 ہر کرا کہ زیں نمط باشد
 با چنین کس علی نیا میزد
 شاید از عقل ازویہ پر بہنزد
 دل دریں درد ورنج پارہ کنیم
 خود و مغفرت سہ بیف گندند
 بجز از مکر بیج چارہ ندید
 این ہمہ گفت و گو چہ است چنین
 بے شک و شبہ کشتہ انگارد
 نیست جائے ملامت و گفتا
 رونق کار خود دران دیدند
 مرو خوانی و را غلط باشد
 شاید از عقل ازویہ پر بہنزد

مقصد اقصیٰ میں مرقوم ہے۔ کہ ابوالہیثم جو انصار کا نقیب تھا صفین کے مشہور شہیدوں میں سے ہے۔ اور صاحب مستقصیٰ اور امام یافعی نے روایت کی ہے۔ کہ اولیں قرنیؓ جس کے فضائل شرح و بیان کے متغنی ہیں۔ اسی معرکے میں لشکر معاویہ کی تواریسے شہید ہوئے۔ اور حبیب السیر میں منقول ہے۔ کہ ایک روز ادریس قرنیؓ دریائے فرات کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ کہ یکایک طبل کی آواز کان میں آئی۔ پوچھایا آواز کیسی ہے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ کہ امیر المؤمنین علیؓ کی متابعت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے۔ پھر اسی وقت حضرت کے لشکر ظفر اثر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور جا کر حضرت کی بیعت سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ اور برابر حضرت کی بیعت میں رہے۔ یہاں تک کہ شہرت شہادت نوش فرمایا رحمۃ اللہ علیہ۔

ناظرین اخبار سلف پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ کہ جب جنگ صفین کو بہت طول ہو گیا۔ اور مزاق اور شام کے بڑے بڑے نامور بہادر قتل ہو گئے۔ اور ان معرکوں میں ہمیشہ شاہ ولایت پناہ کا لشکر مظفر و منصور رہا۔ اور معاویہ نے اپنے رفیقوں اور زبردستوں میں عاجزی اور قرار کے آثار مشاہدہ کئے تو کمر و ذہب اور جیلہ و تلبیس سے کام لینا شروع کیا۔ اور اس مضمون کا خط لکھ کر امیر المؤمنینؓ کی خدمت میں بھیجا۔ اگر ہمیں اور تمہیں یہ معلوم ہوتا۔ کہ یہ لڑائی اس قدر طول کھینچے گی۔ تو ہم کبھی اس کو شروع نہ کرتے۔ خیر ہوا سو ہوا۔ اب مصلحت یہ ہے کہ صلح کر لیں۔ اور جس طرح ہم اپنی بقا چاہتے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی اس کے امیدوار ہیں۔ اور جس طرح ہم موت سے ڈرتے ہیں۔ آپ کو بھی اس کا ڈر ہے۔ اور یہ بات آپ پر روشن ہے۔ کہ نیکو کار اور صالح لوگ اس ہم میں کام آئے۔ اگر جنگ کا سلسلہ قائم رہا۔ تو باقی بھی نہ رہیں گے۔

اس لئے آپ کو چاہیے کہ شام کی حکومت میرے لئے مسلم رکھیں۔ اور مجھے اپنی متابعت کی تکلیف نہ دیں۔ کیونکہ ہم بھی عبد مناف ہی کی اولاد ہیں۔ اور ہم میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت اور ترجیح نہیں۔ والسلام

جب یہ خط امیر المومنین کے پاس پہنچا۔ تو اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔ اہا اعدائے معاویہ تیرا خط پہنچا۔ اور مضمون معلوم ہوا۔ اور تیری بغاوت و عناد اور ظلم و فساد کا حال از سر نو روشن ہوا۔ تو نے لکھا ہے اگر میں اور تم جلتے ہوئے کہ جنگ کی یہ نوبت ہوگی تو اس کام کو شروع نہ کرتے۔ پویشیدہ نہ رہے۔ کہ میں آج تیری نسبت لڑائی پر زیادہ مائل ہوں۔ اور وزیر و وزیر بات بڑھتی اور ترقی کرتی جائے گی۔ نیز تو نے لکھا تھا۔ کہ ہم اور تم خوف اور امید میں برابر ہیں۔ یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ تم مشرک اور منافق ہو۔ اور ہم صاحبانِ ثبات و یقین۔ اور حکومت شام کی درخواست میری متابعت کے بغیر قبول نہیں۔ اس سے پہلے بھی یہ درخواست کی تھی۔ جو منظور نہ ہوئی تھی۔ اب تو نے کونسا حق مجھ پر ثابت کر دیا ہے۔ جو اس عطیہ کا مستحق ہو گیا۔ اور یہ جو تو نے لکھا ہے۔ کہ ہم دونوں عبد مناف کے بیٹے ہیں۔ اگر تو دراصل ابوسفیان کا بیٹا ہو۔ تو یہ بات درست ہے۔ اور یہ بات غلط ہے۔ کہ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں ہے۔ اس لئے کہ عبد الشمس ہاشم جیسا نہ تھا۔ اور نہ حرب عبد المطلب کے برابر اور نہ ابوسفیان ابوطالب کی مانند تھا۔ اور تو میرا مقابل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ طلیق بن طلیق راہ توفیق پر چلنے والے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ نہ تو تجھ کو اسلام میں سبقت حاصل ہے۔ نہ رسول علیہ السلام کی ہجرت میں موافقت۔ پس تو مجھ سے جو کہ آنحضرت کا ابن عم۔ سبھائی۔ وارث علم اور جان نشین ہوں۔ کونسی فضیلت کے ساتھ معاوضہ اور مقابلہ کرتا ہے۔ اور مجھ کو رسول سے وہ نسبت ہے۔ جو کہ ہارون کو موسیٰ سے ہے۔ اگر باب پیغمبری خاتم الانبیاء کی مہر نبوت سے محنتوم اور مسدود نہ ہو جاتا۔ تو جس طرح ہمیں ولایت خاص سے اختصاص و خصوصیت رکھتا ہوں۔ اسی طرح نبوت عام سے بھی ضرور موسوم ہوتا۔ واہب العیلات نے مجھ کو آیاتِ بابرکات کے خلعت سے مشرف و ممتاز فرمایا ہے۔ اور طرح طرح کی عنایات سے مفتخر و مکرم بنایا ہے۔ ہماری اولادِ کرام کو تیرے بنائے الہام کے برابر نہیں کہہ سکتے۔ تیرے خاطر فاتر میں یہ خیال نہ گزرے۔ کہ میں جدال و قتال سے طول و تنگ دل ہو گیا ہوں۔ اگر اہل عرب کو میری موافقت کی سعادت مددگار نہ ہوتی۔ تو ایسی بلائے عظیم میں گرفتار ہوتے کہ کوئی واقعہ اس سے زیادہ مشکل اور کوئی حادثہ اس سے زیادہ خوفناک نہ ہوتا۔ وَسَيَعْلَمَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنَّىٰ مَنقَلَبِ كَيْفَ يُنْقَلِبُونَ وَالْقَوْلَامُ۔ (شعراء ۷۱)

جب یہ مکتوب فصاحبِ اسلوب معاویہ کو پہنچا۔ اور اس کے سچے مضمون سے خبردار ہوا۔ تو صلح سے ناامید ہو کر از سر نو اسبابِ جنگ کی تیاری میں مصروف ہوا۔ دوسرے روز جب دن چڑھا۔ تو حضرت امیر نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دستار مبارک سر پر باندھی۔ اور آنجناب کی زہ مبارک زیب تن فرمائی۔ اور حضور کی تلوار حائل کی۔ اور حضرت کا تازیانہ مشوق نام ہاتھ میں لے کر تائید ربانی کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر ایک فصیح و بلیغ خطبہ بیان فرمایا۔ اور اصحاب کو صبر و ثبات کی وصیت کر کے نصاب سے بہرہ ور کیا۔ اور ان کو اہل عناد و شقاق سے لڑنے پر ترغیب و تحریمیں دلائی۔ اور سپاہ حجاز و عراق کے سردار اور سپہ سالار و فاء و فاق کے قدموں سے آگے بڑھے۔ اور دس ہزار آزمودہ کار سواروں نے تلواریں کھینچ کر شاہِ ولایت پناہ کی موافقت میں اہل غزیرت و ضلالت کی طرف باگیں اٹھائیں۔ اور جب دشمنوں کے صفوں کے پاس پہنچے۔ بسنے یکبارگی حملہ کیا۔ اور شیرِ ثریان اور پہل و مان کی طرح شامیوں کی فوج میں گھس کر اس قدر خون بہائے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گھوڑوں کے ستم میندھی سے رنگین کئے گئے ہیں۔ اس حملے سے معاویہ کے معاونوں کے استقلال و ثبات قدمی میں تزلزل پڑ گیا۔ اور ان کے ہاتھ اور بازو سُن ہو کر رہ گئے۔ معاویہ نے عمر و عاص سے کہا۔ آج صبر و تکلیباتی سے کام لینا چاہیے۔ جو کل کو باعثِ فخر و مباحثات ہو سکے۔ عمر نے جواب دیا۔ ہاں آج موت حق ہے۔ اور زندگی باطل۔ اگر علی مرتضیٰ نے ایک دفعہ اور ایسا ہی حملہ کیا۔ تو ہماری سپاہ کا کہیں نشان تک بھی باقی نہ رہے گا۔ اور واقعاً اس روز اسد اللہ الغالب کے حملات ایسے ہی بنے نظیر تھے۔ چنانچہ شاعر نے

اشعار ذیل میں ان کا خاکہ کھینچا ہے۔ مثنوی

| | |
|---------------------------|-----------------------------|
| بے سرفراک آویختے! | بہر سو کد دل برائینگتے |
| و نیم اوقاتے بروئے زمیں | ز مے بر سر ہر کہ شمشیر کہیں |
| زمیں وز ماں ساختے لعل نام | ز خون سیاہ روزگار ان شام |
| یہ گفتمے پیام اجل دمدم! | زبان سنانش بہ اہل ستم |

اس روز جنگ و جدال کی آگ ساعت بساعت زیادہ بھڑکتی جاتی تھی۔ آخر کار تلوار اور نیزوں کا موقع نہ رہا۔ اور اس قدر نزدیک ہوئے۔ کہ دست و گریبان ہو کر پھیر اور مکوں پر نوبت پہنچ گئی۔ اور خون کی ندیاں جاری ہو گئیں۔ جب شامی بہادر شکست کھا کر بھاگنے کی طرف رخ کرتے۔ تو امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ مقل و غارت سے دست بردار ہو کر اپنے رفیقوں کو بھی لڑنے سے منع فرماتے۔ اصبع بن بناہ اور بعض اور خواصوں نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! ہم کو فتح کیونکر میسر آسکتی ہے۔ جبکہ آپ دشمنوں کے بھاگنے کے وقت ان کے تعاقب اور چھپا سے ہم کو منع کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ہمارے طرفداروں میں سے کوئی بھاگنے کی طرف متوجہ ہو۔ تو معاویہ کے طرفدار اور جوش میں آجاتے ہیں۔ فرمایا۔ معاویہ کتابِ الہی اور سنتِ رسالتِ پناہی پر عمل نہیں کرتا۔ اور میں وہ کام نہیں کر سکتا۔ جو وہ کرتا ہے۔ اور اگر اس کو علم اور عمل ہوتا۔ تو کبھی مجھ سے جنگ نہ کرتا۔

القعدہ اس روز سارے دن لڑائی برابر ہوتی رہی۔ اور ساعت بساعت سختی برٹھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ اور ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ مگر دونوں طرف کے بہادر لڑائی سے دست بردار نہ ہوئے۔ اور برابر خونریزی میں مصروف رہے۔

معتبر راویوں نے روایت کی ہے کہ اس رات جس کو لیلۃ الہیر کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ حیدر کرار جب ذوالفقار کی ضرب سے کسی تازی کوئی النار کرتے۔ حکمیر کا سرہ بلند فرماتے۔ خاص صحابی نے جو تکبیروں کو شمار کرتا جاتا تھا۔ روایت کی ہے۔ کہ جب دن ہوا۔ تو تکبیرات کی تعداد پانسو تینس پر پہنچ گئی تھی۔ بدیت ہر عدد و را کہ او فگندز پا نام بردشش و زنده خدا اور کتاب مستحقے میں ابو سعید سمانی سے مروی ہے۔ کہ معاویہ نے بیان کیا۔ کہ لیلۃ الہیر میں علی مرتضیٰ نے اپنے ہاتھ سے نوسو سے زیادہ آدمی قتل کئے۔

اور اعتم کوئی اور روضۃ الصفا میں منقول ہے۔ کہ لیلۃ الہیر میں اثنائے جنگ میں دلاوران شام نے نوحہ و بے قراری شروع کر دی۔ تضرع و زاری کر کے کہتے تھے۔ اے مسلمانو! خدا سے ڈرو۔ اور اس تھوڑی سی جماعت پر جو اتنے ہزار میں سے باقی رہی ہے۔ ترس کھاؤ۔ اور ہمارے عیال و اطفال پر رحم کرو۔ اور لڑائی سے باز آؤ۔ مگر ان باتوں سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور لڑائی برابر قائم رہی۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ جناح السکین میں مرقوم ہے۔ کہ اس رات میں تینتیس ہزار آدمی طرفین سے قتل ہوئے۔ اور اعتم کوئی اور کشف الغم میں لکھا ہے۔ کہ چھتیس ہزار آدمی مارے گئے۔ مثنوی

روایت کنند اہل غزو و جہاد کہ چون یافت امر قتال اشتداد
عیال گشت آثار فتح و ظفر براعلام شاہ شجاعت اثر
یہ ترسید فرماندہ ملک شام ز تیغ شہنشاہ عالی مقام

آخر کار معاویہ نے عمر و عاص سے کہا آج کوئی ایسی تدبیر نکال جس سے ان لوگوں کی جان بچ جائے ورنہ اگر یہ لڑائی اسی طرح پر قائم رہی۔ سب مارے جائیں گے۔ اور ہم میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا۔ عمرو نے کہا کہ کوئی تدبیر اس سے بہتر نہیں ہے۔ کہ توفیق کو حکم دے۔ کہ میں کے پاس قرآن موجود ہو۔ وہ اس کو لاکر نیزے پر باندھے۔ اور نیزوں کو ہاتھوں میں پکڑ کر بلند کریں اور بلند آواز سے پکاریں۔ کہ اے مسلمانو! اگر تم مسلمان ہو۔ ان قرآنوں کی طرف نگاہ کرو۔ جو نیزوں پر ہیں۔ اور ہم نے اپنی عاجزی اور کمزوری کی وجہ سے باندھے ہیں۔ اور ہم نے ان کی پناہ لی ہے۔ ان میں تامل کرو۔ کہ کلام خدا ہے۔ اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور تم سے اس کے موافق عمل کرتے ہیں۔ تم بھی اگر مسلمان ہو۔ اور خدا کو پہچانتے ہو۔ اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

ہم سے قرآن کے موافق عمل کرو۔ اور اس سے زیادہ مسلمانوں کے قتل میں کوشش نہ کرو۔ پس اے معاویہ اگر تو ایسا کرے۔ شاید کچھ نیک نتیجہ نکل آئے۔ اور یہ جنگ تمام ہو جائے۔ معاویہ نے یہ رائے پسند کی۔ اور اسی وقت حکم دیا۔ کہ جس شخص کے غیبے میں قرآن موجود ہو۔ لاکر نیزے پر باندھے۔ اور ہاتھ کو اونچا کرے لوگوں نے اس کے حکم سے ایسا ہی کیا۔ ایک قرآن شریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود تھا۔ جس کا حجم بہت بڑا تھا۔ اس کو ایک سبک بلند نیزے پر باندھ کر امیر المؤمنین کے برابر نصب کیا۔ اور کہا۔ اسے ایتر اور اے اہل حجاز و عراق! یہ خدائے جل جلالہ کی کتاب اور وحی منزل ہے کہ ہم اور تم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو احکام اس کتاب میں مذکور ہیں۔ اور جو اوامر و نواہی اس میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہم ان پر راضی ہیں۔ اور ان کے مطابق تم سے سلوک کرتے ہیں۔ اور اس کے فرائض و سنن اور شرائط و لوازم کو اپنا امام و پیشوا بتاتے ہیں۔ تم بھی اگر اہل ایمان سے ہو۔ اور قرآن کا اقرار رکھتے ہو۔ ہمارے ساتھ اس کے موافق سلوک کرو۔ اور آئندہ خونریزی اور مردم کشی سے باز آؤ۔ اور بچوں اور کمزوروں پر رحم کرو۔ اور اس خدا سے ڈرو جس کی طرف سب کی بازگشت ہے۔ اور حق تعالیٰ کے کلام سے روگردانی نہ کرو۔

جب اس قوم نے اس مکر و شہدے پر عمل کیا۔ ایک سخت کئی ہزار آدمیوں نے عجز و زاری کی آواز بلند کی۔ اور الامان الامان کی فریاد مچائی۔ اشعث بن قیس جو کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے معتبر اور اہل عراق کے بہادروں میں سے تھا۔ اور اس کو امیر المؤمنین کے نزدیک بہت اعتبار و امتیاز حاصل تھا۔ اپنی جگہ سے حرکت کر کے امیر المؤمنین کی خدمت میں پہنچا۔ وہاں آ کر حضرت کو دیکھا۔ کہ نہایت جوش و خروش کی حالت میں خود بھی حملہ کرتے اور تکبیر کہتے اور قتل کرنے ہیں۔ اور اپنے رفیقوں کو بھی اہل بناوات کے قتل و غارت کرنے پر تخریب و ترغیب فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے فرزند اور رفیق جو بنی ہاشم سے ہیں۔ ہر طرف سے غضبناک میثروں کی طرح حملے کرتے ہیں اور مخالفوں کے خون سے ہاتھوں اور تلواروں کو رنگین کر رہے ہیں ہر طرف سے ہائے و ہونے کی صداؤں سے آسمان گونج رہا ہے۔ اور گرد و غبار سے آفتاب تاباں کا چہرہ روپوش ہو رہا ہے۔ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بے خبر ہے۔ اور ہر ایک اپنے اپنے حال میں مشغول ہے۔ اور کسی کو کسی کی خبر نہیں۔ اس وقت اشعث نے عرض کی۔ اے امیر المؤمنین! اتنی جلدی نہ کیجئے اور خونریزی سے ہاتھ روکئے۔ اور میری بات سنئے۔ آپ نے اپنے امکان بھراں کام میں کوشش کی اور اہل بناوات کو سزا دی۔ اور آپ ہر روز فرمایا کرتے تھے کہ میں ان کے مقابلے میں اتنی کوشش کروں گا۔ کہ بے راہی سے راہ پر آجائیں۔ اور کتاب خدا اور سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے لگیں۔

یہ لیجئے اب تو انہوں نے خصومت اور منازعت کو ترک کر دیا ہے۔ اور کتابِ خدا کی طرف رجوع کیا ہے اور اس جگہ پر جو آپ سُنتے ہیں۔ زاری اور عاجزی کر رہے ہیں۔ اب اُن پر رحم کیجئے۔ اور ان تھوڑے سے ضعیفوں اور کمزوروں پر جو باقی رہ گئے ہیں۔ ترس کھائیے۔ اور زیادہ خونریزی اور مردم کشی میں کوشش نہ فرمائیے۔ اگر آپ میری بات نہ سنیں گے۔ تو خدا کی قسم۔ اہل عراق میں کوئی کماندار ایک تیر بھی آپ کے کہنے سے اُن کی طرف نہ چلائے گا۔ اور تلوار میان سے نہ نکالے گا۔ امیر المؤمنین نے عین شدتِ جنگ کی حالت میں اس کو جواب دیا۔ کہ اے اشعث! تجھے خوب معلوم ہے۔ کہ میری غرض ان سے سوا اس کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ یہ جہالت اور ضلالت کو چھوڑ دیں۔ اور سعادت اور شہادت کی طرف رجوع کریں۔ لیکن یہ جماعت ویسی نہیں ہے جیسا کہ تو نے گمان کیا ہے۔ اتنی مدت ہو گئی ہم نے اور تم نے ان کو نصیحتیں کیں۔ اور کتابِ خدا اور سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت دی۔ لیکن ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اس وقت جبکہ مغلوب اور مغذول ہو کر معلوم کر لیا ہے۔ کہ اہل عراق کی فتح ہوگی۔ تو اس تدبیر سے ہم کو اپنے سر سے ٹالنا۔ اور اس مکر و شہدہ سے جان بچانا چاہتے ہیں۔ خبر دار ان کے فریب میں نہ آنا۔ اور اس حالت کو بالکل جیلہ اور محض مکر و فریب سمجھنا۔ اور بدستور اپنے کام میں سرگرم رہ۔ اور حتی الامکان اس کام میں پوری پوری کوشش کر۔ کیونکہ فتح کے آثار نمودار ہیں۔ باری تعالیٰ کی مہربانی سے ظفر و نصرت کی ہوا چل رہی ہے۔ ذرا ایک ساعت صبر کر۔ اور یہ بات نہ کہ۔ کیونکہ تجھ جیسے شاندار سردار اگر ایسی بات کریں گے۔ تو دوسروں کو دھوکا ہوگا۔ اور اس میں سخت خرابی واقع ہوگی۔ اشعث بولا۔ معاذ اللہ اے امیر المؤمنین میں ہرگز ہرگز یہ کام نہ کروں گا۔ کہ ایک جماعت ہم کو کتابِ خدا و سنتِ مصطفیٰ کی طرف دعوت کرتی ہے۔ اور ہم ان کی دعوت کو قبول نہ کریں۔ اور ان کے مقابلے میں تلواریں کھینچیں۔ اگر آپ کو اس معاملے میں کچھ تردد ہے۔ تو مجھے اجازت دیجئے۔ کہ معاویہ سے ملاقات کر کے تمام کیفیت معلوم کروں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ اس جماعت کی مکاری اور ان کا ضعف جو کچھ مجھے معلوم تھا۔ میں نے تجھ سے بیان کر دیا۔ پھر بھی اگر تو معاویہ یا کسی اور سے ملنا چاہتا ہے۔ تجھے اختیار ہے۔

الغرض اشعث بن قیس کی انتہائی کوشش اور مبالغہ کے سبب امیر المؤمنین نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا۔ اور باہم بہت بحث مباحثے اور گفت و شنید کے بعد حکمین یعنی دونوں طرف سے دو حکم یعنی منصف مقرر ہوئے۔ اسی اثنا میں عبید اللہ بن حارث طائی نے جو کثرتِ عبادت کی وجہ سے بیس سال تک نماز عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتا تھا۔ لیلۃ الہریر میں سولہ بار سخت زخم کھائے۔ اور سخت زخمی ہو کر امیر المؤمنین کے خیمہ میں آیا۔ امیر نے اس کا کمال احترام کیا۔ اور فرمایا۔ اے عبید اللہ! تیرا کیا حال ہے؟

اور مزاج کیسا ہے۔ عرض کی۔ اسے وصی خیر المرسلین! میری زندگی ایک دن سے زیادہ باقی نہیں رہی۔ امیر
آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور اُسے بشارت دی کہ دل خوش رکھ۔ کہ رحیم و غفار کے جو اسے مغفرت میں
واصل ہو رہا ہے۔ اور تیرا حشر شہدائے کبار کے ساتھ ہوگا۔ عبید اللہ نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! میں نے
سنا ہے۔ کہ آپ کے اصحاب آپ کے مخالف ہو کر معاویہ سے صلح کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ آپ ہرگز ہرگز
ان کے قول پر عمل نہ فرمائیں۔ اور اس نافرمان گروہ کی جنگ سے ہاتھ نہ اٹھائیں۔ فرمایا۔ لے عبید اللہ کون
سے نام و مددگاروں کی امداد سے قاسطین سے جنگ کروں؟ اور کیا تجھے معلوم نہیں ہے۔ کہ رسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے حالانکہ چالیس پیغمبروں کی طاقت رکھتے تھے۔ تین سال اعلانہ طور پر کسی شخص کو اسلام و ایمان
کے کلے کی طرف دعوت نہ فرمائی۔ اور نبوت کا اظہار کرنے کے بعد دس سال تک جنگ و جدال کی طرف
رُخ نہ کیا۔ لیکن جب اعدان و انصار بہم پہنچ گئے۔ تو جدال و قتال پر مامور ہوئے۔ اب اگر مجھ کو بھی مددگار
ملیں گے۔ تو دشمنان بیدین اور یاغیاں لعین سے جنگ کروں گا۔ ورنہ صبر و شکیبائی سے کام لوں گا۔ اور انبیاء
کے طریق پر عمل کو عمل میں لاؤں گا۔ اے عبید اللہ! مجھ کو رسول خدا نے تمام واقعات سے جو ہو چکے اور ہوں گے
خبر دی ہے۔ میں قوم کی شکایت بارگاہ ایزوی سے عرض کروں گا۔ کسی ایسے کام کا مرتکب نہ ہوں گا جس سے
دائرہ امامت سے نکل جاؤں۔ عبید اللہ نے عرض کی۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ رسول خدا کے بعد امام برحق اور
خلیفہ برحق اور ایسا نشان جو خدا اور بندوں کے درمیان نصب کیا گیا ہے۔ آپ کے سوا اور کوئی نہیں
ہے۔ عجب خوش نصیب ہے۔ وہ شخص جو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ اور جو بد بخت آپ کی
پیروی نہ کرے گا۔ وہ سخت خسران اور نہایت نقصان میں رہے گا۔ بیعت

کے کہ دست بدمال جید و آسش نذر دلبسا کہ بہ دندان کند نگار انگشت

القصہ جب صلح کا معاہدہ حکمین کے مقرر کرنے پر قرار پایا۔ تو معاویہ نے پیغام بھیجا کہ میں اپنی طرف سے
عمر و عاص کو پہنچا، مقرر کرتا ہوں۔ اور امیر المؤمنین نے فرمایا۔ میری طرف سے عبید اللہ ابن عباس حکم ہوگا
معاویہ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ اور کہا۔ کہ ابو موسیٰ اشعری کے سوا میں دوسرے کو اس کام کے لئے
قبول نہیں کرتا۔ بہت سی رد و لک کے بعد ابو موسیٰ کو جو کسی گوشہ میں گمنامی کی حالت میں پڑا تھا طلب کیا گیا۔
جب امر خلافت کا فیصلہ حکمین کے حکم پر قرار پایا۔ تو امیر المؤمنین اشرف عراق کے ہمراہ اور معاویہ رؤسائے
شام کو لے کر دونوں لشکر گاہوں کے درمیان ایک مجلس میں جمع ہوئے۔ اور طرفین کی رائے سے اس باب میں
ایک وثیقہ تحریر کیا گیا۔ اسد اللہ الثالث کے کاتب عبداللہ بن عباس نے کتابت شروع کی۔ جب اس نے لکھا
هَذَا مَا صَلَّاهُ عَلَيْهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ۔ (یہ صلح ہے جو امیر المؤمنین

علی ابن ابی طالب نے کی ہے، معاویہ باغی نے کہا۔ میں بہت بُرا آدمی ہوں۔ اگر علی کو امیر المؤمنین جان کر پھر اُس سے جنگ کروں۔ لفظ امیر المؤمنین مٹا کر اس کی جگہ اس کے باپ کا نام لکھنا چاہیے۔ امیر نے فرمایا۔ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ (رسول خدا نے سچ فرمایا تھا)، اس قسم کا واقعہ مجھے بھی آیا۔ کیونکہ مدینہ کے روز جب میں صلحنامہ لکھ رہا تھا۔ تو میں نے لکھا۔ یہ صلح ہے۔ جو محمد رسول اللہ سہیل بن عمرو کافر کے ساتھ کرتے ہیں... سہیل بن عمرو نے مجھ سے کہا۔ لفظ رسول اللہ مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھو۔ کیونکہ اگر ہم اس کو رسول خدا جانتے تو اس پر ایمان لاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ يَا عَلِيُّ اُخْتِ خَاتِنَ لَدَى يَوْمًا كَيَوْمِ هَذَا۔ (اے علی اُس کو مٹا دے۔ کیونکہ تجھے بھی ایسا ہی دن پیش آئے گا)، اور آج وہ دن ہے۔ اے عبد اللہ اب جس طرح معاویہ کہتا ہے۔ لکھ دے۔ ہذا مَا صَاخَمَ عَلَيْهِ عَلِيُّ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ وَمُعَاوِيَةَ ابْنِ اَبِي سُفْيَانَ۔ (یہ صلحنامہ ہے علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان) وثیقہ کا باقی مضمون یہ تھا: کہ فریقین نے قبول کیا۔ کہ حکم الہی پر قائم رہیں گے۔ اور آیات کے مضمون سے تجاوز نہ کریں گے؛ جب وثیقہ تحریر ہو چکا۔ طرفین کے حاضرین نے مالک اشتر کے سوا اپنی اپنی شہادت اس پر درج کی۔ اور اس میں اور معاویہ میں سخت کلامی ہوئی۔ امیر المؤمنین نے مالک کو تسکین دے کر فرمایا۔ اے میرے محب یک رنگ! یہ مقدر ہو چکا ہے۔ کہ اس گروہ سے اہل بیت محمد مصطفیٰ کو ضرر و نقصان پہنچے۔ اور یہ لوگ اس کے سبب سے ابدًا آباد جہنم کے عذاب عظیم و عقاب الیم میں گرفتار ہوں۔

القصة حکمین کے مقرر ہونے اور وثیقہ تحریر ہو جانے کے بعد امیر المؤمنین نے کوفہ کا رخ کیا۔ اور معاویہ دمشق کو چلا گیا۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ ابو موسیٰ امراؤر سائے حجاز کی ایک جماعت کے ساتھ اور عمر و عاص سرورانِ شام کے ہمراہ دومتہ الجندل جو عراق عرب اور ملک شام کے درمیان ایک منزل ہے۔ جمع ہوں اور وہاں دونوں شریک ہو کر امر خلافت کا فیصلہ کریں۔ جب وہ مقام مذکور میں پہنچے۔ تو فریقین کے آدمیوں نے جمع ہو کر ایک نمبر نصب کیا۔ پھر ابو موسیٰ نے عمر سے کہا۔ منبر پر جا۔ اور جس بات پر ہم دونوں نے اتفاق کیا ہے۔ بیان کر۔ عمر و کذاب نے کہا۔ معاذ اللہ! میں تم پر سبقت کر دوں۔ کیونکہ تم مجھ سے عمر میں بڑے اور افضل ہو۔ پس ابو موسیٰ اشعری منبر پر گیا۔ اور حمد و ثنا اُٹھے الہی اور نعت حضرت رسالت پناہی کے بعد بیان کیا۔ اے لوگو! تمام رعایا اور برابا کی مرفذ الحالی اسی میں ہے۔ کہ تم علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ کو خلافت کے کاروبار کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیں۔ اور اس کام کو شور نے پر چھوڑ رکھیں۔ تاکہ اہل اسلام جس کسی کو اس منصب کے قابل سمجھیں۔ اختیار کریں۔ اور انگوٹھی کو باہر نکال کر کہا۔ میں نے علی اور معاویہ دونوں کو خلافت سے

اس طرح الگ کیا۔ جیسے یہ انگوٹھی اپنی انگلی سے جدا کی۔ یہ کہہ کر منبر سے اُتر آیا۔ بعد ازاں عمر و عاص منبر پر گیا اور لوگوں سے یوں خطاب کیا۔ اے لوگو! ابو موسیٰ نے اپنے صاحب (علیؑ) کو خلافت سے خلع کیا جیسا کہ تم سب نے سُن لیا۔ اب میں نے اپنے صاحب معاویہ کو خلافت پر مقرر کیا۔ اس لئے کہ وہ عثمانؓ کا ولی اور اس کے خون کا طالب ہے۔ ابو موسیٰ نے جلا کر کہا کہ ہم میں اور عمر و میں باہم لین سمجھوتہ نہ ہوا تھا۔ اور عمر و پر لعنت کی۔ اس نے بھی ابو موسیٰ کو گالیاں دیں۔ کہ تو خلافتِ واقعہ کیوں کہتا ہے۔ اور لوگوں میں سخت شور و غل مچ گیا اور امیر المؤمنینؑ کے اکثر دوستوں نے چاہا کہ ابو موسیٰ اور عمر و دونوں کو قتل کر ڈالیں۔ اور اپنے آکر ابو موسیٰ کو تازیانہ لگایا۔ اور قریب تھا کہ اہل شام اور اہل حجاز میں تلوار جل جائے۔ آخر عبداللہ بن عباس اور عدی بن حاتم مانع ہوئے۔ اور کہا کہ امام کی اجازت کے بغیر لڑائی کرنا جائز نہیں۔

تجزیر مستقطعی میں لکھا ہے۔ کہ اس قضیہ شنیبو کے وقوع میں آنے کے بعد لوگ چار فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک جماعت نے کہا۔ لَوْحُكَمَ الْاَللّٰهِ۔ اللہ کے سوا اور کوئی قابلِ حکومت نہیں۔ ان کو خوارج (محلکہ) کہتے ہیں۔ اور ایک گروہ اس امر کے قائل ہوئے۔ کہ ہم نے ان دونوں شخصوں کے معاملے کو خدا کے حوالے کیا۔ ان کو مرتبیہ کہتے ہیں۔ اور ایک جماعت نے بیان کیا۔ کہ یہ تنظیم یعنی حکم بنانا غلط تھا۔ خدا کی قسم ہم حضرت رسالت پناہ کے بعد علیؑ کو تفضیٰ اور اس کی آل کے سوا اور کسی شخص کو امامت اور خلافت کے قابل اور اس کا حق وار نہیں سمجھتے۔ اور ان کے سوا سب سے تبرا کرتے ہیں۔ یہ جماعت روافض کے نام سے مشہور ہوئی۔ شیخ عطار نے یہ بیعت گویا اُس جماعت کی زبان سے فرمائی ہے۔ بیعت

زمشرق تا مغرب گرام است علی و آل او امار تمام است

اور ایک گروہ نے کہا۔ کہ ہم پر واجب ہے۔ کہ کتابِ خدا کی پیروی کریں۔ ان کو معتزلہ کہتے ہیں۔

القصة جب عمر و اپنے اعوان و انصار کے ساتھ دمشق میں پہنچا۔ تو معاویہ کو خلافت کا سلام کیا۔ اور عبداللہ بن عباسؓ نے اصحابِ ہدایت انساب کے ساتھ کوفہ میں پہنچ کر سارا حال عرض کیا۔ مستقطعی میں روایت ہے کہ امیر المؤمنینؑ کم اللہ وجہہ نے اس واقعہ منکرہ کو سُن کر فرمایا۔ کہ خطیب لوگ منبروں پر معاویہ اور اس کے پیروؤں پر لعنت کریں۔ اور جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا۔ کہ امیر المؤمنینؑ سبطین رسول۔ ابن عباسؓ مالکِ اشتر اور باقی اصحابِ امیر کو منبر پر براجلا کہیں۔ منقبتؑ خوارج کے ممالات اور شیر خدا کی تلوار سے ان میں سے اکثر کے مقتول ہونے

کے بیان میں۔

صحیحین میں ابوسعید خدریؓ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ ایک روز حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بلیہ یعنی خشک انجیر میں علی رضی اللہ عنہ نے غنائم میں سے بھیجی تھیں۔ اقرع بن جانس۔ عتبہ بن حصین فراری علقمہ بن علامر عامری اور زید الجلیل میں تقسیم کر رہے تھے۔ حرقوس بن زبیر تہمی جس کا لقب ذوالخضیرہ ہے اس مجلس میں حاضر تھا۔ اثنائے تقسیم میں آنحضرت صلم سے مخاطب ہو کر بولا۔ اِنَّكَ اللهُ يَا مُحَمَّدُ (اے محمد خدا سے ڈر) اور کائنات نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس عین کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی۔ کہ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے۔ اور قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اور بت پرستوں کو زندہ رکھیں گے۔ اور دین سے اس طرح نکل جائیں گے۔ جیسے تیر کمان سے باہر نکل جاتا ہے۔ اگر تم ان کے خروج کا زمانہ پاؤ۔ تو ان کو قتل کرو۔ اور قوم عادی کی طرح ان کی نیچکی کرو۔ حرقوس بن زبیر کہ اکثر روایات کے موافق ذوالشذیہ سے وہی مراد ہے۔ خواج نہروان کے رؤسائیں شامل تھا۔ اور حدیث مذکور اسی فرقہ طاعنہ پر صادق آتی ہے۔ اور مؤرخین ان لوگوں کو مارقین کہتے ہیں۔ اور ان ملاعین کے خروج کی کیفیت اس طرح پر ہے۔ کہ جب ابوموسیٰ اشعری۔ دومتہ الجندل کی طرف جا رہا تھا۔ حرقوس بن زبیر اور زوعہ بن مالک نے امیر المؤمنینؓ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی باگ ابوموسیٰ کے ہاتھ میں نہ دیجئے۔ اور تحکیم سے اجتناب کر کے لشکر کے جمع ہونے کا حکم جاری فرمائیے۔ تاکہ ہم مل جل کر اہل عناد و شقاق سے جنگ کریں۔ حضرت امیرؓ نے فرمایا۔ کہ کلام ربانی کی آیات بینات کے موافق عہد و پیمانہ پر وفا کرنا ایمان کی شرائط میں داخل ہے۔ اور عہد کا توڑنا۔ اور عذر و بیوفائی کرنا۔ خدائے منان کی ناراضی اور ناخوشی کا باعث ہے۔ میں عہد شکنی کو کبھی جائز نہ رکھوں گا۔ اور اس فعل قبیح کا خیال بھی دل میں نہ لاؤں گا۔ عبداللہ ابن لکھو اور دیگر اشقیانے جب حضرت کے یہ کلمات سنے تو پکار کر کہا۔ لَأَحْكُمَنَّكَ اللهُ۔ حکم خدا ہی کو سزا وار ہے۔ ابوموسیٰ کو دومتہ الجندل میں بھیجا گیا ہے اس فعل سے تو یہ کہ حضرت ولایت مآب نے جواب دیا۔ کہ یہ امر گناہ نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری رائے کی سستی اور ضعف سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے کہ جس روز اہل شام نے قرآن نیروں کے اوپر باندھے۔ تم نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا۔ میں نے ہر چند کہا۔ کہ یہ ایک مکہ ہے۔ جو معاویہ اور عمر و عاص نے اپنی ربائی کے لئے تراشا ہے۔ مگر تم نے نہ مانا۔ یہاں تک کہ معاملہ صلح پر ختم ہوا۔ زرعد نے کہا۔ اگر ابوموسیٰ کو جانے سے منع نہ کرو گے۔ اور تحکیم سے باز نہ آؤ گے۔ ہم تم سے جنگ کریں گے۔ امیر المؤمنینؓ نے ارشاد فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ تو میرے نیزے سے مارا جائے گا۔ اس ملعون نے جواب دیا۔ کہ میرا مقصود

ہی ہے۔ حرقوس بولا۔ اے امیر ایوں کہہ کہ مجھ سے گناہ ہوا۔ میں نے اس سے توبہ کی۔ امیر نے فرمایا۔ مجھ سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوا۔ بلکہ تم نے گناہ کیا ہے۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے عرض کی۔ کہ امیر یہ جماعت بہت ہو گئی ہے۔ اور یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اگر آپ ابو موسیٰ کے بھیجنے سے تیرا نہ کریں گے۔ تو آپ سے جنگ کریں گے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ میں بھی ان سے لڑوں گا۔

کشف الغمہ میں منقول ہے۔ کہ صفین کے صلحنامہ کی میعاد ختم ہونے سے پہلے بارہ ہزار خوارج موضع حرور میں اکڑ جمع ہو گئے۔ اور عبداللہ بن الکوہ کو اپنا امیر بنا کر امیر المؤمنین کی مخالفت پر تیار ہو گئے۔ اور امیر المؤمنین نے پہلے عبداللہ بن عباسؓ کو اس قوم کے پاس بھیجا۔ اور راہِ راست کی طرف ہدایت فرمائی۔ جب ابن عباس کے بھیجنے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو ان لوگوں کی درخواست کے موافق خود بنفس نفیس وہاں تشریف لے گئے۔ اور عبداللہ بن الکوہ نے اپنے دس خواصوں کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر سو مند نصیحتیں اور دل پسند باتیں سنیں۔ اور معلوم کر لیا کہ امیر المؤمنین مدت مقررہ کے ختم ہونے پر قاسطین کی لڑائی پر متوجہ ہوں گے۔ اس پر وہ ان دس آدمیوں سمیت مذہب خوارج سے باز آیا۔ اور حضرت سے آطا۔ باقی خوارج آپ کی مخالفت پر متفق ہو گئے۔

الحقہ جب حکمیں کے مذکورہ بالا فیصلے کی خبر کو فہم پہنچی۔ تو خوارج کی ضلالت میں اور زیادتی ہو گئی۔ اور عبداللہ بن وہبؓ کو اپنا سردار بنایا۔ اور مشورہ کرنے کے بعد ایک ایک اور دو دو کر کے کو فہ سے نکل کر نہروان میں جا پہنچے۔ اور خوارج بصرہ کے نام خط لکھ کر عبداللہ بن سعید عسی کو اس طرف بھیجا۔ کہ ان کو نہروان کی طرف روانہ کرے۔ عبداللہ کے بصرہ میں پہنچنے کے بعد ایک جمعیت کثیر اس علاقے سے حرکت میں آئی۔ اور عبداللہ بن وہب سے آملی۔ جب اس گروہ کے اجتماع کی خبر حضرت کو معلوم ہوئی۔ تو ایک خط تحریر فرما کر ان کے پاس بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَلَیْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ وَهْبِ الرَّاسِیِّ وَ یَزِیْدِ بْنِ الْحَصَنِیْنَ وَ مَنْ تَبِعَهُمَا سَلَامٌ عَلَیْكُمْ فَاِنَّ الرَّجُلَیْنِ الَّذِیْنَ ارْتَضِیْتُمْ لِلْحُكُوْمَةِ خَالَفَا كِتَابَ اللّٰهِ وَ اتَّبَعَا اَهْوَاءَ هُمَا یَغْتَبِرُ هُدًیً مِنَ اللّٰهِ فَلَبَّا لَمْ یَعْمَلُوْا بِالسُّنَّةِ وَ لَمْ یَحْكُمَا بِالْقُرْاٰنِ نَتَّبِعُوْا مِنْ حُكْمِهَا وَ نَحْنُ عَلٰی اَمْرِنَا الْاَوَّلِ نَاقِبِلُوْا رَحْمَتَ اللّٰهِ اِلَیْنَا فَاِتَاكُمْ فَاِرْسُوْنَ فَاِنَا سَابِقُوْنَ اِلٰی عَدُوِّنَا وَ عَدُوْكُمْ لَتَعُوْدُوْا وَ لَتَعُوْدُوْا۔ لِیَحَارِبَنَّهُمْ حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ وَ هُوَ خَیْرُ الْحَاكِمِیْنَ رِبْنَدَةُ خَدَا عَلٰی اَمِیرِ الْمُؤْمِنِیْنَ كِطْرَفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَ هَبِ

اور یزید بن الحبحان اور ان دونوں کے تابعین کی طرف۔ تم پر میرا سلام ہو۔ جن دو شخصوں کو تم نے حکم مقرر کیا تھا۔ انہوں نے کتاب خدا کی مخالفت کی۔ اور ہدایت خدا کو چھوڑ کر اپنے نفسانی خواہشات کی پیروی کی پس جب ان دونوں نے سنت رسول پر عمل نہ کیا۔ اور قرآن کے موافق حکم نہ دیا۔ تو ہم ان کے حکم سے بیزار ہیں۔ اور اپنے پہلے ارادے پر قائم ہیں پس تم ہماری طرف آؤ خدا تم پر رحم کرے، تم ہمارے شہسوار ہو۔ اور ہم اپنے اور تمہارے دشمن کی طرف جانے والے ہیں۔ تاکہ ہم ان کی لڑائی کی طرف عود کریں۔ تم بھی واپس آ جاؤ۔ یہاں تک کہ خدا ہمارے اور ان کے درمیان حکم کرے اور وہ سب حاکموں سے بہتر حکم کرنے والا ہے۔

جب یہ خط ہدایت منط خوارج کے پاس پہنچا۔ تو انہوں نے جواب میں لکھا۔ کہ تو نے جس وقت حکیم کے باب میں رضامندی ظاہر کی۔ اسی وقت (معاذ اللہ) کافر ہو گیا۔ اب اگر تو یہ کر کے شرائط ایمان کی رعایت مد نظر رکھے۔ تو ہم تیری درخواست میں غور کریں گے اور اگر تو اپنے گناہ پر اصرار کرے گا۔ تو تجھ کو براہ راست پر چلنے کی دعوت کریں گے۔ اس میں شک نہیں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اہل خیانت کو دوست نہیں رکھتا۔

جب یہ جواب ناصواب حضرت ولایت مآب کی خدمت میں پہنچا۔ تو ان لوگوں کی اطاعت سے ناامید ہو گئے۔ اور ان کی مہم کو آسان خیال کر کے نخیلہ کو لشکر گاہ مقرر فرمایا۔ اور اہل شام سے جنگ کرنے کے ارادے سے لشکروں کو جمعیت کا حکم دیا۔ اور ساٹھ ہزار سے زیادہ جنگجو بہادر جمع ہو گئے۔ مشن کی طرف روانگی سے پہلے متواتر خبر آئی۔ کہ خوارج نے عراق میں فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے۔ اور جو شخص مذہب میں ان کے موافق نہیں اس کو کافر کہتے ہیں۔ اور عبداللہ بن خباب بن ارت اور اس کی بیوی کو صرف اتنا کہنے پر کہ حکمیں کا تقریر سید الثقلمین صلعم کے مخالف نہ تھا۔ قتل کر ڈالا ہے۔ اور ام سنان صیداویہ کو اسی بہانہ سے مار دیا۔ اور برابر قتل و غارت میں مصروف ہیں۔ ان خبروں کے سُننے کے بعد اصحاب کبار کی صلاح اور مواعید سے اول خوارج کا دفعیہ لازم اور ضروری سمجھا گیا۔ اور لشکروں کو نہروال کی طرف روانہ فرمایا۔ اور جب مارقین کے لشکر گاہ میں پہنچ گئے۔ تو ایک دفعہ بہ نفس نفیس خود تشریف لے جا کر اور ایک دفعہ عبداللہ بن عباس کے ذریعے سے اس گروہ سے معارضہ و مباحثہ فرمایا۔ اور ان کے نامعقول اعتراضوں کے دندان شکن اور مسکت جواب دیئے۔ اور مواعید کی مصالحت پر رضامند ہونے اور حکمیں کے مقرر کرنے کے باب میں صلح حد یدیبہ کے قصبے اور کلمہ۔ یَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ (دو عادل اس میں حکم کریں اور آریہ کریم) فَأَبْغَضُوا أَحْكَمًا مِنْ أَهْلِهَا وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا (ایک حکم مرد کے کہنے سے اور ایک حکم عورت کے سے کھڑا کرو) کو ثبوت میں پیش کیا۔ لیکن کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار حضرت نے لشکر کو مرتب کیا۔ مہینہ پر جہر بن الکندی

کو اور میرہ پر شیش بن رہی کو مقرر فرمایا۔ اور تمام سواروں پر ابو ایوب انصاری کو افسر بنایا۔ اور فرمایا کہ تمام پیادے ابوقحافہ کے زیر حکم رہیں۔ اُدھر سے خوارج نے بھی صفوف لشکر کو آراستہ کیا۔ مہینہ میں زید بن حصین اور میرہ میں شریح بن ابی ادنی العسبی مقرر ہوا۔ اور حر قوش بن زہیر سواروں کا افسر بنا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن الکوثر نے پیادوں کی سواری قبول کی جب دنوں لشکر آئے سامنے پر سے جما کر کھڑے ہو گئے۔ تو امیر المومنین کے حکم سے ایک علم ایک مقررہ مقام میں نصب کیا اور دو ہزار آدمی اس کی حفاظت پر مقرر ہوئے۔ اور حضرت کے حکم سے منادی کی گئی۔ کہ مخالفوں میں سے جو کوئی اس علم کی طرف چلا آئے گا۔ اس کو امان دی جائے گی۔ اور جو کوئی کوفہ کو چلا جائے گا۔ وہ بھی امن میں رہے گا۔ اسی اثنا میں فروت بن نوفل اشجعی نے جو رؤسائے خوارج سے تھا۔ اپنے رفیقوں سے کہا۔ میں نہیں جانتا کہ علیؑ کے ساتھ جو خدا کا ولی اور مصطفیٰ کا وصی ہے۔ بیوجہ کیوں جنگ کریں۔ اور پانسو آدمیوں کے ساتھ مازقین سے جدا ہو کر دستکھ کی طرف چلا گیا۔ اور ایک گروہ اس قوم سے جدا ہو کر کوفہ کو چلا گیا۔ اور ایک جماعت نے علم مذکور کے سایہ میں جا کر پناہ لی۔ تاریخ ابو حنیفہ دینوری میں لکھا ہے۔ وَ اَشْتَمْنَا اِلَى الرَّايَةِ اَلْفُ رَجُلٍ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهَبٍ اِلَّا اَقْلٌ مِّنْ اَرْبَعَةِ اَلْفٍ رَجُلٍ اور ہزار آدمیوں نے علم کی طرف پناہ لی اور عبداللہ بن وہب کے ساتھ چار ہزار سے کم رہ گئے۔

اور ترجمہ مستقصیٰ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن وہب کے پاس دو ہزار آدمی باقی رہ گئے۔ اور ان ملائین نے کلمہ لَآ يَحْكُمُ اِلَّا اللّٰهُ وَ كَوْنِ كِرَّةِ الْمَشْرِئِكُوْنَ - (اللہ کے سوا اور کوئی حاکم نہیں اگرچہ مشرکین، رمانیں زبان سے کہتے ہوئی یکبارگی حضرت کی سپاہ پر حملہ کیا۔ اور لڑائی کا میدان گرم ہوا۔ اثنائے جنگ میں عبداللہ بن وہب نے میدان میں آکر شاہ ولایت پناہ کو مقابلے میں طلب کیا۔ اور ذوالفقار کی ایک ضرب سے جہنم کو راہی ہوا۔ اور لشکر مظفر و منصور نے باقی خوارج پر حملہ کیا۔ اور ان کو حسبِ لخواہ ان کے کیفر کردار کی سزا دی۔ چنانچہ اس جماعت شوم سے نوے سے زیادہ آدمی میدان سے بچ کر نہ گئے۔ اور لشکر مظفر و منصور سے نوے سے زیادہ شہید نہ ہوئے۔

اور ترجمہ مستقصیٰ میں مسطور ہے کہ امیر المومنین نے خوارج کے خروج کرنے سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک قوم دین سے اس طرح گریزاں ہوگی۔ جس طرح تیر کمان سے نکل کر بھاگتا ہے۔ اگرچہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نہ گزرے گا۔ اور ان کا دل قرآن کے احکام پر ثابت اور قائم نہ ہوگا۔ اور اس خدا کی قسم ہے۔ جس نے دانہ کو شگافہ کیا اور آدمی کو اپنے خزانہ کرم سے لباس وجود عطا فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا۔ اور خبر دی تھی کہ تو ان سے جنگ کرے گا۔ اور یہ لوگ ضلالت و گمراہی میں پڑ کر

راہِ راست پر نہ آئیں گے۔ جس طرح تیرکان سے نکل کر پھر شہست پر نہیں آتا۔ اور اس جماعت کی علامت یہ ہے کہ ان کے درمیان ایک شخص ہوگا۔ کہ ایک ہاتھ کی جگہ اس کے کندھے میں گوشت کا ایک ٹکڑا عورت کے پستان کی شکل کا ہوگا۔ جس کے سر سے پر بلی کی موچھوں کی طرح کے بال ہوں گے۔ نیز قتلِ خوارج سے پہلے شاہِ ولایت پناہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اس معرکے میں ہمارے شہیدوں کی تعداد کاٹیوں سے گزر کر دو ہائیوں پر نہ پہنچے گی۔ اور دشمنوں کی فوج میں سے نو سے زیادہ آدمی جانبر نہ ہوں گے۔

عبد سیدہ سلمانی سے روایت ہے کہ جب امیر المؤمنین نے ذوالثدیہ (پستان والا) کی حدیث بیان فرمائی اور میں نے تین دفعہ حضرت کو قسم دی کہ آپ نے اس بات کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ امیر نے تین بار قسم کھا کر فرمایا۔ کہ ہاں میں نے رسولِ خدا سے سنا ہے۔ جب خوارج قتل ہو چکے۔ تو فرمایا۔ کہ ذوالثدیہ کو کشتوں میں تلاش کرو۔ اور کچھ لوگ اس کی تلاش میں گئے۔ مگر نہ پایا۔ اور آ کر عرض کیا کہ اس قسم کا کوئی آدمی کشتوں میں نہیں ہے۔ امیر نے فرمایا۔ خدا کی قسم۔ ذوالثدیہ ضرور ان میں موجود ہے۔ دوسری دفعہ پھر ایک جماعت نے جا کر تلاش کیا۔ اور چالیس لاشوں کے نیچے اس کو پایا۔ جس میں وہ تمام نشانات موجود تھے جو حضرت نے بیان فرمائے تھے۔ حضرت نے سجدہ شکر بجلا کر اصحاب سے فرمایا کہ اگر تمہاری معذوری کا باعث نہ ہوتا۔ تو میں خبر دیتا۔ کہ رسولِ خدا نے اس گروہ کے قاتلوں کے لئے کیا کیا وعدے فرمائے ہیں۔

القصد ہم خوارج سے فارغ ہو کر حدو ثنائے الہی اور رور و رسالت پناہی بجلائے۔ اور بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ جب پروردگار عالم نے اپنے لطف و احسان سے تم کو فتح عنایت فرمائی اور اعدائے دین کو مغلوب و مقتول فرمایا۔ تو اب مناسب اور سزاوار یہ ہے۔ کہ گمراہانِ شام کی لڑائی کی تیاری کرو۔ اور مارقین کی طرح قاسطین کا قضیہ بھی فیصلہ کرو۔ اشعث بن قیس نے چند بہادرانِ فوج کی ہمراہی میں عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین! ہمارے تیر ختم ہو گئے ہیں۔ اور تلویح کُند ہو گئیں۔ اور نیزے ٹوٹ گئے۔ ہم کو کوفہ میں لے چلیے تاکہ از سبزوہ ہتھیاروں کی تیاری کریں۔ اور پوری پوری تیاری کے ساتھ ظالمانِ شام کی جھنکی کے لئے چلیں ان کی یہ درخواست منظور ہو گئی۔ اور حضرت کوفہ کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر اس شہر کے نواح میں مقامِ بخیلہ کو اپنا لشکر گاہ بنایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص کو ضرورت ہو۔ وہ شہر میں جائے۔ اور ایک روز ٹھہر کر واپس چلا آئے۔ تاکہ جلد تر شام کی طرف کوچ کریں۔ دوسرے روز یا یہ اختلاف روایات) چند روز گذرنے کے بعد تھوڑے سے معززین تو امامِ ثقلین کی خدمت میں رہ گئے۔ باقی تمام فوج نے لشکر گاہ (مکپ) کو خالی کر دیا۔ اور آلام کو لڑائی سے بہتر سمجھا۔ امیر المؤمنین نے جب یہ حال دیکھا۔ تو آپ بھی کوفہ میں تشریف لے آئے۔ اور کو فیوں نے عذر کیا۔ لیکن قبول نہ فرمایا۔ اور بعد ازاں جب

حضرت فرماتے۔ وہاں کے لوگوں کو ملامت کرتے۔ جب کئی بار نحرش کا اظہار فرما چکے تو اس ملک کے بعض معززین نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! حضرت جس طرف کو تشریف لے جائیں ہم ہرگز کلاب سے جدا نہ ہوں گے۔ اس باب کو امیر المؤمنین نے پسند کیا۔ اور آپ کے حکم سے حارث ہمدانی نے پکار کر کہا۔ کہ جو کوئی صدق دل اور نیک نیتی سے ساتھ دینے کو تیار ہے۔ اس پر لازم ہے۔ کہ کل فلاں مقام میں جو جمعیت لشکر کے قابل ہے حاضر ہو۔ اور دوسرے روز جب امیر المؤمنین حیدر شاہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ تین سو سے زیادہ کوئی شخص نہیں آیا۔ فرمایا کہ اگر یہ جمعیت ہزار تک بھی پہنچ جاتی۔ تو میں ان کے بارے میں کچھ فکر کرتا۔ اور اس منزل میں دو روز غم و رنج کی حالت میں بسر کر کے کو ذمیں واپس آگئے۔ اکثر مومنین نے روایت کی ہے کہ نہروان کے خوارج ماعنہ کا واقعہ شہر ہجری میں واقع ہوا۔

منقبت^{۱۸}۔ فوحات القدس میں ابو عبید اللہ عنوی سے روایت کی گئی ہے۔ کہ میں جنگِ جبل... کے روز امیر المؤمنین کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں کچھ ملازموں نے آکر عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! شکر مخالف کے تیر ہم کو آکر لگتے اور ہم کو زخمی کرتے ہیں۔ ہم کو لڑائی کی اجازت عطا فرمائیے۔ امیر المؤمنین۔ خاموش رہے۔ دوسری جماعت نے نہایت خوفزدہ اور ہراساں ہو کر عرض کی۔ نزدیک ہے کہ دشمن ہم پر غالب ہو جائے۔ اور آپ ہم کو لڑائی کی اجازت نہیں دیتے۔ فرمایا اسے قوم! میں کیوں کر جنگ کروں۔ حالانکہ میں ابھی فرشتوں کے نازل ہونے کا منتظر ہوں جن کی بابت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے۔ اور جب تک فرشتے نازل نہ ہوں۔ میں لڑائی شروع نہ کروں گا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک ہلکی ہلکی بھول چلی۔ جو عبید و عنبر سے بھی زیادہ خوشبودار تھی۔ اور مشک اذفر سے بھی بڑھ کر خوشبو ہر طرف پھیل گئی۔ جب یہ آثار و علامات ظاہر ہوئے۔ تو امیر المؤمنین اپنی زہرہ جسم سے اُتار کر جنگ پر تیار ہو گئے۔ خدا کی قسم میں نے بہت سے معرکے اور بڑے بڑے نامور بہادروں کی بے شمار لڑائیاں دیکھی ہیں۔ لیکن ان میں کوئی لڑائی ایسی نہ تھی۔ جس میں اسس سے جلد تر فتح نصیب ہوئی ہو۔

منقبت^{۱۹}۔ نیز کتاب مذکور میں سرایت سے منقول ہے۔ کہ ایک روز مامون خلیفہ نے مجھ کو بلا کر کہا۔ کہ میں تجھ سے دیوؤں کا قصہ سُنانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔ کہ میں نے محمد بن عبد اللہ سے سُنا ہے۔ کہ وہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے کہ اس معجزے فرمایا۔ کہ ایک روز رسول نے صحرا کا عزم کیا اور مجھ سے فرمایا۔ کہ جب میرا بھائی آئے اُس سے کہنا کہ مشکیزہ پانی سے بھر کر دو پہاڑوں کے درمیان میرے پاس لائے۔ جب امیر المؤمنین آئے۔ میں نے رسول خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ وہ بزرگوار فوراً ذوالفقار کر میں نگامشک

کوپانی سے بھرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے روانہ ہوئے۔ امیر المؤمنین سے روایت ہے کہ جب میں دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا۔ ایک بڑھا دیکھا کہ بکریاں چرا رہا ہے۔ میں نے کہا۔ اے بڑھے تجھے معلوم ہے کہ رسول خدا کہاں ہیں؟ وہ بولا۔ رسول خدا کون ہے۔ میں نے جواب دیا کہ محمد بن عبد اللہ۔ بڑھے نے کہا۔ میں خدا و رسول کو نہیں جانتا۔ میں نے ایک پتھر اٹھا کر اس کو مارا کہ اس کا سر ٹوٹ گیا۔ اس نے فریاد کی۔ اس کی فریاد سن کر بے شمار سوار اور پیادے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان آ کر جمع ہو گئے۔ اور سب نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے بھی ذوالفقار کھینچ لی۔ اور بے دھڑک دائیں بائیں سے قتل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ آگے چل کر میں نے ایک عورت دیکھی۔ جو کالی رات سے بھی زیادہ سیاہ تھی۔ اور اس کے نیش میناروں کی مانند لمبے لمبے تھے۔ اور اس کی آنکھوں سے آگ اور ناک کے سوراخوں سے دھواں نکلتا تھا۔ مجھے دیکھ کر ہاتھ زمین پر مارا سات دیونمودار ہوئے۔ اور انہوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے ان پر حملہ کیا۔ اور ایک دیو کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر اس عورت نے آہ کی۔ اور بولی۔ میری کمر ٹوٹ گئی۔ پھر میں نے دوسرے دیو کو قتل کیا۔ باقی بھاگ گئے۔ اس عورت نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس کو بھی دو ٹکڑے کیا۔ اس وقت ان دونوں پہاڑوں کے درمیان عجب طرح کا دھواں اور غبار اٹھا اور تاریکی چھا گئی اور میں نماز میں مصروف ہوا۔ یہاں تک کہ وہ دھواں دور ہو گیا۔ اس کے بعد آنحضرت کے پاس پہنچ کر پانی کی مشک رکھ دی۔ آپ کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ پانی نوش فرما کر میری دونوں ابروؤں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور فرمایا۔ اے بھائی! تم نے اس قدر دیر کیوں نہ کر دی؟ میں نے ساری سرگزشت عرض کی۔ فرمایا۔ وہ بڑھا چرواہا ابلیس طعون تھا۔ اور اپنے لشکر کو تم پر چڑھا کر لایا تھا۔ اور وہ عورت یقوت تھی کہ اہل جاہلیت جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے تو اس سے مدد مانگا کرتے تھے۔ اے بھائی! تم نے جو اس طعون کو قتل کیا تو ملائکہ آسمان اور کروبیان سخت متعجب ہوئے۔ اور اہل بہشت نے مسرور و خوشحال ہو کر کہا۔ سبحان اللہ! آج تو نے ہم کو وہ نعمت عطا کی ہے۔ کہ آج تک ایسی نصیب نہ ہوئی تھی۔ اس لئے کہ تیرے ولی نے اس عورت کو قتل کیا۔ اور بہشت نے کہا۔ مجھ کو یہی شرف کافی ہے کہ میں علی بن ابی طالب کا مسکن ہوں۔ بعد ازاں رسول نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مار کر فرمایا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ تمہارے حق میں وہی بات کہیں۔ جو نصار نے نے عیسیٰ کے حق میں کہی۔ تو میں تمہارے حق میں ایک ایسی بات کہتا۔ کہ لوگ تمہارے پاؤں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے۔ بعض منافقوں نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگے۔ کہ کیا یہ فضائل جو اپنے ابن عم کے حق میں بیان کرتا ہے۔ کافی نہیں ہیں جواب اُس کو

عیسیٰ سے مشابہت دیتا ہے۔ تب حق تعالیٰ نے ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی وَآتَاخُذُ رَبُّ
ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذْ أَقْوَمَتْ مِنْهُ يَكِيدُونَ۔ اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے
تو اس وقت تیری قوم اس سے روگردانی کرتی ہے۔

منقبت ۱۶ نیز اسی کتاب میں منقول ہے۔ کہ ایک روز امیر جنگل میں تشریف لے گئے تھے خالد
ایک لشکر لے جا رہا تھا۔ جب امیر کو دیکھا تو ایک گز آہنی جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اٹھا کر سر پر مارنا چاہا۔
امیر المؤمنینؑ نے ہاتھ بڑھا کر گز اس سے پھینک لیا۔ اور اس کو موڑ کر قلاوہ یعنی گردن بند کی طرح اس کی گردن میں
ڈال دیا۔ تمام لوہاروں کو جمع کیا کہ اس کے نکالنے کی تدبیر کریں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک اس لوہے کو آگ
میں نہ ڈالیں نکال نہیں سکتے۔ اور جب آگ میں ڈالیں گے۔ تو ہلاک ہو جائے گا۔ اس کا علاج وہی شخص کر سکتا ہے۔
جس نے اس کو تیری گردن کی ہنسل بنایا ہے۔ آخر مجبور ہو کر خالد نے چند اصحابِ مطاب کو واسطہ بنایا کہ امیر المؤمنینؑ
سے سفارش کریں۔ اصحاب خالد کو امیر المؤمنینؑ کے پاس لے گئے۔ اور سید کائنات علیہ افضل الصلوات
واکمل التحیات کی روحِ فرستوح کی قسم دی کہ خالد پر رحم فرمائیے۔ اور بہت تفرغ و زاری اور منت و سماجت کی۔
پس امیر المؤمنینؑ نے اپنی دو ولایت نائنگلیوں سے خالد کو اس بلا سے بے درمان سے نجات دی۔

منقبت ۱۷ عبون الرضای میں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ ایک روز ایک بڑھا جس کا
قد خمیدہ تھا اور شدتِ پیری کے سبب بھوول کے بال آنکھوں پر پڑے تھے اور ہاتھ میں عصا لئے ہوئے
اور سر پر لمبی سرخ رنگ کی ٹوپی رکھے تھا۔ اور اس کے کندھے پر ریشمی چادر پڑی تھی۔ جناب رسالت آتب صلعم
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبکہ آنحضرت خانہ کعبہ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! میرے
حق میں بخشش کی دعا فرمائیے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے بڑھے تیری کوشش
ناامیدی اور خسران و نقصان ہے۔ اور تیرا عمل اور کارگزاری گمراہی اور ضلالت ہے۔ جب وہ بڑھا پیغمبر کے
پاس سے واپس چلا گیا۔ تو فرمایا۔ اے بھائی! تم نے اس کو پہچانا۔ میں نے عرض کی۔ رسول خدا بہتر پہچانتے
ہیں۔ فرمایا وہ ابلیس تھا۔ یہ سن کر میں اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور پاس پہنچ کر اس کو زمین پر سے مارا اور اس
کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اور گلا گھوٹنے کے لئے اس کے حلق پر اپنے ہاتھ رکھے۔ وہ بولا۔ اے ابوالحسن!
ایسا نہ کیجئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت دے رکھی ہے۔ اور کہا۔ اے امیر المؤمنین خدا کی
قسم! میں آپ کو واقف دوست رکھتا ہوں۔ اور آپ کو کوئی شخص دشمن نہیں رکھتا۔ مگر یہ کہ میں اس کی مال میں
اس کے باپ کے ساتھ شریک ہوتا ہوں۔ میں اس کی بات سن کر مسکرایا اور اس کو چھوڑ دیا۔

بیہت محبتِ شہ مرداں مجوز ہے پر سے کہ دست غیر گرفت است پائے مادر او

منسبیت^{۱۹}۔ کتاب امالی میں اسناد طویل کے ساتھ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول خدا صلعم نے نماز صبح کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! تم میں سے کون شخص ان تین مردوں کی طرف جاتا ہے جنہوں نے میرے قتل کے لئے لات و عترے کی قسم کھائی ہے۔ جب کسی نے جواب نہ دیا۔ تو فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ علی بن ابی طالب تم میں موجود نہیں۔ اسی اثنا میں عامر بن قتادہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ امیر المؤمنین علی کمزور ہو رہے ہیں۔ اگر آپ فرمائیں۔ تو میں ان کو خیر دوں۔ فرمایا۔ بلا لا۔ جب ان کو خبری گئی۔ تو بہت جلد رسول خدا کی خدمت میں آکر عرض کی۔ یا سید المرسلین! کیا ارشاد ہے؟ فرمایا جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ تین مشرکوں نے میرے قتل کا ارادہ کر رکھا ہے۔ امیر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ کی توجہ کی برکت سے میں اکیلا ہی ان تینوں کے لئے کافی ہوں۔ مرد کا نثا نے اپنی زہ پہنائی اور اپنا عمامہ سر مبارک پر باندھا۔ اور اپنی تلوار کمر میں بندھوا کر اپنے خاص گھوڑے پر سوار کر کے فرمایا۔ جاؤ تمہیں بطور امانت خدا کے حوالے کیا۔ امیر المؤمنین باہر تشریف لے گئے۔ اور جب تین روز تک واپس نہ آئے۔ تو جناب سیدۃ النساء حسنین کو لے کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس معصومہ کے چہرہ انور سے حزن و ملال کے آثار ظاہر ہوئے تھے۔ مرد و ر کائنات نے فرمایا۔ اے میری نوریدہ غم نہ کھا کہ حق علی کے ساتھ ہے۔ جہاں پر کہ وہ ہو۔ پھر آنکھوں میں آنسو بھر کر فرمایا۔ اے لوگو! جو کوئی میرے بھائی اور صیب کی خبر لائے۔ میں اس کو بہشت کی خوشخبری دوں گا۔ لوگ متفرق ہو کر جناب امیر کی تلاش میں نکلے۔ اسی اثنا میں جبرئیل علیہ السلام نے حافہ خدمت ہو کر امیر کے احوال مفصل بیان کئے۔ ایک ساعت کے بعد امیر المؤمنین دو شخصوں کو قید کئے اور ایک کا سر بچس کاٹ کر اپنے ایک ہاتھ میں بٹکائے۔ اور دوسرے ہاتھ میں تین اونٹوں کی مہار تھا سے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امیر نے ان دو شخصوں سے فرمایا۔ کہو۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ایک بولا۔ مجھ سے یہ توقع نہ رکھو اور جلدی مجھ کو میرے اس ساتھی سے طعن کرو۔ امیر نے مرد کائنات کے ارشاد کے موافق اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ کہ اتنے میں جبرئیل نے حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! حق تعالیٰ آپ کو تحفہ سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے۔ اس شخص کو قتل نہ کرنا۔ کیونکہ یہ اپنی قوم میں خلق اور سخاوت میں مشہور ہے۔ آنحضرت نے امیر المؤمنین سے فرمایا۔ اے بھائی اس شخص کو قتل نہ کرو۔ کیونکہ یہ شخص اس جماعت سے ہے۔ جن کو انکا حسن خلق اور سخاوت بہشت عنبر مرثت میں لے جائے گی۔ اس یہودی نے جب یہ معجزہ رسول سے دیکھا تو ایمان لایا۔ اور بولا۔ أَشْهَدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ تو خدا کا بھیجا ہوا ہے) اور اُس دوسرے شخص نے جب رسالت کا اقرار نہ کیا۔ امیر نے اُس کو قتل کر دیا۔

منسبیت^{۲۰}۔ شواہد النبوة میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ کہ جب حاتم الانبیا علیہ السلام و الشاہد

مدینہ میکینہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور منزل ححفہ میں فرودکش ہوئے۔ وہاں پانی نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان شدت تشنگی سے بیتاب ہوئے۔ اور اپنی بیتابی کا حال حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا اے مسلمانو! تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو چند مسلمانوں کو ساتھ لے کر فلاں کوئیں میں سے پانی کا مشکلیں بھر لائے کہ رسول خدا اس کے لئے ہمیشہ بہشت میں رہنے کی ضمانت کرتا ہے۔ ایک صحابی نے اور ایک روایت میں بیان کیا ہے۔ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اس خدمت کو قبول کیا۔ آنحضرت نے کچھ سقے اُس کے ساتھ کر دیئے اور ی سلم بن الاکوع سے نقل کرتا ہے کہ میں بھی اس جماعت کے ساتھ تھا۔ جب ہم اس کوئیں کے قریب پہنچے تو وہاں کچھ درخت تھے۔ جن کی شاخوں اور پتوں سے ہم نے عجیب و غریب آوازیں سنیں۔ اور عجیب عجیب حرکتیں مشاہدہ کیں۔ اور سب سے عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ ہر طرف سے بغیر لکڑی کے آگ بھڑکتی نظر آ رہی تھی۔ جب ہم نے یہ خوفناک اور وحشت انگیز عجیب و غریب واقعات مشاہدہ کئے۔ تو بڑا خوف ہم پر طاری ہوا۔ اور ان درختوں تک پہنچنے کی تاب باقی نہ رہی۔ ناچار واپس آکر سارا ماجرا حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔ وہ جنوں کی ایک جماعت تھی جو تم کو ڈراتے تھے۔ اگر تم چلے جاتے تو کسی قسم کا آسیب اور کوئی ضرر نہ پہنچتا۔ جب دوسرے نے یہ بشارت سنی۔ عرض کی یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اس خدمت کو انجام دوں؟ حضرت نے بدستور سابق سقے اس کے ساتھ کر دیئے۔ جب وہ مقام موعود پر پہنچے تو ان کو وہی صورت پیش آئی۔ اور پہلوں کی طرح بے نیل مرام واپس آکر سارا حال عرض کیا۔ جب آفتاب غروب ہونے لگا اور اصحاب پیاس کے مارے مرنے کے قریب ہو گئے۔ تو سید المرسلین نے امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔ اے بھائی! ان سقوں کو ہمراہ لے کر اس کوئیں سے پانی لاؤ۔ سلم بن الاکوع بیان کرتا ہے کہ ہم نے مشکلیں کندھوں پر رکھ لیں۔ اور تلواریں محائل کے حضرت امیر المؤمنین کے ہمراہ باہر نکلے۔ اور امیر المؤمنین خضر علیہ السلام کی طرح آگے آگے چلے جاتے تھے اور ہم پیاسوں کی جماعت اس ساقی کوثر کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ اور حضرت امیر ربز پڑھ رہے تھے۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ إِنْ أَسِيلًا عَنْ جَرَفِ جَنِّ أَظْهَرَتْ تَهْوِيلًا

وَقَدَّتْ نِيرَانَهَا تَعْوِيلًا وَقَرَاتِ مَعَ عَزْلِهَا الطَّوِيلًا

یہاں تک کہ ہم اس مقام پر جا پہنچے۔ جہاں سے آوازیں اور حرکتیں اس کثرت سے ظاہر ہوئی کہ ہم پر خوف طاری ہوا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا۔ کہ امیر المؤمنین بھی ان دو شخصوں کی طرح خالی واپس ہوں گے۔ اسی اثنائیں ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ میرے قدم بقدم چلے آؤ۔ اور اس طلسمات سے جو تمہیں نظر آ رہا ہے۔ انشاء اللہ کوئی ضرر تم کو نہ پہنچے گا۔ جب ہم ان درختوں کے درمیان پہنچے پہلے کی طرح آگ کے بڑے بڑے

شعلے جھڑکنے لگے۔ اور کٹے ہوئے سر نظر آتے تھے۔ اور ہونک آوازیں کانوں میں سنائی دیتی تھیں۔ کہ ہمارے ہوش و حواس جاتے رہے۔ امیر دلیرانہ ان مردوں پر سے گزر رہے تھے اور ہم سے فرماتے جاتے تھے۔ بیدھڑک میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اور رائیں بائیں نظر نہ کرو۔ تم کو کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے ہم سب آپ کے پیچھے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کوئیں پہنچ گئے۔ اور ابن مالک کا ایک ڈول تھا۔ جو دو ڈولوں کے برابر تھا۔ جب ہم نے اس کو کوئیں میں ڈالا۔ تو اس کی رسی ٹوٹ گئی اور کوئیں کے اندر سے قہقہہ مار کر ہنسنے کی آواز آئی۔ ایسے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص جا کر لشکر میں سے اور ڈول لے آئے۔ اصحاب نے عرض کی۔ کہ آپ کی پیروی کی برکت سے ہم درختوں سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ اب کس کو طاقت ہے۔ کہ تنہا لشکر میں جا کر ڈول لائے تب امیر علیہ السلام رسی اپنی کمر میں باندھ کر کوئیں میں اترے۔ قہقہہ کی آواز زیادہ تر آئی شروع ہوئی جب آپ پانی کے قریب پہنچے۔ تو آپ کا پاؤں لغزش کھا گیا۔ اور آپ گر پڑے۔ کوئیں میں سے ایک شور عظیم بلند ہوا۔ اور ایسی آواز آئی۔ جیسے کسی کا گلا گھونٹ دیا ہو۔ ناگاہ امیر المؤمنین نے یہ آواز بلند پکارا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر انا عبد اللہ وانا آخر رسول اللہ۔ (میں اللہ کا بندہ ہوں اور میں رسول خدا کا بھائی ہوں اور مشکیں طلب فرمائیں اور ایک ایک کو بھر کر اوپر بھیجتے رہے۔ بعد ازاں کوئیں سے نکلے اور آپ دو مشکیں اٹھائیں اور سب ایک ایک مشک اٹھا کر لشکر کو روانہ ہوئے۔ اور جب ان درختوں میں پہنچے تو پہلے جو دیکھا اور سنا تھا۔ اس کا کہیں نشان بھی نہ پایا۔ اور جب ہم ان درختوں سے نکل گئے۔ تو ایک خوفناک آواز سنی کہ ایک ہاتف سید المرسلین کی نعت اور امیر المؤمنین کی منقبت میں اشعار پڑھ رہا ہے اور امیر المؤمنین بدستور سابق سر و خروماں کی طرح ہمارے آگے آگے رہبری کرتے اور جڑ پڑھتے جاتے تھے، یہاں تک کہ ہم جناب رسالت مآب کی خدمت میں جا پہنچے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ وہ ہاتف عبد اللہ نام ایک جن تھا۔ جس نے شیطان صنام مشرک کو کوہ صبا میں قتل کیا۔

منقبت ۱۱۔ احسن الکبار میں منقول ہے کہ بدر کی رات میں تین ہزار فضیلتیں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہوئیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔ کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سو پانچ اصحاب کو ہمراہ لے کر بدر میں فروکش ہوئے۔ اور کفار قریش بھی حضرت کے ساتھ لڑنے کے لئے وہاں آئے۔ جب رات ہوئی تو حضرت کے لشکر گاہ میں پانی موجود نہ تھا۔ اصحاب کو پانی کی ضرورت ہوئی۔ آنحضرت نے تین دفعہ فرمایا کوئی مرد ایسا ہے جو پانی لائے اور تینوں دفعہ امیر المؤمنین کے سوا کسی نے جواب نہ دیا۔ آخر کار رسول کی اجازت کے بعد مشک اٹھائی۔ اور اس نواح میں ایک گنواں تھا۔ جو بہت دور اور سخت تاریک تھا اور دن میں بھی اس سے پانی لینا محال معلوم ہوا تھا۔ آپ اس کوئیں میں اترے۔ اور مشک بھر کر جب اوپر آئے۔

تو ایک تہہ ہوا چلی۔ اور سارا پانی گر گیا۔ جب دوبارہ پانی بھر کر لائے۔ تو بھی ہوائے تند نے گرا دیا۔ اور تین دفعہ ایسا ہی واقع ہوا۔ جب چوتھی دفعہ پانی لے کر باہر آئے۔ تو ہوا نہ تھی۔ آخر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ بیان کیا۔ فرمایا۔ لے بھائی! پہلی ہوا تو جبرئیل علیہ السلام تھے۔ کہ ہزار فرشتہ ہمراہ لے کر تم کو سلام کیا۔ اور دوسری میکائیل تھے۔ جس نے ہزار فرشتوں کے ہمراہ تمہیں سلام کیا۔ اور تیسری دفعہ اسرافیل نے ہزار فرشتوں کے ہمراہ تمہیں سلام کیا۔ اور تمہاری تین ہزار منقبت بیان کی۔ اور پانی تین دفعہ اس لئے گرایا گیا کہ تمہاری شجاعت کو آزمائیں کہ کس درجہ کی ہے۔

مولف عرض کرتا ہے۔ کہ اس قصہ کو ابوسفیان نوری علیہ الرحمہ نے اسانید صحیحہ سے روایت کیا ہے۔

منقبت^{۲۱}۔ نیز اسی کتاب میں اسناد طویل کے ساتھ عبداللہ بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک روز ایک جن نے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ اپنے کسی صحابی کو ہماری قوم میں بھیج دیجئے تاکہ تم کو قرآن کی تعلیم دے۔ سید المرسلین صلعم نے امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کو جانے کا حکم دیا۔ اور شعیب بن عثمان اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کو بھی آپ کے ہمراہ کیا۔ اور فرمایا کہ بات نہ کرنا۔ کہ نقصان ہوگا۔ جب امام انس و جان رسول ذوالمنن کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ تو ایک ایسے مقام پر پہنچے۔ جو کانٹوں اور کوڑے کرکٹ سے اس قدر بھر پور تھا۔ کہ چوڑیا کو بھی گزارنا ممکن نہ تھا۔ پس امیر المؤمنین کی اجازت سے اول تو ابو بکرؓ نے آگے جا کر سلام کیا۔ بعد ازاں ابوذر غفاریؓ اور عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہم نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ مگر کسی نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب امیرؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو ہر طرف سے عَلَيكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کی صدا میں بلند ہوئیں۔ اور کانٹے اور کوڑا کرکٹ بھی ایک دم صاف ہو کر ایک تخت نمودار ہوا۔ امیر المؤمنین نے اس تخت پر جلوس فرمایا۔ اور ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اصحاب آنجناب کی کثرت محبت کی وجہ سے محزون و غمگین ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ افسوس کہ جن علیؓ کو لے گئے۔ اسی اشنا میں امیر المؤمنین ان کو قرآن کی تعلیم دے کر باہر آئے۔ اور اصحاب کو ہمراہ لے کر خیاب رسالتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا۔ تم نے وہاں جا کر بات کی۔ حالانکہ میں نے منع کر دیا تھا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ جب علیؓ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ تو ہم ان کی جدائی میں مکدر و محزون ہو کر ڈر گئے تھے۔ فرمایا حق علیؓ کے ساتھ ہے۔ جہاں کو وہ ہو۔ اور وہ خدا و رسول کے سوا اور کسی شخص سے خوف و ہراس نہیں رکھتا۔

منقبت^{۲۲}۔ نیز کتاب مذکور میں یہ اسناد طویل امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے

کہ ایک روز جنگِ صفین میں مالک بن اُشتر نے اپنے دل میں یہ بُرا خیال کیا۔ کہ آیا میری قوت زیادہ ہے۔ یا جناب امیر المؤمنین کی۔ امیر نے اس کے دلی خیال پر مطلع ہو کر دلدل کو آگے بڑھایا۔ اور ذی الکلاعِ حمیری پر جو کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دشمن تھا۔ حملہ کیا۔ اور اس کو زمین سے اُٹھا کر جو امیں پھینکا۔ اور نیچے آنے پر ذوالفقار سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ جب مالک نے اس قسم کا کشف و کرامت اور یہ قوت و شجاعت مشاہدہ کی۔ دلدل کے پاؤں میں سر رکھ دیا اور معافی مانگی اور توبہ کی کہ پھر کبھی ایسا خیال دل میں نہ لاؤں گا۔

منقبت ۲۲۔ حکایات نامی میں مرقوم ہے۔ کہ امیر المؤمنین علیؑ شیر کی طرح نعرہ مارتے اور شیر کی طرح چھپٹ کر حملہ کرتے۔ اور آپ کی قوتِ شیر سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی۔ جس نے درخیز کو بنیاد سے اُکھاڑ ڈالا۔ بے شک و شبہ وہ اسد اللہ یعنی شیرِ خدا ہیں۔

منقول ہے کہ ایک روز آپ نے گینڈے کی ٹانگ کو پکڑ کر گرا دیا۔ اور اس کے سینگ کو پاؤں کے تلے دبا کر ذبح کیا۔ اصحاب نے رسولؐ سے سوال کیا۔ کہ امیر المؤمنین علیؑ نے گینڈے کو ذبح کیا ہے ہم کھائیں یا نہ کھائیں۔ فرمایا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جس چیز کو علیؑ ذبح کرے وہ حلال ہے۔

منقبت ۲۳۔ زہرۃ الریاض میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن جب رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم بہشت سے ذوالفقار لے کر رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ حق تعالیٰ بعدِ تحفہ سلام و درود فرماتا ہے۔ اے محمدؐ بنی آدم میں وہی شخص ذوالفقار کے رکھنے کا مستحق و مہرِ اوار ہے جو ہر وقت لڑائیوں میں مشغول رہے۔ اور کافروں یعنی منافقوں اور دین سے خارج لوگوں کا قلع قمع کرتا رہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ وہ شخص کون ہے؟ جبریلؑ نے عرض کی۔ کہ جو شخص ابلیس کی بیٹی کو جو فلان وادی میں ہے۔ قتل کرے۔ رسولؐ اپنے اصحاب کے ہمراہ اس وادی میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ابلیس کی بیٹی نہایت حسینہ و جمیلہ ہے۔ اور اس کے آگے ایک کالے پانی کا نالہ نہایت تیزی سے جاری ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار ابو بکرؓ کے حوالے کی۔ اور فرمایا۔ جا کر اس دخترِ ابلیس کو قتل کر۔ ابو بکرؓ روانہ ہوئے۔ جب اس کے پاس پہنچے۔ تو لڑکی نے اس طرح فریاد کی۔ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کثرتِ خوف سے واپس آگئے۔ پھر امیر المؤمنین علیؑ نے سید المرسلینؑ کے حکم سے ادھر کا رخ کیا۔ جب اس کے نزدیک پہنچے۔ ابلیس کی دختر بد اختر نے بدستور سابقہ مکرو فریب سے فریاد کی۔ حضرت نے اس پر صراحت کر کے مرنے سے جدا کیا۔ اور سرورِ کائنات کی خدمت میں لائے۔ آنحضرتؐ نے ذوالفقار مرتضیٰ علیؑ کو عطا فرمائی۔ امیر المؤمنین نے جب

ذوالفقار پر سے خون کو صاف کیا۔ تو دیکھا کہ اس کے اوپر چار مقام پر لکھا ہے لاَوْفَتْحِي إِلَّا عَلَى لَا
سَيْفِ الْوَعْدِ وَالْفَقَارِ۔ (علی سا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار سی کوئی تموار نہیں، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ان سطروں کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ صاحب ذوالفقار علی
بن ابی طالب ہے۔

غزل

اے گزیدہ مرخدا میت یا امیر المؤمنین
گردن ان دہرا آورده سہ ما زیدِ حکم
خازنان کان دور یا کیسہ با پیر سا متقد
از نسیم باد نروزی نہ شاید کرو یاد
دعہ را شاید تمقات تو باید گفت و بس
خاطر بچوں من شوریدہ خاطر کے کند
باہمہ بالانشینی عقل کل نابردہ را
گر بدے بالا ترا عرش بریں جائے دگر
آنچہ تو شایستہ آئی زر وئے عز و جاہ
ماہمہ بردرگ لطف گدائی میکسیم
آنچہ عیسیٰ مردہ زندہ کرد مرے بردو بس

خواندہ نفس مصطفایت یا امیر المؤمنین
باز وئے زور آزمایت یا امیر المؤمنین
زور بازوئے سخایت یا امیر المؤمنین
پیش قلب جانفرایت یا امیر المؤمنین
کیست تا گوید شنایت یا امیر المؤمنین
وصف قدر کبریایت یا امیر المؤمنین
زیر شا دروان لایت یا امیر المؤمنین
گفتے کا سخاست جایت یا امیر المؤمنین
کس نہ دانند جہز خدایت یا امیر المؤمنین
اے ہمہ شاہاں گدایت یا امیر المؤمنین
از لب معجز نمایت یا امیر المؤمنین

باب دہم

امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی فراست و کیاست (دانائی) اور اس کے
متعلقات کے بیان میں

قدوہ معشقان مخدوم جہانیاں قدس سرہ کے ملفوظات میں لکھا ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے

زمانے میں چالیس سے اوپر مسائل ہیں جو امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی فراست کے سوا حل نہیں ہو سکتے۔ اس خبر کی بنا پر مؤلف نے نہایت کوشش اور جدوجہد کے ساتھ ان میں سے چند مسائل کتب معتبرہ سے انتخاب کر کے اس مجموعہ محمودہ میں درج کئے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو باب علم و خوارق میں مذکور ہو چکے ہیں۔ باقی اس باب میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

منقبت۔ ملفوظ مخدوم میں لکھا ہے۔ کہ اسانید صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد خلافت میں دو شخصوں نے دارالشرع میں آکر میراث کا دعویٰ کیا۔ ہر ایک دوسرے کو کہتا تھا۔ تو میرے باپ کا بیٹا نہیں ہے۔ اور ان کا کوئی گواہ بھی نہ تھا۔ عمر نے فرمایا۔ کہ شرع تشریف میں یہ معاملہ بغیر گواہ کے فیصل نہیں ہو سکتا اور ان دونوں شخصوں نے کہا۔ یا امیر المؤمنین چونکہ تو زمانے کا خلیفہ ہے پس ہم جیسے عزیز اور عاجز جناب کے سوا اور کہاں پناہ لیں۔ اور اس کی طرف متوجہ ہوں۔ خلیفہ صاحب اس عرض کو سننے کے بعد راقبہ کے طور پر دیر تک سر جھکا کر سوچتے رہے۔ پھر سر اٹھا کر عمارؓ سے فرمایا جو کچھ شرع میں ہے وہ تو میں نے ان کے خاطر نشان کر دیا۔ کہ تم میں سے جو شخص حق پر ہو۔ وہ دو گواہ پیدا کرے عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا اباحفص! ایسے مشکل مسائل میں امیر المؤمنین علیؓ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنے اصحاب مستطاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کرتے تھے۔

أَقْضَا كُمْ عَلَيَّ وَالْقَضَاءُ تَحْتَاجُ إِلَى جَمِيعِ الْعُلَى (یعنی تم سب میں بڑا قاضی یعنی فیصلہ کرنے والا علی ہے۔ اور قضا یعنی فیصلہ کرنے میں تمام علوم کی ضرورت پڑتی ہے، یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا يَا عَمَّارُ لے عمار! تجھے جزائے خیر دے۔ جو بات مجھے بھول گئی تھی۔ خوب یاد دلائی۔ تم ان دونوں کو علی بن ابی طالب کی خدمت میں لے جاؤ۔ اور سارا قصہ بیان کرو۔ عمار بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں در شہر علوم کے دروازے پر پہنچا۔ قبل اس کے کہ آپ کی نظر مجھ پر پڑے۔ اندر ہی سے ارشاد فرمایا۔ لے عمار! ان دونوں شخصوں کو دارالشرع میں والہیں لے چل۔ بخوشی دیر کے بعد وہاں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ وہ دو جوان کہاں ہیں؟ جب وہ حاضر ہوئے۔ تو دونوں جدا جدا کر کے فرمایا۔ سچ کہو۔ اس شخص کا صلیبی بیٹا جو اس کی وراثت کا دعویٰ رہے۔ تم میں سے کون ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے قول پر اصرار کیا۔ اور ہر ایک نے یہی کہا کہ میں اس شخص کا صلیبی بیٹا اور وارث ہوں۔ فرمایا۔ تمہارے باپ کی قبر کہاں ہے؟ انہوں نے پتہ بتا دیا ایک شخص کو حکم دیا۔ کہ ان کے باپ کی قبر کھاڑ کر ایک ہڈی نکال لا۔ جب وہ لے آیا۔ تو حجام کو بلوا کر دونوں کو ہند کرائی۔ اور ہر ایک کا خون جدا جدا برتنوں میں لیا۔ اور اس ہڈی کے دو ٹکڑے کر کے دونوں برتنوں میں ایک ایک ٹکڑا ڈال دیا۔ اور دونوں برتنوں کو اوپر سے ڈھانپ دیا۔ جب ایک ساعت کے بعد کھولا۔ تو خلقت نے

اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ ایک ہڈی نے تو سارا خون چوس لیا ہے۔ اور دونوں مل کر ایک چیز بن گئی ہے۔ اور دوسرے ٹکڑے میں خون کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت امیرؓ نے اس جھوٹے جوان سے فرمایا۔ اگر تو اس کا صلیبی بیٹا ہوتا تو اس کی ہڈی تیرے خون کو ضرور جذب کر لیتی۔ اور جس کے خون کو ہڈی نے جذب کر لیا تھا۔ اس کے باب میں حکم دیا۔ کہ میراث اس کے حوالے کی جائے۔ حاضرین مجلس نے جب یہ عجیب و غریب واقعہ مشاہدہ کیا۔ سب کے سب ایک زبان ہو کر امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی مدح و ثنا کرنے لگے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے جناب امیرؓ کے دونوں ہاتھوں پر بوسہ دیا۔ اور افراطِ محبت کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور کہا یا ابا الحسن خدا تاملے آپ کے بغیر عمرؓ کو دنیا میں زندہ نہ رکھے۔

منقبت ۲۔ نیز اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اپنی عورت کی شکایت کی کہ وہ زنا سے حامل ہوئی ہے۔ عمرؓ نے پوچھا۔ تیرا کوئی گواہ ہے۔ وہ بولا۔ کوئی نہیں لیکن میں اس طرح جانتا ہوں کہ ہمیشہ اس کے دُبر میں جماع کرتا رہا ہوں۔ اس لئے اس نے ضرور زنا کیا ہے حضرت عمرؓ نے اس عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب اس کو دارالشرع سے باہر لائے۔ تو رستے میں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ سے ملاقات ہوئی۔ عذرت نے فریاد کی۔ یا امیر المؤمنین میری فریاد کو بچھو۔ کہ مجھے بے قصور سنگسار کرتے ہیں۔ امیرؓ نے اس کو ٹھہرانے کا حکم دیا۔ اور دارالشرع میں آکر فرمایا۔ اے ابو حفص مقدمات کے حکم دینے اور فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کیوں کام لیا کرتے ہو خصوصاً سنگسار کرنے کے معاملات میں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا ابوالحسن! دُبر میں جماع کرنے سے عورت کیوں کر حامل ہو سکتی ہے؟ امیرؓ نے فرمایا۔ دونوں رستے ایک ہی مقام پر جا کر منتهی ہوتے ہیں۔ شاید کوئی قطرہ رجم میں پڑ گیا ہو۔ لیکن اس شخص کو جو اپنی زبان سے دُبر میں دخول کرنے کا اقرار کرتا ہے۔ حد لگانا چاہیے۔ تاکہ آخرت کے عذاب میں گرفتار نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ سیدھے رستے نہیں چلا۔ عمرؓ نے عرض کی۔ یا ابوالحسن! اس مرد کے لئے آپ حد لگانے کا حکم کس لئے فرماتے ہیں۔ امیر المؤمنین نے مسکرا کر فرمایا۔ کیا تم نے وہ حدیث سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنی۔ کہ فرمایا ہے۔ مَنْ دَخَلَ امْرَأَةً تَهْرَبُ فِي السَّبْرِ اَكْتَبَهُ اللهُ فِي النَّارِ یعنی جو کوئی اپنی عورت سے پیچھے کی راہ سے نزدیکی کرے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اوندھا آتشِ روزخ میں ڈالے گا۔ نیز ارشاد فرمایا ہے۔ مَنْ دَخَلَ امْرَأَةً فِي الدُّبْرِ لَعَنَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ اَنْتَنٌ مِنَ الْجَيْفَةِ۔ یعنی جو کوئی اپنی بیوی سے پیچھے کی راہ سے دخول کرے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکو ایسی حالت میں اٹھائے گا۔ کہ وہ مردار سے زیادہ بدبو دار ہوگا۔ خلیفہ زمان نے جب اس قسم کا موعظہ جناب امیرؓ سے سنا۔ تو بولے صَدَقْتَ

يَا اَبَا الْحَسَنِ۔ اے ابوالحسن آپ نے سچ فرمایا۔ خدا تعالیٰ عمر کو آپ کے بغیر زندہ نہ رکھے۔

اس قصیہ کے بیان کرنے کے بعد مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں۔ یہاں سے یہ لازم نہیں آتا کہ دُبر بھی حرث یعنی کھیت ہے۔ حرث صرف قبل ہی ہے۔ مثلاً اگر داد کسی پہاڑ پر یا زمین خراب یا سنگلاخ زمین پر پڑے اور اُگ آئے۔ تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ لیکن اس کو کھیتی نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے امیر المؤمنین کا قول قرآن مجید کے مخالف اور مناقض نہیں ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ فَاتَّخِذْكُمْ اَنفِيْ شَيْئِمُّ دِپْسِ قَمِ ابْنِيْ كِهَيْتِيْ مِيْ اَوْ۔ جہاں سے چاہو۔ بقدرہ ۲۱

منقبت ۱۰ لطف الطوائف میں منقول ہے۔ کہ اعاذت صحیح نہیں تو اترا و اروا ہے۔ کہ ایک روز جناب سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ فرما تامل فرما رہے تھے۔ اور ظرفت اور مزاج کے طور پر گٹھلیاں امیر المؤمنین کے آگے رکھتے جاتے تھے۔ اور حضرت کے اشارے سے اصحاب بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ جب فارغ ہو چکے۔ تو اصحاب سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا۔ تم میں سے خرم کس نے زیادہ کھائے ہیں؟ انہوں نے عرض کی۔ یا سید المرسلین اَفَمَنْ كَثُرَ نَوَاتُهُ فَهَوَ اَكْوَلُ یعنی جس کی گٹھلیاں زیادہ ہوں۔ اُس نے زیادہ خرما کھائے ہیں۔ امیر المؤمنین نے جواب دیا۔ مَنْ اَكَلَ مَعَ النَّوَاةِ فَهَوَ اَكْوَلُ۔ یعنی جس نے گٹھلیوں سمیت کھائے۔ اس نے زیادہ کھائے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ میرے بھائی کو بات میں مات دینا مشکل ہے۔ اس لئے کہ میں علم کا شہر ہوں۔ اور علیؑ اس شہر کا دروازہ ہے۔

منقبت ۱۰ نیز کتاب مذکور میں کشف الغم سے منقول ہے۔ کہ ایک روز ابو بکر صدیقؓ نے عمر بن الخطابؓ اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہم سیر کرتے ہوئے پیادہ چلے جاتے تھے۔ چونکہ شیخین طویل القامت تھے مزاج اور منہی کے طور پر امیر سے کہا۔ يَا عَلِيٌّ اَنْتَ بَيْنَنَا كَالنَّوْنِ فِي النَّوَا۔ یعنی اے علی تم ہمارے درمیان ایسے ہو۔ جیسے نَوْنِ میں نَوْنِ۔ امیر المؤمنین نے جواب میں فرمایا۔ كَوْلَا اَنَا بَيْنَكُمْ اَلْكَلَّةُ اَوْ اَلْاُ۔ اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوں تو تم دونوں لا رہ جاؤ۔ یعنی کچھ نہ رہو۔

منقبت ۱۰ نیز کتاب مذکور میں مسطور ہے۔ کہ ایک روز دو منافق امتحان کے طور پر حضرت امیر المؤمنینؓ کے پاس آئے۔ ایک نے کہا۔ یا امیر المؤمنین! اس شخص نے میری توہین کی ہے۔ اس لئے کہ یہ کہتا ہے۔ کہ مجھے رات کو تیری ماں سے احتلام ہوا ہے۔ شرع میں اس کی تہذیب کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اس کو دھوپ میں کھڑا کر۔ اور اس کے سایہ پر ڈرہ لگا۔

منقبت ۱۰ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ ایک روز ایک یہودی نے اعتراض کے طور پر امیر المؤمنینؓ

سے کہا۔ ابھی تمہارے پیغمبر کو دفن بھی نہ کیا تھا۔ کہ تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ امیر نے جواب میں فرمایا۔ جو اختلاف کہ ہمارے درمیان پیدا ہوا۔ وہ ایک مسئلہ میں تھا۔ لیکن ابھی تمہارے پاؤں نیل سے خشک نہ ہونے پائے تھے۔ کہ تم نے اپنے پیغمبر سے کہا۔ اَجْعَلْ لَنَا الْهَآكِمَا كَهْمَا الْهَمَّةُ - یعنی تو ہمارے واسطے ایک خدا پیدا کر۔ جیسا کہ بت پرستوں کے خدا ہیں۔ یہود شرمندہ ہو کر اپنے اعتراض سے سخت پشیمان ہوا۔

منقبت ۱۰ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ ایک روز امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ میں نے کبھی کسی شخص سے نہ نیکی کی ہے نہ بدی۔ اصحاب نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! یہ نکتہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ مہربانی کر کے بیان فرمائیے۔ فرمایا۔ جو کوئی کسی شخص سے نیکی کرے۔ اس نیکی کی جزا اس کو مل جاتی ہے۔ تو دراصل اس نے اپنے ہی ساتھ نیکی کی ہے۔ اور جو کوئی کسی کے ساتھ بدی کرتا ہے۔ اس بدی کی سزا بھی اس کو ملتی ہے۔ پس درحقیقت اس نے اپنے ہی ساتھ بدی کی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْصِلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ - پس جو کوئی ذرہ بھر نیکی کرے۔ وہ اس کو دیکھتا ہے۔ اور جو کوئی ذرہ برابر بدی کرے وہ اس کو دیکھتا ہے (زلزال علیٰ

منقبت ۱۱ مستدرک حاکم اور صواعق محرقة میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک بیل نے ایک گدھے کو مار ڈالا۔ بیل اور گدھے کے مالک حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورت واقعہ بیان کی۔ آنحضرت نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اس مقدمے میں حکم کرو۔ صحابہ نے متفق ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ بیل اور گدھے کے مالکوں پر کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ اور نہ حیوانوں کا کچھ قصور ہے۔ اگر حیوان حیوان کو مار ڈالے۔ تو شرع میں کچھ تکلیف اس پر نہیں ہے۔ بعد ازاں امیر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بھائی! تم اس مقدمے میں کیا حکم دیتے ہو۔ امیر نے دریافت کیا۔ کہ دونوں جانور کھلے ہوئے تھے۔ یا بندھے ہوئے یا ایک کھلا ہوا تھا۔ اور ایک بندھا ہوا۔ دونوں شخصوں نے عرض کی کہ بیل کھلا ہوا تھا۔ اور اس کا مالک اس کے ساتھ تھا۔ امیر نے فرمایا۔ گدھے کا تاوان بیل والے پر ہے۔ پس رسول نے علیؑ کے فیصلے کو قبول کیا۔ اور اس کو جاری فرمایا۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ احسن الکبار میں منقول ہے۔ کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الہی میں یوں عرض کی۔ الحمد للہ تو نے ایسے شخص کو میرا وصی

بنایا ہے۔ جو عمل کامل رکھتا ہے۔ اور جس طرح انبیاء نے شرعی مراعات میں حکم کیا ہے۔ وہ کرتا ہے۔^۹

منقبت۔ نیز احسن الکبار میں منقول ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں ایک جوان کہتا تھا اے خداوند! میرے اور میری ماں کے درمیان عدل کر۔ کیونکہ وہ میرے حق میں ظلم کرتی ہے۔ جب عمر نے اس کا کلام سنا تو فرمایا۔ اے جوان تو اپنی ماں کے حق میں کیوں بد دعا کرتا ہے؟ جوان نے عرض کی۔ اے امیر المؤمنین! مجھ کو دس مہینے پیٹ میں رکھا۔ اور دو سال دو دھرا پلایا۔ اب کہتی ہے۔ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ وہ کہاں ہے۔ بولا فلاں محلے میں رہتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر اس کو بلوایا۔ عورت اپنے چار بھائیوں اور چالیس گواہوں کو ہمراہ لے کر حاضر ہوئی۔ عمرؓ نے فرمایا۔ اے عورت یہ جوان کہتا ہے کہ تو اس کی اصلی ماں ہے۔ اور تو اپنی کسی غرض کے سبب اس کی فرزندگی کا انکار کرتی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ خدا کی قسم وہ جھوٹ کہتا ہے۔ میں اس کو بالکل نہیں پہچانتی اور وہ چاہتا ہے۔ کہ مجھے میرے قبیلے میں رسوا کرے کیونکہ میں نے اس کو نہیں جنا۔ اور مدت ہو چکی کہ میرا شوہر مر گیا۔ اور میں تجارت کے طور پر اس شہر میں آئی ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا۔ اے عورت! تیرا کوئی گواہ ہے۔ بولی۔ یہ لوگ جو میرے ساتھ ہیں۔ سب میرے گواہ ہیں۔ اور چالیس شخصوں نے شہادت دی کہ یہ عورت سچ کہتی ہے۔ خلیفہ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ اس مفتری جوان کو قید خانہ میں لے جاؤ۔ اتفاقاً رستے میں امیر المؤمنین علیؓ سے ملاقات ہوئی۔ جوان نے فریاد کی۔ کہ اے حلال مشکلات! میری فریاد کو پہنچے۔ کیونکہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے اور سارا قصہ مفصل بیان کیا۔ امیر المؤمنینؓ نے فرمایا۔ اس جوان کو دارالشرع میں واپس لے چلو۔ کہ میں بھی وہاں آتا ہوں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تشریف لاکر فرمایا۔ اے اباحفص! کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس جوان اور عورت کے باب میں ایسا حکم کروں۔ جس میں خدا کی رضا اور خوشنودی ہو۔ عمرؓ نے عرض کی۔ اے ابوالحسن! کیونکہ اجازت نہ ہو۔ کہ میں نے بارہا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ فرماتے تھے اَقْضَاكُمْ عَنِّي۔ یعنی تم سب میں زیادہ تر عالم اور سب سے بہتر قاضی علیؓ ہے۔ پھر فرمایا۔ اے عورت! کیا تو اس جوان کی ماں نہیں ہے۔ وہ بولی۔ نہیں۔ فرمایا۔ کیا تو مجھ کو اپنا ولی مقرر کرتی ہے؟ اس نے عرض کی۔ بے شک۔ اس وقت قبضہ سے فرمایا۔ چار سو درہم لا۔ کہ اس عورت کا مہر ادا کر کے اس جوان سے نکاح کروں۔ جب رقم مذکور آگئی۔ تو فرمایا۔ اس جوان کے دامن میں ڈال دے۔ کہ میں نے چار سو درہم کے مہر پر اس عورت کا نکاح اس جوان سے کر دیا۔ حاضرین مجلس تم گواہ رہو۔ اور جوان سے فرمایا عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے جا۔ اور اس وقت باہر آنا۔ جبکہ جماع کے آثار تجھ سے نمودار ہوں۔ جوان نے نہایت اضطراب

اور بے چینی سے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ امیر نے فرمایا۔ جو کچھ میں کہتا ہوں۔ کر۔ جب وہ جوان اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے گیا۔ عورت نے شور مچایا۔ اور فریاد کی۔ واویلایا! یا امیر المؤمنین مجھ کو خدا اور خلق خدا کے سامنے رسوا نہ کیجئے۔ کیونکہ یہ جوان میرا حقیقی بیٹا ہے۔ کیونکہ اس کو شوہر بناؤں اصل بات یہ ہے کہ میرے بھائیوں نے مجھ کو اس امر پر آمادہ کیا۔ کہ اس کو اپنے پاس سے نکال دے۔ ورنہ باپ کی میراث کا دعویٰ کرے گا۔ اب میں نے توبہ کی۔ تب امیر نے فرمایا۔ کہ گواہوں کو حد لگائیں۔ اور ماں نے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر اس کے منہ پر بوسہ دیا۔ اور بہت روئی۔ اور اس کو اپنے گھر لے گئی۔ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے از روئے انصاف کہا۔ **كَوْلَا عَلِيٍّ لَهْلَكَ عُمَرُ** (یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ضرور ہلاک ہو جاتا۔)

منقبت۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ ایک شخص نے عمر کے پاس آکر کہا۔ میں حق سے بیزار ہوں۔ فتنہ کو دوست رکھتا ہوں۔ حق دیکھے گواہی دیتا ہوں۔ مرنے سے جان کو امام بناتا ہوں۔ مرغ بسل (بے ذبح) کھاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے بوجہ مقولہ **دَلَّخَكُمْ بِالطَّاهِرِ** (اور ہم ظاہر کے موافق حکم کرتے ہیں) فرمایا۔ جو شخص اس قسم کی برائیوں سے موصوف ہے۔ وہ واجب القتل ہے اور صحابہ کے اتفاق سے اس کے قتل کا حکم دیا۔ جب یہ خیر امیر المؤمنین علیؓ کو پہنچی۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ میرے آنے تک اس کو محفوظ رکھو۔ پھر دارالشرع میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے عمرؓ! اس صادق القول اور راست گو شخص کے لئے قتل کا حکم کیوں کر دیا؟ وہ جو اس شخص نے کہا ہے۔ کہ میں حق سے بیزار ہوں۔ وہ موت ہے۔ **وَالْمَوْتُ حَقٌّ** (اور موت حق ہے) اور یہ جو کہا ہے۔ میں فتنہ کو دوست رکھتا ہوں۔ سو وہ اولاد اور مال کو دوست رکھتا ہوں۔ اور یہ دونوں چیزیں از روئے نص قرآنی فتنہ ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ**۔ تمہارا مال اور اولادیں ہی فتنہ ہیں، اور یہ جو اس نے کہا ہے کہ میں بن دیکھے گواہی دیتا ہوں۔ سو ذات حق سبحانہ کو کسی شخص نے آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اور سب اس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں۔ اور قرآن مجید جملہ کائنات کا امام ہے۔ اور وہ ذی حیات نہیں ہے اور مرغ بسل (بے ذبح جانور) مچھلی ہے۔ اور سب کھاتے ہیں۔ ان باتوں کے سننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر از روئے انصاف بلند آواز سے فرمایا۔ اے مسلمانو! گواہ رہو۔ **كَوْلَا عَلِيٍّ لَهْلَكَ عُمَرُ**۔ یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ضرور ہلاک ہو جاتا۔

منقبت۔ نیز کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں ایک امیر نہایت مالدار سو داگر تھا۔ بحکم **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** وہ امیر اور اس کی بیوی انتقال کر گئے۔ اولاد ان سے ایک لڑکا

سیاہ رنگ اور ایک غلام پٹا گورا اور چار اور غلام اور بہت سی لونڈیاں اور بہت سی زمینیں اور جاہلادریں باقی رہیں۔ اتفاقاً چند روز کے بعد میر کے بیٹے اور گورے غلام میں جھگڑا ہو گیا۔ لڑاکا غلام کو مارنے لگا غلام نے دارالشرع میں جا کر بیان کیا۔ اے امیر المؤمنین! میں فلاں امیر کا حقیقی بیٹا ہوں۔ جو انتقال کر گیا ہے اور کچھ ترکہ چھوڑ گیا ہے۔ اور میرا ایک غلام ہے۔ اس نے مجھ پر دست درازی کی ہے۔ آپ میری دادرسی کیجئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس غلام کو اور دو گواہوں کو حاضر کر۔ اس نے کہا۔ میرا باپ تجارت کے طور پر اس شہر میں آیا تھا۔ کسی شخص سے میری جان پہچان نہیں ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو میرے باپ کے چند غلام ہیں۔ جو ساتھ تھے۔ ان کو شہادت کے لئے حاضر کروں۔ خلیفہ نے کہا کیا مضائقہ ہے۔ پس آکر غلاموں سے کہا۔ اگر تم یہ گواہی دو گے کہ میں تمہارے آقا کا بیٹا ہوں۔ تو میں تم کو آزاد کروں گا۔ ان چار میں سے دو غلاموں نے اس بات کو قبول کیا۔ اور دارالشرع میں آکر گواہی دے دی۔ خلیفہ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو بھی حاضر کریں۔ خلیفہ کا غلام ارفع جا کر اس کو لے آیا۔ خلیفہ نے اس سے پوچھا۔ اے غلام! تو امیر سوداگر کا غلام مملوک ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ میں اس کا حقیقی فرزند ہوں۔ اور اس مدعی غلام کے سوا چار غلام اور میرے گواہ ہیں۔ حکم ہوا کہ ان کو حاضر کیا جائے۔ جب اس نے جا کر غلاموں سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیں گے کہ تو ہمارے آقا کا بیٹا ہے۔ اور تیری مدعی تیرے باپ کا زرخید غلام ہے۔ پس حکماً چاروں غلام خلیفہ کے سامنے حاضر ہوئے۔ دو غلام جنہوں نے جھوٹی گواہی دی تھی۔ لاخلیو فی العبیدا (غلاموں میں کوئی نیکی نہیں ہے) اپنے عہد پر پکتے رہے۔ اور باقی دو نمک حلال غلاموں نے بیان کیا۔ کہ یہ لڑاکا ہمارے آقا کا بیٹا ہے۔ اور یہ تین غلام جن میں سے ایک مدعی ہے اور دو گواہ۔ تینوں جھوٹے اور نمک حرام ہیں۔ اور اس جماعت کا اصل حال مہاجرین و انصار میں سے کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔ جب دونوں طرف سے گواہ گزر لئے تو عمر بن الخطابؓ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے مومنو! کوئی آدمی اس واقعہ میں کیا حکم دے۔ اور اس مشکل عقدہ کو کیونکر حل کر سکتا ہے۔ بعض وقت دل میں آتا ہے۔ کہ خلافت کو چھوڑ دوں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ یہ ایک نہایت مشکل کام ہے۔ اسی اثنا میں سلمان فارسیؓ نے کہا۔ اے ابو حفص! اس قسم کے مشکل مقدمات میں امیر المؤمنین علیؓ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ کہ حق سبھاؤ و تعالٰی نے حکمت کو دس حصوں پر تقسیم فرمایا۔ نو حصے علیؓ بن ابی طالب کو عطا فرمائے۔ اور ایک حصہ باقی مخلوقات

کو عنایت کیا پھر ابن عباسؓ نے کہا۔ خدا کی قسم! وہ دسویں حصے میں بھی ہمارے ساتھ شریک ہے۔ اور اس میں بھی سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ عمر بن الخطابؓ نے فرمایا۔ جزاک اللہ۔ تم نے سچ کہا کیونکہ ابوالحسنؓ کے جو مناقب اور فضائل میں نے سرور کائنات صلعم سے سنے ہیں۔ اگر ان کو بیان کروں تو لوگ ان کی پرستش کرنے لگیں۔ جس طرح نصار نے عیسیٰ کی پرستش کرتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ اے سلمانؓ جا کر علیؓ ابن ابی طالب کو میری اتما س کے موافق یہاں بلا لاؤ۔ تاکہ اس نکتہ کو حل کریں۔ سلمانؓ خوش خوش امیر المؤمنینؓ کے حجرہ منورہ کے دروازے میں داخل ہوئے۔ امیرؓ نے فرمایا۔ اے سلمانؓ! تجھ سے تعجب ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد تو خوش اور شاد ماں ہے۔ سلمان بہت روئے اور عرض کی۔ یا امیر المؤمنینؓ! یہ خوشی آپ کی راحت افزا زیارت کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم! جب آپ کو دیکھتا ہوں۔ گویا کہ آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہوں۔ امیرؓ نے فرمایا۔ اب کس طرح آنا ہوا! عرض کی۔ اس وقت اس قسم کا واقعہ درپیش ہے۔ جس کے حل کرنے سے زمانہ کے مشکل کشا عاجز اور قاصر ہیں۔ اگر اس قسم کے دقائق حل نہ ہوں۔ تو اہل کتاب اہل اسلام پر ظمن کریں۔ امیر المؤمنینؓ نے دارالشرع میں تشریف لاکر فرمایا۔ وہ دو شخص کہاں ہیں جن کا باہم مناقشہ ہے؟ جب وہ حاضر ہوئے۔ تو قنبرؓ سے فرمایا۔ ان دونوں شخصوں کو لے جا کر مسجد کے دربیچہ میں بٹھا کہ ان کے سر باہر کی طرف نکلے رہیں۔ جب حضرت کے ارشاد کی تعمیل ہو چکی تو ایک تلوار قبر کے ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ غلام کی گردن اتار دے۔ تلوار کا بیان سے نکلنا تھا۔ کہ غلام نے اپنا سر دربیچہ کے اندر کیا۔ اور لڑکا اسی طرح سر باہر نکالے بیٹھا رہا۔ اس حالت کے نظارے سے حاضرین پر ثبات ہو گیا کہ غلام کون ہے۔ پھر اس غلام نے بھی اپنے بھوٹے ہونے کا اقرار کیا۔ اور توبہ کی۔ اور خلیفہ وقت نے امیر المؤمنینؓ کی مدح و ثنا کرتے ہوئے فرمایا۔ **لَوْلَا عَلِيُّ لَهَلَكَ عَمْرٌ**۔

منصبت۔ نیز کتاب مذکور میں سلمان فارسی اور عمار یا سر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے عہد میں ایک امیر صاحب جاہ و ثروت تھا۔ اور اس کے تین غلام تھے۔ جب وہ مرض الموت میں گرفتار رہتا تو وصیت کی کہ اس کے ایک غلام کو لڑکی نقد و جنس اور زمین و جائیداد وصیت حوالہ کریں۔ اہد ایک غلام کو ہزار دینار سے کہ آزاد کر دیں۔ اور ایک کو قتل کر ڈالیں۔ جب اس امیر کا انتقال ہو گا۔ تو تینوں غلام آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ اور لڑکی اور مال کے دعویدار ہوئے۔ اور یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ لڑکی کس کو دی جائے۔ اور کسے آزاد کیا جائے اور کونسا واجب القتل ہے۔ اس لئے امیر متوفی کی لڑکی تینوں غلاموں کو لے کر دارالشرع میں حاضر ہوئی۔ اور سارا واقعہ خلیفہ کے روبرو بیان کیا۔ خلیفہ اور تمام اصحاب رضی اللہ عنہم نے ہر چند غور کی۔ مگر کوئی تجویز ایسی سمجھ میں نہ آئی جو شرع شریف کے مطابق ہوتا چارہ قرار پایا۔ کہ قاضی۔ **كُوْكِشَفَ الْغِطَاءُ مَا اَزْدَدَتْ يَقِيْدًا**۔ اور قائل **سَلَوْنِي عَمَّا دُونَ الْعَرْشِ**۔ کے پاس جا کر اتما س کریں۔ کہ اس دقیق مسئلے کو حل فرمائیں۔ پس خلیفہ بہت سے

صحابہ عظام و اصحاب کرام کو ہمراہ لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورت حال عرض کی۔ امیر المؤمنین دارالشرع میں تشریف لائے۔ اور آپ کے حکم کے موافق تینوں غلام حاضر ہوئے۔ آپ نے ایک چھری ایک غلام کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔ اپنے آقا کی قبر پر جا۔ اور اس کو چھوڑ کر اس کا سر کاٹ لا۔ اس نیک انجام غلام نے بے تامل عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! تو یہ تو یہ۔ اس قسم کی بے ادبی مجھ سے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پس اس کی کسی قدر ناکید و تشدد فرما کر چھری دوسرے غلام کے ہاتھ میں دی۔ اس نے بھی چند قدم راہ طے کر کے دل میں سوچا بھلا کیونکر چائز ہے جو کہ میں اپنے آقا اور دلی نعمت کی قبر کو پھاڑوں۔ اور ایسی گستاخی عمل میں لاؤں۔ یہ خیال کر کے واپس آ گیا۔ اور پہلے غلام کی طرح عذر کیا۔ اور معافی کا طالب ہوا۔ بعد ازاں چھری تیسرے غلام کے حوالے کی۔ اور اس کو بھی وہی حکم دیا۔ وہ فوراً چھری لے کر روانہ ہو گیا۔ جب پھر رستے کو چکا۔ تو حضرت نے ایک اور شخص سے فرمایا کہ اس کے پیچھے پیچھے جا۔ اگر بالفرض وہ قبر چھاڑنی شروع کرے۔ تو اس کو روک دے۔ کیونکہ بلا ضرورت قبر کا کھودنا جائز نہیں ہے۔ الغرض جب وہ نمک حرام غلام قبر پر جا کر کھودنے لگا تو اس شخص نے جو ساتھ گیا تھا۔ منع کر دیا۔ اور اس کو دارالشرع میں لا کر سارا حال بیان کیا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ جس غلام نے اپنے آقا کے حقوق نمک کو مد نظر رکھ کر چھری کو ہاتھ میں نہ پکڑا۔ لڑکی اور مال و اسباب اس کے حوالے کریں۔ اور جو غلام تھوڑی دور جا کر واپس چلا آیا۔ اُس کو ہزار دینار رو سے آزاد کر دیں۔ اور جس نے اپنے آقا کی قبر چھاڑنے کی جرأت کی۔ وہ اپنے آقا کی وصیت کے موافق واجب القتل ہے۔ جب یہ بات قرار پائی کہ نمک حرام غلام کو قتل کیا جائے۔ تو جناب امیر نے فرمایا۔ کہ امیر متوفی کی وصیت ان دو غلاموں کے باب میں تو جاری ہو سکتی ہے۔ لیکن شریعت کے موافق اس تیسرے غلام کا قتل جائز نہیں ہے۔ انسب اور اولیٰ یہ ہے۔ کہ یہ اس غلام کا خدمت گزار ہے۔ جس کو لڑکی دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ بھی قتل کی قائم مقام ہے۔ حضرت کی فرمائش کے بموجب خلیفہ وقت نے ویسا ہی حکم جاری کیا۔ اور امیر کی دونوں ابروؤں کے درمیان بوسہ دے کر عرض کی۔ یا ابا الحسن! اللہ تعالیٰ آپ کے بنیر عمر کو دنیا میں زندہ نہ رکھے جب لوگوں نے آپ کی فرست و مانائی دیکھی تو رب کے سب مدح و ثنا کرنے لگے۔ اور بولے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ علی بن ابی طالب کی شان میں فرمایا ہے۔ بالکل سچ اور حق ہے۔

منسبیت^{۱۲} نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے۔ جس نے شراب پی تھی۔ ابو بکر نے اس سے پوچھا۔ اس نے اقرار کیا۔ اور کہا کہ شراب کا حرام ہونا از روئے نص مجھ پر ظاہر نہ ہوا تھا۔ اب اے خلیفہ زمان میں نے تیری طرح سے توبہ کر لی ہے۔ اور آئندہ اس کام تک نہ ہوں گا۔ حاضرین نے کہا۔ جو عذر وہ کرتا ہے۔ تنبیہ کے قابل ہے۔ اور یہ بات قرار پائی کہ شراب نوشی کی حد اس پر جاری کی جائے۔ اس شخص نے امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی

یا امیر المؤمنین - مجھے بالکل خبر نہ تھی کہ شراب حرام ہے۔ اور اصحاب مجھ پر حد جاری کرنا چاہتے ہیں۔ امیر المؤمنین نے خلیفہ عہد سے کہلا بھیجا کہ اس شخص کے ساتھ کسی شخص کو مقرر کر کے مہاجر و انصار میں گشت کرائیں۔ پوچھیں کہ اس شخص نے کسی سے شراب کے حرام ہونے کی آیت سنی ہے۔ یا نہیں۔ اگر سننا ثابت ہو تو شراب نوشی کی حد اس پر جاری کریں۔ ورنہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔ جب اس کو گشت کرائی گئی تو کسی نے بھی نہ کہا۔ کہ میں نے یہ آیت اس کو سنائی ہے۔ اس لئے یہی بات قرار پائی کہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔

منقبت ۱۳۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے دو بیٹے - دو سہر - دو ناک - دو منہ - چار آنکھیں اور چار ہاتھ تھے۔ لیکن نیچے کے اعضا میں کمی اور زیادتی تھی۔ اس کی ولادت کے چند روز بعد اس کا باپ جو ایک نامی سوداگر تھا انتقال کر گیا۔ اس کے دفن کفن اور تعزیت کرنے کے بعد وارثوں میں اختلاف پڑا۔ کہ اس بچے کو دو حصے ملیں گے یا ایک۔ بہت رو دلد کے بعد اراشرع میں حاضر ہوئے اور دو تھال خلیفہ عیسیٰ نقال کی خدمت میں عرض کی خلیفہ نے بلا تامل ایک تھالی سے فرمایا کہ اس مجمع کو اس بحث سمیت علی بن ابی طالب کی خدمت میں لے چلو۔ اور درخواست کرو کہ اس مسئلہ غریبہ کو حل فرمائیں۔ جب امیر المؤمنین کی خدمت میں آکر صورت حال گزارش کی گئی۔ امیر نے فوراً بلا تامل فرمایا۔ کہ جب یہ لڑکا سوئے اور روئے تو عذر کر کے دکھو کہ ایک سوتا ہے اور ایک جاگتا ہے۔ یا دونوں جاگتے ہیں۔ یا دونوں سوتے ہیں۔ اور یا ایک خاموش ہے اور ایک روتا ہے۔ اور یا دونوں ایک دفعہ روتے ہیں۔ اگر مثلاً دونوں ایک وقت میں سوئیں۔ اور روئیں پس تم سمجھ لو، کہ وہ ایک شخص ہے جو اس صورت میں جلوہ گر ہوا ہے۔ اور اگر ایک سوئے اور ایک جاگتا رہے۔ اور ایک روئے اور ایک خاموش رہے۔ تو ہر دو کو وہ دفعاً دی ہیں۔ جب آزما کر دیکھا۔ تو ثابت ہوا کہ وہ ایک ہی شخص ہے۔

منقبت ۱۴۔ نیز کتاب مذکور میں قاضی شریح رضی اللہ عنہ سے جو امیر کی خلافت ظاہری کے زمانے میں قاضی کے عہدے پر تھا۔ منقول ہے کہ ایک روز ایک خنثے ایک مرد اور ایک لڑکا ساتھ لے کر آیا۔ اور کہا۔ لے مسلمانوں کے قاضی! میں عورت اور مرد دونوں کا آلہ لکھتا ہوں۔ چنانچہ یہ لڑکا میرا بیٹا اور یہ مرد میرا شوہر ہے۔ اب مردی کی شہوت نے مجھ پر غلبہ کیا ہے۔ اس لئے عورت کرنا چاہتا ہوں۔ اس بارے میں کیا حکم دیتے ہو۔ لڑکی بیان کرتا ہے کہ میں اس مسئلہ میں عاجز رہ گیا۔ اس کو امیر المؤمنین کی خدمت میں لے گیا۔ اس شخص نے اپنا حال عرض کیا۔ امیر نے تصاب کو بلا فرمایا اس شخص کے سپہو کی ہڈیاں لگیں۔ جب اس نے گنیں تو دائیں طرف آٹھ ہڈیاں تھیں اور بائیں طرف سات۔ حضرت نے فرمایا۔ لے شخص تو مرد ہے۔ نہ کہ عورت۔ اس کے بعد چادر سر پر نہ اوڑھ۔ اور عورتوں میں نہ جا۔ کیونکہ تو نامحرم ہے۔

منقبت ۱۵۔ نیز کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ عمر بن الخطابؓ کے عہد میں دو شخص جو عیالدار تھے اور ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ اکتھے سفر کئے۔ اور ان کی عورتیں ایک ہی گھر میں رہتی تھیں۔ ایک کی عورت تو جینے کی

حاملہ تھی۔ اور دوسرے کی بیوی کے پاس ایک مہینے کا بچہ تھا۔ اتفاقاً انہی دنوں میں وہ ایک ماہ کا بچہ فوت ہو گیا۔ جب حاملہ عورت کے بچہ پیدا ہوا۔ تو اس پسر مردہ عورت نے اس بطنے والی عورت سے خاص طور پر کہا۔ کہ تو اپنے بیٹے کو میرے حوالے کر دے۔ تو میرا دل بھی مطمئن ہو جائے گا۔ اور تو دودھ پلانے کی تکلیف سے بچی رہے گی۔ چونکہ دونوں میں نہایت اُلفت تھی۔ لڑکے کی ماں نے کہا۔ تو مبارک ہو۔ چند ماہ کے بعد جب وہ لڑکا اسے مانوس ہو گیا۔ تو دونوں عورتوں میں بشریت کی وجہ سے تنازع ہو پڑا۔ لڑکے کی ماں نے اپنا لڑکا طلب کیا۔ اُس نے کہا تو باؤلی ہو گئی ہے۔ جو لڑکا مجھ سے مانگتی ہے۔ لڑکا تو میرا ہے۔ اگر تیرا لڑکا ہوتا۔ تو میں دودھ کا ہے کو پلاتی اور تیرا دودھ کیوں خشک ہو جاتا۔ لڑکے کی ماں نے کہا۔ لَا تَسْتَسْخِجْنِي مِنَ اللَّهِ۔ یعنی تجھے خدا سے شرم نہیں آتی۔ اور اسی طرح باہم بحث مباحثہ کرتی اور جھگڑتی رگڑتی ہوئی غلیظہ زمان کے دربار میں پہنچیں اور مقدمہ پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے بیانات سُن کر فرمایا۔ اس قسم کی مشکلات کا حل کرنا مرتضیٰ علیؑ ہی کا کام ہے۔ پھر ایک خط اس مضمون کا لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ کہ اگر آنجناب دارالشرع میں تشریف لائیں۔ ہم مشتاقانِ قدمبوسی کے لئے باعث افتخار و مشرف ہو گا۔ حضرت خط پڑھ کر نسیم بہشت کی طرح جناب سرور کائنات کی مسجدِ غیرِ سرشت کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو خلیفہ زمان نے حاضرینِ مسجد کے ساتھ درِ مسجد تک آپ کا استقبال کیا۔ اور امیر المؤمنینؑ کو مسجد میں لے گئے۔ امیر نے پہلے دو گانہ ادا فرمایا۔ پھر قنبر کو حکم دیا کہ آ رہ لائے۔ قنبر نے آ رہ لا کر حاضر کیا۔ امیر نے فرمایا۔ میں اس بچے کو ٹکڑے کر کے آدھا اس عورت کو دیتا ہوں اور آدھا اس عورت کو۔ تاکہ یہ خرخشہ رفع ہو جائے جو عورت اس لڑکے کی رضاعی ماں تھی۔ اس فیصلے پر راضی ہو گئی۔ لیکن جو عورت اصلی ماں تھی۔ اس نے خاک سر پر ڈالی۔ اور رونائینا شروع کیا۔ اور عرض کیا یا امیر المؤمنین! میں گواہی دیتی ہوں۔ کہ یہ لڑکا اسی عورت کا ہے۔ لیکن آپ اس کو دو ٹکڑے نہ کیجئے جہاں رہے۔ زندہ رہے۔ امیر نے فرمایا اسے عورت! یہ لڑکا بے شک تیرا ہی بیٹا ہے۔ اس کو لے اور چلی جا۔ عمرؓ بن الخطاب نے عرض کی۔ لے ابو الحسن! اس امر کا یقین کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ بالفعل اس کے پاس دو عادل گواہ موجود ہیں۔ ایک دودھ دوسرے لڑکا اس سے پلا ہوا ہے۔ امیر نے فرمایا۔ لے ابوحنس! یہ بات مضطہا ہر اور باہر ہے کہ مادری محبت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کے لڑکے کو دو ٹکڑے کیا جائے۔ اور جس عورت کا وہ بچہ نہیں ہے۔ اس کو اس بچے کے مرنے کا کیا غم؟ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے جناب امیرؓ کی فراست و دانائی پر آفرین کی۔ اور کہا آپ نے سچ فرمایا۔ لے ابو الحسن! اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ جہاں پر کہ جو۔

نیز اس عورت نے جس نے لڑکے کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ جب اس قسم کی دانائی اور فراست مشاہدہ کی تو اپنے جھوٹ کا اقرار کر کے کہا۔ لے تیرے زوال اور لے امیر مومنان! آپ نے سچ فرمایا۔ بعد ازاں

حضرت نے ان دونوں عورتوں میں صلح کرادی اور وہ دونوں حضرت کی مدد و شکر کرتی ہوئی اپنے گھر کو چلی گئیں اور اس ارطے کی ماں جب تک جیتی رہی حضرت کی شکر گزار رہی۔ اور کہتی تھی۔ یہ لڑکا علی کا غلام ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ حکایت لطائف الطوائف میں بھی مجملاً مذکور ہے۔

منقبت^۱ کتاب استیعاب اور لطائف الطوائف میں لکھا ہے۔ کہ امیر المومنین کوم اللہ وجہہ کی خلافت کے زمانہ میں دو مسلمان مرد ایک جگہ ٹھہرے۔ ایک نے پانچ روٹیاں اپنی جیب سے نکالیں۔ اور دوسرے نے تین روٹیاں جب کھانے کی تیاری کی۔ تو ایک تیسرا شخص بھی آکر ان کے ساتھ شریک ہو گیا۔ کھا چکنے کے بعد وہ تیسرا شخص آٹھ درہم بیچ میں رکھ کر چلا گیا۔ اور درہموں کی تقسیم میں ان دونوں کا جھگڑا ہوا۔ پانچ روٹیوں والا کہتا تھا۔ پانچ درہم میرے ہیں۔ اور تین تیرے۔ اور تین والا کہتا تھا۔ کہ یہ درہم غیب سے پہنچے ہیں۔ دونوں میں برابر تقسیم ہونے چاہئیں۔

الغرض دونوں جھگڑتے ہوئے قاضی شریع کے پاس گئے۔ اور سلاقتہ بیان کیا۔ قاضی صاحب نے تین روٹیوں والے سے کہا۔ جو کچھ پانچ والا کہتا ہے۔ قریب الغنم ہے۔ تجھے اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جب تک امیر المومنین کے پاس نہ جاؤں۔ میری تسلی نہ ہوگی۔ الغرض امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا حال بیان کیا۔ حضرت نے پانچ روٹیوں والے سے کہا۔ کہ تو اس شخص کو اپنی خوشی سے تین درہم دیتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ ہاں۔ پھر تین روٹی والے سے فرمایا۔ اس باب میں زیادہ مبالغہ نہ کر۔ جو کچھ ملتا ہے۔ لے کر چلے۔ اس نے عرض کی یا امیر المومنین! انصاف کیجئے۔ فرمایا۔ چونکہ معاملہ نہایت قلیل تھا۔ اور وہ شخص تجھے اپنے حق میں سے تجھے دیتا تھا۔ اس لئے میں نے اس معاملہ میں غور کرنا پسند نہیں کیا۔ لیکن چونکہ تو خود ہی عدل کا خواہاں ہے۔

سو عدل یہ ہے کہ ایک درہم تیرا حصہ ہے۔ اور سات درہم اس کے کیونکہ ہم یہ تو فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کہ ان تینوں شخصوں میں سے کس نے زیادہ کھایا۔ کس نے کم۔ اس نے عرض کی۔ کھانے میں ہم تینوں برابر تھے۔ تب حضرت نے ارشاد فرمایا۔ ہم آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں۔ تو چوبیس ٹکڑے ہوں گے (یعنی ایک کپندرہ اور دوسرے کے نو) اس حساب سے اس تیسرے شخص نے تیری تین روٹیوں میں سے ایک ٹکڑا کھایا۔ اور پانچ والے کی روٹیوں سے سات ٹکڑے۔ اس لئے ایک درہم تیرا حق ہوا۔ اور سات درہم اس کے۔ یہ فیصلہ سن کر حاضرین مجلس سے ایک شور بلند ہوا۔ صدق امیر المومنین! امیر المومنین نے سچ فرمایا) اور اس شخص نے خود بھی اپنی نادانی کا اقرار کرتے ہوئے ایک درہم قبول کیا۔ اس وقت امیر نے فرمایا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ علی کی خلافت کے زمانے میں حق تعالیٰ نے روانہ رکھا کہ کسی شخص پر ایک ذرہ بھی ظلم ہو۔

باب یازدہم

امام علی الاطلاق و خلیفہ بہ استحقاق اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین
سید الوصیین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی صوموی
و معنوی خلافت اور اس کے متعلقات کے بیان میں

ارباب دانش و اصحاب بینش پر ظاہر اور روشن ہے کہ شیوہ اور سنیوں کے درمیان امیر المؤمنین کی خلافت
طریقت میں جو بوجہ نمرقہ معراج سید المرسلین سے پہنچی ہے۔ اتفاق ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے خطبہ
میں اس واقعہ کو مفصل اور مشروح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور خلافت شریعت کے زمانے میں اختلاف ہے
علمائے امامیہ نص قطعی کی بنا پر اس بات کے قائل ہیں کہ آیہ کریمہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ
آمَنُوا الَّذِينَ يُبَيِّمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ ذُرِّيَّةٌ مِّنْهُ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ کے نازل ہونے کے وقت
سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام اور نائب مناب ہیں۔ جس طرح ہارون حضرت موسیٰ کی زندگی میں
ان کے قائم مقام اور نائب تھے۔ چوں کہ آیہ مذکورہ کا شان نزول باب آیات میں لکھا جا چکا ہے۔ اس لئے تکرار کی
ضرورت نہیں۔ نیز حدیث شریف مَن كُنْتُ مَوْلَاً فَعَلِيَ مَوْلَاً کے بوجوب جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہجرت کے دسویں سال میں حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت فرمان واجب الاذعان يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ
بَلِّغْ مَا نَزَّلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (ماہنامہ کے موافق مقام غدیر خم میں تاریخ ۱۸ ذی الحجہ منبر پر تشریف لے جا کر
ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی کے مجمع میں زبان معجز بیان سے ارشاد فرمائی۔ اہل اسلام کے امیر اور بادشاہ خیر الانام
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ اور جانشین جانتے ہیں اور حدیث مذکور کے وارد ہونے کا سبب بھی معلوم اور مفصل اکثر
کتب معتبر مثل صحیح بخاری صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی صحیح نسائی۔ صحیح ابن ماجہ اور صحیح ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ان صحیح صحیح علمائے
فزیقین صحاح سنہ کہتے ہیں۔ اور مشکوٰۃ۔ مصابیح۔ سند احمد بن حنبل۔ صحیح واقدی۔ بیہقی۔ کشاف زمخشری
اسباب نزول واحدی۔ نزول السائرین۔ وسیلۃ المتعبدين۔ اعلام الوری۔ حلیۃ الاولیاء۔ فردوس الاخبار

معانی الاخبار۔ کفایت الطالب صواعق محرقہ۔ موات۔ دستور الحقائق۔ ہدایت السعداء مقصد اقطاب۔ تریزہ مستقطبہ
کشف الغم۔ مناقب خلیب خوارزم۔ مناقب ابن مرویہ۔ سفینۃ کاملہ۔ ربیع الاربار میں اور اکثر تفاسیر مثل تفسیر
امام حسن عسکری۔ تفسیر ثعلبی۔ تفسیر حافلی۔ تفسیر فخر رازی میں۔ اور کتب معتبرہ تواریخ طبری۔ روضۃ الاحباب
روضۃ الصفا تاریخ حافظ ابو۔ گزیدہ۔ معارج النبوة اور عجیب السیر وغیرہ میں اس طرح مرقوم ہے۔ کہ جب سید کائنات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناسک حج کے ادا کرنے کا عزم بالجزم فرمایا۔ تو قبائل عرب میں پیغام بھیجا۔ کہ جو کوئی حج کا ارادہ
رکھتا ہے وہ ہم سے آئے۔ جب اطراف و اکناف بلاد سے بہت لوگ جمع ہو گئے تو روزِ شنبہ پچیسویں ماہ ذی قعدہ کو آنحضرت
نے غسل فرمایا۔ مبارک میں گٹھی کی۔ اور بالوں میں تیل لگایا اور بدن مبارک کو سٹے ہوئے لباس سے غالی کر کے اور
خوشبو لگا کر مسجد مدینہ میں نماز ظہر ادا فرمائی۔ اور ذوالحلیفہ میں جا کر عصر کی نماز پڑھی۔ اور حدی کے اونٹوں کو اشعار اور
تقلید کر کے ناحیت میں جذبِ سلمیٰ کے سپرد فرمایا۔ اور اس سفر میں سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء علیہا السلام و النسا اور
تمام اہبات المؤمنین ہمراہ تھیں۔ اور ایک روایت کے موافق ایک لاکھ چودہ ہزار آدمیوں نے حضرت رسالت مآب
کی رکاب میں کامیاب ہو کر لبیک لبیک کے کلمات جاری کئے۔ اور منزل میں طے کرتے ہوئے شب یک شنبہ چہارم
ذیحجہ کو منزل ذی طونے میں جا پہنچے۔ اور آنحضرت نے صبح یک شنبہ کی نماز اس مقام میں ادا فرمائی اور طرفِ اعلیٰ سے
مکہ معظمہ میں داخل ہو کر مسجد الحرام میں تشریف لے گئے۔ اور رکن و مقامات کے شرائط ادا فرمائے۔ اور حجر الاسود کو بوسہ
دے کر صفادہ وہ کے درمیان حسب دستور سعی فرمائی۔ پھر حکم دیا۔ کہ جو شخص ہدیٰ اپنے ہمراہ نہیں رکھتا۔ وہ احرام سے
نکل کر محل ہو جائے اور روزِ ترویہ (آٹھویں ماہ ذیحجہ) منے کو جاتے وقت حج کا احرام باندھے۔ اور جو شخص ہدیٰ
ہمراہ لے کر آیا ہے۔ اور روزِ نحر (دسویں ذیحجہ) تک اپنے احرام پر قائم رہے۔ جناب سیدۃ النساء اور اہبات
المؤمنین چونکہ ہدیٰ ساتھ نہ لائی تھیں۔ احرام سے نکل گئیں۔ اسی اثنا میں امیر المؤمنین علیؑ من سے وہاں آپہنچے اور چند
اونٹ جو حضرت سید کائنات کی ہدیٰ کا نیت سے ہمراہ لائے تھے حضور میں پیش کئے۔ آنحضرت نے پوچھا۔ اے
بھائی! تو نے احرام کیوں کر باندھا۔ اور کیا نیت کی۔ جواب میں عرض کیا۔ کہ میں نے یہ کہا۔ اے بارخدا میں نے اسی
نیت سے احرام باندھا۔ جس نیت سے رسول نے باندھا ہے۔ خیر الانام نے فرمایا۔ میں نے حج کا احرام باندھا ہے
اور ہدیٰ ساتھ لایا ہوں۔ تو بھی اپنے احرام پر قائم رہ۔ اور ہدیٰ میں میرا شریک بھیج حدیثوں میں تواتر وارد ہوا ہے
کہ سید المرسلین نے روز یک شنبہ۔ رستہ شنبہ۔ چہار شنبہ اور شب پنجشنبہ مکہ معظمہ میں قیام فرمایا اور روز پنجشنبہ (جمعرات)
آٹھویں ذیحجہ کو تمام لوگوں کے ساتھ منے میں تشریف لے گئے۔ اور رات کو وہاں مقام رہا۔ دوسرے روز نماز صبح ادا
کر کے طلوع آفتاب سے پہلے عرفات کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور عرفات میں پہنچ کر زوال آفتاب کے بعد اپنی سواری پر بیٹھ کر
بطن وادی میں تشریف لے گئے۔ اور اسی طرح سواری کی حالت میں نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ ایک خطبہ جو بعض

احکامِ شریعت اور طرح طرح کے وعظ و نصیحت پر مشتمل تھا۔ زبان وحی ترجمان پر جاری فرمایا۔ اور نماز ظہر و عصر کو ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کیا۔ پھر قبلہ رو ہو کر دعا فرمائی اور اس باب میں بہت مبالغہ کیا۔ جب آفتاب غروب ہونے کو ہوا تو آنحضرت عرفات سے مزدلفہ کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر نماز مغرب و عشاء ایک اذان اور دو اقامت سے ادا فرمائی۔ اور اس رات کو وہیں مقام رہا۔ اور نماز صبحِ اول وقت ادا فرما کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ جب حجرۃ العقبہ میں پہنچے۔ تو سات سنگریزے پھینکے۔ اور اسی روز منیٰ میں خطبہ بلغیہ پڑھا۔ اور روز عرفین جو احکام فرمائے تھے ان کا اعادہ کیا۔ بعد ازاں قربانی کے اونٹوں میں سے صح ان اونٹوں کے جو امیر المؤمنینؑ میں سے لائے تھے۔ اور سو کے قریب تھے۔ تریسٹھ اونٹوں کو اپنے دست مبارک سے قربان فرمایا۔ باقی کے واسطے امیر کو حکم دیا۔ بعد ازاں ہر مبارک منڈا و کر بال اصحاب میں تقسیم کئے۔ اور فرمایا۔ ہر ایک اونٹ کے گوشت میں سے ایک ایک ٹکڑا لیں۔ اور دیکھیں پکا کر لائیں جب گوشت تیار ہو گیا۔ تو اس گوشت اور شرابے میں سے تھوڑا سا امیر المؤمنینؑ کے ساتھ مل کر تناول فرمایا۔ بعد ازاں سوار ہو کر مکہ معظمہ میں تشریف لے گئے۔ اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور چارہ زمزم کے پاس گئے اور پانی منگا کر پیا۔ پھر شنبہ یک شنبہ دو شنبہ اور شنبہ (سینچرے منگل تک چار روز) منیٰ میں قیام فرمایا اور شنبہ کے روز شام کے قریب موضع بطن میں تشریف لے گئے اور چہار شنبہ (بدھ) کی صبح کو پھر مکہ میں تشریف لے گئے۔ اور صبح کے طلوع ہونے سے پہلے طوافِ وداع فرمایا۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف رخص کیا۔ اور منزلیں طے کرتے ہوئے منزل غدیر خم میں جو نواحِ حنفہ میں ہے پہنچے۔ اور باوجود آب و دانہ اور چارہ کا کمی کے اس منزل میں اس لئے قیام فرمایا۔ کہ اس سے پیشتر وحی آسمانی کے ذریعہ حضرت اس بات پر مامور ہوئے تھے۔ کہ امیر المؤمنینؑ کو اپنی خلافت پر نصب فرمائیں۔ اور اس امر کے اظہار کو آپ نے اس غرض سے تاخیر اور توقف میں ڈال دیا تھا۔ کہ جب ایسا وقت طے گا۔ جو اختلاف سے محفوظ ہوگا۔ اس حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ جب معلوم ہوا کہ اس مقام سے گذر کر لوگوں کی جماعتیں اور گروہ آپ کی ہمراہی سے الگ ہو کر اپنی اپنی منزلوں کی طرف راہی ہوں گے۔ اور راہِ ازنی اور مشیتِ ایزدی اس بات کی مقتضی تھی کہ وہ سب لوگ شاہِ ولایت کی امامت سے واقف ہو جائیں۔ یہ آیت کریمہ نازل ہوا کہ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ كُنْتُمْ لَمْ تَعْلَمُوا حَتَّىٰ تَبْلُغُوا رِسَالَاتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** ^{یادہ یعنی اے رسول} جو چیز کہ تیرے پروردگار کی طرف سے تیری طرف نازل ہوئی ہے۔ اس کو پہنچاؤ۔ اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو رگیا، تو نے اس کی رسالت کو نہیں پہنچایا۔ حالانکہ خدا تجھ کو لوگوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

الغرض جب آیت مذکورہ کے مدلول (مضمون) کے موافق امیر المؤمنینؑ کو خلافت پر نصب کرنا واجب ثابت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام میں منزل کر کے فرمایا۔ کہ بعض درختوں کے سایہ میں جگہ صاف کر کے اونٹوں کے پالانوں کو جمع کریں۔ اور اوپر تلے رکھیں۔ جب یہ کام ہو چکا۔ اور پالانوں سے منبر تیار ہو گیا۔ تو بلال نے

حسب ارشاد سب کو آواز دی۔ جب لوگ جمع ہو گئے۔ تو سید کائنات پالانوں کے اوپر تشریف لے گئے اور علی مرتضیٰ بھی حسب فرمان اوپر جا کر سید المرسلین کے دائیں ہاتھ کھڑے ہوئے۔ سرورِ عالم نے حمد و ثنائے باری تعالیٰ کے ادا کرنے کے بعد عالم بقا کی طرف اپنے کوچ کرنے کی خبر لوگوں کو پہنچائی اور فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ ایک دوسرے سے بہتر ہے اگر تم ان میں ہاتھ مارو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ دُرُ گرانیہ قرآن اور میرے اہلبیت ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ بعد ازاں اصحاب اور دیگر مومنین کی طرف خطاب کر کے یہ آواز بلند فرمایا۔ **أَيُّهَا النَّاسُ أَلَسْتُ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ**۔ یعنی اے لوگو! کیا میں مومنوں کا ان کے نفسوں سے بڑھ کر ولی اور مختار نہیں ہوں۔ ہر طرف سے آواز بلند ہوئی کہ یا رسول اللہ بے شک آپ ہم سے ہر طرح پر اولیٰ ہیں۔ بعد ازاں امیر المؤمنین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ **مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ** وَاللَّهُمَّ وَالِ مَنْ دَالَاةٌ وَعَادَ مَنْ عَادَاةً وَانصُرْ مَنْ نَصَرَاةً وَاخْذَلْ مَنْ خَذَلَاةً وَادِرِ الْحَقِّ مَعَهُ حَيْثُ كَانَ۔ جس شخص کا میں مولا یعنی ولی و مختار ہوں۔ یہ علی بھی اس کا مولا اور ولی و مختار ہے۔ اے خدا جو اُس کو درست رکھے۔ تو بھی اس کو درست رکھ اور جو کوئی اُسے دشمن رکھے۔ اے خدا تو بھی اُسے دشمن رکھ۔ اور جو کوئی اس کا مددگار ہو۔ تو بھی اس کا مددگار ہو۔ اور جو کوئی اس کی مدد کرنا چھوڑ دے۔ تو بھی اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ اور حق کو اس کے ساتھ ساتھ گردش دے۔ جہاں کہیں وہ ہو۔

بعد ازاں سید المرسلین کے حکم کے بموجب امیر المؤمنین کو ایک خیمہ میں بٹھایا۔ اور خلائق کے گروہوں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر تہنیت اور مبارکباد کے لوازم و مراسم کو پورا کیا۔ اور قدوہ اصحاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جناب ولایت کاب سے کہا۔ **بِحَجِّ بَحْجَةِ لَكَ يَا ابْنَ اَبِي طَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَاؤُنِي وَ مَوْلَىٰ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ**۔ یعنی اے ابوطالب کے بیٹے۔ تجھے مبارک ہو۔ کہ تو نے اس حال میں صبح کی کہ تو میرا اور ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کا مولا ہو گیا۔ بعد ازاں اہمات مومنین یعنی رسول خدا کی زوجات حسب ارشاد سید المرسلین امام المسلمین کے خیمہ میں جا کر تہنیت کے شرائط و آداب بجا لائیں۔

اور علمائے امامیہ کی روایت کے موافق آیہ کریمہ **اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا** آج کے دن میں نے تمہارے واسطے دین کو کامل کیا۔ اور اپنی نعمت تم پر کامل کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا، اسی روز نازل ہوا۔ تب آنحضرت نے فرمایا۔ **اللَّهُ اكْتَبَرَا عَلَيَّ الْكَمَالَ الَّذِيْنَ دَرَسْتُمْ اِلَيْهِ وَ اَرْضَاءُ بِيْرَسَالَتِي وَ بَوْلَايَةِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ** یعنی میں دین کے کامل کرنے اور نعمت کے پورا کرنے اور میری رسالت اور علی بن ابی طالب کی ولایت پر رضا مند

ہونے پر تکلیف کہتا ہوں)

الغرض قصہ مذکورہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام غدیر خم سے کوچ فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے۔ اور بہ اتفاق علمائے فریقین اس واقعہ کے چوراسی روز بعد عالم فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ اور جمہور مورخین کی کتابیں اس مضمون سے پُر ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے مدینہ میں واپس تشریف لائے تو یہاں پہنچ کر بیمار ہو گئے۔ اور چند روز صاحب فرساش رہے۔ بعد ازاں آپ تندرست ہو گئے۔ اور یہ بیماری مرض الموت کے علاوہ ہے۔ جب اس بیماری کی خبر ملک عرب کے اطراف و جوانب میں پھیل گئی تو تین مردوں اور ایک عورت نے سہواری کے خیال سے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ مردوں میں ایک تو مسیلہ بن تمام حنفی تھا۔ اور دوسرا طلحہ بن خویلد اسدی۔ اور تیسرا اسود بن کعب غسی۔ اور وہ عورت سجاح تمیم بنت حارث بن سہیدہ ہے۔ اور بعض اہل ضلالت ان پر ایمان لائے تھے۔ مسیلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا تھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ **مِنْ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ - اَمَا بَعْدُ فَاِنِّي قَدْ اَشْرَكْتُ فِي الْاَوْصِيَاءِ وَ اِنَّ لَنَا لِنَصْفِ الْاَرْضِ وَ بَعْدُ لَيْشَ نَصْفُهَا وَ لَكِنَّ قَرِيْشًا قَوْمٌ يَّعْدُوْنَ.** یعنی یہ خط خدا کے رسول میلہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد کی طرف ہے۔ ابا بعد میں امنہ بنت میں تیرے ساتھ شریک ہو گیا ہوں۔ اور ادھی زمین تو میری ہے۔ اور ادھی قریش کی۔ لیکن قریش ایک خدار قوم ہے۔ اور اس خط کو لکھ کر دو آدمیوں کے ہاتھ مدینے میں بھیجا۔ جب اس کے قاصد خط لے کر مدینے میں پہنچے۔ آنحضرت صلعم نے ان سے پوچھا تمہارا اعتقاد مسیلہ کے بارے میں کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ وہ نبوت میں تیرے ساتھ شریک ہے۔ آنحضرت نے مسکرا کر فرمایا۔ اگر قاصدوں کے قتل کرنے کی ممانعت نہ ہوتی۔ تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ پھر میلہ کے خط کا جواب اس طرح پر تحریر فرمایا۔ **مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى مَسَيْلِمَةَ الْكُذَّابِ - سَلَامٌ عَلٰى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰى قَدْ بَلَغْتَنِى كِتَابُكَ كِتَابُ الْكُذْبِ وَ الْاَوْفٰكِ وَ الْاَوْفٰرِءِ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ الصّٰلِحِيْنَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ** محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلہ کذاب کی طرف سلام ہو۔ اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تیرا خط جو اللہ تعالیٰ پرافتر اور افک و کذب کا خط ہے میرے پاس پہنچا۔ زمین خدا کی ہے۔ وہ اپنے نیکو کار بندوں میں سے جس کو چاہے۔ اس کا وارث بناتا ہے۔ اور عاقبت پر ہمیں گاروں کے لئے ہے۔

القصہ اس خط کے ارسال کرنے کے بعد چھبیسویں ماہ صفر ۱۰ ہجری کو شیخین۔ عثمان۔ اور اکثر اعیان و اشراف صحابہ کو اسباب سفر کی تیاری کا حکم فرمایا۔ اور اسامہ بن زید کو ان کے اوپر امیر بنایا۔ اور حکم دیا۔ کہ روم کے جہاد کا

عزم کر کے نواحِ انبی تک جو بعض طیار اور زید کا مقام شہادت ہے۔ جاؤ۔ اور ان کے خون کا عوض قرار دیا لیکن واپس آؤ۔ اور اُسامہ کو نصحاً فرما کر رخصت کیا۔ اور اسامہ نے موضعِ جرن کو اپنا لشکر گاہ بنایا۔ تاکہ جب لوگ جمع ہو جائیں۔ آگے کو روانہ ہو جائے۔ حبش اسامہ کے مقرر کرنے کے دو تین روز بعد آنحضرت کو مرض لاحق ہو گیا اور ان ہی دنوں میں حضرت نے سنا کہ اسامہ کو امیر لشکر بنانا۔ بزرگ اصحاب کو ناگوار گذرا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ پیغمبرِ آخر الزمان نے ایک غلام کو جہا جین اولین پر امیر بنایا ہے۔ یہ سن کر آپ کو قلق ہوا۔ اور غضب ناک ہو کر تپ اور دردِ سر کی شدت کے باوجود مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور منبر پر جا کر حمد و ثنائے باری تعالیٰ کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! یہ کیا بات ہے۔ جو اسامہ کی امارت کے بارے میں تمہاری طرف سے مجھ کو پہنچی ہے۔ اگر تم آج اسامہ کی امارت کے باب میں طعن کرتے ہو۔ تو تم نے اس سے پہلے جنگِ موتہ میں اس کے باپ زید کی امارت پر طعن کیا ہوگا۔ خدا کی قسم! زید امارت کے قابل تھا۔ اور اس کا بیٹا اسامہ بھی اس کام کی قابلیت اور صلاحیت رکھتا ہے میری وصیت کو اس بارے میں قبول کرو۔ اور اس کے رفیق بنو۔ کیونکہ وہ تمہارے نیکیوں میں سے ہے۔ پھر منبر سے اتر کر حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔

اور دروضۃ الاحباب میں منقول ہے کہ یہ بات روزِ شنبہ دہم ماہِ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور جو صحابہ اسامہ کی ہمراہی میں مقرر ہوئے تھے۔ ایک ایک آکر آنحضرت کو دواغ کر کے لشکر گاہ میں چلے جاتے تھے۔ اور آنحضرت شدتِ مرض کی حالت میں نہایت مبالغہ اور تاکید سے فرماتے تھے لشکرِ اسامہ کو روانہ کرو۔

القصۃ احادیثِ غدیر خم اور بعض آیات مثلاً آیہ مبایعہ جس میں خدائے تعالیٰ نے امیر المؤمنین کو نفسِ سید المرسلین فرمایا ہے۔ اور اکثر احادیثِ مثل۔ اَنْتَ مَعْنٰی بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ لِمُوسٰی الْوَاوِلٰہُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور حبش اسامہ کو بطریقِ مذکور بالا روانہ کرنے کی بنا پر مجتہدینِ مذہبِ امامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ سید المرسلین کے بعد امیر المؤمنین بموجب حدیث۔ اَلْخِلَافَةُ فَلَئْسُوْنَ سَنَةَ (خلافت تیس سال ہے) تیس برس امام۔ عوٹِ اعظم۔ قطبِ دائرہ نبی آدم۔ عالم پناہ۔ خلیفہ خدا۔ اور قائم مقامِ رسولِ خدا ہے۔ اگرچہ خلفائے ثلاثہ حاکم اور خلیفہ کے نام سے مشہور و معروف رہے۔ لیکن حقیقت میں مرتضیٰ علی خلافتِ صوری و مصنوعی کے کمال سے موصوف اور منوت تھے۔ اسی لئے تمام مشکلات میں آپ ہی کے حکم پر عمل کیا کرتے تھے۔ اور بہ کرات و مراتب یعنی بہت دفعہ یا مَفْرَجِ الْکُؤْبِ (اے سختی کے دور کرنے والے) اور کبھی کَوَلَا عَلٰی کَعَدکَ عَدْرَکَ تھے اور ان تیس سال میں چوبیس سال اور چند مہینے غیر مشکل اور سہل امور میں تصرف اور مداخلت کرنے سے ممنوع رہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوتِ پر عوٹ ہونے کے بعد چند سال احکامِ نبوت میں ذخیل ہونے سے ممنوع رہے اسی طرح امیر المؤمنین خیر النبیین کی وصیت کے موافق صبر و مدار سے زندگانی بسر کرتے تھے۔ اس کے بعد پانچ سال اور چند مہینے ناکشیش

قاسطین اور مارقین سے جہاد کرنے میں ہمتا رہے۔ جیسا کہ باب شجاعت میں مذکور ہوا۔ نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ اُن روایات سے جو اسانید صحیحہ سے ہم کو پہنچی ہیں۔ ایسا استفادہ ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین نے سید کائنات کے سوا اور کسی شخص سے بیعت نہیں کی۔ لیکن خلفائے ثلاثہ سے بیعت کرنے میں توقف کرنے کا ذکر جو اہل تسنن کی کتب متداولہ میں بہ قوت وارد ہوا ہے۔ نیز اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ خلافت امیر المؤمنین کا حق تھی۔ کیوں کہ اگر وہ آپ کا حق نہ ہوتی تو بیعت کرنے میں توقف نہ کرتے۔ اس لئے کہ حکمِ آئیہ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً آپ گناہانِ صغیرہ و کبیرہ سے مضمون اور محفوظ ہیں۔ چنانچہ روضۃ الاحباب کے دفتر ثانی میں منقول ہے۔ کہ جب بیعت کے کاروبار سے فراغت حاصل ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے روماء و اشرف مہاجر و انصار کا ایک مجمع مرتب کیا۔ اور علی مرتضیٰ کو اس مجمع میں بلایا امیر تشریف لائے۔ اور اپنے مناسب مقام پر بیٹھ گئے۔ اور بلانے کا سبب پوچھا۔ قزوہ اصحاب عمر بن الخطاب نے کہا۔ ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح تمام صحابہ نے ابو بکر سے بیعت کر لی ہے۔ تم بھی بیعت کرو۔ امیر نے اس کے جواب میں فرمایا۔ جس بات کو تم نے انصار پر حجت کر کے اس منصب کو لیا ہے۔ اسی کو میں تم پر حجت کرتا ہوں سب کو سید کائنات سے زیادہ قریب اور بموجب آئیہ اُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ (دووی الارحام میں سے بعض بعضوں کے کتابِ خدا میں اولیٰ ہیں) ان الفاظ ^{منہ} کے خلاف کاکھدا کون ہے۔ عمر بن الخطاب کہا ہم تم کو نہ چھوڑیں گے جب تک کہ بیعت نہ کرو۔ امیر نے فرمایا۔ پہلے میری بات کا جواب باصواب دو۔ اس کے بعد مجھ سے بیعت کی خواہش کرو۔ ابو عبیدہ جراح نے کہا۔ اے ابوالحسن! تم سبقت اسلامی اور سیدالانام سے قریبی قرابت کی فضیلت رکھنے کی وجہ سے حکومت اور خلافت کے مستحق اور سزاوار ہو۔ لیکن چونکہ صحابہ نے ابو بکر پر اجماع کیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ موافقت کرو۔ امیر نے فرمایا۔ اے ابو عبیدہ! تو بقول رسولِ مختار اس امت کا امین ہے۔ جو مہربت و بخشش کے حق تعالیٰ نے خاندانِ نبوت کو کرامت فرمائی ہے۔ تم اس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی فکر نہ کرو۔ قرآن و وحی کے نازل ہونے اور امر و نہی کے دارد ہونے کا مقام اور فضل و علم کی کان اور عقل و علم کا منبع ہم ہیں۔ ان امور کی وجہ سے ہم خلافت کے قابل اور امارت کے سزاوار ہیں۔ بشر بن سعد انصاری نے کہا اے ابوالحسن جو دعویٰ کہ تم آج ظاہر کرتے ہو۔ اگر اس سے پہلے معلوم ہوتا تو بے شک شبہ کوئی شخص تم سے اس باب میں مضائقہ اور نزاع نہ کرتا۔ اور سب سے تم ہی سے بیعت کرتے۔ لیکن جبکہ تم گھر میں بیٹھ رہے۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تو خلقِ خدا کو یہ گمان ہوا۔ کہ تم خلافت سے علیحدگی اور کنارہ کشی کرتے ہو۔ اب جبکہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے دوسرے شخص کو انتخاب کر لیا ہے۔ تم پیشوا بننا چاہتے ہو۔ اور اختلاف کرتے ہو۔ امیر نے فرمایا۔ اے بشر! تو اس بات کو روراکھتا ہے کہ میں آنحضرت کے جہاد اطہر اور قاب انور کو غسل و کفن دینے اور دفن کرنے سے فراغت حاصل کرنے

سے پہلے ہی خلافت اور حکومت کا دعویٰ کرتا۔ اور لوگوں کے ساتھ لڑنا جھگڑانا۔ ابو بکر صدیق نے جب دیکھا کہ امیر کے تمام کلمات مضبوط اور استوار اور ایک ایک کلمہ لاکھ لاکھ کے برابر ہے۔ رفیق و مدار کی رو سے بولے۔ کہ اے ابوالحسن! میرا تو یہ گمان تھا۔ کہ تم کو میرے ساتھ اس بات میں کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم بیعت کے باب میں میری مخالفت کرو گے۔ تو کبھی اس کو قبول ہی نہ کرتا۔ اب کہ لوگوں نے مجھ سے اتفاق کر لیا ہے۔ اگر تم بھی ان کے ساتھ موافقت کرو۔ تو میرا گمان واقع کے مطابق ہو جائے گا۔ اور اگر اب توقف کرو۔ اور اس باب میں کچھ غور کرنا چاہو۔ تو خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ سن کر امیر المؤمنین مجلس سے اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے۔ اسی اثنا میں ابوسفیان نے امیر کے پاس آ کر کہا۔ کیا یہ جائز ہے کہ قریش کے کینہ ترین لوگ تم پر غالب ہو گئے۔ اپنا ہاتھ کھولنے کہ میں آپ سے بیعت کروں۔ خدا کی قسم۔ اگر چاہو تو مدینہ کو آپ کی خاطر سے سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ امیر المؤمنین نے جھٹک کر فرمایا۔ تیرا مدشا اس کلام سے فساد کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ تو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن رہا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ تو ان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکا۔ ہم ابو بکر کو امارت کے قابل جانتے ہیں۔ اور تیری خیر خواہی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ نیز روضۃ الاحباب میں منقول ہے۔ کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ امیر المؤمنین نے جناب فاطمہ کے جیسے ہی بیعت نہیں کی۔ اور اکثر بنی ہاشم اور قریش کی ایک جماعت مثل زبیر بطلہ۔ خالد بن سعید بن العاص اور انصار کے ایک گروہ نے امیر سے متفق ہو کر ابو بکر سے بیعت نہ کی۔ اور سعد بن عبادہ نے جب تک زندہ رہا۔ تعصب اور حسد کے سبب بیعت نہ کی۔ اور ایک ضعیف روایت ہے کہ آخر کار اس سے جبراً بیعت لی گئی۔ اور خلیفہ دوم کی نوبت میں یہ بات مشہور و معروف ہے کہ جب عہد نامہ خلافت سر بہم کر کے لوگوں میں پھرایا گیا۔ کہ خلیفہ رسول خدا نے اپنی جگہ ایک شخص کو مقرر کیا ہے۔ اور یہ عہد نامہ اس کے نام پر لکھا ہے۔ مومنوں میں سے جو شخص خلیفہ کے حکم کو قبول کرتا ہے، وہ اپنا حال ظاہر کرے۔ جب وہ عہد نامہ اس طرح پر امیر کے پاس لائے۔ تو از روئے فراست یا کشف کے ذریعہ سے فرمایا۔ بَايَعْتُ لِمَنْ فِيهَا وَ اِنْ كَانَ عُمَرُ۔ یعنی میں نے اس شخص کی بیعت کی۔ جس کا نام اس عہد نامے میں درج ہے۔ اگرچہ وہ عمر ہو۔ اور عہد نامہ مذکور کی عبارت شرح مقاصد میں اس طرح پر منقول ہے۔ هَذَا مَا عَاهَدَ أَبُو بَكْرٍ بَيْنَ قَحَافَةِ فِي آخِرِ عَهْدِهِ فِي الدُّنْيَا خَارِجًا اِنِّي اَسْتَخْلِفُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاِنْ عَدَلَ فَذَلِكَ طَبَعِي بِهِ وَ رَايْتُ فِيهِ وَاِنْ جَارَ فَلِكُلِّ اَمْرٍ عَيْنًا اَكْتَسَبَ (یہ وہ عہد ہے جو ابو بکر بن قحافہ نے اپنے آخری وقت میں دنیا سے جاتے ہوئے کیا ہے۔ کہ میں عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین کرتا ہوں پس اگر وہ انصاف اور عدل کرے۔ تو یہ میرا اس پر گمان اور اس کے باب میں ایسی ہی میری رائے ہے۔ اور اگر وہ ظلم کرے تو ہر شخص اپنے کئے کا بدلہ پائے گا۔) اور اس عہد نامہ کو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔ علمائے امامیہ کہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ قدوہ اصحاب عمر بن الخطاب نے اس عہد نامہ کی تحریر کے وقت

حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ إِنَّ هَذَا الشَّرْجُلُ قَدْ اِسْتَدَّ وَجْعَهُ (ہم کو کتابِ خدا کافی ہے اس شخص پر تو درد کا غلبہ ہو رہا ہے۔) کیوں نہ کہا۔ جیسا کہ اس وقت کہا تھا۔ جبکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوات اور

قلم طلب فرمایا تھا اور ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ ع

خطائے بزرگانِ گرفتِ خطاست

یعنی بزرگوں کی خطائیں پکڑنا گناہ ہے۔ وہ بزرگ تھے۔ جو کچھ انہوں نے کیا۔ اپنے موقع پر ٹھیک تھا

اور خلیفہ سوم کی تقرری کے موقع پر بھی روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے کہ جب شور نے کا بجھکڑا طے ہو چکا اور عبدالرحمن بن عوف کی تجویز کے موافق لوگوں نے عثمان بن عفان سے بیعت کر لی۔ تو امیر المؤمنین علیؑ نے

اس مجمع میں تامل اور توقف کر کے فرمایا۔ اے اہل مجلس میں تم کو قسم دیتا ہوں۔ پرچ کہو۔ اصحابِ رسول کے درمیان

میرے سوا کوئی شخص ایسا ہے۔ جس سے عقدِ اخوت (بھائی چارہ) منقطع کرے وقت جبکہ رسولؐ خدا نے اپنے

اصحاب کے درمیان عقدِ اخوت کو مستحکم کیا تھا۔ یہ فرمایا ہو۔ اَنْتَ اَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (یا علیؑ تو

دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے) تمام حاضرین مجلس نے جواب دیا کہ کوئی نہیں۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ میرے سوا

کوئی شخص ایسا بھی موجود ہے۔ جس کی شان میں حضرت نے فرمایا ہو۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاكَ۔

(میں جس کا مولا ہوں پس یہ (علیؑ) اس کا مولا ہے) سب نے جواب دیا کہ نہیں۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ تمہارے

درمیان میرے سوا کوئی ایسا ہے۔ جس کے لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہو۔ اَنْتَ مَيْتِي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ

مُوسَى اِلَّا اَنَّكَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ تمام حاضرین اونی و اعلیٰ نے عرض کی۔ کہ نہیں۔ پھر فرمایا۔ تمہارے درمیان

میرے سوا کوئی مرد ایسا ہے کہ امین وحی اور مہبطِ امر وہی (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو سوئے برأت

پر ایمین مقرر کر کے کلمہ کا فیہ وافیہ لَا يُكْفَرُ عَنِّي (الْوَاكِلُ اَذْرَجُلٌ مِّنْ عَنَتِي سے عالی شان فرمایا ہو۔

سب حاضرین نے عرض کی۔ کہ نہیں۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ کہ کیا تم کو معلوم نہیں ہے۔ کہ تید بشر اور شیخ روزِ محشر

نے کل مہاجرین و انصار پر مجھ کو متعین فرما کر سرایا کے طور پر دشمن کی طرف بھیجا۔ اور ان کو امیرِ عیش کی متابعت

اور فرمانبرداری کی وصیت فرمائی اور مجھ پر ہرگز کسی کو امیر نہیں بنایا۔ تمام حاضرین نے جواب دیا۔ کہ ہاں بیشک

ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ حضرت فرماتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ آیا تمہیں معلوم ہے کہ معلمُ مَعْلَمِہ علمِ اولین و آخرین نے

میرے علم کا اعلان فرما کر اس طرح پہلے ایمان کو مطلع فرمایا۔ کہ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا وَاَنَا

كَادِرُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا حاضرین نے عرض کی۔ کہ ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ

اصحابِ رسولؐ رسولؐ کو خطر کے مقام پر دشمنوں میں چھوڑ دیا کہ جنگ میں کفار سے فرار کر گئے اور میں نے کسی

خوف کے مقام میں آنحضرتؐ سے روگردانی نہیں کی۔ اور اپنی جان کو آنحضرتؐ کے جشا اقدس و انفسِ انفس کا

محافظ اور سپہ بنایا ہے۔ سب نے عرض کی کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ اول جس شخص نے وارثہ اسلام میں قدم رکھا۔ وہ میں ہوں۔ سب نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کون ایسا شخص ہے جو حسب اور نسب میں ہم سے زیادہ قریب ہو۔ سب نے عرض کی۔ کہ آپ کا اقرب ہونا مسلم اور ثابت ہے اور آنحضرت صلعم سے قربت اور قرابت کی راہ میں آپ کی زیادتی کا قدم نہایت راسخ اور مضبوط ہے۔

اُس وقت عبدالرحمن بن عوف نے کہا۔ یا ابو الحسن یہ تمام فضائل جو آپ نے شمار کئے۔ اسی طرح پر ہیں جس طرح آپ نے بیان کئے۔ اور تمام اصحاب ابن امیر کا اقرار رکھتے تھے۔ اور اب بھی مقرر اور محترم ہیں۔ لیکن اب اکثر آدمیوں نے عثمانؓ سے بیعت کر لی ہے۔ آپ سے امید کی جاتی ہے کہ ان کے ساتھ موافقت فرمائیں گے اور مخالفت کی طرف قدم نہ بڑھائیں گے۔ شاہِ عرصہ ولایت نے فرمایا۔ خدا کی قسم۔ تم جانتے ہو۔ خلافت کا سب سے بڑھ کر حق دار کون ہے؟ اس پر بھی نفسانی اغراض اور دنیاوی مصالح کے سبب اپنے علم اور واقفیت کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ خدا کی قسم میں نے اس امر خلافت کو اپنے غیر کے لئے تسلیم کر لیا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں کی سلامتی اسی تنزل اور تسلیم میں ہے۔ کیونکہ اس تسلیم یعنی حوالہ دینے میں خاص پھر پر ظلم ہے۔ نہ کہ اسلام اور مسلمانوں پر۔ اس لئے اجر آخرت کی امید ہمیں نے مناقشہ اور جھگڑے اور کڑے کو ترک کر دیا۔ اور یہ اشعار آپ و اس ابوبکر بار اور محمد پر زور شاہوار کرم اللہ وجہہ سے اس بحث و مباحثہ کے متعلق زمانے کی یادگار رہ گئے ہیں۔

اشعار

(۱) قَدْ يَعْلَمُ النَّاسُ أَنَّ خَيْرَهُمْ لَسَبًا نَحْنُ وَافْخَرَهُمْ بَيْتًا إِذَا فُخِرُوا

یعنی سب لوگ جانتے ہیں کہ ہم از روئے نسب ان سب سے بہتر ہیں۔ اور از روئے خاندان جبکہ لوگ اس پر فخر کریں۔ سب سے بڑھ کر ہم ہی ہیں۔

(۲) وَرَهْطُ النَّبِيِّ وَهُمْ مَا دَى كِرَامَتِهِمْ وَنَاصِرِ الدِّيَارِ وَالْمَنْصُورِ مِنَ نَصْرِهِ

یعنی ہم نبی کا گروہ ہیں اور وہ (گروہ نبی) آپ کی کرامت کا مقام اور دین کے مددگار ہیں۔ اور منصور مظفر وہ شخص ہے۔ جس کے یہ مددگار اور ناصر ہوں۔

(۳) وَالْأَرْضُ نَعْلَمُ أَنَّ خَيْرُ سَاكِنِهَا كَمَا يَه تَشْهَدُ الْبَطْحَاءُ وَالْهَطَرُ

یعنی اور زمین جانتی ہے کہ میں اس پر سکونت رکھنے والوں میں سب سے بہتر ہوں چنانچہ سنگلاخ اور نرم زمین میری افضلیت کی قائل ہے۔

(۴) وَالْبَيْتُ ذِي السِّرِّ وَالْأَرْكَانِ لَوْ سَمِعُوا نَادَى بِذَلِكَ رَمَّنَ الْبَيْتِ وَالْحَجَرُ

یعنی اسرار اور کان والا گھر بھی اس بات کو جانتا ہے۔ اگر اس سے سوال کیا جائے تو رکن بیت الکعبہ اور حجر الاسود میری افضلیت کی گواہی دیں گے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جناب ولایت پناہ نے معاویہ کے معاملے میں اس دستور پر کیوں عمل نہ فرمایا۔ کیونکہ اس واقعہ میں بھی مسلمانوں کی سلامتی اسی میں تھی کہ آپ نازل اور تسلیم پر عمل کرتے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ ان دونوں صورتوں میں نہایت بے بین اور واضح فرق ہے۔ اس لئے کہ حضرت امیر عثمانؓ کو خلافت کے لائق سمجھتے تھے۔ لیکن اپنے آپ کو اس کا زیادہ ترحق دار اور مستحق سمجھتے تھے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے اپنے حق سے ورنہ فرمائی۔ لیکن معاویہ کو خلافت کے لائق اور مسلمانوں کی عام امارت اور حکومت کے قابل نہ جانتے تھے۔ کیونکہ امیر کے سوا صحابہؓ میں سے بہت سے آدمی معاویہ کی نسبت خلافت کے زیادہ ترحق دار اور سزاوار تھے۔ اس جماعت صحابہ سے اپنے اشرف داعلی ہوتے ہوئے اگر معاویہ کی خلافت پر رضامند ہو جاتے تو اسلام میں خلل و شرابی پڑ جاتی اور امروین میں ملامت اور خیانت کا الزام آپ پر عائد ہوتا۔ لہذا ضرورتاً اہل بنات سے جنگ میں مشغول ہوتے۔ تاکہ اسلام اور مسلمانوں پر ظلم نہ ہونے پائے اور حضرت نے اپنی تقریر مذکور میں جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ لَمْ يَكُنْ حَيْفًا اِلَّا عَلَيَّ خَاصَّةً اس میں صرف میری ذات پر ظلم تھا۔ وہ اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ نیز چونکہ آخری صورت میں مہاجر و انصار کے اہل صل و عقد نے باہم متفق ہو کر امیر ہے بیعت کی تھی۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ اِذَا اَيُّوِيَعُ بِحَلِيْفَتَيْنِ فَاَقْتُلُوْا الرَّجُلَ الْاَوْخَيْرَ مِنْهُمَا یعنی جب دو غلیفوں سے بیعت کی جائے تو ان دونوں میں سے دوسرے کو قتل کرو۔ اس حدیث کے مطابق معاویہ قتل اور جنگ کا سزاوار ہو گیا تھا۔ اور اس صورت میں چونکہ اہل صل و عقد نے عثمانؓ کی خلافت پر بیعت کی تھی۔ اس لئے آنجناب نے مسلمانوں کی سلامتی کو مدنظر رکھتے ہوئے مخالفت نہ فرمائی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْمَعْبُوْدِ۔

اب ہم خلافت کے اس زمانے کا بیان کرتے ہیں۔ جو فریقین کے عام اور خاص کے اتفاق سے ۳۵ھ میں متحقق ہوا۔ روضۃ الاحباب میں منقول ہے کہ اہل میر و تواریخ رحمہم اللہ نقل کرتے ہیں کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ وقوع پذیر ہوا۔ تو جناب ولایت مآب و صابیت نصاب امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ خاندان نشین ہو گئے۔ اور لوگوں سے طنا بطننا قطعاً چھوڑ دیا۔ رؤسائے مصر اور علمائے عصر بیعت کرنے کی غرض سے درودت پر حاضر ہوئے۔ لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ قتل عثمان کے پانچ روز بعد اہل مصر نے اہل مدینہ سے کہا کہ تم ترضی علی کے پاس چل کر درخواست کرنی چاہیے کہ وہ منصب خلافت کو منظور فرمائیں۔ اور متفق ہو کر آستانہ مبارک پر حاضر ہوئے۔ اور

عرض کی کہ دنیا کو ایک امام و پیشوا اور خلیفہ و مقتدا کی ضرورت ہے۔ اور ہم زمانے میں اس کام کے زیادہ تر قابل اور حقدار آپ کے سوا اور کسی کو نہیں جانتے۔ جواب میں ارشاد فرمایا۔ مجھے اس کام کی طرف رغبت اور میلان نہیں ہے۔ جس شخص پر تم اتفاق کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ متفق ہو کر اس کی بیعت اور متابعت کروں گا۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ مرتضیٰ کے ہوتے امیر کی تلاش کرنا گویا آفتاب کے ہوتے سہاگلے کو تلاش کرنا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

مرتضیٰ اندر میاں وانگہ کسے جوید امیر آفتاب اندر سما وانگہ کسے جوید سہا

یعنی جب تک حضور زندہ و سلامت ہیں۔ کس کی مجال ہے۔ کہ خلافت اور بادشاہی خاص و عام کا ذمہ دار ہو سکے اگر جناب نے ہم غریبوں کی التماس کو قبولیت کا شرف عطا نہ فرمایا۔ تو ہر جب قول مشہور لَوْلَا السُّلْطَانُ لَوَ كَلَّ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ۔ (اگر بادشاہ نہ ہو۔ تو لوگ ایک دوسرے کو کھا جائیں) لوگوں میں فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔ اور خلقت کے کار و بار میں خلل واقع ہو گا۔ امیر المؤمنین نے ان طالبانِ صواب کے جواب میں فرمایا۔ تمہارا یہ کلام نہیں ہے کہ نصبِ امام کے ذمہ دار بن سکو۔ یہ کام اہل بدر کی رائے و صلاح پر موقوف ہے جو اباب حل و عقد اور اصحابِ ذوی الاقتدار ہیں۔ یہ لوگ جس شخص کو خلافت اور ریاست کے لئے تجویز کریں گے خلیفہ وہی ہو گا۔ جب انہوں نے جناب امیر کا یہ کلام متین اس گروہِ جلیل القدر کو پہنچایا تو ان میں سے جو بزرگوار مدینہ میں موجود تھے۔ امیر المؤمنین کے درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ جب حضرت نے بیعت کے باب میں مہاجر انصار کی الحاح و زاری اس درجہ پر دیکھی گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور مسجد نبوی میں جا کر منبر پر تشریف لے گئے۔ اور حمد و ثنائے الہی اور ورود و سلام رسالت پناہی کے متعلق ایک فصیح خطبہ بیان فرمایا۔ بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ اے گروہِ مؤمنین! کیا تم اس بات پر رضامند ہو۔ کہ میں تمہارا امیر ہوں سب نے عرض کی۔ ہاں۔ اور اول جس شخص نے اُٹھ کر حضرت سے بیعت کی۔ وہ طلحہ بن عبید اللہ تھا اور اُس کا ہاتھ اُحد کی لڑائی میں ضرب لگنے سے شل ہو گیا تھا۔ جناب امیر کی نظر جب اس پر پڑی۔ تو خاطر مبارک میں یہ خیال گزرا۔ کہ یہ ہاتھ نمکت و نقص بیعت یعنی بیعت توڑنے کے زیادہ تر لائق اور سزاوار ہے۔ اور دل میں فرمایا

يَدٌ شَلًّا وَ اَمْرٌ اَسْلَ۔ (ہاتھ لٹخا ہے اور امر بیعت اس سے بھی زیادہ لٹخا ہے)

اور ایک روایت میں ہے کہ جبید بن زویب نے کہا۔ کہ اول جس شخص نے امیر سے بیعت کی ہے۔ اس کا ہاتھ شل ہے۔ یہ بیعت کبھی انجام کو نہ پہنچے گی۔ يَدٌ شَلٌّ وَ بَيْعَةٌ لَا تَنْجِيْہَا تَحْتِ شَلِّہَا۔ اور بیعت انجام کو نہ پہنچے گی، اس کے بعد زبیر نے بیعت کی۔ بعد ازاں مہاجر و انصار کے باقی شرفاء اعیان اور دوسرے لوگ بیعت سے شرف ہوئے اور بعض کتابوں میں نظر سے گزرا ہے۔ کہ یہ بیعت روز جمعہ یعنی جس روز عثمان مارا گیا۔ وقوع میں آئی۔ اور زیادہ تر

صحیح قول یہ ہے کہ قتل عثمان کے ایک ہفتہ بعد امیر المؤمنین سے بیعت کی گئی۔

اور کتاب مستقضى میں لکھا ہے کہ اہل مدینہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ ہاتھ کھول۔ تاکہ تم تجھ سے بیعت کریں۔ جب اس نے انکار کیا تو سعد بن زید اور عبداللہ بن عمر سے درخواست کی۔ انہوں نے بھی قبول نہ کی۔ اور امیر المؤمنین اپنے آپ کو اس کام سے بالکل علیحدہ رکھتے تھے۔ کیونکہ لوگوں کے اختلاف کثیر کو مشاہدہ فرما رہے تھے جب قتل عثمان (روز جمعہ) کے بعد جمعات کا دن آیا تو وہ لوگ جو تعین خلیفہ کے ورپے ہو رہے تھے۔ رؤسائے اصحاب میں سے ایک ایک کے پاس جا کر کہتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کے درمیان موجود ہیں ہم نے ہر چیز چاہا کہ ان سے سلسلہ بیعت کی تحریک کریں۔ لیکن قبول نہ فرمایا۔ اور کل جمعہ ہے۔ اور لوگوں کا کوئی امام نہیں ہے جو اس فرض موکد کا ذمہ دار ہو۔ تمہاری رائے اس باب میں کیا ہے۔ سب نے کہا۔ ہم اس سے احتی اور اولی نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے کہا۔ تم ہم سے موافقت کرو۔ تاکہ آنجناب سے بیعت کر کے ان کو خلیفہ بنائیں۔ اہل بدر سوائے طلحہ و زبیر کے سب متفق ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بیعت کرنے کے لئے گزارش کی۔ امیر المؤمنین نے فرمایا طلحہ اور زبیر کہاں ہیں؟ وہ بولے۔ وہ دونوں ایسا اور ایسا کہتے ہیں۔ فرمایا۔ اس جلیل نشان کام میں ان کا موجود ہونا ضروری ہے پس مالک اشتر اور حکیم بن حیلہ نے دونوں کے پاس جا کر کہا۔ ہم نے منصب خلافت جدا جدا تم دونوں کے سامنے پیش کیا تم نے انکار کیا۔ اور قبول نہ کیا۔ اب مسلمانوں نے ایک دوسرے شخص کو جو اس کام کے قابل ہے اختیار کیا ہے۔ تم موافقت نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم اسلام کے ہمدرد اور خیر خواہ نہیں ہو۔ اس لئے اس شخص سے بیعت نہیں کرتے جس پر سب مسلمانوں نے اتفاق کر لیا ہے۔ اس لئے تمہارا خون مباح و ملال ہے۔ اور تمہارا نفس عذاب و وبال کا مزار ہے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ انکار کرنے کی صورت میں عثمان بن عفان سے طمع کٹے جائیں گے۔ تو دونوں امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ مجھے اس کام میں کوئی رغبت نہیں ہے۔ تم میں سے جو کوئی رغبت رکھتا ہے وہ اپنا ہاتھ پھیلائے۔ میں اس سے بیعت کرتا ہوں۔ دونوں نے عرض کی کہ آپ اس کام کے احتی و اولی اور انسب اور اصرارے ہیں۔ تب پہلے طلحہ نے پھر زبیر نے بیعت کی۔

اور بعض معتبرین سے ایسا سنا گیا ہے کہ یہ بیعت اس روز واقع ہوئی۔ جبکہ شاہ سیارگان یعنی آفتاب برج حمل میں داخل ہوا تھا۔ اس وقت فلک ولایت کے چاند نے منزل خلافت میں قرار پایا۔ اور جب دوسرا ون ہوا۔ تو عام لوگوں نے بیعت کی۔ بعد ازاں امیر المؤمنین نے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اور صحابہ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ کر فرمایا۔ کہ مروان اور بنی معیط کے چند اور آدمیوں کو بلاؤ۔ تفقیش و تلاش کے بعد اس جماعت کا کہیں نشان تک نہ ملے۔ جناب خلافت مآب نے زوجہ عثمان بن عفان سے دریافت کیا کہ عثمان کا قاتل کون تھا۔ اس نے جواب میں عرض کی کہ دو مرد گھر میں داخل ہوئے۔ اور محمد بن ابی بکر ان کے ساتھ تھا۔ ان دو مردوں نے اس کو قتل کر کے

شہادت کے درجہ پر فائز کیا۔ میں نے ان کے مُنہ دیکھے۔ لیکن پہچان میں نہ آئے۔ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابی بکر کو بلایا۔ اور واقعہ کی کیفیت دریافت فرمائی۔ اس نے عرض کی کہ خدا کی قسم! میں عثمانؓ کے گھر میں داخل ہوا اور اس کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا۔ جب اس نے میرے باپ کا ذکر کیا۔ اس کی الحاح و زاری نے مجھ میں اثر کیا۔ اور اس کے قتل سے ہاتھ روک لیا اور اب میں اس کام سے پشیمان اور تائب ہوں۔ اور خدا کی قسم میں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ اور دوسرے کو بھی مشغ نہیں کیا۔ عثمانؓ کی زوجہ نے اس کی تمام باتوں کی تصدیق کی۔

نیز بعض کتب میں تواریخ میں لکھا ہے۔ کہ جب امیر المؤمنین کی یہ بات کہ عام مسلمانوں کی خلافت اور حکومت کا قائم کرنا اہل بدر کے اختیار میں ہے۔ ان کے کان میں پہنچی تو طلحہ و زبیر رؤسائے مہاجر و انصار کو ساتھ لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی مسلمانوں کے لئے ایک امام اور خلیفہ ہونا ضروری ہے۔ اور اس کام کے لئے آپ سے زیادہ کوئی حق دار اور سزاوار نہیں ہے۔ امیر نے ان کے جواب میں فرمایا: لَا حَاجَةَ لِي فِي أَمْرِكُمْ فَمَنْ اخْتَرْتُمْ رَضِيْتُ بِهِ۔ (مجھے تمہاری حکومت کا ضرورت نہیں ہے جس کو تم اختیار کرو میں بھی اس پر راضی ہوں) انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم نے آپ ہی کو اختیار کیا ہے۔ اور بار بار مبالغہ کر کے تمہیں مانگا دیا۔ کہ قبائے خلافت آپ کے سوا اور کسی کے قد۔ پر موزون معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ قوم قریش کے خلاصہ۔ اور جماعت ہاشمیہ کے مرگروہ۔ تمام مخلوقات سے افضل و اکمل۔ اور ہادئ سبل و طریق یعنی رسول حضرت خاتم کے سب سے زیادہ نزدیک اور قریب آپ ہی ہیں۔ امیر نے فرمایا مجھے اس کام کی رغبت اور خواہش نہیں ہے۔ مجھے بھی اپنے جیسا ہی رہنے دو اور جس کو تم اپنا والی بناؤ۔ میں اس کام کا وزیر اور مشیر بنوں۔ کیونکہ میرے لئے وزارت حکومت و امارت سے بہتر ہے انہوں نے اپنی التماس کے گزارش کرنے میں بہت زور دیا۔ جب مبالغہ حد سے گزر گیا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ اگر مجھ سے بیعت کرتے ہو۔ تو یہ جان لو۔ کہ میں شریعت کی حد سے تجاوز نہ کروں گا۔ اور مجھ سے کسی شخص کی روعایت عمل میں نہ آئے گی۔ اور امور کا فیصلہ جمہور کے مشورے سے ہوا کرے گا۔ اور بیت المال میں سے ایک درہم اپنے لئے صرف نہ کروں گا اور تمہارے درمیان کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔ بلکہ ہر ایک کو مرحمت و مہربانی کی نظر سے دیکھوں گا۔ اور کتاب خدا اور سنت رسول کے موافق بندوں کے درمیان احکام جاری کروں گا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا: مسجد میں چلو۔ کیونکہ یہ معاملہ پوشیدہ طور پر قطع نہیں کیا جاسکتا۔ پس سب کے سب مسجد میں گئے۔ اور پہلے جس شخص نے بیعت کی۔ وہ طلحہ تھا۔ اس کے بعد زبیر نے پس تمام اہل مصر نے یکبارگی بیعت کی۔ بعد ازاں مہاجر و انصار گروہ گروہ حاضر خدمت ہو کر شرف بیعت سے ممتاز ہوئے۔ پس آنجناب نے روز جمعہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ انشاء فرمایا کہتے ہیں کہ اس خطبہ کے شروع میں یہ عبارت تھی۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى إِحْسَانِهِ قَدْ رَجَعِ الْحَقُّ إِلَى مَكَانِهِ۔ (خدا کا شکر ہے۔ اُس

کے احسان پر۔ کہ حق اپنی جگہ پر واپس آ گیا، جب آپ خطبہ سے فارغ ہو چکے تو بزمِ عربن ثابت انصاری جس کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالشہادتین کے لقب سے ملقب فرمایا تھا۔ اٹھ کر منبر کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور اشعارِ ذیل جو خود اس نے انشا کئے تھے۔ اس جلسے کے روبرو پڑھے :-

نظم

- (۱) إِذَا نَحْنُ بَايَعْنَا عَلِيًّا فَحَسَبْنَا
(۲) وَجَدْنَا هُ أَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ إِنَّهُ
(۳) وَمَا فِي قُرَيْشٍ مَن يَشُقُّ غَيْرَاهُ
(۴) وَأَنْتَ الَّذِي فِيهِمْ مِنَ الْمُخَيَّرِ كُلِّهِ
(۵) وَأَوَّلُ مَنْ صَلَّى مِنَ النَّاسِ وَاحِدًا
(۶) وَصَاحِبُ حَبَشِ الْقَوْمِ فِي كُلِّ وَقَعَةٍ
(۷) فَذَلِكَ الَّذِي سِئِ الْحَنَاجِرِ بِأَسْمِهِ
أَبُو حَسَنِ مِمَّا نَخَافُ مِنَ الْفِتَنِ
لَوْ دَرَى قُرَيْشٌ بِأَلِكِتَابِ وَبِالْسُنَنِ
إِذَا مَا جَرَى يَوْمًا مِنَ الضَّغِينِ وَالِإِحْبَنِ
وَمَا فِيهِمْ بَعْضَ الَّذِي فِيهِ مِنْ حَسَنِ
سِوَى خَيْرَةِ النَّسْوَانِ وَاللَّهُ ذُو الْمَنَنِ
يَكُونُ بِهَا نَفْسَ الْحَسَنِ لَدَى الدَّفَنِ
إِمَامًا لَنَا حَتَّى لَفَنَتْ فِي الْكِفَنِ

ترجمہ

- (۱) جب ہم نے علیؑ کی بیعت کی۔ تو تمام فتنوں سے بچانے کے لئے ابوالحسنؑ
ہمیں کافی ہے۔
(۲) ہم نے اس کو تمام لوگوں سے زیادہ ان پر تصرف کا حق دار پایا۔ کیونکہ وہ تمام قریش سے
کتاب اور سنت کا جاننے والا ہے۔
(۳) اور قریش میں کوئی بھی نہیں ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے اور اس سے سبقت لے جائے
جبکہ دشمنی اور کینہ نکلانے کا موقع آئے۔
(۴) اور تو لے علیؑ ان میں سراسر خیر ہے۔ اور ان میں کوئی اتنا بھی نہیں جس میں کوئی
بھی خوبی ہو۔
(۵) اور تمام لوگوں میں سے پہلا شخص ہے جس نے تنہا رسولؐ کے ساتھ نازاوا کی سوائے
بہترین نساء و خدیجہ کے۔ اور اللہ بڑا احسان والا ہے۔
(۶) اور تو ہی ہے۔ جو قوم کی قوم کا سردار ہے۔ اور ہر لڑائی میں جہان کے نام و دوں کی
جان لبوں پر آ جاتی ہے۔

(۷) یہی وہ بزرگ ہے جس کا کرتے وقت نام لیا جاتا ہے۔ اور ہمارا امام ہے۔ جب تک میں گفن میں پیدٹا جاؤں۔

منقول ہے۔ کہ طلحہ اور زبیر بیعت کرنے کے بعد کچھ اصحاب کو ساتھ لے کر امیر المؤمنین کے پاس گئے۔ اور عرض کی۔ کہ ہم قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص کیونکر لیں۔ فرمایا۔ ایک جماعت کثیر اس میں متہم ہے۔ سب کو گواہی اور شہوت کے بغیر قتل نہیں کر سکتے۔ اور اگر یقینی طور پر تم کو معلوم ہے۔ کہ فلاں ایک شخص نے یہ کام کیا ہے۔ تو خونِ عثمانؓ کا قصاص لینے میں میں تم سے متفق ہوں۔ اتنے دنوں صبر کرو۔ کہ صاحبِ قصاص اگر اس شخص معین پر دعوے کرے اور تم گواہی دو۔ میں اس کے قتل کا حکم دوں۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ اکثر بنی امیر مدینہ سے فرار کر گئے۔ بعض مکہ کی طرف چلے گئے۔ بعض شام میں معاویہ کے پاس جا رہے۔ اور کہتے ہیں کہ نہمان بن بشیر انصاری اس کوف بریدہ جماعت کے ہمراہ ناکرزوہ عثمانؓ کو خون آلودہ پیراہن کے ساتھ معاویہ کے پاس لے گیا۔ اور ایک قبیل جماعت مدینہ متورہ میں مخالف و ترسان ہو کر پوشیدہ ہو رہی۔ اور موقع پا کر مکہ معظمہ میں عائشہؓ سے جا ملی اور بنی امیرہ میں سے کسی ایک کو بھی بیعت امیر المؤمنین علیؓ کی سعادت حاصل کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ ع

ابن کار و دولت است کنوں تاکرار

وَاللّٰهُ الْمَوْقِفُ وَالْمَلْهُمُ لِلرِّشَادِ۔

کہتے ہیں کہ بیعت سے اگلے روز حضرت ولایت پناہ کے حکم سے بیت المال کا دروازہ کھولا گیا۔ اور جو مال کہ خزانہ میں جمع پڑا تھا۔ اس کو نکال کر لوگوں پر تقسیم کر دیا۔ صاحبِ مستقضی نے بیان کیا ہے۔ کہ امیر کے حکم سے جو ہتھیار کہ صدقے کے اونٹوں سے لئے گئے تھے۔ اور عثمانؓ کے گھر میں تھے۔ ان کو بیت المال کے لئے ضبط کیا گیا۔ اور عثمانؓ کا سب مال اس کے وارثوں میں تقسیم کیا گیا۔

منقول ہے کہ قر خلافت کے دوسرے روز مغیرہ بن شعبہ جو عرب میں نہایت مقل اور مدبر مشہور تھا امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت مرحومہ پر والی بنا یا ہے۔ اور ہم کو آپ کی متابعت اور پیروی کی دولت عطا فرمائی ہے۔ تو ہم پر لازم ہے۔ کہ آپ کی خیر خواہی اور خدمت گزاری بجا لائیں۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو جو کچھ رائے ناقص میں آیا ہے۔ عرض خدمت کروں۔ امیر المؤمنین نے اجازت دی کہ جو چاہو۔ کہو مغیرہ نے عرض کی۔ میں بعض شخصوں کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ آپ کی خلافت کے بارے میں منافقانہ پہلو رکھتے ہیں۔ اس لئے لازم ہے۔ کہ اس سال عثمانؓ کے عاٹوں کو بدستور اپنے کام پر رہنے دیں۔ تاکہ آپ خلافت کے کام میں بلاخلاف مستقل ہو جائیں۔ اور معاویہ کو ایک خط لکھیں اور ملک شام

کی حکومت جس پر سالہا سال سے مستقل ہے۔ پتو در سابق برقرار رکھیں۔ اور اس خط میں اس کے اور اس کے بزرگوں کے فضائل اور بزرگیاں تحریر فرمائیں اور اس کو مطلع کریں کہ اس کے ساتھ عمر اور عثمان کی نسبت بہتر سلوک کیا جائے گا اور عمر و عاص کو ملک مصر عطا فرما کر ممنون فرمائیں اور ایک استاقت نامہ اس کو تحریر کیا جائے جس میں اس کی شرف و بزرگی اور امثال و اقران پر اس کی فوقیت کا ذکر فرمائیں۔ کیونکہ وہ ایسا شخص ہے۔ کہ ناموری اور ابرو کا فکر میں نگارہتا ہے۔ اور نہایت مکار و صاحب فراست۔ اور حکومت دریاست کا طالب ہے۔ کیونکہ میں ان دونوں کی مخالفت سے بہت ہی ڈرتا ہوں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ یہ کام ہر گو مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ کہ معاویہ عمر و عاص اور عثمان کے باقی عاملوں کو ایک ساعت بلکہ ایک لحظہ بھی برسر حکومت رہنا تجویز کروں۔ کیونکہ میں رات دن ظاہر اور پوشیدہ عثمان کو گمراہ عاملوں کے رکھنے سے منع کرتا تھا۔ اس نے اس باب میں ہماری بات نہ مانی یہاں تک کہ اس کا نتیجہ اس کو پہنچا۔ سو پہنچا۔ اور جو نہ دیکھنا تھا۔ وہ دیکھا۔ اب میں کیونکر اس گمراہ اور گمراہ کنندہ قوم کو مسلمانوں پر مسلط کر سکتا ہوں۔ وَمَا كُنْتُ مُتَّحِذًا لِّلْمُضَلِّينَ عَصُدًا۔ اور گمراہ کنندہ لوگوں کو اپنا مددگار نہیں بناتا۔

دوسرے روز پھر مغیرہ نے آکر عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! کل میں نے عاملان عثمان کے باب میں ایک عرض خدمت کی تھی۔ جو حضرت کو پسند نہ آئی تھی۔ آج میں اپنی اس بات سے پھر گیا۔ اور مجھ کو معلوم ہو گیا۔ کہ ان سے یہی ہے کہ حضرت ان کو حکومت سے معزول فرمائیں۔ تاکہ منافق اور منافقین میں فرق معلوم ہو جائے۔ یہ کہا۔ اور اپنے دل میں معاویہ کے پاس جانے کی ٹھان کر مجلس اقدس سے باہر چلا گیا۔ مصرع

یہ ہیں کہ از کہ بریدی و با کہ بیوستی

آفاقاً اسی روز عبداللہ بن عباس سفوح سے واپس آئے تھے۔ اور امیر سے ملاقات کو آ رہے تھے۔ کہ دروازہ پر مغیرہ سے ملے۔ جب امیر کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آداب و سلام عرض کرنے کے بعد دریافت کیا۔ کہ مغیرہ یہاں کس لئے آیا تھا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ کل مجھ کو ایک صلاح دی تھی۔ اور آج اس کے برخلاف آکر بیان کیا اور اس کی پہلی اور دوسری دونوں باتیں بیان فرمائیں۔ ابن عباس نے عرض کی۔ اس کی پہلی بات نصیحت اور خیر خواہی تھی۔ اور دوسری بات خیانت اور تباہی۔ امیر المؤمنین نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ میری دنیوی مصلحت تو اسی میں ہے۔ جو تم کہتے ہو۔ لیکن میری اصلی نظر دینی مصلحت پر ہے۔ اور اس دنیا سے دوں کی پاسداری میں نہ دین ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ دنیا۔ بیت مؤلف۔

دین و دنیا ہست فید یکدگر

اور ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اسے ابن عباسؓ۔ جب میں جہات کے

متعلق تم سے مشورہ لوں۔ جو کچھ تمہارے دل میں آئے مجھ سے کہہ دیا کرو۔ اگر بعض امور میں تمہاری رائے کے برخلاف عمل کروں۔ تو تم میری موافقت اور متابعت کرو۔ ابن عباسؓ نے عرض کی۔ آپ کی فرمانبرداری تمام کاموں سے مجھ پر سہل اور آسان ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ امیر المؤمنین کی عہد خلافت میں جو واقعات ظہور میں آئے۔ ان میں سے جو واقعات کرامت، فراست، کشف اور فضل کی جنس سے تھے۔ وہ فضائل بمجربات، علم اور فراست کے بابوں میں مذکور ہوئے اور جو اعدائے دین سے محاربات و مہمات کے متعلق تھے۔ وہ باب شجاعت میں درج کئے گئے۔ اور باقی حالات تو تاریخ کی کتابوں میں مرقوم و منقول ہیں۔ چونکہ اس فقیر کا مطلب اس باب میں صرف اتنا ہی تھا کہ امیر المؤمنین کی خلافت ظاہری کے وقت کے تعیین کرنے میں فریقین کا اعتقاد بیان کروں۔ اس لئے اسی پر اکتفا کی گئی اور زیادہ طول نہ دیا۔

باب دوازدهم

امیر المؤمنین امام المستقین علی مرتضیٰ کے عالم فنا سے عالم بقا کی طرف
انتقال فرمانے اور درجہ شہادت پر فائز ہونے کی برکت سے ذاتِ خداوند
عز و جل میں واصل ہونے اور اس کے متعلقات کے بیان میں

ارباب دانش و ذکا اور اصحاب فطنت و صفائی رائے معنی آرائے پڑنا ظاہر و باہر اور واضح اور روشن ہے کہ ایزد و متعال کی سنتِ سننہ بمتقتنائے آئیہ فکلن یجد لسنۃ اللہ تبدیل دیکھنا ہمیشہ سے اس طرح پر جاری ہے کہ جو کوئی از روئے محبت و اخلاص قدم نیا زاختصاص سے بارگاہِ احدیت کے میدان کو طے کرے اور ارادت و بندگی کے ہاتھ سے درگاہِ الوہیت کی ملازمت کے دروازے اپنے منہ پر کھولے غنوم و بلایا کی بارشیں سن و عن کے بادلوں سے اس پر برستی ہیں۔ اور بہجت و راحت کے انوار اور فرحت و شادمانی کے آثار اس کے صفوات احوال سے گریزاں اور کوسوں دور رہتے ہیں۔ حدیث صحیح اِنَّ اللّٰهَ اِذَا احَبَّ قَوْمًا

اَبْتَلَاهُمْ (جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے، تو ان کو بلاؤں میں مبتلا کرتا ہے) اور کلمہ فصیح
اَبْتَلَاءُ لِلْوَلَاةِ كَاللَّهَبِ لِلدَّهَابِ۔ (دوستی اور محبت کے لئے بلا ایسی ہے جیسے سونے کے لئے
آگ) اس دعوئے کی مؤند اور اس مدعا کی موکد ہے۔ بیت

دوستی چون زربلا چون آتش است زرخالص در دل آتش خوش است
یہی وجہ ہے۔ کہ بڑے بڑے انبیا پر جو حریم کبریا کے محرم ہیں۔ نواب و مصائب کا نزول دیگر مخلوقات کی
نسبت زیادہ تر ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے اولیا پر جو مقربان عالم بالا ہیں۔ حوادث و بلیات باقی مخلوقات
کے مقابلے میں بہت زیادہ اور بڑھ چڑھ کر وارد ہوتی ہیں۔ کونسا نبی ہے۔ جس کا بدن اس کے شعلہ تعجب سے
گداختہ نہیں ہوا۔ اور کونسا ولی ہے۔ جس کا دل اس کے تیرہائے کرب کا نشانہ نہیں بنا۔ بلکہ اس کی بلا کی
آگ پر ہر جنگل میں لاکھوں دل کباب ہیں۔ اور اس کی ابتلا کے دھوئیں سے ہر گوشے میں ہزار ہا آنکھیں
پڑ آب۔ رباعی

اندھمہ دشت فاوڑاں سنگے نیست کز خون دل و دیدہ براں رنگے نیست
در بیچ زمین بیچ فرسنگے نیست کز دست غمش نشہ دل تنگے نیست

اور ان واقعات میں جو امیر المومنین و امام المسلمین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور
معاویہ بن ابی سفیان و اہل شام کے واقع ہوئے۔ جیسا کہ پہلے بابوں میں ان کا کچھ ذکر کیا گیا۔ غور و تامل کرنے
سے خوب ظاہر اور واضح ہو جاتا ہے۔ اور مضمون مذکورہ بالا کی پوری پوری تصدیق ہو جاتی ہے۔ باوجودیکہ وہ مہر
سپہر امامت بہ اتفاق جیسے فرقہ ہائے امت غلیف بحق اور امام مطلق تھے۔ اور تمام اہل اسلام سے پیشتر نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت و پیروی کی طرف قدم بڑھایا۔ اور رسول عربی صلعم سے قرابت بسی اور
خصوصیت جبلی بوجہ اہل حاصل تھی۔ اور ہمیشہ آنحضرت کی خدمت میں غر و جہاد کرتے اور علمی خدمات بجالاتے رہے۔
اور میدان شجاعت و دلادری میں تمام نامی بہادروں پر سمبقت رکھتے تھے۔ اور ایوان سخاوت و فرزانگی
میں جلو کریمان روزگار سے سابق اور فائق تھے۔ اور اکثر اکابر مہاجر و انصار ان کی متابعت کے غاشیہ
بردار تھے۔ اور اکثر اشراف بلاد و امصار ان کے مطیع و فرمانبردار۔ لیکن اس پر بھی اس بزرگوار کو معاویہ بن
ابی سفیان پر جو بیشک و شبہ طلیق ابن طلیق اور مولفۃ القلوب کی فہرست میں داخل تھا۔ خاطر خواہ غلبہ میسر نہ
ہوا۔ اور اسی وجہ سے مدت مدید تک طرح طرح کے غصہ و غم اور قسم قسم کے سز و الم میں اپنا وقت گزار کر
آخر کار شہادت درجہ رفیعہ پر فائز ہوئے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت کے کسی خاص محب نے آپ سے سوال کیا۔ یا امیر المومنین! باوجود اس

کے کہ اس قدر فضائل صوری و معنوی اور کمالات دنیوی اور اخروی آپ کی ذات فاضل البرکات کو حاصل ہیں۔ پھر کیا سبب تھا کہ ابن ہندہ کو مغلوب نہ کر سکے۔ فرمایا۔ دنیا دو پاؤں سے قائم ہے۔ ایک حق اور دوسرا باطل۔ میں نے ارادہ کیا کہ ایک پاؤں سے کھڑی ہو۔ نہ ہو سکی۔

عجب حالت ہے۔ کہ والیان ہدایت۔ دنیا بے وفا کے ظلم و جور کے سبب ہمیشہ یاس و حرمان کے گوشوں میں رہتے ہیں۔ اور سالکان مسالک غوایت فلک بے سر و پا کی کجروی سے ہمیشہ قلبی مرادوں اور دلی آرزوؤں کے باغوں اور گلزاروں میں دولت و کامرانی کے چھل مچھتے ہیں۔ مگر باہن بارگاہ سبحانی بوجہ حصول سعادت جاودانی اس عالم فانی کی لذتوں سے محروم اور ہجور رہتے ہیں۔ اور مردودان درگاہ یزدانی خواہشات نفسانی کی زیادتی و دونوں کے سبب اس جہان کی مرادات کی کامیابی پر فریفتہ اور مفرور ہوتے ہیں :

تشنومی

| | |
|------------------------------|---------------------------|
| فلک برغولیش پیچاں اژدہای است | پئے آزار ماز و زامانی است |
| رساند ہر کہ ایک لخطہ راحت | کند سائے زدنیش جراححت |
| بہر اختر کن و روشن چراغی است | نہادہ بردل آزادہ داعی است |
| ہزارال داغ ہست و مہمی نے | وزال بے مہمی کچش غنے نے |

اس تمہید و ترتیب سے غرض یہ ہے کہ شاہ اولیا و قدوہ اصفیا کے واقعہ مصیبت افزا کا ذکر کیا جائے۔ جو کہ سنگہ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اور اس وجہ سے کوکب ہدایت و اقبال الہی غرت سے لپٹی مذلت میں پڑ گیا۔

نظم

| | |
|----------------------------|----------------------------|
| دل اہل عالم ازین غم شکست | شہ چرخ چارم بہ ماتم نشست |
| قمر زال الم جیب جاں چاک زد | زُعل جامہ در ختم افلاک زد! |
| فرشتہ ز سوز دروں پر بسوخت | عطار در و رہائے دفتر بسوخت |

اگرچہ اہل اخبار تمام اس پر تو متفق ہیں۔ کہ شاہ ولایت کو عبدالرحمن بن ملجم مرادی نے شہید کیا۔ لیکن اس لعین نابکار کے حالات اور اس واقعہ شنیعہ کے وقوع میں آنے کی کیفیت میں بہت سا اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابن ملجم دراصل مہر کا باشندہ تھا۔ جب مہربوں نے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے خروج کیا۔ تو یہ ملعون ان کے ساتھ تھا۔ بعد ازاں کوفہ میں آکر حضرت ولایت کی خدمت میں بسہر کرتا تھا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ واقعہ نہروان کے بعد شاہ مروان نے محمد بن ابی بلکہ کو لکھا۔ کہ مہر کے چند شہ سوار یہاں بھیج دو۔ محمد رضی اللہ عنہ نے بموجب ارشاد میں بہادروں کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ ابن ملجم مرادی بھی ان میں تھا۔ جب امیر المؤمنین

حیدر کی نظر اس لعین بدانتہر پر پڑی۔ تو ارشاد فرمایا۔ شعر

أَشَدُّ دَحْيَا زَيْمِكَ لِلْمَوْتِ فَإِنَّ الْمَوْتَ يَا نَبِيكَ

وَلَا تَجْزَعَنَّ مِنَ الْمَوْتِ إِذَا حَصَلَ بَعْدِيكَ

یعنی کمر کو موت کے لئے مضبوط کر کے باندھ۔ کیونکہ موت تجھ سے ملاقات کرے گی۔ اور موت سے جزع
فزع نہ کر جبکہ وہ تیری وادی میں آکر اترے۔

روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے کہ نہر وان کی چڑھائی کے موقع پر امیر المؤمنین رضوان اللہ علیہ نے اپنے
ایلیٰ سلطنت کے اطراف میں بھیج کر مدد طلب کی۔ میں سے دس آدمی آپ کی خدمت میں آئے۔ ابن لجم بھی ان
میں تھا اور ان دونوں شخصوں نے حضرت کی خدمت میں تحفے پیش کئے۔ سب کے تحفے قبول فرمائے۔ مگر ابن لجم نے ایک
قیمتی تلوار پیش کی تھی۔ قبول نہ فرمائی۔ وہ لعین اس بات سے غمگین ہوا۔ اور عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! کیا دبر ہے۔ کہ آپ نے
میرے رفیقوں کے تحفے تو قبول کر لئے۔ اور میری تلوار کو جو عرب میں بے نظیر ہے۔ قبول نہیں فرماتے۔ فرمایا۔
میں اس تلوار کو کیونکر تجھ سے لے لوں۔ حالانکہ تیری مراد مجھ سے اسی تلوار کے ذریعے برکتے گی۔ ابن لجم نے اس خبر
کو سُن کر جزع فزع کیا۔ اور زمین پر گر پڑا۔ اور عرض کی یا امیر المؤمنین! افسوس افسوس۔ خدا کرے کبھی ایسا خیال
میرے دل میں نہ گزرے۔ اور یہ فکر محال میرے وہم و خیال میں نہ آئے۔ میں نے آپ کی خدمت گزاری کے شوق میں وطن کو
چھوڑا اور اس خاندان عالی کے خادموں کی محبت اپنے دل میں قائم کی ہے۔ امیر نے فرمایا۔ یہ ایک شہدنی اور لایہدی
امر ہے۔ تو عنقریب ہماری محبت کو چھوڑ کر نفاق اختیار کرے گا۔ اور بے مروتی اور شقاوت قلبی کو اپنا
شیوہ بنائے گا۔ بیت

آئینِ مہر و رسم و فاعادتہ تو نیست ہر چند عہد و شہ راکنی باز بطنی

ابن لجم نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! یہ لیجئے میں حضور کے سامنے کھڑا ہوں۔ حکم دیجئے کہ میرے ہاتھ
کاٹ ڈالیں۔ اور اگر واقعاً یہ امر مجھ سے وقوع میں آئے گا تو مجھ سے قصاص لیجئے! امیر نے فرمایا جب تک
کہ تجھ سے کوئی امر قابلِ سزا و عقوبت سرزد نہ ہو۔ کیونکہ قصاص لے سکتا ہوں۔ لیکن مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ حضرت کا قول سچا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن لجم خوارزم میں شامل تھا۔ لیکن کوذ سے فرار کرنے کا موقع نہ پایا۔ اور امیر المؤمنین
کے لشکر ہی میں رہا۔ یہاں تک کہ اس کی قوم کی ہم فیصل ہو گئی۔ اور بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ جب علی مرتضیٰ کم اللہ
وجہہ نہر وان سے کوذ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن لجم نے اجازت طلب کی۔ کہ میں پہلے جا کر کوذ والوں کو فتح و فیروز
کا مزہ سناؤں۔ اجازت ملنے پر جب کوذ میں آیا۔ تو محلوں میں گشت لگانا پھرتا۔ اور باوازلہ فتح کی

قتل کی تدبیر کروں گا۔ اور باہم یہ بات قرار پائی۔ کہ ستر سویں ماہ رمضان کا صبح کو ہر ایک شخص اپنے اپنے مقررہ کام کو سرانجام دے۔ یہ کہہ کر اپنی تلواروں کو زہر میں بچھا کر اپنے اپنے مقصود کی طرف راہ لی۔

اور یاسی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے۔ کہ جس شخص نے معاویہ کے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا۔ وہ حجاج بن عبداللہ ضمیر ہی تھا۔ اور رازویہ غبرمی نے عمر وعاص کے قتل کا ذمہ واری کی تھی۔ القصدہ جو شخص معاویہ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ وہ دمشق میں پہنچا۔ اور روز مقررہ کی صبح کو گھات میں بیٹھا۔ جس وقت کہ معاویہ باہر آ رہا تھا ایک تلوار اس کو لگائی۔ اور کہا۔ اے دشمنِ خدا۔ میں نے تجھے قتل کیا۔ معاویہ کے اعوان و انصار اسی وقت اس کو گرفتار کر کے سامنے لائے۔ معاویہ نے اس کے قتل کا علم دیا۔ اس شخص نے کہا۔ اگر میں تجھ کو ایسی خوشخبری سناؤں جس کے سننے سے تو خوش ہو جائے۔ تو مجھے کچھ نفع ہو سکتا ہے؟ معاویہ نے پوچھا۔ وہ کیا ہے؟ کہا۔ آج کی رات میرے بھائی عبدالرحمن نے علیٰ کو قتل کیا۔ معاویہ نے کہا۔ جس طرح تو مجھے قتل کر سکا اور دارغالی گیا شاید اسی طرح اس کا وار بھی خالی گیا ہو۔ اور سب سے صحیح روایت یہ ہے۔ کہ اس کو قتل کر دیا۔ اور ایک طبیب بلا کر اپنے سرین کے زخم کا علاج کروایا۔ اور وہ زخم اچھا ہو گیا۔ اور جس شخص نے عمر وعاص کے قتل کا عزم کیا تھا۔ وہ مصر میں گیا۔ لیکن اس پر قابو نہ پاسکا۔ جب عمر و کو اس کی خبر ہوئی۔ تو اس کو قتل کر دیا۔

اور ابنِ ملجم معین جب کوفہ میں پہنچا۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اور قظامہ جو عرب میں کمالِ حسن و جمال میں ضرب المثل تھی۔ اس کے وصل کا طالب ہوا۔ اور قظامہ نے اپنے نکاح میں امیر المؤمنین کے قتل کی شرط لگائی۔ ابنِ ملجم نے کہا میں تو خود ہی اسی کام کے لئے کوفہ میں آیا ہوں پس قظامہ نے اپنے چند رشتہ داروں کو اس نابکار کی امداد کے لئے مقرر کیا۔ اور ابنِ ملجم نے شیب بن بجرہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر کے قتل امیر المؤمنین پرستعد ہو گیا۔ اور یہ امر پائید ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ جب شاہِ ولایت کی شہادت کا وقت قریب آیا۔ تو کئی دفعہ مرتبہ اور کئی بار اس واقعہ کا ناکہ کی خبر دی۔ بلکہ اس سے پہلے بھی اکثر اوقات جب کوئی موقع ہوتا تھا۔ اس واقعہ کا اظہار فرماتے تھے۔ جیسا کہ بابِ علم میں مذکور ہوا۔ ایک دفعہ معاویہ نے یہ معلوم کرنا چاہا۔ کہ امیر المؤمنین اس سے پہلے فردوس بریں میں تشریف لے جائیں گے۔ یا وہ اُن سے پہلے اپنے مقر و مقام کی راہ لے گائیں؟ آدمیوں کو یکے بعد دیگرے اپنی موت کی خبر مشہور کرنے کے لئے کوفہ میں بھیجا۔ امیر المؤمنین نے اس کے مکرو فریب سے مطلع ہو کر فرمایا۔ معاویہ نہ مے سے گا۔ جب تک کہ میری ڈاڑھی کو میرے خون میں رنگین نہ دیکھے۔

روضۃ الصفا میں منقول ہے۔ کہ ایک سفر میں ابنِ ملجم کا گھوڑا کھویا گیا۔ اور اس نے امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے کی خواہش کی۔ امیر نے اس کی التماس کو قبول کر لیا۔ اور فرمایا۔ اُریدُ حیاً تلکَ وَشَرِیدُ قَتْلِی - ع

من جیاتت خواهم و تو موت من

میں تیری زندگی چاہتا ہوں۔ اور تو مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

منقول ہے۔ کہ ماہ رمضان سنہ ۶۸ میں ایک روز امیر المؤمنین مسجد کوفہ میں لوگوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں امام حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے میرے نور چشم! اس جہینے کے کتنے دن گذر گئے ہیں۔ عرض کی کہ تیرہ دن۔ پھر امام حسین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اے میرے دل کے چین۔ اس جہینے کے کتنے دن باقی ہیں۔ عرض کی کہ سترہ دن۔ بعد ازاں اپنے ریش مبارک پر ہاتھ لگا کر فرمایا: اسی جہینے میں بد بخت ترین مردم میری دارطیٰ کو میرے سر کے خون سے رنگین کرے گا۔ اور چند بیتیں اسی مضمون کی زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں۔ کہ قبیلہ مراد کا ایک نام و میرے قتل کی خواہش کرتا ہے۔ اور میں اس سے نیکی کرنا چاہتا ہوں جب امیر المؤمنین منبر سے نیچے تشریف لائے۔ ابن ہشام نے نہایت اضطراب اور بے قراری سے آگے آ کر عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! جو کچھ آپ میری نسبت گمان رکھتے ہیں۔ میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ حکم دیں کہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ اور میرے ہاتھ کاٹ دیں۔ امیر نے فرمایا کہ قتل سے پہلے قصاص نہیں ہوا کرتا۔ لیکن جناب خنجر صادق نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ تمہارا قاتل قید مراد سے ہو گا۔ ابن ہشام پر انکار اور نفرت کرتا جاتا تھا۔ امیر نے فرمایا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں۔ سچ بتا کہ ایام طفولیت میں تیری دایہ یہودی عورت تھی۔ اور تجھے کہا کرتی تھی۔ اے ناقہ صالح کے پے کرنے والے سے بڑھ کر بد بخت اور شقی۔ اس نے عرض کی کہ ہاں۔ پھر خاموش ہو کر آپ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

اور صحیح روایت میں آیا ہے۔ کہ آپ ماہ مذکور میں ایک رات امام حسن کے گھر میں اور ایک رات امام حسین کے گھر میں افطار فرمایا کرتے۔ اور تین لقمے سے زیادہ تناول نہ فرماتے۔ اور فرمایا کرتے چند رات اور تمہارا نمان ہوں۔

ترجمہ مستقصے میں اُمّ موسیٰ سمریہ (کنیز) امیر المؤمنین سے روایت ہے کہ جس سحر کہ آپ کی شہادت مقدر تھی۔ ام کلثوم سے فرمایا۔ اے میری بیٹی! میں دیکھتا ہوں کہ ہماری یہ صحبت روح پرور و عظیم تم ہونے والی ہے اور میرا طائر روح فقیص عنصری سے ساکنان طائر اعلیٰ کی طرف پرواز کرنے والا ہے۔ ام کلثوم نے اشک حسرت اپنی آنکھوں سے برساکر عرض کی۔ اے پدر گرامی یہ کیسی رنج بھری خبر سناتے ہیں۔ اور یہ کیسی پر شور و مشر حکایت ذکر فرماتے ہیں۔ یہ ایسا قصہ نہیں جس کو ہوش کے کاؤں سے سن سکیں۔ اور ایسا رنج نہیں ہے جس کی سختی و کبکیت سے بے خوف رہ سکیں۔ بیعت

از فراق تلخ نے گوئی سخن ہر چہ خواہی کن و لیکن ایں کہن

(یعنی اے بابا! آپ تو جدائی کا ناگوار تذکرہ فرما رہے ہیں۔ اس کے سوا اور ذکر جو چاہیے کیجئے لیکن یہ تو نہ کیجئے۔)

امیر نے فرمایا۔ اے فرزندِ مجنونات کو میں نے جناب سید کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کو خواب میں دیکھا ہے۔ کہ دستِ مبارک سے میرے چہرے کا غبار صاف کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اے بھائی۔ اب میری طرف چلے آؤ۔ کیونکہ جو کچھ تم پر واجب تھا۔ اس کو تم نے ادا کر دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ خواب حضرت نے امام حسنؑ سے بیان فرمایا۔ اور امام نے متاثر ہو کر فرما شروع کر دیا۔ اور روضۃ الشہداء میں منقول ہے۔ کہ اس رات حضرت بالکل نہیں سوئے۔ اور سحر تک عبادت میں مشغول رہے۔ اور دم بدم محن میں آکر آسمان کی طرف نگاہ کرتے اور فرماتے۔ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ (رسولِ خدا نے سچ فرمایا ہے) اور یہ الفاظ زبان پر لاتے۔ اے خدا میرے قاتل کو میرے قتل کرنے سے کونسی چیز روکتی ہے اور رات بھر یہی حال رہا۔ یہاں تک کہ مسجد کو جانے کا وقت آگیا۔ اُس وقت وضو کی تجدید فرمائی کہ مبارک ہاتھ کر ذیل کی دو بیتوں کا مضمون زبانِ اقدس سے ارشاد فرمایا۔

بہدازیں تا بے قیامت بہادر تو کہ شدا ز خاکِ ورت ویدہ دل نورانی
ہر کے شاد بے عید و ن بیدل محزون عیدم آندم کہ ز تیغ تو شوم قربانی

جب باہر نکل کر گھر کے وسط میں پہنچے۔ چند بطنخیں جو وہاں پر تھیں۔ حضرت کے سامنے آکر چیخنے اور چلانے لگیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا دامن پکڑ لیا۔ ایک خادم نے ان کو ایک کٹڑی ماری۔ فرمایا۔ ان کو جانے دو۔ کچھ نہ کہو۔ کیونکہ یہ مجھ پر نالہ و فریاد کر رہی ہیں۔ پھر مسجد میں جا کر مقررہ طریقے کے موافق اذان کہی۔ اور ابنِ طہم شیب اور دورانِ قطامہ کے پاس اس رات شربِ نوشی میں مشغول رہے تھے۔ جب اذان کی آواز اس ملعونہ کے کان میں پہنچی۔ ان کا عزم کو جگا کر کہا۔ اس وقت علیٰ اذان کہہ رہا ہے۔ اُٹھو اور اس کا کام تمام کرو۔ تینوں مرتبہ مسجد میں پہنچے۔ دو آدمی تو مسجد کے دروازے پر بیٹھ رہے۔ اور ابنِ طہم اندر داخل ہوا۔ جب امیر المؤمنین اذان سے فارغ ہوئے اور مسجد میں قدم رکھا۔ شیب ملعون نے ایک تلوار کا وار کیا۔ لیکن وہ تلوار محرابِ مسجد پر پڑی اور دورانِ ملعون نے بھی تلوار کا وار کیا۔ لیکن اس کی تلوار دیوار پر ہی پڑی۔ تیسرے ملعون نے سر مبارک پر تلوار لگا کر کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الْعَلَمُ الْغَلْبُ الْعَلِیُّ (حکمِ خدا کے واسطے ہے۔ نہ کہ تیرے اور تیرے اصحاب کے لئے) ایک روایت میں ہے کہ ابنِ طہم نے اتنی دیر توقف کیا کہ امیر نے نماز کی نیت کر کے پہلا سجدہ کیا۔ جب سجدے سے اُٹھا۔ اس ملعون نے تلوار لگائی۔ سب مورخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ تلوار اس جگہ پر لگی جہاں جگہ خندق کے روزِ عمر بن عبدود کی تلوار لگی تھی۔ اور اس سرورِ اولیاء کے منہز مرتبہ تک شگافتہ کر گئی۔ اور امیر المؤمنین نے فرمایا۔

فَزَتْ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ (یعنی پروردگار کو کعبہ کی قسم ہے کہ میں اپنے مطلوب ولی پر فائز ہو گیا۔ اور امام حسنؑ سے فرمایا کہ شتر لٹا مات بجالائے اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے۔

اور مقتضے میں مذکور ہے۔ کہ اس حادثہ عظمیٰ کے بعد دورانِ اپنے گھر گیا اور ایک شخص نے اس کے حال پر خبردار ہو کر اس کو واصل جہنم کیا۔ اور شیبِ دوڑ کر باہر چلا گیا۔ جب لوگوں نے جمع ہو کر امیر المؤمنینؑ سے دریافت کیا۔ کہ یہ زخم کس نے لگایا۔ فرمایا خدا تعالیٰ اس کو ظاہر کر دے گا۔ اور مسجد کے دائیں طرف اشارہ کیا۔ کہ اسی وقت دروازہ سے داخل ہوگا۔ اور ابنِ طہم اس صبح کو ایک خون سے بھری ہوئی تلواریں ہاتھ پر لئے کوفہ کے کوچوں میں دوڑا پھرتا تھا۔ قبیلہ بنی عبد قیس کے ایک شخص نے آگے آ کر کہا۔ تو کون ہے۔ وہ بولا عبد الرحمن بن بلعم۔ اس نے کہا۔ کہ لے لعین۔ کیا تو نے ہی امیر المؤمنینؑ کو زخم لگایا ہے۔ اس نے ہر چند چاہا۔ کہ انکار کرے لیکن خدا نے تعالیٰ نے اس کی زبان پر جاری کیا کہ ہاں۔ اس شخص نے شور مچایا۔ اور لوگوں کو خبر دی۔ لوگ اس کو گرفتار کر کے امیر المؤمنینؑ کے پاس لے گئے۔

اور روضۃ الشہداء میں ایک روایت یوں مرقوم ہے۔ کہ ابنِ طہم جناب امیر کو زخم لگا کر اپنے ابنِ عم کے گھر میں چلا گیا۔ اور ہتھیار اتار دیئے۔ اسی اثنا میں گھر والے نے آ کر اس کو پریشان اور متوش دیکھا۔ پوچھا کیا تو نے ہی امیر المؤمنینؑ کو قتل کیا ہے۔ اس طعون نے نہیں کی جگہ ہاں کہا۔ اور وہ شخص اس کا گریبان پکڑ کر امیر المؤمنینؑ کے سامنے لایا۔ جب آپ کی نظر اس پر پڑی۔ فرمایا یَا اَخَا الْمُرَادِ! کیا میں تمہارا بڑا امیر تھا۔ اُس نے جواب دیا۔ معاذ اللہ یا امیر المؤمنینؑ! فرمایا پھر تجھے کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا؟ کہ میرے فرزندوں کو تہم کر دیا۔ اور میرے زندگی کے محل میں رخنہ ڈال دیا۔ کیا میں نے تجھ سے نیکی نہ کی تھی۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ ہاں۔ لیکن ہوا سو ہوا۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ فَذَرْنَا مَقْدُورًا اور امر خدا مقرر اور مقدر ہو چکا تھا، اس وقت آپ نے حکم دیا۔ کہ اس بد بخت کو قید خانے میں لے جاؤ۔ اور کھانا دانہ اس پر بند نہ کرو۔ اگر میں زندہ رہا۔ تو اپنی رائے کے موافق اس سے سلوک کروں گا۔ اور اگر رحلت کر جاؤں۔ تو توار کی ایک ضرب سے زیادہ اسے نہ لگانا۔ کیونکہ اُس نے مجھ کو ایک سے زیادہ زخم نہیں لگایا پھر امیر المؤمنینؑ کو ایک کبیل میں نسا کر گھر میں لے گئے۔ اولادِ امجاد و نباتِ مکرمات اور زوجاتِ طاہرات نے جب حضرت کو اس حالت میں مشاہدہ کیا۔ بے اختیار گریہ و زاری شروع کی۔ اور بے قرار ہو کر مضمون ذیل درو

رباعی

زبان کیا۔

شعلہ آتشِ جہانِ تو جانِ مے سوزو در فراقِ تودلِ پیہ و جواں مے سوزو

ابنِ چہ درواست کز خونِ بگریہ یزد اینچہ شورا ست کز دکن و مکال مے سوزو

اور حضرت کا ضعف دم بدم بڑھتا جاتا تھا۔ اور اس زخم کا درد ساعت بساعت زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ جب

رحلت کا وقت قریب آیا۔ امامین کو مفید نصیحتیں کیں۔ اور ان کے حق میں دعائیں فرمائیں۔ اور بار بار کلمہ طیبہ زبان مبارک پر جاری فرماتے تھے۔ یہاں تک آپ کی رُوح پر فتوح نے عالم بالا کی طرف پرواز کیا۔ اور دارِ فنا سے روضہ بقا کی راہ لی۔

اور مقتدائے مومن امام حسنؑ سے مروی ہے۔ کہ میں نے شاہِ ولایت کی رحلت کے بعد سنا کہ ایک تہف کہتا تھا تم اس گھر سے باہر چلے جاؤ۔ اور اس ولی خدا اور وصی مصطفیٰ کو ہمارے حوالے کر دو۔ جب ہم گھر سے باہر گئے تو ایک آواز ہمارے کان میں آئی۔ کہ محمد مصطفیٰ گذر گئے۔ اور ان کے وصی علی رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے۔ ان کے بعد دین کی حفاظت اور امت خیر انبیین کی نگہبانی کون کر سکے گا۔ دوسرے نے کہا۔ جو کوئی ان کی سیرت رکھتا ہو۔ اور ان کی متابعت اختیار کرے۔ جب اس آواز کو سکون ہوا۔ تو ہم نے گھر میں آ کر دیکھا کہ امیر المؤمنین کو غسل دینے کے کفن پہنا دیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رحلت کے وقت حضرت نے وصیت کی کہ جب میں اس عالم سے انتقال کر جاؤں۔ تو گھر کے ایک گوشہ سے ایک لوحِ ظاہر ہوگی مجھے وہاں نثارِ غسل دینا۔ اور گھر کی دلیز سے کفن اور حنوط ملے گا۔ مجھ کو اس میں کفنا کر تابوت میں رکھ دینا۔ اور تابوت گھر میں رکھ کر میرے فرزندوں کو بلانا تاکہ وہ اپنے باپ کو وداع کریں۔ اور ایک دفعہ سن مجھ پر نماز پڑھے۔ اور ایک دفعہ صین۔ جب میرے تابوت کا اگلا حصہ زمین سے اٹھ جائے تو تم اس کا پچھلا حصہ اٹھاؤ۔ اور جہاں پر جا کر تابوت کا اگلا حصہ زمین پر رکھا جائے۔ مجھ کو وہیں رکھ دو۔ اور قبر کھودو۔ اور وہاں سے ایک تابوتِ ساج کا بنا ہوا نکلے گا۔ مجھ کو اسی جگہ دفن کر دینا۔

مولف عرض کرتا ہے کہ فضل الخطاب میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ امیر المؤمنین نے وہ کافر جو سید المرسلین کے بدن مبارک سے بچ رہا تھا۔ اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ اور رحلت کے وقت فرمایا۔ اس کو میرے بدن پر لٹانا۔ اور روضۃ الشہداء حبیب السیر۔ اور کشف النعمہ میں منقول ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام ساٹھ مشقال کا نور بہشت سے لائے تھے۔ سرور کائنات نے بیس مشقال اپنے لئے رکھ کر باقی چالیس مشقال سیدۃ النساء علیٰ رضی اللہ عنہا کو مرحمت فرمایا تھا۔ اور وصیت کی تھی۔ کہ رحلت کے وقت اپنے بدن پر ملیں۔

العرض اولادِ گرامی نے بوجہ ارشادِ عمل کر کے اسی رات کو نجف اشرف میں اسی مقام پر جہاں تمام اطراف و جوانب عالم سے مخلوقات جا کر طواف و زیارت بجالاتے ہیں جسدِ مطہر کو دفن کر دیا۔ اور وصیت کے موافق قبر کی جگہ کو زمین کے برابر کر دیا گیا۔ تاکہ دشمنوں کو اس کی خبر نہ ہو۔ اور ہارون الرشید کے زمانے تک ائمہ اہل بیت کے سوا کوئی بھی شخص اس سے واقف نہ تھا۔ اور دوسرے لوگوں کو اس مرتدِ عطر سا اور مشہدِ جنتِ آسا سے اس طرح پر واقفیت ہوئی۔ کہ ایک روز ہارون الرشید اس سرزمین میں شکار کھیل رہا تھا۔ چند ہرنوں نے جان کے ڈر سے اس مقام پر جہاں امیر المؤمنین کا مدفن تھا۔ جا کر پناہ لی۔ اور ہر چند چرخ اور کتے ان پر چھوڑے گئے۔ مگر انہوں نے

اُدھر کا رُخ تک نہ کیا۔ ہارون اس حالت کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور حاضرین سے اس کا راز پوچھا۔ تحقیقات کرنے پر ایک بڈھے نے عرض کی کہ اپنے باپ دادا سے ہم کو یہ روایت پہنچی ہے کہ امیر المؤمنین جید رکاب جطیم یہاں پر دفن ہے۔ ناچار ہارون نے وہاں پر شکار کرنا ترک کیا۔ اور مزارِ فاضل الانوار کا طواف بجا لایا۔

اور زہرۃ الریاض میں اس طرح منقول ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے نوح علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ کشتی تیار کر۔ حضرت نے مقرر شدہ احوال سے کشتی تیار کی۔ جب تین تختے باقی بچ رہے۔ تو حضرت نوح نے عرض کی۔ خداوند! میں ان تین لوحوں کو کیا کروں۔ وحی آئی۔ کہ لے نوح۔ علیٰ نام میرا ایک دستِ آخری زمانے میں پیدا ہوگا۔ فلاں جگہ کو کھود کر یہ تینوں تختے وہاں پر رکھ دے۔ اور میں فرشتوں کو اس کی قبر کی زیارت کرنے کا حکم دوں گا۔ الفرض وصیت کے موافق اسی جگہ جوابِ نجف کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قاعدے سے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ حضرت کو دفن کیا۔ اور قبر مبارک کو پوشیدہ کر دیا گیا۔

اور کتابِ فوجات القدس میں حبیب بن عمر سے مروی ہے کہ میں مرض الموت کی حالت میں امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے زخم کا حال پوچھا۔ فرمایا۔ اے حبیب! خدا کی قسم میں اسی ساعت میں تم سے مفارقت کروں گا۔ اسی اثنا میں ام کلثوم کے رونے کی آوازِ جنابِ امیر کے کان میں آئی۔ فرمایا لے دستہ! اگر تو وہ چیز دیکھے جو تیرا باپ دیکھ رہا ہے۔ تو کبھی گریہ نہ کرے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی۔ آپ کیا دیکھتے ہیں فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ آسمان کے فرشتے اور پیغمبر ایک دوسرے کے پیچھے کھڑے ہیں۔ اور مجھ کو شہادت کی مبارکباد دیتے ہیں۔ اور میرے بھائی محمد مصطفیٰ میرے پاس بیٹھے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اَقْدَمُ قَانًا اَمَامَكَ حَسْبُكَ لَكَ مِمَّا اَنْتَ فِيهِ۔ یعنی راہِ آخرت میں قدم رکھو۔ کیونکہ تمہاری آگے کی حالت اس موجودہ حالت سے بہتر ہے۔

منقول ہے کہ امیر المؤمنین کے انتقال کے بعد امام حسن علیہ السلام نے ابنِ محکم کو بلا کر فرمایا۔ تو نے ہی امیر المؤمنین کو قتل کیا ہے۔ وہ بولا۔ ہاں۔ امام ہمام علیہ السلام نے ایک ضرب اس کو لگائی۔ اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیری۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اس کے ہاتھ پاؤں قطع کر کے اس کی زبان کاٹی۔ اور شیعوں کی ایک جماعت نے اس بد بخت کے جسدِ نجس کو بور سے میں پلیٹ کر جلا دیا۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ اگرچہ حبیب السیر میں روضۃ الشہداء سے اس طرح پرمقول ہے کہ ابنِ محکم کو قتل امیر پر نظام نے آمادہ کیا تھا۔ لیکن قدوۃ المتقین حکیم سنائی نے ایسا تحقیق کیا ہے۔ کہ ابنِ محکم نے معاویہ کے

کہنے سے امیر المؤمنین کو شہید کیا چنانچہ اس مضمون کو حدیقہ الحقائق میں اس طرح پر نظم کیا ہے۔ شنومی

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| آن سزاوار لعنت و نفرین | بہر نغم آں سگ بدوین |
| آن نگو سار تر زراہب روم | بر زنی گشت عاشق آں میثوم |
| کفر شد در میان عائق او | مرد مفلس چو گشت عاشق او |
| منعم و مالدار و خوب جوان | بود آں زن ز آل بوسفیاں |
| مرد را گشت جملہ کار تباہ | گشت ازین سر معاویہ آگاہ |
| این چنین زن ترا حلال شود | گفت کار تو با کمال شود |
| ہمت کا بین محترہ خون علیؑ | گر تو در کار خویش شیر ولی |
| بغضائی بہ نزد من مقدار | گر تو فارغ کنی دلم زین کار |
| نہ رساند ترا کے آسیب | زن ترا با ہزار زینت و زیب |
| ہزی در جوار من آساں | اسپ و مرکب و تم ترا پس اناں |
| اندر انگنہ در جہاں محنہ | مرد و مدبر ز بہر عشق زنی |
| خیرہ بگزید قتل چوں علیؑ | آہنناں اصل و جبل منسلحہ |
| رفت در کوفہ از پئے این کار | آہنناں خاک سار بے مقدار |
| این چنین فتنہ تیج نہ ہفتند | این خبر جملہ با علیؑ گفتند |
| دادشاں پس جواب مرد ہوش | کہیں بد افعال را بگیر و بکش |
| کس نہ کروات سعی ازوے ہمیش | گفت و بجک قتل قائل خویش |
| شب آدینہ رفت در مسجد | آہنناں بے حفاظے از سر جد |
| رفت دور یافت نختہ را بفراز | میر حیدر سحر ز بحر نساں |
| گاہ روزامت بردا زین رہ برد | مرد را نختہ دید و گفت آیر و |
| متر حد شست از پے کار | سفلہ از خواب گشت چون بیدار |
| چونکہ اندر نساں از شد مشغول | آں سرافراز مرد جفت بتول |
| کہ بدای زخم سخت مرد بگشت | رفت رزخے سبک زوش بر پشت |
| پرودہ مرد و بد کنش بدرید | خلقے از ہر طرف فراز رسید |
| کرد از و میر زخم خوردہ سوال | بگرفتند مرد را در حال |

کہ کہ فرمودم ترا میں کار کرد بر لفظ خویشتن اقرار
 کہ مرا میں معاویہ فرمود کار کہ دم کنوں نہ دار و سود
 متشکہ کہ دندم دراپس ازل رفت اور اسوئے جہنم جاں
 وانکہ فرمود شادمانہ بزیست این چہ علم است یارب این خود حسیت

نیز حکیم سنائی علیہ الرحمہ نے کتاب مذکور میں امیر المؤمنین حسن رضوان اللہ علیہ کی شہادت کے سبب کو بھی
 نظم فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ معاویہ کے مبالغہ و تائید سے جعدہ بنت اشعث نے جو امام حسنؑ کی
 بیوی تھی۔ زہر دیا کہ آپ کا جگر مبارک ایک سوستر سے زیادہ ٹکڑے ہو کر منہ سے نکل گیا۔

مؤلف اختصار کے طور پر ان میں سے چند ابیات درج کرتا ہے۔ تاکہ صاحبان شک کا شبہ رفع

ہو جائے۔ مثنوی

حق بگویم من از کہ اندیشم آنچہ گویم یقین شدہ پشیم
 جعدہ بدبنت اشعث آل بدزن کہ دراد او ز بہر صرف بہ فن
 صد و ہفتاد و چہند پارہ جگر بدانداخت ز آل لب چو شکر
 بر زمین زن بیوئے و بر لب جو کہ فرستاد مرد را بر گوئے
 زر و گوہر کفایت جائے وقوف کہ پذیرفت از و دم مالوف
 لولوئے ہند و عقد مرد وارید کہ ز میرا تہائے ہند رسید
 کہیں نکو عقد مر ترا و دم بتو بخشیدم و فرستادم
 گرتو این شغل را تمام کنی خویشتن را تو نیک نام کنی
 بہ پسر مر ترا و صم بہ زنی مر مرا و خستنی و جان و تنی
 رفت و با خود بسد و بدنامی چہ بستہ در جہاں ز خود کامی
 آنکو دانی ہے معاویہ اش وانکہ در ہاویہ است زاویہ اش
 صد ہزار آفرین بار خدا پر حسن داد تا بہ روز جہلا
 جاں بداد اندرین غم و حسرت باو بر جان خصم او لعنت

نیز محقق نامی ملا عبدالرحمن جامی نے شواہد النبوة میں لکھا ہے بمشہور یہ ہے کہ زوہر امام حسنؑ نے معاویہ
 کے کہنے سے امام کو زہر دیا۔ اور روفتہ الصفا کے تیسرے دفتر میں مرقوم ہے۔ کہ جب معاویہ نے اپنے
 دل میں یہ بات ٹھان لی۔ کہ یزید کو اپنا ولی عہد بنائے۔ اور دنیا کے مشاہیر اور رؤسا سے اس کی بیعت لے

اور یہ بات اس کو تحقیقاً معلوم تھی کہ امیر المؤمنین حسنؑ کے جیسے جی یہ کارروائی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے مجبوراً رات دن امام کے و فیعہ کی تدبیریں سوچتا رہا۔ آخر کار ایک تدبیر سوچ کر مروان بن الحکم کو جو رسول خدا اور شیخین کا طریقہ (یعنی جلا وطن کیا ہوا) تھا۔ مدینہ میں بھیجا۔ اور ایک رومال زہر آلود اس کے حوالے کیا۔ کہ اس رومال کو جعدہ بنت اشعث کو پہنچا کر اس سے کہنا کہ اگر تو مباشرت کے بعد حسنؑ کے بدن کو اس رومال سے پاک کرے اور وہ عالم آخرت کی طرف انتقال کرے۔ تو معاویہ پچاس ہزار درہم تجھے انعام دے گا۔ اور یزید کے نکاح میں لائے گا۔ مروان اس کے حکم سے مدینہ میں گیا۔ اور جعدہ کو فریب دیا۔ اور اس نے طریقہ مذکورہ بالا پر عمل کیا۔ جب امام کے اندام اور اعضاء میں زہر سرایت کر گیا۔ تو اس کے اثر سے حضرت کا انتقال ہو گیا۔ جب یہ واقعہ ہائے وقوع پذیر ہوا۔ تو معاویہ نے پچاس ہزار درہم جعدہ کو بھیجا۔ اور اپنے نور دیدہ یزید سے کہا۔ اسے فرزند بلند! بموجب مقولہ: **اَلْکَرِيْمَةُ اِذَا دَعَاكَ وَفِي** (کریم جب وعدہ کرتا ہے۔ پورا کر دیتا ہے) لازم ہے۔ کہ تو بنت اشعث سے نکاح کرے۔ یزید نے کہا۔ جعدہ نے فرزند رسول خدا سے وفات کی۔ اس سے اور کسی کو خیر و نیکی کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ اور دوسرا کون اس کے وصال اور مصاحبت کی آرزو کر سکتا ہے؟

اور صاحب حبیب السیر نے جلد اول میں تاریخ حافظ ابو۔ ربیع الا برار زحمشہری اور کامل السیفینہ سے نقل کیا ہے۔ کہ جب ۳۵ھ میں معاویہ بن ابی سفیان یزید کے واسطے بیعت لینے کی عرض سے مدینہ گیا۔ اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عمر۔ عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو آزر دہ کیا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس پر معترض ہوئی۔ اور ملامت کی۔ پس معاویہ نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھودا۔ اور اس کو تنگوں سے پاٹ دیا۔ اور آبنوس کی ایک گڑھی اس کے اوپر رکھی۔ اور صدیقہ کو ضیافت کے بہانہ سے بلا کر اس کرسی پر بٹھایا۔ اور ام المؤمنین اس پر بیٹھنے ہی کی بارگی کوئیں میں جا پڑیں۔ معاویہ کوئیں کا وہاں نہ چلنے سے مضبوط کر کے مدینہ منورہ سے چلا گیا۔ چنانچہ حکیم سنائی بھی اس واقعہ ہائے خیر دیتے ہیں۔

مثنوی عاقبت ہم بدست آں باغی شد شہید و بکشتش آں طاعنی
آنکہ باجفت مصطفیٰ زینباں بگند مرد را تو مرد مخوان!

مؤلف ان مقدمات مذکورہ بالا کی بنا پر عرض کرتا ہے۔ کہ آخر کار ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی آہ نے معاویہ میں اثر کیا۔ اور اس کو اس مقام میں جو اس کے لئے مقرر ہو چکا تھا۔ بھیج دیا۔ چنانچہ تاریخ اعثم کوفی رضی اللہ عنہ کے آخر میں منقول ہے۔ کہ ایک رات کو معاویہ قضاے حاجت کے لئے باہر آیا اور وہاں ایک کنواں تھا۔ اس میں جھک کر دیکھا۔ پانی کی بجھاپ منہ پر لگی۔ اور اس کے بال کھڑے ہو گئے۔ اور وہ لہو سے کی مرض میں گرفتار

ہو گیا۔ اور حالت نہایت تباہ اور خراب ہو گئی۔ اور ایسا بیمار ہوا کہ ہزار مشکل اور نہایت وقت اور تکلیف سے اپنے بستر پر آیا۔ اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ دوسرے روز جب لوگوں کو خبر ہوئی۔ تو جوق جوق اس کی عیادت کو آئے اور دعائیں کر کے جاتے۔ جب اکیلا رہ گیا۔ تو بہت دل تنگ ہو کر رویا۔ لوگوں نے اندر آ کر رونے کا سبب پوچھا۔ بولا۔ اس لئے رونا ہوں کہ بہت سے امور خیر تھے۔ جن کے بجالانے کی مجھے قدرت حاصل تھی۔ لیکن نفس مقہور کی شومی اور بد بختی سے نہ کئے۔ اب میں اپنے احوال ندامت مآل پر روتا ہوں۔ اور حسرت کھاتا ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ یہ بیماری میرے ایک ایسے عضو سے ظاہر ہوئی ہے جس کو ہر وقت کھلا رکھنا ضروری ہے اور یہ سب بلا اس سبب سے مجھ پر وارد ہوئی ہے کہ میں نے ویدہ و ناستی علی ابن ابی طالب کا حق غضب کیا۔ اور ظلم و ستم کے ساتھ اس سے چھین لیا۔ اور جبرین عدی اور اس کے دیگر اصحاب کو قتل کیا۔ اس واسطے حق تعالیٰ نے یہ بلا مجھ پر نازل کی ہے۔ اور مجھ کو عذاب عاجل میں مبتلا کیا ہے۔ اور میں یہ تمام مصائب اپنے نور دیدہ یزید کی محبت کے سبب دیکھ رہا ہوں۔ اگر اس کی دوستی نہ ہوتی۔ تو میں راہ راست پر چلتا۔ لیکن یزید کی محبت نے مجھے ان حرکات اور محاربات پر آمادہ کیا۔ آخر تاج دشمن میری حالت پر ہنسنے ہیں۔ اور دوست روتے ہیں۔ اور وہ بیماری اس پر غالب ہو گئی تھی۔ اور ہر رات پر نیشان اور بُرے خواب دیکھتا اور ان سے ہر لحظہ ڈرتا تھا۔ اور اکثر بیان اور کبواں بکتا تھا۔ بیتاب ہو کر بانی مانگتا۔ اور زیادہ سے زیادہ پینا اور پیاس سے تسکین نہ پاتا تھا۔ اور بعض وقت غش کر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک ایک دن اور دو دو دن بیہوش پڑا رہتا تھا۔ جب ہوش میں آتا۔ تو بلند آواز سے کہتا۔ آہ افسوس! اے علی بن ابی طالب! میں نے تجھ سے مخالفت کیوں کی؟ اور لے حج بن عدی! مجھے تجھ سے کیا سروکار تھا۔ اور لے عمر بن الحکم! میں نے تجھ کو ناحق کیوں قتل کیا۔ الغرض اسی طرح پر مضطرب اور بے قرار رہتا تھا۔

بقصہ کوتاہ۔ یہ نقل اس لئے درج کی گئی ہے۔ کہ یہ بھی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔ امام حسن اور ام المومنین عائشہ صدیقہ کا ایک خارق اور کرامت تھی۔ کہ ان کا دشمن اس حال میں مبتلا ہو کر اس عالم سے سدھارا۔

اور پوشیدہ نہ رہے۔ کہ تاریخ مذکور اسی نقل پر ختم ہوئی ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے اس نے لکھا ہے کہ جب معاویہ ہمش میں آیا تو یزید کو طلب کیا۔ اور لوگوں کو جمع کر کے پہلے خود اس سے بیعت کی۔ اور اس طعون کو امیر المؤمنین سے خطاب کیا۔ اور سب لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے بیعت کریں۔ چونکہ یہ بیان بہت مفصل تھا۔ نیز یہ بھی بھلا نہ لگا۔ کہ اس مجموعہ محمودہ میں غیر کا زیادہ حال درج کیا جائے۔ انہی چند کلمات پر اکتفا کی گئی۔ اگر کسی صاحب کو ان باتوں میں کچھ شبہ ہو۔ تو کتب مذکور میں دیکھ لے۔ اور بموجب آید کہ یہ

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدًّا أَجْرًا لَمْ يَجِدْ لَهُ مِثْلًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ
 وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا نساء ۹۳ (اوجو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے پس اس کی سزا جہنم ہے۔ کہ ہمیشہ
 اس میں رہے گا۔ اور اللہ اس پر غضب ناک ہے۔ اور اس پر لعنت کرتا ہے اور اس کے لئے عذاب عظیم تیار کر رکھا
 ہے) اور دو احادیث نبوی صلیم کے موافق جن میں سے اول تو صحیح ابو داؤد اور صحیح نسائی میں ابو درواسے مروی ہے
 کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا وَ
 مَنْ يُقْتَلُ مُؤْمِنًا مُتَعَدًّا (ہر ایک گناہ کو اللہ معاف کر دیتا ہے۔ سوائے اس شخص کے جو مشرک مر جائے۔
 اور اس شخص کے جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے) اور دوسری حدیث صحیح ابن ماجہ میں ابو ہریرہ سے مروی
 ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے۔ مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ شَطَرَ كَلِمَةٍ لَفَى اللَّهُ مَسْكَوَبًا بَيْنَ
 عَيْنَيْهِ أَيْسَرُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ (جو کوئی مومن کے قتل پر ایک بات سے اعانت کرے۔ وہ خدا سے
 ایسی حالت میں ملاقات کرے گا۔ کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا۔ کہ یہ اللہ کی رحمت سے
 مایوس ہے) اہل بیت اور زوجہ مطہرہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاتل کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھے۔ اور
 بیشک مشرک جانے۔

بیت

آنکھ اور دئے بہ بہبود نداشت دیدن روئے نبی سو نداشت

(یعنی جس شخص کو اپنی بہتری منظور نہ تھی۔ اس کو نبی کے دیدار سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔)

اور فوجات القدس میں ابو القاسم حسن بن محمد المعروف بہ ابن الوفا سے منقول ہے۔ کہ میں ایک روز
 مسجد کوفہ میں بیٹھا تھا کہ مقام ابراہیم کے پاس ایک عجیب و غریب مجمع نظر پڑا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ
 ایک راہب جو صوف کا ثوبہ پہنے ہے اور نہایت خوش محاورہ اور قوی سبک لہے مقام مذکور کے برابر
 میں بیٹھا ہوا ذکر کر رہا ہے کہ ایک دن میں اپنے عبادت خانے میں بیٹھا تھا اور کوئی شخص میرے پاس
 آجانہ سکتا تھا یکایک میں نے دیکھا کہ عقاب کی طرح کا ایک بڑا پرندہ اوپر سے نیچے اترا اور دریا
 کے کنارے پر ایک پتھر کے اوپر بیٹھا اور بدن انسانی کا جو تھا حصہ تے کر کے چلا گیا پھر آیا اور پہلے حصے کے
 برابر چوتھا ٹکڑا اور اگلے کراڑ گیا اسی طرح چار دفعہ آیا اور چوتھائی حصہ ہر دفعہ اگلے کر چلا گیا یہاں تک کہ پورا
 بدن انسانی اس پتھر پر چھوڑ کر پرواز کر گیا یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چاروں ٹکڑے باہم مل کر ایک مکمل
 انسانی بدن بن گیا وہ بد صورت مرد اٹھ کر اپنی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ پرندہ پھر آن پہنچا اور اپنی چونچ
 سے اس کا جو تھا فی حصہ کاٹ کر اڑ گیا اسی طرح چار دفعہ کر کے اس کے بدن کے چوتھائی حصے کو لے جاتا تھا
 اور باقی بدن وہیں تڑپتا رہ جاتا تھا یہاں تک کہ سارا بدن چار دفعہ میں اڑا کر لے گیا میں اس واقعہ عجیبہ کو دیکھ کر

نہایت متحیر اور متوجہ ہوا اور اپنے دل میں نہایت افسوس کرتا تھا کہ کاش جب وہ شخص اٹھ کوٹھرا ہوا تھا اور اس کے اعضا درست اور مکمل ہر جگہ تھے اس سے سوال کرتا تو کون ہے اور اس عذاب الیم اور عقاب عظیم کا کیا باعث ہے ناگاہ میں نے دیکھا کہ اسی جانور نے بدستور سابق چوتھائی چوتھائی بدن کوتے کر کے باہر نکالا اور چاروں ٹکڑے باہم مل کر پورا بدن تیار ہو گیا میں جلدی کر کے اس کے پاس پہنچا اور اس کا حال دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ میں بدترین اولاد آدم عبدالرحمن بن بلجیم ہوں جس نے رسول آخر الزمان صلعم کے وحی کو شہید کیا ہے اس روز سے اللہ تعالیٰ نے اس پر نذسے کو مجھ پر تعینات کیا ہے اور مجھ کو اس عذاب میں جو تو نے دیکھا مبتلا کر رکھا ہے اور ہر روز کئی دفعہ اس طرح مجھ کو ٹکڑے کر کے قے میں نکالتا ہے اور جب میں زندہ ہو جاؤں تو پھر مجھ کو اسی ذلت و خواری سے مار ڈالتا ہے۔

مؤلف گزارش کرتا ہے کہ واقفان اسرار اور مصنفان روزگار کے ضمیر غور شدہ توبہ پر پوشیدہ نہ رہے کہ وحی سید کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے جو فضائل و مناقب اور کمالات و کرامات اس مجموعہ محمودہ میں اس حقیر کی قلم شکستہ رقم سے تحریر میں آئے ہیں۔ وہ گویا انوار بے پایاں میں سے ایک چمک اور بحر بے کراں میں سے ایک قطرہ ہے اور اس برگزیدہ ایزد متعال کے تمام اوصاف و کمالات کو بیان کرنا بلنگائے فصاحت بیان کی طاقت اور فصاحت بلوغت لسان کے مقدور سے باہر ہے۔ آپ کے فضائل و شمائل اس سے بہت زیادہ ہیں کہ تقریر یا تحریر میں آسکیں۔ اس لئے جو کچھ اختصاراً عامہ بدیع آٹانے اظہار کیا۔ اسی پر اکتفا جاتی ہے۔

اسی پر اکتفا جاتی ہے۔

ہرچہ گنہگار و اوصاف امیر ہچناں ہیچ نہ گنہگار کہ صد چند است

لیکن مومنین کو شایان و سزاوار یہ ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کرنے سے جس کی تاریخ مع جہدی آخر الزمان آمد ہے اور اس کا انجام راہنمائے خلق ہے۔ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دیں۔ اور جو ترتیب کے علمائے اہل سنت و جماعت نے فراردی ہے اس سے تخلف اور تجاوز نہ کریں۔ بلکہ تمام صحابہ عظام و کرام کے اکرام و احترام میں کوئی دقیقہ فر و گذاشت نہ کریں۔ چنانچہ روضۃ الاحباب میں منقول ہے۔ کہ صحابہ کے لئے ایک خصوصیت حاصل ہے۔ جو باقی امت کو نہیں ہے۔ اور وہ خصوصیت یہ ہے۔ کہ ان کی عدالت سے بحث نہ کریں۔ بلکہ سب کو بلا بحث عدول شمار کریں۔ لیکن جس شخص کے اوپر فسق اور بے مروتی شرعاً ثابت ہو گئی ہو۔ وہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی برکت سے فسق اور ظرافت موت کے اسباب مضمون اور محفوظ ہیں۔ اور خداوند سبحان و تعالیٰ نے قرآن مجید کے چند مقام میں ان کے فضائل کے اوصاف کو بیان فرمایا ہے اور اس فرقہ ناجیب کی خیر و عدالت کی صفت سے ستائش کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ^{الذَّالِمِينَ} تَمَّ اس امت میں سب بہتر ہو۔ جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے تم نیکوں کا حکم دیتے ہو۔ اور برائیوں سے منع کرتے ہو۔ اور دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ^{وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر شہید ہو۔ ائمہ تفسیر کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ ان دونوں آیتوں میں صحابہ کرام سے خطاب کیا گیا ہے اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے۔ وَالسَّائِقُونَ ^{الْوَالُونَ} مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالنَّاصِرِينَ ^{وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِذْنِ} رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ^{وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي} تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ^{أَبَدًا} ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ^{تَوْبَةً} اور انصار میں سے سبقت اور پیشدستی کرنا والے اور جن لوگوں نے نیکی کے ساتھ اس کی متابعت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اس نے ان کیلئے بہشتیں تیار کی ہیں۔ جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے، اور خداوند عزوجل کی خوشنودی اور رضا مندی سے افضل اور اعلیٰ کوئی مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ اور آیہ وانی ہدایہ۔ وَرَضُوا لِلَّهِ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ اور حدیث۔ أَحِلَّ لَكُمْ رَضْوَانِي فَلَا اسْتَخَطُّ عَلَيْكُمْ أَبَدًا (میں نے تمہارے لئے اپنی خوشنودی نازل کی ہے۔ پس میں کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔) اس بات پر وضاحت کرتی ہیں۔ اسی لئے آیہ مذکور کے آخر میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ مفسر دوں میں باہم اس میں اختلاف ہے۔ کہ سابقین اولین سے کون سی جماعت مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے اہل بدر مراد ہیں۔ اور یہ تین سو پانچ مرد تھے اور ایک روایت کے موافق تین سو تیرہ تھے۔ اور ایک گروہ قائل ہے کہ اس سے بیعت الرضوان والی جماعت مراد ہے۔ اور ان کی تعداد ایک ہزار پانسو تک پہنچتی ہے۔ اور بعض بیان کرتے ہیں۔ کہ اس سے مراد وہ جماعت ہے جنہوں نے دونوں قبلوں یعنی کعبہ اور بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ اس سے ہاجر و انصار میں سے تمام صحابہ مراد ہیں۔ اور سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات سے احادیث کثیرہ ثابت ہو چکی ہیں جو ان کی فضیلت اور عدالت پر دلالت کرتی ہیں۔ بخلاف ان کے ایک یہ ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا ہے۔ حَبِيبُ الْقُرُونِ قُرْبِي ثُمَّ الَّذِينَ يَكُونُ نَهْمُ (سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان سے ملتے ہیں نیز دوسری حدیث میں فرمایا۔ لَا تَسْبُوْا اصْحَابِيْ فَاَلَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ اَنَّ اَحَدًا كُفِرَ اَنْفَقَ مِثْلَ اَحَدٍ ذَهَبًا مَا يَكْفِيْهِمْ مَسَدًا اَحَدًا هِمًّا وَلَا نَصِيْفًا۔) میرے صحابی کو گالی نہ دو تم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص کہہ اہل بدر راہ خدا میں سونا صرف کرے تو اس کا ثواب ان میں سے کسی صحابی کے مدبھر یا نصف مدخرج کرنے کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔ اللَّهُ اللهُ اصْحَابِيْ لَا تَخْنَدُوْهُمْ عَرَضًا بَعْدِيْ فَمَنْ اَحْبَهُمْ فَيَدْحِبْنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ

فَبَعْضُخِي وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ آذَى اللّٰهَ مُوشِكٌ أَنْ يَأْخُذَ بِهِ
 (اللہ اللہ میرے اصحاب تم ان کو میرے بددینی خواہشات نفسانی کا نشانہ بناؤ۔ پس جو کوئی ان کو دوست رکھے۔
 وہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ اور جو ان کو دشمن رکھے۔ وہ مجھے دشمن رکھتا ہے۔ اور جو کوئی ان کو ایذا پہنچائے وہ
 مجھے ایذا دیتا ہے۔ اور جو کوئی مجھے ازیت پہنچائے وہ خدا کو ایذا پہنچائے۔ عنقریب وہ اس سے مواخذہ فرمائے گا)
 نیز فرمایا۔ مَنْ سَبَّ أَحِبَّائِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَوْ يَفْقَهُ اللّٰهُ مِنْهُ
 صَوْتًا وَلَا عَدْلًا (جو کوئی میرے اصحاب کو گالی دے۔ پس اس پر خدا اور تمام فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت
 ہو۔ اور اللہ تو نہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ اور نہ فدیہ)

اور پوشیدہ نہ رہے کہ بعض صحابہ کے درمیان جو مخالفت اور مخالفت واقع ہوئی وہ اہل سنت و جماعت
 کے نزدیک اس بات پر محمول ہے۔ کہ وہ اجتہاد ہی غلطی کی وجہ سے تھی۔ نہ کہ نفسانیت کی وجہ سے اور وہ سب
 واقعات قابل تاویل ہیں۔ اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ ان میں سے بعض واقعات کی درست محمول اور صحیح تاویل نہیں
 ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے۔ کہ ان کی یہ باہمی مخالفت اور مخالفت اخبار احاد کے طریق پر وارد ہوئی
 ہے۔ اور ان میں سے اکثر احادیث ضعیف اور جائزہ الکذب ہیں۔ وہ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ مشہورہ سے جو
 پہلے مذکور ہوئیں۔ معارضہ اور مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہیں پس مناسب اور سزاوار یہ ہے۔ کہ ان اخبار کی وجہ
 سے آنحضرت کے اصحاب پر طعن نہ کریں۔ جو روز قیامت کو خسارت اور نقصان کا باعث ہے۔ تاکہ اخبار
 جائزہ الکذب کے سبب کتاب و سنت کا بطلان لازم نہ آئے۔ اور آدمی ان تہدیدات و وعیدات سے غافل
 نہ رہے۔ جو صاحب شریعت سے اس باب میں وارد ہوئے ہیں۔ بدیت

من اپنے شرط بلاغ است باتو میگویم تو خواہ از سختم پند گیر و خواہ طلال

ہوشمندان اسرار اور خرد مندان عالی مقدار پر پوشیدہ نہ رہے۔ کہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے بہت سے
 حقوق مومنین پر ثابت اور لازم ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے رسول خدا کی نصرت کی۔ اور آنحضرت کے دین کو
 تقویت دی۔ آپ کی حیات میں جانبا زیاں دکھائیں۔ اور کفار کی ایذا رسانی اور بے شمار فقر و فاقہ کے باوجود
 سبیلِ ثواب سے انحراف نہیں کیا۔ بلکہ ان کی ثابت قدمی اور استقلال میں ترقی ہوتی رہی۔ اور آنحضرت کی وفات
 کے بعد آپ کی شریعت اور ملت کی اشاعت کرنے میں جان توڑ کوشش کی۔ اور اکثر ملکوں اور شہروں
 میں اسلام انہی کے زمانے میں شائع ہوا۔ اور روئے زمین عناد و کفر اور شرک کے خنس و خاشاک سے
 پاک اور صاف ہوئی۔ اور آثار حسنا اور امور مستحسنہ ان سے باقی رہے۔ اور احکام شریعت آداب طہارت
 اور معارف حقیقت انہی کے ذریعے سے جہاں میں اشاعت پذیر ہوئے۔ اور رسول خدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے افعال اور اقوال انہی کی وساطت سے ہم تک پہنچے۔ اور انہی کی برکت سے ہم آنحضرتؐ کی متابعت و پیروی کی دولت پر جو نجات کا سبب اور رخِ درجات کا باعث ہے۔ فائز ہوئے
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ مَثْنَوِي

| | |
|------------------------------------------|-----------------------------------------|
| ہمہ تنبیہاران بے زخمت و نعت | ہمہ مجتہدین بے زخمت و نعت |
| زباں بستہ و درخطاب آمدہ | جگر تشنہ و غرقِ آبِ آسودہ |
| حقیقت نمایان کوئے قدم | منازلِ شناسائی راہِ عدم |
| زخود رفتہ و کردہ بیخود نگاہ | حجابِ خودی برگرفتہ ز راہ |
| فلگندہ سہرو تیغ و روست نے | زودہ نادرک و در میاں شست نے |
| مِنَ اللّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الْبَرَّايَا | عَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ تَحْتِ التَّعَايَا |

(خدائے خالق مخلوقات کی طرف سے تحیّات و سلام کے تحفے اُن کی روحوں پر ہوں)

نظم مؤلف

| | |
|---------------------------------------|--------------------------------------|
| چوں شنو کہ میاں میکنم چناں مذہب | کہ راضی است خدا و رسول از ان مذہب |
| میادہ و در دل خود بیچگ نقصب را | کہ ہست کیند و بغض از یزیدیاں مذہب |
| ز دل بدوستی چار یا رواق باش | بلان کہ خوشتر ازین نیست در جہاں مذہب |
| ہر آنکہ با یک ازین چار دشمن است برو | ہزاراں من درین مذہب در آن مذہب |
| بدوستی علی و لی بکوشش و لے | زابلِ فضلِ مباحش و مشور آن مذہب |
| بد مذہبے کہ شمار ند کم شہ وین را | مکن نگاہ و بزین آتش اندر ان مذہب |
| بگوش جانِ شنوئے جوان کہ پیرِ شنوی | بپوش در دل و با کس مکن عیاں مذہب |
| تجویم این سخن از خود کہ گفت شاہِ سبیل | نگاہ وار بہ ول ہچو جان نہاں مذہب |
| ز جہاں مذہب خوش مذہبے کم آذاری است | مباحش در پئے آزار کس بدل مذہب |
| اگرچہ مذہب من عشق و ملتزم عشق است | ورائے عشق نمیدانم این و آن مذہب |

و لے ز بہر خدا بیت اے کشفی!

نوشتہ ام کہ بدانند گمراہ مذہب

ان کے فضائل حد و حصر سے زیادہ ہیں۔ اگر ان کو شمار کرتا۔ تو خاتمہ کتاب بہت طویل ہو جاتا۔ ارادہ ہے کہ انشاء اللہ العزیز کتاب اعجاز مصطفوی کے ختم ہونے پر اصحابِ تنطاب رضی اللہ تعالیٰ

عہم جمعین کے حالات میں ایک جداگانہ کتاب مرتب کر دیں گا۔ اس وقت اس پر ختم کرنا ہوں ع
 یک نکتہ ازین بخت گفتیم وہیں باشد

مثنوی

شکر آریم ز فیض حق تعالی
 آفتاب عالم علم الیقین
 قبلہ اہل معانی آمدہ
 آتش اندازِ جہان کثرت است
 سر بسر مرآتِ حسین عارفان
 راح روح افزائے روح آدم است
 نافذ از آہوئے جاں آمدہ
 ہم نبیذ ناب انگور یقین
 رہروان عشق را آمد چراغ
 مطلع انوار سبحانی است این
 شمع خلوتخانہ جان و دل است
 پائے تا سر مشعل راہ ہدی است
 حرفہائش غنچہ ہائے باغِ راز
 قطبہائش مردمِ چشمِ جہاں
 این سیم از گلشنِ غیب آمدہ
 گشتہ طالع بر جہاں انوارِ روح
 شاہدے از جملہ دل آمدہ
 افسر سبع الثانی بر سرش
 دل ربائے عاشقان و عارفان
 ہچو خور یکتا است بر چرخ کمال
 دوستان را تا بسجاں رہنما
 بارک اللہ کشفی مشکیں قسم
 کلک مشکیں تو مانندِ سحاب
 ختم شد این نامہ ز قرب سہ سال
 دانش آموز دل روح الامیں
 شمع بزم جاوہر دانی آمدہ
 رہنما تا بارگاہ وحدت است
 خضر آبی پیشوائے انس و جان
 ہچو روح اللہ مسیح عالم است
 پائے تا سر یوسفستان آمدہ
 ہم کلید باب گنج نور دریں
 ہست صہائے محبت را باغ
 منبع اسرار ربانی است این
 روشنی بخش ہزاراں محفل است
 جملہ تفسیر حدیث مصطفیٰ است
 سطر ہائش شعلہائے دل نواز
 بل نجوم آسمان ملکِ جہاں
 ہائیم شاہ لاریب آمدہ
 زیر ہر فرخش نہاں امر و روح
 طالبان را پیرِ کامل آمدہ
 خلعت تفسیر قرآن در برش
 رہنمائے مردمِ آخرِ زمان
 بلکہ روح آساست بیرون از خیال
 حاسدان را ذوالنقارہ تفسی
 سر بسر این نامہ خوش کوی رقم
 ریخت بر عالم بے در پائے ناب

از نئے گلک تو ہوش عقلم کل
شد بدال ساں کز سرستان بل
اے پُر آوازہ نہ تو ملک سخن
بشگفاندی از سیر نو ایں چمن
سوزشے در ملک جاں انداختی
سوزشے در دو جہاں انداختی
گرچہ بنوشتی ہمہ از روئے حال
یک باید یک نظر از حق تعال

تا شود مقبول طبع خاص و عام
بِاللَّهِ مَتَا تَحَيَّتِ وَالسَّلَام

ببینینہ ببینینہ ببینینہ ببینینہ

التماس مترجم

خدا کا ہزار شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم سے کتاب مستطاب مناقب رضوی کا ترجمہ اردو و اختتام کو پہنچا۔ حتی الامکان مصنف علام کے مطالب کو بلفظ بیان کرنے میں پوری کوشش کی ہے۔ اور اپنی رائے کو ہرگز کسی قسم کا دخل نہیں دیا۔ جہاں کہیں عبارت عربی فارسی کے ترجمے کی ضرورت پڑی ہے۔ اس کو خطوط وحدانی میں لکھا ہے۔ باقی مصنف کی عبارت کا ترجمہ عن اردو میں کر دیا ہے۔ امید ہے۔ کہ ناظرین کرام سہو و خطائے مترجم کو عفو و خطاکے دامن سے پوشیدہ فرما کر وٹائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

بیت
ہر کہ خواند و غاطح دارم زانکہ من بندہ گنہگارم
رستگار آمد سیکے کو بود ز اصحاب سون منکہ با آل علیم چون بناشم رستگار
الہی بحق نبی فاطمہ کہ بر قول ایمان کنم خانہ

الم لمتس

مترجم کتاب مستطاب مناقب رضوی حقیر سید شریف حسین سبزواری پیشین یافتہ مدرس ساکن سبھریلی سادات ضلع انبالہ۔ سابق مترجم تفسیر امام حسن عسکری و مودات سید عمادی و تنزیہ الانبیاء وغیرہ۔

روز شنبہ ۲۴ اگست ۱۹۲۶ء

مطابق ۱۴ صفر المظفر ۱۳۴۵ھ

عقیدہ شیعانِ علیٰ باصحابِ نبی

(تمہید)

محبت رسول و اصحاب رسول | اس کلیہ سے کسی ذمی علم کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ جاہل بھی جو معنی اسلام و ایمان سے واقف ہیں۔ اس کے تسلیم کرنے سے ابا نہیں کر سکتے کہ "کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا۔ جب تک کہ صاحبِ ایمان و باقیِ اسلام نبی کی ذات پاک خدا کے پاک کے بعد اس کو کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ اول نشانِ ایمان خدا اور اس کے رسول کی محبت ہے۔ اسی طرف یہ آئیہ کریمہ ناظر ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ اَبَاؤُكُمْ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهِ فَتَرْكَبُوْا اَحْتٰى بِمَا بَيَّآءَ اللّٰهُ بِاَمْرِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ" (توبہ) اس کا منطوق و مفہوم یہی ہے کہ جس کو خدائے عزوجل کے بعد رسول کی ذات کائنات کی کل اشیاء سے محبوب نہ ہو وہ دعویٰ ایمانِ اسلام میں جھوٹا۔ اور فاسق العقیدہ ہے اور خدا ایسے بد عقیدہ لوگوں کو کبھی اپنی راہ نہیں دکھلا سکتا۔ جو محبت رسول کی دولت سے محروم ہیں وہ صراطِ مستقیم سے دور ہیں اور سبیلِ الہی سے جدا کبھی اس محبوب تک نہیں پہنچ سکتے۔

و انھم لم يحجوا بون؟ اس کی طرف خود حضرت نے بھی اپنی زبانِ اقدس سے اشارہ بلکہ تصریح فرمائی ہے اور حدیثِ حضرت عمرؓ مشہور و معروف ہے۔ کہ آپ نے خدمت رسول میں عرض کیا لَا اَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا نَفْسِيَّ الَّذِيْ بَيْنَ جَنْبِيْ۔ "یا رسول اللہ آپ مجھ کو میری جان کے سوا جو میرے پہلوؤں کے درمیان ہے اور ہر ایک شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس وقت آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدٌ كُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ" تم میں سے کوئی شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں۔ الحدیث (اشفا و نقاضی علیٰ) وَقَالَ لَا يُّؤْمِنُ اَحَدٌ كُمْ حَتّٰى اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وُلْدِهِ وَوَالِدِهِ وَالتَّائِسِ اَجْمَعِيْنَ؟ (یعنی جس شخص میں تین باتیں ہوں وہ اپنے اندر حلاوتِ ایمان پائے گا۔ اول وہ خدا و رسول کو کل کائنات سے زیادہ محبوب رکھے۔ دوسرے جس کو وہ دوست رکھے اس کو خدا کے لئے دوست رکھے تیسرے کفر میں عود کرنے کو ایسا برا سمجھے جیسے جہنم میں جھونکے جانے کو۔ جُعِلَتِ الْقُلُوْبُ اِلَى الْمُحَبَّةِ مِنْ اَحْسَنِ الْاَيْمَانِ؟

فطرت انسان یہی ہے اور ذول کی سرشت میں داخل کہ محسن اور منعم سے محبت کی جائے۔ اور رسول سے بڑھ کر مسلمانوں کا کون محسن ہو سکتا ہے۔ جس نے ہدایت کی اور آتش جہنم و ہلاکت سے بچایا اور ان کی بہبودی کے لئے ہزار ہا مشقتیں اور زحماتیں برداشت کیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بلکہ وہ ذات محسن نوع انسانی بلکہ محسن کل خلائق ہے۔ اور انسانیت کبھی اس کے بار احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی اور یہ فطرت ہے کہ محبوب کی ہر شے محبوب ہوتی ہے اور جو شخص کسی کو محبوب رکھتا ہے۔ اس کے ذکر کو محبوب رکھتا ہے اور اس کے آثار کو محبوب رکھتا ہے۔ دوست کا دوست دوست اور دوست کا دشمن دشمن اور دوست کے دشمن کا دشمن دوست (کَمَا بَيْتَا هُ سَابِقًا)۔

اور مومن کی محبت ہر مومن پر واجب ہے۔ پس صحابی رسول کی محبت یقیناً ہر مومن کا فریضہ قلبی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ مومن کہہ کر رسول کے دوستوں اور اس کے جان نثار سا محتول کا دشمن ہو۔ مومن آپس میں ایک دوسرے کے دینی بھائی ہوتے ہیں اور اصحاب سب مومن ہیں۔ اور غیر مومن صحابی نہیں کہلا سکتا۔ (گناہ سیبیجی)۔ پس دائرہ اخوت اسلامی رسول اور ذریت رسول کے بعد پہلے اصحاب رسول سے ہی شروع ہوتا ہے۔ پس صحابی رسول کی محبت ہر مومن پر لازم ہے۔

صحابی ناصر دین اسلام ہے اور ناصر دین اسلام نام رسول ہے۔ اور اپنے آقا اور پیشوا کے ناصر و مددگار کی محبت فطرۃ لازم ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ ^(صحت) صحابی محبوب خدا ہے۔ اور خدا کے ساتھ اس کے محبوبین کی محبت جزو ایمان ہے۔ اصحاب رسول محسن رسول و دین رسول بھی ہیں۔ وَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ "خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اصحاب رسول تبعان رسول ہیں۔ اور اس لئے بھی وہ محبوب خدا ہیں۔ اور محبوب خدا کی محبت ہر بندہ مومن پر جو خدا کو دوست رکھتا ہے واجب ہے۔ "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ النَّهِيْتُ" بین دلائل ہیں کہ اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت ہر مومن کا فریضہ ایمانی ہے۔ جو اصحاب رسول کا دشمن ہو۔ وہ ہرگز رسول کا دوست اور درست صاحب ایمان نہیں ہے۔ اسی پر شیعیان علی کا ایمان ہے۔ اور اسی پر ان کا عمل۔ مگر یہ نہیں کہ بعض اصحاب کی محبت کبھی اور بعض سے دشمنی و عداوت۔ اور ان کے قاتلوں اور ان پر ظلم کرنے والوں اور ان کو ستانے والوں اور ان کے حقوق غصب کرنے والوں کو دوست رکھیں۔ وہ "اَفْتُوْا مُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ" (قرآن مجید) کی گرفت سے مامون اور محفوظ ہیں۔ بلکہ وہ ہر ایک صحابی رسول کو جان و دل سے دوست رکھنے والے ہیں۔

یہ بھی ایک فطرت ہے کہ ہر شخص اپنے بزرگ کے مصاحبوں اور ہم نشینوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور ان کی حرمت و عظمت کو لازم جانتا ہے۔ شیعوں میں زیادہ تر آل رسول و اولاد رسول ہیں اور دوسرے ان پر ایمان لانے والے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنے بزرگ اور آقائے دو جہان کے ہم صحبتوں سے بغض رکھیں اور ان کی حرمت و عزت نہ کریں۔

محبت آل رسول | یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اور کوئی صاحب عقل سلیم اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کہ کس شخص کی محبت کو اس کی اولاد کی محبت لازم ہے اور وہ اس کے مصاحبوں اور ہم نشینوں سے مقدم ہے۔ کوئی شخص جو کسی کی محبت کا دم بھرتا ہو۔ مگر اس کی اولاد سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہو۔ ہرگز دعوے محبت میں صادق نہیں ہے۔ یقیناً وہ کاذب۔ غدار اور خائن ہے۔ چہ جائیکہ اس بزرگ کی محبت کا دعوے کرے۔ اور اس کی اولاد کو ستائے اور قتل کرے۔ جو شخص رسول پر ایمان رکھتا ہے ضرور وہ رسول سے محبت رکھے گا اور جو رسول سے محبت رکھے گا وہ ضرور اس کی اولاد سے محبت رکھے گا۔ اور سب محبتوں سے یہی محبت مقدم ہوگی بلکہ حقیقتاً رسول کی محبت کے یہی معنی ہیں پس جو شخص اصحاب رسول کی محبت کا دم بھرے اور آل رسول سے بغض و کینہ رکھے۔ بلاشبہ وہ منافق ہے۔ جو اصحاب رسول کو دوست رکھتا ہوگا۔ وہ ضرور آل رسول کی محبت مقدم رکھتا ہو۔ بلکہ ان کی محبت و چہند۔ اس لئے کہ جو اولاد رسول ہے وہ اکثر صحابی رسول بھی ہے۔ جبکہ علی و زین علیہم السلام اور صحابیات میں جناب فاطمہ الزہرا۔ علی رسول کے نور کا ٹکڑا اور آپ کے بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی۔ حسین آپ کے فرزند بھی ہیں اور صحابی بھی۔ فاطمہ الزہرا بجز پارہ رسول بھی ہیں۔ اور صحابہ بھی۔ یہ سابقین اور اول مصداق صحابہ بیت ہیں۔ ان کو جہانی و روحانی دونوں قسم کی بیعت و مصابحت حاصل ہے۔ لفظ اصحاب رسول اولاً ان پر اطلاق ہوگا۔ اور ثانیاً دوسرے صحابہ کرام پر۔ اسی واسطے آل رسول کی محبت عین ایمان و اجر رسالت قرار پائی ہے۔ "قُلْ لَوْ اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا لَآ اَتَاكُمُ الْوَدَّۃَ فِي الْقُرْبٰی وَمَنْ يَعْشُرْ حَسَنَةً تَرْدْ كَآءِ فِيهَا حَسَنًا" شوریٰ۔ اور اصحاب رسول کی محبت لوازم دین و ایمان جو آل رسول سے بغض رکھے وہ منافق یا خارجی ہے۔ اور جو اصحاب رسول سے بغض رکھے۔ وہ بلاشبہ ناقص الایمان ہے۔ یا خارج از ایمان۔ اور اس کو ہم رافضی کہنے سے ہرگز دریغ نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ ان کو سب و شتم کرنے والا۔ "لَا تَسْبُوْا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فِیْسَبَّ اللّٰهُ عَذَابًا یَبْسُطُ عَلَیْہِمْ" ہم کافروں اور ان کے جھوٹے خداؤں کو گالی دینا جائز نہیں سمجھتے۔ اصحاب رسول پر سب و شتم کیونکر روا رکھ سکتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاۤءِ الْقُرْبٰی وَیَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغِیِّ یَعْظُمُ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (سورہ نحل ۱۱۱)

یہ بھی ایک فطرت ہے کہ ہر شخص اپنے بزرگ کے مصاحبوں اور ہم نشینوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور ان کی حرمت و عظمت کو لازم جانتا ہے۔ شیعوں میں زیادہ تر آل رسول و اولاد رسول ہیں اور دوسرے ان پر ایمان لانے والے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنے بزرگ اور آقائے دو جہان کے ہم صحبتوں سے بغض رکھیں اور ان کی حرمت و عزت نہ کریں۔

محبت آل رسول

یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اور کوئی صاحب عقل سلیم اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کہ کسی شخص کی محبت کو اس کی اولاد کی محبت لازم ہے اور وہ اس کے مصاحبوں اور ہم نشینوں سے مقدم ہے۔ کوئی شخص جو کسی کی محبت کا دم بھرتا ہو۔ مگر اس کی اولاد سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہو۔ ہرگز دعویٰ محبت میں صادق نہیں ہے۔ یقیناً وہ کاذب۔ غادر اور خائن ہے۔ چہ جائیکہ اس بزرگ کی محبت کا دعویٰ کرے۔ اور اس کی اولاد کو ستائے اور قتل کرے۔ جو شخص رسول پر ایمان رکھتا ہے ضرور وہ رسول سے محبت رکھے گا اور جو رسول سے محبت رکھے گا وہ ضرور اس کی اولاد سے محبت رکھے گا۔ اور سب محبتوں سے یہی محبت مقدم ہوگی بلکہ حقیقتاً رسول کی محبت کے یہی معنی ہیں پس جو شخص اصحاب رسول کی محبت کا دم بھرے اور آل رسول سے بغض و کینہ رکھے۔ بلاشبہ وہ منافق ہے۔ جو اصحاب رسول کو دوست رکھتا ہوگا۔ وہ ضرور آل رسول کی محبت مقدم رکھتا ہو۔ بلکہ ان کی محبت دوچند۔ اس لئے کہ جو اولاد رسول ہے وہ اکثر صحابی رسول بھی ہے۔ جبکہ علی و حسین علیہم السلام اور صحابیات میں جناب فاطمہ الزہرا۔ علی رسول کے نور کا ٹکڑا اور آپ کے بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی۔ حسین آپ کے فرزند بھی ہیں اور صحابی بھی۔ فاطمہ الزہرا جگر پارہ رسول بھی ہیں۔ اور صحابیہ بھی۔ یہ سابقین اور اول مصداق صحابیت ہیں۔ ان کو جسمانی و روحانی دونوں قسم کی بیعت و مصاحبت حاصل ہے۔ لفظ اصحاب رسول اولاً ان پر اطلاق ہوگا۔ اور ثانیاً دوسرے صحابہ کرام پر۔ اسی واسطے آل رسول کی محبت عین ایمان و اجر رسالت قرار پائی ہے۔ **قُلْ لَوْ اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا لَوَدِدَا فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَعْشُرْ حَسَنَةً تَزِدْ لَهُ فِيْهَا حَسَنًا شَرِيًّا**۔ اور اصحاب رسول کی محبت لازم دین و ایمان جو آل رسول سے بغض رکھے وہ منافق یا خارجی ہے۔ اور جو اصحاب رسول سے بغض رکھے۔ وہ بلاشبہ ناقص الایمان ہے۔ یا خارج از ایمان۔ اور اس کو ہم رافضی کہنے سے ہرگز دریغ نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ ان کو بدمشتم کرنے والا۔ **لَا تَسْبُوْا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبَّ اللّٰهُ عَدُوًّا بَعِيْدًا عَلِيْمًا** ہم کافروں اور ان کے جھوٹے خداؤں کو گالی دینا جائز نہیں سمجھتے۔ اصحاب رسول پر بدمشتم کو کیونکر روا رکھ سکتے ہیں۔ **اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِتِاءِ ذِ الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ**۔ (سورہ نمل)

دشنام بڑی ہے کطاعت باشد مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

محبت اصحاب رسول اور
ان کے لئے دعا کرنا شیعوں
کا وظیفہ ایمانی ہے

الْجَمِيعِ" جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا۔ اس نے گویا سب کا انکار کیا۔ پس حقیقی شیعوں نہیں ہیں۔ مگر صرف اثنا عشری۔

اس سلسلہ میں اُن کے چوتھے امام حضرت علی ابن الحسین زین العابدین و ستید الساجدین علیہ السلام ہیں۔ صحیفہ کا طر اُن کی ان دعاؤں کا ایک مجموعہ ہے جو وہ تلاوت فرمایا کرتے اور ان سے بارگاہ الہی میں مناجات کیا کرتے تھے۔ جو صحابان اہل بیت رسالت میں زُبُرِ اِلِ مُحَمَّدٍ کے نام سے موصوف و ملقب ہے اور پڑھے لکھے شیعوں کے گھر میں اس کا نسخہ موجود جس کی تلاوت وہ اپنا ایمانی فریضہ سمجھتا ہے۔ اور تعقیبات ناز و وظائف میں اس کا ورد رکھتا ہے۔ اس میں ایک دعا اصحاب رسول کے لئے بھی ہے۔ جس کی ابتدا یوں ہے۔ وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى اتِّبَاعِ الرَّسُولِ وَمُصَدِّقِيهِمْ اِس میں وہ فرماتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ وَاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا الصَّحَابَةَ وَالَّذِيْنَ اَبْلَوْا الْبَلَاءَ الْحَسَنَ فِيْ نَصْرِهِ وَكَانَ فَوْزُهُ وَاَسْرَعُوْا اِلَى وَفَادَيْتَهُ وَمَا بَقِيَ اِلَى دَعْوَتِهِ الْحَقِّ۔ خداوند! اور خاص کر ان اصحاب محمد پر اپنی رحمت نازل فرما اور ان کو اپنی مغفرت اور رضا کے ساتھ یاد کر جنہوں نے آپ کا اچھا ساتھ دیا۔ اور جنہوں نے آپ کی مدد میں خوب خوب جہاد کیا۔ ان کو پناہ دی۔ اور ان کی طرف دوڑے اور ان کی دعوتِ اسلام کی طرف سبقت کی۔ اور ان کی باتوں کو مانا۔ جبکہ انہوں نے اپنی بیگناہی کی دلیلیں ان کو سنائیں۔ اور اُس کی حقانیت کے ظاہر کرنے میں اپنی بیوی بچوں کو چھوڑ کر ہجرت کی اور اس کی نبوت ثابت کرنے میں اپنے باپ اور بیٹوں سے لڑے اور اس کے ذریعہ سے ظفر یاب ہوئے۔ اور وہ لوگ جو اس کی محبت میں لپٹے ہوئے تھے اور اس کی مودت میں ایسی تجارت کے امیدوار تھے جو کبھی تباہ نہ ہوگی اور خسارہ نہ دے گی۔ اور وہ لوگ جو اس کی محبت کی رسی سے وابستہ ہوئے تو ان کے قبیلہ والوں نے انہیں چھوڑ دیا اور ان کے اقربان سے جدا ہو گئے۔ جبکہ وہ رسول کی قرابت کے سایہ رحمت میں آٹھ رہے۔ خداوند! تو ان کے لئے

ان بانوں کو نہ بھولنا۔ جن کو انہوں نے تیری محبت میں چھوڑا ہے اور اپنی خوشنودی سے انہیں راضی کر لے اور اس لئے بھی کہ انہوں نے مخلوق کو تیرے دین پر جمع کیا۔ اور تیرے رسول کے ساتھ تیرے دین کے دعوت دینے والے رہے۔ اور ان کی اس سعی کو شکر فرما کر انہوں نے تیری محبت میں اپنی قوم کے وطن کو چھوڑا اور وسعت معاش کو ترک کر کے تنگی اختیار کی۔ پروردگار ان تابعین کو بھی اپنی طرف سے نیک بدلا دے۔ جنہوں نے نیکی کے ساتھ رسول کی پیروی کی اور جو کہتے تھے کہ پروردگار ہم کو اور ہمارے ان دینی بھائیوں کو بخش دے۔ جو ایمان میں ہم پر سبقت رکھتے ہیں اور ہم سے پہلے گزرے ہیں۔ جن لوگوں نے اصحاب کے طریقہ کار ارادہ کیا اور ان کی روش کو اختیار کیا۔ اور انہی کے راستہ پر چلے۔ اور ان تابعین پر جو قیامت تک آنے والے ہیں اور ان کی ازواج اور ذریعات پر اور ان پر جنہوں نے تیری اطاعت و فرمانبرداری کی ہے اپنی رحمت نازل فرما۔ جس سے تو ان کو اپنی نافرمانی سے بچائے۔ اور اپنی جنت میں وسیع جگہ دے اور اس کے ذریعہ سے انہیں شیطان کے مکر سے محفوظ رکھ۔ الخ

طول کے خوف سے اس وقت ہم صرف ایک دعا کے بعض فقرات اور ایک ہی امام کے قول پر اکتفا کرنے ہیں۔ دیگر معصومین کے اقوال اور ارشادات پھر کسی دوسری جگہ پیش کریں گے۔ اس سے ثابت ہے کہ شیعینان علیٰ اور ان کے امام اصحاب رسول سے کیسی محبت رکھتے ہیں۔ صرف زبانی محبت کا دعویٰ نہیں بلکہ ہر دعا اور نماز میں وہ اصحاب رسول کو یاد کرنے اور ان کے واسطے دین و دنیا کے لئے دعا کرتے ہیں۔ سچے دوستداران اصحاب رسول رضی اللہ عنہم مجال اہل بیت و شیعینان علیٰ ہی ہیں۔ جو یہ کہتا ہے کہ شیعہ اصحاب رسول کو دشمن رکھتے ہیں یا ان کو سب و شتم کرتے ہیں وہ شیعوں کے عقائد اور ان کے عمل سے نااہل محض ہے۔

اسی طرح ہم یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ اہل سنت آل رسول کو دشمن رکھتے ہیں وہ بھی حقیقت سے ناواقف ہے اور وہ سنی مسلمان اور خارجی کا فر میں فرق نہیں کرتا۔ مسلمان کبھی اپنے کو مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ جب تک کہ وہ محبت آل رسول کا مدعی نہ ہو۔ جو آل رسول سے عداوت رکھتے ہیں۔ وہ ہرگز سنی مسلمان نہیں ہیں بلکہ وہ خارجی ہیں۔

اس مجموعہ فضائل و مناقب علیٰ میں جو ایک سنی عالم دین کی کتاب کی حیثیت سے پہلے میں پیش کیا جا رہا ہے جس سے اردو دان مسلمان اب تک ناواقف ہیں۔ یہی ہمارے دعوئے کی بین دلیل ہے۔ اور اس سے ثابت ہے کہ درحقیقت جو مسلمان ہیں وہ علیٰ کو ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ شیعہ اور وہ بھی انہی فضائل و مناقب کے قائل ہیں۔ جن کے شیعہ بلکہ صوفی فنش اہل سنت شیعوں سے بھی بڑھ کر عقیدہ رکھتے ہیں۔

سستی نیتہ میں فرق صرف حضرت علیؑ کے درجہ خلافت ظاہری کی تقدیم و تاخیر میں ہے۔ اور بس پس دشمنانِ آلِ رسول یقیناً دینِ اسلام سے خارج ہیں۔

لفظ اصحاب کی تشریح | اس حقیقت کو کہ ہم اصحابِ رسول پر کیسا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لفظ صحابی پوجتے معانی اور حقائق پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہی کل اہل تحقیق کا عقیدہ ہے۔ خواہ سنی ہو یا شیعہ۔

الْمَعِيَّةُ وَالصَّبْحَةُ الْحَقِيقِيَّةُ اَنَّهَا هِيَ بِالرُّوْحِ اَلرَّبِّمْجَرِّدِ الْبَدَنِ فَهِيَ بِالْقَلْبِ اَوْ بِالْفَأْتِ اَلِهَذَا كَانَ النِّجَاشِيُّ مَعَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَ مِنْ اَقْرَبِ النَّاسِ اِلَيْهِ وَ هُوَ بَيْنَ النَّصَارَى بِاَرْضِ اَلْحَيْتَةِ وَ عَبْدُ اللهِ اَبْنُ اَبِي مِنْ اَبْعَدِ الْخَلْقِ عِنْدَهُ وَ هُوَ مَعَهُ فِي الْمَدِيْنَةِ

حقیقی معیت رسول اور صحبت رسول وہ روحانی معیت ہے نہ محض بدنی جسمانی معیت۔ وہ قلب سے تعلق رکھتی ہے۔ قابِ مادی سے تعلق نہیں رکھتی۔ رسول سے رسول کے ساتھ ہے وہ صحابی ہے۔ اور الَّذِي بَيْنَ مَعَهُ كَامَصْدَقٍ۔ اور جو دل سے دور ہے خواہ وہ ہر وقت پاس رہتا ہو وہ صحابی نہیں ہے۔ اور معیت رسول اس پر صادق نہیں۔ اسی واسطے نجاشی آپ کے ساتھ تھا۔ اور سب لوگوں سے زیادہ نزدیک۔ حالانکہ وہ حبشہ میں نصرانیوں کے درمیان تھا۔ اور عبداللہ ابن ابی اگرچہ مدینہ میں آپ کے ساتھ تھا۔ مگر وہ منافق سب سے زیادہ آپ سے بعید تھا۔ قرب و معیت و صحبت ظاہری جسمانی کوئی معنی نہیں رکھتی جس پر شرف صحابیت کی بنیاد قائم ہو سکے (سیرۃ جلد ۳ ص ۳۶۶)

معنی لغوی | صحبت لفظ معروف ہے جس کے معنے ساتھ رہنا یا س بیٹھنا۔ ہم سفر ہونا ہیں۔ والصحبة للشئى هى التلازمة له انسانا كان اذحيوانا اذم كانا اذرعمانا۔ کسی شے کی صحبت اس کے ساتھ زوم و تعلق و مصاحبت ہے۔ خواہ وہ چیز انسان ہو یا حیوان ہو یا مکان ہو۔ یا زبان ہو۔

انسان کا ہم صحبت بھی صاحب کہلاتا ہے اور حیوان کا بھی۔ ایک شخص گھوڑا لئے ہوئے ہے اس کو صاحبِ الفرس کہیں گے۔ اور ایک گدھ لئے ہوئے ہے اس کو صاحبِ الحمار کہیں گے۔ ایک ہاتھ میں لٹھی رکھتا ہے وہ صاحبِ العصا ہے۔ گھر والا صاحبِ الدار اور صاحبِ البیت و صاحبِ المکان اور ایک تلوار لئے ہوئے ہے تو وہ صاحبِ السيف کہلائے گا اور جو جس زمانے سے تعلق رکھتا ہے وہ اس کے محافظ سے صاحبِ الزمان اور صاحبِ العصر کہلاتا ہے اور اسی لحاظ سے اصحابِ الجبل اور اصحابِ الغبل مشہور ہیں۔ مکان و زمان کی طرح یہ ملازمت و مصاحبت مال کے ساتھ بھی ہوتی ہے

اور اس لحاظ سے مال والا صاحب المال کہلاتا ہے اور صاحب الدراہم و صاحب الدنانیر۔ بدنی و جسمانی صحبت و مصاحبت و ملازمت کی طرح صحبت و عنایت کے لحاظ سے بھی یہی اطلاق ہوگا۔ اور قرآن رکھنے والے۔ قرآن پڑھنے والے۔ قرآن کے حافظ اور قرآن کے عامل اور قرآن کے عالم کو صاحب القرآن کہتے ہیں۔

حدیث میں ہے۔ "یقال بصاحب القرآن اقترا وارق" صاحب موسیٰ حضرت یوشع بن نون پر اطلاق ہوتا ہے اور صاحب سلیمان سے آصف بن برخیا مراد ہوتے ہیں۔ اور صاحب سین سے حبیب بن اسرائیل التجار۔ عرب کہتے ہیں۔

ان الحمار مع الحمار مطیة فاذا خلوت به فبئس الصاحب
ذرت هند ذالك غیر ومعنی صاحب کتوم اللسان

پہلے شعر میں گدھے کو صاحب کہا ہے۔ دوسرے میں تلوار کو۔

صاحبہ۔ صاحب کی تانیث ہے اور اس کا اطلاق عموماً بیوی پر ہوتا ہے۔ وَلَمَّا يَتَّخِذْ صَاحِبَةً
وَلَا ذَلْدًا۔ خدا کے نہ بیوی ہے اور نہ اولاد۔ صواحب صاحبہ کی جمع ہے اور صواحب یوسف سے وہ
عورتیں مراد ہیں جو زلیخا کے ساتھ حضرت کی عصمت آزمانے والی ہیں اور قرآن میں ان کا تذکرہ ہے۔ اِنَّ
كَيْدَ كُنَّ عَظِيمًا۔ بیشک تم بڑی مکار ہو۔ صحب صحبہ صحبان صحابہ صحاب صاحب کی جمع ہے
اور اصحاب صحب کی جمع اور صحبت و مصاحبت چونکہ ملازمت ہے۔ اس لئے اس کا صدق دونوں جانب سے
ہوگا۔ جس طرح ایک گھوڑے والا۔ صاحب فرس ہے۔ فرس اس طرح اپنے مالک اور ساتھی کا صاحب و یار و
رفیق ہے۔ اور اسی طرح گدھا گدھے والے کا اور اونٹ اونٹ والے کا اور ہاتھی ہاتھی والے کا۔ وعلیٰ
ہذا القیاس۔ ایک مومن کا فر کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو مومن کا فر کا صاحب کہلائے گا۔ اور کافر مومن کا اسی
طرح مشرک موحدا کا۔ اور موحدا مشرک کا اور اسی طرح پر تمام معانی کا قیاس کر لیا جائے۔ سورہ کہف
میں ہے۔ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ "مومن کافر کا صاحب اور کافر
مومن کا صاحب ہوتا ہے۔"

پس لغوی حیثیت سے لفظ صاحب۔ صحابہ یا اصحاب کوئی خاص فضیلت و شرافت نہیں رکھتا۔ اچھے
بڑے۔ نیک و بد۔ انسان و حیوان۔ مکان و زمان اور مال و منال سب پر بولا جاتا ہے۔ مچھلی والے کو صاحب
الحوت کہیں گے۔ اور غار والوں کو صاحب الغار اور کہف والوں کو اصحاب الکہف اور جھاڑیوں
والوں کو۔ اصحاب الویكۃ۔ اِن كَانَ اصحاب الویكۃ لظالمین۔ (حجرہ)

مَنْ أَصْحَابِ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَدَمِنَ اهْتِدَى (طہ ۸) پس اس وقت تم ضرور معلوم کر لو گے کہ
 واقفانہ راست پر کون ہیں۔ اور کون ہدایت یافتہ ہیں۔ وَأَصْحَابِ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابِ الْمَشْأَمَةِ
 اور بائیں ہاتھ والے ہائے کیسے بد بخت ہیں بائیں ہاتھ والے۔ مَا أَصْحَابِ الشِّمَالِ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ
 وَظِلٍّ مِّنْ يَحْمُومٍ أَوْ بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ واقعہ اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پانے والے بد بخت وہ
 جہنم کی گرم لو۔ کھولتے ہوئے پانی اور سیاہ دھوئیں کے سانسے میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہوگا۔ اور نہ خوشگوار
 فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ - بقرہ ۲۲۳۔ بس یہی اہل جہنم ہیں جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے
 وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ وَلَا تَسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ أَنْ كَانُوا عَمَلًا سَيِّئًا
 فَسُحِقًا لَّوْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ مَلَكٌ بَرٌّ هُوَ ابْنُ بَدَنَّتٍ جَهَنَّمِیوں کا۔ دستِ افسوس ملیں گے اور کہیں گے كُنَّا
 نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ كَأَشْرِهِمْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِلنَّاسِ سُئِلْتُمْ عَنْ آلِ إِبْرَاهِيمَ
 کرتے اور عقل سے کام لیتے تو آج اصحابِ الجحیم و اصحابِ نار میں شمار نہ ہوتے۔ تَسَدُّ مَوَاحِشُ لَوْ يَنْفَعُ
 السَّدُّمُ۔ ہم تمام اصحابِ جنت کے دوست ان کے ساتھ اور ان کے جان نثار ہیں اور شب و روز
 یہی دعا کرتے ہیں کہ خداوند عالم ہمیں ان اصحاب کے زمرہ میں مشور فرمائے۔

بعض اہل علم و حدیث نے مطلق صحابی کی یہ تعریف کا ہے۔
اصطلاح شریعت اور معنی صحابی کُلُّ مُسْلِمٍ رَأَى النَّبِيَّ هِرْمَلَانِ جَسْنِی کی زیارت کی

ہے وہ صحابی یعنی عام کہلاتا ہے چنانچہ مقدمہ جامع ترمذی میں ہے۔ أَلصَّحَابِيُّ مُسْلِمٌ رَأَى النَّبِيَّ وَقَالَ
 الْاَوْصُو لِيُثْبُونَ مَنْ طَالَتْ حَيْثُ لَسْتُ جَامِعِ تَرْمِذِي ص۔ کنذانی البخاری صحابی وہ مسلمان ہے۔
 جس نے رسول اللہ کو دیکھا ہو۔ اور بعض اصولیین کہتے ہیں۔ جس کو بہت دیر تک صحبت رسول حاصل رہی
 ہو لیکن یہ مسلم ہے کہ جو مسلمان مرتد ہو جائے اور اس کا اسلام پر خاتمہ نہ ہو وہ تعریف صحابی سے خارج ہو جاتا
 ہے جس کا تشریح صاحب سیرہ حلبیہ نے کی ہے۔ جس کا ذکر پہلے آچکا کہ اصل ایمان پر شرف صحابیت موقوف
 ہے۔ نہ مصاحبت جسمانی پر۔ اس لئے صحیح تعریف صحابی یہی ہے۔ جس کو شیخ شہاب الدین احمد اپنی مشہور کتاب
 الاصابہ فی تبيين الصحابه میں فرماتے ہیں۔ الفصل الاول فی تعريف الصحابي و اصم
 مَا وَفَّقْتُ عَلَيْهِ مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الصَّحَابِيَّ مَنْ كَفَى النَّبِيَّ مَوْئِبًا وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ۔
 فرماتے ہیں کہ صحیح ترین تعریف صحابی ہمارے علم میں یہ ہے کہ صحابی وہ مؤمن ہے جس نے رسول کی
 زیارت کی ہو۔ اور اسلام پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ جو مؤمن صادق نہیں ہے۔ وہ صحابی واقعی نہیں ہے
 اور جو مرتد ہو جائے اور اسلام پر خاتمہ نہ ہو۔ وہ بھی صحابیت کے شرف سے خارج ہو جاتا ہے۔

پس شرف صحابیت آپ کے دیکھنے والوں میں سے صرف اس کو حاصل ہے جو صادق الایمان ہو اور ایمان پر
 مرے آگے چل کر شیخ موصوف فرماتے ہیں۔ فَيَدُخُلُ فَيَمْنَنُ لَقَيْهِ مَنْ طَأَتْ مَجَالِسَتَهُ أَوْ
 قَصْرَتَ وَمَنْ رَوَى عَنْهُ وَمَنْ لَمْ يَرَوْ وَمَنْ عَزَا مَعَهُ وَمَنْ لَمْ يَغْزَ وَمَنْ رَأَى
 رُؤْيَتَهُ وَكَلَّمَ مَجَالِسَتَهُ وَمَنْ لَمْ يَرَهُ لِعَارِضٍ كَمَا لَعَلَّ. اصحاب مطبوعہ مکتبہ صلیبیہ
 صحابی میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہر وہ شخص جس نے رسول کو دیکھا۔ خواہ مجالست و ہم نشینی دیر تک رہی یا تھوڑی دیر
 اور جس نے آپ سے روایت کی ہے۔ اور جس نے روایت نہیں کی۔ اور جس نے آپ کے ساتھ جہاد کیا اور
 جو نہیں کر سکا۔ معذور رہا اور جس نے زیارت کی اگرچہ مجالست نصیب نہ ہوئی۔ اور جو اس وقت مومنین
 میں تھا مگر بوجہ مرض و مانع حضور کو نہ دیکھا اور زیارت نہ کر سکا جیسے کہ نابینا مومن۔ سب صحابی کی
 تعریف میں داخل ہیں۔ یعنی حضور کے عہد کا ہر مومن جس کا ایمان پر خاتمہ ہوا صحابی ہے اور
 انہی کی محبت واجب ہے۔ اور انہی کی مدح میں ارشادات رسول اور آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں اور
 سیرت حلبیہ کی مذکورۃ الصدور عبارات سے واضح ہو چکا ہے کہ صحابیت اور معیت ایک ہی معنی رکھتی ہے اس
 لئے آیہ مجیدہ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
 سِيمًا هُمْ فِي وَجُوهِهِمْ مِنَ آثَرِ السُّجُودِ الْآیہ رقم کل صحابہ کرام کی مدح و ثنا ہے اور سب واجب التظیم
 ہیں نہ صرف اصحاب ثلاثہ یا چار یار۔ یعنی فدائے منان ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ رسول کے صحابی ہیں۔ وہ
 کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان تم انکو دیکھو گے کہ وہ یار کرع میں ہیں یا سجدوں میں ان
 کی پیشانیوں میں سجدے کے نشان ہیں۔ یہی وہ بزرگوار ہیں جن کی شان۔ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ صَافِحًا كَاتِمًا
 بُنْيَانٌ مَرْصُورٌ مَعْقُودٌ رَاهِ خُدَامِ اس طرح جم کر لڑتے ہیں اور قدم پیچھے نہیں ہٹاتے گویا کہ وہ
 سیسہ پلائی ہوئی آہنی دیاریں۔ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ تَرَاهُمْ فِي
 جہاد کرتے ہیں۔ دشمنان دین کو قتل کرتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں۔ میدانِ دغا سے پیچھے ہٹنے کا نام نہیں
 لیتے۔ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كَوْمَةَ كَرِيمٍ وَرَاهِ خُدَامِ جہاد کرتے ہیں
 اور کسی طاقت کرنے والے کی طاقت کی پرواہ نہیں کرتے۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ
 وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (ما شدہ ۸)

صحابہ کرام کی تعریف میں داخل ہیں اور انہی کی محبت واجب ہے اور انہی کی مدح میں ارشادات رسول اور آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں اور سیرت حلبیہ کی مذکورۃ الصدور عبارات سے واضح ہو چکا ہے کہ صحابیت اور معیت ایک ہی معنی رکھتی ہے اس لئے آیہ مجیدہ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا سِيمًا هُمْ فِي وَجُوهِهِمْ مِنَ آثَرِ السُّجُودِ الْآیہ رقم کل صحابہ کرام کی مدح و ثنا ہے اور سب واجب التظیم ہیں نہ صرف اصحاب ثلاثہ یا چار یار۔ یعنی فدائے منان ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ رسول کے صحابی ہیں۔ وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان تم انکو دیکھو گے کہ وہ یار کرع میں ہیں یا سجدوں میں ان کی پیشانیوں میں سجدے کے نشان ہیں۔ یہی وہ بزرگوار ہیں جن کی شان۔ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ صَافِحًا كَاتِمًا بُنْيَانٌ مَرْصُورٌ مَعْقُودٌ رَاهِ خُدَامِ اس طرح جم کر لڑتے ہیں اور قدم پیچھے نہیں ہٹاتے گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی آہنی دیاریں۔ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ تَرَاهُمْ فِي جہاد کرتے ہیں۔ دشمنان دین کو قتل کرتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں۔ میدانِ دغا سے پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كَوْمَةَ كَرِيمٍ وَرَاهِ خُدَامِ جہاد کرتے ہیں اور کسی طاقت کرنے والے کی طاقت کی پرواہ نہیں کرتے۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (ما شدہ ۸)

قاعدہ کلیہ ہے کہ کلی مشک میں اول الملاقا لفظ اس کی فرد کامل پر ہوتا ہے۔
اخص معانی اصحاب مثلاً لفظ رسول جہاں مطلق مذکور ہو گا وہاں سید المرسلین خاتم النبیین مراد
 ہوں گے۔ وَقَالَ الرَّسُولُ رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا اور روز قیامت رسول

یعنی محمد کے گاپروردگار میری قوم قریش نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور میں جہاں علی الاطلاق ہو گا۔ وہاں اول اس کی فرد کامل مراد ہوگی۔ صاحب حلیمۃ الاولیاء تحریر فرماتے ہیں۔ جہاں کہیں قرآن پاک میں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** آیا ہے۔ وہاں اول مراد علی ابن ابی طالب ہیں کہ اول مصدق رسالت و صالح المؤمنین ہیں۔ صاحب درالمنثور بھی یہی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ علی اس رئیس مؤمنین ہیں اور اس واسطے لفظ امیر المؤمنین آپ کی ذات سے مختص ہے۔ **ذَلَّوْا سَبِيلًا عَلَيْهِمُ الْعَذَابُ إِلَّا كَذِبٌ**۔

اسی طرح بعض اوقات لفظ اصحاب انھیں معانی میں خاص طور سے ان افراد کا طر پر اطلاق ہوا ہے جو ہر حال میں رسول سے معیت نامہ رکھتے ہیں۔ عالم ارواح میں عالم انوار میں عالم مواد میں اور عالم اجسام میں اور ہر امر میں تابع رسول اور ان کے اوصاف کا آئینہ ہیں یعنی اہل بیت نبوت و رسالت چنانچہ بعض جگہ آنحضرت نے لفظ اصحاب ارشاد فرمایا ہے اور مراد ان سے معصومین اہل بیت ہیں۔ **قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَا قَالَ أَحْسَبُ بِي فَقُولُوا**۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جو کچھ میرے اصحاب کا قول ہے۔ اس کے تم بھی قائل ہو۔ جو کچھ وہ کہیں وہ ہی تم کہو۔ تو آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ آپ کے اصحابی کون ہیں۔ **قَالَ أَهْلُ بَيْتِي**۔ تو ارشاد فرمایا میرے اہل بیت (عَنْ عَلَيْهِ السَّلَامُ - شرح نهج البلاغة) **ذُعْنَةُ عَلَيْهِ السَّلَامُ** ان النبی قال اختلف اصحابی رحمة فقیل له من اصحابك قال اهل بیتی۔ یعنی میرے اصحاب کا ترود و آمد رفت رحمت ہے۔ عرض کیا گیا کون اصحاب فرمایا میرے اہل بیت۔

جن کے ہر قول پر عمل واجب ہو وہ وہی ہو سکتے ہیں۔ جن کا قول قول رسول اور فعل فعل رسول ہو اور خطا و نسیان اور غلطی اور سہو سے پاک ہوں یعنی معصوم اور معصوم نہیں ہیں امت محمدی میں مگر اہل بیت رسول پس ایسے اصحاب سے یہی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور یہی مدعا ہے حضرت نے جہاں فرمایا ہے۔ **أَحْسَبُ بِي كَالنَّجْمِ بِأَيِّمٍ إِقْتَدَا بَيْتَهُمُ اهْتَدَى نَيْتُهُمْ** میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ جس کی اقتدا کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے۔ والصحابة كلهم العدول۔ بھی انہیں کی شان ہو سکتی ہے معصوم ہی سب کے سب عادل ہو سکتے ہیں۔ غیر معصومین۔ عدل مطلق کا وجود محال ہے۔ اور اس طرح سے احادیث مرویہ میں توافقی ہو سکتا ہے جیسا کہ ارشاد رسول ہے۔ **اهل بیتی امان لومتی کما ان النجوم امان اهل السماء**۔ میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔ جس طرح کہ نجوم اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔ **واهل بیتی كالنجوم**۔ وغیرہا۔ اور جلالہدیت ہر امتی پر بلاشبہ واجب ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے۔ **(رُكْنَا أَشْرَانَا لَيْبُهُ سَابِقَانِي ذِكْرُ حَبِ الْأُولَى)**

سورہ آل عمران میں ارشاد باری ہے۔ **وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ نَمَاتَ أَوْ قُتِلَ انْفَلَبْتُمْ عَلَى**

امکان ارتداد وانقلاب

أَعْفَا بِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ (آل عمران)
 اور محمد میں ایک رسول ہیں جیسے کہ ان سے پہلے رسول ہو چکے ہیں۔ تو کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو ہم ایڑیوں
 کے بل دین اسلام سے پیچھے پھر جاؤ گے۔ اور جو شخص اس طرح دین سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے وہ
 خدا کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور خدا عنقریب دین پر قائم رہنے والوں کو شکر گزاروں کو جزائے خیر دے گا۔
 امام فخر الدین رازیؒ اس آیت کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تیسرا مسئلہ یہاں یہ ہے کہ رسول کی
 موت دین سے رجوع کا موجب نہیں ہو سکتی۔ اور اسی طرح قتل بھی۔ کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے جب
 آیت کے معنی یہ ہوئے تو مقصود اس سے ان لوگوں کا رد ہے جو دین میں شکرتے تھے اور جنہوں نے
 ارتداد کا قصد کر لیا تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ
 وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ (مائدہ) اے ایمان والو جو شخص تم میں سے
 مرتد ہو جائے تو کچھ ہرج نہیں تمہارا خدا عنقریب ایسی قوم پیدا کرے گا جو خدا کو محبوب رکھتے ہوں گے اور خدا ان
 کو محبوب رکھے گا۔ مومنوں کے لئے وہ نرم ہوں گے اور کافروں کے لئے سخت۔

ان آیات اور ایسی آیات سے مسلمین کا امکان ارتداد ثابت ہے اور جو مرتد ہو جائے اس کے تمام اعمال
 ضبط ہو جاتے ہیں۔ وَمَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ
 وَيُحِبُّونَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (بقرہ ۲۱۷) اور تم میں سے
 جو شخص دین اسلام سے پھر جائے اور پھر کفر ہی کی حالت میں مر جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال
 دنیا و آخرت میں سبب و ضبط ہو جائیں گے نہ شرف دنیا ان کے لئے باقی ہے نہ شرف دین اور یہ لوگ اہل جہنم
 میں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ایسے اصحاب کے لئے نہ شرف صحابیت و حقوق ایمانی باقی رہ جاتے ہیں اور
 نہ آخرت میں صلہ ایمان ملتا ہے۔ سارے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔

وقوع ارتداد شیخ عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمن العراقی اپنی کتاب "الغیہ" میں فرماتے ہیں۔
 "وَقَدْ دَخَلَ مِنْ أَمِيهِ مُسْلِمًا ثُمَّ ارْتَدَّ ثُمَّ أَسْلَمَ بَعْدَ وَفَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّحَابَةِ نَظَرَ كَثِيرًا فِي الرُّوَدَةِ مُحِبَّةً لِلْعَمَلِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَنَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ
 فِي الدَّمِ وَإِنْ كَانَ الرَّافِعِيُّ قَدْ حَكِيَ عِنْدَهَا تَحْبُطُ بِشَرطِ إِقْصَالِهَا بِالْمَوْتِ وَحِينَئِذٍ
 فَإِنَّ لَهَا فِيهَا مُحِبَّةً لِلصَّاحِبَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ كَفَرَةُ ابْنِ هُبَيْرَةَ وَكَالِ شُعْثِ بْنِ قَيْسٍ"
 جس شخص مسلم نے رسول کو دیکھا اور پھر وہ مرتد ہو گیا۔ پھر رسول کی وفات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ اُس کے

صحابہ میں داخل کرنے میں بڑی بحث ہے۔ کیونکہ مرتد ہو جانا ابوحنیفہ کے نزدیک تمام اعمال اکارت کر دیتا ہے۔ اور امام شافعی نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ اگرچہ رافعی نے ان سے یہ حکایت کی ہے کہ وہ اس صورت میں ارتداد کو بموجب ضبط عمل جانتے ہیں۔ جبکہ وہ موت سے متصل ہو۔ اور اس وقت میں ظاہر یہ ہے کہ یہ اس کی صحت و صحابیت سابقہ کا مہبط اور اکارت کر دینے والا ہے۔ جیسے کہ ابن ہبیرہ۔ اور اسی طرح اشعث بن قیس۔ شرف صحابیت سے مرتد ہو کر خارج ہو گئے۔ اور اسی طرح عبداللہ بن ابی سرح برادر رضاعی جناب عثمان بن عفان جیسا کہ رؤفۃ الاحباب و معارج النبوة میں ہے۔ اور امام فخر الدین آئی مجیدہ سَأَنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلْتُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ جلد ۲ ص ۱۲۱ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ رَوَى اِيضًا اِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ كَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ - یہ بھی روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح کاتب وحی تھا۔ پس جس وقت آیہ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ - نازل ہوا۔ اور وہ لکھتے ہوئے آخر تک پہنچا تو اس کو بڑا تعجب معلوم ہوا اور اس نے خود کھم دیا۔ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ^{مُؤْتَمِنًا} رسول اللہ نے فرمایا۔ اسی طرح نازل ہوا ہے۔ اس وقت اس کے دل میں شک پڑ گیا۔ اور کہنے لگا۔ اگر محمد سچے ہیں تو مجھ کو بھی ویسی ہی وحی ہوئی ہے۔ جیسی کہ ان کو ہوئی ہے۔ اگر جھوٹے ہیں تو میں نے معارضہ کیا۔ اور ایسی ہی آیت بنا دی۔ اس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْئًا ^{عَلَيْهِمْ} اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جس نے اللہ پر افتراء بنا دھا جبکہ اس نے کہا کہ مجھ کو وحی کی گئی ہے۔ حالانکہ اس کو کچھ بھی وحی نہ کیا گیا تھا۔ اور یہ منجملہ ان چار مرتد اصحاب کے تھا۔ جن کا خون روز فتح مکہ رسول اللہ نے ہدر کر دیا تھا۔

صاحب معارج النبوة نے مواہب الدینہ سے نقل کیا ہے۔ ان چار میں سے دوسرا عبداللہ بن ابی سرح تھا۔ صاحب نجمۃ الفکر بھی صحابی کی تعریف میں ایسا ہی فرماتے ہیں۔ اَلصَّحَابِيُّ مَنْ لَفِيَ النَّبِيُّ مُؤْمِنًا بِهِ وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ ؟ صحابی وہی ہے جس نے بحالت ایمان رسول کی زیارت کی ہو۔ اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ اگرچہ وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر ایک مرتبہ مرتد ہو کر پھر بعد وفات رسول بھی مسلمان ہو جائے تو پھر صحابہ میں داخل ہو جائے گا۔ اور یہ اشعث بن قیس کی خاطر ہے۔ کیونکہ وہ اگرچہ مرتد ہو گیا تھا۔ مگر ابو بکر صاحب کے پاس

آگیا۔ تو انہوں نے اپنی بہن کی شادی اس سے کر دی تو وہ پھر مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔
 ولید بن عقبہ بھی فاسق العقیدہ اصحاب میں سے تھا۔ اور اسی کی شان میں ہے: **أَقَمَنَ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنَ كَانَ فَاسِقًا بَعْدَ إِذَا جَاءَكُمُ الْمَسِيحُ فَاتَّبِعُوهُ**۔
 نازل ہوئی ہے۔ ہجرت ۷۔

مدارج النبوة میں شاہ عبدالحق دہلوی۔ لک رہے صحابی کو اس کی چوری کی وجہ سے رسول اللہ کی زبانی جہنمی تحریر فرماتے ہیں۔ اور ایسے بھی صحابی تھے۔ جن کے جنازہ کی نماز رسول نے ادا نہ فرمائی۔

محمد اسمعیل بخاری۔ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک آدمی تمام عمر اہل جنت کے عمل کرتا رہا اور آخر میں جہنمی ہو جاتا ہے۔ اور بعض اس کے برعکس۔ **إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَمَّا يَبْدُو لِلنَّاسِ دَأْبَهُ مِنَ أَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ**۔

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں ارشاد فرماتے ہیں۔

مَا وَقَعَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْمَحَارِبَاتِ وَالْمَشَاجِرَاتِ عَلَى الْوَجْهِ الْمَسْطُورِ فِي كُتُبِ التَّوَارِيخِ وَالْمَذْكُورِ عَلَى أَلْسِنَةِ الثَّقَاتِ يَدُلُّ بظَاهِرِهِ عَلَى أَنَّ بَعْضَهُمْ قَدْ حَادَ عَنْ طَرِيقِ الْحَقِّ وَبَلَغَ حَدَّ الظُّلْمِ وَالْفِسْقِ وَكَانَ الْبَاعِثُ عَلَيْهِ الْحَقْدُ وَالْعِنَادُ وَالْحَسَدُ وَاللُّدَارُ وَطَلَبُ الْمُلْكِ وَالرِّيَاسَةِ وَالْمَيْلُ إِلَى الدَّائِرَاتِ وَالشَّهَوَاتِ إِذْ لَيْسَ كُلُّ صَحَابِيٍّ مَعْصُومًا وَلَا كُلُّ مَنْ لَعِنَ النَّبِيُّ بِالْخَيْرِ مَوْسُومًا۔ (شرح مقاصد جز ثانی ص ۳۰۰)

صحابہ میں جو مشاجرات و محاربات و جنگ و جدال ہوئے جس طرح کہ کتب تواریخ میں مسطور اور ثقات کی زبانوں پر نہ کور ہیں۔ یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بعض صحابہ راہ حق سے مڑ گئے تھے اور ظلم و فسق و فجور کی حد کو پہنچ گئے تھے۔ اور اس کا سبب آپس میں بغض و عناد اور حسد و کینہ ملک و ریاست کی طلب اور لذات و شہوات پر جھک جانا تھا۔ اس لئے کہ ہر صحابی معصوم نہیں ہوتا و معصوم صرف اہل بیت نبی ہیں۔ جو اول صحابی و اسبق اصحاب ہیں اور نہ ہر وہ شخص جس نے رسول کی زیارت کی ہے۔ نشان خیر سے موسوم ہوتا ہے (ان میں اچھے بھی تھے بُرے بھی۔ نیک بھی۔ بد بھی اور صالح بھی) مولانا جامی فرماتے ہیں۔

ہر کاروئے بہ بہبود نداشت دیدن روئے نبی سو نداشت

وَالْجَزْمُ بِالْعَدَالَةِ يَخْتَصُّ بِمَنْ اَشْتَهَرَ بِطَوْلِ الصُّحَّةِ عَلَى طَرِيقِ
التَّبَعِ وَالْاِخْذِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالْبَاقُونَ كَسَائِدِ
النَّاسِ فِيهِمْ عَدُوٌّ وَغَيْرُ عَدُوٍّ. یعنی عدالت کا یقین صرف ان اصحاب رسول
کی بابت ہو سکتا ہے۔ جو طویل صحبت رسول میں مشہور ہیں۔ اور رسول کا اتباع کرتے رہے ہیں۔
اور ان سے افذاخلاق و آداب و علوم کرتے رہے ہیں۔ اور باقی صحابہ ایسے ہی ہیں۔
جیسے کہ عام لوگ۔ ان میں کچھ نیک اور عادل بھی ہیں اور کچھ غیر عادل (یہ درست
نہیں کہ سب جن کو عام طور پر صحابہ کہہ دیا جاتا ہے۔ عادل ہی ہوں۔ الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ
عَدُوٌّ۔ ان کے حق میں کسی طرح درست نہیں۔

بُخَارِيُّ كِتَابِ الْحَوْضِ ص ۹۹ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ اَنَا فَدَّطُكُمْ
عَلَى الْحَوْضِ وَذَلِيذُ نَعْتِكَ رَجَالٌ مِنْكُمْ ثُمَّ لِيَخْتَأَجَنَّ دُونِي فَاَقُولُ يَا رَبِّ اَصْحَابِي
فَيَقَالُ اِنَّكَ لَو تَدْرِي مَا اَحَدٌ ثَوَّبَعَدَكَ ؟ رسول اللہ فرماتے ہیں میں تم
سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچوں گا۔ تم میں سے کچھ لوگ حوض کا طرف اٹھائے جائیں گے،
پھر مجھ تک پہنچنے سے پہلے۔ ایک لے جائیں گے۔ میں کہوں گا۔ یہ تو میرے اصحاب ہیں تو جواب
میں لب قدرت سے آواز آئے گی کہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں دین
میں احداث کی ہیں؟ انس بن مالک سے بھی یہی مضمون مروی ہے۔ اور سہیل بن سعد
کی روایت یوں ہے۔ میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچوں گا۔ جو میرے پاس سے گذرے گا۔ وہ
اس کا پانی پئے گا۔ اور جو اس کا پانی پی لے گا۔ پھر کبھی اس کو پیاس نہ لگے گی۔ کچھ لوگ وہاں میرے
پاس پہنچیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا۔ اور وہ مجھ کو جانتے ہوں گے۔ پھر ان کے اور میرے درمیان
حجاب حاصل ہو جائے گا۔ اور میں پھر ان کو نہ دیکھ سکوں گا۔ ابو سعید خدری کی روایت میں یہ زیادتی
ہے۔ میں کہوں گا۔ یہ تو میرے ہیں۔ تو مجھ کو کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے
بعد دین میں کیا کیا بدعتیں احداث کی ہیں تو میں کہوں گا۔ سَحَقًا سَحَقًا لِمَنْ غَيْرُ بَعْدِي
مجھ سے دور رہیں۔ مجھ سے دور رہیں۔ جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل دیا۔ ابی
ہریرہ کی روایت میں یوں ہے۔ يُقَالُ اِنَّكَ لَو عَلِمْتَ لَكَ بِمَا اَحَدٌ ثَوَّبَعَدَكَ اَلْتَّهْمُ اِرْ
سَدًا وَاَعْلَى اَذْبَارِهِمُ التَّهْفُزِيُّ لے رسول تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد دین

(منافقین) جس وقت منافقین تیرے پاس آتے ہیں۔ تو اسے رسول وہ کہتے ہیں۔ کہ بے شک تم خدا کے فرستادہ رسول ہو۔ اور خدا جانتا ہے کہ بلاشبہ تم رسول برحق ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں۔ جو دعویٰ کرتے ہیں۔ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ تم کو زبان سے رسول اللہ کہتے ہیں مگر دل میں ایمان و ایقان نہیں رکھتے۔ کہ تم رسول خدا ہو۔

خود مدینہ منورہ۔ وجود منافقین سے پُر تھا۔ وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى الْبَيْتِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنَعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ (توبہ ۱۳) اور ان اعراب میں سے جو تمہارے ارد گرد ہیں۔ بہت سے منافق ہیں۔ اور خود اہل مدینہ میں بہت سے لوگ ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ تم ان کی حقیقت کو نہیں جانتے۔ ہم انہیں خوب پہچانتے ہیں۔ ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ اور پھر وہ آخرت کے عذاب عظیم کی طرف لوٹیں گے۔ وَ عَذَابُ اللَّهِ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارِ نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَكَانَتْ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ۔ (توبہ ۹)

منافقین و منافقات اور کفار کے لئے خدا نے جہنم کا وعدہ کیا ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی ان کے لئے کافی ہے۔ اور اللہ نے ان پر لعنت کا ہے۔ اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ وَ كَتَبْنَا لَهُمُ فِي الْكِتَابِ الْقَوْلَ "لَا تَعْرِفْتَهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ" اے رسول تم انہیں ان کی زبان کی لغزشوں میں پہچان لیتے ہو۔

بعض منافقین کا نفاق ظاہر ہو گیا تھا وہ آشکار ہو گئے۔ مثل عبد اللہ ابن ابی مروان بن الحکم جس کو رسول اللہ نے جلا وطن کر دیا تھا۔ اور شیخین نے اور دور نکال دیا تھا۔

منافقین کی شناخت کی ایک ایسی علامت تھی جس سے ہر صحابی منافقین کو پہچان لیتا تھا۔ حدیث بیانی فرماتے ہیں کہ كُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِينَ بِبُحْضِ عَلِيِّ ابْنِ

منافقین کی شناخت کی ایک اور علامت!

أَبِي طَالِبٍ۔ منافقین کی منافقت علیؑ کی عداوت سے پہچانی جاتی تھی کیوں کہ محبت علیؑ محبت رسولؐ ہے اور بغض علیؑ بغض رسولؐ اور بغض رسولؐ کفر۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

یا علیؑ لو یحبک الامومین ولای یبغضک إلا منافق۔ اے علیؑ تجھے نہیں دوست رکھے گا مگر مومن اور نہیں دشمن رکھے گا۔ تجھے مگر منافق۔ یا علیؑ اَنْتَ بِمَنْزِلَةِ الْكَعْبَةِ۔ اے علیؑ تیری مثال کعبہ کی ہے۔ جو کعبہ سے مٹا کا فر ہوا۔ جس نے تیری محبت سے من موڑا دین سے خارج ہو گیا۔ یا علیؑ اَنْتَ تَقْتُلُ عَلٰی سُنَّتِیْ۔ اے علیؑ تو میری سنت پر دشمنوں کو قتل کرے گا۔ جس کو علیؑ نے قتل کیا۔ اُس کو گویا رسولؐ نے قتل کیا اور مقتول رسولؐ کا فر ہے۔

لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مَنَّافِقٌ وَلَا يَبْغُضُهُ مُؤْمِنٌ ۚ مَنْ أَبْغَضَ أَهْلَ بَيْتِيْ فَهُوَ مَنَّافِقٌ۔ جس نے میرے اہل بیت سے دشمنی کی وہ منافق ہے۔ وَمَنْ أَدَى عَلِيًّا فَقَدْ آذَانِيْ۔ علیؑ کی اذیت رسولؐ کی اذیت ہے۔ عَلِيٌّ وَشِيعَتُهُ هُمُ الْفَائِزُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

مَنْ قَاتَلَ عَلِيًّا عَلِيًّا عَلَى الْخَلْفَةِ فَاقْتُلُوهُ كَمَايْتًا مَنْ كَانَ ۚ جو خلافت کے باب میں علیؑ سے جنگ کرے وہ واجب القتل ہے۔ خواہ کوئی بھی ہو۔ اس کو قتل کر دو۔ عَادَى اللّٰهَ مَنْ عَادَى عَلِيًّا۔ علیؑ کا دشمن خدا کا دشمن ہے، اصحاب رسولؐ کا قاتل جہنمی ہے۔ " قَاتِلُ عَمَّارٍ وَسَالِبَةُ النَّارِ " عمارؓ صحابی کا قاتل اور اس کو لٹنے والا جہنم میں ہے۔ اَبْشُرِيَا عَمَّارٌ تَقْتُلُكَ الْفِئْتَةُ۔ اَلْبَاغِيَّةُ " اے عمارؓ تجھ کو بشارت ہو کہ تجھ کو مسلمانوں کا باغی گروہ قتل کرے گا۔ حُبُّ عَلِيٍّ بَرَاءَةٌ مِّنَ الشَّقَاقِ " وَحُبُّ عَلِيٍّ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ۔ علیؑ کی محبت نفاق سے براءت کا پورا نام ہے۔ اور علیؑ کی محبت آتش جہنم سے براءت کا پورا نام ہے۔ مَحَارِبُ عَلِيٍّ كَافِرٌ " علیؑ سے جنگ کرنے والا کافر ہے " مَنْ حَارَبَ عَلِيًّا فَقَدْ كَفَرَ " کنوز الدقائق فی حدیث نیر الخلائق للشیخ عبدالرؤف النادمی رحمۃ اللہ۔ ویبایح المودۃ۔ للعلامة القندوزی رحمۃ اللہ

ان علامات سے واضح ہو گیا۔ کہ عرب میں منافق کون تھے اور مومن کون تھے؟ دراصل وہ مرتدین جن کا ذکر امامیث حوض و امامیث فتن میں آیا ہے۔ ان میں اکثر وہ منافقین ہی ہیں۔ جن کا کفر بعد رسولؐ ہی ظاہر ہوا۔ اور حیات رسولؐ تک وہ تہدید جَاہِدِ الْكُفَّارَ وَالْمَنَّافِقِينَ وَاعْلُظْ عَلَيْهِمْ تَوْبَةً لِّسَلْمِ يَنْتَهِي الْمَنَاقِبُ وَالذِّينُ فِي قُلُوبِهِمْ

مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِسَهْمِ الْاِيَةِ - (احزاب) کی وعید
شدید کے تحت دہے ہوئے تھے اور سزا اٹھا سکتے تھے۔

پس یہ عام لوگ اگرچہ - "مَنْ لَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ مِنْ رَأْيِ النَّبِيِّ" کے تحت مطلق اصحاب میں
از روئے لغت شمار ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ ایمان نہ رکھتے تھے اور باطن میں کافر تھے یا ایمان لائے
تھے اور پھر مرتد ہو گئے تھے اور ایمان پران کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اس لئے وہ تمام محققین اہل اسلام
کے نزدیک حقیقی صحابہ کرام میں داخل نہیں ہیں یا نہیں رہے ہیں۔ اور اس لئے جو احکام محبت و
حرمیت و عظمت صحابیت سے وابستہ ہیں ان سے منقطع ہیں۔ اس شرف صحابیت میں دراصل
وہی داخل و شامل ہیں۔ جن کا خاتمہ بخیر ہوا۔ مومن صادق تھے اور ایمان پر مہرے۔ رَبَّنَا تَوَقَّنَا
مُسْلِمِينَ وَ أَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِينَ " ہر حال اصحاب سے ہر مسلمان کو محبت
واجب ہے۔ جناب رسالت مآب فرماتے ہیں۔ مَنْ شَتَمَ الْاَوْلِيَاءَ قَتَلَ شَتَمَ
اَصْحَابِي جَلَدٌ - جو نبی کو گالی دے وہ قتل کیا جائے گا۔ کَمَا مَرَدُّ كَرَّةٍ اور جو میرے
اصحاب کو گالی دے اس کو کڑے لگائے جائیں گے (کنوز الدقائق) اول الا صحاب
الاصحاب السابقین امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب اصحاب کرام رسول کو یاد کرتے ہوئے
ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔ لَقَدْ عَهَدتْ فِي عَهْدِ اخِي رَسُولَ اللَّهِ تَوْمًا شَعْنَا غَيْرًا
خَمَصًا لَا يَبِيْتُونَ لِرَبِّهِمْ اَلْاَسْجَدَ اَوْ قِيَامًا وَاَحْتَهُمْ بَيْنَ جِنًا هُمْ
وَأَقْدَامُهُمْ اِذَا ذَكَرَ اللَّهُ مَا ذَكَرَ تَسْمِيْدَ الشَّجَرَةِ مِنَ الرِّيحِ وَمَعَ
ذَلِكَ كَانُوا اَخَافِيْنَ مِنْ خَشِيَةِ اللَّهِ -

میں نے اپنے بھائی رسول کے زمانے میں کچھ لوگ دیکھے تھے۔ جن کے بال پریشان
چہرے گرد آلود شکم پشت سے لگے ہوئے۔ وہ خدا کے سجدے اور قیام ہی میں شب بسر
کرتے تھے اور ان کا آرام ان کی پیشانیوں اور ان کے قدموں کے درمیان تھا۔ جب
ذکر خدا آجاتا تھا تو اس طرح کانپتے تھے۔ جس طرح ہوا سے درخت ہلتا ہے۔ اور باوجود
اس زہد و اتقا کے ہر وقت خوفِ خدا سے خائف و ترستان رہتے تھے۔ یہ تھے اصحاب
پاک رسول۔

رَحِمَهُمُ اللَّهُ وَرَضِيَ عَنْهُمْ وَغَفِرَ لَهُمْ وَجَعَلْنَا مَعَهُمُ السَّلَامَ

طالب دعا - سید زبیر عابدی (ص)

اپنے بچوں کے لئے Seaw کیا -